al-Muslimūn.

1356-57; v. 9. nos 6 — 12

1357-58; v. 10, nos 1 — 12
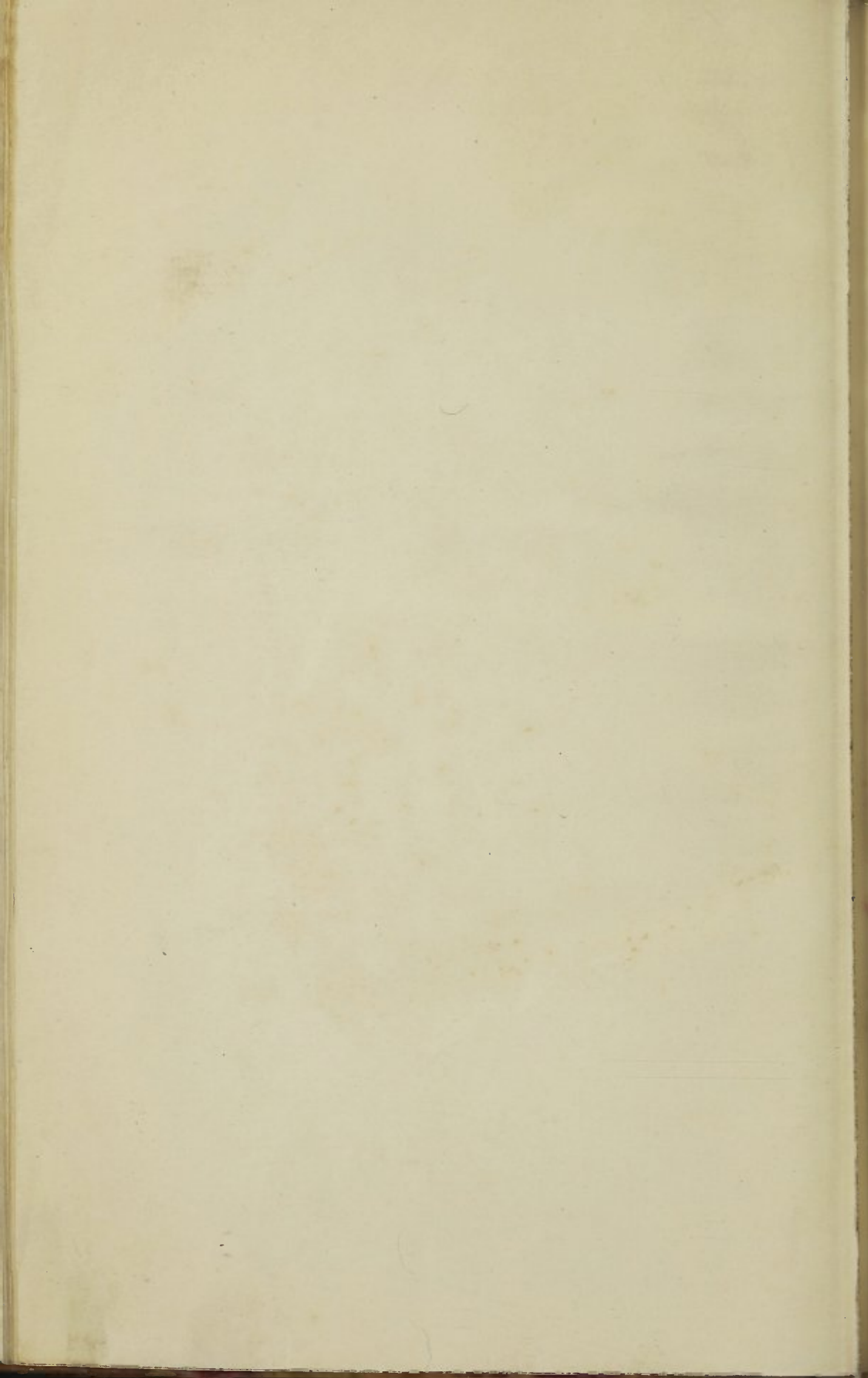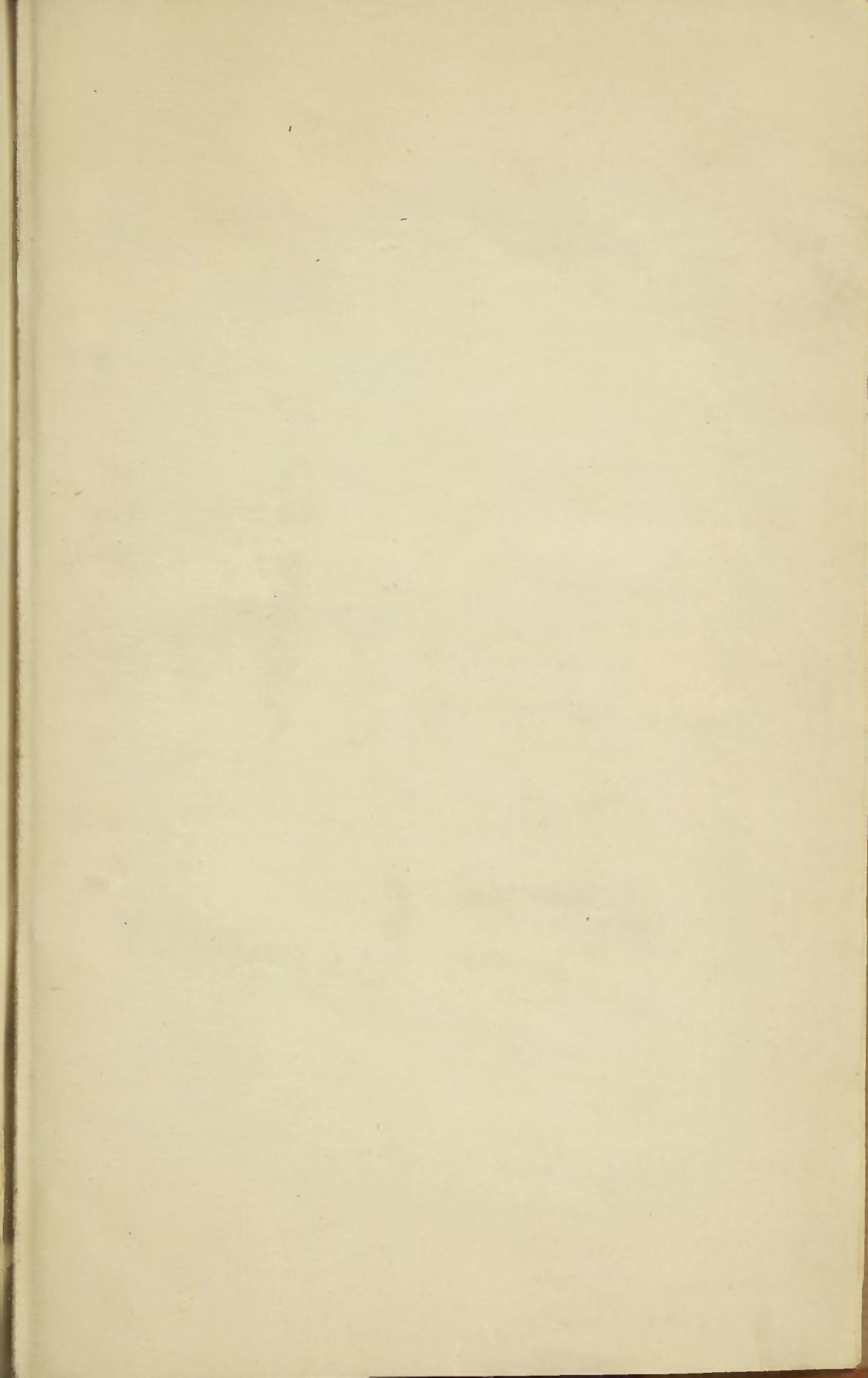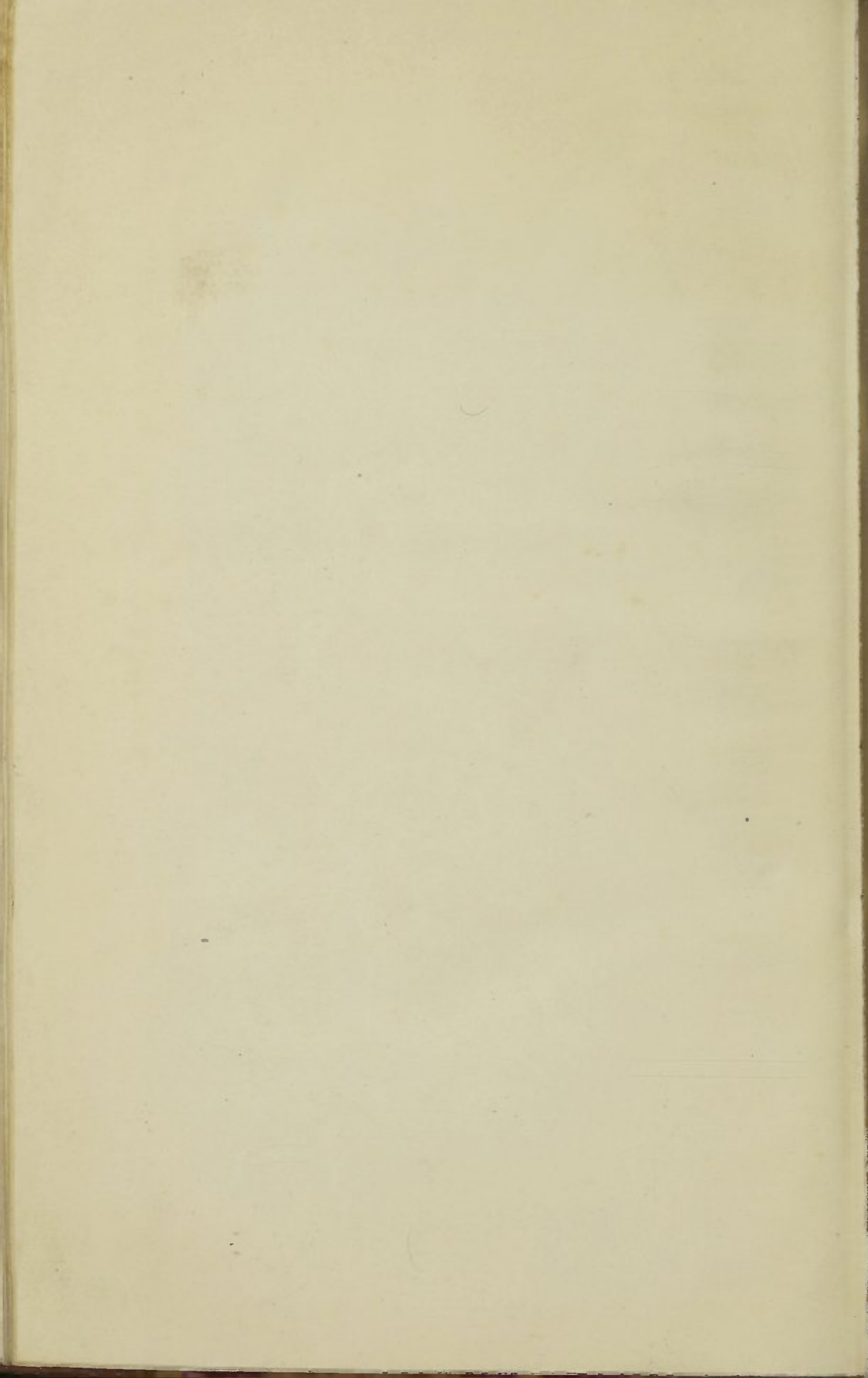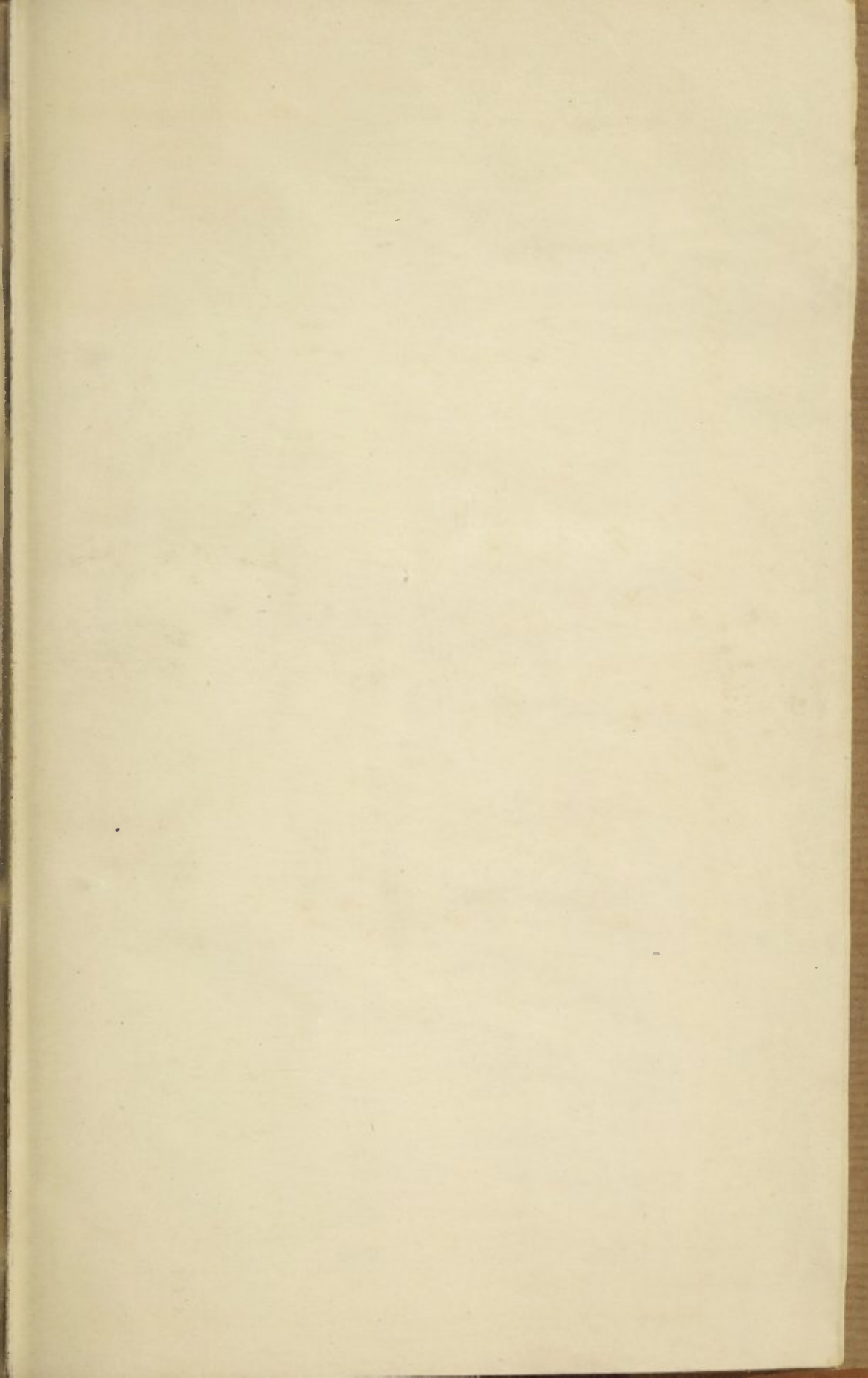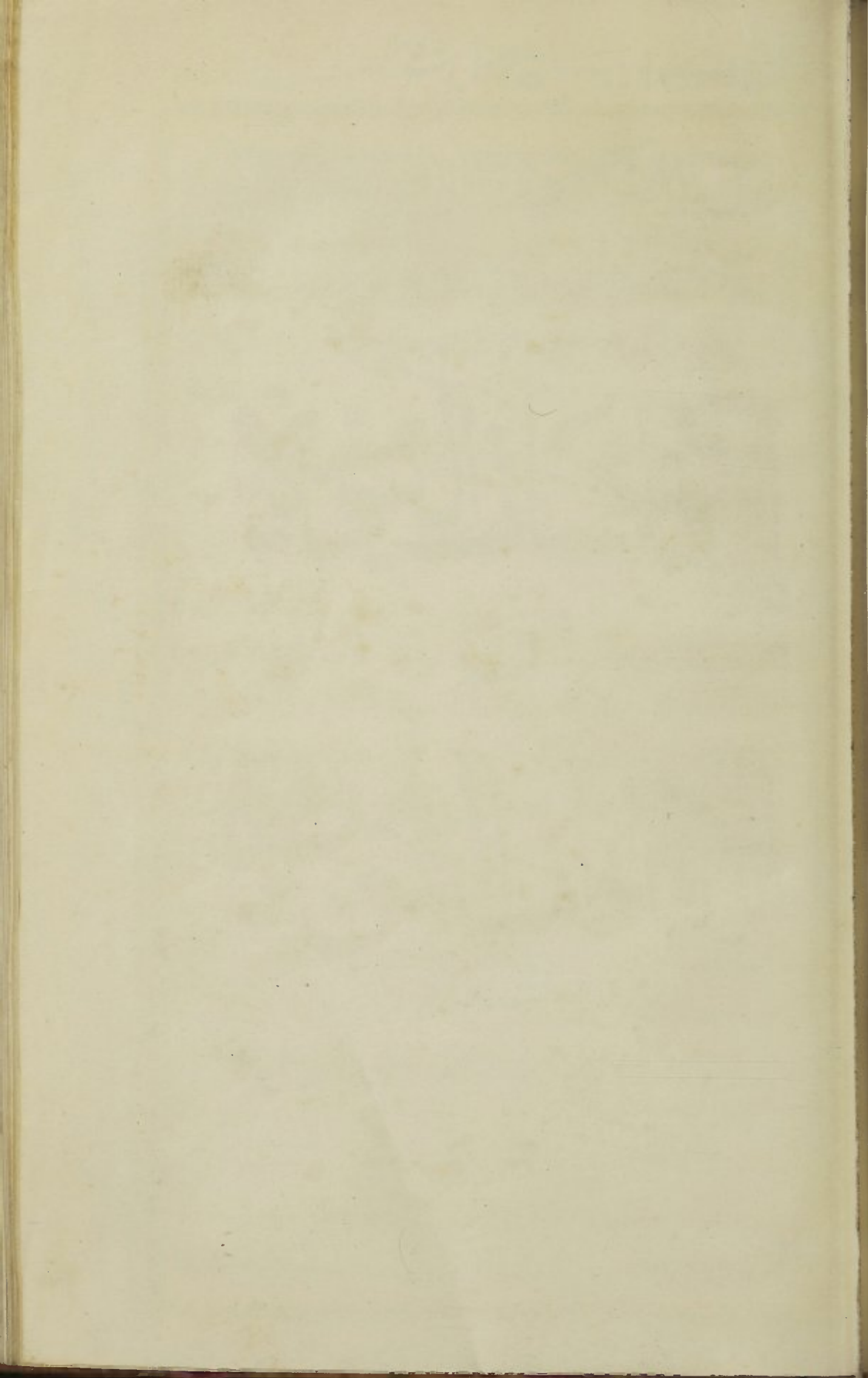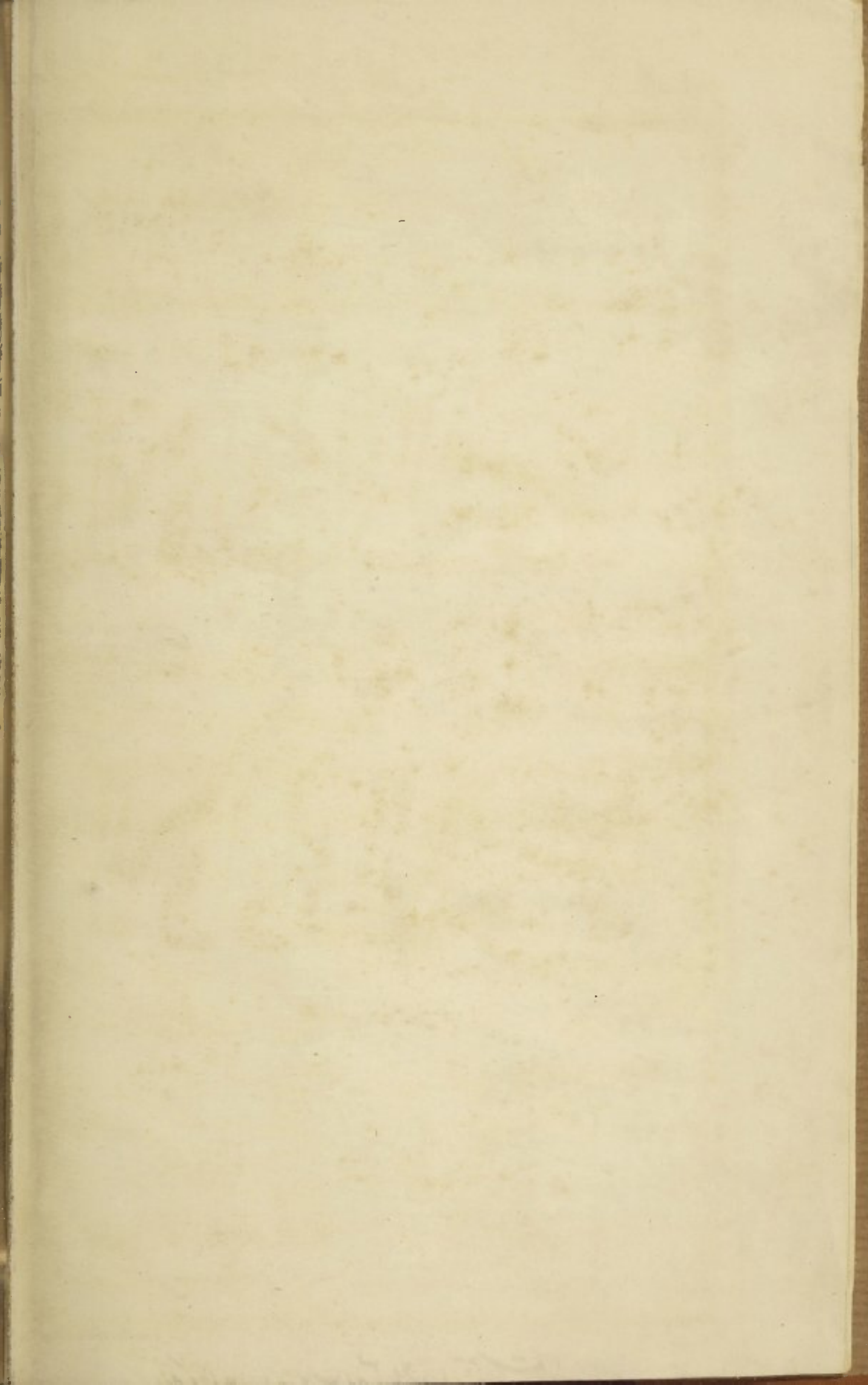
رسالہ المبلغ نمبر ۶ جلد ۹ بابتہ ماہ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ (رجسٹرڈ حرف ا ے نمبر ۲۰۲۷)

قال اللہ تعالیٰ وقولوا للناس حسنا الآیۃ

چوں نص مزبور مخبر ست از مطلوبیت کلمات حسنہ کلماً بالمطابقۃ،

واستماعاً واشاعۃً بالالتزام وکراستہ

الافاضات الیومیۃ

من

الافادات القومیۃ

حصہ چہارم

که حصہ ایست از ملفوظات سراج الملۃ حکیم الامۃ مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب

تھانوی دام ظلہم مصداقے بود ازہمچنیں کلمات حسنہ بنا برعلیہ،

احقر شبیر علی از مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون باہتمام اشاعت کردہ

(در مطبع جمال پرنٹنگ ورکس دہلی طبع شد)

۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

حصہ چہارم

۳ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱) ایک صاحب آسیب کا تعویذ لینے کیلئے سفر کر کے آئے درخواست پر حضرت والا نے فرمایا کہ میں عامل نہیں ہوں یہ عاملوں کا کام ہے دوسرے یہ کام تو خط سے بھی ہو سکتا تھا بلا وجہ آپ نے اتنا لمبا سفر کیا اسلئے اگر میں تعویذ دیتا بھی تو اب نہ دونگا تاکہ تم ناکامیاب جاؤ پھر تمھاری روایت سے اور لوگونکو بھی واقعہ معلوم ہو جائے پھر اس واقعہ کو جو سنیں گے سبکا روپیہ اور وقت بچ جائیگا اور اور اگر میں ایسا نہ کروں تو یہاں پر ایک ہجوم ہو جائے اور پھر سوائے اسکے اور کوئی کام نہ ہو سکے اور آپ سے تعجب ہے کیونکہ آپ تو اسقدر ناواقف نہیں جو ایسی فضول حرکت کی آخر خیریت کا تو خط پہلے سے لکھا ہی کرتے تھے اس ہی میں یہ بھی معلوم کر لیا ہوتا اور جو لوگ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں ان ہی سے یہ شکایت ہے دوسروں کی کیا شکایت اور ان تعلیمات میں میں کسی کو اپنا تابع نہیں بناتا صرف یہ بات ہے کہ اصول صحیحہ کا میں خود بھی غلام ہوں اور دوسروں کو بھی اصول صحیحہ ہی کا غلام بنانا چاہتا ہوں مگر لوگوں کو اس سے وحشت ہوتی ہے چاہتے یہ ہیں کہ وہی پرانے رواج کا برتاؤ ہمارے ساتھ بھی کیا جائے اور ہم بھی وہی برتاؤ کریں جسکی عادت ہے اور طبیعت خوگر ہے مگر یہاں پر وہ باتیں نہیں چلتیں مدتوں کے بعد تو باب تعلیم معاشرت کھلا ہے اب پھر چاہتے ہیں کہ بند ہو جائے حسن معاشرت کو تو لوگوں نے دین کی فہرست سے نکال ہی دیا تھا میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہر کام اصول کے ماتحت ہو اور یہ کہ کسی کو کسی سے اذیت نہ پہونچے اور یہ حالت رہے ۵

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

اور اس معاشرت کے خراب اور برباد ہونے ہی کی وجہ سے ایک سے دوسرے کو سخت اذیت پہونچتی ہے اور باہمی الفت پیدا نہیں ہوتی میرے سارے انتظامی معمولات کا حاصل صرف یہی ہو کہ کسی کو اذیت نہ پہونچے تکلیف نہ ہو اگر کسی کو یہ طرز پسند نہ ہو وہ یہاں نہ آئے بلانے کون جاتا ہے۔ بقول غالب

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

ہزاروں مشائخ کی دکانیں کھلی ہوئی ہیں وہاں جائیں بلانے کون گیا تھا اگر آتے ہو تو تمام اصول صحیحہ کا اتباع کرنا ہوگا اور جو ہم کہیں کرنا پڑیگا جسطرف اور جسطرح چلائیں گے چلنا پڑیگا لوگوں نے طریق کو بچوں کا کھیل بنا رکھا ہے یہ طریق مردہ ہو چکا تھا بحمد اللہ اب مدتوں کے بعد زندہ ہوا مجھکو اسپر ناز نہیں مگر فاما بنعمۃ ربک فحدث کے طور پر ذکر کرتا ہوں اس چودھویں صدی میں ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں بیٹھا ہوں اور یہ کوئی ناز کی بات نہیں اسلئے کہ جس سے چاہیں خدا تعالیٰ اپنا کام لے لیتے ہیں الحمد للہ میں نے ذوقیات اور کشفیات کو حسیات بنا دیا ہے ان وجدانیات میں لوگ جن چیزوں پر ایمان بالغیب لاتے تھے اب وہ چیزیں کھلی آنکھوں نظر آتی ہیں اور اس طرز سے اصلاح یہ ایسی چیز ہے کہ میرے ایک اہل علم عزیز نے حضرت حاجی صاحبؒ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئیگا کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں حضرت نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے اور وہ اپنے ماموں سے کراؤ سو حضرت اصلاح تو اسی طرح ہو سکتی ہے باقی تمام دنیا کو کون خوش رکھ سکتا ہے اور خوش رکھنے کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے جنکے خوش رکھنے کی انسان کو ضرورت ہے اسکی فکر چاہئے اور میں تو صاف کہتا ہوں تاکہ لوگوں کو دھوکہ نہو کہ یہاں پر تو فقیری وقیری کچھ نہیں یہاں تو طالب علمی ہے اور ہمکو اسی میں فخر ہے کہ طالب علموں میں ہمارا شمار کیا جائے اور واقع میں بھی ہم فقیر کدہر سے ہیں خوب کھانے پینے میں خوب دل کھلا ہوا فقیری کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ ایک بزرگ شبکو سامنے حلوہ رکھکر نفس سے کہتے تھے دو رکعت نماز نفل پڑھلے پھر یہ حلوا کھلاؤ نگا پھر دو رکعت کے بعد ایسا ہی وعدہ کرتے تھے تمام شب اسی طرح ختم ہو جاتی تھی اور حلوہ رکھا ہی رہتا تھا ہمارا نفس تو تیرہویں صدی کا ہے ایک دفعہ بھی اگر وعدہ خلافی ہو جائے پھر قبضہ میں نہیں آسکتا ہماری حالت پر نظر فرما کر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور اُس سے خوب کام لو۔ غرض یہاں کی حالت

تو بالکل واضح ہے جسکا دل چاہے تعلق رکھے جسکا چاہے نہ رکھے محض لوگوں کو معتقد بنانیکے لئے ہمسے تو بنا نہیں جاتا جیسا آجکل بکثرت یہی حالت ہو رہی ہے کہ تقویٰ اور زہد سب لوگوں کے دکھلانے کے واسطے اختیار کیا جاتا ہے اور زیادہ اہتمام اسی کا کیا جاتا ہے کہ لوگ معتقد ہوں مگر اسکا اہتمام علاوہ مذموم ہونے کے خود موجب پریشانی بھی تو ہے کیونکہ عوام کے اعتقاد کی اور بنائیں ہیں اور خواص کے اعتقاد کی اور نیز امراء کے اعتقاد کی اور غرباء کے اعتقاد کی اور اس حالت میں بتلایئے سب کو معتقد بنانے کا کہاں تک اہتمام کروگے اور اگر کیا بھی تو ساری عمر اسی ضیق میں گذرے گی تو میں کہتا ہوں کہ کس جھگڑے میں پڑے اعتقاد کی بناؤں کے اختلاف پر ایک واقعہ یاد آیا ایک شخص دہلی میں امراء میں سے تھے اُن کے اعتقاد کی بنیاد سنئے کیسی ضعیف تھی وہ یہ کہ ایک شخص نے مجھکو دو یا تین روپیہ دینے چاہے میں نے اپنی قواعد کی بنا پر لینے سے انکار کر دیا بس اس سے وہ معتقد ہو گئے پھر مدت کے بعد ایک دنیاوی معاملہ میں انھوں نے مجھسے سفارش کرانی چاہی میں نے کسی عذر سے انکار کر دیا۔ اس سے غیر معتقد ہو گئے اور ایسے امراء سے اکثر بیچارے غرباء پھر غنیمت ہیں ان کے اعتقاد کی بنیاد اکثر محض تعلق مع اللہ ہی ہوتی ہے اور ایسے غرباء بلکہ دیہاتی بے لکھے پڑھے متقی بھی ہوتے ہیں اور خوش فہم بھی چنانچہ وہ لوگ ایسی سمجھ کی بات کرتے ہیں کہ ان امراء کے کبھی خواب میں بھی نہ آئی ہو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک گاؤں کا شخص آیا حضرت اُسوقت خادم سے پانو دبوا رہے تھے اُس نے دیکھکر کہا کہ مولوی بڑا جی خوش ہوتا ہوگا کہ ہم بھی ایسے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جی تو خوش ہوتا ہے مگر بڑا ہونیکی وجہ سے نہیں بلکہ آرام پہونچنے کی وجہ سے تو وہ گانو والا کیا کہتا ہے کہ مولوی جی تمکو پانو دبوانا جائز ہے اس فہم کا کیا ٹھکانا ہے کہاں نظر پہونچی آجکل تو مشائخ کی بھی ان دقائق پر نظر نہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں مدت سے چاہتا ہوں کہ اور سب کام بند کر دوں اور صرف خدمت تربیت ہی کا کام رکھوں مگر میں اسوقت تک اسمیں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جو ضروری کام ہو رہے ہیں انکو کیسے بند کروں اور یہ غیر ممکن ہے کہ یہ سب کام بھی کرتا رہوں اور طالبین تربیت سے مجلس بھی گرم رہے مجمع میں مجھسے کام نہیں ہوتا تنہائی اور یکسوئی میں کام کر سکتا ہوں حتی کہ کام کرنے کے وقت کسی کا آبیٹھنا میری گرانی کا سبب ہوتا ہے ایک

وکیل صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ میں تو مجمع میں بیٹھکر کام کر لیتا ہوں میں نے کہا کہ وہ کام ہی کیا ہے یہاں تو دماغی کام ہے وہاں نہ ترتیب مضامین ہے نہ تدقیق نہ تہذیب نہ رطب و یابس کی تلخیص یہاں تدقیق کی حاجت ترتیب کی حاجت تہذیب کی حاجت رطب و یابس کا فیصلہ غرضکہ دماغی کام ہے جو مجمع میں بیٹھکر نہیں ہو سکتا۔

(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو نوکریاں ناجائز ہیں اُن کے کرنے میں مفسدہ ضرور ہے مگر جسکو حلال نوکری نہ ملے اسکے لئے نہ کرنے میں اُس سے زیادہ اندیشہ ہے اسلئے کہ افلاس سے بعض اوقات کفر تک کی نوبت آجاتی ہے تو یہ معصیت وقایہ ہو جاتا ہے اس وقایہ کی ایک جزئی یاد آگئی کان پور کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے گجنیر وہاں ایک رئیس تھا مسلمان اُسکا نام تھا ادہار سنگہ میں نے سنا تھا کہ اُس گانو کے لوگ آریہ ہونے والے ہیں میں ایک مجمع کے ساتھ اُنکی تبلیغ کے لئے وہاں گیا تھا ادہار سنگہ سے بھی اسکا ذکر آیا تو اُس نے جواب میں کہا کہ ہم آریہ کیسطرح ہو سکتے ہیں ہمارے یہاں تو تعزیہ بنتا ہے میں نے کہا تعزیہ بنانا مت چھوڑنا بعض لوگوں نے مجھپر اعتراض کیا میں نے کہا تم نے غور نہیں کیا یہ شخص جب تک تعزیہ بنائیگا کافر نہ ہوگا تعزیہ بیشک معصیت اور بدعت ہے مگر اس کیلئے تو یہ معصیت و بدعت وقایہ کفر ہو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اجمیر تشریف رکھتے تھے اتفاق سے عشرہ محرم میں ایک مقام پر تعزیہ داروں میں اور ہندووں میں جھگڑا ہو گیا کوئی درخت تھا وہاں کے سنی عمائد نے علماء سے استفسار کیا کہ ہندوؤں کا اور تعزیہ داروں کا جھگڑا ہے ہمکو کیا کرنا چاہئے علما نے جواب دیا کہ کفر اور بدعت کی لڑائی ہے تمکو الگ رہنا چاہئے پھر وہ لوگ مولانا کے پاس دریافت کرنے آئے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں ہے بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے کفار بدعت سمجھکر تھوڑا ہی مقابلہ کر رہے ہیں وہ تو اسلامی شعار سمجھکر مقابلہ کر رہے ہیں جاؤ اُنکا مقابلہ کرو غرضکہ تمام مسلمان متحد ہو کر لڑے فتح ہوئی تو ان چیزوں کو سمجھنے کیلئے فہم اور عقل کی ضرورت ہے صرف ایک ہی پہلو پر نظر نہیں کرنا چاہئے شعار اسلامی سمجھنے پر ایک واقعہ یاد آیا۔ کیرانہ میں زمانہ تحریک خلافت میں میری ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی میں نے کہا کہ اور بات تو بعد میں ہوگی پہلے ترکوں کی سلطنت کو اسلامی سلطنت تو ثابت کر دیجئے تب دوسروں کو نصرت کی ترغیب دیجئے گا اور میں نے اُن سے پوچھا

کہ یہ بتلایئے کہ مجموعہ کفر اور اسلام کا کیا ہوگا کہا کہ کفر میں نے کہا کہ اب یہ بتلاؤ کہ ترکوں کی حکومت جو اسوقت ہے وہ شخصی ہے یا جمہوری کہا کہ جمہوری میں نے کہا کہ اسمیں جو پارلیمنٹ ہے وہ کفار اور مسلمانوں سے مرکب ہے یا خالص مسلمانوں کی جماعت ہے کہا کہ مسلم اور کافر میں مشترک ہے میں نے کہا کہ مجموعہ کیا ہوا پھر نصرت کیسی کیا غیر اسلامی سلطنت کی نصرت کراتے ہو۔ حیرت زدہ رہ گئے کہنے لگے کہ یہ تو کچھ اور ہی نکلا سارا بنا بنایا قصر ہی منہدم ہوگیا میں نے کہا کہ اگر آپ جواب نہ دیسکیں تو اپنے علماء اور لیڈروں سے پوچھکر جواب دو خاموش بیٹھے بیچارے میں نے کہا کہ جاؤ جنکو مخالف سمجھتے ہو اور خشک ملا کہتے ہو اُسکا جواب بھی اُنہی کے پاس ہے ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی اُنکی نصرت واجب ہے اسلئے کہ کفار تو اُسکو اسلامی سلطنت ہی سمجھکر مقابلہ کر رہے ہیں اسلئے اسوقت ترکوں کی نصرت اسلام اور مسلمانوں کی نصرت ہے اسپر بیحد خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ اور مجکو خوشی میں کچھ نقد نذرانہ بھی دیا۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے اُسی زمانہ تحریک میں میری شکایت حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے کی کہ وہ اس تحریک میں شریک نہیں حضرت مولانا نے فرمایا کہ ہمکو اسپر بھی فخر ہے کہ ایسی ہمت کا بھی ہمیں ہی سے ہے جس نے تمام ہندوستان بلکہ دنیا کی پرواہ نہ کی جو اُنکی رائے میں حق ہے اُسپر استقلال سے قایم ہے کسی کے دباؤ یا اثر کو ذرہ برابر حق کے مقابلہ میں قبول نہ کیا پھر تحریک فرو ہونے کے بعد کثرت سے لوگوں کے خطوط طلب معافی میں آئے میں نے لکھدیا کہ معافی کے متعلق تو عذر نہیں بقول غالب ؎

سفینہ جبکہ کنارہ پہ آلگا غالب　　خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیئے

باقی دل ملنے کے متعلق وہ بات ہے جسکو شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بسالہا زجورت جگر خوں شود　　بیک ساعت از دل بروں چوں شود

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں کا معیار صرف یہ ہے کہ مجھکو یہ معلوم ہوجائے کہ یہ اپنی غلطی پر دل سے نادم ہے اور یہ بات اُس شخص کے اعلان کر دینے سے بخوبی معلوم ہوجاتی ہے بس اُسی سے دل صاف ہوجاتا ہے۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگوں کے سامنے اپنی بڑائی ظاہر کرنا خواہ کسی رنگ

نہیں ہو حد درجہ کی بے ادبی ہے مثلاً علم ہی ہیں اسکا اظہار ہو کہ ہم بھی پڑھے ہوئے ہیں اور غور کیا جائے تو یہ چیزیں کچھ ناز کی بھی نہیں کیونکہ ان میں کوئی ذاتی کمال نہیں دیکھئے حضور کے اُمّی ہونیکی تعریف فرمائی گئی ہے اصطلاحی عالم ہونے پر فخر نہیں فرمایا گیا اور عوام کے اعتقاد کی غرض سے کمالات کا اظہار یہ تو بہت ہی بڑا مرض ہے اس سے تو اجتناب سخت ضروری ہے عوام کا اعتقاد ہے ہی کیا چیز ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اعتقاد کی ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے ہے تو فحش مگر ہے بالکل چسپاں فرمایا کرتے تھے کہ عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے گدہے کا عضو مخصوص بڑہے تو بڑہتا ہی چلا جائے اور جب غائب ہو تو بالکل پتہ ہی نہیں واقعی عجیب مثال ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ وہ ہے جسکی سب شقوق پر نظر ہو اگر یہ بات نہیں وہ شیخ نہیں اُسکی ہر چیز پر نگاہ ہوتی ہے اسلئے وہ ہر پہلو پر نظر کرکے انتظام کرتا ہے سو اُسکو سختی نہیں کہیں گے انتظام کہیں گے البتہ اس انتظام کی تنقید میں وہ بیشک سخت ہوں مگر بے اصول رعایت کرکے وہ حقائق کو کیسے بدل سکتے ہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ اُسی کی اصلاح فرماتے ہیں جو خود بھی اپنی اصلاح چاہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں انلزمکموھا وانتم لھا کٰرھون۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اپنے اور بزرگوں سے زیادہ انتظام تھا اس انتظام کا نام معترضین نے آجکل قانون رکھا ہے اور قانون حکومت سے تشبیہ دیکر طعن کرتے ہیں۔

(ملفوظ) ایک نو وارد شخص نے تعویذ مانگا اور یہ ظاہر کیا کہ میں فلاں مقام سے سفر کرکے اس ہی غرض سے آیا ہوں فرمایا کہ جو کام ڈہائی آنہ میں ہو سکتا تھا اُسکے واسطے اتنا طویل سفر اور اسقدر صرف کرنیکی کون ضرورت تھی آدمی سوچ سمجھکر تو سفر کرے اور خرچ کرے اب اسکا علاج یہ ہے کہ وطن واپس جاکر تعویذ کیلئے لکھو میں بھیجدونگا تاکہ اس بے ڈہنگے پن کی حقیقت تو معلوم ہو اور ہمیشہ کیلئے یاد تو رہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسوقت اگر تعویذ دیدیا جائے تو لوگ ایسے کوڑ مغز ہیں یوں سمجھیں گے کہ یہ تعلیم کی باتیں تو ویسی ہی تھیں تعویذ تو دے ہی دیا تو میرا جو مقصود ہے کہ

فضولیات کا انسداد ہو .... وہ حاصل نہ ہوگا اور میں جوان کے اوقات اور قوم بچانیکا انتظام کر رہا ہوں جسوقت یہ اسکو محسوس کریں گے اسوقت قدر ہوگی اس فضولی کی یہانتک نوبت آگئی ہے کہ ایک صاحب ضلع گیا سے محض تعویذ اور پانی پڑھوانے کے واسطے آئے تھے میں نے کہا کہ میں یہاں تعویذ نہ دونگا وطن جا کر منگا لینا اور یہ سب بے فکری اور نعمت کی بے قدری ہے فضول اور بلا ضرورت مال کو برباد کرنیکا نام سخاوت رکھا ہے یہ سخاوت نہیں یہ اسراف ہے۔

(ملفوظ ۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصول صحیحہ پر عمل کرنا طرفین کی راحت کا سبب ہوتا ہے اسی لئے میں نے نئے آنیوالوں کے واسطے یہ قید لگا دی ہے کہ زمانہ قیام میں مکاتبت کچھ نہ ہو خاموش مجلس میں بیٹھے رہا کرو اور بیعت میں بھی عجلت نہ کرو اسکے بعد جو رائے قائم ہوگی وہ بصیرت سے ہوگی اسمیں انسان بچتا نہیں کیونکہ دیکھنے بھالنے اور سوچنے سمجھنے کا موقع اچھی طرح ملجاتا ہے دوسرے استماع میں جو لطف ہوتا ہے وہ تکلم میں نہیں ہوتا جیسے حافظ اچھا قرآن پڑھنے والا ہو تو سننے والیکو زیادہ لطف ہوتا ہے پڑھنے والیکو وہ لطف نہیں ہوتا۔

(ملفوظ ۱۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں مزاحاً فرمایا کہ تکثیر سواد تھوڑا ہی مقصود ہے یعنی تکثیر مجمع تکثیر بیاض مقصود ہے یعنی قلب کا روشن ہونا۔

(ملفوظ ۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کثرت مشاغل کی وجہ سے قواعد ضوابط کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر کثرت سے مشاغل نہ ہوں تو پھر قواعد ضوابط کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی اور بے ضابطگی سے تنگی بھی نہیں ہوتی مثلاً ایک شخص عصر کے بعد ملنا چاہتا ہے اور مجھکو کوئی کتاب دیکھنا ہے یا کوئی فتویٰ لکھنا ہے تو اب تنگی ہوگی یا نہیں یقینی بات ہے کہ تنگی ہوگی سبب اسکا وہی مشاغل اور اگر کوئی کام نہ ہوتا تو اس شخص کو لیکر بیٹھ جاتا دس یا پانچ منٹ میں کوئی حرج نہ تھا۔

(ملفوظ ۱۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہا فرماتے ہیں جو نجس چیز اپنے معدن میں ہو وہ نجس نہیں ہوتی چنانچہ پیشاب مثانہ میں بھرا ہوا ہوتا ہے اور نماز پڑھنا جائز ہے وجہ یہ کہ وہاں ازالہ پر قادر نہ تھا پس معدن میں ضرورت ہے اور خارج میں پاک کرنا ضروری ہوا۔

(ملفوظ ۱۵) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس مواخذہ اور کھود کرید کی وجہ سے میں اسقدر بدنام ہوں کہ ایک شخص نے کہا تھا کہ منکر نکیر کے سوالونکا جواب تو آسان مگر اسکے

سوالوں کا جواب مشکل ہے میں نے سنکر کہا کہ بالکل ٹھیک ہے وہاں سچ بولو گے یا سچ نہیں بتاؤ گے اسلئے اُنکا جواب آسان ہے اور یہاں بات بناتے ہو وہ چلتی نہیں اسلئے جواب مشکل ہوتا ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امراض کی تشخیص اور تجویز مصلح ہی کر سکتا ہے طالب نہیں سمجھ سکتا جیسے طبیب ہی مرض کو پہچان سکتا ہے اور علاج تجویز کر سکتا ہے مریض نہیں کر سکتا مجکو ایک مرتبہ کم خوابی کی شکایت تھی حکیم صاحب سے تدابیر پوچھا کرتا تھا مگر جب نفع نہ ہوا میں سمجھا کہ حکیم صاحب زیادہ خوض نہیں کرتے میں خود کتاب دیکھکر تجویز کرونگا چنانچہ اسی غرض سے میں حکیم صاحب سے شرح اسباب لایا اور اسکو دیکھنا شروع کیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اسمیں جتنے اسباب لکھے تھے سب اپنے اندر پاتا تھا اسلئے کچھ تجویز نہ کر سکا تب خیال ہوا کہ کلیات کو جزئیات پر صاحب فن ہی منطبق کر سکتا ہے غیر اہل فن کا یہ کام نہیں اسکی بالکل ایسی مثال ہے جسکو فرماتے ہیں ؎ گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید ٭ لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید۔ حافظؒ فرماتے ہیں ؎ نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند ٭ نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند۔ ہزار نکتۂ باریکتر ز مو اینجاست ٭ نہ کہ سر بتراشد قلندری داند۔

٩

(ملفوظ ۱۷) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ذکر میں یکسوئی نہیں ہوتی میں نے لکھدیا کہ کچھ مضر نہیں اور مزاحاً فرمایا کہ اگر کپڑا سلجائے اور ایک سوئی بھی پاس نہ رہے تو حرج کیا ہے کپڑا پہن لیا جائے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میاں یہ تو ساری عمر کی اُدھیڑ بُن ہے ایسے تغیرات سے بددل نہ ہونا چاہئے اسی کو فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

پہلے بزرگوں کے یہاں تو برکات پر کام چلتا تھا آئین کی ضرورت نہ تھی اور اب ضرورت کی وجہ سے آئین بنا کر میں نے اسکا مستقل محکمہ بنا دیا ہے بس وہاں برکت تھی یہاں حرکت ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کا مدار اعظم مناسبت پر ہے میں عدم مناسبت کی محل پر طالب سے صاف کہدیتا ہوں کہ چونکہ تمہیں مجھ میں مناسبت نہیں اسلئے نفع نہ ہوگا کہیں اور تعلق پیدا کر لیا جائے اور یہ بھی کہدیتا ہوں کہ اگر کسی کا نام پوچھوگے تو میں خود نہیں بتلاتا .... کیونکہ بے طلب جسکا نام بتلایا جائے اسکی بیقدری کا اندیشہ ہے اس مناسبت پر ایک حکایت یاد آئی حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک صاحب علم نے مرید ہونے کی متعلق

لیا کہ میں چشتی شیخ سے بیعت کروں یا نقشبندی سے آپ نے فرمایا کہ ایک بات بتلاؤ ایک کھیت ہے اسمیں جھاڑ جھنکار بہت کھڑے ہیں اور اسمیں تخم ریزی کا ارادہ ہے تو تمھاری رائے میں کیا صورت زیادہ مناسب ہے آیا پہلے اسکو صاف کر لیا جائے تب تخم ریزی کیجائے یا ویسے ہی بدوں صاف کئے تخم ریزی کر دینی چاہئے اور آہستہ آہستہ صاف کرتے رہیں۔ عرض کیا کہ حضرت اول تخم ریزی کر دینی چاہئے تاکہ صفائی کے انتظار تک محروم تو نہ رہے فرمایا کہ تو پھر نقشبندیوں میں جاؤ۔ یہ حضرت کے اعلیٰ مبصر ہونیکی دلیل ہے مثال سے مذاق کو کیسے پہچان لیا۔

۹ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(ملفوظ[۱۹]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اکثر اہل مدارس میں ترفع کا بڑا مرض ہو گیا ہے مگر یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا خصوص مدارس دینیہ تو اگر سادہ ہی وضع میں رہیں یہ ہی انکی خوبی ہے انکی رفتار سے گفتار سے نشست و برخاست سے انکے لباس سے اسلامی شان کی جھلک معلوم ہو یہی خوبی کی بات ہے ایکمرتبہ ضلع کے انگریز کلکٹر نے کہلا کر بھیجا کہ ہم مدرسہ کا معاینہ کریں گے ہمنے کہا کر بھیجا کہ بھائی یہاں تو غریب لوگ رہتے ہیں اور میں ایک ضرورت سے ایک قصبہ قریب ہے وہاں چلا گیا اور یہاں کے لوگوں کو سمجھا گیا کہ جو بات پوچھے بتلادی جائے مگر ترفع کی کوئی بات نہ کی جائے مثلاً اگر یہ سوال کرے کہ یہ مدرسہ ہے تو کہنا کہ مدرسہ وغیرہ کچھ نہیں ایک چھوٹا سا مکتب ہے اگر سوال کرے آمدنی کسقدر ہے تو کہنا کہ توکل پر معاملہ ہے کوئی آمدنی مستقل نہیں کام بھی مختصر آمدنی بھی مختصر غرض اسی طرح سب باتیں سمجھا گیا تھا اور واقعہ بھی ہے یہاں پر تو غریبوں کا مجمع رہتا ہے امیر ہونا کون فخر کی بات ہے فخر کی بات تو یہ ہے کہ طالب صاحب صلاح ہو صاحب تقوی ہو صاحب استقلال ہو مگر کلکٹر کا آنا نہیں ہوا ایک اور مرتبہ بھی یہاں قصبہ میں کلکٹر آیا تھا چند مکانات کے فوٹو لئے یہاں کا یعنی خانقاہ کا بھی فوٹو لینے کا ارادہ تھا مگر اسکو قصبہ میں اسقدر دیر لگ گئی کہ یہاں نہیں آسکا پھر ہمکو موالاتی کہا جاتا ہے حالانکہ خود رات دن اُن سے خلا ملا رکھیں مصافحہ اور گفتگو کریں اور اپنے کو ترک موالات کا حامی رکھیں عجیب فلسفہ ہے نرا سفسطہ ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جو رہبران قوم بنے ہوئے ہیں انکی یہ حالت ہے کہ کام کیلئے تو دوسرا اور نام کیلئے یہ زمانہ خلافت میں ان لوگوں نے احکام اسلام کی ذرہ برابر پروا نہیں کی جو اپنی سمجھ میں آیا کیا جو نہ میں آیا کہا بہت کم لوگ ایسے تھے جو نیک نیت تھے ورنہ اکثر تو حکومت اور عہدوں کی فکر میں تھے کثرت سے ایسے ہی لوگ زیادہ تھے ہزاروں مسلمانوں کو بلا وجہ کٹوا دیا یہ نفسانی اغراض بھی بری بلا ہیں اللہ بچائے مولیوں کی قوم کو ان لیڈروں ہی نے برباد کرایا جوشیلی اور اشتعال آمیز تقریریں کر کے انکو بھڑکا دیا غیور قوم عرب لوگ ان کی باتوں میں آکر گورنمنٹ کا مقابلہ کر بیٹھے جب انپر مصیبت آئی پھر ان لیڈر یا رہبران قوم میں سے کوئی بھی انکی مدد کو نہ پہونچا ایسے خود غرض لوگوں کی بالکل ایسی ہی مثال ہے جیسے ایک قصائی کا انتقال ہو گیا تھا اسکی بیوی روتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ ہائے اسکے بیل کون لیگا تو ایک بولا میں لونگا میں ہائے اسکی چھری کون لیگا کہا کہ میں لونگا میں ہائے اسکا مال کون لیگا کہا کہ میں لونگا میں ہائے اسکے ذمہ اتنا قرض ہے وہ کون دیگا تو وہ کیا کہتا ہے کہ بولو بھائی کسکا نمبر ہے یہ ہی حالت ان لیڈروں کی ہے کہ مال وجاہ کے تو خود مالک ہوئے اور مصیبت اٹھانیکو دوسرے غریب ہوئے ایک نئی روشنی والے صاحب نے مجھسے کہا تھا کہ آپ اس تحریک میں کیوں شریک نہیں ہوتے میں نے کہا کہ یہ کام موقوف ہے قوت پر اور قوت موقوف ہے بقاء اتفاق پر خواہ وحدت ارادیہ ہو یا وحدت قہریہ ہو اور یہ ہم میں مفقود اور جب تک یہ نہ ہو کام نہیں ہو سکتا دوسرے یہ کہ میں ان اصول مخترعہ کا کارند نہیں ہو سکتا اصول شرعیہ کے تحت رہکر کام کر سکتا ہوں اور اسی کو تم لوگ روڑے اٹکانا سمجھتے ہو حتی کہ اسوقت یہ کہا جاتا تھا کہ یہ مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے حالانکہ ہر کام کے کچھ شرائط اور اصول ہوتے ہیں دیکھو نماز جیسی بڑی چیز مگر حدود اور قیود سے وہ بھی خالی نہیں ان ہی حدود کی تقسیم کے متعلق میں نے حیدرآباد دکن کے وعظ میں کہا تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں دو شانیں تھیں شان نبوت اور شان سلطنت اسکے بعد خلفاء راشدین بھی دونوں کے جامع تھے مگر اب یہ دونوں شانیں دو گروہ پر تقسیم ہو گئیں شان نبوت کے مظہر علما ہیں اور شان سلطنت کے مظہر سلاطین اسلام اب اگر یہ سلاطین علماء سے استغنا کرتے ہیں تو حضور ہی کی ایک شان سے اعراض لازم آتا ہے اور اگر علماء سلاطین کی مخالفت کرتے ہیں تو اس سے بھی حضور ہی کی ایک شان سے اعراض لازم آتا ہے اب صورت

دونوں کے جمع کرنے کی یہ ہے کہ سلاطین سے تو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے حدود میں کوئی حکم اسوقت تک نافذ نہ کریں جب تک علماء اہل حق سے استفتاء نہ کرلیں اور علماء سے یہ کہتا ہوں کہ وہ اس نفاذ کے بعد اُسپر کاربند ہوں اگر یہ دونوں شانیں جو کہ حضور ہی کی ہیں اس طرح جمع ہو جائیں تو مسلمانوں کی بہبود اور فلاح کی صورت نکل آئے اور انکی ڈوبتی ہوئی کشتی ساحل پر جا لگے ورنہ اللہ ہی حافظ ہے غرض یہ سیاسی کام علماء کا نہیں علماء کا جو کام ہے وہ اُن سے لینا چاہئے اور یہ کام لیڈر کریں البتہ علماء سے حجروں میں آ آکر مسائل پوچھیں اور اُنکی موافق کام کریں اگر یہ صورت ہو جائے تو پھر مولوی صاحب سب سے آگے نظر آئیں گے ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ عدم قدرت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ فعل جائز نہ ہو پھر اگر احکام کو پامال کر کے کامیابی بھی ہو گئی تو وہ مسلمانوں اور اسلام کی کامیابی تھوڑا ہی ہوگی وہ کامیابی تو بددینوں اور ملحدوں کی ہوگی جن سے آئندہ بھی خطرہ ہے کہ ملکی مصالح کی بنا پر نہ معلوم اہل اسلام اور احکام اسلام کے ساتھ کیا برتاؤ کریں جو اسوقت شریعت مقدسہ کے احکام کو نظرانداز کئے ہوئے ہیں اُن سے آئندہ ہی کیا اُمید ہو سکتی ہے کہ احکام اسلام کا تحفظ کریں گے اور یہ عوام جو آج ان کے ساتھ ہیں اگر یہ دین سے بے خبر ہیں، تو ان کا کیا اعتبار اور اگر باخبر ہیں تو علماء کے ساتھ انکا اعتقاد اسی وقت تک ہے جب تک کہ یہ دین پر ہیں اگر ذرا شبہ ہو جائے کہ یہ مذہب کے خلاف ہے فوراً اعتقاد جاتا رہے اور ساتھ چھوڑ دیں غرض موجودہ حالت میں کوئی صورت بھی ایسی نہیں کہ عوام اُنکی ساتھ رہیں۔

(ملفوظ ۲۱) ایک صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھکر کھانا تک اچھا نہیں لگتا اسقدر غم ہے بس یہ فکر ہے کہ مستقبل مسلمانوں کا کیا ہوگا اسلئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ باوجودیکہ بہت سے احباب دل سے محبت کرنے والے ہیں مگر بعض مقام پر میں خود گیا اور آپس کے قصوں جھگڑوں کے متعلق کچھ انتظام کیا کہ آپس میں اتحاد رہے لیکن کوئی اثر نہیں ہوا جب اُن کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے تو آنا جانا سب بند ہو جاتا ہے یہ اُنکا ذکر ہے جو عاشق کہلاتے ہیں مگر خود اُن سے اتنی بھی کامیابی نہیں ہوئی اب بتلاؤ کہ میں کس بوتے پر مسلمانوں کو آگ میں دھکا دیدوں جب اُنکی یہ حالت ہے سوائے اسکے کہ خدا سے بہبود اور فلاح کی دعا کیجائے۔ اس فلاح کی تدابیر بتلانے کیلئے میں نے حیات المسلمین ایک رسالہ لکھا ہے اسکے لکھنے میں بھی مجھکو بہت تعب

ہوا پھر اسکے انتخاب اور سہل بنانے میں بھی مگر میں دیکھتا ہوں کہ اسکی طرف بھی مسلمانوں کو التفات نہیں تجربہ سے معلوم ہوا کہ بعض فتنے وہ ہیں جو رفع ہو ہی نہیں سکتے۔

۹ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۲۲) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے بعض فضول سوالات لکھے ہیں میں نے لکھدیا ہے کہ تمھیں یہ ہی نہیں معلوم کہ مصلح کے ذمہ کن چیزوں کا علاج ہے اور کن کا نہیں پہلے یہ سٹے کرو ورنہ پریشان ہو گے اور پریشان کرو گے۔

(ملفوظ ۲۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس سوال کی انسان کو خود ضرورت نہ ہو کیوں فضول وقت خراب کرے اپنا بھی اور دوسرے کا بھی اور اگر بلا ضرورت ہی شوق ہے تحقیقات کا تو مدارس میں جاکر ترتیب سے تعلیم حاصل کیجئے مگر آجکل یہ بھی ایک مرض عام ہو گیا ہے کہ لاؤ خالی بیٹھے کچھ نہ کچھ مشغلہ ہی سہی سو ہر شخص کو اپنے عمل کیلئے پوچھنا چاہئے۔

(ملفوظ ۲۴) ایک استفتاء آیا اسکو ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ کسی امام کے متعلق چند سوالات ہیں اسکے نقائص لکھے ہیں بیچارہ اماموں کو لوگ اپنا تختہ مشق بنائے رکھتے ہیں فتوے کو آڑ بنا کر لڑا کرتے ہیں مگر یہیں مسلمانوں کے افتراق کا سبب کیوں بنوں میں اس باب میں سخت احتیاط کرتا ہوں ان مستفتیوں کی دوسروں کے عیوب پر تو نظر پڑتی ہے مگر اپنی خبر نہیں کہ ہم میں کیا کچھ بھرا ہوا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یاد پڑتا ہے لکھا ہے کہ اے عزیز اس شخص کی کیا حالت ہے کہ اپنے جسم پر تو سانپ بچھو لپٹے ہوئے ہیں انکی خبر نہیں اور دوسرے کے جسم پر اگر مکھی بیٹھ گئی اسپر نظر ہے خود کبائر میں مبتلا دوسروں کے صغائر پر مواخذہ خود صغائر میں مبتلا دوسروں کے مباحات پر مواخذہ۔

(ملفوظ ۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عقلی مسئلہ ہے کہ طلب سے پہلے مطلوب کی تعیین کرے اور بزرگی سے مقدم مطلوبیت میں آدمیت ہے یہاں اسی آدمیت کی تعلیم پہلے ہوتی ہے اور بزرگی کی تعلیم بعد میں کسی نے لکھا ہے کہ ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ‏ ‏ ‏ ایں جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

ہیں سنے اسی آدمیت کی ضرورت پر نظر کرکے اسکو اس طرح بدلدیا ہے ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ... ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

اور اس آدمیت کا حاصل یہ ہے کہ اپنے سے دوسرے کو اذیت نہ پہونچے خصوص مصلح کو اسلئے کہ معلم کے قلب میں ذرا بھی کدورت آئی فوراً فیض بند ہو جاتا ہے اسلئے پہلے سلیقہ سیکھنے کی ضرورت ہے اور اسکے لئے ضرورت ہے کسی کامل کی صحبت کی تو بڑی چیز ہوئی کہ کسی کی صحبت میں رہکر اپنی اصلاح کرائے خواہ کتنی ہی دیر لگے اب تو حساب لگا کر آتے ہیں کہ جاویں گے مرید ہو جاویں گے شیخ وظیفہ بتلادیں گے وظیفہ لیکر گھر آجاویں گے بس سب کام ختم ہو گیا یہ سب طریق کی بے خبری ہے اسی بیخبری کو مولانا رومی رح فرماتے ہیں ؎

بے خبر بودند از حال دروں، ... استعیذ اللہ مما یفترون،

جو علاج بے طریق ہوتا ہے اسکی بالکل یہ حالت ہوتی ہے ؎

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند ... آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

اصول کی ہر کام میں ضرورت ہے ہر کام قاعدہ اور قانون کا محتاج ہے مگر لوگ قانون سے گھبراتے ہیں وہ کتنا ہی سہل ہو مگر لوگ اسکو سخت سمجھتے ہیں حالانکہ قانون کی سختی وہ ہے کہ وہ قانون اپنی ذات میں سخت ہو لیکن اگر قانون اپنی ذات میں نرم ہو مگر اسکی پابندی سختی سے کرائی جاوے تو وہ سخت نہیں اگر اسکو بھی سخت سمجھا جاوے تو اس کا کیا علاج اسکو کیسے نرم کیا جا سکتا ہے دیکھئے نماز کیسی آسان چیز ہے مگر اسکی تاکید کسقدر سختی سے کیگئی ہے تو کیا اس سے نماز سخت چیز ہو گئی۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کے لئے یہ بھی لوازم اور آداب طریق سے ہے کہ طالب کی تجویزوں کو فنا کر دیا جاوے اور اسکو مصلح ہی سمجھ سکتا ہے اور وہی مناسب تجویز کر سکتا ہو طالب کو اسمیں چون و چرا نہ کرنا چاہئے۔ اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے عقیدہ کی بات ہے کہ مصلح سے ہی کبھی غلطی ہو جاتی ہے اسلئے کہ اس نے بھی تو قرائن وجدان ہی پر تشخیص اور تجویز کی ہے چنانچہ حضرت غوث پاک رح کے پاس ایک شخص بیعت ہونے گیا آپنے کشف سے سمجھکر بیعت کرنے سے انکار فرما دیا انکے ہمعصر حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رح تھے وہ انکے پاس گیا انھوں نے اسکی بیعت کو قبول فرما لیا تو یہ امور وجدانی اور ذوقی ہیں ان قرائن میں کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے اور ایسی غلطی یہ اہل فن کے

کمال کے منافی نہیں غرض شیخ سے بھی غلطی ہوتی ہے لیکن طالب کو اُس سے مزاحمت کا حق نہیں کیونکہ اول تو ایسی غلطی بہت کم ہوتی ہے دوسرے اُسکو جلد تنبہ ہو جاتا ہے۔

(ملفوظ ۲۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے منصوص ہے کہ کشف میں تلبیس بالکل نہیں ہوتی مگر یہ تلبیس نہ ہونا مستلزم حجیت کو نہیں یعنی اگر کشف بلا تلبیس صحیح ہو تب بھی حجت نہیں جیسا اگر کوئی شخص ۲۹ رمضان کو چاند دیکھ لے مگر تفرد کی وجہ سے اسکی شہادت مقبول نہ ہو تو خود اسکو بھی اس رویت پر عمل جائز نہیں یعنی صبح کو روزہ رکھنا واجب ہوگا دیکھئے یہاں تلبیس نہیں مگر پھر بھی اُسپر عمل جائز نہیں اسکی ایک تائید آیت سے ہوتی ہے قرآن پاک میں ہے لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنین والمومنات الی قولہ تعالیٰ سبحٰنک ھٰذا بھتان عظیم تقریر تائید یہ ہے کہ اسمیں یہ فرمایا گیا ہے کہ لولا جاؤا علیہ باربعۃ شھداء فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکٰذبون حالانکہ شہداء کا نہ ہونا مستلزم نہیں کذب واقعی کو مثلاً خود مشاہدہ کر لیا مگر نصاب شہادت پورا نہیں ہوا یہاں تلبیس بالکل نہیں مگر باوجود اسکے یہ مشاہدہ حجت نہیں حتیٰ کہ خود صاحب مشاہدہ کو بھی زبان سے اُسکا تکلم کرنا جائز نہیں اور دوسروں پر بھی واجب ہے کہ سنتے ہی کہدیں ھذا بھتان عظیم۔

(ملفوظ ۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص سرکاری اسکول میں مدرس تھے انکو علم تو تھا نہیں کتابیں مختلف مذاہب کے دیکھنے کا شوق تھا شیعوں کی قادیانیوں کی عیسائیوں کی انھوں نے مجھکو لکھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں انک لعلی خلق عظیم ارشاد ہے مگر آپ نے تلوار چلائی گیا یہ اخلاق کے خلاف نہیں میں نے لکھا کہ اسلام کی حفاظت کیواسطے تلوار چلائی گئی تاکہ کفار کا غلبہ اسلام پر نہ ہو کفار کے غلبہ سے اسلام کو بچانے کیلئے تلوار چلی تو فساد اخلاق کے انسداد کیلئے تلوار چلانا عین خوش اخلاقی ہے ایک شبہ اخلاق کے متعلق اسکے مقابل جانب بھی ہو سکتا ہے یعنی اوپر سختی کو خلاف اخلاق سمجھا گیا اور ائندہ شبہ کا حاصل ایک خاص نرمی پر خلاف اخلاق ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے اسکی تقریر ایک خواب کے ضمن میں نقل کرتا ہوں میں نے ایکمرتبہ بالکہ و کسو نے کو خواب میں دیکھا اس نے ایک شبہ پیش کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے تھے جو شان نبوت سے بعید ہے حاصل یہ کہ جو اخلاق وقار و متانت شان نبوت کیلئے زیبا ہیں مزاح اُس وقار کے خلاف ہے میں نے کہا

۱۶

کہ ہر مزاح وقار کے خلاف نہیں بلکہ صرف وہ جسمیں کوئی مصلحت نہ ہو اور یہاں بڑی مصلحت تھی وہ یہ کہ حضور کو خداداد رعب عطا فرمایا گیا تھا اُس ہیبت کی وجہ سے بعضے لوگ استفادہ علوم کا نہ کر سکتے اسلئے حضور قصداً مزاح فرماتے تھے تاکہ دیکھنے والوں کو انبساط ہو کر موقع استفادہ کا حاصل ہو اور جو غرض بعثت سے ہے اُسکی تکمیل ہو جائے اس جواب پر وہ بیحد مطمئن ہو گئی اس حسن اخلاق پر اپنا واقعہ یاد آیا جب میں حیدرآباد دکن گیا تھا وہاں تقریباً چودہ روز قیام رہا اسمیں دارالضرب بھی دیکھنے گیا وہاں کا منیجر ایک انگریز دکھلانے والا تھا جب سب دیکھ چکے تو وہ انگریز رخصت کرنے کیلئے تھوڑی دور ہمراہ آیا اُسوقت میں نے اُس سے کہا کہ آپکے اخلاق سے بڑا جی خوش ہوا آپکے اخلاق تو مسلمانوں کے سے اخلاق ہیں اسپر وہ بہت خوش ہوا کہ مذہبی شخص نے میری تعریف کی اور ایک صاحب ارکان ریاست میں سے ہمراہ تھے وہ دور آکر کہنے لگے کہ آپ نے عجیب طرز سے تعریف کی کہ اُسکا دل بھی خوش کر دیا اور اُسکو گھٹا بھی دیا میں نے کہا کہ میں نے واقعہ بیان کیا کہ یہ اخلاق تمھارے گھر کی چیز نہیں کبھی تمکو اسپر ناز ہو بلکہ یہ مسلمانوں کے گھر کی چیز ہے جو تمنے اختیار کر رکھی ہے۔ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ ان کے گھر میں کیا کیا دولتیں مخزون ہیں اسلئے دوسروں کے سامنے گداگری کرتے پھرتے ہیں افسوس ہوتا ہے۔

۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ،

(ملفوظ ۲۷) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بے تکلفی تو مطلوب ہے مگر بدتمیزی اور بدتہذیبی بُری چیز ہے بے تکلفی سے تو محبت بڑھتی ہے اور بدتمیزی اور بدتہذیبی سے کدورت و انقباض ہوتا ہے میں جانتا ہوں کہ جان کر کوئی اذیت نہیں پہونچاتا مگر قلت مبالات اذیت کا سبب ہو جاتا ہے اسی کی شکایت ہے اور یہ رسوم تکلف کے بانی امراء ہیں انھوں نے ایسے ایسے بُرے طریقے ایجاد کئے ہیں جنکا منشاء خالص کبر ہے مثلاً نوکر سامنے نہیں بیٹھ سکتا جس درجہ میں خود ہوں اُسمیں نہیں رہ سکتا جسوقت گھنٹی ہو اُسوقت آؤ جی خاصی فرعونیت ہے غرض اعتدال نہیں اگر ادب ہے تو تکلف کے درجہ تک اور بے تکلفی ہے تو بدتمیزی کی حد تک۔ آدمی کو چاہئے کہ آدمیت سیکھے بزرگ بننا تو آسان ہے،

مگر انسان بننا بڑا مشکل ہے میرے یہاں آدمیت کی تعلیم ہوتی ہے اگر کسی کو یہ پسند ہو یہاں پر آئے ورنہ جہاں بزرگی تقسیم ہوتی ہو وہاں جائے بلانے کون جاتا ہے اور جب خود آتے ہو تو جو یہاں کے اصول اور تعلیم ہے اُس پر کاربند ہونا پڑیگا۔

(ملفوظ ۲۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہٗ کا مقولہ میں نے خود دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ جس معصیت سے توبہ کرلی ہو اور وہ پھر یاد آئے تو یہ دیکھو کہ یاد آکر لذت آتی ہے یا نفرت اگر لذت آتی ہے تو یہ اسکی علامت ہے کہ توبہ قبول نہیں ہوئی اور اگر نفرت معلوم ہو تو اسکی علامت ہے کہ توبہ قبول ہو چکی۔ (اگر نظر ثانی کے وقت اچھی طرح یاد نہیں)۔

(ملفوظ ۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طبیب کا نسخہ بدلنا دو وجہ سے ہوتا ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اس نسخہ میں کوئی کوتاہی ہو گئی تھی اور وہ پہلی رائے ناقص تھی دوسری وجہ یہ کہ مریض کی حالت بدل گئی ان دونوں میں فرق ہے مگر اسکو بھی طبیب ہی سمجھ سکتا ہے مریض نہیں سمجھ سکتا اسکے لئے تو اسی ہی میں خیر ہے کہ اپنے کو اُسکے سپرد کر کے جو وہ کہے اُس پر کاربند رہے۔ اسی طرح اگر شیخ کسی تدبیر کو بدلے تو طالب کو شبہ کرنیکا حق نہیں۔

(ملفوظ ۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو انسان کا کام صرف یہ ہے کہ لگا رہے جو کچھ ہو سکے کرتا رہے وہ طلب کو دیکھتے ہیں اگر اُدھر سے طلب ہے۔ تو اُدھر علم بھی ہے قدرت بھی ہے رحمت بھی اسلئے سب کچھ عطا ہو رہیگا۔

(ملفوظ ۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دو چیزیں ہیں اگر انسان کے اندر پیدا ہو جائیں پھر کبھی شبہات پیدا نہیں ہو سکتے ایک عظمت اور ایک محبت شبہات کا پیدا ہونا خود دلیل ہے عدم محبت اور عدم عظمت کی باقی بدون محبت و عظمت کے محض سوالوں سے یا تحقیقات سے کبھی شبہات کا ازالہ نہیں ہوا کرتا سو قطع وساوس اور قطع شبہات کا یہ طریقہ ہی نہیں اب صرف سوال ہوتا ہے کہ پھر اس محبت اور عظمت کا کیا طریقہ ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ وہ طریقہ اہل محبت کی صحبت ہے اور بعد تجربہ کے اسمیں کوئی شبہ نکال ہی نہیں سکتا۔

(ملفوظ ۲۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر اتنا وقت نہ ہو کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہ سکے تو کم از کم اُن سے خط و کتابت ہی رکھے اور جب کبھی موقع ملجائے چاہے دو چار ہی روز کیلئے کیوں نہ ہو اسمیں

اُنکے پاس رہ جایا کرے اور بزرگوں کے حالات کا مطالعہ کرتا رہے غرض کوئی کام ایسا نہیں جسکی کوئی راہ نہ ہو مگر کام کرنے والا چاہیئے راہیں سب نکل آتی ہیں۔

(ملفوظ ۳۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرات چشتیہ کے بزرگوں کے حالات پڑھکر اور اپنے موجودہ بزرگوں کے حالات دیکھکر پھر تو پاس نہیں پھٹکتا بڑا نفع ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۳۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب تعلقات کے رہتے ہوئے پھر کوئی چاہے کہ کامیاب ہو بہت مشکل ہے اور یہاں وہ تعلقات مراد ہیں جو غیر ضروری ہیں باقی ضروری کا تو امر ہے وہ مراد نہیں جیسے آجکل جاہل صوفیوں نے اسکو بھی کمال میں داخل کر رکھا ہے کہ بیوی بچوں تک کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(ملفوظ ۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تبرکات کے متعلق ایک نازک غلطی عام ہے نہ پیروں کو اُسکا خیال نہ سجادوں کو وہ یہ کہ جو چیزیں بزرگوں کی ہوتی ہیں اُنکو تبرکات میں رکھ لیتے ہیں حالانکہ اُن میں ورثہ کا بھی حق ہوتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ شاید وقف کر دیتے ہوں فرمایا اول تو کوئی وقف نہیں کرتا دوسرے اگر کوئی کرے بھی تو بوجہ عدم اجتماع شرائط کے وہ وقف جائز بھی نہ ہوگا پیرزادوں میں علما بھی ہوئے ہیں مگر کسی کا ذہن اس طرف نہیں گیا اور یہ جواب تو اسپر ہے کہ کوئی وقف کرتا بھی ہو مگر یہاں تو کوئی وقف بھی نہیں کرتا یوں ہی مر جاتے ہیں۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رح کے بعض ملبوسات میرے پاس تھے جو جائز طریق سے مجھکو ملے تھے مگر میں نے دو وجہ سے انکو دیدیئے ایک تو اس لیئے کہ پھر بعد میں اُنکو کوئی ذریعہ آمدنی کا نہ بنا دے دوسرے اُسی محذور سے بچنے کے لیئے جسکا ابھی ذکر ہوا ہے باقی حضرت نے توجہ سے جو دیا تھا کی وہ تبرکات میرے پاس ہیں۔

(ملفوظ ۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ کی عجیب شان ہوتی ہے ان میں بھی ہر رنگ کے ہوتے ہیں سب مختلف الاحوال ہوتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام مختلف الاحوال تھے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکندر آباد تشریف لیگئے طبیعت علیل ہو گئی فرمایا کسی طبیب کو لاؤ وہاں پر ایک طبیب تھے بالکل جاہل۔ انکو بلایا گیا تو بڑے ٹھاٹ سے بن ٹھنکر آئے عمامہ چوغہ زیب تن تھا انکو حضرت شاہ صاحب نے نبض دکھلائی شاہ صاحب جو جو حالت بیان کرتے اسکے مناسب دو تین اجزاء تجویز کر دیتے اور نسخہ میں لکھدیتے وہ نسخہ ایک اچھی خاصی قرابادین ہو گئی حضرت شاہ صاحب نے نذر بھی دی لیکر چلدیئے حضرت شاہ صاحب کے بعض شاگرد طب کے عالم تھے انھوں نے عرض کیا کہ بے اصول

نسخہ ہے پھر اتنی مقدار میں اسکو نہ پیا جاوے شاہ صاحب نے فرمایا نہیں ہم پئیں گے آخر وہ دوائیں ایک
بڑے پتیلے میں جوش دی گئیں اور شاہ صاحب نے ایک ایک پیالی کر کے دن بھر میں اسکو ختم کیا حکیم صاحب
کی خوب شہرت ہوئی خوب دوکان چلی دیکھئے حضرت شاہ صاحب نے جاہل کی اتنی رعایت فرمائی اتفاقی
شہرت پر ایک جولاہہ کی حکایت یاد آئی ایک مہاجن کی لڑکی پر جہار جن (یعنی زبردست جن) آگیا کسی عامل
کے قابو میں نہ آیا وہاں ایک بیچارے جولاہے میانجی تھے کسی نے اس مہاجن سے کہدیا کہ وہ جن اتارنا
جانتے ہیں وہ بلانے آیا یہ غریب کچھ بھی نہ جانتا تھا اسلئے عذر کیا اس نے دفع الوقتی پر محمول کر کے اصرار
کیا آخر اسکے اصرار پر میانجی نے سوچا کہ چلنا چاہئے یا تو معاملہ ادہر ہوا یا ادہر یعنی یا تو اچھی ہو گئی تو خوب
مال ہاتھ آویگا یا مارے گئے تو اس مفلسی سے مرنا ہی اچھا بیچارے پر مفلسی بہت تھی اور اس جن کی
یہ حالت تھی کہ جو عامل جاتا اسکو اٹھا کر پٹک دیتا غرض یہ میانجی پہونچے گھر والوں نے کہدیا کہ ہم تو
ڈر کے مارے ساتھ جا نہیں سکتے اس اکیلے مکان میں وہ لڑکی موجود ہے اندر جا کر جو تدبیر کرنا ہو کرو وہ
اپنی جان سے ہاتھ دہو کر اندر داخل ہوئے اس جن نے دیکھکر ایک ڈانٹ دی اور پوچھا کہ کیوں آیا ہے
ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضور کی رعیت کا ایک غریب جولاہہ ہوں حضور عمل وغیرہ تو مجھے آتا نہیں ہاں بھوکا
ضرور ہوں اگر آپ میرے اوپر رحم کریں اور پرورش فرمائیں تو تھوڑی دیر کیلئے الگ ہو جائیں تو مجھکو پانچسو
روپیہ ملجائے میرا کام بنجائیگا آپ کا کوئی حرج نہ ہوگا جی چاہے پھر آجائیے جن کو یہ سنکر رحم آگیا اور
یہ کہا کہ تو تو تھوڑی دیر کو کہتا ہے میں تیری خاطر سے ساری عمر کو جاتا ہوں غرض وہ جن چلدیا اور
میانجی کو پانچسو روپیہ تو فی الحال ملگیا پھر جو شہرت ہوئی تو تمام علاقہ کے پیر بن بیٹھے اور ساری عمر اسی
شان سے گذری۔

(ملفوظ ۳۰) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو گنتوار کہلاتے ہیں ان میں بعضے بڑے ذہین ہوتے ہیں
گو اس ذہانت کو بیہودگی میں صرف کرتے ہیں ایک گاؤں میں مولوی صاحب نے ایک شخص کو نماز پڑھنے
کی ترغیب دی اور یہ کہا کہ اگر تو چالیس روز نماز پڑھ لے تو تجھکو یہ بھینس دونگا وہ چالیس روز تک نماز
پڑھتا رہا جب دن پورے ہو گئے کہا کہ لاؤ بھینس مولوی صاحب نے کہا کہ بھائی میرا تو یہ مطلب تھا
کہ جب چالیس روز نباہ کر نماز پڑھ لیگا عادی ہو جائیگا پھر نہ چھوڑیگا اور بھینس نہ دی تو کیا کہتا ہے
جاؤ پھر یاروں نے بھی بے وضو ہی ٹرخائی ہے۔ ایک ایسے ہی شخص کو کسی مولوی صاحب نے روزہ

رکھوایا تھا اتفاق سے اُس کی بھینس مرگئی اُسکے لڑکے نے گھر ہی سے کھیت میں آکر خبر دی تو کیا حرکت کی کہ رمضان شریف کا روزہ تھا بدبخت اٹھا کر پانی پی لیا اور پانی پیکر کہتا ہے کہ لے پرکھ لے روزہ نعوذ باللہ۔

(ملفوظ[۳۹]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عجب جہالت کا زمانہ ہے ایکمرتبہ بیرجی پنے کی شہرت ہوجائے پھر تو جسٹری ہوجاتی ہے چاہے زنا کرے جھوٹ بولے دھوکے دے مگر پھر بھی بیرجی ہی رہتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم کوئی ڈوکرٹے (چھوٹے حوض) تھوڑا ہی ہیں کہ ناپاک ہوجائیں ہم تو سمندر ہیں جسمیں اگر ناپاکی بھی آتی ہے وہ بھی پاک ہوجاتی ہے جیسے سمندر میں گنگا جمنا آکر بھی سمندر ہی ہوجاتا ہے اسی طرح ہمارے اندر معصیت آکر بھی نیکی ہوجاتی ہے یہ مذہب ہے ان جاہل بددین لوگوں کا۔

(ملفوظ[۴۰]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دنیا کی ترقی بھی انجام میں تنزل ہی ہے اسی طرح دنیا کی راحت میں بھی کلفت ہی ہے خواہ اُسکی خواہ اُسکے سبب دوسروں کی ایک نادار نگر خواندہ شخص ملازمت پر گئے اتفاق سے پانچسو روپیہ کے ملازم ہوگئے اپنے گھر اطلاعی خط بھیجا گھر والوں نے اُن کے گھر پر جو بچوں کی تعلیم کیلئے میاں جی تھے اُن کو پڑھنے کو دیا میاں جی پڑھکر رونے لگے بیوی نے کہا خیر تو ہے کیا لکھا ہے کہنے لگے تم روؤ تو بتلاؤں وہ بھی روئی اور یہ دیکھکر بچے رونے لگے محلہ کے لوگ جمع ہوگئے پوچھا کہ کیا ہے کہنے لگے تم بھی روؤ تو بتلاؤں واقعہ معلوم کرنے کیلئے وہ سب بھی روئے تب آپنے کہا کہ وہ پانسو کے نوکر ہوگئے ہیں لوگوں نے کہا کمبخت اسمیں رونے کی کیا بات کہنے لگے رونے کی تو بات ہے ہی سنو جب وہ اتنی بڑی تنخواہ پانے لگے تو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائینگے تو سب سے اول مجھکو نکالیں گے یہ تو میرے رونے کی بات ہے پھر بیوی بوڑھی ہے وہ نئی شادی کریں گے اس بیوی کو نکالدیں گے اسکے رونے کی یہ بات ہے پھر امیرانہ سواری بھی رکھیں گے تو اصطبل وغیرہ کی ضرورت ہوگی گھر کافی نہیں محلہ والوں کے گھر خرید کر گھوڑوں کے اصطبل بنادینگے محلہ خالی ہوگا محلہ والوں کے رونے کی یہ بات ہوگی واقعی خوب صحیح حساب لگایا کہ جسکی ترقی ہوتی ہے اتنوں کا تنزل ہوتا ہے۔

(ملفوظ[۴۱]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف پر جو اعتراضات ہیں لوگوں کو اُن کے معاملات کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی اسلئے اعتراض کرتے ہیں جامعیت اور کاملیت کے بعد بھی باستثناء راسخین اکثر کو جب ایک طرف مشغولی زیادہ ہوجاتی ہے دوسری طرف سے ذہول ہونے لگتا ہے تو اس جانب کے حقوق میں بعض اوقات کوتاہی ہوتی ہے اسلئے یہ حضرات معذور تھے اعتراض کرنے والوں کو

کیا خبر کہ کسی پر کیا گذر رہی ہے اور کس حالت میں ہے اصل میں یہ حضرات عاشق تھے تو عشق کے غلبہ میں کوئی فروگذاشت ہوجانا بعید نہیں چنانچہ عشق کے غلبہ میں بعض بزرگوں کے جذبات کے بعض واقعات یاد آگئے جو ظاہری انتظام کے خلاف تھے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مرض الموت میں مولوی اسمٰعیل صاحب مقیم مکہ سے فرمایا میں نے اوروں سے تو کہا نہیں تم سمجھدار ہو تم سے کہتا ہوں میرا یوں جی چاہتا ہے کہ میرے جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کیا جائے انھوں نے کہا کہ حضرت فقہانے مکروہ کہا ہے حضرت نے فرمایا بہت اچھا جیسے مرضی ہو جب حضرت کا جنازہ چلا ایک عرب کو خود بخود جوش آیا اور حاضرین سے کہا اذکروا اللہ اور بلند آواز سے ذکر شروع کر دیا پھر کیا تھا تمام مجمع ذکر میں مشغول ہو گیا تب مولوی اسمٰعیل صاحب نے کہا کہ حضرت یہ ہی چاہتے تھے میں نے حضرت کو تو منع کر دیا اب اسکو کون منع کرے۔ ایک بزرگ نے وصیت کی تھی کہ ہمارے جنازہ کیساتھ کوئی خوش آواز پڑھتا ہوا چلے ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو، شیئاً للہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما آفریں بر دست و بر بازوئے تو

حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کے ساتھ اُن کے ایک مرید نے ولولہ میں یہ اشعار پڑھنے شروع کئے ؎

سرو سیمینا بصحرا می روی سخت بے مہری کہ بے ما می روی

اے تماشا گاہ عالم روئے تو تو کجا بہر تماشا می روی،

حضرت سلطان جی کا کفن سے باہر ہاتھ نکل آیا سماع ایسا تو ہو کہ مرنے کے بعد بھی سماع دکھائے

۱۱ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۳۴) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بزرگ کا الہام ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے بندہ رزق کی وجہ سے ۔۔۔۔۔۔ کیوں پریشان ہے یہ تو وہ چیز ہے کہ اگر تو یہ بھی دعا کرے کہ اے اللہ مجھکو رزق نہ دے تب بھی ہم دیں گے نہ کہ تو مانگے اور ہم نہ دیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ (آگے)

کوئی شخص تمام دن تسبیح لیکر یہ رٹا کرے کہ اے اللہ مجھکو کھانیکو نہ دیجیو تب بھی ملیگا مگر رزق کی اسی پریشانی سے کسی پر ضعف ایمان کا حکم نہیں لگا سکتے امور طبعیہ میں انسان معذور ہے اور اُن امور طبعیہ کے مناشی بھی اکثر واقعات غیر اختیاریہ ہوتے ہیں بعض واعظین بڑی زیادتی کرتے ہیں کہ سطحی نظر سے مسلمانوں پر غلط فتویٰ لگا دیتے ہیں چنانچہ وعظوں میں اکثر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو خدا پر اتنا بھی بھروسہ نہیں جسقدر ایک دعوت کر دینے والے پر ہوتا ہے کہ کوئی دعوت کر دے تو کھانا نہیں پکواتے پورا الیقین ہوتا ہے کہ کھانا آویگا اور خدا تعالیٰ کے وعدہ پر یقین نہیں مگر ان واعظ صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ جس وعدہ میں وقت اور سبب مبہم ہو وہاں طبعی پریشانی ہوتی ہے مثلاً اگر دعوت کرنے والا ہی یہ کہدے کہ کسی دن کسی جگہ سے کھانا آویگا تو ایسی دعوت پر........ کسی کو بھی بھروسہ نہ ہوگا پس اسی طرح وعدہ الٰہیہ میں وقت اور سبب مبہم ہے تو اسمیں پریشانی ہونا منافی توکل نہیں اعتقاد تو یقیناً یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے مگر وقت اور سبب نہ معلوم ہونے کی وجہ سے طبعی پریشانی ہوتی ہے تو اسمیں دو درجے ہیں ایک اعتقادی اور ایک طبعی جس طرح ہر مسلمان کے قلب میں حق تعالیٰ کی خشیت ضرور ہے مگر اسمیں بھی وہی تقسیم ہے یعنی ایک خشیت اعتقادیہ ایک خشیت طبعیہ اسی طرح کوئی شخص مؤمن نماز پڑھتا ہے اور اسمیں کسل ہوتا ہے تو یہ کسل اعتقادی نہیں کسل طبعی ہے اگر کسل اعتقادی ہوتا تو پڑھتا ہی کیوں تو امور طبعیہ سے اپنی بدحالی کا گمان کر کے پریشان نہ ہونا چاہئے اور ان اصول کے استحضار کے بعد بھی اگر پریشانی ہو تو یہ جہل ہے یا کید نفس ہے اسکو علم صحیح میں قید کرنا چاہئے اور حضرت اگر یہ موانع طبعیہ مانع نہ ہو تو پھر عبادت میں اجر ہی کس بات کا ہو نا واقف ان موانع کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ موانع حکمت کے لئے پیدا ہوتے ہیں ازالہ کے واسطے پیدا نہیں کئے گئے ہاں امالہ کی ضرورت ہے مثلاً انسان کے اندر طاعات سے ایک بڑا مانع شہوت ہے مگر اسکی حکمت کو مولانا فرماتے ہیں ؎

شہوت دنیا مثال گلخن است   که ازو حمام تقویٰ روشن است

یعنی اس شہوت سے تقوے کا حمام گرم ہوتا ہے روشن ہوتا ہے اس طرح دنیا کی شہوت ادراک غیبت سے داعیہ معصیت کا پیدا ہوا ادھر عقل اور دین کی قوت سے اسکی مقاومت کی بس ملکہ درویشی ہو گئی۔ ایک عورت نے دوسری عورت سے پوچھا تھا کہ فوج کسے کہتے ہیں اس نے کہا کہ تیرا میاں میرا میاں سب ملکر فوج ہو گئی مگر لوگوں نے درویشی کو کم فہمی کے سبب مصیبت بنا دیا مقاصد یعنی اعمال کو غیر مقاصد اور غیر مقاصد

کیفیات طبعیہ بمثال زوال داعیہ شہوت و غضب کو مقاصد سمجھ لیا شریعت کی حقیقت اصلیہ یعنی رسوخ اعمال اگر حاصل ہو جائے بس یہی درویشی ہے اسی کی تدابیر کو طریقت کہتے ہیں۔

(ملفوظ ۴۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سنت کہتے ہیں عادت غالبہ کو تو حضور کی جو عادت غالبہ ہو اسکو سنت کہا جاویگا ورنہ ہر منقول سنت نہیں اباحۃ ہوگی پھر غلبہ خواہ حقیقیہ ہو یعنی کثرت صدور اور خواہ حکمیہ ہو یعنی اگر موانع نہ ہوتے تو کثرت صدور ہوتا جیسے تراویح کہ حضور نے اسپر دوام نہیں فرمایا مگر خود آپ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر افتراض کا اندیشہ نہ ہوتا تو دوام فرماتے۔

(ملفوظ ۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصلح کو بھی اپنے کو اصلاح سے مستغنی و مستثنے نہ سمجھنا چاہئے اپنی نگرانی بھی کیا کرے کہ غلطی کا احتمال اسکے افعال میں بھی ہے گو طالب کو حق نہیں اسپر اعتراض نہ کرے چنانچہ الحمد للہ مجھکو اپنے طرز اصلاح پر ناز نہیں ممکن ہے کہ اسمیں کچھ غلطیاں ہوتی ہوں لیکن طالب کو بھی احتمال سمجھنا چاہئے کہ میرا غصہ موقع پر ہوتا ہو گو یقین نہ ہو میری اس صفائی سے کہ نہ اپنی برات کا دعوی نہ طالب کو اعتراض کی اجازت یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں بحمد اللہ نہ متکبر ہوں اور نہ متواضع اور یہ بے تکلفی فیض ہے مشائخ چشتیہ کا ان حضرات میں نہایت سادگی ہے حتی کہ انھوں نے کسی مصلحت سے بھی کبھی ظاہری تصنع گوارا نہیں کیا چنانچہ نقشبندیہ حضرات فرماتے ہیں کہ شیخ کو تجمل سے رہنا چاہئے تاکہ مستفیدین پر ہیبت رہے اور ہیبت کے سبب کامل اتباع کریں اور ہمارے حضرات چشتیہ فرماتے ہیں کہ اپنے کو فنا کر دو مٹا دو اگر رعب اور ہیبت نہ ہوگا تو ہم کوئی ٹھیکیدار نہیں اگر محبت ہے تو سب کچھ ہے اتباع کامل بھی ہوگا ورنہ سب بیکار۔

(ملفوظ ۴۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محدثین کا تو مذہب ہے کہ وہ بلا مزامیر کے سماع کو جائز سمجھتے ہیں اور جمہور صوفیہ کا بھی یہی مذہب ہے فقہا اکثر نفس سماع سے بھی منع کرتے ہیں اور صوفیہ میں بہت شاذ بعض آلات کی بھی اجازت دیتے ہیں مگر خاص شرائط پر سب کا اتفاق ہے۔

(ملفوظ ۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ باطن میں جو نور مدرک ہو مگر وہ غیر مشروع کی طرف لیجائے وہ نور نہیں نار ہے اور وہ نار عشق بھی نہ کہلائیگی بلکہ نار جہنم ہے اس ہی لئے ضرورت ہے کہ جو شیخ محدث بھی ہو فقیہ بھی ہو صوفی بھی ہو اسکی صحبت اور اتباع اختیار کرنا چاہئے ورنہ غلطی کا سخت اندیشہ ہے

یہ بڑا ہی نازک راستہ ہے قدم قدم پر خطرات ہیں۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب میں رزقہ کے عموم میں علوم بھی داخل ہیں تقویٰ سے ان میں بھی ترقی ہوتی ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اور تہمادیہ نہیں بزرگان سلف سے بھی بعض فروگذاشتیں ہو سکتی ہیں لیکن اُن کا اصل مسلک اور قصد اتباع سنت ہی تھا جہلا معترضین خواہ مخواہ اُنکو متہم کرتے ہیں اور یہ مرض بدگمانی کا زیادہ تر گستاخ غیر مقلدین میں ہے اُنکا ہر وقت یہی مشغلہ ہے۔

۱۲ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ برکت کے معنی یہ نہیں جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تدابیر کی بھی ضرورت نہیں رہتی مثلاً کسی وظیفہ سے بلا نکاح اولاد ہو جاوے برکت کی حقیقت یہ ہے کہ تدبیر میں زیادہ اثر ہو جاتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص نکاح کرے اولاد کے واسطے تو نکاح کے بعد اگر وظیفہ پڑھے تو اس سے نکاح میں زیادہ اثر ہو جاویگا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ سے گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ حالت جوش میں ترک اسباب کی طرف بہت جلد راغب ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ ایک کیفیت ہوتی ہے جسکے زوال کے بعد اندیشہ پریشانی کا ہے اسی واسطے بزرگوں نے منع کیا ہے کہ اسمیں جلدی نہ کرنی چاہئے کیا معلوم کہ وہ حالت راسخ ہے یا نہیں الہ آباد میں ایک شخص تھے وہ اپنی ملک سے کتابیں نکالنا چاہتے تھے ان حضرت کو میں نے منع کیا اسوقت اُنپر ایک حالت تھی جو چندروز میں فرو ہوگئی اسوقت وہ میری رائے کے ممنون ہوئے۔ ایسی حالت کا کیا اعتبار خود مجھپر ایک حالت آئی جسمیں موت کو ترجیح دیتا تھا زندگی پر جسکا سبب ایک اور بزرگ کی تعلیم پر عمل تھا میں نے حضرت کو لکھا حضرت کا جواب آیا کہ جب تک یہ خادم تمہارا زندہ ہے کیوں کسی طرف توجہ کرتے ہو اطمینان سے کام میں لگے رہو۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ مجھکو گنہگاروں پر بجائے تحقیر کے رحم آتا ہے جیسے بیمار پر رحم آتا ہے۔

(ملفوظ ۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ اگر باپ بیٹے دونوں ساتھ ملنے آئیں تو باپ کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہیں کرتا جس سے بیٹے کی نظر میں اسکی سبکی ہو میں ایسی باتوں کا بہت خیال رکھتا ہوں۔

(ملفوظ ۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طالب کو اسکا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ شیخ کو اس کے کسی قول یا فعل سے گرانی نہ ہو ورنہ محروم رہیگا کیونکہ اس طریق میں نفع کا مدار زیادہ تر مناسبت اور بشاشت پر ہے۔

(ملفوظ ۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں آنے والوں کی دلشوئی کرتا ہوں اور دوسرے مشائخ دلجوئی کرتے ہیں جسکو دلشوئی مقصود ہو وہ میرے پاس آئے ورنہ اور کہیں جائے بہت پیر ہیں اور کسی کا یہ وہم کہ دوسری جگہ نفع نہ ہوگا محض باطل ہے یہ تو حضرات انبیاء علیہم السلام ہی کی شان ہے کہ ان سے بھاگ کر کہاں جاوے البتہ اگر خدانخواستہ کوئی اور جگہ نہ ہوتی تو میں اپنا طرز بدل دیتا اب مجھ سے بہتر کام کرنے والے موجود ہیں وہاں جا سکتے ہیں۔

۲۵

(ملفوظ ۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یوں تو مطلق تعلق بھی اہل اللہ کی ساتھ مفید ہے مگر اصل چیز فائدہ کی انکی تعلیم کا اتباع ہے عادت اللہ یہی ہے کہ صحیح تعلیم ہی پر عمل کرنے سے کامیابی ہوتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ حق تعالیٰ کسی کے عقیدہ پر بدون مجاہدہ ثمرہ مرتب فرما دیں اسمیں کسی کا کیا دخل مگر لوگ خود ثمرہ ہی کے طالب نہیں اسلئے اسکے طرق سے گھبراتے ہیں اور وہ ثمرہ حسب عادت اللہ بغیر اس طریق کے حاصل نہیں ہو سکتا اسلئے مجکو ان طرق کا اہتمام ہے یہ ہے وجہ اختلاف کی مجھ میں اور عام طالبین میں۔ اب یہ دیکھکر میں ہی اپنا طرز بدل دونگا اور احتساب کی صورت ہی چھوڑ دونگا اگر کسی کو وہ ثمرہ ہی مقصود نہ ہو تو میں فضول کیوں اتنی کنج کاو کروں میرے اس طرز کا دارومدار اس ثمرہ کے قصد پر ہے اگر اس ثمرہ سے قطع نظر کر لی جاوے پھر کچھ بھی نہیں الحمد للہ فطری طور پر میرا مزاج سخت نہیں جب میں چاہوں گا اس طرز احتساب کو چھوڑ دونگا۔ میں تو اپنے اس طرز کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ میری بداخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے یعنی شفقت سے چاہتا ہوں کہ طالب کو وہ ثمرہ حاصل ہو یہ شفقت ظاہر ہے کہ خوش خلقی ہے جب وہ اسکی بیقدری کرتا ہے اسوقت ناگواری ہوتی ہے اس ناگواری کا اظہار بدخلقی ہے تو بدخلقی کا منشا خوش خلقی ہوا اور اخیر بات یہ ہے کہ جسکو یہ طرز پسند نہ ہو وہ آئے کیوں میں نے کسی کو

دعوت نہیں دی کوئی اشتہار نہیں دیا اسپر بھی اگر آتے ہیں تو جو ہمارا مسلک اور طرز ہے اسکا اتباع کرو یہاں آنے والوں کو اسکا استحضار کر کے آنا چاہئے ؎

یا مکن با پیلبانان دوستی | یا بنا کن خانہ بر انداز پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی | یا فرو شو جامۂ تقویٰ بہ نیل

یہاں تو جیسے معاصی پر روک ٹوک ہوتی ہے ویسے ہی بدتہذیبی پر بھی ہوتی ہے اس حالت میں ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو۔

۱۳ / صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۵۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھکو تو تمھاری ان نالائق حرکتوں سے اذیت ہوتی ہی ہے جسکو میں تو یہ سمجھکر برداشت کرسکتا ہوں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اصلاح کیلئے اذیتیں سہتے تھے ہمنو کیا چیز ہیں ہمارا ہستی اور وجود ہی کیا ہے سو میں تو اپنے دل کو اس طرح سمجھا سکتا ہوں لیکن اسمیں آپ لوگوں کا تو ضرر ہے اسکے متعلق آپ نے کیا تسلی سوچی ہے اگر آپ ایذا نہ دیتے اور یہاں بیٹھتے تو مفید مفید باتیں سنتے اُن سے نفع ہوتا جو اصل مقصود ہے مجالست و مصاحبت سے رہا برکت کا خیال اور مجالست سے اسکا قصد سو اگر خواجہ معین الدین رح قطب الدین بختیار کاکی رح بابا فرید گنج شکر رح یہ سب بھی جمع ہو جائیں تو اتنی برکت نہ ہوگی جتنی قرآن شریف سے برکت ہوگی اور میں بیچارہ تو کس شمار میں ہوں اسلئے کہ آدمی تو گوشت اور پوست اور قاذورات کا مجموعہ ہے قرآن شریف تو نور ہی نور نور ہی نور نور نور ہی ہی سو ایک قرآن مجید آٹھ آنہ بارہ آنہ میں خرید لو برکت حاصل ہو جاویگی سو برکت اور چیز ہے اصلاح اور چیز ہے لوگوں کو اسکا اہتمام نہیں اور مجکو اسکا اہتمام ہے یہ حاصل ہے میرے اور عامہ کے اختلاف کا مگر اس تجربہ کے بعد اب میں بھی اس طرز کو غالباً چھوڑ دوں کیونکہ جب کوئی نفع نہیں تو کیوں تو خود اذیتیں اٹھاؤں اور کیوں دوسروں کو کلفت پہنچاؤں اور لوگوں کے عدم اہتمام کی وجہ یہ ہے کہ اسکی اہمیت انکی نظر میں نہیں چنانچہ لوگ عالم بننا چاہتے ہیں بزرگ بننا چاہتے ہیں مگر انسان بننا کوئی نہیں چاہتا مٹنا اور فنا ہونا کوئی نہیں چاہتا ارے بندہ خدا کیوں اس طریق کو

بھی بدنام کرتے ہو۔ توں کے بعد طریق زندہ ہوا ہے کیا پھر یہ چاہتے ہو کہ یہ مٹ جائے اور گم ہو جائے اور
عوام کی شکایت ہی کیا اہل علم اس بلا میں مبتلا ہیں کہ اصلاح کی فکر نہیں جسکی بدولت علم کی جگہ جہل ہو گیا
بزرگی کی جگہ فسق ہو گیا مدارس میں جا کر دیکھو کہ طالب علم اور اساتذہ کا کیا رنگ ہے نہ حدود ہیں نہ آثار
اور آدمیت ہے کہتے ہیں کہ مولوی ہو کر سب درست ہو جائیں گے ارے نادانو اور بگڑ جائیں گے اسوقت
تو دوسروں کے ماتحت ہیں جب ابھی ٹھیک نہ ہوئے تو آئندہ مختار ہو کر کیا امید ہے اسوقت تو کوئی
یہ بھی نہیں کہہ سکیگا کہ مولانا آپ سے یہ کوتاہی ہوئی یا آپنے مسئلہ کے خلاف کیا درست ہونے کا
تو یہی وقت ہے مگر ان باتوں کی طرف مطلق لوگوں کو خیال نہیں۔ اور طلبا بیچارے کس شمار میں
ہیں اکثر ان کے بڑوں کی یہی حالت ہے ایک شخص لکھے پڑھے ممتاز لوگوں میں سے یہاں پر معافی چاہنے
کے لئے آئے میرے متعلق انھوں نے ایک تحریر میں تہذیب کے خلاف الفاظ قلمبند فرمائے تھے میں نے
ان سے پوچھا کہ معافی سے مقصود کیا ہے آیا عدم مواخذہ آخرت یا کچھ اور کہا کہ جی ہاں میں نے کہا اس
درجہ میں معاف ہے آپ سے نہ دنیا میں انتقام لیا جائیگا نہ آخرت میں بالکل بے فکر رہیے عفو بمعنی عدم
الانتقام حاصل ہو گیا رہا رنج وہ اس معافی سے زائل نہیں ہوا مجھکو آپ سے رنج تھا اور ہے اور رہیگا مجھکو
انقباض تھا اور ہے اور رہیگا مجھکو شکایت تھی اور ہے اور رہیگی اسپر کہا کہ اسکا کوئی حرج نہیں دیکھئے
یہ محبت ہے نہ معلوم پھر دعویٰ ہی کیوں کرتے ہیں محبت کا اور کس بنا پر معافی چاہنے آئے تھے یہ
حالت تو انکی ہے جو اصلاح شدہ اور سنورے ہوئے کہلاتے ہیں معلوم نہیں انکے بگڑے ہوئے کیا کچھ
ہونگے اس تھوڑے سے عرصہ میں کایا پلٹ ہو گئی افسوس ہوتا ہے اب اپنے بزرگوں کا رنگ ہی نظر
نہیں آتا اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

ملفوظ ۵۵ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے سلاطین حضرات اہل اللہ سے مشورہ لیتے تھے کیونکہ ان
حضرات کے قلوب نورانی ہوتے ہیں اسلئے انکو زیادہ تجربوں کی ضرورت نہیں اُسی نورانیت سے سیاست
ملکی امور میں اُن کا مشورہ صائب ہوتا تھا اور اب تو بجائے مشورہ کے یہ کلیہ طے کر لیا گیا ہو کہ یہ لوگ جو کہیں
اُسکے خلاف کرنا چاہئے کیونکہ یہ لوگ جو قناعت کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ان سے تعلق ہوا اور نکمے ہوئے
بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوا اور بیکار ہوئے نعوذ باللہ۔ انا للہ وانا الیہ
راجعون۔ معلوم بھی ہے کہ بدون تعلق مع اللہ کسی چیز میں اور کسی کام میں بھی خیر و برکت نہ ہوگی

دکھلوا ایڑی سے چوٹی تک کا زور تجربہ کر کے دیکھ لیا اور دیکھ لو کہ اسکے ترک سے تمام راستے فلاح او بہبود کے چہار طرف سے بند نظر آتے ہیں خیر کا نام و نشان نہیں انہیں ہی کی بدولت نحوست مسلمانوں کے گلوگیر ہو رہی ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جسکو مقصود حضرت حق ہوں اُسکو فضول خرافات اور قصے جھگڑوں کی کہاں فرصت۔ یہ تو اُن ہی کا کام ہے جو آخرت سے بے فکر ہیں دوسرے کی فکر تو وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو۔

(ملفوظ) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھکو اپنا ہم رنگ سمجھتا ہے مگر میں سب رنگوں سے علیحدہ ہوں اور اسپر ایک مثال فرمایا کرتے تھے کہ پانی میں کوئی رنگ نہیں ہوتا مگر جس رنگ کے شیشہ میں بھر دو اُسکا ہم رنگ نظر آتا ہے اور فروع اختلافیہ اجتہادیہ کے باب میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی اپنی تحقیق ہے دنیا مقصود نہ ہو نفع مقصود نہ ہو لڑو جھگڑو نہیں نیت اچھی ہو اخلاص ہو کیسا حکیمانہ فیصلہ ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق کا مدار زیادہ تر ادب پر ہے ریاضت نہ ہو مجاہدہ نہ ہو مگر کم از کم ادب تو ہو اور ادب تعظیم و تکریم دست بوسی جھک کر سلام کرنے اور پچھلے پیروں ہٹنے کا نام نہیں ہے ادب حقیقی یہ ہے کہ اپنے سے کسی کو اذیت نہ پہونچے تکلیف نہ پہونچے۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیہودہ ہیں جو عورتوں کیلئے عرفی ترقی کو کمال سمجھتے ہیں حق تعالیٰ نے تو عورتوں کی یہ صفات بیان کی ہیں فرماتے ہیں ان الذین یرمون المحصنت الغفلت المومنات اسمیں غافلات کو مدح میں فرمایا ہے کہ جن چیزوں سے اُسکا تعلق نہیں اُسکی خبر بھی نہ ہونا چاہئے چنانچہ محصنات عفیفات کو غیر مردوں کا خطرہ بھی ذہن میں نہیں آتا اسی باب میں اُن کا یہ مذہب ہوتا ہے ؎

دلارامے کہ داری دل درو بند، دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند،

پس اصلی زیور عورت کا عفت ہے خواہ سلیقہ میں کچھ کمی ہی ہو اسی کو فرماتے ہیں فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئًا ویجعل اللہ فیہ خیرًا کثیرا اکثر بھدی عورتوں میں ایک ایسی خوبی ہوتی ہے جو بعض اوقات عاقلہ اور عالمہ میں بھی نہیں ہوتی اور وہ عفیف ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۶۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں ان جدید تعلیم یافتوں کو ہندوؤں کی اور انگریزوں کی تجویزیں تو پسند ان کے تو دل سے معتقد اور مقلد اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی وقعت نہیں محض کوڑمغز بدفہم اور خود ان کے یہ امام لاکھوں تجربوں اور مشاہدات کی بنا پر احکام اسلام کے محاسن کے قائل ہوتے جاتے ہیں یورپ میں ایک بہت بڑا فلاسفر وضو کرانے کے حکم اور اسرار بیان کر کے کہتا ہے کہ قربان جایئے اس نبی کے جس نے اپنی امت کو ایسی چیز کی تعلیم کی۔

۱۲ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۶۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شریعت طریقت کے اتحاد سے یہ مراد نہیں کہ دونوں من کل الوجوہ عین ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان میں تضاد و تنافی نہیں جیسے مثلاً ایک صلوٰۃ ہے ایک زکوٰۃ ہے انکے مسائل بھی الگ الگ ہیں ان میں اتحاد بمعنی عینیت نہیں مگر تنافی اور تضاد بھی نہیں کہ کتاب الصلوٰۃ میں جس چیز کو حلال کہا کتاب الزکوٰۃ میں اسکو حرام کہا ہو۔

(ملفوظ ۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو دوسروں کے معاملات میں پڑنے سے طبعی نفرت ہے اور تو کوئی کیا ہوگا بھائی اکبر علی مرحوم سے زیادہ تعلق دنیا کے اعتبار سے اور کس کے ساتھ ہوسکتا تھا اسلئے کہ حقیقی بھائی تھے مگر میں ان کے معاملات میں بھی کسی قسم کا دخیل نہیں ہوا انکی لڑکیوں کے رشتوں کے متعلق میرے پاس خطوط آتے تھے میں جواب میں لکھدیتا تھا کہ مجھکو ان قصوں سے کوئی تعلق نہیں اور یہ شعر لکھدیتا تھا ؎

ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم — دستار نداریم غم پیچ نداریم

(ملفوظ ۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورت کو بدون مشورہ مرد کے کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے یہ حدیث نسائی میں ہے کہ اگر عورت اپنا مال بھی صرف کرے وہ بھی بدون اجازت زوج کے نہ کرے۔

(ملفوظ ۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کی تعلیم اور تہذیب کا یہ اثر ہے کہ امریکہ میں ایسے تعلیم یافتہ لوگ اہل تمول کے بچوں لڑکوں کو پکڑ کر چھپا دیتے ہیں اور گمنام اطلاع کردیتے ہیں کہ اتنا ہزار روپیہ فلاں

جگہ رکھ دو بچوں کو چھوڑ دیا جائیگا ورنہ ضائع کر دیا جائیگا۔ حضرت کوئی ترقی جب تک کہ وحی کے ماتحت نہ ہو پُرامن نہیں ہو سکتی۔

(ملفوظ ۱۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بین طور پر ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے کہ رزق میں کوئی تدبیر کافی موثر نہیں ایک ہی تدبیر دو شخص کرتے ہیں ایک کامیاب ہوتا ہے دوسرا ناکام ایک ہی سامان کی دو دوکانیں پاس پاس ہیں ایک چلتی ہے دوسری نہیں چلتی پس نہ اسکے ہونے پر ناز چاہئے اور نہ اسکے نہ ہونے پر مایوس ہونا چاہئے فقہاء نے اس راز کو خوب سمجھا ہے افلاس کی حالت میں افلاس کا حکم نہیں کیا کما ذکروہ فی باب الحجر بالدین اور غنا کی حالت میں غنی کو رزق قاضی نہ لینے کی اجازت نہیں دی اور تصریح فرمائی ہے کہ اگر قاضی کو مالی وسعت ہو اور بیت المال سے کچھ ملے تو لینے سے انکار نہ کرے اس سے کہ بعد میں اگر قاضی کا تقرر ہوگا اور اُنمیں وسعت نہ ہوئی تو پھر بند ہونے کے بعد کھلنا مشکل ہوتا ہے نیز اس وسعت والے ہی کا وسعت پر کیا اختیار ہے اگر وسعت نہ رہی تو پھر مشکل پڑے گی۔

(ملفوظ ۱۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ خاص خاص چیزوں کو کمال سمجھتے ہیں کوئی عبادت کو کوئی تقوے کو مگر محققین سب سے بڑا کمال اسکو سمجھتے ہیں کہ بندہ اپنے نقائص کو پیش نظر رکھے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ان نئی چیزوں میں اکثر میں نور نہیں بلکہ ظلمت محسوس ہوتی ہے اب یہ تحریکات حاضرہ ہی ہیں ان کے سوچنے سے قلب پر ظلمت اور کدورت معلوم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصول اسلام اور احکام اسلام پر اسکی بنیاد نہیں اس لئے انمیں ظلمت ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جن میں باطنی کیفیت نہیں انکی اسیری تک کا بھی اعتبار نہیں خلوص جسکا نام ہے وہ بدون اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کئے ہوئے پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے تعلیم یافتہ محض نام کے ہو گئے ہیں قابلیت خاک بھی پیدا نہیں ہوتی سمجھتے تک بھی نہیں ایک مقام پر مولانا انور شاہ صاحب کا بیان ہوا کم لیاقت لڑکوں کی سمجھ میں تو آیا نہیں اسپر یہ اعتراض کیا گیا کہ اس بیان سے نفع ہی کیا ہوا جبکہ سامعین سمجھے ہی نہیں میں نے سنا اپنے ایک بیان میں کہا کہ شاہ صاحب کے بیان سے سننے والوں کو اپنے جہل کا تو علم ہو گیا اور لیاقت کا دعویٰ تو فنا ہو گیا یہ کیا نفع نہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات صحابہ کا یہ ایک عمل کہ ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اتنا بڑا ہے کہ تمام اقطاب ابدال انقیا رعُبّاد کے اعمال ایک طرف اور انکا یہ عمل ایکطرف۔

(ملفوظ) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں پہلے سے نرمی کا برتاؤ کر رہا تھا ایک نہ سنی اب سختی کیگئی تو آنکھیں کھل گئیں اب جو لوگ اعتراض کرتے ہیں وہ اس منظر کو دیکھکر فیصلہ دیں میں کیا کروں سختی ہی سے لوگ مانتے ہیں نرمی سے مانتے ہی نہیں اور اگر اب بھی اعتراض ہے تو میں کسی کو بلانے نہیں جاتا لوگ خود آتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں نہ آئیں اگر میرا طرز پسند نہیں

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی ۔۔۔ جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

(ملفوظ) تجدید بیعت کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر شیخ سابق متبع سنت تھے تب تو انکی بیعت مع اپنی برکت کے ویسی ہی باقی ہے پھر ضرورت نہیں تجدید بیعت کی اور اگر متبع سنت نہ تھے تو وہ بیعت ہی صحیح نہیں ہوئی اب جہاں چاہے اور جس سے چاہے بیعت کر لیجائے مگر اسکی ساتھ ہی شیخ سابق کے متعلق اسکا لحاظ رہے واھجرھم ھجرا جمیلا یعنی ہجر تو ہو مگر جمیل یعنی شیخ سابق کی بیعت فسخ کرنیکے بعد بھی اُسکی ساتھ گستاخی نہ کرے اس تجدید میں میرا یہ بھی معمول ہے کہ میں گستاخی کو منع کر دیتا ہوں۔

۲۳ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

(ملفوظ) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو جو کسی سے شکایت پیدا ہوتی ہے وہ اپنی تحقیق سے ہوتی ہے کسی کے اثر سے نہیں ہوتی بعض لوگ احباب میں سے دوسروں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ اُن کے اس معاملہ سے یہ فاسد غرض ہے مگر الحمد للہ میں کبھی اس سے اثر نہیں لیتا حسن ظن اسقدر عطا ہوا ہے کہ روایت سے کبھی سوء ظن ہوتا ہی نہیں یہ بھی میرا ایک معمول ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے سیرت میں ایک قائد غیر مسلم کی مدح لکھی ہے وہ کتاب میرے پاس بھی بھیجی میں نے لکھدیا کہ میں ایسی کتاب اپنی ملک میں رکھنا نہیں چاہتا جس میں روح سیر یعنی نبوت کے مکذب کی مدح کیگئی ہو آجکل ہر شخص مصنف بن بیٹھتا ہے آزادی کا زمانہ ہے

مگر میں نے حقیقت کو ظاہر کر دیا یہ ایک ضروری چیز ہے کہ حقیقت ظاہر ہونا چاہئے پھر خواہ کوئی اسطرف جائے خواہ اسطرف انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں البتہ جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں کہنے کی بھی ضرورت نہیں اور اگر تبلیغ نہیں ہوئی تو کہنا واجب ہے اور تبلیغ وہاں کرنی چاہئے۔ اب یہ صاحب بہانہ پر آتے ہیں اس میں کیر لکھدینے پر لکھا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں ایسا لکھا گیا تھا۔

۲۳ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مہر کے کم کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمام برادری جمع ہوکر اسکو کم کر دے ورنہ مقدار متعارف لڑکی کا حق ہے ولی کم کرکے اسکا نقصان کرتا ہے جسکا اسکو حق نہیں عرض کیا کہ یہ سنا ہے کہ تیس روپیہ سے کم مہر نہ ہو فرمایا کہ غلط ہے دس درہم سے کم نہ ہو میں نے حساب لگایا تھا ایک درہم چار آنہ چار پائی کا ہوتا ہے تو دس درہم قریب پونے تین روپیہ کے ہوتے ہیں اس سے کم مہر نہ ہونا چاہئے۔

(ملفوظ) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اپنی اصلاح چاہتے تھے میں نے لکھا کہ تم ان عیوب کو بیان کرو میں اصلاح کا طریقہ بتاؤنگا لکھا کہ میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ میرے اندر کیا عیب ہے میں نے لکھا کہ تبلیغ دین کا مطالعہ کرو آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ تبلیغ دین کو پڑھا چند عیوب اپنے اندر سمجھ میں آئے فرمایا کہ جب طلب ہوتی ہے راہ نکل ہی آتی ہے اور انھوں نے تو یہی لکھا تھا کہ سمجھ میں نہیں آتا ایک شخص نے تو یہ لکھا تھا کہ میرے اندر کوئی عیب ہی نہیں ارے بندہ خدا یہ ہی کیا تھوڑا عیب ہے کہ اپنے اندر کوئی عیب ہی نہیں بتلاتا اگر حقیقت معلوم ہو جائے تو یہ کہنے لگے کہ میں سرتاپا عیوب ہی میں غرقاب ہوں حقیقت سے بے خبری ہے جس وجہ سے اپنے کو عیوب سے پاک ہونیکا خیال ہے۔ میں نے جواب میں لکھا کہ جب کوئی عیب ہی نہیں تو بالکل بے فکر ہو اصلاح ہی کی ضرورت نہیں

(ملفوظ) ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت ایک شخص مقصود میں مشغول ہے مگر غیر مقصود کی طرف ذہن کا خیال آتا ہے تو کیا یہ مذموم ہے فرمایا کہ اگر وہ غیر اختیاری ہے تو کچھ بھی مذموم نہیں محمود اور

مذموم ہونے کا مدار اختیاری اور غیر اختیاری ہونے پر ہے اگر غیر اختیاری ہے تو مذموم نہیں اور اگر اختیاری ہے تو مذموم ہے۔

(ملفوظ) ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی دریافت فرمایا کہ کیا کام کرتے ہو کچھ لکھے پڑھے بھی ہو یا نہیں عرض کیا کہ کتابیں دیکھتا ہوں فرمایا کہ کتاب دیکھنے کو میں نہیں کہہ رہا ہوں جو سوال ہے اُسکا جواب دینا چاہئے خیر اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لکھ پڑھ لیتے ہو اچھا اسکے متعلق خط و کتابت وطن سے کرنا خط و کتابت سے آپ کے خاص حالات معلوم ہونگے ان حالات پر خاص تعلیم ہوگی اُسپر عمل کر کے دیکھنا کہ پہلے حالات میں کچھ فرق ہوا یا نہیں اسکے بعد اگر بیعت کی درخواست کیجائے تو مضائقہ نہیں جلدی کرنے میں کبھی دہوکہ ہو جاتا ہے۔

(ملفوظ [۲۲]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل تدین میں بدعت شدت محبت اور قلت فہم سے پیدا ہوئی تہی پہلے جو بدعتی ہوتے تھے وہ اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے مگر محبت کی زیادتی اور فہم کی کمی سے بدعت میں مبتلا ہو جاتے تھے جس سے اُنکی نیت کا اچھا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۴۴

۲۴ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ [۴۳]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل سیاست سیاست گاتے پھرتے ہیں کیا آجکل کی سیاست ہے اسکا بھی تو فہم ہی سے تعلق ہے اور یہ بدون وحی کی اتباع کے میسر نہیں ہو سکتا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عجیب تجویز فرمائی تہی آجکل کے تمام مدبرین اور عقلا سر رگڑ کر مر جائیں وہ ذہن میں آہی نہیں سکتی یعنی یہ حکم دیا تھا کہ بازار میں صرف وہ لوگ تجارت کریں جو احکام فقہیہ سے واقف ہوں اس تجویز سے تمام مسائل سے واقف ہو سکتے ہیں اُنھوں نے تمام ملک کو درسگاہ بنا دیا تھا تمدن بن کوئی ان ہی حضرات سے سیکھ لے۔

(ملفوظ [۴۴]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غلطی تو اپنے بزرگوں کی بھی پکڑنا چاہئے مگر ادب کے ساتھ ہو اور یہ فہیم ہی آدمی کر سکتا ہے۔

(ملفوظ [۴۵]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں بہت قوت کیساتھ کہ آدمی اپنے اوپر بھی اعتماد

نہ کہے مراد یہ ہے کہ نفس کسی وقت میں فرشتہ ہے اور کسی وقت میں شیطان۔

(ملفوظ ۸۶) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص یہاں نیا آتا ہے اس سے اول کہدیا جاتا ہے کہ نہ کسی سے دوستی کرو نہ دشمنی جو ایسا کرتے ہیں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں اور جو دوستی وغیرہ میں پھنس جاتے ہیں وہ محروم جاتے ہیں۔

(ملفوظ ۸۷) ایک خط کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ نہایت ہی شکستہ لکھا ہے پڑھنے میں بہی تکلف ہوا ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو دو چیزوں سے خاص نفرت ہے ایک شکستہ خط سے اور ایک غیر مانوس لغات سے یعنی تقریر میں ایسے لغت بولنے سے اور وجہ ظاہر ہے کہ تقریر اور تحریر سمجھانیکے واسطے ہے جب یہ مقصود حاصل نہ ہوا تو نتیجہ کیا۔

(ملفوظ ۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کی شان ہی جدا ہوتی ہے مچھلی شہر میں میرا قیام تھا باہر سے ایک اور عالم آئے وہ عالم ہم سے عقائد میں اختلاف رکھتے تھے جمعہ کا دن تھا وہ عالم ممبر کے پاس مصلے کے قریب بیٹھے تھے امام ان کے معتقد تھے میں ذرا فاصلہ سے بیٹھا تھا اب جماعت کا وقت آیا امام نے ان صاحب سے کہا کہ آپ نماز پڑہائیں مگر لوگوں کا خیال اسکے مخالف ایک تحصیلدار صاحب کو عوام کے اس خیال کی اطلاع تھی انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ نماز پڑہائیں میں نے باواز بلند کہا کہ مجھکو امام کی اجازت نہیں یہ میں نے اسلئے کہا کہ وہ امام سنکر شاید اجازت دیدیں کیونکہ وہ عالم غیر مقلد تھے اور وہ ممبر کے قریب پہونچ چکے تھے امام تو کچھ بولے نہیں مگر ان تحصیلدار صاحب نے ایکدم بڑی بے تکلفی سے میری بغلوں میں ہاتھ دیکر مجھکو کھڑا کر دیا کہ آپ نماز پڑہائیں میں کھڑا ہو گیا اور یہ خیال کیا کہ اب نماز نہ پڑہانے میں اندیشہ فتنہ کا ہے میں نے خطبہ اور نماز پڑہائی وہ مولوی صاحب بیچارے اپنی جگہ پر جا بیٹھے کلام اسپر تھا کہ علم کی شان ہی اور ہوتی ہے تحصیلدار صاحب عالم تھے اس لئے علمی مناسبت سے بے تکلف بغلوں میں ہاتھ دیکر مجھکو کھڑا کر دیا اسی طرح شاہجہانپور میں ایک کورٹ انسپکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی بظاہر انکی وضع خلاف ثقات تھی مگر انکی طرف میرے دل کو کشش ہوتی تھی میں متعجب تھا کہ کیوں کشش ہوتی ہے معلوم ہوا کہ عالم ہیں کتنا ہی بڑا آدمی ہو مگر عالم ہو اسمیں بے تکلفی اور تواضع ضرور ہوگی۔

(ملفوظ ۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں ایک مولوی صاحب آئے تھے نیک نیت آدمی ہیں

مجھسے کہنے لگے کہ فلاں غیر مسلم قائد میں ایسی کیا بات ہے کہ ہندو سب اُسکی اقتدا کرتے ہیں میں نے کہا کہ جس چیز کی وہ دعوت دے رہا ہے اُسکے لوگ پہلے سے طالب ہیں یعنی دنیا تو حقیقت میں یہ اُنکا اتباع یا اقتدا نہیں اپنی خواہش اور غرض کا اتباع اور اقتدا ہے اور اسکا معیار یہ ہے کہ وہ اس دنیا سے منع کر کے دیکھے تو معلوم ہو جائیگا کہ پھر کون اقتدا اور اتباع کرتا ہے سمجھ گئے بہت خوش ہوئے اور یہ کہا کہ بالکل ٹھیک ہے یہ ہی بات ہے جو سوچنے سے بھی سمجھ میں نہ آئی تھی پھر کہنے لگے کہ مسلمانوں میں کوئی ایسی ہستی نہیں کہ سب مسلمان اُسکی اقتدا کریں میں نے کہا کہ اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ کوئی ایسی ہستی نہیں اسکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے جماعت میں ایک عالم فاضل موجود مگر لوگ بلا جماعت نماز پڑھ رہے ہیں اب اگر اس عالم فاضل امام سے سوال کیا جائے کہ یہ تمھارے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے تو وہ یہی کہیگا کہ مجھکو کیا معلوم یہ تو نماز نہ پڑھنے والوں سے سوال کیا جاوے کہ میرے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر مسلمانوں میں کوئی اہل نہیں تو وہ کمی کی بات تحقیق کر کے بتلائی جاوے تاکہ کوئی اُسکو اپنے اندر پیدا کرے بشرطیکہ پیدا کرنے کی ہو اور اگر ایسے اہل ہیں تو پھر مسلمانوں سے یہ پوچھے کہ اُنکی اقتدا کیوں نہیں کرتے اسپر خاموش ہو گئے۔

(ملفوظ) ایک بہت طویل خط آیا جسمیں کسی معاملہ میں مشورہ چاہا تھا اور لکھا تھا کہ اپنے قلب سے مشورہ فرما کر لکھیں جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میرا اور قلب کا یہی مشورہ ٹھیرا ہے کہ دعا کیجاوے سو دل سے دعا کرتا ہوں کہ جو مصلحت ہو قلب میں آجاوے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے دستی استفتا پیش کیا دریافت فرمایا کہ جواب کی کب ضرورت ہے عرض کیا کہ ابھی لکھدیجئے فرمایا کہ اتنی جلدی تو یہ کام نہیں ہو سکتا بعض اوقات کتاب دیکھنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے بعض مرتبہ تلاش میں دیر لگ جاتی ہے تلاش سے تو میں نہیں گھبراتا کیونکہ ایک مسلمان کی خدمت ہے مگر تلاش کیلئے کچھ وقت کی بھی تو ضرورت ہے عرض کیا کہ بہت اچھا فرمایا کہ اب یہ بتلاؤ کہ تمہارے پاس کسطرح پہونچیگا عرض کیا کہ میں خود آکر لیجاؤنگا فرمایا کہ ممکن ہے کہ آج ہی تیار ہو جائے تو اسکو امانت رکھنے کا ایک مستقل کام ہے اور میں کثرت مشاغل سے بھول بھی جاتا ہوں عرض کیا کہ بذریعہ ڈاک روانہ فرمادیں فرمایا کہ ماشاء اللہ یہ بات کہی کام کی بہت اچھا اب یہ کیجئے کہ ایک لفافہ خرید کر اُ اپنا پورا پتہ لکھکر مجھکو دیدیجئے جسوقت بھی فتوی تیار ہو جائیگا روانہ کر دونگا اصول سے کام کر نیمیں

راحت ہی راحت ہے میں کام سے نہیں گھبراتا نہ انکار ہے چاہتا یہ ہوں کہ ہر کام اصول کے ماتحت ہو میں الہ آباد ایکمرتبہ گیا ہوا تھا تعویذ کی فرمایش ایسے وقت ہوئی کہ وہ عین چلنے کا وقت تھا میں نے کہا اسکی صورت یہ ہے کہ کاغذ قلم دوات اسٹیشن پر ساتھ لیچلو میں ریل میں بیٹھکر لکھونگا اور جب گاڑی چلدیگی کاغذ قلم دوات واپس کر کے میں بھی چلدونگا چنانچہ ریل میں بیٹھا ہوا لکھتا رہا جب ریل چلی قلم دوات حوالہ کر کے روانہ ہو گیا تو اصول سے بڑی راحت ملتی ہے۔ آجکل یہ ہی بات نہیں رہی اصول اور ضابطوں سے لوگ گھبراتے ہیں اور میں بے اصولی اور بے قاعدہ باتوں سے گھبراتا ہوں کیونکہ دوسروں کے کام کی ساتھ اپنی بھی کچھ مصلحتیں ہیں آرام بھی ہے کوئی کام بھی ہے کسطرح پابند ہو جاؤں دوسروں کا۔

(ملفوظ ۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ خلوت کی حفاظت کیلئے کواڑ بند کر کے بیٹھتے ہیں اور میں لڑ بھڑ کر جلوت ہی میں خلوت کی حفاظت کر لیتا ہوں میں اس قسم کی حفاظت کو پسند نہیں کرتا اسلئے کہ بعض اہل حاجت کو فوری ضرورت ہوتی ہے تو اسوقت اسکو نظر آنا چاہئے فوری حاجت کی مثال یاد آئی ایکمرتبہ غالباً نصف شب کا وقت تھا پڑوس میں ایک مکان سے آواز آئی کراہنے کی برداشت نہ کر سکا اٹھکر باہر آیا اس مکان کے دروازہ پر پہونچکر پوچھا معلوم ہوا کسی کے دردزہ ہو رہا ہے مکان پر واپس آکر تعویذ لکھکر لیگیا سو ضرورت کے وقت تو اگر کوئی آدھی رات بھی آواز دے ذرہ برابر گرانی نہیں ہوتی جان بھی حاضر ہے مگر طریقہ سے لیکن اگر کوئی کام موخر ہو سکتا ہے یا پہلے سے کہہ سکتا تھا مگر نہیں کہا اسکی رعایت کرنیکو جی نہیں چاہتا باقی ضرورت کے وقت کبھی تساہل نہیں کرتا۔

(ملفوظ ۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ بالکل اسکا خیال نہیں کرتے کہ ہمارے کسی کام یا کسی بات سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو ایک شخص کو میں نے بالکل سیدھ میں ہو کر پیچھے پیچھے چلنے سے منع کیا ممکن ہے کہ آگے چلنے والے کے جوتہ میں کوئی کنکر وغیرہ آجائے اسکی نکالنے کیلئے یا اور کسی ضرورت سے رکنا پڑے اور پیچھے چلنے والا بیفکری سے چلتا رہے اور اس طرح تصادم ہو جائے اسپر ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک ڈپٹی صاحب آ رہے تھے میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا وہ کسی ضرورت سے رکے تو میں انپر جا پہونچا وہ گرے میں ان کے اوپر گرا ان کے چوٹ آئی فرمایا کہ جی ہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔ دو صاحب مرادآباد کے یہاں پر آئے تھے جو لوگ یہاں چارپائی بچھا کر طلبا ہوں یا ذاکرین لیٹتے ہیں یہ قاعدہ ہی

کہ نماز فجر سے قبل اُٹھا لیجاویں ایک شخص نے نہیں اُٹھائی میں نے مواخذہ کیا تو اُن دو صاحبوں میں سے ایک صاحب نے دوسرے سے کہا کہ بڑی سختی ہے پھر وہ یہاں سے وطن کی واپسی کے ارادہ سے گئے سہارنپور جامع مسجد میں نماز کیلئے گئے وہاں اطراف میں برآمدے بنے ہیں مغرب کے بعد کسی ضرورت سے وہاں گئے کسیقدر اندھیرا ہوگیا تھا اُس برآمدہ میں ایک پلنگ بچھا ہوا تھا اُسمیں یہی معترض صاحب الجھکر گرے تو کہنے لگے کہ لوگ بڑے نالائق ہیں یہ کوئی وقت تھا پلنگ بچھانیکا دوسرے صاحب نے کہا کہ وہی تھانہ بھون کا واقعہ یاد کرو تب کہا کہ بالکل ٹھیک ہے اب حکمت سمجھ میں آئی جب اپنے اوپر گذری۔

(ملفوظ ۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جسکام کا ارادہ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اکثر اُسپر سہولت پیدا فرما دیتے ہیں گاڑی نہیں اٹکتی سب کام ہوجاتے ہیں یہ اُنکا فضل ہے احسان ہے۔

(ملفوظ ۹۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فضول کلام لغو کلام عبث کلام سب ایک ہی ہیں اس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے نورانیت فنا ہوتی ہے باطن کی استعداد برباد ہوتی ہے اس استعداد کے ضعیف ہونیکو بعض احادیث میں موت قلب کہا گیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قلب میں ایک نور ہوتا ہے وہ ضعیف ہوجاتا ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

دل زیر گفتن بمیرد در بدن ۔۔۔ گرچہ گفتارش بود در عدن

(ملفوظ ۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نری محبت اور عشق سے کام نہیں چلتا جیسے انجن کہ اسمیں نری آگ ہونے سے کام نہیں چلتا انجن میں آگ تو ہے مگر یہ بھی شرط ہے کہ اُسکو پیچھے کو نہ لیجائے سیدھا آگے کو لیجائے اسی کیلئے صحبت کامل کی ضرورت ہے وہ اس فن کا ماہر ہوتا ہے مشتبہ مواقع میں حقیقت کو جانتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے جسوقت فارس کے خزائن پیش کئے گئے تو آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپکا ارشاد ہے زین للناس حب الشہوات الخ تو ان چیزوں کی محبت فطری ہے اے اللہ ہم اسکا ازالہ نہیں چاہتے اور اُنکا یہ قول بڑے عارف ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جب یہ فطری ہے تو اسکے پیدا کرنے میں مصلحت ہے تو اُسکا ازالہ خلاف حکمت ہوگا اسلئے گو وہ محبت رہے مگر اے اللہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ محبت آپکی محبت میں معین ہوجاوے کتنے بڑے کام کی بات ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاق رذیلہ جو فطریہ ہیں ان کے ازالہ کی ضرورت نہیں امالہ کی ضرورت ہے مثلاً بخل ہے تو یہ اپنی ذات میں مذموم

نہیں اگر مصرف صحیح میں اسکا استعمال ہو تو محمود بھی ہے مثلاً کسی نے زکوۃ دینے میں بخل کیا تو یہ مذموم ہے اور اگر معصیت کیلئے کسی نے روپیہ مانگا اور اسکو نہ دیا تو یہ بھی تو لغتہً بخل ہی ہے مگر محمود ہے کیونکہ غیر مصرف میں صرف نہیں کیا۔

۲۶ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۹۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ توکل بھی تو تقویٰ ہی کی ایک فرد ہے اور مثل کلی کے اس جزئی کی مستقل فضیلت بھی آئی ہے چنانچہ جیسے یحب المتقین آیا ہے ایسے ہی یحب المتوکلین بھی آیا ہے یعنی جیسی محبت متقین کے ساتھ ہے ویسی ہی متوکلین کے ساتھ ہے تو اہل مدرسہ جیسے تقویٰ پر عمل کرتے ہیں ویسے ہی توکل پر عمل ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ غیرت دین کو مصلحت مدرسہ پر غالب رکھنا چاہئے مدرسہ سے بھی تو تحفظ دین ہی مقصود ہے خود فی نفسہ تو مدرسہ مقصود نہیں ہاں مقصود کا معین ہے۔

(ملفوظ ۹۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا ذہن سے عقل کو کوئی واسطہ نہیں فرمایا کہ عقل اور چیز ہے ذہانت اور چیز ہے بعضوں کا ذہن چلتا ہے مگر حقیقت کو نہیں پہنچتا یہ کام عقل کا ہے۔

(ملفوظ ۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء اکثر درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں مگر اس طرف توجہ نہیں کہ باطن کی اصلاح کریں گو درس و تدریس بھی بڑی عبادت ہے مگر اسکی بھی تو ضرورت ہے بلکہ خود درس و تدریس وغیرہ سب کچھ ان ہی اعمال مامور بہا کیلئے کرایا جاتا ہے۔

(ملفوظ ۹۷) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ دشمن کے ساتھ صبر تحمل کرنا کمالات میں سے ہے مگر دوستوں کے ساتھ صبر و تحمل کرنا جب کہ اس سے ان کا دینی ضرر ہو عیوب میں سے ہے اس سے وہ جہل اور غلطی میں مبتلا رہیں گے اور اس غلطی میں مبتلا رہنے سے ان سے کدورت و انقباض بھی پیدا ہوگا صورت دیکھتے ہی خیال ہوگا کہ پھر ستانے کو آتے ہیں اسلئے ضرورت ہے کہ دوستوں سے کبھی تحمل نہ کرے انکی غلطیوں پر متنبہ کر دینا ہی دوستی اور موجب بقاء تعلق ہوگا۔ اور یہ امور علم معاملہ میں سے ہیں یہ اسرار نہیں البتہ امور مکاشفہ اسرار ہیں اسلئے اگر امور معاملہ کو چھپائے تو خیانت ہے

در امور مکاشفہ کو اگر ساری عمر بھی ظاہر نہ کرے تو کوئی مضرت نہیں اُن پر کسی مقصود کا مدار نہیں۔

ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیبیوں کے باب میں جو ارشاد ہے وجعل بینکم مودۃً ورحمۃً میں اسکے متعلق کہا کرتا ہوں کہ دو وقت ہیں ایک تو جوانی کا اسمیں تو جوش خروش کا غلبہ ہوتا ہے یہ حاصل ہے مودت کا اور جب ڈھل گئے تو اُس وقت ہمدردی کا غلبہ ہوتا ہے یہ حاصل ہے رحمت کا اور یہ بھی لغۃً محبت ہی کی ایک فرد ہے مگر عرف و محاورہ میں اسکو محبت کہتے نہیں اسکا نام عرف میں ہمدردی رحم مہربانی ہے۔ اور یہ نکتہ اسی محاورہ پر مبنی ہے۔

ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کثرت مکاتبت کا جو مشورہ دیا کرتا ہوں اُس سے یہ مقصود نہیں کہ ولی بنا دیا جاتا ہے بلکہ وہ بڑا ذریعہ ہے مناسبت کا۔ جو شرط اعظم ہے نفع کی۔

ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ میرے مواخذات کو دیکھکر کہتے ہونگے کہ کس قصائی سے لا پڑا اور میں اُنکی بدتمیزی کو دیکھکر کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا بیل و قصائی ہیں ایک تقابل بھی ہے بات یہ ہے طبیعتوں میں آزادی کی زہریلی ہوا گھسی ہوئی ہے چاہتے ہیں کہ ہو تو جائیں سب کچھ نہ تو ہمکو کوئی کچھ کہے اور نہ کچھ کرنا پڑے یہ کیسے ہو سکتا ہے کسی کو اولاد کی تو تمنا ہو مگر نہ رشتہ بھیجے نہ میں آنا جانا پڑے نہ نکاح ہو اور اولاد ہو جائے۔ این خیال ست و محال ست و جنوں۔

۲۸ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ سنا ہے جسکا پیر ٹھانہ ہو اُس مرید کی اصلاح ہو نہیں سکتی۔ مولانا احمد حسن صاحب امروہی بڑے نازک مزاج تھے عالی خاندان تھے دیوبند پڑھنے آئے مولانا نے دیکھا کہ صلاحیت ہے ان میں عالی دماغ ہیں آپ تربیت بھی ساتھ ساتھ شروع فرما دی حضرت انکو چاہتے بہت تھے مگر اصلاح میں ذرا رعایت نہ فرماتے تھے کوئی کھانا آتا دعوت کرنے فرماتے کہ ایک لڑکا بھی ساتھ ہوگا وہ خوشی سے قبول کر لیتے کہیں چٹائی پر بیٹھکر اور کہیں کمبل پر بیٹھکر روٹی کھانی پڑتی اسمیں ترک تکلف کی عادت ڈالنا مقصود تھا ایک دُن والا ایک گاڑھے کا تھان حضرت مولانا کے واسطے لایا حضرت نے درزی کو بلا کر فرمایا کہ اسمیں سے

اس لڑکے کے واسطے کرتہ پاجامہ قطع کرکے سی دو انکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے بندوق ماری ہو مگر پھر پہننا پڑا اور سب تکلف طبیعت سے رخصت ہوا گو لطافت اسوقت بھی رہی لطافت تو فطری چیز ہے مگر کبر کا نام و نشان نہ تھا۔ غرض اصلاح اس طرح ہوتی ہے اور گو اس متشددانہ طریق سے اصلاح کرنے کی ہمارے بزرگون میں کثرت نہ تھی مگر اسوقت اسکی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ پہلے طالبوں کی طبیعتوں میں سلامتی تھی اور اب نہیں فرق کی وجہ یہ ہے۔

(ملفوظ) ۱۰۵ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی شخص فن کو بے سمجھے سوال کرتا تو فرماتے کہ بھائی یہ قیل و قال کیلئے مدرسہ نہیں۔

(ملفوظ) ۱۰۶ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا احمد حسن صاحب امروہی نے ایکمرتبہ اپنے لڑکے کے ختم قرآن کا نشرہ کیا سبکو بلایا مگر مجھکو نہ بلایا میں اسلئے خوش ہوا کہ شاید رسم کے شبہ سے مجھکو عذر کرنا پڑتا مگر جب ملاقات ہوئی تو نہ بلانے کا یہی عذر فرمایا کہ شاید تیری طبیعت کے خلاف ہونا دیکھئے کتنی رعایت فرمائی

(ملفوظ) ۱۰۷ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تعظیم و تکریم کی تو زیادہ رعایت کرتا نہیں البتہ راحت کا خاص اہتمام کرتا ہوں آپکو سنکر تعجب ہوگا میں نے آجتک دونوں گھروں میں اسکی فرمایش نہیں کی کہ فلاں چیز پکالو یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید انتظام میں کوئی الجھن ہو البتہ خود انکی پوچھنے پر بتلا دیتا ہوں وہ بھی محض انکی دلجوئی کی وجہ سے کہ یہ گمان نہ ہو کہ ہم سے اجنبیت برتتے ہیں پھر وہ بتلانا بھی اس صورت سے ہوتا ہے کہ میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ تم بسہولت جو جو پکا سکتی ہو اسمیں دو چار چیزوں کے نام لو وہ نام لیتی ہیں تو میں اسمیں سے ایک کو انتخاب کر دیتا ہوں اور ابتو اسکی پرواہی نہیں کہ دوسرونکو کوئی تکلیف نہ ہو تعظیم و تکریم کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر راحت کا کوئی سامان نہیں کرتا۔

(ملفوظ) ۱۰۸ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انا للہ کے معنی ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ کو ہم میں ہر تصرف کا حق ہے اور انا الیہ راجعون کا حاصل یہ ہے جو شخص مرا ہے اور جسپر رو رہے ہیں وہ اور ہم سب وہاں ہی جائینگے وہاں ہی مل لیں گے بس ان دونوں جملوں کا حاصل یہ ہوا کہ جب تم ان دونوں مضمون کا مراقبہ کروگے تو تمہاری کلفت جاتی رہیگی راحت ہوگی اور تعزیت کے بھی یہی معنی ہیں کہ رنج والے کو تسلی دیجاوے سو یہ جو آجکل عرف میں رواج ہے کہ جاکر کہتے ہیں کہ ہائے ایسی عمر تھی ہائے چھوٹے بچے رہ گئے وغیرہ وغیرہ یہ تعزیت نہیں یہ تو اور

(باقی آئندہ)

رنج تو بڑھ جاتا ہے اس سے تو تعزیت کو نہ ہی جاتے تو اچھا تھا معاشرت کے باب میں شریعت کی جتنی تعلیمات ہیں سب کا حاصل یہ ہے کہ دوسرے کو تکلیف نہ پہونچاؤ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی نے مجھ سے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ مولانا کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں بھی راحت سے رہو اور وہاں بھی راحت سے رہو فرمایا کہ حاجی محمد یوسف صاحب نے ٹھیک کہا شریعت کی تعلیم کا یہی حاصل ہے کہ یہاں بھی راحت سے رہو وہاں بھی راحت سے رہو اب دیکھئے دعوت ہی ہے یہ محبت اور خلوص کی بنا پر ہوتی ہے مگر اصول چھوڑ دینے کی بدولت کسقدر اسمیں تکلیف ہوتی ہے شیخ اصغر علی صاحب لکھنوی کہا کرتے تھے کہ دعوت کی تین قسمیں ہیں اعلیٰ ادنیٰ اوسط - اعلیٰ تو یہ کہ دام دیدو جو چیز چاہو خرید کر پکا کر پکوا کر کھائے۔ اوسط یہ کہ خشک جنس دیدو اسمیں بھی ایک درجہ آزادی ہے اور ادنیٰ یہ کہ پکا کر کھلاؤ اور پکا کر کھلانے کو جو ادنیٰ کہا واقعی حقیقت ہے اسمیں عادۃً دقت سے بے دقت معمول سے غیر معمول گھی زائد یا کم مرچ زائد نمک کم یا نمک زائد مرچ کم پھر بلایا بڑے اہتمام سے احترام سے اور رخصت کے وقت بتلا دیا کہ یہ راستہ ہے سیدھا نہ سواری ہے نہ کوئی ساتھ ہے چلے جاؤ۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے مجکو وصیت کی تھی کہ کسی کی دعوت نہ کرنا اسکو بھی تکلیف تمکو بھی تکلیف وقت سے بے وقت معمول سے غیر معمول اس باب میں حاجی صاحبؒ کی بھی یہی رائے تھی۔ البتہ اگر یہ تکلفات نہ ہوں تو وہ اسمیں داخل نہیں۔

(ملفوظ ۱۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں دروازہ پر کھڑے ہو کر یا راستے میں چلتے ہوئے کسی چیز کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتا اگر کبھی اسلامی سلطنت ہو جائے تو زائد سے زائد میری شہادت قبول نہ ہوگی عدالت میں جانے سے بچ جاؤنگا کوئی گناہ تو ہے نہیں۔

۲۸ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۱۰۱) ایک صاحب کو مجلس میں بے طریقہ بیٹھنے پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مقصود ذات بیٹھنے اور غرض کیلئے بیٹھنے میں فرق ہوتا ہے صاحب غرض تو ایسا بیٹھتا ہے جیسا اٹھاؤ چولہا اور مقصود اً بیٹھنے کی ہیئت میں اطمینان اور سکون ہوتا ہے اور غرض والوں کی صورت بنا کر بیٹھنے سے قلب پر بار ہوتا ہے

اور اگر کسی غرض سے بیٹھے ہو تو اُس غرض کو فوراً ظاہر کر دو تاکہ گرانی دفع ہو۔

(ملفوظ ۱۱۱) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ تہجد کے وقت کبھی آنکھ کھلتی ہے اور کبھی نہیں میں نے لکھدیا کہ پھر دینی ضرر کیا ہے۔

(ملفوظ ۱۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں ایک یہ بھی مستقل تعلیم ہے کہ بات صاف کہو مجھے آجکل کی تہذیب سے سخت نفرت ہے جیسے عام محاورہ ہو گیا ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے حالانکہ استفہام مقصود نہیں ہوتا۔ یہاں ایک صاحب مقیم تھے وہ کسی کو اسٹیشن پر پہونچانے کیلئے جایا کرتے تھے مجھسے اجازت لینے آئے سیدھی بات یہ تھی کہ میں اسٹیشن جانیکی اجازت چاہتا ہوں مگر اسکے بجائے یوں فرماتے ہیں کہ کیا میں اسٹیشن جا سکتا ہوں میں نے کہا کہ کیوں نہیں جا سکتے خدا نے پانوُ دیئے چلنے کو۔ آنکھ دی دیکھنے کو قوت ارادیہ دی ارادہ کرنے کو ارادہ کیجئے اور تشریف لیجائیے چلنا شروع کیجئے پہونچ جاؤ گے کیا خرافات ہے اور کیا مہمل بات ہے غالباً یہ عیسائیوں سے لیا ہے اور اُن میں یہ کوئی گئی بات نہیں اور نہ نیا محاورہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا ھل یستطیع ربك ان ینزل علینا مائدۃ من السماء ان عیسائیوں ہی سے مسلمانوں نے یہ محاورہ سیکھ لیا ہی دوسروں کی نقالی کرنا تو اسوقت مسلمانوں کیلئے باعث فخر ہو گیا ہے ہونا تو یوں چاہیئے تھا کہ دوسرے لوگ انکی وضع اختیار کرتے مگر انھوں نے سب سے پہلے پیش قدمی کی اور دوسروں کی وضع اور طرز اختیار کر لیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ملفوظ ۱۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر انگریز ظاہراً بہت ہی خلیق ہوتے ہیں گو یہ اخلاق انکا اکثر غرض پر مبنی ہوتا ہے مگر اسکی وجہ سے دوسرا آدمی فوراً مسخر ہو جاتا ہے جسکا اثر بعض اوقات دین پر بھی پڑتا ہے اسی لئے ایک تجربہ کا فتویٰ ہے کہ بلا ضرورت سخت ان سے نہ ملنا چاہیئے یہ بہت ہی جلد مسخر کر لیتے ہیں ان میں یہ خاص بات ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ انگریزوں میں دو چیزیں رکھدیں ورنہ اب تک نصف ہندوستان عیسائی ہو جاتا۔ ایک کبر ادر ایک بخل۔ بڑے کام کی بات فرمائی مگر جس میں یہ بات نہ ہو وہ اسمیں داخل نہیں بعض احکام قوم کے ہوتے ہیں آحاد و افراد کے نہیں ہوتے۔

(ملفوظ ۱۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ صرف نفلیں اور وظائف کے پڑھ لینے کو انتہائی کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی کمال کی چیزیں نہیں ہاں ثواب کی چیزیں ہیں جو کمال پر موقوف نہیں کمال پیدا ہوتا ہے اصلاح کے بعد اور اصلاح کا ہونا عادۃً موقوف ہے صحبت کامل پر مگر نری صحبت بھی کار آمد نہیں جب تک کہ اعمال مامور بہا کا اہتمام نہ ہو اور یہی اعمال اصل سلوک ہیں بدون ان کے اختیار کئے ہوئے کوئی شخص منزل مقصود تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اگرچہ وہ آسمان پر پرواز کرنے لگے یا دریا پر بدون کشتی اور جہاز کے چلنے لگے حقیقت یہ ہے مگر آجکل جاہل صوفیوں نے لوگوں کی راہ ماری ہے اور گمراہ کیا ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب طریق بالکل زندہ ہو گیا مدتوں کے بعد یہ دن نصیب ہوا اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ بطور نعمت کے عرض کر رہا ہوں وہ جس سے چاہے اپنا کام لے سکتے ہیں طریق سے لوگوں کو اجنبیت اور وحشت ہو چکی تھی وہ اسکو دین سے خارج سمجھ چکے تھے اب بحمد اللہ طریق کی تکمیل ہو گئی۔

۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ابن تیمیہ اور ابن القیم باہم استاد شاگرد ہیں مگر غصیارے بہت ہیں باقی ہیں ذہین اور سلطان القلم بہت تیز چلتے ہیں موٹر سے بھی زیادہ پھر نہیں دیکھتے کہ سڑک میں بچہ ہے یا جانور بس اڑے چلے جاتے ہیں اپنی ہی کہتے ہیں دوسرے کی نہیں سنتے مگر یہ طرز شان تحقیق نہیں۔

(ملفوظ ۱۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حافظ شیرازی رند مشہور ہیں میں بھی پہلے یہی سمجھتا تھا کہ آزاد ہونگے مگر میں نے ایک کتاب دیکھی حیات حافظ اسمیں انکی سوانح ہے اس سے معلوم ہوا کہ مفتی ہیں کشاف کے محشی ہیں طلبہ تفسیر پڑھنے ان کے پاس آتے تھے۔ عالمانہ وضع میں رہتے تھے دیوان میں بہت سے مسائل ہیں اصولیہ کلامیہ۔ ایک مولوی صاحب انکے معتقد نہیں تھے میں نے بھی معتقد بنانیکا اہتمام نہیں کیا کیونکہ کسی امتی کا معتقد ہونا فرض وواجب نہیں انکو انکے حال پہ چھوڑ دو اسی طرح رہنے دو اہتمام تو ضروری چیز کا کرنا چاہئے۔ البتہ گستاخی کرنا برا ہے۔

(ملفوظ ۱۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کی معمولی باتوں میں بھی برکت ہوتی ہے حتی کہ اگر وہ کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر بھی کریں تو اسمیں بھی ایک خاص برکت ہوتی ہے علاوہ برکت کے اسمیں کشش بھی ہوتی ہے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے نے ممبر پر آئے وعظ کہا بہت زور لگائے سامعین پر کچھ بھی اثر نہ ہوا اسکے بعد حضرت ممبر پر بیٹھے اور کچھ بیان بھی نہیں کیا صرف یہ ہی فرمایا کہ رات ہمنے سحری کیلئے دودھ رکھا تھا لیکن بلی پی گئی حق جل علی شانہ کا ارادہ غالب رہتا ہے توحید کا بیان کرنا مقصود تھا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس لوٹ پوٹ ہوگئی تڑپ گئی اب بتلائے کون سا ایسا عالی مضمون تھا ان حضرات کے اقوال افعال سب میں نور ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۱۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات کا تعلق بدون رنگ لائے نہیں جاتا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید تھے منشی تجمل حسین یہ دنیا دار تھے اور ان کے ایک بھائی تھے منشی عبد الباسط یہ نقشبندی شیخ تھے وہ اپنے بھائی سے کہتے مجھسے بھی بیعت کرلو وہ جواب دیتے کہ حضرت حاجی صاحب کا تعلق کافی ہے باقی میں ہی کچھ نہ کروں یہ میری کوتاہی منشی تجمل حسین کی موت کا وقت آیا سکرات کی حالت میں کلمہ کی تلقین کیجاتی تھی مگر ان کو ہوش نہ تھا منشی عبد الباسط عین اسوقت کہنے لگے کہ کہاں ہے وہ حضرت حاجی صاحبؒ کا تعلق اب کیسی سختی ہو رہی ہے سخت تکلیف کا وقت تھا مگر آنکھ کھولدی اور یہ آیت پڑھی یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین حضرت حاجی صاحب کے بعض خدام نے کہا دیکھا حضرت کا تعلق دوسروں کے متعلق کوئی فیصلہ کرنا غلطی ہے نہ معلوم خدا کے ساتھ اسکا کیا معاملہ ہے کسی پر بدگمانی ہرگز جائز نہیں بعض بزرگوں نے لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ کہا اور دم نکل گیا لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ کہا دم نکل گیا بعضے خشک لوگ سمجھ گئے کہ یہودی عیسائی ہو کر مرا اگر معلوم بھی ہے کہ کلمہ اسلامیہ ہی پر خاتمہ ہوا راز اسکا یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تمام شیون کمالیہ کے جامع ہیں تو موسیٰ سے مراد ایک خاص شان کے اعتبار سے حضور ہی ہیں اسی طرح عیسیٰ سے مراد حضور ہی ہیں حضرت نجم الدین کبریٰ بہت بڑے شخص ہیں انکو تمنا تھی کہ مجھکو اپنا مقام معلوم ہو ایک بزرگ تھے اسی ہی زمانہ میں تو نجم الدین کبریٰ کا ایک مرید ان سے ملنے گیا شیخ نجم الدین نے انکو سلام کہلا بھیجا انھوں نے سلام کے جواب میں فرمایا کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہدینا اس مرید کو

برا معلوم ہوا اور بہت ہی غصہ آیا مگر شیخ سے سُنتے ہوئے تھا کہ بہت بڑے شخص ہیں کچھ بولا نہیں پیر کے پاس حاضر ہوا اُنھوں نے سب حال دریافت کیا عرض کیا اور یہ بھی دریافت فرمایا کہ کچھ کہا تو نہیں عرض کیا کہ سلام کہدیا ہے فرمایا کہ نرا سلام ہی ہے یا کچھ اور بھی کہا عرض کیا کہ ایسی بات تھی جسکا عرض کرنا خلاف ادب ہے فرمایا بیاں..... رو تم تھوڑا ہی کہہ رہے ہو عرض کیا کہ یہ فرمایا کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہدینا مجھکو تو اُسوقت بڑا غصہ آیا مگر یہ سُنکر شیخ نجم الدین پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ فرمایا کہ آج اپنا مقام معلوم ہوگیا میں موسوی المشرب ہوں مجکو شبہ تھا سو اُن بزرگ نے بتلا دیا اور مرید سے کہا کہ تم خواہ مخواہ اُنپر خفا ہوتے ہو سو اس طریق میں جیسے بعض حقائق غامض ہیں اسی طرح بعض عنوانات بھی نیز عنوانات غیر غامضہ میں بھی بعضے بعض بلسان العقل ہوتے ہیں اور بعض بلسان العشق بعضے لوگ آمیں خلط کر دیتے ہیں میرا ایک وعظ ہے روح الارواح اسمیں ایک مقام پر حضرت حاجی صاحب کا ذکر آگیا اُسوقت مجھپر ایسی حالت طاری ہوئی کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی تعظیم و تکریم سب رخصت ہوگئی حضرت کیلئے نہ الفاظ تعظیم رہے نہ جمع کا صیغہ رہا صرف ایسے الفاظ تھے کہ یہ شخص ایسا تھا ایسا تھا اپنے فن کا امام تھا مجتہد تھا مجدد تھا تھانہ بھون کا شیخ زادہ تھا معمولی صورت سے رہتا تھا مگر اس غیر تعظیمی عنوان کا یہ اثر تھا کہ مجمع میں چیخ پکار پڑ رہی تھی کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جسکی آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہوں تو یہ کہنا بلسان العشق تھا گویا یہ شخص ناطق نہیں عشق ناطق ہے جو قانون سے آزاد ہے اسکی نظیر ملاحظہ فرمائیے کچہری میں ایک معمولی آٹھ دس روپیہ کا ملازم بڑے بڑے معززین کو اس طرح آواز دیتا ہے کہ فلاں گواہ حاضر ہے تو کیا وہ اسکی زبان ہے یا حاکم کی زبان ہے صاف ظاہر ہے کہ حاکم کی زبان ہے تو اگر کبھی یہ حضرات بھی اس زبان عشق سے کچھ کہہ دیا کریں تو کیا جرم ہے ساری کچہری ایسے تصوف سے بھری پڑی ہے۔

(ملفوظ ۱۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبند میں کیسے کیسے حضرات تھے چند ہی روز میں کیا سے کیا ہوگیا اب اُن حضرات کو آنکھیں ڈھونڈتی ہیں اور جواب موجود ہیں اور جگہ سے بہر بہتر ہیں مگر عملی قوت گھٹ گئی باقی علمی قوت اب بھی ہے اور اُن حضرات کی عملی قوت غالب تھی علمی قوت پر۔

(ملفوظ ۱۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے درسی کتابوں کے سوا اور کوئی کتاب نہیں دیکھی یہ دوسری بات ہے کہ کسی مضمون کی ضرورت ہوئی اسکی تلاش میں کوئی اور مضمون بھی نظر سے گذر گیا

اسلئے کہ کوئی نشانی تو اس مقام پر ہوتی نہیں کہ کھولکر اسکو ہی دیکھ لیا جائے ہاں بالاستیعاب کوئی کتاب بھی نہیں دیکھی حالانکہ مجھکو تصوف کا بیحد شوق ہے مگر کوئی کتاب اسکی بھی پوری نہیں دیکھی کچھ دیکھی اور چھوڑ دیا مگر یہ سب ظاہراً اپنے بزرگونکی جوتیوں کا صدقہ اور حقیقۃً حق تعالیٰ کا فضل ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دل سے یہ چاہا کرتے تھے کہ یہ بات کو سمجھ لے سو جو ان حضرات نے چاہا وہ ہوگیا شیخ کو اپنے معتقد سے جتنی محبت زیادہ ہوگی و تنا ہی فیض ہوگا عادت اللہ اسیطرح ہے حضرت کے تعلق کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ ندوہ والوں نے حضرت سے میری شکایت کی کہ وہ ہمسے مخالفت کرتے ہیں حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اسمیں تو مادہ ہی نہیں مخالفت کرنیکا یہ دیکھئے حضرت نے کس طرح پہچان لیا حالانکہ میں نے کبھی کوئی بات حضرت کے سامنے نہیں نکھاری یہ حضرت کا نور قلب اور فراست تھی اہل ندوہ نے حضرت سے درخواست کی کہ وہ ہمارے ساتھ شریک نہیں اسکو لکھد یجئے کہ وہ ہمارے ساتھ ہو جائے حضرت نے مجھکو تحریر فرمایا کہ وہانکی مصلحت اور معاملات کو میں نہیں سمجھ سکتا تم خوب سمجھ سکتے ہو جو مصلحت ہو اسپر عمل کیا جائے وہ خط ندوہ والوں نے میرے پاس بھیجدیا میں نے دیکھکر کہا کہ تمہارے خیال پر بہت بڑی کرادی اب میری مصلحت یہی ہے کہ میں شریک نہ ہوں یہ حضرت کی فہم و فراست تھی کہ مجھکو مجبور نہیں کیا کیا ٹھکانا ہے اس بصیرت کا لکھتے ہیں کہ جو وہانکی مصلحت ہو وہ کرنا یہ شان ہوئی ہے ان حضرات کی تحقیق کی کہ غائب چیز میں قطعاً دخل نہیں فرمایا ایک زمانہ میں حضرت سے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ شکایت کیگئی حضرت نے مولانا کو میرے ہاتھ کہلا کر بھیجا کہ تم بالکل بے فکر رہو مجھپر شکایت کا کوئی اثر نہیں مجھکو تمھارے ساتھ حب فی اللہ ہے سو جیسے اللہ کو بقاء ہے حب فی اللہ کو بھی بقاء ہے عجیب شان کی تحقیق ہے اگر تمام دنیا کے مدبر اور فلاسفر بھی جمع ہو جائیں تو ایسی بات بیان نہیں کر سکتے اور حضرت کے یہاں یہ روزانہ کی باتیں تھیں واقعہ یہ ہے کہ حضرت اپنے فن کے امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے۔

(ملفوظ ۱۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر مالی جرمانہ کرے تو اسکی جائز صورت یہ ہے کہ اسکو محفوظ رکھے اور پھر اسکو واپس کر دے تصرف کیلئے اسکا رکھنا جائز نہیں کیسی حکمت کی بات ہے۔

۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل سلسلہ میں آجکل ایک یہ مرض بھی پیدا ہو گیا ہے کہ لوگوں کو پھانستے پھرتے ہیں معتقدین کے لئے یہ کافی سمجھتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنا تعلق تو ظاہر کرتا ہے سو کوئی ایسی بات کرنا نہیں چاہیے جس سے وہ بدک جائے اور حکمت یہ بتلاتے ہیں کہ کبھی کسی بد عقیق کے ہاتھ میں نہ جا پھنسے اور یہاں سے تعلق منقطع کر دے یہ تو سب کچھ ہے مگر جیسے اُسے بیراہی سے بچانا مقصود ہے اسی طرح راہ پر لگانا بھی تو مقصود ہے سو اُسکی کیا صورت تجویز کی ہے یا ویسے ہی فوج بھرتی کرنا ہے کیا خرافات ہے کس عبث اور فضول چیز کی طرف خیال کیا۔

(ملفوظ ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو بچوں کو پڑھانے والے میانجی ہوتے ہیں کافی علم تو انکو ہوتا نہیں پھر کرتے ہیں حکومت اس سے اور بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے اکثر ان میں عقل کی کمی ہوتی ہے اس طبقہ میں کثرت سے حماقتیں کرتے ہیں ایسے ہی اسکولوں کے ماسٹر وغیرہ یہ بھی اس ہی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں بات یہ ہے کہ جیسے کبر کیلئے حماقت لازم ہے ایسی حماقت کیلئے کبر لازم ہے متکبر آدمی ہمیشہ احمق ہوتا ہے اور ان میانجیوں کی رعونت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ انکو حکومت کا موقع ملتا ہے اور جنپر حکومت کرتے ہیں وہ ہوتے ہیں سب ناسمجھ اور مغلوب کوئی انکے عیوب بیان کر نہیں سکتا اسلئے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہر بات ہماری عقلمندی اور سمجھداری کی ہوتی ہے اسکی وجہ سے دماغ سڑ جاتا ہے البتہ اگر معلم پورے عالم ہوں تو وہ بیشک عاقل ہوتے ہیں انکی یہ حالت نہیں ہوتی مگر یہ درمیانی میانجی تو یوں ہی ہوتے ہیں اپنی عقل بچوں ہی کو دے بیٹھتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جسقدر کسی کے ساتھ تعلق زیادہ ہوتا جاتا ہے اسکی ظاہری خاطر داری میں کمی ہوتی جاتی ہے مگر آجکل لوگ اسکے عکس کے منتظر رہتے ہیں جو سخت غلطی ہے میرے یہاں بھی ہے کہ جب بے تکلفی ہو گئی تو اب کیسی مدارات اور کیسی خاطر الفت کا مقتضا تو یہ ہی ہے کہ تکلف نہ رہے۔

(ملفوظ ۱۲۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسلام کو کسی کی پروا نہیں اگر دنیا کے تمام

بادشاہوں کا بادشاہ بھی اسلام کو چھوڑدے تو اسلام کا کیا ضرر اسلام تو سب سے خطاب کر کے یہ کہتا ہے

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو، دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

۳۰ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ،

(ملفوظ ۱۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور کی تعلیمات ہیں جو نور ہے سبحان اللہ اسکا کیا کہنا ہے فرماتے ہیں کہ اگر نماز فجر پڑھکر ضحی یعنی اشراق کی نماز تک اسی جگہ بیٹھا رہے پھر اشراق پڑھ لے تو پورے ایک حج اور عمرہ کا ثواب ملیگا (جمع الفوائد) سو مشاہدہ ہے کہ جو نور اور بشاشت و انبساط جگہ نہ بدلنے پر ہوتا ہے وہ جگہ بدلنے پر نہیں ہوتا صوفیہ نے اسی مشاہدہ سے کہا ہے کہ جسقدر ذکر ایک نشست میں ہو سکے زیادہ بہتر ہے اسمیں خاص برکت ہوتی ہے ایک دوسری تعلیم سنیے تاخیر سحر اور تعجیل افطار کو اسی واسطے مشروع کیا ہے کہ روزہ کی ابتدا اور انتہا معلوم ہو جائے صوم و غیر صوم میں خلط نہ ہو اسی لئے صوم وصال کی ممانعت آئی ہے افطار میں چاہے ایک ہی کھجور کھالے اسی سے فرق تو معلوم ہو جائیگا سو حضور نے حدود کی رعایت فرمائی ہے ورنہ کبھی ضرور ایسا ہو جاتا اور یہ کچھ بعید نہ تھا کہ سحر و افطار نہ ہونے سے لوگ سمجھنے کہ عشاء کے وقت سے روزہ شروع ہو جاتا ہے اور عشاء کے وقت ختم ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۱۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اس نیچریت نے لوگوں کو زیادہ بداعتقاد بنا دیا ہر بات کو عقل پر جانچتے ہیں بیچاری عقل بھی تو مخلوق ہی ہے یہ کہانتک تیر لگائیگی اور کیا خالق کے احکام کا احاطہ کر سکتی ہے اسکا مبلغ پرواز ایک حد تک ہے اس سے آگے وہ معطل ہے احکام کے راز اسرار کو عقل سے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے مثلاً جبر و قدر ہی کے مسئلہ کو دیکھ لیجئے کہ وہاں تک کسی کی عقل کو رسائی نہیں ہے اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسمیں خوض و بحث سے روکدیا ہے کسی ایسے ہی مسئلہ کے متعلق کسی نے ایک بزرگ سے دریافت کیا تھا کیا خوب فرمایا کہ

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں　　بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ وہ حاکم ہونے کی ساتھ حکیم بھی ہیں جو کچھ کرتے ہیں اسی میں بندہ کے لئے مصلحت ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۱۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں کسی امر پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کرام علی الاطلاق ترک اسباب کی کبھی اجازت نہیں فرماتے محققین کا یہ قول ہے کہ ایسا زہد خلاف ادب ہے جسمیں مطلقاً ترک اسباب ہو کمال یہی ہے کہ اسباب کیساتھ زہد کو جمع کیا جاوے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ گھر میں دروازہ بند کرکے بیٹھنا توکل نہیں اسی طرح کسی جنگل بیابان میں جا کر بیٹھنا توکل نہیں۔ گھر ہی میں بیٹھو مگر دروازہ کھولکر بیٹھو لیکن دروازہ کی طرف دیکھو مت دروازہ سے آنے والے کی طرف مت دیکھو اسی کو کسی غیر عارف نے تنگ آکر اس طرح کہدیا ہے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ۔ باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

لیکن یہ مشکل اسی کے واسطے ہے جو دریا میں تیرنا نہ جانتا ہو اور اس فن سے ماہر نہ ہو باقی جو جانتے ہیں اور فن سے ماہر اور واقف ہیں وہ کھڑے ہو کر تیرتے ہیں اور دامن کو صاف بچا لیجاتے ہیں اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ محقق ہمیشہ جامع بین الاضداد ہوتا ہے اسباب سے صرف استعمال کا تعلق رکھتے ہیں اور توجہ کا تعلق نہیں رکھتے۔ کمال توکل یہی ہے کہ اسباب ظاہری ہوں اور پھر انکی طرف توجہ نہ ہو انکی طرف نظر نہ ہو اسکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ مریض دوا بھی پیئے اور پھر نظر دوا پر نہ ہو بلکہ خدا پر ہو کہ اگر وہ چاہیں گے تو شفا فرما دیں گے مؤثر انہی کے حکم کو سمجھے یہ ہی ہے کمال توکل اور اگر بالکل اسباب نہ ہوں اور پھر توکل ہو تو یہ کوئی کمال کا درجہ نہیں جیسے اگر کسی کو روٹی نہ ملی اور نہ کھائے تو کوئی کمال نہیں گھر میں روٹی پکی ہو اور چنگیر بھری ہوئی سامنے رکھی ہو اور پھر کم کھائے یہ کمال ہے یہ ہے شان قلت الطعام کا مصداق مگر یہ سب موقوف ہے صحبت کامل پر کسی کی جوتیاں سیدھی کرے ڈنڈے کھاوے اسکے سامنے ناک رگڑے اس سے حقیقت تک رسائی ہوتی ہے بدون اسکے رسائی مشکل ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ شاہ صاحب بننا آسان ملک التجار بننا آسان بزرگ بننا آسان قطب بننا آسان ہے مگر انسان بننا مشکل کسی نے خوب لکھا ہے

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ۔ این جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

مگر مسلمان نہ شدی سخت کلمہ ہے میں نے اسکو اس طرح بدل دیا ہے ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ۔ این جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

اور میں یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ بننا ہو ولی بننا ہو قطب اور غوث بننا ہو کہیں اور جاؤ اگر انسان بننا ہو میرے پاس آؤ میں تو انسان بناتا ہوں مگر یہ بنانا ایسا ہوگا جیسا کہ کوئی شخص کسی کو آدمی بنانا چاہتا

ہوں تو ظاہر ہے کہ مربا جسطرح بنتا ہے اسی طرح بنے گا چنانچہ اول تو اس پھل کو چاقو سے داغ دہبے صاف کیا جائیگا چھلکا چھیلا جائیگا پھر اُسکو ایک دیگچی میں رکھکر پانی ڈالکر چولھے پر چڑھا کر نیچے آگ جلائی جائیگی تاکہ اچھی اُبل جائے مابعد اُسکو کسی چاقو وغیرہ سے کوچا جائیگا تاکہ میٹھے کا قوام اچھی طرح اندر تک اثر کر سکے پھر اُسکو چاشنی کے اندر ڈالا جائیگا جسکو قوام کہتے ہیں اتنے قصوں کے بعد مربا بنیگا اور کھانے کے قابل ہوگا اور وہ آثار پیدا ہوں گے جنکو تم چاہتے ہو یا جسکی بنا پر طبیب نے بتلایا ہے ایسا بنانے والیکو مربی کہتے ہیں تو ایسے مربی کو تلاش کرو جو کاٹ کر چھانٹ کر کوچکر جوش دیکر مربا بنائے مگر ایسے ہی مربی سے آجکل لوگ کوسوں دور بھاگتے ہیں اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے قزوین میں رواج تھا بدن گُدوانے کا ایک شخص بدن گودنے والیکے پاس گیا کہ میری کمر پر شیر کی تصویر بنا دو اُس نے سوئی لیکر ایکطرف کو چبو دیا اُس نے کہا ہائے مرگیا ارے کیا بناتا ہے کہا کہ دُم اس نے کہا کہ اس دُم ہی تو میرا دَم ہی نکالا ہوتا اسکو چھوڑ دے کیا بے دُم کے شیر نہیں ہوتے اُس نے اُس طرف کو چھوڑ کر دوسری طرف سوئی کا کوچا دیا دریافت کیا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ کان کہا کہ کیا بوچے شیر نہیں ہوتے پھر یہ کانی سے سُنیگا تھوڑا ہی اُس نے اُس طرف کو چھوڑ کر تیسری طرف سوئی کا کوچا دیا دریافت کیا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ پیٹ کہا کہ کیا یہ کچھ کھاویگا اُس نے چوتھی طرف کو چا دیا دریافت کیا کہ اب کیا بناتے ہو کہا کہ سر کہا کہ بے سر کہ بھی تو بن سکتا ہے اُس نے سوئی کو ہاتھ سے پھینککر کہا جسکو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

شیر بے گوش و سر و اشکم کہ دید	این چنین شیرے خدا ہم نا فرید
گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی	پس کجا صیقل چو آئینہ شوی
چون نداری طاقت سوزن زدن	پس تو از شیر ژیان ہم دم مزن

تو صاحبو کام تو کام ہی کی طرح سے ہوتا ہے۔ اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہو سکتی ہے اب بنا تو سب کچھ چاہتے ہیں مگر یوں بھی چاہتے ہیں کہ نہ تو کچھ کرنا پڑے اور نہ کوئی کچھ کہے تو گھر سے چلے ہی کس ہوتے پر تھے اور اگر دھوکے سے آگئے تو اب لوٹ جاؤ بلانے کون جاتا ہے۔

ملفوظ ۱۲۹ (ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بدون مجاہدہ اور جوتے کھائے ہوئے کچھ بننا شیخ چلی والی حکایت سے اور اُسکے خیالی حساب سے کم نہیں اسی طرح تم بھی شیخ چلی کا سا گھر بنا آؤ اور خوش ہوئے جاؤ یہ شیخ چلی شاید کوئی مسخرے ہونگے کسی شخص کو اپنا ایک تیل کا گھڑا گھر لیجانا تھا

مزدور کی ضرورت تھی اتفاق سے شیخ چلی نظر پڑ گئے ان سے دریافت کیا کہ تم مزدوری کرتے ہو یہ تیار ہو گئے اُس نے کہا چلو یہ گھڑا تیل کا ہمارے گھر تک پہونچا دو ہم تمکو دو پیسہ دیں گے شیخ چلی نے منظور کر لیا اور سر پر گھڑا رکھکر چلے اب راستہ میں اپنے دل میں منصوبہ گانٹھا کہ آج مزدوری کے دو پیسہ ملیں گے ان سے تجارت کرنا چاہئے اور وہ اس طرح کہ ان پیسوں کے دو انڈے خریدیں گے اُنکو کسی کو راضی کر کے مرغی کے نیچے بٹھا دینگا ان سے دو بچے نکلیں گے ایک مرغ ایک مرغی گویا یہ بھی ان کے قبضہ کی بات تھی کہ نر اور مادہ ہی نکلیں گے غرض گھر کی مرغی گھر کا مرغا ہوگا ان سے بہت سے انڈے ہونگے پھر ان سے بہت سے بچے ہونگے انکو بیچکر بکریاں خریدیں گے پھر بہت سی بکریاں ہو جائیں گی اُنکو بیچکر گائے خریدیں گے پھر بھینس اور بھینس سے گھوڑوں کی تجارت کرینگے جب بہت سا روپیہ جمع ہو جائیگا تو ایک بڑا محل تیار کرائیں گے اور کسی امیر گھرانیکی لڑکی سے نکاح کرینگے اس سے بچہ پیدا ہوگا جب وہ بڑا ہو جائیگا تو وہ ہمکو بلانے آئیگا کہ ابا جان اماں جان بلا رہی ہیں چلو ہم اُسکو ڈانٹ دیں گے اور کہیں گے کہ ہشت ہم نہیں جائیں گے ہمیں کام سے مہلت نہیں اس ہشت کہنے پر غفلت میں سر جو ہلا اس پر سے گھڑا گر گیا اور تیل زمین پر بہہ گیا مالک خفا ہوا کہ نالائق یہ کیا حرکت کی میرا اتنا تیل ضائع کیا تو کہتے ہیں کہ میاں چلو بیٹھو تم اپنے ذرا سے تیل کے نقصان کو لئے پھرتے ہو یہاں بنا بنایا گھر ہی برباد ہو گیا میرے نقصان پر نظر نہ کی ساری تجارت ہزاروں روپیہ تمام کنبہ ہی ختم ہو گیا یہ شیخ چلی کا سا خیال قیامت کے دن ظاہر ہوگا کہ نہ تجارت ہے نہ ہاتھی نہ گھوڑے نہ مرغی نہ مرغا نہ انڈے نہ بکریاں نہ گائے نہ بھینس نہ کیک نہ بسکٹ نہ مکھن نہ فوج نہ پلٹن نہ جاہ نہ عزت نہ حشم نہ خدم نہ محل نہ کوٹھی نہ بنگلے نہ بیوی نہ بچے نہ کنبہ نہ روپیہ نہ ملک غرض نہ کوئی ساز نہ سامان کچھ بھی نہیں اسکا مصداق آنکھ کھلنے کے وقت کی حالت ہوگی خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا یہاں پر بڑے بڑے دعوے ہیں کسی کو اپنی شجاعت پر کسی کو حکومت پر کسی کو اپنے حسن و جمال پر کسی کو جاہ اور عزت پر کسی کو اپنے علم پر کسی کو اپنے تقدس پر کسی کو زہد اور تقوے پر ناز ہے وہاں حقیقت معلوم ہوگی کہ کچھ بھی نہیں تھا کیوں ان خیالی منصوبوں میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو گئے اور کیوں آخرت کو بھلا دیا ارے کیا رکھا ہے ان فانی اور جدا ہونے والی چیزوں میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق ۔

یکم ربیع الاوّل سنہ ۱۳۵۱ ہجری

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱۳۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے ایک لڑکا ہے اسکو قوت حافظہ کی کمی کی شکایت ہے فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسکے لئے یہ فرمایا کرتے تھے کہ صبح کے وقت روٹی پر الحمد شریف لکھکر کھلایا جائے حافظہ کیلئے مفید ہے میں نے اسمیں بجائے روٹی کے بسکٹ کی ترمیم کردی ہے کیونکہ بوجہ ملاست کے اسپر لکھنے میں سہولت ہوتی ہے پھر ایک سوال پر فرمایا کہ حضرت کم از کم چالیس روز کھانیکو فرمایا کرتے تھے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ان تعویذ گنڈوں میں عامل کی قوت خیالیہ کو بہت زیادہ اثر ہوتا ہے کلمات کی قید نہیں چنانچہ حضرت سید صاحب بریلوی رح تعویذ میں صرف یہ لکھ دیا کرتے تھے خداوندا اگر منظور داری + حاجتش را برآری - جس کام کیلئے دیتے حق تعالیٰ پورا فرما دیتے - ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت اگر اس عبارت کو یوں کردیا جاوے تو موزوں شعر ہو جاوے ؎

خداوندا اگر منظور داری ۔ بفضلت حاجت او را برآری

حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی تم شاعر ہو تم اسی طرح کر لیا کرو ہم تو بزرگوں کے کلام میں تصرف کرنا خلاف ادب سمجھتے ہیں انکو حضرت نے بے ادب بنایا مگر نہایت لطیف عنوان سے جیسے قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں ومالی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون ان حضرات کی ہر بات میں لطافت ہوتی ہے اگر معمولی سے معمولی بات بھی فرماتے ہیں اسمیں بھی نور ہوتا ہے اثر ہوتا ہے ایسے ہی ایک شخص حضرت مولانا گنگوہی رح کی خدمت میں آیا اس نے ایک ضرورت کیلئے تعویذ مانگا غالباً نکاح کرنا چاہتا تھا آپنے انکار فرمایا اس نے اصرار کیا آپنے یہ لکھکر دیدیا اے اللہ یہ مانتا نہیں اور میں کچھ جانتا نہیں آپ جانیں اور آپکا بندہ بہت جلد وہ شخص اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور جیسے انکی معمولی باتوں میں نور اور اثر ہوتا ہے ایسے ہی معمولی باتوں میں علوم بھی ہوتے ہیں -

(ملفوظ ۱۳۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ وساوس کیطرف التفات اور توجہ کرنا ہی مضر ہے اسکی مثال بجلی کے تار کی سی ہے بجلی کے تار کو ہاتھ نہ لگانا چاہئے خواہ جذباً ہو یا دفعاً ہو

ہر دو صورت میں لپٹے ہی گا ہاں اسکی ایک صورت ہے وہ یہ کہ درمیان میں کوئی ایسی چیز حائل ہوجائے
کہ بجلی کو دور کردے جیسے خشک لکڑی کے حائل ہونے سے اثر نہیں کرتی پایا تو یہ واقع ہے اسیطرح
یہاں بھی ایسی ہی چیز کی ضرورت ہے اسکی صورت یہ ہے کہ وساوس کے دفع کی طرف توجہ نہ ہو
بلکہ یہ کرے کہ مثلاً قرأت کے وقت اسکے الفاظ کی طرف متوجہ رہے اس طرح سے کہ الحمد للہ رب
العلمین کے بعد الرحمن الرحیم ہے اسکے بعد مالک یوم الدین ہے شروع میں تو اس صورت
میں تعب ہوگا مگر پھر سہولت سے عادت ہوجانے پر تعب بھی نہ ہوگا مگر یہ باتیں لینے سے تعلق
رکھتی ہیں محض زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا اور نہ کچھ ہاتھ آتا ہے یہ زبانی جمع خرچ ایسا ہے جیسے
ایک مہاجن مفلس تھا مزاحاً فرمایا کہ میں انکو مہاجن کہا کرتا ہوں بیٹھا ہوا کارخانہ کا حساب کتاب کررہا
تھا ایک مہذب سائل آیا خاموش کھڑا رہا اس خیال سے کہ اسوقت سیٹھ جی حساب میں مشغول ہیں
فارغ ہونے پر سوال کرونگا۔ دیر تک کھڑا رہا۔ حساب کے الفاظ سنتا رہا دو اور دو چار اور چھ دس دس کا
صفر حاصل ہوا ایک۔ دس اور دو بارہ۔ بارہ کے دو ہاتھ لگا ایک غرضکہ کہیں حاصل اور کہیں ہاتھ لگا سائل دو
گھنٹہ گنتا رہا پانچ ہوئے دس ہوئے پچاس ہوئے سو ہوئے اب سائل خوش تھا کہ یہ تو قراری مجرم ہے یعنی
تمول کا اقراری ہے ٹھہر کر سوال کرونگا دینے سے عذر کر ہی نہیں سکتا اب لالہ جی حساب سے فارغ ہوکر
بیٹھے تو سائل نے کہا کہ سیٹھ جی میں بھی حاجتمند ہوں مجھے بھی کچھ دلوایئے۔ لالہ جی بولے میاں یہاں
پاس کیا رکھا ہے اس نے کہا کہ کیوں جھوٹ بولتے ہو خود میرے ہی سامنے تمکو سیکڑوں ہزاروں حاصل
ہوئے اور ہزاروں ہاتھ لگے دو گھنٹہ سے تو میں کھڑا ہوا سن رہا ہوں اور برابر جوڑ رہا ہوں بلکہ لاکھوں
تک نوبت پہونچ چکی ہے اس اقرار کے بعد یہ جھوٹ کہ میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔ لالہ جی نے کہا
میاں مجھکو جو حاصل ہوا اور ہاتھ لگے وہ لفظوں ہی میں حاصل ہوا حقیقت میں نہ کچھ حاصل ہوا اور نہ ہاتھ
لگے تو حضرت نرے زبانی جمع خرچ سے نہ کچھ حاصل ہوگا اور نہ کچھ ہاتھ لگے گا اس سے کام نہیں چلا کرتا
چلتا ہے کام کرنے سے کام کرو سب دشواریاں آسان ہوجائیں گی۔ وساوس کے زیادہ آنے کا سبب
بے فکری ہے کسی کچے یاد والے حافظ سے جو رمضان شریف میں قرآن شریف تراویح میں سناتا ہو
اور بھولنے کے خوف سے سوچ سوچ کر پڑھ رہا ہو دریافت کرو کہ تمکو بھی قرأت کے وقت وسوسہ کوئی
آتا ہے یا نہیں وہ یہی کہیگا کہ تم وساوس کو لئے پھرتے ہو یہاں اپنی بھی خبر نہیں رہتی بجز کلام پاک کے کہ

اسمیں غرق ہو جاتا ہوں کہیں متشابہ نہ لگجاوے، تو زیادہ سبب وساوس کا بے فکری ہے۔

(ملفوظ ۱۳۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تصور شیخ کا مسئلہ نہایت نازک مسئلہ ہے تصور شیخ کو جو بعض حضرات نے منع کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ بعض کی قوت خیالیہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے اس سے کبھی شیخ کی صورت متمثل ہو کر منکشف ہو جاتی ہے اور اسکو حاضر ناظر سمجھنے لگتا ہے اسی لئے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کرتے تھے کہ عامی شخص کو کبھی ایسے اشغال نہ بتلائے جائیں جن سے کشف ہونے لگے صرف اوراد کی تعلیم مناسب ہے۔ اس صورت میں اگر شیخ کی ہیئت منکشف ہوگئی اسی طرح شیخ کی صورت متمثل ہونے پر شاغل اگر عالم آدمی ہے تو حقیقت سمجھیگا چونکہ اس حقیقت کے مبادی اسکے ذہن میں ہیں مگر جاہل نہ سمجھیگا اسکا اعتقاد خراب ہوگا۔

(ملفوظ ۱۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جتنا تعلق حق تعالیٰ سے بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی مخلوق سے طمع اور خوف گھٹتا رہتا ہے اسکی یہ حالت ہو جاتی ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

موحد چہ برپائے ریزی زرش، چہ فولاد ہندی نہی بر سرش،
امید و ہراسش نباشد ز کس ہمیں است بنیاد توحید و بس،

ہاں کبھی طبعی ضعف بسبب ہو جاتا ہے مخلوق سے خوف کا وہ اس سے مستثنیٰ ہے ایک بادشاہ نے ایک بزرگ سے گفتگو کرتے ہوئے حالت غیظ میں کہا کہ کوئی ہے بزرگ نے بھی انتقاماً کہا کہ کوئی ہے اس کہنے کیساتھ ہی ایک کونے میں سے نہایت زبردست شیر ببر نکلا اور بادشاہ پر حملہ کرنے چلا بادشاہ تو شیر کے خوف سے بھاگا ہی تھا مگر یہ بزرگ بھی ڈر کر بھاگے یہ طبعی خوف ہوتا ہے۔ ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام نے جسوقت اپنا عصا زمین پر ڈالا اور اسکا اژدہا بنگیا تو خود ہی خوف کھا کر بھاگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون تو موسیٰ علیہ السلام پر بھی خوف طاری ہوا یہ طبعی خوف ہوتا ہے بعض لوگوں نے زمانہ تحریک خلافت میں میرے متعلق کہا کہ یہ گورنمنٹ سے ڈرتا ہے میں نے کہا کہ موذی سے تو ہر کوئی ڈرتا ہے اور گورنمنٹ تو پھر قوت کی چیز ہے میں تو سانپ سے ڈرتا ہوں بچھو سے ڈرتا ہوں بھڑ سے ڈرتا ہوں تو یہ خوف طبعی ہے یہ مستثنیٰ ہے۔

(ملفوظ ۱۳۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں بیعت ہو کر باطنی اصلاح چاہتا ہوں۔ میں نے لکھا ہے کہ وہ باطنی اصلاح کیا چیز ہے اور کیا وہ بیعت پر موقوف ہے اسپر فرمایا کہ دیکھئے کیا جواب

آتا ہے اس سے اُن کے فہم کا اندازہ بھی ہو جائیگا اور طلب صادق کی حقیقت بھی منکشف ہو جائیگی میں تو پہلے ہی خط سے اصلاح کا کام شروع کر دیتا ہوں اگر فہم ہوگا سمجھ جائیں گے اور بدفہمی کا کوئی علاج نہیں -

(ملفوظ ۱۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جاہلوں نے بزرگان دین کے مزارات پر نہایت ہی خرافات برپا کر رکھی ہیں کھلم کھلا شرک و بدعت کرتے ہیں اور منع کرنیوالوں کو بزرگوں کا مخالف اور نہ ماننیوالا بتاتے ہیں - اجمیر ہی میں دیکھ لیجئے کیسے کیسے بزرگ ہیں حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی جنہوں نے تمام عمر توحید اور اسلام کی خدمت میں اور کفار سے مقابلہ میں گذار دی اب اُن سے عقیدت رکھنے والے اور محبت کا دعویٰ کرنیوالے شرک و بدعت میں مبتلا ہیں یہ متبعین اور معتقدین ہیں مقام عبرت کو تماشا گاہ اور فسق و فجور کا مرکز بنا رکھا ہے خوف خدا تو ان لوگوں کے قلوب میں رہا ہی نہیں حالات سن سنکر نہایت ہی قلب دکھتا ہے یہ بدفہم بزرگوں کو بھی بدنام کرتے ہیں عوام کی تو شکایت ہی کیا جو لکھے پڑھے کہلاتے ہیں اُن کو ان خرافات اور شرکیات و بدعات میں ابتلا ہو رہا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون -

(ملفوظ ۱۳۶) ایک صاحب مجلس میں بہت ہی زیادہ ادب کی صورت بنائے بیٹھے تھے حضرت والا نے دیکھکر فرمایا کہ آپ جس ہیئت سے بیٹھے ہیں اور بھی کوئی اس طرح بیٹھا ہے یا آپ ہی پر سب سے زائد ادب کا غلبہ ہے مجھکو اس ہیئت ادب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مجھکو بناتے ہو آدمی کو کچھ تو عقل سے کام لینا چاہئے مجھے ایسی نشست سے تنگی ہوتی ہے کہ ایک مسلمان بندھا ہوا بیٹھا ہو صحابہ کرام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہایت ہی بے تکلفی کے ساتھ رہتے تھے میں یہ نہیں کہتا کہ بے ادب ہو ادب نہایت ضروری چیز ہے مطلب یہ ہے کہ تکلف نہ ہو ادب اور چیز ہے تکلف اور چیز ہے اور اصل ادب نام ہے راحت رسانی کا ادب کہتے ہیں حفظ حدود کو اور یہ بڑوں ہی کیلئے نہیں بلکہ چھوٹوں کے بھی حدود اور حقوق ہیں بڑوں کے ذمہ اور چھوٹوں کے ذمہ بڑوں کے حقوق ہیں اُن حقوق کی ادا کرنیکا نام ادب ہے خلاصہ یہ کہ بڑوں کے ذمہ چھوٹوں کا ادب ہے اور چھوٹوں کے ذمہ بڑوں کا ادب خاوند کے ذمہ بیوی کا ادب ہے بیوی کے ذمہ خاوند کا ادب استاد کے ذمہ شاگرد کا ادب ہے شاگرد کے ذمہ استاد کا ادب پیر کے ذمہ مرید کا ادب ہے مرید کے ذمہ پیر کا ادب باپ کے ذمہ بیٹے کا ادب ہے بیٹے کے ذمہ باپ کا ادب یہاں پر ادب سے مراد حقوق کا ادا کرنا اور راحت رسانی ہے جیسا کہ

حاصل ہے کہ کسی کو ایذا نہ پہونچا ئیں یہ ہے صحیح تفسیر ادب کی یعنی حفظ حدود جسکا خلاصہ ہے کہ سبکو راحت پہونچائیں اب ادب تو رہا نہیں محض تکلف ہی تکلف رہگیا ظاہر اً تعظیم و تکریم کو ادب سمجھتے ہیں یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

ہے شرافت تو کہاں ہیں شرفا آفت ہی فقط ‏ ‏ ‏ ست ریاست ہے گیا حرف ریا باقی ہے

اور کہتے ہیں ؎

میم وواو میم ونون تشریف نیست ‏ ‏ ‏ لفظ مومن جز پئے تعریف نیست

تو اس ظاہری اور بناوٹی ادب سے مجھکو طبعی نفرت ہے اسپر اُن صاحب نے معافی کی درخواست کی فرمایا معاف ہے خدانخواستہ کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا آگاہ بھی نہ کروں میں ایسے موقع پر خاموش رہنے کو خیانت سمجھتا ہوں یہ للہیت اور جگہ ہیں یہاں تو بحمد اللہ صاف معاملہ ہے چاہے کسی کو اچھا معلوم ہو یا برا کوئی معتقد رہے یا غیر معتقد غضب کی بات ہے کہ میں تو اصلاح کروں دین کا نفع پہونچاؤں اور یہ میرے ساتھ یہ برتاؤ کریں کہ مجھکو فرعون بنانیکی کوشش کریں انسان ہے بشریت ہے اس طرز سے کبھی نہ کبھی قلب میں اپنی بڑائی کا خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ لوگ ہماری اتنی تعظیم اور ادب کرتے ہیں تو واقع میں بھی ہم کچھ ہوں گے جبھی تو لوگ ایسا سمجھتے ہیں نفس کا کیا اعتبار ہمیشہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نفس کو کبھی ایسا موقع نہ دے اور ایسے اسباب نہ پیدا ہونے دے کہ جس سے اسکو شرارت کا موقع ملے یہ نہایت ہی کام کی بات ہے جسکو میں اسوقت بیان کر رہا ہوں یہ نفس ہی وہ بلا ہے کہ جس نے بڑوں بڑوں کے زہد اور تقوے اور تقدس کو ذرا سی دیر میں خاک میں ملا دیا اسکو کبھی مردہ مت سمجھو بعض اوقات یہ اسباب نہ ہونیکی وجہ سے دبا ہوا رہتا ہے مگر موقع اور اسباب کا منتظر رہتا ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفس اژدرہاست او کے مردہ است ‏ ‏ ‏ از غم بے آلتی افسردہ است

اور فرماتے ہیں ؎

نفس ازیں مدحہا فرعون شد ‏ ‏ ‏ کن ذلیل النفس ہونا لا تسد

اسکی چالاکیاں اور مکاریاں کسی شیخ کامل ہی کی صحبت سے محسوس ہو سکتی ہیں اور انکا علاج ہو سکتا ہے صحبت کامل ہی اس زہر کا تریاق ہے ویسے یہ کہاں قبضہ میں آتا ہے شیطان کو اسی نے مردود بنوایا

انکی تمام عبادت کو ایک لمحہ کے اندر خراب اور برباد کرا دیا یہ ایسا دشمن جان بلکہ دشمن ایمان ہے۔

(ملفوظ ۱۳۷) ایک دیہاتی شخص نے حضرت والا سے دعا کیلئے عرض کیا حضرت والا نے ان لفظوں میں دعا فرمائی کہ اللہ بھلا کرے اسپر اس شخص نے نہایت ہی افسردہ لہجے میں عرض کیا کہ جی بس یہ بھی کافی ہے فرمایا کہ ایسے بولتے ہو کہ جیسے مجبوری میں کہا جاتا ہے کہ خیر جو کچھ ہوگیا یہ ہی سہی بھائی تمنے ہی میرے سامنے کونسی تفصیل بیان کی تھی وہی رسوم کی خرابی دل میں تو ہے مفصل اور زبان پر ہے مجمل اور دعا چاہتے ہیں مفصل کی جو دلمیں ہے زبان سے کہتے نہیں بندہ خدا اگر زبان سے اور کچھ کہتا اور زیادہ دعا کر دیتا اور یہ بھی کیا تھوڑی دعا ہے کہ اللہ بھلا کرے یہ تو سبکو شامل ہے۔

(ملفوظ ۱۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اسکی بڑی ضرورت ہے کہ جس سے دین کا تعلق پیدا کیا جائے اور اپنے کو اسکے سپرد کیا جائے اسکے اعمال ظاہرہ پر بھی نظر کر لی جائے اس زمانہ میں عجیب حالت ہے لوگوں کی کہ ہر شخص کے معتقد ہو جاتے ہیں بہت سے سیلح پھرتے ہیں اور لوگوں کو دہوکہ دیتے اور بہکاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اہل باطن ہونیکی ضرورت ہے نماز روزہ سے کیا غرض صرف خدا کی یاد کا قلب میں ہونا کافی ہے یہ بالکل گمراہی ہے اس دہوکہ میں نہ آنا اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

گر انارے میخری خنداں بخر، تا دہد خندہ اش ز دانۂ او خبر،

دیکھئے کیسا عجیب طریقہ تعلیم فرمایا اور کیوں نہ فرماتے بڑے عارف ہیں محقق ہیں فرماتے ہیں کہ انار خریدو تو ہنستا خریدو کھلا ہوا خریدو یعنی نری صلاح باطنی کو کافی نہ سمجھو صلاح ظاہری بھی دیکھو ؎

نامبارک خندۂ آں لالہ بود، کہ ز خندہ او سوادِ دل نمود

ہر شخص اللہ والا نہیں ہے اس روپ میں ہزاروں راہ زن اور ڈاکو پھرتے ہیں جنکا پیشہ ہی یہ ہے بالخصوص اس زمانہ میں تو ایسے راہ زنوں کی کوئی کمی ہی نہیں اپنے دین کی حفاظت ضروری ہے۔

۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ ہجری،

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

(ملفوظ ۱۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس عالم کو دوسرے عالم پر قیاس کرنا ہی سخت غلطی ہے یہاں پر ہی دیکھ لیجئے کہ ایک اقلیم کو دوسری اقلیم سے زیادہ تفاوت نہیں ہوتا مگر دونوں کے خواص میں بڑا فرق ہوتا ہے اور وہ تو عالم

ہی دوسرا ہے وہاں کی زندگی اور ہے وہاں کی نعمتیں اور ہیں وہاں کی چیزوں کو یہاں کی چیزوں سے کیا نسبت۔
(**ملفوظ**[۱۴۰]) ایک صاحب نے ایک درویش کی مدح بیان کرتے ہوئے ذکر کیا کہ وہ تارک الدنیا ہیں آبادی میں رہنا پسند نہیں کرتے جنگل میں رہتے ہیں فرمایا کہ تارک الدنیا ہونے کیساتھ جنگل میں رہنا تو لازم نہیں پھر جب دل دنیا سے بیزار ہے تو اسکو پہاڑ اور جنگل ہی کی کیوں سوجھتی ہے یہ بھی تو دنیا ہی میں ہے ارے بندہ خدا شہر میں رہو کوئی پھاڑ تا ہے کاٹتا ہے اور اکثر احوال میں اصل سبب اسکا ایک اور چیز ہے وہ نفس کا کید ہے جسکو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا یہ نفس بڑا چالاک اور مکار ہے یہ سوجھاتا ہے ایسی باتیں کہ ایسا کرنے سے شہرت ہوگی نام ہوگا لوگ تارک الدنیا سمجھیں گے تو اس نے دنیا ہی کے واسطے دنیا کو ترک کیا پھر دنیا کہاں ترک ہوئی۔
(**ملفوظ**[۱۴۱]) فرمایا کہ آج ایک منی آرڈر آیا تھا جو تمام انگریزی میں تھا یعنی پتہ کے ساتھ کوپن بھی انگریزی ہی میں لکھا ہوا تھا میں نے اس وجہ سے واپس کر دیا کہ میں کس سے پڑھوا تا پھروں یہاں ایک معمول یہ ہے کہ مد ختم کی جو رقم آتی ہے اسکا پورا پتہ لکھا جاتا ہے اس خیال سے کہ اگر اس درمیان میں وہ شخص مرگیا تو وہ رقم ورثار کا ترکہ ہوگی اسکو اس پتہ پر واپس کر سکیں اسلئے کوپن پر پورے پتہ کی ضرورت ہے اسیطرح ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں تھانہ بھون فلاں تاریخ تک حاضر ہونا چاہتا ہوں اجازت فرمائی جاوے اصل عبارت تو اردو میں تھی مگر آمد کی تاریخ کے ہندسے انگریزی میں لکھے تھے میں نے لکھدیا کہ میں انگریزی پڑھ نہیں سکا اسلئے آنے کے متعلق کوئی جواب نہیں دیا گیا پھر دوبارہ خط آیا معافی چاہی اور سب اردو میں لکھا جب وہ ہمکو اس وقت سے بچا سکتے ہیں تو کیوں نہیں بچاتے۔ایک شخص کا خط آیا انگریزی میں میں نے عربی میں جواب لکھا اور عربی بھی مغلق عربی لکھی اس خیال سے کہ شاید وہاں پر کوئی طالب علم عربی کے ہوں اُن سے پڑھوا لیں سیدھے ہوگئے پھر اردو میں خط آیا میں نے اردو میں جواب دیا یہ ہو سکتا تھا کہ آئندہ بھی اگر انگریزی میں آتا تو کسی سے پڑھوا لیا جاتا مگر انکا دماغ کسطرح درست ہوتا۔
(**ملفوظ**[۱۴۲]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون صحبت کامل اور مجاہدہ کے کام نہیں بن سکتا اس حکم کے عموم پر ایک شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ مشاہدہ ہے کہ علماء کو مجاہدہ بہت کم کرنا پڑتا ہے اور وہ مقصود میں جلد کامیاب ہو جاتے ہیں اسکے متعلق میں نے ایک بزرگ سے پوچھا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ علماء کو سلوک میں بہت کم مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اُن بزرگ نے نہایت ہی اچھا جواب دیا کہ یہ سب سے زیادہ مجاہدہ کرتے

ہیں یہ طالب علمی مجاہدہ ہی تو ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جس دیا سلائی کو برسوں دھوپ دیچکے ہیں وہ ذرا گرمی پاتے ہی روشن ہو جائیگی اور جس نے ہمیشہ نمی ہی دیکھی ہو اور دھوپ سے واسطہ ہی نہ پڑا ہو وہ بڑی ہی دقت سے جلیگی حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہٗ کے پاس ایک شخص آیا آپ نے مختصر سا کام لیا اور خلافت دیکر رخصت کر دیا اسپر اہل خانقاہ کو بڑا رشک ہوا کہ ہم تو برسوں سے پڑے ہیں ابتک کچھ بھی نہ ہو اور یہ شخص ابھی آیا اور سب کچھ ہو کر چلدیا اسپر سلطان جی مطلع ہوئے یہ حضرات بڑے ظرف والے ہوتے ہیں وقت کو ٹالکر ایک روز فرمایا کہ بھائی جنگل سے کچھ سوکھی لکڑیاں لاؤ اور کچھ گیلی خدام لے آئے فرمایا کہ دونوں میں آگ لگا دو جو لکڑیاں سوکھی تھیں فوراً ہی جلنے لگیں اور جو گیلی تھیں وہ باوجود کوشش کے نہ جلیں شیخ کو اطلاع کی گئی کہ گیلی لکڑیاں نہیں جلتیں فرمایا کہ تو پھر میرا کیا قصور ہے کہ میں تمکو نہ روشن کر سکا اور ایکدن کے آئے ہوئے شخص کو روشن کر دیا بات یہ ہے کہ وہ سوکھا سکھایا آیا تھا محض دیا سلائی کھینچکر لگا دینے کی ضرورت تھی اور تم گیلے ہو پھر کیسے آگ پکڑ سکتے ہو واقعی بہت ہی کام کی بات ہے غرضکہ جو کام کر رہے ہو اسکو بیکار نہ سمجھو اسی کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ ایک روز مراد تک پہونچ جاؤ گے

(ملفوظ[۱۴۳]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ دو چیزیں لعنت کی ہیں ایک پالیسی فارسی کی یعنی خوشامد اور ایک پالیسی انگریزی کی یعنی مکاری اور چالاکی میں تو ہمیشہ ان سے نفرت رکھتا ہوں

(ملفوظ[۱۴۴]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں ایسے ہی اکثر غیر مقلد ہیں حدیث کا تو نام ہی نام ہے محض قیاسات ہی قیاسات ہیں اپنے ہی مقلد ہیں حدیث کی تو ہوا بھی نہیں لگی اور ایک چیز کا تو ان میں نام و نشان نہیں وہ ادب ہے نہایت ہی گستاخ اور بے ادب ہوتے ہیں جو جسکو چاہتے ہیں کہہ ڈالتے ہیں بڑے جری ہیں اس باب میں اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنے والا بڑے ہی خطرہ میں ہوتا ہے اندیشہ ہوتا ہے سوء خاتمہ کا حق تعالیٰ رحم فرمائیں اور فہم سلیم عطا فرمائیں۔

۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ ہجری

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ[۱۴۵]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نری عقل سے کیا کام بن سکتا ہے جب تک کہ تائید غیبی نہ ہو بڑے بڑے فلاسفہ یونان منزل مقصود پر نہ پہونچ سکے ویسے ہی ٹکریں مار کر اور ٹھوکریں کھا کر مر گئے اور بہت سے

بھولے بھالے لوگ منزل پر پہونچ گئے تو جو عقل محبوب تک رسائی کا سبب ہو وہ مبارک ہے اس لئے کہ وہ موصل الی اللہ بنگئی اور وہ عقل نامبارک ہے جو محبوب کے راستہ سے دور لیجائے اور محبوب سے مفارقت پیدا کرادے ایسی ہی عقل کو فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را

یعنی جب عقل سے کام نہ چلا تو اپنے کو دیوانہ بنا دیا یہ مطلب نہیں کہ عقل سے کام نہیں لیا یہ آ اعلیٰ درجہ کی عقل ہے کہ اپنے مقصود کو ہاتھ سے نہ چھوڑا بلکہ مقصود یہ ہے کہ عقل کے اتباع میں غلو کو پسند نہیں کیا ہر چیز کو اسکی حد پر رکھا جہانتک عقل کا کام ہے وہانتک اس سے کام لیتے ہیں اور جہاں اسکا کام نہیں وہاں اس سے کام لینے کی نسبت کہا جاتا ہے ؎

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست کفر است دریں مذہب خود بینی و خودرائی

تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

(ملفوظ ۱۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سوء ظن کیلئے تو دلیل کی ضرورت ہے حسن ظن کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں الحمد للہ سوء ظن تو میرے اندر قریب قریب ناپید کے ہے اور حسن ظن بڑے درجہ تک بڑھا ہوا ہے اسی کے تحت میں میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ میں کسی کی روایت پر عمل نہیں کرتا جب تلک کہ صاحب واقعہ سے تحقیق نہ کرلوں اس باب میں آجکل لوگ بہت کم احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۴۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں جو کتاب دیکھتا ہوں تو بوجہ غیر محقق ہونے کے اصل نظر اپنے بزرگوں کے طریق پر رہتی ہے اور فن کو اس کے تابع کرتا ہوں اور وہ حضرات بوجہ محقق ہونے کے کتابوں کو اصل سمجھتے تھے اور اسپر بزرگوں کے طریق کو منطبق کرتے تھے۔

(ملفوظ ۱۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں آنے والوں اور رہنے والوں اور جو مجھسے تعلق رکھنے والے ہیں ان سب سے یہ چاہتا ہوں کہ میری آزادی میں خلل نہ ڈالیں اور حدود شریعت سے تجاوز نہ کریں عمل کا التزام رکھیں ہدیہ کی پابندی نہ کریں اس سے مجھپر گرانی ہوتی ہے پھر خدا کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ محرومی نہ ہوگی۔

(ملفوظ ۱۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تحقیقات اور فلسفیات کو مقصود بنا رکھا ہے اور اصل مقصود کی طرف سے بے توجہی ہے سو ان فلسفیات میں کیا رکھا ہے۔ ایک نحوی کشتی میں سوار ہوئے

ودانی کا جوش اٹھا ملاح سے دریافت کیا کہ میاں تمنے نحو بھی پڑھی اُس نے کہا نہیں آپ بولے نہ
فسوس تمنے اپنی آدھی عمر یوں ہی برباد کی جب کشتی چلی تو بیچ دریا میں پہونچکر اتفاق سے گرداب میں آ گئی
اُس ملاح نے دریافت کیا کہ میاں تیرنا بھی سیکھا ہے کہا کہ نہیں اُس نے کہا کہ تمنے اپنی ساری عمر یوں ہی کھوئی
کشتی گرداب میں ہے اسکے ساتھ تم بھی ڈوبوگے اور میں تیرنا جانتا ہوں تیر کر نکل جاؤنگا تو صاحب یہاں تیر
نے سے کام نہ چلیگا محو کی ضرورت ہے جیسے اگر کوئی محاسب اعلیٰ درجہ کا ہو تو دریا میں محاسبی کیا کام دیسکتی ہے
یہاں تو غواصی کی ضرورت ہے اور محو سے مراد یہ ہے کہ اپنے کو اہل اللہ کے سپرد کر دو اپنی رائے اور تحقیقات
کو اٹھا کر طاق میں رکھو اس راہ میں اس سے کامیابی مشکل ہے یہ فن ہی دوسرا ہے اسمیں تو دوسرے ہی کے
اتباع کی ضرورت ہے اُسکی تقلید کرنا پڑیگی یعنی شیخ کامل کی اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو

واقعی یہ طریق بڑا ہی نازک ہے اسمیں قدم بدون راہبر کے رکھنا خطرہ سے خالی نہیں۔

(ملفوظ[۱۵۰]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی
نرالی شان تھی چہرہ سے انوار برستے تھے ایکمرتبہ میری نسبت فرمایا تھا ایک مولوی صاحب نے مجھسے یہ روایت
بیان کی تھی کہ مجھکو اشرف علی سے اُسوقت سے محبت ہے کہ وہ مجھے جانتا بھی نہ تھا میں نے سنکر کہا
کہ اور میرے پاس ہے ہی کیا چیز سوائے اہل اللہ کی محبت کے یہی ایک چیز میرے پاس ہے۔

(ملفوظ[۱۵۱]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حضرات کیسے مخلص تھے اُنکی ہر بات میں خلوص اور نور معلوم
ہوتا ہے حضرت سید صاحب رح کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے تصور شیخ کا حکم دیا عرض کیا کہ
حضرت اس سے تو معاف فرمادیں کیونکہ اسمیں شرک کا شائبہ ہے حضرت شاہ صاحب رح نے یہ شعر پڑھا۔

؎ بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

سید صاحب نے عرض کیا کہ اگر اس شعر میں تاویل نہ کیجائے تو اسمیں معصیت کا ذکر ہے سو کسی معصیت کا
حکم فرما دیجئے میں کرنیکو تیار ہوں مگر شرک سے معاف فرمائیے حضرت شاہ صاحب نے اُٹھکر سینے سے لگا لیا
اور فرمایا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے میں یہ چاہتا تھا کہ راہ ولایت سے سلوک طے کراؤں مگر اب راہ نبوت
سے طے کراؤنگا تمہارا مزاج اسی قسم کا ہے غرضکہ تیرہ دن میں سلوک طے کرا دیا اور یہ تو الوان کا اختلاف
ہے باقی اصل چیز عشق و محبت ہے خواہ محبت عقلی ہو یا محبت طبعی مگر آگے ایک گفتگو ہے کہ ان میں

افضل کون ہے مگر واقعی یہ ہے کہ جسکو جو عطا ہو جائے اُسکے لئے وہی افضل ہے۔ یہ محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ سوائے محبوب کے سبکو فنا کر دیتی ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

گلزار ابراہیم میں اسی کا ترجمہ ہے ؎

عشق کی آتش ہے ایسی بد بلا دے سوا معشوق کے سبکو جلا ۱۲ جامع)

دیکھئے جب ایک ناچیز مخلوق لیلیٰ کے عشق میں مجنون کی یہ حالت ہوئی جو مشہور ہے تو کیا مولیٰ کا عشق اس سے بھی کم ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

(ملفوظ ۱۵۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں جسوقت تھانہ بھون آنے کے ارادہ سے چلا تو ایک جج صاحب جو ذاکر شاغل ہیں مجھسے کہنے لگے کہ آپ وہاں جا رہے ہیں واپسی میں ایک تعویذ حضرت سے لیتے آئیگا جس سے اللہ کی محبت پیدا ہو اور سلوک طے ہو جائے فرمایا کہ ناواقفیت کی بات ہے اتنا تو معلوم ہوا کہ طلب ہے مگر ناواقف ہیں اگر تعویذ سے سلوک طے ہوا کرتا تو ان مجاہدات اور ریاضات کی کیا ضرورت تھی اور اس ناواقفی میں ان عوام بیچاروں کا کوئی قصور نہیں اس راہ میں راہزن اسقدر پیدا ہو گئے کہ حقائق پر پردہ پڑ گیا ان دکانداروں کی بدولت حقیقت طریق گم ہو گئی مگر بحمد اللہ اب مدتوں کے بعد پھر وضوح طریق کا ہوا اور حقیقت کا انکشاف ہوا۔

(ملفوظ ۱۵۳) ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت تعویذ میں الفاظ کا اثر ہوتا ہے یا عامل کے خیال کا فرمایا کہ دونوں کا تھوڑا تھوڑا اثر ہو سکتا ہے اصل قاعدہ کی رو سے دونوں ہی چیزیں موثر ہیں مولوی غوث علی صاحب پانی پتی ایک بار سماع میں موجود تھے حالت وجد میں تھے یہ پڑھا جا رہا تھا کہ ایسا ٹونا کر دے ایسا ٹونا کر دے اسی حالت وجد میں ایک عورت نے آکر خاوند کی شکایت کی اپنے خادم سے فرمایا کہ تعویذ میں یہی لکھدو کہ ایسا ٹونا کر دے ایسا ٹونا کر دے لکھدیا گیا کام ہو گیا حضرت سید احمد صاحب تعویذ میں صرف یہ لکھ دیتے تھے۔ خداوندا اگر منظور داری۔ حاجتش را برآری۔ جسکام کو دیتے پورا ہو جاتا۔

(ملفوظ ۱۵۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ بعض عامل قوت خیالیہ سے مرض کو سلب کر لیتے ہیں فرمایا کہ یہ ایک مستقل فن ہے مگر اسمیں خرابی یہ ہے کہ لوگ ایسے شخص کو بزرگ سمجھنے لگتے ہیں اور اگر یہ عامل

عامی شخص ہے اور غیر محقق ہے تو یہ بھی اپنے کو بزرگ سمجھ بیٹھتا ہے اسمیں دین کیلئے بڑا فتنہ ہے اور آجکل اسی وجوہ سے گمراہی کا دروازہ کھلا ہے اس اطراف میں تو بحمد اللہ بہت ہی امن ہے ادہر اُدہر جا کر دیکھئے بڑے بڑے راہ زن جاہل بددین مخلوق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں یہاں پر تو پھر اپنے بزرگوں کا اثر ہے گو ہمارے قصبات میں عملی آوارگی ہے مگر بددینی نہیں عقائد صحیح ہیں اسمیں اپنے بزرگوں کے متبع ہیں۔

۳ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(**ملفوظ**[۱۵۵]) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی انگریزی مدارس کھل گئے فرمایا کہ جہاں برہمن وہیں قصائی سنا کرتے تھے کہ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ وہی ہو گیا۔

(**ملفوظ**[۱۵۶]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نجدی عقائد کے معاملہ میں تو اچھے ہیں مگر عمل میں کچھ بودے معلوم ہوتے ہیں نرے نجدی ہیں اگر تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تو اچھا ہوتا۔ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ ابن سعود کی یہاں دعوت تھی دعوت میں کھانے پر تصویریں تھیں ان مولوی صاحب نے اپنے ایک شریک دعوت عالم سے پوچھا کہ یہ کیوں رکھی گئیں تو ایک مہمل جواب دیا کہ ھٰذا للکسر انھوں نے کہا کہ کھانے سے پہلے کیوں نہیں توڑ دیا گیا یا جب لائے تھے تو دوکان ہی پر کیوں نہیں توڑ دیا گیا کیا اس سے پہلے توڑنا جائز نہ تھا بعض بات ایسی ہوتی ہے کہ آدمی کو اپنی حماقت پر شرمندہ ہونا پڑتا ہے چنانچہ یہاں کے ایک قریب کے قصبہ کا ذکر ہے ایک شیعی رئیس اور ایک سنّی میں گفتگو ہوئی جبّہ والے جو یہاں پر آتے ہیں ان کے پاس ایک قرآن شریف ہے اس قرآن پاک کو ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر رکھا ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ وہ شیعی صاحب اس قرآن پاک کو بار بار چومتے چاٹتے تھے اور جبّہ کی طرف التفات زیادہ نہ کرتے تھے ان سنّی صاحب نے ان شیعی صاحب سے دریافت کیا کہ آپنے قرآن شریف کی طرف بہت کچھ توجہ کی کہنے لگے کہ یہ قرآن پاک حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے ان سنی صاحب نے کہا کہ آپکو یقین ہے کہ یہ حضرت امیر کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے کہنے لگے اسمیں شک کیا ہے

اُسوقت کثیر مجمع تھا جب شیعی صاحب کئی مرتبہ اقرار کر چکے تو اُن سنی نے کہا کہ آج شیعیت اور سنیت کا فیصلہ ہے جب یہ قرآن پاک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے تو یہ دیکھ لو کہ یہ قرآن سنیوں کے قرآن جیسا ہے یا شیعوں کے قرآن جیسا کیونکہ تم کہتے ہو کہ اسکو گھٹا بڑھا دیا گیا یہ سنکر شیعی صاحب کا منہ ذرا سا نکل آیا اور کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

(ملفوظ[۱۵۷]) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے تین تعویذوں کو لکھا ہے نہ معلوم بیگاری ٹٹو سمجھتے ہیں میں نے لکھدیا کہ ایک لفافہ میں ایک تعویذ منگاؤ اسی طرح ایک منصف صاحب کا خط آیا تھا بات لکھی تھی غیر منصفی کی طاعون کا زمانہ تھا ایکدم چھ تعویذ منگائے تھے میں نے ایک تعویذ لکھکر بھیجدیا کہ آپ اسکی کسی سے نقل کرالیں۔

(ملفوظ[۱۵۸]) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں آنکھوں کا مریض ہوں مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے مرید نے کہا ہے کہ مولانا کے قبر کی مٹی بجائے سرمہ کے آنکھوں میں ڈالو میں نے لکھدیا تاکہ کہیں رہی سہی بینائی بھی نہ جاتی رہے اسپر فرمایا کہ لوگوں میں کسقدر غلو ہے۔

(ملفوظ[۱۵۹]) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے دعا کیلئے لکھا ہے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے محکمہ کا چیرمین کلکٹر ہو جائے جیسے پہلے تھا اور اسکی وجہ لکھی ہے کہ کوئی انتظام نہیں سخت پریشانی ہے تنخواہ وقت پر تو کیا کبھی کبھی ماہ تک نہیں ملتی اسپر فرمایا کہ یہ لوگ حکومت کے اہل ہی نہیں سوراج سوراج گاتے پھرتے ہیں اور اس سے بھی اکثر کا مقصود حکومت نہیں بلکہ روپیہ گھسیٹنا مقصود ہے چنانچہ کتنی ہی بڑی معقول تنخواہ کی جگہ ہو اور رشوت نہ ہو اسکو قبول نہیں کرتے ہاں تنخواہ چاہے کم ہو مگر رشوت ملتی ہو اسکو قبول کرلیں گے جیر تھاول ایک قصبہ ہے وہاں ایک تقریب میں عورتوں کا مجمع تھا ایک نے دوسری سے پوچھا کہ تمہارے میاں کی کیا تنخواہ ہے تنخواہ تھی کم بتلاتے ہوئے شرم معلوم ہوئی جواب میں کہتی ہے کہ تنخواہ تو تھوڑی ہے مگر ماشاء اللہ بالائی آمدنی بہت ہے حرام کمائی پر ماشاء اللہ یہ حالت ہو رہی ہے جاہ طلبی اور مال طلبی کا مرض عام ہو رہا ہے حرام کھانے پر کمر باندھ رکھی ہے یہ کیا حکومت کر سکتے ہیں اور کیا ایسوں کو حکومت مل سکتی ہے جن سے گھروں کا انتظام نہیں ہو سکتا ملک کا کیا خاک انتظام کریں گے ایسے ہی خود غرض جمع ہو رہے ہیں اور ملک کو تباہ اور برباد کرنے پر کمربستہ ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند — ایں چنیں ارکانِ دولت ملک را ویراں کنند

ان میں بعض مخلصین بھی ہیں مگر بہت کم۔

(ملفوظ ۱۶۰) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں مرض دق میں مبتلا ہوں طب یونانی کا علاج تو کرالیا کچھ فائدہ نہ ہوا اب طب ایمانی کی طرف رجوع کرتا ہوں فرمایا کہ یہ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے بڑی ذہانت کا کام کیا مگر طب ایمانی اور بخار کا کیا جوڑ میں نے لکھا ہے کہ یہ بھی خبر ہے کہ طب ایمانی میں کس کس چیز کا علاج لکھا ہے اس پر فرمایا کہ ذہانت سے کام نہیں چلتا پھر ذہانت بھی ٹیڑھی جس چیز سے کام چلتا ہے وہ اور ہی چیز ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ — جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

سلیقہ اور تمیز بھی تو کوئی چیز ہے بدتمیزی سے بہت تکلیف ہوتی ہے اور یہ بھی بدتمیزی ہی ہے کہ دین کو ذریعہ بنایا جائے دنیا کا اللہ بچائے بدفہمی اور بدسلیقگی سے۔

(ملفوظ ۱۶۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگ بکتے ہیں کہ پرانی باتوں کو چھوڑ دینا چاہئے اب زمانہ ترقی کر رہا ہے نئی باتیں اختیار کرنا چاہئے صاحب پرانی ہی باتوں میں نور ہے برکت ہے اور پرانی تو زمین بھی ہے آسمان بھی ہے انکو بھی چھوڑ دو اور خود اپنا وجود بھی تو پرانا ہو گیا اسکو بھی چھوڑ دو کیا لغو باتیں ہیں کام کی چیز تو پرانی ہو کر ایسی ہو جاتی ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

خود قوی تر می شود خمر کہن — خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

(ملفوظ ۱۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کہاں تک سبکو خوش رکھا جا سکتا ہے تحریک خلافت کے زمانہ میں لوگ چاہتے تھے کہ جسطرح ہم بے قاعدہ اور بے اصول چل رہے ہیں نہ شریعت کے حدود کا تحفظ نہ احکام کی پروا اسی طرح یہ بھی شرکت کر لے میں نے کہا کہ اگر تمہاری موافقت کیجائے تو ایمان جائے اسلئے کہ تمہیں شریعت کے حدود کا تحفظ نہیں اور اگر مخالفت کیجائے تو جان جائے اسلئے کہ مقاومت کی قوت نہیں اور ایمان اور جان دونوں چیزیں ایسی سستی نہیں ہیں کہ ان دونوں کو خطرہ میں ڈالوں بے موقع اور بے محل جان کا صرف کرنا بھی جائز نہیں حرام ہے جان خدا کی راہ میں دینے سے انکار نہیں مگر اصول اور قاعدہ کیساتھ تو ہو اگر اصول اور قاعدہ کے موافق حکم ہو تو ایسی ایسی ایک جان کیا کروڑوں جانیں قربان ہیں اور بے ڈھنگے پن سے تو اسکا خیال کرنا بھی میں جرم خیال کرتا ہوں اسلئے کہ خیال بھی تو ان ہی

کی دولت اور نعمت ہے اسکو بھی فضول اور عبث میں صرف کرنا باعث مواخذہ ہے۔

(ملفوظ ۱۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو کبھی ناز نہیں کرنا چاہیئے ہمیشہ نیاز پیدا کر کے نیکی سعی میں لگا رہنا چاہیئے اسی میں خیر ہے جہاں آگے بڑھا فوراً ہی ایک دبا جاتا ہے اسی ناز کی بدولت ہزاروں لاکھوں کے زہد اور تقوے برباد کر دئے گئے۔ پیر صاحب کو اس پر ناز نہیں ہونا چاہیئے کہ بس ہی مرید کو نجات کا ذریعہ نجات ہوں بلکہ کبھی مرید پیر کیلئے ذریعہ نجات ہو جاتے ہیں جیسے باپ کبھی محتاج ہوتا ہے بیٹے کا کہ بھائی لاٹھی پکڑ لو اور کبھی بیٹے کو باپ کی حاجت ہوتی ہے اسی طرح اگر مرید پر رحمت ہو گی پیر کو ہمراہ لے لیگا اور اگر پیر پر رحمت ہو گی مرید کو ہمراہ لے لیگا اسی بنا پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو اس نیت سے مرید کر لیتے ہیں کہ اگر اپنے تعلق والے پر رحمت ہو گئی تو ہم بھی اسکے ساتھ ہو جائینگے واقعی یہ حضرات اپنے کو مٹائے ہوتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر خلوص اور نیت اچھی ہو تو دوستوں سے ملنا ان سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذاق تھا فرمایا کرتے تھے کہ دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے مگر شرط یہی ہے کہ خلوص ہو اور نیت اچھی ہو اس خلوص اور نیت اچھی ہونے پر ایک حکایت یاد آئی دو بزرگ تھے درمیان میں دونوں کے دریا حائل تھا ایک بزرگ کے پاس کھانا نہ تھا دوسرے بزرگ کو منکشف ہوا اپنی بیوی سے کہا کہ اُن بزرگ کو کھانا پہونچا دو بیوی نے کہا کہ درمیان میں دریا حائل ہے کیسے جاؤں فرمایا کہ یہ کہنا کہ بہ برکت فلاں شخص کی (یہ اپنی طرف اشارہ تھا) جس نے چالیس سال سے اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کی راستہ ملجائے بیوی کو بڑا تعجب ہوا کہ جھوٹ کی بھی کوئی حد ہے ہر وقت تو سینے پر سوار رہتا ہے مگر ان کے کہنے سے یہی کہدیا اور دریا پایاب ہو گیا کھانا پہونچا دیا اُن بزرگ نے اسکے سامنے ہی کھا لیا واپسی کے وقت اسی دریا کے حائل ہونے کا اشکال کیا انھوں نے یہ دعا سکھلائی کہ بہ برکت اُس شخص کے (یہ اشارہ تھا اپنی طرف) جس نے چالیس سال سے کھانا نہیں کھایا راستہ ملجائے اسپر مکرر تعجب ہوا کہ میرے سامنے تو کھانا کھایا اتنا جھوٹ مگر اس کہنے سے پھر راستہ ملگیا اپنے شوہر سے یہ اشکال پیش کیا انھوں نے فرمایا کہ مطلب اسکا یہ تھا کہ ہمبستری اور تناول طعام امر کے ماتحت تھا حظ نفس کیلئے نہ تھا۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

کار پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اس خلوص پر ایک مناظرہ یاد آیا ایکمرتبہ مولوی تراب صاحب لکھنوی اور مفتی سعداللہ صاحب رامپوری میں گفتگو ہوئی مولوی تراب صاحب مولود متعارف کے حامی تھے اور مفتی صاحب مانع تراب صاحب نے مفتی صاحب سے کہا کہ کیوں صاحب ابھی تک آپکا انکار چلا ہی جاتا ہے مولوی مفتی صاحب نے کہا کہ ابھی تک آپکا اصرار چلا ہی جاتا ہے مولوی تراب صاحب نے کہا واللہ ہمارے اس فعل کا منشا بجز محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کچھ نہیں مفتی سعد اللہ صاحب نے کہا واللہ ہمارے منع کا منشا بجز متابعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کچھ نہیں مولوی تراب صاحب نے کہا الحمد للہ ہم تم دونوں ناجی ہیں یہ رنگ تھا اہل اخلاص کے مناظرہ کا۔

(ملفوظ ۱۶۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایسی خشکی بھی نہیں چاہئے کہ جس سے سوء ادب لازم آئے جیسا کہ ایک نجدی کا واقعہ ہے کسی مجوز توسل سے کہا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتے ہو اسکا کوئی بھی اثر نہیں اور اسکے بعد یہ کیا کہ ایک اونٹ بیٹھا تھا اس سے خطاب کیا کہ میں تجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں تو کھڑا ہو جا وہ نہیں کھڑا ہوا پھر ایک ڈنڈا مارا تو کھڑا ہو گیا کہنے لگا کہ یہ ڈنڈا زیادہ موثر ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دیکھئے یہ کیسا برا عنوان ہے اس مجوز نے جواب میں یہ کہا کہ ایک بیٹھے ہوئے اونٹ سے کہا کہ میں تجکو خدا تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کھڑا ہو جا وہ نہیں کھڑا ہوا پھر ایک ڈنڈا مارا تو کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا ڈنڈا اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے بھی زیادہ موثر ہے۔ افراط و تفریط دونوں ممنوع ہیں یہ باتیں جہل کی بدولت ہوتی ہیں جہل بہت ہی بری چیز ہے یہ کہیں سے کہیں پہونچا دیتا ہے کانپور کا واقعہ ہے کہ میرے پاس دو شخص آئے ایک مولوی صاحب اور ایک عامی باہمی جھگڑا یہ تھا کہ مولوی صاحب تو یہ کہتے تھے کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالقادر جیلانی کو قطعی جنتی نہیں سمجھنا چاہئے اور وہ جاہل یہ کہتا تھا کہ جب وہ جنتی نہیں تو اور کون جنتی ہوگا میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ عام لوگوں سے ایسے واقعات میں گفتگو کرنا ہی مناسب نہیں یہ لوگ خالی الذہن ہوتے ہیں انکا سمجھانا مشکل ہے بخلاف اہل علم کے کہ ان کے ذہن میں مبادی ہوتے ہیں انکا سمجھا دینا آسان ہے اور میں نے اس شخص سے کہا کہ میاں واقعی اگر وہ جنتی نہ ہونگے تو اور کون ہوگا اس میرے کہنے پر مولوی صاحب کو پریشانی پیدا ہوئی اور سوچنے لگے کہ کیا دلیل بیان ہوگی جنتی ہونے کی پھر میں نے

اس شخص سے دریافت کیا کہ پہلے یہ بتلاؤ کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی جنتی ہیں یا نہیں اس نے کہا کہ یقیناً جنتی ہیں میں نے دریافت کیا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے پھر میں نے دریافت کیا کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہا کہ اولیاء امت کی شہادت سے میں نے دریافت کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اور اولیاء کے ارشاد میں کچھ فرق سمجھتے ہو یا نہیں کہا کہ زمین آسمان کا فرق ہے میں نے دریافت کیا کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اور اولیاء کے دونوں کے ارشاد میں فرق سمجھتے ہو تو ان کے اثر میں بھی فرق سمجھتے ہو کہا کہ ضرور میں نے دریافت کیا کہ تو پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور حضرت غوث پاک رح کے جنتی ہونے میں بھی وہی فرق سمجھتے ہو گے کہا کہ ہاں تب میں نے مولوی صاحب سے خطاب کیا کہ لیجئے حضرت جو عقیدہ آپکا ہے وہی اس شخص کا ہے فرق دونوں میں صرف عنوان کا ہے یہ جسکو یقین کہتا ہے آپ اُسکو غلبۂ ظن کہتے ہیں ورنہ بات ایک ہی ہے اسپر مولوی صاحب بہت خوش ہوئے میں نے کہا کہ مولوی صاحب عوام الناس کو بلا ضرورت اور بلا وجہ پریشان کرنا اور متوحش بنانا اور بدون دلیل کے اُنپر بدگمانی کرنا اور سوءظن کرنا جائز نہیں دیکھئے اصل مقصد میں دونوں متفق تھے اسلئے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے سے حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے جنتی ہونے کا درجہ مؤخر سمجھتا تھا اسی فرق کا نام عدم قطعیت ہے جسپر مولوی صاحب اُس سے الجھ رہے تھے حدود کے نہ سمجھنے سے اس قسم کی تشویشات پیدا ہوتی ہیں

(ملفوظ ۱۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل بدعت ہمیشہ اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور یونہی اڑنگ بڑنگ ہانکتے رہتے ہیں ایک بار ایک صاحب میرے ایک وعظ میں شریک تھے وعظ کے بعد انہوں نے مجھ سے گیارہویں کے متعلق سوال کیا میں نے کہا کہ بدعت ہے کہنے لگے آپ اسکو بدعت کہتے ہیں اور فلاں مولوی صاحب اسکو اچھا بتلاتے ہیں تو ہم کیا کریں میں نے کہا کہ جیسے ہم سے یہ سوال کیا جاتا ہے کبھی اُن سے بھی تو یہ کیا ہوتا کہ تم اچھا کہتے ہو اور فلاں اسکو بدعت کہتے ہیں ہم کیا کریں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں کرنے کی خود ہے اور دوسروں کو آڑ بناتے ہو پھر کچھ نہیں بولے۔

(ملفوظ ۱۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ اعمال کی ظاہری صورت کی بھی حفاظت کی سخت ضرورت ہے مگر صرف صورت ہی پر بھی قناعت مت کرو (کہ)

بھی کوشش کرو کہ روح پیدا ہو اگر آپ کسی پر عاشق ہو جائیں تو کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ محبوب کے آنکھ نہ ہو کان نہ ہوں ناک نہ ہو یا یہ سب ہوں مگر محبوب میں روح نہ ہو اسوقت تو اسکی طرف رُخ کرنیکو بھی جی نہ چاہیگا اور اُسکے پاس کھڑے ہونیکو بھی پسند نہ کروگے خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر اور باطن دونوں کے اہتمام کی ضرورت ہے نہ ظاہر بدون باطن کے ٹھیک اور نہ باطن بدون ظاہر کے ٹھیک اس جسد بلا روح کے غیر محبوب ہونے پر استطراداً و تفریعاً ایک اور مضمون یاد آگیا کہ محبوبان مجازی کا اخیر انجام بھی جسد بلا روح ہے تو اس حالت کا استحضار کرکے اُن سے محبت کا تعلق قطع کر دینا چاہیے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عاشقی با مردگان پاینده نیست | زانکه مرده سوی ما آینده نیست
عشق با مرده نباشد پایدار | عشق را با حیّ با قیّوم دار
عشقہائے کز پے رنگے بود | عشق نبود عاقبت ننگے بود

آگے اسکی ضد پر ضد کی تفریع اور محبت کا اصلی محل فرماتے ہیں ؎

غرق عشقے شو کہ غرقست اندریں | عشقہائے اولین و آخریں

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ یہاں پر تو عاشق اسلئے ہوتے ہیں کہ محبوب تک رسائی کی امید ہے وہاں ہماری رسائی کہاں مولانا اس شبہ کا جواب فرماتے ہیں ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست | با کریماں کارہا دشوار نیست

اس مصرعہ ثانیہ میں شبہ کی جڑ قطع کر دی یعنی بیشک ہماری کوشش سے رسائی مشکل ہے لیکن وہاں تو اُن کے کرم سے رسائی ہوتی ہے اور کریم کو کچھ مشکل نہیں وہ اپنے کرم سے خود ہی سب کچھ کر دیتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ طلب کو ضرور دیکھتے ہیں ورنہ بدون طلب کے یہ فرماتے ہیں انلزمکموھا وانتم لھا کٰرھون خواہ طلب ضعیف ہی ہو اٹھکر چلو تو سہی آگے وہ سب کچھ کرلیں گے صورت تو بنا دو روح بھی خود ہی پھونکدیں گے۔ آجکل تو چاہتے یہ ہیں کہ تعویذوں گنڈوں سے یا کسی کے تصرف سے کام چلجائے خود کچھ نہ کرنا پڑے اگر یہ ہے تو بہر دپی سامنے رکھکر کبھی بیٹھے رہا کرو خود بخود منہ میں جاکر حلق سے نیچے اترجایا کریگی کیا بیہودگی ہے اگر آدمی کو خود عقل نہ ہو فہم نہ ہو تو دوسرے کا اتباع تو کرے جو وہ تعلیم کرے اسپر عامل ہو اب اس سے بہتر اور کم خرچ نسخہ کیا ہوگا کہ صورت تو بنالو روح بھی وہیں سے پہونچا دیجائیگی مگر اب تو حالت

یہ ہے کہ اول تو اس راہ کی طرف آتے ہی نہیں اور اگر آئے بھی تو یا تو طریق میں غلطی کرتے ہیں جیسا ابھی بیان ہوا یا ثمرات میں غلطی کرتے ہیں یعنی یہ چاہتے ہیں کشفیات ہوں لذات ہوں کچھ نظر آنے لگے اسی توجہ کی تو وہ حالت ہوئی ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی، تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی،

غرضکہ اعتدال نہیں افراط و تفریط سے ایک عالم کا عالم بھرا پڑا ہے اس حالت میں اگر کوئی طبیب شفیق چاہتا بھی ہے کہ انکے گلے سے نیچے کچھ زبردستی ہی ہو اُتار دیا جائے تو اُسپر جبڑا بند کر کے اسپر دانت پیستے ہیں اور ادنیٰ جبر کی بھی برداشت نہیں اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی، پس کجا بے صیقل آئینہ شوی،

۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ہجری،

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۱۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ علماء کو علاوہ پڑھنے پڑھانے کے اور بھی کوئی کام آنا چاہئے جو ذریعہ معاش ہو سکے بدون ظاہری وجہ معاش کے لوگ انکو ذلیل سمجھتے ہیں اس ذلت سے بچنے کیلئے مولویوں کو کوئی کام دستکاری وغیرہ سیکھنا چاہئے پھر سیکھنے کے بعد چاہے اُس سے کام نہ لیں مگر سیکھ لیں ضرور اہل علم کی ذلت کسی طرح گوارا نہیں ہوتی آجکل بد دینی کا زمانہ ہے اہل دین اور علم دین کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں بحمد اللہ یہاں آکر تو سب کا مزاج درست ہو جاتا ہے خر دماغوں کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ طلبہ اور اہل علم میں بھی اسپ دماغ ہیں ہیں جو اہل دنیا خصوص اہل مال سے اس قسم کا برتاؤ کرتا ہوں جسکو لوگ خشکی کہتے ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ ان کے دماغوں میں خناس بھرا ہے انکے دماغوں کو درست کرتا ہوں اگر تمام اہل علم اور اہل دین انکے دروازوں پر جانا چھوڑ دیں تو ایکدن میں انکے دماغ صحیح ہو جائیں اور یہ پھر خود ان کے دروازوں پر آنے لگیں خصوص اہل مدارس اگر ذرا صبر سے کام لیں تو یہ خرابی نہ رہے بڑے پیمانہ پر اہل دنیا خصوص اہل مال کے دماغ درست ہو جائیں مجھے اہل علم کی ذلت ایک لمحہ کیلئے گوارا نہیں مگر دل میں دل کسطرح ڈالدوں۔

(ملفوظ ۱۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے زمانہ کے بدعتی بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے مجھکو

اکثر سے ملنے کا اتفاق ہوا انمیں شرارت نہ تھی جیسے آجکل کے اکثر بدعتی شریر ہیں بلکہ بعضے فاسق اور فاجر
تک ہیں ان کو کبائر تک میں ابتلا ہے اور ایک بات ان بزرگوں میں اور بھی تھی کہ دکاندار نہ تھے
اور اہل علم سے نفرت نہ تھی اہل علم کا ادب اور احترام قلب میں تھا آجکل کے اکثر بدعتیوں میں سب
باتیں مفقود ہیں ہمارے ایک ماموں صاحب صوفی تھے انکا قدم تصوف میں درجہ غلو تک پہونچ
گیا تھا مگر مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ پیرزادے جو حضرت شہید
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو برا کہتے ہیں محض اسوجہ سے کہ انکی وجہ سے انکی روٹیوں میں کھنڈت پڑگئی
بھلا جس شخص نے اپنا مال اور جان سب اللہ کے واسطے صرف کر دیا ہو کیا اسکو برا کہا جاوے اور
اسپر طعن کیا جائے ماموں صاحب میں یہ بات خاص تھی کہ تارک الدنیا سے انکو عشق کا درجہ
ہوتا تھا یہ اسوقت کے بدعتیوں کی حالت تھی اب تو نہایت ہی بددین ہیں دلوں میں اہل علم سے
بغض و عداوت ہے شب و روز فسق و فجور میں ابتلا ہے امرد پرستی تو ان کی مثل شیر و شکر کے ہے
الا ماشاء اللہ۔

(ملفوظ نمبر ۱۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو چیزیں فطری ہیں ان میں تعلیم کی ضرورت نہیں دیکھ لیجئے
بچوں کی باتیں اور انکی حرکات کیسی پیاری معلوم ہوتی ہیں جو بات بھی ہوتی ہے بیساختہ اور بے تکلف
ہوتی ہے اسلئے کہ فطری بات ہے بناوٹ کا ذرا نام نہیں ہوتا یہ تو بڑے ہو کر بگڑتے ہیں خدا معلوم کیا
زہر ملجاتا ہے ایک بچہ کو میں نے چھیڑا اس نے کوسا اللہ کرکے بڑے ابا مر جاویں میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو خوش
ہوگا کہ میں نے بہت بڑی بددعا کی حالانکہ اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مسافر اپنے گھر سے نکلکر
بھٹکتا پھرتا ہو اور اسکو کوئی کہے کہ خدا کرے تو اپنے گھر چلا جا یہ تیری بددعا ایسی ہی ہے خیر یہ تو
جو کچھ بھی سہی اسوقت اسکا بیساختہ یہ کہنا ایسا پیارا معلوم ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

(ملفوظ نمبر ۱۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے جاہل صوفی نہایت ہی بددین ہیں ان کا صرف
ایک ہی کام رہگیا ہے وہ یہ کہ امردوں اور عورتوں سے اختلاط بس یہ ہی انکا تصوف رہگیا ہو مراقبہ
ہے تو اسی کا مکاشفہ ہے تو اسی کا استغراق ہے تو اسی کا یہ لوگ تو فاسق و فاجر ہیں اور پہلے لوگ
بھی بدعتی تھے مگر بددین نہ تھے یہ تو خلف کا حال تھا اور سلف تو دین کے عاشق تھے چنانچہ حضرت
بایزید بسطامی کا واقعہ مثنوی کے دفتر چہارم کے نصف پر مذکور ہے کہ وہ سبحانی ما اعظم شانی کہدیتے تھے

مریدوں نے ایکروز کہا کہ یہ آپ کیا کہتے ہیں فرمایا کہ اگر ایکمرتبہ کہوں تو مجھکو چھریوں سے مار دینا مرید بھی ایسے نہ تھے جیسے آجکل کے ہیں چھریاں لیکر تیار ہوگئے اُن سے غلبہ حال میں پھر وہی کلمہ نکلا کلمہ کا نکلنا تھا کہ چہار طرف سے مریدین نے مارنا شروع کیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے تو ایک زخم بھی نہ آیا اور مریدین تمام اپنی ہی چھریوں سے زخمی ہوگئے مولانا اسکا ذکر فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہیں کہتے تھے ایسے لوگ صاحب حال گذرے ہیں جنکی حالت مولانا کے اس قول کی مصداق ہوتی تھی۔

عشق آمد عقل او آوارہ شد، صبح آمد شمع او بیچارہ شد،

عقل خود شحنہ است چوں سلطان رسید شحنۂ بیچارہ در کنجے خزید،

لیکن اس حالت میں بھی اگر کوئی فعل خلاف شریعت یا خلاف سنت سرزد ہو جاتا تھا تو اُسپر اصرار نہ تھا اُسکو اصرار نہ سمجھتے تھے اور یہ سمجھنا تو بڑی چیز ہے اُنکو اور الٹی ندامت و شرمندگی ہوتی تھی بخلاف آجکل کے بددینوں کے کہ بددینی پر فخر ہے ناز ہے اصرار ہے ضد ہے ہٹ ہے استغفر اللہ۔

(ملفوظ [۱۴۲]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں اوروں کی طرح یہاں سے بھی یہی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا مطیع ہو کر رہے ہماری اطاعت کرے سبکو ایک ہی لکڑی ہانکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ تمھاری اطاعت واجب نہیں خیر خواہی واجب ہے اور چونکہ اطاعت واجب نہیں اسلئے تمھارا کہنا نہیں مانتا اور چونکہ خیر خواہی واجب ہے اسلئے مفید مشورہ دیدیا اب عمل کرنا نہ کرنا تمھارا اختیاری فعل ہے اور میں بھی تمکو اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کرتا جب خود میرا یہ طرز ہے تو تمکو کیا حق ہے مجھکو مجبور کرنیکا اور میں تمسے کیوں مجبور رہوں جب تمکو شریعت کی اطاعت سے عار ہے تو میں تمھاری کیوں اطاعت کروں کیوں مجبور رہوں مجھکو کیا غرض مجھکو بحمد اللہ اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے اسکی پروا نہیں کہ کوئی معتقد رہیگا یا غیر معتقد ہو جاویگا جسطرح جسکا جی چاہے کرے یہ سبق اور کسی کو پڑھانا اگر سارا عالم بھی ایکطرف ہو جائے مجھکو بفضل ایزدی اسکی پروا نہیں پروا کی تو صرف ایک ہی چیز ہے وہ رضاء حق ہے اگر یہ حاصل ہے تو پھر سارا عالم اسکے سامنے گرد ہے مسلمان کیلئے یہی ایک چیز ہے کہ وہ خدا کے راضی کرنے کی سعی میں لگا رہے اگر وہ راضی ہیں تو اس نے سب کچھ پالیا اور حاصل کرلیا اور اگر یہ نہیں تو اگر تمام دنیا و ما فیہا بھی اسکو ملجائے تو ایک مچھر کے پر کی برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔

---

۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ،

(ملفوظ ۱۷۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک ناظم مدرسہ فرماتے تھے کہ جو طلبہ روسار کی وظائف سے تعلیم پاتے ہیں وہ اکثر ناکامیاب ہوتے ہیں فرمایا کہ اگر بظاہر کامیابی بھی ہو جائے تب بھی اُن کے علم میں کوئی خاص برکت نہیں ہوتی اسپر فرمایا کہ اسکا راز سمجھ میں نہیں آیا ہاں ایک وجہ تو بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایسے طلبہ کی اوّل ہی سے مخلوق پر نظر ہوتی ہے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسکی وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ فلاں شخص ہمکو وظیفہ دیتا ہے تو ہمکو کیا تعلق مہتمم صاحب سے اور کیا تعلق اُستاد صاحب سے اسکی وجہ سے اپنے بزرگوں سے بھی تعلق میں کمی ہوتی ہے یہ سب میں زیادہ مضر ہے اور یہ جو بزرگوں نے مکانوں سے کھانا لانا طلبہ کیلئے جائز رکھا تھا اسمیں نفس کا معالجہ تھا مگر اب عرفاً ذلت کے سبب یہ صورت بھی ناپسندیدہ ہو گئی مگر اسمیں بھی ذلت کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کھانا دینے والا ذلیل سمجھے اور ایک یہ کہ کھانا دینے والا تو ذلیل نہیں سمجھتا مگر لانیوالا اسمیں اپنی ذلت سمجھتا ہے تو پہلی صورت تو ناجائز اور دوسری صورت جائز کیونکہ اسمیں اس کے نفس کا معالجہ ہے اور اس ہی وجہ سے بزرگوں نے اس صورت کو جائز رکھا تھا مدرسہ دیوبند ہی کے واقعات ہیں کہ بعض لوگ مہتمم صاحب اور مدرسین اور مولویوں کے مخالف تھے مگر طلبار کی نہایت عزت اور احترام کرتے تھے ایک وکیل تھا نہایت بددین مگر یتیم طلبہ کو کھانا دیتا تھا اور جسوقت طلبہ اُسکے مکان پر جاتے تو کرسی سے تعظیم کیلئے کھڑا ہو جاتا یہ حالت تو اُسوقت کے فاسقوں اور فاجروں کی تھی تو اُسوقت طلبار کا گھروں سے کھانا لانا جائز تھا اور ابتو طلبار کو بڑی ہی حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں اب جائز نہیں اب مکانوں سے طلبار کو کھانا نہیں لانا چاہئے اسمیں علم اور اہل علم کی تحقیر ہے یہ مضمون آج ہی سمجھ میں آیا اس سے پہلے کبھی ذہن میں نہ آیا تھا اور یہ سب تفصیل تو غربار سے امداد لینے کے متعلق تھی باقی یہ تجربہ ہے کہ نرے امرار کے پیسہ میں برکت نہیں ہوتی اب اسکے اسباب جو بھی ہوں میں نے ایکمرتبہ سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم میں یہی مضمون وعظ میں بیان کیا تھا جب مدرسہ کے دار الطلبہ میں مسجد تیار ہوئی اس مسجد کیلئے ایک بی بی نے روپیہ دیا تھا وہ بھی وعظ میں تھیں میں نے کہا کہ

۳۳

امرا ناز نہ کریں کہ ہمنے فلاں مدرسہ بنوا دیا فلاں مسجد بنوا دی یاد رکھو کہ تمھارے پیسہ میں برکت نہیں ہوتی اگر برکت پیدا کرنا چاہو تو اسکی صورت یہ ہے کہ چند غربا رسے پیسہ مانگ کر اپنے پیسیوں میں شریک کرلیا کرو تب برکت ہوگی اسکی وجہ یہ ہے کہ امرا کے پاس تو فلوس ہی فلوس ہوتا ہے اور غربا رکے پاس خلوص ہوتا ہے تو فلوس میں برکت کہاں برکت ہوتی ہے خلوص میں۔

(ملفوظ [۱۷۴]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ذکر کی توفیق ہو جائے یہ ہی بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب اس بارہ میں فرمایا کرتے تھے ؎

حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم یا بم اورا یا نیا بم جستجوئے میکنم

(ملفوظ [۱۷۵]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہاں رہکر جب بصیرت بڑھ جائے اور پھر وطن واپس پہونچکر مکاتبت کرے تو طویل مکاتبت سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے جو مدار نفع کا مگر یہاں جو رہے خاموش رہے مکاتبت مخاطبت نہ رکھے تجربہ سے یہ طرز بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے لوگ اول وہلہ میں اسکی قدر نہیں کرتے مگر یہاں سے واپس وطن جا کر بہت لوگ لکھتے ہیں پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا تھا مگر چند روز خاموش رہنے سے جو نفع ہو وہ نفع چند برس کے مجاہدہ سے نہ ہوتا یہ سب تجربہ کی باتیں ہیں حق تعالیٰ وہی چیزیں دل میں ڈالدیتے ہیں جو مفید ہیں بدفہم لوگ اسکو میری طرف سے ٹالنا سمجھتے ہیں لیکن اگر میں ٹالتا تو رہنے کی اجازت ہی کیوں دیتا کیا میرے ذمہ کسی کا کچھ قرض آتا ہے مگر رسوم کا غلبہ ہو رہا ہے دماغوں میں وہی رسمی باتیں رچی ہوئی ہیں کہ مجلس آرائیاں ہوں قیل و قال ہو تعظیم و تکریم ہو اور مجھکو ان باتوں سے طبعی نفرت ہے میں چاہتا ہوں نہ میری آزادی میں تم مخل ہو اور نہ میں تمھاری آزادی میں مخل ہوں کام میں لگو وقت کو بیکار نہ

۵ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ [۱۷۶]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عدل اور حفظ حدود کی بیحد کمی ہے مجھکو بحمد اللہ اس کا بڑا خیال رہتا ہے مثال کے طریق پر ایک بات عرض کرتا ہوں گو بظاہر ایک معمولی سی بات معلوم

ہوتی ہے کہ جب کوئی طالب علم داخل ہونے آتا ہے تو میں خود اُسکو ساتھ لیکر اُستاد کے سپرد کر کے آتا ہوں
استاد کو یہاں پر بلا کر نہیں سپرد کرتا اسمیں ان کے احترام اور اعزاز کو ملحوظ رکھتا ہوں اور کبھی کبھی جو بلا لیتا ہوں
وہ اسلئے کہ کہیں ان میں عجب نہ پیدا ہو جائے اور یہ نہ سمجھنے لگیں کہ ہم میں بھی مخدومیت کی شان ہے یہ
سب تربیت بھی نہایت ہی دقیق ہے ہر بات کی دقیق دقیق رعایت کرنی پڑتی ہے۔

ملفوظ (۱۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں جو قواعد اور ضوابط مقرر ہوئے ہیں اگر ان کے مصالح
لکھواؤں تو اچھا خاصہ ایک رسالہ تیار ہو جائے جیسے آیات کا شان نزول ہے اسی طرح ان قواعد اور ضوابط
کا بھی شان نزول ہے اور یہ سب کچھ اپنی اور دوسروں کی راحت رسانی کے واسطے ہے ورنہ میں سچ عرض
کرتا ہوں کہ ان قواعد اور ضوابط کی وجہ سے مجھ پر ہر وقت خوف طاری رہتا ہے کہ قیامت میں تجھ سے بھی قواعد
دقیقہ کا مواخذہ نہ ہونے لگے اسلئے نہ مجھکو اس پر ناز ہے اور نہ میں اپنی اصلاح سے بے فکر ہوں ہمیشہ دعا کرتا
ہوں کہ اے اللہ میں تو ضعیف ہوں اسلئے میں نے ضابطہ مقرر کئے ہیں کہ بے ضابطگی کا متحمل نہیں آپ تو
ضعیف نہیں آپ ضابطہ سے کام نہ لیجئے غرض مجھکو سخت خوف ہے میں بے فکر نہیں بلکہ ڈرتا ہوں کہ اگر
حق تعالیٰ نے میرے ساتھ اسی طرح ضابطہ کا برتاؤ کیا تو میرا تو کوئی بھی ٹھکانا نہیں اور یہ چیزیں ناز کی نہیں
بلکہ خود دلیل ہیں ضعف کی ناز کی ان میں کوئی بات نہیں ہے اسلئے ڈرتا ہوں اور اپنی اصلاح کا خیال
رکھتا ہوں۔

ملفوظ (۱۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ انگریزی تعلیم یافتہ اکثر بے ادب ہوتے ہیں حضرت مولانا
دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت بیان فرمائی تھی کہ دو انگریزی داں باپ بیٹے آمنے سامنے کرسی پر
بیٹھے تھے بیٹے کو انگڑائی آئی تو اسطرح سے پیر پھیلائے کہ جوتہ باپ کی داڑھی میں جا کر لگا اس حرکت پر
ایک شخص نے کہا کہ یہ کیا بدتمیزی ہے باپ میں ابھی بیٹا کچھ نہ بولا تھا باپ صاحب کہتے ہیں کہ کیا حرج ہوا
لیا جوتہ کو گوبر لگا تھا یہ ہے نری انگریزی تعلیم کا اثر صرف چند الفاظ اور چند فیشن کا نام تہذیب رکھ لیا ہے
اور وہ فیشن ہی معیار لیاقت سمجھا جاتا ہے اسپر ایک حکایت یاد آئی ایک دیہاتی شخص متمول تھا اس نے
اپنے لڑکے کو انگریزی پڑھوائی کسی نے پوچھا کہ تیرا بیٹا کہاں تک انگریزی پڑھ چکا ہے کہنے لگا کہ یہ اسی سے
معلوم کر لیجئے مجھے معلوم نہیں مگر اتنا معلوم ہے کہ کھڑے ہو کر موتنے لگا ہے اس سے تم ہی سمجھ لو کہ کس درجہ تک
پہونچ گیا ہے۔ بتا بڑا ذہین کیا بات کہی ان دیہاتیوں کے دماغ بڑے صحیح ہوتے ہیں الفاظ تو بوجہ بے علمی کے

انکے پاس ہوتے نہیں مگر ترجمانی نہایت صحیح اور پرمغز ہوتی ہے (ایک دیہاتی کو کہتے سنا تھا کہ میاں خدا کی تو وہ شان ہے کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ کیسے پاکیزہ اور مختصر الفاظ میں کتنے بڑے علمی مضمون کو ادا کر گیا ۱۲ جامع) ایک اور دیہاتی کی حکایت ہے میں ریل میں سفر کر رہا تھا اسی ڈبہ میں چند دیہاتی مسلمان تحریکات حاضرہ کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے تھے میں بھی سن رہا تھا اُن میں سے ایک بولا کہ میاں اتنے جھگڑوں اور بکھیڑوں کی کون ضرورت ہے صرف دو باتوں کی ضرورت ہے وہ یہ کہ ایک رہو اور نیک رہو پھر کوئی مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیسی عجیب بات کہی تمام حکمت کو دو لفظ میں بیان کر گیا بڑے سے بڑے علامہ کو بھی نہ سوجھتی۔ اب بتلایئے کیا کوئی اپنے علم پر ناز کرے یہ تو سب خدا ہی کی طرف سے ہے اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ ناز نہ کرو نیاز پیدا کرو۔

(ملفوظ[۱۲۹]) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عرفات میں اب خطبہ نہیں ہوتا فرمایا یہ کیوں یہ تو سنت ہے اور نجدیوں کو اتباع سنت کا دعویٰ ہے پھر سنت کو کیوں ترک کیا۔ عرض کیا کہ عرفات میں نجدی روتے تو بہت ہیں۔ فرمایا کہ رونا تو خطبہ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا خطبہ کا ٹھیک طریقہ تو یہ تھا کہ روتے بھی اور خطبہ بھی ہوتا اور بے خطبہ رونا تو ایسا ہے جیسے ایک میانجی بے محل روئے تھے اُن ایک میانجی کی حکایت یاد آگئی ایک میانجی ایک متوسط الحال شخص کے یہاں بچے پڑھانے پر ملازم تھے وہ شخص کہیں باہر جا کر پانچسو روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے انھوں نے گھر اطلاعی خط بھیجا میانجی کے سوا اور کوئی خط پڑھنے والا نہ تھا گھر والوں نے میانجی کو خط پڑھنے کو دیا خط پڑھکر میانجی نے رونا شروع کر دیا گھر والوں کو پریشانی ہوئی اور وجہ پوچھی کہا کہ وجہ تو بعد میں بتلاؤں گا تم بھی روؤ وہ بھی رونے لگے غل مچا محلہ والے سنکر آگئے رونے کی وجہ پوچھی میانجی نے کہا کہ تم بھی روؤ محلہ والے بھی رونے لگے پھر لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تب میانجی نے کہا خط میں لکھا ہے کہ میاں پانچسو[۵] روپیہ کے ملازم ہو گئے لوگوں نے کہا اس میں رونے کی کیا بات ہے یہ تو خوش ہونے کی بات ہے کہنے لگے نہیں رونے ہی کی بات ہے چنانچہ سنو میں تو یوں رویا کہ اب وہ بچوں کو انگریزی پڑھائیں گے بجائے میرے کسی ماسٹر کو مقرر کریں گے میرا روزگار گیا۔ اور گھر والوں کی رونے کی یہ بات ہے کہ بجائے انکے اب وہ کسی میم صاحب کو لائیں گے ان کے روٹی کپڑے میں کھنڈت پڑیگی اور اہل محلہ کے رونے کی یہ بات ہے کہ میاں کو موٹر کیلئے اور گھوڑوں کیلئے مکان اور اصطبل کی ضرورت ہو گی تو اہل محلہ ہی سے مکانات خالی کرالئے جائیں گے اسلئے سبکو رونا چاہئے میانجی تھے بڑے دور اندیش کیا

جوڑ لگایا ہے تو بعض رونا بھی بے جوڑ ہوتا ہے۔ بندہ خدا خطبہ کیوں ترک کیا سنت کو تو بدعت نہیں کہہ سکتے خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہوگا جسکی بنا پر یہ کیا گیا ویسے تو عقاید میں نہایت ہی پختہ ہیں۔ ہاں ایک کمی ہے جسکو میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ نجدی ہیں تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تب بات ٹھیک ہوتی خشک زیادہ ہیں کھرا پن ہے۔

(ملفوظ[۱۸۰]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں لوگ آزادی اور حریت کی حقیقت سے ناواقف ہیں اسلئے یہ مرض ایسا عام ہوگیا کہ سلطنت اور حکومت سے تو آزادی حاصل کرنا چاہتے ہی ہیں خدا سے بھی آزاد ہوگئے خدا کا بھی خوف قلوب سے جاتا رہا یہ سب الحاد ہے بدفہمی کی بھی کوئی حد نہیں رہی حریت کس آزادی کو کہتے ہیں آیا حق سے آزاد ہونیکو یا غیر حق سے اسلئے کہ ایمان والے کیلئے تو حق کی غلامی ہی باعث فخر اور باعث فلاح اور بہبود ہے اور یہ آزادی بھی اللہ والوں ہی کو میسر ہے اور جو مدعی ہیں آزادی کے ہزاروں طوق اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں حقیقی آزادی خاصان حق ہی کو حاصل ہے انکی یہ حالت ہے کہ وہ دنیا سے آزاد اور حق کے پابند اور غلام ہیں اس غلامی پر لاکھوں کروڑوں آزادیاں قربان جنکو اس غلامی کا راز منکشف ہوگیا وہ تو بزبان حال یہ کہتے ہیں ؎

اسیرش نخواہد رہائی زبند　　　شکارش نجوید خلاص از کمند

میں اسپر ایک مثال بیان کیا کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک عاشق جو اپنے محبوب کی تلاش میں برسوں سے سرگرداں اور پریشان پھرتا تھا اتفاق سے ایک روز یہ چلا جا رہا تھا کہ اس محبوب نے خاموشی سے آکر پیچھے سے آغوش میں لیکر اس زور سے دبایا کہ اسکی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں سے جا ملیں آنکھیں نکل آئیں دم گھٹنے لگا اس حالت میں محبوب دریافت کرتا ہے کہ اگر میرے دبانے سے تمکو تکلیف ہوتی ہے تو میں تمکو چھوڑ کر اور کسی کو جا کر اپنی آغوش میں دبا لوں اسوقت وہ اگر عاشق صادق ہے تو یہ کہیگا۔

؎ نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　　سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(ملفوظ[۱۸۱]) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حقیقت مجاہدہ کی ہے نہی النفس عن الھوی اور اسکے حاصل ہونیکی تدبیر یہ ہے کہ خافِ مقام ربہ اگر یہ کہا جائے کہ شریعت میں مجاہدہ سے مراد مجاہدہ مع الکفار ہے تو اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے المجاھد من جاھد نفسہ بلکہ مجاہدہ ظاہری میں مشغول ہونا تو آسان اور سہل ہے اور مجاہدہ باطنی میں مشغول ہونا سخت کام ہے اور آجکل

تساہل کرنا ایسا ہے کہ باہر کے دشمن کو تو مار دیا مگر اندر کے دشمن کی طرف التفات ہی نہیں اسی کو فرماتے ہیں

در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود ۔ حیلۂ فرعون زیں افسانہ بود

اور فرماتے ہیں

اے شہاں کشتیم ما خصم بروں ۔ ماند خصمے زو بتر در اندروں

کشتن ایں کار عقل و ہوش نیست ۔ شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست

اور سب میں بڑی چیز جو اسکی بھی اصل ہے یہ ہے کسی کامل کی صحبت بدون اسکے اس راہ میں کامیابی مشکل ہے بدون راہبر اسمیں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں

یار باید راہ را تنہا مرو ۔ بے قلاوز اندریں صحرا مرو

اپنے کو اس کے سپرد کردو اور زبانی سپرد کرنے سے بھی کچھ نہ ہوگا بلکہ وہ جو تجویز کریگا اس پر عمل کرنا ہوگا اور اگر ہر حرکت پر قلب میں کدورت پیدا ہوگی تو بس مقصود حاصل ہو چکا اسی کو مولانا فرماتے ہیں

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق ۔ تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق

(ملفوظ ۱۸۲) ایک مولوی صاحب کے تعریفی جملوں پر فرمایا کہ اجی حضرت کہاں کی بزرگی اور کہاں کا تبرک اگر ساتھ ایمان کے چلے جائیں یہ ہی سب کچھ ہے اسی کا خطرہ ہے نہ معلوم قسمت میں کیا لکھا ہے کسی نے خوب کہا ہے

ایماں چو سلامت بلب گور بریم ۔ احسنت بریں چستی و چالاکی ما

(ملفوظ ۱۸۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ متقدمین نے تو مجاہدات میں چار چیزوں کو فرمایا تھا قلت الطعام ۔ قلت المنام ۔ قلت الکلام ۔ قلت الاختلاط مع الانام ۔ مگر متاخرین نے دو کو حذف کر دیا ہے ایک تو قلت الطعام اور ایک قلت المنام کیونکہ یہ دونوں آجکل مضر ہیں پہلے لوگوں کے قویٰ مضبوط ہوتے تھے ان کے مناسب تھا اور دو کو باقی رکھا ایک قلت الکلام اور ایک قلت الاختلاط مع الانام اور ان ہی دونوں میں لوگوں کو زیادہ بے فکری ہے حالانکہ قلت الکلام از حد ضروری ہے اسلئے کہ کثرت کلام کی بدولت کسی کی حکایت کسی کی شکایت کسی کی غیبت ہو جاتی ہے بلکہ مباحات کی کثرت میں کدورت ہوتی ہے عطار رح اسی کو فرماتے ہیں

دل زبیر گفتن بمیرد در بدن، گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن

غرض کم ملو کم بولو اور کسیقدر لذات کو کم کردو غلو اسمیں بھی نہیں چاہئے جیسے ایک درویش نے میرے سامنے خربوزہ کھایا اور یہ کہا کہ آج سترہ برس میں کھایا ہے سو یہ غلو بھی بُرا ہے ضرورت اسکی ہے کہ آدمی حرام سے بچتا رہے باقی اچھی طرح کھائے پئے مجاہدہ یہ نہیں کہ حلال کو چھوڑ دے مجاہدہ کی حقیقت ہے خواہشات مذمومہ سے نفس کو روکنا اور حلال چیزوں کے ترک سے اندیشہ ہوتا ہے عجب کے پیدا ہو جانیکا کیونکہ اسمیں ایک شان امتیازکی ہوتی ہے جیسے ایک شخص نے کہا تھا اپنے پیر کے متعلق کہ وہ کچھ کھاتے ہی نہیں میں نے کہا کہ آخر کچھ تو کھاتے ہی ہوں گے اسلئے کہ اسکے بدون تو زندگی ہی دشوار ہے اسپر کہتے ہیں کہ جی ہاں کچھ یوں ہی تھوڑا سا کھا لیتے ہیں پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ ایک سیر دودھ اور آدھ پاؤ بالائی اور کچھ سیب اور انگور ایک دوست نے کہا کہ اور کیا کھاتے صرف اتنی کسر رہی کہ تجھے اور مجھے نہیں کھایا اور یہ بھی کہا کہ بندہ خدا اگر مجھکو یہ چیزیں ساری عمر کھانیکو ملیں تو میں تو روٹی وغیرہ کے پاس بھی نہ جاؤں اب بتلایئے کہ یہ بھی کوئی مجاہدہ ہے بجز شہرت اور جاہ کے صاف دوسروں کی نظروں میں بڑا ہونا ہے سو یہ خود کتنی بڑی بلا ہے یہ غیر محقق ایسی ہی ٹھوکریں کھاتے ہیں اور کبھی منزل مقصود تک نہیں پہونچتے اصل چیز عبدیت ہے اور ان باتوں سے عبدیت کے خلاف فرعونیت پیدا ہوتی ہے کہ یہ تو لوگوں کو ذلیل اور حقیر سمجھے اور دوسرا اسکو بزرگ اور ولی اور بڑا جانیں ۔ اور یہ جو قلت الاختلاط مع الانام کی تعلیم فرمائی اسمیں بھی ایک حد ہے ورنہ اس سے بھی انسان کی ایک امتیازی شان معلوم ہوتی ہے اور حد کے اندر رہکر یہ خرابی نہیں ہوتی اعتدال کے ساتھ ملنے میں اسکو اوروں اور دوسروں کو اس سے نفع پہونچتا رہتا ہے جسکے متعلق ارشاد ہے ۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست، بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

شریعت کا یہ کیسا عجیب فیصلہ ہے کسی نے خوب کہا ہے شریعت پر بالکل صادق آتا ہے

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم، کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

یہ چیزیں کسی کی صحبت میں رہتے اور جوتیاں سیدھی کرنے سے نصیب ہوتی ہیں اور بدون کسی کامل کے اس راہ میں مقصود تک پہونچنا صرف مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے اور صحبت کامل کے بعد یہ شان ہو جاتی ہے

بینی اندر خود علوم انبیا، بے کتاب و بے معید و اوستا

اور یہ شان ہوجاتی ہے ؎

جملہ اوراق وکتب در نار کن، سینہ را از نور حق گلزار کن،

ایسوں ہی کے پاس جاکر یہ برتاؤ کرو جسکو مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو پیش مردے کاملے پامال شو

اور اُسکے نرم و سرد کا تحمل کرو جسکو مولانا فرماتے ہیں ؎

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی، پس کجا بے صیقل آئینہ شوی،

اسکے بعد پھر دیکھو گے کہ تمھارے اندر خود ایک چمن ہے جب جی چاہیگا اُسکی سیر کر لوگے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے برادر عقل یکدم با خود آر، دمبدم در تو خزاں است و بہار

اور ایسی صحبت کی برکت اپنی کھلی آنکھوں دیکھو گے اور بزبان حال وہی کہو گے جو سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے

؎ جمال ہمنشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

غرض صحبت اور اطاعت ہی وہ چیز ہے کہ جب با دصرصر چلتی ہے تو کنکریاں پتھریاں گندم میں جا پڑتی ہیں پھر وہ اُسکے ساتھ ہونیکی وجہ سے گندم ہی کے نرخ پر بکتی ہیں بھلا الگ تو کوئی اُنکا خریدار بنکر دکھلاوے کوئی پھوٹی کوڑی کو بھی نہ خریدیگا یہ ایک نہایت مفید اور کارآمد نسخہ میں نے تمکو بتایا اسکو استعمال کرو اور اسکے فوائد دیکھو۔

۶ / ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ،

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے جلال آباد وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اُسکی زیارت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شیخ محمد صاحب رح کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اُسکے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو

(باقی آئندہ)

ہرگز دریغ نہ کریں بتلایئے یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں جسطرح جی میں آتا ہے جسکو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کردیتے ہیں خود تو بددین دوسروں کو بددین بتلاتے ہیں میں تو مولانا فیض الحسن صاحب کا قول نقل کیا کرتا ہوں کہ بدعتی کے معنی ہیں با ادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب با ایمان۔ مولانا بڑے ظریف تھے کیا لطف کی تفسیر کی۔

(ملفوظ ۱۶۵) ایک صاحب مجلس خاص کیوقت آکر باوجود قریب جگہ ہونے کے مجلس سے فصل پر بیٹھ گئے حضرت والا نے دیکھکر فرمایا یہ اور ہٹ کر وہاں کنارے پر بیٹھئے کہیں کسی سے بھڑ نہ جاؤ اور کہیں کوئی نیک بات کانوں میں نہ پڑ جائے بلکہ اس طرف سے پشت کر کے بیٹھئے اس طرف دیکھنا بھی گناہ ہے اسپر ان صاحب نے عرض کیا کہ غلطی ہوئی معاف فرمائیں۔ فرمایا معاف ہے مگر کیا بدتمیزی پر مطلع بھی نہ کروں تم جیسے اسکو غلطی سمجھتے ہو میں مطلع نہ کرنیکو غلطی سمجھتا ہوں بندہ خدا یہ تو موٹی موٹی باتیں ہیں اتنی بھی تمیز نہیں کیا بدفہمی کا کوئی خاص مدرسہ ہے کہ وہاں سے تعلیم پا کر آتے ہو یا سارے بدفہم اور بدعقل میرے ہی حصہ میں آگئے یا چھانٹ چھانٹ کر آتے ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ آخر آنے سے نتیجہ کیا جب اتنے فاصلہ پر بیٹھے کہ جہاں آواز بھی نہ پہونچ سکے خدا ناس کرے ان رسوم کا بعض لوگوں کو اسمیں ابتلا ہو رہا ہے اور اسکو ادب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ حرکت بالکل خلاف ادب ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا کچھ لیکر بھاگیں گے آپ کی ہیئت ملاحظہ ہو جیسے کوئی چور آکر بیٹھ جاتا ہے ایسے ایسے بدفہم یہاں پر آتے ہیں آتے ہی دل مکدر کر دیتے ہیں پھر کیا خاک نفع حاصل کریں گے اب مجھکو تو بدنام کریں گے جا کر کہیں گے کہ بہت ہی بدخلق ہے اور اپنی حرکت کا اخفا کریں گے یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے یہ خوش خلقی کا برتاؤ کیا تھا اسپر انکی یہ بدخلقی ہوئی خیر کریں بدنام میرا تو نفع ہی ہے وہ یہ کہ پھر ایسے بدفہم تو نہ آئیں گے۔ یہ عرفی دلجوئی اور جگہ ہوتی ہے میرے یہاں تو دلسوزی ہے اگر میرا طرز پسند نہ ہو نہ آؤ بلانے کون جاتا ہے اسپر بھی اگر آؤ گے تو میں ضرور بدتمیزی پر آگاہ کرونگا روک ٹوک کرونگا میں خاموش رہنے کو خیانت سمجھتا ہوں خاموش رہنے پر اصلاح کیسے ہو سکتی ہے یہ تو آسان ہے کہ اصلاح کا کام بند کردوں مگر اصلاح کا کام کرتے ہوئے خاموشی اختیار کروں اور بدتمیزیوں پر مطلع نہ کروں یہ مجھسے نہیں ہو سکتا چاہے کسی کو اچھا معلوم ہو یا برا معلوم ہو میں کسی کی وجہ سے اپنے طرز کو بدل نہیں سکتا اور اس موقع پر میں تو یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں وفاپرست جاؤ وہ بیوفا سہی   جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

اور یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

مجھکو بحمد اللہ اسکی پروا نہیں ہیں ہی سہی کی طرف سے یہ فرض کفایہ ادا کر رہا ہوں اور سب نیک نام ہیں میں بدنام سہی۔ مجھکو متعارف اخلاق سے ہمیشہ نفرت رہی یہ تو خوش اخلاق رہے مگر دوسروں کے اخلاق تو خراب ہوئے آخر کہانتک صبر سے کام لیا جائے کوئی حد بھی ہے۔ بدون اس طریق اور طرز کے اس فعل کی قباحت ان کے ذہن میں آ نہیں سکتی تھی جو بات دل میں بٹھلانا چاہتا ہوں وہ بدون اس طرز کے بیٹھ نہیں سکتی اور اگر یہ طرز پسند نہیں تو کیا یہ چاہتے ہیں کہ ہاتھ جوڑ کر سامنے حاضر ہو کر عرض کروں کہ حضور آپ سے یہ غلطی ہوئی جو بات جسطرح سے اور جس طریق سے کہنے کی ہوگی اسی طرح کہی جائیگی اسپر بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو میں کسی کی بدفہمی کا کیا علاج کر سکتا ہوں اور یہ تو آج نئے نہیں آئے نہ معلوم یہ حرکت نئی کہاں سے سیکھ کے آئے اور اسوقت ممکن ہے کہ ان کے دل میں یہ شکایت ہو کہ میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کیا بات یہ ہے کہ جتنی تہذیب کی توقع انکو مجھسے تھی اس سے زائد مجھکو ان سے تھی مگر ابتدا انھوں نے کی اسی پر میں کہہ رہا ہوں تو ذمہ دار یہ ہیں میں نہیں اور کیا بدسلیقگی اور بے اصولی سے مجھکو فہم کا اندازہ نہیں ہو سکتا ذرا سی بات سے آدمی کے فہم کا پتہ چل جاتا ہے اور یہ تو بہت کھلی ہوئی بات ہے جسکا ان سے صدور ہوا اب باہر جا کر مجھکو بدنام کریں گے کہ بدخلق ہے سخت ہے میں بحمد اللہ سخت نہیں ہوں اس سختی کو یہاں کے رہنے والوں سے دریافت کرو وہ بتلائیں گے مزاجاً فرمایا کہ میرے مزاج میں درشتی نہیں ہے درستی ہے میں سخت نہیں ہوں ہاں مضبوط ہوں جیسے ریشم کا رسہ کہ نرم تو اسقدر کہ جاہے جسطرح موڑ توڑ لو اور جسطرف چاہے گرہ لگا لو مگر مضبوط اسقدر کہ اگر اسمیں ہاتھی کو بھی باندھ دو تو وہ بھی نہیں توڑ سکتا۔ لوگ سختی اور مضبوطی ہی میں فرق نہیں سمجھتے چکنی چپڑی باتیں بنانیکو یا آہستہ بولنے کو خوش خلقی نہیں کہتے۔

(ملفوظ ۱۸۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آپنے قدر کی میرے طرز کی اور اسکو سمجھا اسکا حاصل یہ ہے کہ میں کبھی کسی پر اعتراض نہیں کرتا ہاں کوئی مسئلہ ہوتا ہے اسکو بیان کر دیتا ہوں وہ بھی اس نیت سے کہ حقیقت کا اظہار ہو جائے حق واضح ہو جائے کبھی کسی کی تفسیق تجہیل و تحقیر و تذلیل کی نیت نہیں ہوئی پھر بھی مجھپر اعتراضات کئے جاتے ہیں اور سب کچھ اسوجہ سے ہے

کہیں کچھ بولتا نہیں غریب کی جورو سبکی بھابی ایک مولوی صاحب کا نام لیکر فرمایا کہ ان سے کوئی نہیں بولتا نہ ان کے کوئی درپے ہوتا ہے اسلئے کہ وہ بولتے ہیں میں بولتا نہیں یہ وجہ ہے اس جرأت اور بیباکی کی مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ پھر خود ہی آکر سرنگوں ہوتے ہیں اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ مظلوم اگر کافر بھی ہو تو حق تعالیٰ اسکی نصرت فرماتے ہیں اسمیں کسی کمال اور بزرگی کو کیا دخل۔

(ملفوظ[۱۸۷]) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فضول منازعت کی فرصت کسکو ہے ان فضولیات میں تو وہ پڑے جسکو فرصت ہو کون ان قصوں میں پڑے ان جھگڑوں میں پڑکر آدمی اپنے ضروری کاموں سے بھی رہجاتا ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس قطع منازعت کیلئے ایک عجیب دستور العمل بیان فرمایا تھا کہ اگر کوئی تم سے ناحق مباحثہ یا مناظرہ کرے تو اس مثل پر عمل کرنا کہ ایک نائی سے ایک شخص نے کہا کہ میاں میری داڑھی کے سفید بال چن دو اس نے استرا فسی اسطرف تک داڑھی صاف کرا اور سامنے رکھ دیا کہ تم خود چنتے رہو مجھکو اتنی فرصت کہاں کہ ایک ایک بال چنوں اسی طرح تم کرنا جب کوئی تم سے جھگڑے یا الجھے تو تم سب رطب یابس اسکے حوالہ کرکے اپنے کام لگ جاؤ اور الیسا نہ کرنا دلیل ہے اسکی کہ اسکو کوئی اور کام نہیں بالخصوص عشق و معرفت سے خالی ہیکی تو یہ صاف دلیل ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خوے
چو بگذشت بر عارف جنگ جوے

گر ایں مدعی دوست بشناختے
بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

(ملفوظ[۱۸۸]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ جب تک اہل اللہ کی صحبت نہ ہو بزرگی تو کیا انسانیت بھی نہیں آسکتی اور بزرگی آبھی جائے مگر انسانیت پیدا نہیں ہوسکتی۔

(ملفوظ[۱۸۹]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اہل کتاب دین کے دشمن نہیں دنیا کے دشمن ہیں گو اسکے ضمن میں دین کی بھی دشمنی ہو جائے اور مشرکین دین کے دشمن ہیں معیار اسکا یہ ہے کہ جسقدر قوت اور سطوت اہل کتاب کو ہے اگر مشرکین کو ہو جائے تو یہ ہندوستان میں مسلمانوں کا بیج تک بھی نہ چھوڑیں ہزارہا واقعات اور مشاہدات موجود ہیں اسپر بھی اگر کوئی اختلاف

کرے تو اسکا کوئی علاج نہیں بقول شاعر۔ جو اسپر بھی وہ نہ سمجھے تو اُس بُت کو خدا سمجھے۔

(ملفوظ[۱۹۰]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیچارے علماء تو کس شمار میں ہیں قطب اور غوث اور ولی کس قطار میں ہیں انبیا میں تو کوئی کمی نہیں تھی مگر بدبختوں نے تو اپنی بداستعدادی کیوجہ سے انبیاء سے اور اُنکی پاکیزہ تعلیم سے بھی اعراض کیا۔

(ملفوظ[۱۹۱]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر کوئی خفیہ آئے یا سی ڈی آئے جو کوئی آئے آوے ہم تو جو بات ہے صاف کہتے ہیں ہم نہ تو تقیہ کرتے ہیں اور نہ توریہ جانتے ہیں صرف بوریہ کو جانتے ہیں۔

(ملفوظ[۱۹۲]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ملک کی خدمت کی دو قسمیں ہیں ایک سرحد کی حفاظت اور ایک اندرونی حفاظت اگر سرحد کی حفاظت کرنے والے ملک کے اندر لوٹ آئیں تو پھر ملک کی خیر نہیں غنیم ملک پر قبضہ کرلیگا اور اگر دفتری لوگ اندرون ملک سے سرحد پر لوٹ جائیں تب بھی اندیشہ مضرت کا ہے اسلئے کہ نظام میں گڑبڑ ہو جائیگی ہر جماعت جب تک اپنے فرائض منصبی کو انجام نہ دیگی بقاء حکومت دشوار ہے اسلئے میں کہا کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی دو قسم کے لوگ ہونے چاہئیں ایک سرحدی اور ایک دفتری ہندو بڑے ہوشیار ہیں انھوں نے دو گروہ تیار کئے ہیں ایک ان تحریکات کے مخالف گو باطن میں سب شریک ہیں اور ایک تحریکات کے موافق تو جس جماعت کا غلبہ ہوگا وہ دوسری کو پناہ دیگی مسلمانوں میں یہ بات نہیں جسطرف کو ایک جائیگا سب اسی طرف کو جائیں گے بھیڑ چال مشہور ہے اور اگر کوئی دور اندیش الگ رہنا بھی چاہے تو اسکو بدنام کرتے ہیں اسکو دشمن اسلام کہتے ہیں اور اسپر قسم قسم کے بہتان اور الزامات لگاتے ہیں انکے یہاں نہ کوئی اصول ہیں نہ قواعد ایسی بے ڈھنگی باتیں کرتے ہیں جنکے نہ سر نہ پیر مسلمانوں میں اتنا تو مادہ ہے ہی نہیں کہ اپنے دوست اور دشمن ہی کو پہچان سکیں ان کی باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے کہ جو نہ اصول سے واقف نہ دین کی خبر محض من گھڑت باتیں اور وہ بھی بے اصول بھلا یوں بھی کہیں کام چلا کرتا ہے زبانی جمع خرچ جسقدر چاہو کرالو عملی صورت کا نام ونشان نہیں۔ اسٹیج اور پلیٹ فارموں پر دھواں دھار تقریریں اور زور شور بہت کچھ اور افسوس کہ نماز تک کے بھی پابند نہیں یہ مسلمانوں کے راہبر اور لیڈر ہیں سو اس طرح ہو چکی کامیابی اسلئے کہ کامیابی تو حق جل علی شانہٗ کے قبضہ قدرت میں ہے! اور اُن کے بغاوت اور سرکشی اختیار کر رکھی ہے پھر کامیابی کیسی حق تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ دے اور فہم سلیم عطا فرمائے

(ملفوظ ۱۹۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں تحریکات کا زمانہ نہایت ہی
پر فتن تھا مزاحاً فرمایا کہ اسلئے کہ اہل فتن کے مقلدوں کی بنیاد ڈالی ہوئی تھی اسمیں خیر اور برکت کہاں
نہایت ہی زبردست فتنہ تھا دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے۔ لوگوں کا دنیا کا تو خسارہ ہوا ہی مگر
آخرت کے برباد کرنے میں بھی بدفہموں نے کسر نہیں رکھی۔ اُس ہی زمانہ میں جسوقت حضرت مولانا دیوبندی
رحمۃ اللہ علیہ مالٹا سے تشریف لائے تو میں بغرض زیارت دیوبند حاضر ہوا وہاں ایک صاحب فرمانے
لگے کہ آپکو معلوم ہے کہ زمانۂ غدر میں آپ کے بزرگ کھڑے ہوئے تھے میں نے کہا کہ جی ہاں کھڑے
ہوئے تھے یہ بھی معلوم ہے اور ایک بات اور بھی معلوم ہے جو آپکو معلوم نہیں وہ یہ کہ بیٹھ بھی گئے
تھے آخری فعل حجت ہوا کرتا ہے تو تم منسوخ پر عمل کرو اور ہم ناسخ پر عمل کریں اب یہ بتلاؤ کہ منسوخ پر
عمل کرنے والا اپنے بزرگوں کا متبع کہلائیگا یا ناسخ پر عمل کرنے والا اور وہ منسوخ پر عمل کرنے والے تم ہو یا
ہم بس یہ سنکر رہ گئے اُسوقت لوگونکی عجیب ہی حالت تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی نشہ پیکر
بے خبر اور مدہوش ہوجاتا ہے کہ کسی بات کی خبر ہی نہیں رہتی یہ حالت تھی نہ حدود کی رعایت نہ اصول
پروا دین اور شعائر دین کی طرف مطلق توجہ ہی نہ تھی بس ایک ہی بات کے ہوش تھے کہ جو گاندھی
کی زبان سے نکلجاتا اُسکو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے اور لوگوں سے عمل کرانے پر تمام اپنی قوت
صرف کردیتا اپنی فلاح اور بہبود کا باعث سمجھتے تھے یہانتک خیالات فاسدہ کا غلبہ ہوچکا تھا کہ ایک
وعظ کا جلسہ سہارنپور میں ہوا اُس جلسہ میں ایک مقرر نے بیان کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر سوراج
ملگیا تو ہندو مسجدوں میں آذان نہ ہونے دیں گے تو کیا بلا اذان کے نماز نہیں ہوسکتی یا کہتے ہیں کہ
مساجد کو بند کردیں گے تو کیا نماز گھر میں نہیں ہوسکتی اور کہتے ہیں کہ گائے کی قربانی نہ ہونے دیں گے تو کیا
بکرے کی قربانی نہیں ہوسکتی کیا گائے کی قربانی واجب ہے۔ یہ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے راہبر اور
مقتدا بنے ہوئے ہیں مسلمانوں کی باگ ایسے راہ زنوں کے ہاتھ میں ہے ایسے بددین بدفہم لوگ مسلمانوں
کے جہاز کے ناخدا بنے ہوئے ہیں اس مقرر کے بیان میں ایک اور بات رہ گئی اگر اسکو بھی بیان کردیتا
تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہ رہتا وہ یہ کہ اگر ایمان اور اسلام پر ہندوؤں نے نہ رہنے دیا تو کیا بدون اسلام
اور ایمان کے زندہ نہ رہیں گے یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کے دوست نما دشمن ہیں اس بدفہم سے کوئی پوچھتا
کہ جب تو شعائر اسلام کے چھوڑ دینے کی گوارا کرنے کی مسلمانوں کو تعلیم کرتا ہے تو پھر انگریزوں ہی میں

جا کر جذب ہو جا عیسائیت ہی قبول کر لے انکی تو حکومت بنی بنائی ہے ہندوؤں کی حکومت کیلئے تو بڑی جد وجہد کی ضرورت ہے پھر کامیابی بھی محتمل اجی اسلام اور شعائر اسلام کو چھوڑنا ہی ہے تو اسمیں کیا انگریز اور کیا ہندو بلکہ تیری محبوبہ دنیا ہندوؤں سے زیادہ انگریزوں کے پاس ہے۔ یہ فہم سمجھتے ہیں کہ تدابیر سے کام چلسکتا ہے میں کہتا ہوں کہ نری تدبیروں سے کام نہیں چلسکتا کام چلتا ہے تائید حق سے اور وہ موقوف ہے طاعت اور فرمانبرداری پر باغیوں سرکشوں اور نافرمانوں کیساتھ تائید حق نہیں ہوا کرتی یہی وجہ ہے کہ اسوقت کسی کام میں بھی برکت نصیب نہ ہوئی اور جہاں ایسے ایسے راہبر اور پیشوا ہوں گے یہ ہی نتیجہ ہوگا کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند این چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

برکت تدابیر منصوصہ پر عمل کرنے سے میسر ہو سکتی ہے اور یہ ہڑتال اور جلوس یہ سب یورپ ہی سے سبق حاصل کیا ہے یہ سب انہیں کی تدابیر ہیں جنکے خلاف تم جد وجہد کر رہے ہو ان تدابیر کی کہ جو تم نے اختیار کر رکھی ہیں اس سے زیادہ وقعت نہیں جیسے ایک گاؤں میں ایک بوجھ بجکڑ رہتا تھا اس گاؤں کا ایک آدمی کھجور کے درخت پر کھجوریں کھانے چڑھ گیا وہاں پہونچکر زمین کو دیکھا تو بڑی دور نظر آئی گھبرا گیا اور گھبراہٹ میں اترنا مشکل پڑ گیا تمام گاؤں جمع ہو گیا مگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اسکو اتاریں کس طرح آخر یہ طے ہوا کہ بوجھ بجکڑ کو بلاؤ بلایا آیا درخت کے قریب کھڑے ہو کر اوپر نیچے دیکھا اور بہت غور اور فکر کے بعد سوچ سمجھکر کہا کہ سمجھ میں آگیا رسے لاؤ رسے آئے کہا کہ ان میں پھندا لگا کر اوپر پھینکو تا کہ اسکے پاس تک پہونچ جائے اس سے کہا کہ تو پکڑ لینا غرضکہ رسا پھینکا گیا اس نے پکڑ لیا کہا کہ اس پھندے کو اپنی کمر میں ڈال لے اس نے ڈال لیا اب لوگوں سے کہا کہ لگاؤ جھٹکا مزا تو فرمایا کہ جھٹکا ہوتا ہی نا جائز لوگوں نے جھٹکا لگایا وہ شخص درخت سے زمین پر آکر پڑا ہڈی پسلی ٹوٹ گئیں دماغ پھٹکر بھیجا الگ جا کر پڑا ختم ہو گیا لوگوں نے کہا کہ یہ کیا کیا یہ تو مر گیا تو بوجھ بجکڑ کہتے ہیں کہ مر گیا سسر اپنی موت مرا اسکی قسمت ہیں لے تو ہزاروں آدمی اسی تدبیر سے رسے کے ذریعہ کنوئیں سے نکلوائے ہیں کنوئیں سے نکلوا لینے پر قیاس کیا کھجور کے درخت پر سے اترنے والے کو بھی حقیقت آجکل کے ان عقلا اور لیڈروں کے قیاسات اور تدابیر کی ہے یہ بھی عقل اور فہم میں اس بوجھ بجکڑ سے کم نہیں بلکہ چار قدم اور آگے بڑھے ہوئے ہیں پھر اسپر نازہے دعویٰ ہے کہ ہم اہل عقل اور اہل فہم ہیں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ آجکل کے

اہل عقل اہل اکل ہیں عاقل نہیں آکل ہیں معلوم بھی ہے کہ ایک تدبیر ایک کیلئے نافع اور مفید ہے اور ایک کیلئے وہی مضر جیسے بوجہ جھگڑے کی تدبیر ایک کیلئے تو مفید تھی کہ رسے کے ذریعہ کنوئیں سے نکلوا لیا اور دوسرے کیلئے مضر یعنی کھجور کے درخت سے رسے کے ذریعہ اُتروایا۔ ایک کیلئے مفید اسلئے ہوئی کہ کنوئیں میں تھا پستی سے بلندی کی طرف آگیا اور دوسرے کیلئے مضر اسلئے ہوئی کہ بلندی سے پستی کی طرف آیا جسکا نتیجہ ہلاکت ہوا ایسے ہی مسلمان بلندی پر ہیں تو ان تدابیر غیر منصوص سے یہ پستی کی طرف آئیں گے جسکا آخر نتیجہ ہلاکت ہوگا اور تدابیر منصوصہ کو اختیار کرنے سے پستی سے بلندی کی طرف جائیں گے اسلئے کہ تدابیر منصوصہ بلندی کی طرف اسی ہیں۔ اتنی تو خبر ہے ہی نہیں مگر پیشوا مقتدا بننے کو جی چاہتا ہے اصل بات یہ ہے کہ اگر دین ہو تو عقل میں بھی نور ہو دین کا تو نام نشان ہی نہیں اپنی من گھڑت باتوں اور تدابیر پر کودتے اچھلتے پھرتے ہیں ملک کو تباہ اور برباد کیا لوگوں کا دین بھی خراب کیا کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

(**ملفوظ** ۱۹۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں فتن کا ایک خاص اثر ہوتا ہی اس لئے کہ بشریت ہے اسلئے تاثر بعید نہیں اس زمانہ میں میں خود اپنے اندر اثر پاتا تھا اسی واسطے حدیث شریف میں اس قبیل کے فتن کے وقت ارشاد ہے فلیلحق بابلہ بغنمہ بارضہ (مشکوٰۃ عن المسلم) اور ارشاد ہے علیک بمن انت منہ یعنی بعشیرتہ (جمع الفوائد عن ابی داؤد) یعنی اپنے مواشی اپنی جائداد کنبہ میں جا پڑے اگر اسکا کوئی اثر نہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیوں فرماتے۔

(**ملفوظ** ۱۹۵) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا امراض باطنی کے متعلق لکھا تھا کہ فلاں مرض ہے اسکا سہل علاج بتلا دیجئے میں نے لکھدیا کہ طالب کو حق نہیں کہ وہ سہولت کی درخواست کرے اسپر فرمایا کہ لوگ مجاہدہ سے گھبراتے ہیں اسکی ایسی مثال ہے اگر کوئی کسی عورت پر عاشق ہو جائے اور وہ عورت کچھ شرائط وصل کے بتلائے اور اسپر یہ عاشق یہ کہے کہ اگر ملنا چاہو تو سہولت سے ملو ورنہ جانے دو تو کیا یہ عاشق کہلائے جانیکے قابل ہے نیز ایسی درخواست کرنا خلاف ادب بھی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شیخ سے تعلیم حاصل کرنا مقصود نہیں بلکہ الٹی شیخ کو تعلیم دینا مقصود ہے یہ شخص شیخ کو شیخ ہی نہیں سمجھتا کیونکہ جس شخص کو اتنی بھی خبر نہ ہو کہ اس تعلیم سے طالب پریشان ہوگی وہ شیخ کب ہے

سو شیخ تو خود ہی شفقت کی بنا پر سہل علاج تجویز کرتا ہے مگر ضرورت کے موقع پر خود شیخ بھی مجبور ہو جاتا ہے کیونکہ بعض امراض کا ازالہ سخت مجاہدات ہی سے ہوتا ہے جیسے بعض امراض جسمانیہ میں طبیب مجبور ہے کہ بدون شاہترہ اور چرائتہ گلو اور بیخ حنظل کے بخار اور سوداویت کا علاج مشکل ہوتا ہے بہر حال طالب کو حق نہیں کہ وہ سہولت یا سختی کی درخواست کرے جیسے مریض کو حق نہیں طبیب کے پاس جا کر کہے کہ ایسا نسخہ تجویز کر دیجئے جو میٹھا ہو کڑوا نہ ہو یا کڑوا ہو میٹھا نہ ہو اگر ایسا کرے تو طبیب کیا خاک علاج کریگا۔

۱۹۶ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کو گناہوں پر بڑی دلیری ہے جو نہایت ہی خطرناک بات ہے بعض گناہ وہ ہیں جن میں لوگوں کو زیادہ ابتلا ہے اور انکو ہلکا سمجھتے ہیں مثلاً بدنگاہی ہے اسمیں عوام تو کیا خواص تک کو ابتلا ہے یہاں پر خواص سے مراد جاہل درویش اور مدعیان صحبت رسول ہیں جو بدعات کے حامی ہیں اور مولود مروجہ کی مجالس میں امرد لڑکوں کو ساتھ رکھتے ہیں معلوم بھی ہے کہ یہ مرض کتنا بڑا مہلک ہے اور خدا کے قہر اور غصہ کو بھڑکانے والا ہے۔ یہ بدنگاہی نہایت سخت اور خبیث فعل ہے ایک شخص نے کسی بزرگ کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے کہا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس جس گناہ کا اقرار کرلوگے ہم اسکو معاف کر دیں گے میں نے سب گناہوں کا اقرار کر لیا مگر ایک گناہ کا اقرار کرتے شرم آئی اسلئے وہ ابتک معاف نہیں ہوا وہ گناہ یہ ہے کہ میں نے ایکمرتبہ ایک امرد لڑکے کو بدنگاہ سے دیکھ لیا تھا بس اُسکا اقرار کرنا میرے لئے مشکل ہو رہا ہے اسلئے کہ اس خبیث گناہ کا اقرار خدا کے سامنے کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہے ہمت نہیں کس منہ سے اقرار کروں کہ میں نے یہ گناہ کیا ہے بس اسکے عذاب میں مبتلا ہوں اور یہ عقوبت اور عذاب میرے لئے سہل ہے اس سے کہ میں حق سبحانہ تعالیٰ کے سامنے اس گناہ بدنگاہی کا اقرار کروں واقعی یہ بدنگاہی ایسی ہی سخت بلا ہے اہل فن نے لکھا ہے کہ دو چیزیں قلب کا ستیاناس کرنے والی ہیں اور نورانیت کو برباد کرنیوالی ایک غیبت اور ایک بدنگاہی مگر یہی دونوں چیزیں آجکل لوگوں میں شیر و شکر بنی ہوئی ہیں۔

۱۹۷ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل باطل ہمیشہ اہل حق پر اعتراض ہی کرنے میں مشغول رہتے ہیں انکو کبھی کوئی کام کی بات بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور حدود کا تو ان لوگوں میں مطلق خیال ہی نہیں بدون تحقیق جو جی چاہا اور جسکی نسبت چاہا کہدیا یہ قلب میں دین نہ ہونیکی دلیل ہے الحمدللہ اپنے حضرات

کی برکت کی وجہ سے ہملوگوں کو حدود کا اسقدر خیال رہتا ہے کہ جب دیوبند میں بڑا جلسہ ہوا تھا اسمیں مجھسے حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اس جلسہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرنا مناسب ہے یہ حضرت مولانا کا فرمانا اس خیال سے تھا کہ بڑا مجمع ہے ہر قسم کے عقائد کے لوگ اطراف سے آئے ہوئے ہیں جنمیں بعضے وہ بھی ہیں کہ ہم لوگوں کے متعلق یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ ان کے دل میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت نہیں نعوذ باللہ تو ایسے لوگ رسول اللہ علیہ وسلم کے فضائل سنکر یہ سمجھ جائیں گے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کے یہ خیالات ہیں میں نے عرض کیا کہ ایسے بیان میں روایات کے یاد ہونے کی ضرورت ہے اور روایات مجکو محفوظ نہیں میری روایات پر نظر بہت کم ہے فرمایا کہ اگر یاد آجائے بیان کردینا یہ حضرت کا مشورہ تھا اور نیک مشورہ تھا مگر اپنا اپنا مذاق ہے مجکو اسکا بیان اس نیت سے کرتے ہوئے شرم معلوم ہوئی کہ اپنے منہ سے ہم یوں کہیں کہ ہم محب رسول ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں دوسرے یہ وعظ تو اپنی مصلحت تبریہ کیلئے ہوا مخاطبین کی مصلحت سے نہ ہوا اسلئے میں نے حب دنیا کا بیان کیا جسکا آجکل عام مرض ہے اور لوگوں میں سب خرابیاں حب دنیا کے سبب ہیں -

۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ہجری،

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ،

(ملفوظ ۱۹۵) ایک مسلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل میں بعض لوگوں کو عناد سے اہل حق سے اس عناد کے سبب اُن کی عبارات سے بعید بعید لزوم ثابت کرتے ہیں کہ یہ لازم آتا ہے وہ لازم آتا ہے صریح عبارات میں تحریف کرکے اُسپر کفر کو چسپاں کرتے ہیں مولوی ابراہیم صاحب دہلوی نے اسکی مثال میں خوب کہا کہ بعض واعظ ظریف ہوتے ہی ہیں کہ ان کا لزوم ایسا ہے جیسے ایک شخص یک چشم تھا ایک شخص سے راہ میں ملا اور کہا کہ تو حرامزادہ تیرا باپ حرامزادہ اُس نے کہا کہ میاں یہ کیا واہیات ہے راہ چلتے گالیاں دیتے ہو میں نے آخر تمکو کہا کیا تھا کہنے لگا کہا کہ یہ مشہور ہے کہ کانا حرام زادہ تو تمنے جب مجھکو دیکھا ہوگا ضرور دل میں کہا ہوگا کہ کانا حرامزادہ تو میں نے اسکا جواب دیا کہ تو حرامزادہ تیرا باپ حرامزادہ اب ایسے لزوم کا کسی کے پاس کیا علاج -

(ملفوظ ۱۹۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان بدعتیوں کے یہاں سوائے تبرابازی کے اور کیا ہے یہ بھی شیعوں کی طرح ہیں نہ تو علم ہے نہ حقائق شناسی محض اتباع ہوا انکا مذہب ہے فلاں شخص ہی کی تصانیف کو دیکھ لیا جائے سوائے خرافات بکنے اور گالیاں دینے کے ان میں علوم کا نام و نشان بھی نہیں خود اسکی کتابیں دیکھ دیکھکر اُسکے بہت معتقد اس سے متنفر ہو گئے کیونکہ ان تصانیف میں سوائے گالیوں اور خرافات کے اور کچھ بھی نہیں بحمد اللہ میری تصانیف اس قسم کی نہیں صرف تحقیق ہے اسپر بھی کسی کو ناگواری ہو اور برا لگے اُسکا ذمہ دار وہ خود ہے ہم ذمہ دار نہیں خود میری عادت سب و شتم کی نہیں گو بعض لوگوں کو ان باتوں میں مزا آتا ہے لیکن مجھکو ایسی باتوں سے بڑی ہی نفرت ہے اسی طرح یہ بھی عادت نہیں کہ ایک ہی چیز کو خصوص اختلافیات کو لیکر بیٹھ جاؤ اور کھول کئے جاؤ کیا یہ بھی کوئی مشغلہ کی چیز ہے میرے ایک دوست ہیں حیدرآباد دکن میں عالم شخص ہیں اُنہیں یہ عادت ہے کہ ایسی اختلافی باتوں کا مشغلہ رکھتے ہیں ایک صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ اسکی بدولت بدعتی لوگ اُن کے دشمن ہو گئے اور اُنکی شکایت نظام تک پہونچائی اور تمام جرائم میں سے بڑا جرم اُن کے سر یہ منڈھا گیا کہ انھوں نے حضور نظام کی توہین کی ہے اب دیکھئے کیا ہو اللہ تعالیٰ بیچاروں پر رحم فرمائیں اور اس بلا سے نجات عطا فرمائیں میرا مسلک تو اسکے متعلق یہ ہے کہ اس قسم کے قصوں اور جھگڑوں میں پڑنا ہی نہیں چاہئے خواہ مخواہ وقت بیکار جاتا ہے آدمی اتنی دیر اپنے اللہ کی یاد میں لگے کوئی کیسا ہی ہو ہمکو اس سے کیا لینا ہے اپنے دین و ایمان و اعمال کی فکر چاہئے خود ہمیں ہی کیا خبر ہے کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا جب یہ خبر نہیں تو اس کے علم سے قبل بےفکری کیسی البتہ ضرورت کیوقت جہاں دین پر حملہ ہو اُسوقت اگر مناسب تدابیر اختیار کرے اور بشرط قوت اور وسعت و ہمت کام کرے اور اُسکو دین کی نصرت میں صرف کرے تو مضائقہ نہیں عین مطلوب ہے غرضکہ حدود کی ہر جگہ اور ہر موقع پر رعایت ضروری ہے باقی بے ڈھنگا پن کہ جسکے سر ہو نہ پاؤں یہ مناسب نہیں اسمیں بجائے نفع کے الٹا نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے سو جہاں بجائے نفع کے ضرر کا اندیشہ ہو وہاں اس قسم کی باتیں کرنا مناسب نہیں۔

(ملفوظ ۲۰۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شہادت قلب معتبر تو ہے مگر ہر شخص کے قلب کی شہادت معتبر نہیں بلکہ اہل دل کی شہادت معتبر ہے اور اہل دل ہونیکا معیار یہ ہے کہ اس

کی طرف علماء صلحاء، اتقیاء متوجہ ہوں وہ شخص کامل ہے درویش ہے اور جسکی طرف اہل دنیا واہل جاہ وثروت یا فساق فجار متوجہ ہوں وہ نہ کامل ہے نہ درویش ہے اور علماء اور صلحاء سے بھی مراد اہل حق ہیں ورنہ یوں تو بہت لوگ اہل علم کہلاتے ہیں ان سب ہی کو صلحا ہونیکا دعویٰ ہے غرض وہ لوگ دیندار ہوں دکاندار نہ ہوں ایسوں کا متوجہ ہونا معیار ہے وہ صورت دیکھکر ادراک کرلیتے ہیں بقول مولانا ؎ نور حق ظاہر بود اندر ولی، نیک بیں باشی اگر اہل دلی،

مولانا ابوالحسن صاحب نے گلزار ابراہیم میں اسکا خوب ترجمہ کیاہے ؎

مرد حقانی کے پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

مگر آجکل دکانداروں اور مکاروں سے زمانہ پر ہے اس زمانہ میں اس راہ کے اندر اسقدر راہ زن پیدا ہوگئے ہیں کہ جسکی حد اور شمار نہیں اور زیادہ تر جہلاء کو انکی طرف توجہ ہوتی ہے ان جہلا کے یہاں بڑا زبردست معیار کامل ہونیکا یہ ہے کہ جسقدر جو شریعت کے خلاف ہو اسی قدر وہ بڑا بزرگ اور درویش ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۷ ربیع الاول ۱۳۵۱ ہجری

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ملفوظ (۲۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انبیا کو کیا تھوڑا ستایا بدفہموں نے مگر ان حضرات کی کیا شان تھی اللہ اکبر کہ اذیتیں بھی سہیں تکالیف بھی برداشت کیں مگر حق تعالیٰ سے تسخیر وغیرہ کی تدبیر کی بھی درخواست نہیں کی کیا ٹھکانا ہے اس ظرف کا یہ ان ہی حضرات کی شان تھی اور کسکو یہ شایاں ہوسکتا ہے آجکل تسخیر کے عمل مشائخ تک پڑھتے ہیں یہ تو اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے اور اگر زیادہ نظر عمیق سے دیکھا جائے تو اپنی پرستش کرانا مقصود ہے جو شان عبدیت کے بالکل خلاف ہے انبیا علیہم السلام کی سنت بھی ہے جسپر انکا عمل تھا کہ واصبر علیٰ ما اصابک میں نے ایکمرتبہ طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسا عمل بھی ہے کہ جس سے موکل تابع ہوجائیں فرمایا کہ عمل تو ہے مگر کیا دنیا میں عبد بننے کیلئے آئے ہو یا خدا بننے کیلئے اس روز سے طبیعت میں ان عملیات سے اسقدر انقباض پیدا ہوگیا کہ ایسی باتوں کے ذکر سے بھی طبیعت مکدر ہوتی ہے چنانچہ یہاں بھی بعضے

لوگ آتے ہیں اور مہمل گفتگوئیں کرتے ہیں جس سے مجھکو اذیت پہونچتی ہے اسکے جواب میں مجھکو بھی مہمل گفتگو کا حق ہے مگر یہ خود ایک مستقل فن ہے جو مجھکو نہیں آتا مجھسے ایسے مہمل جملے بیان نہیں ہو سکتے اسلئے صاف صاف گفتگو کرتا ہوں جس سے میرا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی صحیح خدمت ہو جائے اسلئے بات کو سمجھانا چاہتا ہوں مگر لوگوں کو اس فن میں ایک خاص ملکہ ہے نہ معلوم کس مدرسہ کی تعلیم ہے کہ صاف بات کو بھی الجھا دینا انکے بائیں ہاتھ کا کام ہے اس مہمل پر ایک حکایت یاد آئی اور یہ حکایت حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی تھی کہ گنگوہ میں ایک جاہل مفتی تھے ان سے خود مولانا نے یا اور کسی نے (صحیح یاد نہیں رہا) تنگ کرنے کو ایک مسئلہ پوچھا اور وہ تھے تو جاہل مگر جواب غلط نہ دیتے تھے گو مہمل دیں وہ مسئلہ یہ تھا کہ حاملہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں واقعی مسئلہ بھی بڑے بکھیڑے کا ہے کہ آیا وہ حمل حرام سے ہے یا حلال سے ہے اگر حلال سے ہے تو اُسکا حکم دوسرا ہے اگر حرام سے ہے تو نکاح کون کرنا چاہتا ہے آیا وہی جسکا حمل ہے یا اور کوئی دوسرا شخص غرضکہ بڑا قصہ ہے اور ہر صورت کا الگ الگ حکم ہے انھوں نے عجیب جواب دیا کہ یہ نکاح کرنا ایسا ہے کہ جیسے کسی نے گھیرا دیدیا سائل نے دریافت کیا کہ گھیرا کیسا کہا کہ یہی گھیرا دریافت کیا کیسا گھیرا کہا گھیرا یہی گھیرا اس گھیرے میں ایسی پناہ لی کہ ہاتھ نہ آئے سائل ہی خاموش ہو گیا ایسا گھیرا دیا۔

(ملفوظ ۲۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے سلسلہ میں پہلے بھی صاحب حال گذرے ہیں اور اب بھی ہیں مگر جو حال سنت کی اتباع سے پیدا ہوتا ہے اُسکی شان ہی جدا ہوتی ہے ہمارے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید ہیں خورجہ کے رہنے والے ہیں وہ بڑے صاحب حال ہیں ہمیشہ اُچھلتے کودتے رہتے ہیں اپنے حضرات کے عاشق ہیں دیکھکر یا نام سنکر لوٹنے پوٹنے لگتے ہیں مگر چونکہ متبع سنت ہیں اُن کے حال کی یہ شان ہے کہ عین نماز کیوقت بالکل درست ہوجاتے ہیں کبھی نماز میں تڑپنا چیخنا نہیں سنا گیا حتی کہ آہ تک بھی نہیں نکلتی یہ اتباع سنت ہی کی تو برکت ہے ایسے حضرات کی یہ شان ہوتی ہے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق　　　　ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

اسی جامعیت کے نہ سمجھنے سے ایک غیر مبصر اور غیر محقق گھبرا کر یہ کہہ اٹھا ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہٗ　　　　باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

بات یہ ہے کہ اس بیچارے کو اس جمع کی خبر نہیں مگر جو تیرنا جانتے ہیں وہ کھڑے ہو کر تیرتے ہیں اور دامن بھی بچالیجاتے ہیں اور صاف پار ہو جاتے ہیں اور یہ جامعیت ہم جیسوں کے لئے بیشک مشکل ہے مگر اُن کے نزدیک کیا مشکل ہے اور اگر آدمی راستہ چلے تو سب کچھ آسان ہو جاتا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست　　با کریماں کارہا دشوار نیست

(**ملفوظ** ۲۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل باطل سے دشمنی ہونا بھی نہایت ہی خطرناک ہے دین تو انکے قلب میں ہوتا نہیں اور اسکے نہ ہونیکی وجہ سے خدا کا خوف بھی قلب میں نہیں ہوتا اس ہی لئے بددین کی دشمنی خطرناک ہوتی ہے کیونکہ اُسکے یہاں کوئی حدود یا آئین تو ہوتے ہی نہیں وہ جو چاہے کرسکتا ہے جو جی میں آئے کہہ سکتا ہے بخلاف اہل حق اور اہل دین کے کہ وہ حدود سے تجاوز کر کے دشمنی بھی نہیں کر سکتے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے اپنی آخرت خراب ہونیکا ہر وقت خیال رہتا ہے وہ کیسے حدود سے تجاوز کر کے کسی کو ایذا پہونچا سکتا ہے مگر حق تعالیٰ اُن کیلئے انتقام لیتے ہیں دیکھئے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ و حضرت مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیسی تو ہستیاں پھر افسوس ہے کہ ایسی مقدس ہستیوں کو کافر کہا جاوے العیاذ باللہ پھر کیوں نہ ان لوگوں پر وبال آوے مگر یہ لوگ ایسے بدفہم ہیں کہ وبال کو کمال سمجھتے ہیں چنانچہ ان ہی میں ایک خاں صاحب نے خواب دیکھا کہ دوزخ کی کنجی میرے ہاتھ میں رکھی گئی ان کے متبعین اور معتقدین نے اس سے یہ مطلب نکالا اور تعبیر بیان کی کہ اعلیٰ حضرت جسکو چاہیں گے اپنے فتوے سے دوزخ میں داخل کر دیں گے میں نے سنکر کہا کہ یہ تعبیر محض غلط ہے کہیں کسی کو جہنم میں داخل کرنا کسکے اختیار میں ہے بلکہ اسکی تعبیر یہ ہے کہ یہ لوگوں کے عقائد تباہ کر کے فاتح ہو رہے ہیں ابواب نار کے اسی سلسلہ میں ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بیعت کے وقت طالب سے یہ بدعتی لوگ یہ شرط کرتے ہیں کہ بہشتی زیور مت دیکھنا فرمایا کہ یہ شرط انکی حالت کے بالکل مناسب ہے وہ تو دوزخی زیور کے مستحق ہیں انکو بہشتی زیور سے کیا تعلق پھر فرمایا کہ یہ لوگ ایسے بے عقل ہیں کہ بہشتی زیور پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اسمیں درمختار شامی وغیرہ ہی کے مسائل ہیں جنکو وہ مانتے ہیں تو یہ ایسا قصہ ہوا کہ جیسے ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دی اسپر کسی نے کہا کہ وہ تمھاری بھی تو ماں ہے کہا کہ اسمیں دو حیثیتیں ہیں ایک اسکی ماں ہونیکی اور ایک میری ماں ہونیکی تو اسکی

ماں ہونیکی حیثیت سے تو وہ ایسی ہی ہے اور میری ماں ہونیکی حیثیت سے مکرمہ معظمہ ہے تو اسی طرح یہاں بھی وہ مسائل اس حیثیت سے کہ انکی نسبت بہشتی زیور میں میری طرف ہے دیکھنے کے قابل نہیں اور اس حیثیت سے کہ درمختار وغیرہ کی طرف منسوب ہیں قابل قبول ہیں کیا ٹھکانا ہے اس عناد کا چنانچہ بہشتی زیور میں ایک مسئلہ ہے جو تمام کتب فقہ میں مذکور ہے کہ اگر مدت سے خاوند باہر ہو اور یہاں اسکی بیوی کے اولاد ہو تو وہ حرامی نہ کہلائیگی اسپر وہ اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ الامان الحفیظ حالانکہ فقہ کا مسئلہ ہے اور کتب مذہب میں منصوص ہے مگر بدون تحقیق اور بدون سمجھے اعتراض کرنے سے غرض اور واقعہ یہ ہے کہ سمجھے تو وہ جسکو علم سے مناسبت ہو دوسرے طبیعت میں انصاف اور عدل بھی ہو عناد نہ ہو نیز سمجھنے کیلئے اسکی بھی ضرورت ہے کہ خالی الذہن ہو ورنہ اگر پہلے ہی سے یہ ارادہ کرلیا جاوے کہ اسکے خلاف کرنا ہے یا کہنا ہے تو پھر اگر سمجھ میں بھی آجائے تب بھی نتیجہ وہی نکالا جائیگا جو دل میں ہے دہلی میں مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کے زمانہ میں ایک بدعتی مولوی تھے جو ہر مسئلہ میں شاہ صاحب سے اختلاف کرتے تھے شاہ صاحب میراں کے بکرے کو حرام فرماتے تھے وہ جائز کہتے تھے ایک سمجھدار شخص نے دیکھا کہ دو مولویوں میں اختلاف ہے اور اختلاف بھی حلت اور حرمت کا اسنے نہایت دانشمندی سے دونوں کا اسطرح امتحان لیا کہ ایکروز دونوں کی دعوت کی جب کھانا دسترخوان پر آگیا صاحب خانہ نے دونوں صاحبوں سے عرض کیا کہ یہ جو دسترخوان پر سالن ہے یہ میں نے میران کے نام کا بکرا کیا تھا یہ اسکا گوشت ہے اب کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے شاہ صاحب نے تو یہ سنکر ہاتھ کھینچ لیا مگر تماشا یہ ہے کہ ان مولوی صاحب نے بھی ہاتھ کھینچ لیا اس شخص نے پوچھا کہ آپ کیوں نہیں کھاتے آپ کے نزدیک تو حلال ہے اسوقت انھوں نے فرمایا کہ سمجھتا تو میں بھی حرام ہی ہوں مگر شاہ صاحب کی ضد میں حلال کہدیتا ہوں تب اس شخص نے کہا کہ مجکو تو امتحان کرنا تھا باقی واقع میں یہ میران کے نام کا نہیں ہے کھائیے مگر صاحب بھی اسی وقت کے لوگ تھے اب اگر ایسی بات ہو تو کھا بھی جائیں ایسے بددین ہیں ایکمرتبہ ایک بدعتی مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ جس چیز کو مولانا شہید حرام کہیں گے میں حلال کہونگا اور بالعکس مولانا نے فرمایا کہ میں تو ماں سے نکاح کرنیکو حرام کہتا ہوں وہ اسکو حلال کہیں اور میں کلمۂ ایمان کو حلال کہتا ہوں وہ اسکو حرام کہیں بس رہ گئے کوئی جواب نہ بن پڑا مدتوں کے بعد ان سب کی وفات کے بعد ان بدعتی مولوی صاحب کے ایک شاگرد نے جواب دیا کہ ہمارے مولوی صاحب کا اس فرمانے سے مقصود یہ تھا

کہ جسکو مولانا اپنی تحقیق سے حرام کہیں اسکو حلال کہونگا اور بالعکس مگر یہ جواب خود اُن صاحب کو کیوں نہ سوجھا غرض یہ حالت ہے ان لوگوں کے بغض و عناد کی اہل حق کے ساتھ بہشتی زیور کے مسائل پر اعتراض کے متعلق ایک واقعہ یاد آیا میں ایک مرتبہ سہارنپور گیا مدرسہ میں بیٹھا ہوا تھا اور حضرات بھی وہاں پر موجود تھے اچھا خاصہ مجمع تھا ایک صاحب پرانی وضع کے بغل میں ایک کتاب دبائے ہوئے تشریف لائے میرے پاس اسکے قبل ایک خط آچکا تھا کہ بہشتی زیور کے فلاں مسئلہ کے متعلق جواب کے متعلق آمادہ رہنا وہ مسئلہ تھا رقی کا غیر سے بواسطہ نکاح کرنیکا تھا میں قرائن سے سمجھ گیا کہ یہ وہی شخص ہیں جو بہشتی زیور پر اعتراض کریں گے اُسوقت بہشتی زیور پر اعتراضات کی بھرمار ہو رہی تھی آکر پاس بیٹھے اور بہشتی زیور کھولکر میرے سامنے رکھکر کہا کہ اسکو دیکھ لیجئے میں نے کہا کہ دیکھکر ہی لکھا ہے تم اپنا مطلب بیان کرو کہ مجھکو دکھلانے سے مقصود تمھارا کیا ہے کہا کہ یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا میں نے کہا کہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا یا اسکی دلیل کہا کہ مسئلہ تو ظاہر ہے دلیل سمجھ میں نہیں آئی میں نے کہا کہ کیا اور سب مسائل کی دلیل سمجھ میں آچکی ہے صرف یہی باقی ہے اگر سب کی دلیل سمجھ میں آچکی ہے تو مجھکو اجازت دیجئے میں آپکا امتحان کرلوں اور اگر اور بھی ایسے مسائل ہیں جنکی دلیل سمجھ میں نہیں آئی تو اسکو بھی اُسی فہرست میں داخل کر لیجئے بس بیچارے رہ گئے بالکل مبہوت تھے بعد میں معلوم ہوا کہ اسی شخص نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت دیر تک اس مسئلہ میں گفتگو کر کے انکو پریشان کیا تھا۔ حضرت مولانا نے اپنے اخلاق کیوجہ سے سمجھانیکی کوشش فرمائی مگر وہ کورمغز کیا سمجھتا مگر جہل مرکب سے سمجھتے ہیں کہ ہمارے ایسے اعتراضات اور سوالات ہیں کہ جنکا جواب بڑے بڑے علما نہیں دیسکتے یہ تمیز نہیں کہ ہم میں لیاقت سمجھنے کی نہیں اسکی مثال اسطرح سمجھ لیجئے کہ ایک گنوار شخص کسی اقلیدس جاننے والے کے سامنے کسی شکل کے متعلق کوئی سوال کرے اور وہ اسکو سمجھائے اور وہ نہ سمجھ سکے تو یہ اُسکی کم سمجھی اور عدم واقفیت کہلائیگی یا جو ماہر فن ہے اور اقلیدس کا جاننے والا ہے اُسکو کہیں گے کہ اُسکے پاس جواب نہیں غرض وہ شخص تو اپنا سا منہ لیکر اُٹھ گئے اور چلتے بنے اسکے بعد ایک جنٹلمین صاحب نئی فیشن والے پہونچے السلام علیکم۔ وعلیکم السلام نہایت تہذیب سے تمہید اٹھائی کہ حضرت جہلا علماء کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں جس سے بیحد دل دکھتا ہے اور صدمہ ہوتا ہے اور یہ ایک مسئلہ ہے بہشتی زیور کا اسکی وجہ سے بہت کچھ لوگوں کے خیالات میں گڑبڑ ہو رہی ہے آپ اجازت دیجئے ہم ایک مجمع کرلیں آپ اس مسئلہ کی حقیقت بیان

کردیں اتنی بڑی تمہید اسلئے تھی کہ یہ تعلیم یافتہ طبقے میں سے تھے مہذب تھے انکو اپنی لسانی پر بڑا ناز ہوتا ہے میں نے کہا کہ آپکو علماء کے ساتھ محبت ہے اُنکی طرف سے آپکے دل میں درد ہے آپ اُنکی شان میں گستاخیاں کرنے والوں سے بیزار ہیں اُسپر اظہار نفرت فرمارہے ہیں میں آپکے ان جذبات کی قدر کرتا ہوں یہ سب کچھ میں نے اُن کے ہی طرز میں بیان کیا اُن ہی کے یہاں ایسے الفاظ ہوتے ہیں اسکے بعد میں نے دریافت کیا کہ صرف علماء ہی کی شان میں گستاخی کرنے سے آپکو صدمہ ہوتا اور دل دکھتا ہے کبھی آپنے اسطرف بھی خیال کیا کہ اس گستاخ جماعت کے علاوہ ایک اور جماعت ہے جو ائمہ مجتہدین کی شان میں گستاخی کرتی ہے وہ غیر مقلدین ہیں اور ان سے بڑھکر ایک اور جماعت ہے جو صحابہ کرام کی شان میں گستاخ ہیں اور وہ شیعی ہیں اور اُن سے بڑھکر ایک جماعت ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادب ہیں یعنی کفار اہل ملل اور ایک جماعت ہے جو خداوند جلّ جلالہٗ کی شان میں گستاخی کرتی ہیں یعنی دہریہ سوان سبکی گستاخی پر بھی کبھی آپکا دل دکھا اگر دکھا تو اسکے انسداد کا کیا انتظام کیا سب سے پہلے بقاعدہ الاہم فالاہم اس انتظام کی ضرورت ہے کہ اللہ و رسول کو صحابہ کو ائمہ مجتہدین کو کوئی بُرا نہ کہے اور اُنکی شان میں گستاخی نہ کرے جب آپکو اس سے فراغ نصیب ہو جائیگا تب پانچویں درجہ میں علماء کے متعلق ہم انتظام کر دیں گے بس اُن جنٹلمین کی ترکی بھی تمام ہوئی ان متکبروں کو اسیطرح جواب دینا چاہئے ان کے دماغوں میں خنّاس ہے گوبر بھرا ہے سمجھتے ہیں کہ ہم خر دماغ ہیں میں کہا کرتا ہوں کہ علماء میں بھی بحمد اللہ اسپ دماغ ہیں یہ بدفہم علماء کو اپنا محکوم سمجھتے ہیں میں انکو منہ نہیں لگاتا اسی وجہ سے بدنام ہوں میں انکی نبضیں پہچانتا ہوں اور نسخہ بھی ویسا ہی تجویز کرتا ہوں خیر بدنام کیا کریں اس سے ہوتا کیا ہے ان کے نزدیک علماء کا یہ درجہ ہے کہ میں ایکمرتبہ علیگڑھ گیا تھا وقار الملک کالج میں لیگئے وہاں کی مسجد میں جمعہ بھی ہوا ایسا ہی ہوا اُسوقت ایک اخبار تھا البشیر اس نے لکھا کہ سر سید نے ایک کعبہ تیار کیا تھا اب علماء کو بلا بلا کر اُسکو کنیسہ بنانا چاہتے ہیں یہ ان لوگوں کے خیالات ہیں جنہیں مسلمانی کا دعوی ہے اور قوم کے رفارمر کہلائے جاتے ہیں اب اگر علماء ان حرکات پر کچھ کہتے ہیں تو اسپر کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا مشغلہ یہی ہے کہ بیٹھے ہوئے کافر بنایا کریں یہ الزام ہے علماء پر میں کہا کرتا ہوں کہ علماء کافر بناتے نہیں کافر تو خود ہوتے ہیں علماء انکا کافر ہونا بتا دیتے ہیں ایک نقطہ کا فرق ہے باقی کافر بنانا تو اسکو کہہ سکتے ہیں کہ جیسے مسلمان ہونیکی ترغیب دیتے ہیں اسی طرح کافر ہونیکی ترغیب

۱۷

دیں تو ایسا کون کرتا ہے کالج والوں کا مجھ سے یہ طے ہوا تھا کہ وقتاً فوقتاً بلایا کریں گے میں نے وعدہ بھی کر لیا تھا کہ میں آیا کرونگا اور اپنے ذہن میں کچھ مضامین ضروریہ کی ترتیب بھی دیلی تھی کہ یہ بیان کرونگا اس سے تبلیغ ہوگی اور میدان صاف ہو جائیگا مگر شاید اخبار سے مرعوب ہو کر پھر بلایا نہیں گیا میں نے اُن مضامین کو ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اُن کو جمع کر لیا اور انتباہ کے نام سے وہ مجموعہ چھپ بھی گیا ایک ایسے مذاق والے نے ایک شخص نے لکھا کہ فلاں مسئلہ میں کیا حکمت ہے میں نے جواب میں لکھا کہ سوال عن الحکمت میں کیا حکمت ہے ہم سے تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکمتیں پوچھی جاتی ہیں جو کہ ہمارے افعال بھی نہیں آپ اپنے ہی سوال کی حکمتیں تبلا دیجئے جو کہ آپ کا فعل ہے ایک ایسے ہی صاحب کا جو کہ ایک قریب کے قصبہ میں سب انسپکٹر تھے ایک واقعہ یاد آیا اُن کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے۔ جواب آیا کہ علماء کو اسقدر خشک نہیں ہونا چاہئے میں نے کہا کہ جہلاء کو بھی اسقدر تر نہ ہونا چاہئے کہ جس سے ڈوب ہی جائیں ان ہی صاحب سے پھر کچھ مدت کے بعد میں اُس قصبہ میں گیا تو اُن سے ملاقات ہوئی کہنے لگے آپ تو مجھکو نہ پہچانتے ہونگے میں نے کہا کہ واقعی چونکہ اس سے قبل آپ سے ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا اسلئے نہیں پہچان سکا کہا کہ میں وہی شخص ہوں جس نے فلاں سوال آپ سے کیا تھا میں نے کہا کہ اہا آپ سے تو بڑی پرانی بے تکلفی نکلی کہنے لگے کہ آپ نے ایسا خشک جواب کیوں دیا تھا میں نے کہا کہ آپ تھانہ دار ہیں اور ایک علاقہ آپکے سپرد ہے جسپر آپکی ایک قسم کی حکومت ہے میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا تمام علاقہ کے لوگوں سے آپکا ایک ہی قسم کا برتاؤ ہے یا اہل خصوصیت سے جدا برتاؤ ہے کہنے لگے سب سے ایک قسم کا برتاؤ نہیں میں نے کہا کہ بس اسی طرح قبل از ملاقات آپ سے کوئی خصوصیت نہ تھی اسلئے ایسا جواب دیا گیا اب ملاقات خصوصیت ہو گئی ہے اب ایسا جواب نہ ملیگا لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ اس ملاقات کا اثر جیسا مجھ پر ہوا آپ پر بھی ہوگا یعنی آپ بھی مجھ سے کبھی ایسا سوال نہ کریں گے میں نے سوچا کہ میں تو مقید ہوا ہی ہوں انکو کیوں آزاد چھوڑ دوں غرض یہ خشکی ان لوگوں کی غذا ہے اسی طرح سے ان کے دماغ درست ہوتے ہیں ایسے ہی جواب انکو دینے چاہئیں مگر لوگوں نے اخلاق کے معنی سمجھ رکھے ہیں نرم اور شیریں گفتگو کرنیکے اسلئے اس ضابطہ کے برتاؤ کو بداخلاقی سمجھتے ہیں۔ اس نرم اور شیریں گفتگو پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک صاحب کا انتقال

۱۷

ہونے لگا تو اپنے بیٹے کو جو کہ بہت احمق تھا وصیت کی کہ بیٹا میرے انتقال کے بعد جو میرے دوست احباب تعزیت کو آئیں ان سے نرم اور شیریں گفتگو کرنا انکو اونچی جگہ بٹھلانا بھاری کپڑوں سے ملنا قیمتی کھانا کھلانا غرضکہ باپ کا انتقال ہوگیا کسی دوست کو خبر ہوئی وہ بیچارے تعزیت کو آئے مکان پر آکر دستک دی بیٹے صاحب مکان سے باہر تشریف لائے دیکھا کہ مہمان ہیں نوکروں کو حکم دیا کہ انکو مچان پر بٹھاؤ چنانچہ بیچارے مچان پر بٹھلائے گئے اور خود بھاری کپڑے پہنے گئے وہاں سے آئے تو تمام بدن قالین اور جاجم سے ملبوس اب مہمان نے دریافت کیا کہ میرے دوست کیا بیمار ہوئے تھے کہا کہ روئی دریافت کیا کہ کب انتقال ہوا کہا کہ گڑ جب چند سوالات کے جواب میں یہی جواب ملتا رہا کہ روئی اور گڑ بیچارے خاموش ہوگئے تھوڑی دیر کے بعد نوکروں کو حکم دیا کہ مہمان کو مچان سے اتار پھر وقت پر کھانا آیا ان کے مونہ سے نکلا کہ گوشت گلا نہیں کتے لگے خوب ہیں آپ کیلئے پچاس روپیہ کا کتا کاٹ دیا آپ کو پھر بھی پسند نہ آیا آخر انھوں نے دریافت کیا کہ یہ آپ کی کیا حرکات ہیں کہا کہ والد صاحب بوقت انتقال وصیت فرما گئے تھے کہ میرے انتقال کے بعد جو میرے دوست احباب میری تعزیت کو آئیں ان کو اونچی جگہ بٹھلانا بھاری کپڑے پہننا نرم اور شیریں کلام کرنا قیمتی کھانا کھلانا سو اس سے زیادہ تو میرے پاس بھاری لباس نہ تھا جسکو آپ دیکھ رہے ہیں اور اس مچان سے زیادہ اونچی جگہ اور کوئی میرے یہاں نہیں جہاں آپ بیٹھے تھے اور روئی سے نرم اور گڑ سے زیادہ کوئی نرم اور شیریں چیز نہیں اور جناب میرے گھر میں کتے سے زیادہ قیمتی اور کوئی جانور نہیں اس لئے وہ آپ کیلئے کٹوا دیا وہ غریب یہ سنکر بھاگے ایسے ہی یہ لوگ اخلاق کے معنی سمجھتے ہیں جیسے اس نے اپنے باپ کی وصیت کے معنی سمجھے تھے اسلئے اہل حق کو انکی صفائی پر بدنام کرتے ہیں۔ غرض عرف بدل گیا الٹا معاملہ ہو رہا ہے کہ بداخلاقی خوش اخلاقی ہوگئی اور خوش اخلاقی بداخلاقی ہوگئی معلوم بھی ہے کہ اخلاق کہتے ہیں اعمال باطنہ کی تحصیل یا اصلاح کو اور اعمال باطنہ بھی وہ جو مامور بہ یا منہی عنہ ہیں۔ صبر ہے توکل ہے قناعت ہے زہد ہے تقویٰ ہے یہ مامور بہ ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں یہ منہی عنہ ہیں جیسے ریا ہے کبر ہے حب جاہ ہے حب مال ہے کینہ ہے بغض ہے عداوت ہے حسد وغیرہ ہیں یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں جو مامور بہ ہیں وہ اخلاق حمیدہ ہیں اور جو منہی عنہ ہیں وہ اخلاق رذیلہ ہیں سو مدرسہ تو بنتا ہے اعمال ظاہرہ کی درستی کیلئے ان میں علماء رہتے ہیں اور خانقاہ بنتی ہے اخلاق باطنہ کی درستی کیلئے ان میں شیوخ رہتے ہیں

وہاں تربیت کا اہتمام ہوتا ہے اور یہ سب شریعت ہے اسکے بعد اگر طریقت نام ہے اصلاح اخلاق باطنہ کا تب تو وہ جزو ہے شریعت کا جیسے کتاب الصلوٰۃ اسکا ایک جزو ہے کتاب الزکوٰۃ اسکا ایک جزو ہے اور اگر طریقت نام ہے تدابیر اصلاح کا تو وہ ایک طریقہ ہے علاج کا مثل دوسری تدابیر طبیہ کے اور اس صورت میں وہ مخصوصاً و مقصوداً ماموربہ نہیں پس مشائخ محققین و اعمال کا علاج کرتے ہیں وہ بعینہ ماموربہ نہیں نہ وہ اصل مقصود ہیں بلکہ مقصود کا ذریعہ ہیں جو محض تدابیر کے درجہ میں ہے جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر کہ ان کو کوئی بدعت نہیں کہہ سکتا اسی طرح مشائخ کی تجویزات اور اُن کے علاج کو جو کہ محض تدابیر کے درجہ میں ہیں نہ عبادت کہہ سکتے ہیں نہ بدعت اور یہ ایک فن مستقل ہو گیا ہے اسی کا نام عام اصطلاح میں تصوف رکھدیا گیا اور اسی کا نام فن تربیت ہے جو بڑا نازک ہے کیونکہ بدون مجاہدہ اور ریاضت کے کہ خاص تدابیر کا نام ہے ان رذائل کا علاج مشکل ہے اور یہ سب شیخ کی رائے پر ہے بدون شیخ مبصر و مجرب کے اصلاح اور تربیت مشکل ہے یہ ہے حقیقت اس فن کی اب مبتلائے تجربہ کار پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے ایک شخص کہتے تھے کہ میرے اندر کبر ہے میں نے کہا کہ آثار بیان کرو جیسے طبیب آثار سنکر مرض کی حقیقت کو سمجھتا ہے آثار بیان کرنے پر معلوم ہوا کہ کبر نہیں خجلت ہے میں نے کہا کہ یہ خجلت ہے کبر نہیں کبر اور چیز ہے اور خجلت اور چیز ہے یہ ایک مثال ہے تجربہ اور عدم تجربہ کے فرق کی بس یہ تھی حقیقت اس فن کی جسمیں لوگوں نے ایچ پیچ لگا کر ہوّا بنا رکھا ہے اور بعض ناواقفوں نے ایسی چیزوں کو جن کا درجہ محض تدابیر کا ہے اصل اور مقصود بنا رکھا ہے اور ذریعہ مقصود کو مقصود سمجھتے ہیں جو غلطی عظیم ہے۔

(**ملفوظ**[۲]) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرے یہاں جو قواعد اور ضوابط ہیں یہ گھڑے ہوئے نہیں ہیں جوں جوں تجربات ہوتے گئے ان میں اضافہ ہوتا رہا مثلاً ایک یہی معمول ہے کہ یہاں نئے آنیوالوں کیلئے یہ قید ہے کہ وہ مجلس میں خاموش بیٹھے ہیں اور زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت قطعاً نہ کریں اسکی بھی ضرورت پیش آئی یہ سب اپنے اور دوسروں کی راحت رسانی کی تدابیر ہیں اسپر بھی تم جیسے عقلمند ستانے سے باز نہیں آتے یہ تو اتنے قواعد اور ضوابط پر حالت ہے اور بدون اسکے تو زندگی ہی دشوار کردیتے اگر ان سب قواعد اور ضوابط کی ضرورتیں بیان کروں تو اچھا خاصا ایک رسالہ تیار ہو جائے ۔

(ملفوظ ۲۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دین میں تنگی نہیں اگر تنگی ہوتی تو حضور یہ نہ فرماتے الدین یسیر اور جو شخص اسمیں تنگی سمجھتا ہو۔ یہ اُسکی نظر کا قصور ہے میں اسکی ایک مثال بیان کرتا ہوں جیسے ایک سڑک ہے سیدھی جسمیں کہیں ٹیڑھا پن نہیں اور چوڑی بھی اسقدر ہے کہ اسمیں چار پانچ موٹر برابر چل سکتے ہیں اور سڑک پر دو رویہ درخت کھڑے ہیں اور یہ مسئلہ ہے علم مناظر کا اور مشاہدہ بھی ہے کہ نگاہ دور پہونچکر اسقدر سمٹ جاتی ہے کہ درخت باہم ملے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں اب جو شخص حقیقت سے ناواقف ہے وہ آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کرسکتا اُسکو وہم ہے کہ آگے سڑک بند ہے مگر جو حقیقت سے باخبر ہے واقف ہو وہ اُس سے کہیگا کہ تو چلنا تو شروع کر ہمت نہ ہار جہانتک کھلا ہوا نظر آرہا ہے وہانتک تو چل آگے پھر راستہ کھلا ہوا نظر آویگا اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید　　　خیرہ یوسف وار می باید دوید

جب تک تمنے چلنا شروع نہیں کیا اُسی وقت تک تمکو دین کے راستہ میں تنگی اور دشواری نظر آتی ہے ذرا چلنا تو شروع کرو خود بخود راستہ کھلتا نظر آئیگا جو چیز ہمارے لئے مشکل ہے جب راستہ میں قدم رکھوگے سب آسان ہی آسان نظر آویگا ذرا تو ہمت سے کام لو اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست　　　باکریماں کارہا دشوار نیست

اور کسی نے خوب کہا ہے ؎

مرد باید کہ ہراساں نشود　　　مشکلے نیست کہ آساں نشود

اور اسی دشواری کے توہم کے متعلق مولانا فرماتے ہیں ؎

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست　　　جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست

اور یہ دشواریاں اور تنگی سب خیالی ہیں حقیقی نہیں اور اگر بالفرض واقعی بھی ہوں تو خلوص اور طلب وہ چیز ہے کہ سب دشواریوں کو ہباءً منثورا کر دیتی ہے۔ دیکھئے جب زلیخا حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو بہانہ سے محل کے اندر لیگئی تو اُس محل کے آگے پیچھے سات دروازے تھے اور ہر ایک دروازہ پر ایک ایک مضبوط قفل لگا تھا جب یہ اطمینان ہوگیا کہ ساتوں دروازے نہایت مضبوطی سے بند ہو چکے تب اپنی خواہش کا اظہار کیا اب ظاہراً سیدنا یوسف علیہ السلام اگر بھاگنا بھی چاہیں تو کہاں جاسکتے ہیں اس حالت میں اگر انکو حق تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور توکل نہ ہوتا اور ہماری

جیسی انکی ہی ہمت ہوتی تو وہاں سے خلاصی کی کیا صورت ہوسکتی تھی مگر شان نبوت کا مقتضا تھا
یہ اعتقاد فرماکر کہ وہ اپنا کام کریں گے میں تو اپنا کام کروں جو کام میرا اختیاری ہے وہ تو مجھکو کرنا
چاہیئے یہ خیال فرماکر سیدنا یوسف علیہ السلام دروازہ کی طرف دوڑے آپکا دوڑنا تھا اور قفلوں کا
خود بخود ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گرنا اور دروازوں کا کھلنا تھا ایک سے دوسرے تک پہونچتے نہ تھے
پہونچنے سے قبل ہی قفل ٹوٹ کر دروازہ کھلجاتا تھا اسی طرح ساتوں دروازوں سے باہر ہوگئے اسی کو
مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید، خیرہ یوسف وار می باید دوید

دراصل بات یہ ہے جو تنگی ہمکو دین میں نظر آتی ہے وہ تنگی خود ہمارے اندر ہے دین کی مثال بالکل
آئینہ جیسی ہے کہ ہماری ہی صورت اسکے اندر نظر آتی ہے جیسے ایک حبشی سفر کر رہا تھا راستہ پر
ایک شیشہ پڑا ہوا نظر آیا اسکو اٹھا کر اپنی صورت جو اسمیں دیکھی تو کالی صورت موٹے موٹے ہونٹ
بے ڈھنگی ناک نظر آئی اس نے کبھی آئینہ دیکھا نہ تھا یہ سمجھا کہ اسکے اندر کوئی دوسرا شخص ہے شیشہ کو
دور پھینک مارا اور کہا کہ اگر ایسا بدصورت نہ ہوتا تو تجھکو یہاں کون پھینک جاتا آپ ہی بتلائیں
کہ شیشہ کے اندر کونسی بدصورتی تھی بدصورت تو جناب ہی کی صورت تھی مگر الزام شیشہ پر اسیطرح
تنگی تو اپنے اندر اور الزام دین پر جیسے ایک عورت بچے کو پاخانہ پھرا کر اور کپڑے سے پونچھ عید کا چاند
دیکھنے لگی عورتوں کو عادت ہوتی ہی ہے کہ اکثر ناک پر انگلی رکھکر بات کیا کرتی ہیں چاند دیکھتے وقت
ناک پر بھی اتفاق سے انگلی رکھی تھی اور اسکو پاخانہ لگا رہگیا تھا تو کہتی ہے کہ اے ہے ابکے چاند
سڑا ہوا کیوں ہے بھلا بتلائیے چاند اور بدبو ۔ وہ بدبو تو اپنے میں تھی مگر الزام چاند پر ۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق میں نفع کیلئے دو چیزیں خاص طور پر ضروری ہیں
ایک اطلاع اور ایک اتباع یعنی تعلیم کا اتباع اور حالات کی اطلاع اور ایک تیسری چیز اور ہے
جو سب سے پہلی شرط ہے یعنی مناسبت یہ سب سے زیادہ اسلئے اہم ہے کہ تعلیم کا اتباع اور حالات کی
اطلاع تو اختیاری ہے اور مناسبت غیر اختیاری ہے اور ہونے پر بھی کبھی خفی ہوتی ہے ۔ کثرت
سے مخالطت کرنے سے اسکا ظہور ہوجاتا ہے اگر کثرت مخالطت سے بھی ظہور نہ ہو تو چاہیئے کہ
دوسری جگہ تعلق تلاش کرے ۔

(ملفوظ ۲۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہکران چیزوں پر نظر نہ تھی کہ ہم ایسے ہو جائیں وہ ویسے ہو جائیں صرف اسپر نظر تھی کہ فن مقصود حاصل ہو جاوے اور میرے پاس تو ابھی اسکا بھی افلاس ہے سوائے اپنے بزرگوں کی دعاء کے اور جو کچھ اولتا سیدھا ہی بھی یہ سب حق تعالیٰ کا فضل و حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کی برکت ہے۔

(ملفوظ ۲۰۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فن تربیت کیلئے پورے محکمہ کی ضرورت ہے یہ ایک مستقل محکمہ ہے اسمیں دار و گیر بھی ہے محاسبہ اور معاقبہ بھی ہے معافی بھی ہے سزا بھی ہے سبھی کچھ ہے دیکھئے طبیب کے یہاں کیا کچھ نہیں ہوتا سب ہی کچھ ہوتا ہے اور ایک چیز طبیب کے یہاں اور ہوتی ہے وہ فیس ہے یہاں اس کے مقابل ٹیس یعنی چیس ہے اور یہ کوئی شفقت اور محبت کے منافی نہیں اولاد سے انسان کو کتنی زیادہ محبت ہوتی ہے مگر پھر اسکو مارنا کیوں ہے کیا مارنیکو کہہ سکتے ہیں کہ اسکو اولاد سے محبت نہیں بلکہ محبت ہی سبب ہے مارنے کا اسی طرح میں نے جو یہ طرز اختیار کیا ہے آخر میرا اسمیں کیا فائدہ ہے محض دوسروں کی اصلاح کی وجہ سے کیا ہے پھر اسکو کیوں منافی شفقت اور محبت سمجھا جاتا ہے اور حضرت ایک بات سنکر آپکو تعجب ہوگا مگر چونکہ وہ خدا کی ایک نعمت ہے اسلئے ذکر کرتا ہوں وہ یہ کہ میں اپنے اوپر بھی احتساب کرتا ہوں جیسے دوسروں پر کرتا ہوں بلکہ یہ کہنا بھی سچ ہوگا کہ اوروں سے زیادہ اپنے پر احتساب کرتا ہوں یہ خدا کا بڑا فضل ہے جو مصداق ہے اسکا ذلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ اور الحمد للہ اپنی کوتاہیاں خود سمجھ میں آجاتی ہیں شیخ کے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

(ملفوظ ۲۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ناواقفیت کی بناء پر طریق کے سمجھنے میں بکثرت غلطی کرتے ہیں کہ کثرت ذکر و ملکۂ یادداشت کو نسبت سمجھتے ہیں جو سخت غلطی ہے اور یہ نسبت ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص کے دریافت کرنے پر دوسرے شخص نے کہا تھا کہ میں شہزادی سے نکاح کرنیکی فکر میں ہوں اس نے دریافت کیا کہ کیا انتظام ہے کہا کہ نصف سامان تو ہوگیا نصف باقی ہے وہ یہ کہ میں تو راضی ہوں وہ راضی نہیں یہ شعر بالکل اسکے حسب حال ہے ؎

وقوم یدعون وصال لیلی　　　ولیلی لا تقر لهم بذاك

نسبت ہوتی ہے دونوں طرف سے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عبد کی طرف سے ذکر اور طاعت ہو اور

حق کی طرف سے رضا ہو یہ نسبت نہ کہ محض ذکر جو رضا کے ترتب کیلئے کافی نہیں یہ صاحب نسبت ہونیکی علامت ہے ایک بزرگ کو لذت نماز کے متعلق چالیس سال تک یہ دھوکہ رہا کہ یہ نماز کا نشاط ہے چالیس سال کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حرارت غریزیہ کا نشاط تھا جو بڑھاپے میں نہ رہا اس ہی لئے اس راہ میں ضرورت ہے کہ سر پر شیخ کامل ہو بدون راہبر اور کامل کے سر پر ہوئے اس راہ میں قدم رکھنا خطرہ ہی خطرہ ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ را تنہا مرو ، بے قلاوز اندریں صحرا مرو

مبتدی طالب علم سمجھتا ہے کہ کتابیں ختم کرنا علامت ہے مولوی ہونیکی اور جو ختم کر چکے وہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اتنے مجاہدات اور ریاضات کے بعد اگر یہ بات حاصل ہو جاوے کہ ہمکو کچھ حاصل نہ ہوا بس سب کچھ حاصل ہو گیا۔

(**ملفوظ**[۲۱۰]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عدم مناسبت کی حالت میں فیض نہیں ہو سکتا فیض مناسبت ہی سے ہوتا ہے موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام میں جو افتراق ہوا موسیٰ علیہ السلام نے نعوذ باللہ کونسا گناہ کیا تھا مگر افتراق کی بنا وہی عدم مناسبت تھی اسکی نظیر طبی مسئلہ ہے کہ توافق انزالین سے حمل قرار پاتا ہے اگر یہ توافق نہ ہو تو اولاد نہ ہوگی اسی طرح جب تک شیخ سے توافق مزاج نہ ہوگا جسکا نام مناسبت ہے نفع نہیں ہو سکتا ایک شیخ تھے بیعت کرنے سے قبل مناسبت کا عجیب امتحان لیتے تھے وہ یہ کہ اسکے لئے کھانا بھیجتے اور انداز سے زیادہ بھیجتے اور جب کھانے کے بعد برتن واپس آتے تو یہ دیکھتے کہ روٹی سالن تناسب سے بچا ہے یا نہیں اگر تناسب سے بچا تب تو آگے بیعت کی گفتگو کرتے ورنہ صاف انکار فرما دیتے کہ ہم میں تم میں مناسبت نہیں تم میں انتظامی مادہ نہیں اسلئے کوئی نفع نہ ہوگا اور میں تو اسقدر امتحانات بھی نہیں لیتا صرف گفتگو ہی سے معلوم کر لیتا ہوں اور اسمیں اسلئے توسع نہیں کرتا کہ کوئی ٹوج بھرتی کر کے کہیں لام باندھنا تھوڑا ہی مقصود ہے اصل چیز اصلاح ہے سو وہ مناسبت ہی کے بعد ہو سکتی ہے اسلئے میں ایسے موقع پر یہ کرتا ہوں کہ چند مصلحوں کا نام بتلا دیتا ہوں تاکہ جہاں اور جس سے مناسبت ہو وہاں اپنی اصلاح کرالے لوگ اسکو اپنی بدفہمی کی وجہ سے ٹالنا سمجھتے ہیں یہ ٹالنا نہیں بلکہ مقصود پر لگانا اور کامیاب بنانا ہے لیکن اگر کوئی نہ سمجھے اسکا میرے پاس کیا علاج ہے۔

(ملفوظ ۲۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیہ حضرات کے زیادہ بدنام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں دو شانیں زیادہ غالب ہیں ایک شان مسکنت اور دوسری شان عشق اور بعض خلاف ظاہر باتوں کا عاشق سے غلبۂ حال میں سرزد ہو جانا بعید نہیں اور ایسے حضرات پر طعن اور تشنیع کرنا جہل ہی ناشی ہے ان معترضوں نے عشاق کو دیکھا ہی نہیں خوب کہا ہے ؎

چہ شناسی زبان مرغاں را | تو ندیدی گہے سلیماں را

جیسے خود کورے ہیں ایسا ہی دوسروں کو سمجھتے ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر | کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

حج ہی کے ارکان کو دیکھ لیجئے کہ ان میں سب متانت اور مشیخت دھری رہ جاتی ہے۔

۷ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۲۱۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو شخص یہاں پر پہلی مرتبہ آوے اسکو تو ضرورت ہے کہ وہ اجازت لیکر حاضر ہو مگر کیا دوبارہ آنیکے لئے بھی اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں فرمایا کہ جی نہیں ضرورت تو پہلی مرتبہ بھی نہیں یہ معمول محض اسلئے ہے کہ جو مقصد لیکر آتے ہیں اسمیں بعض اوقات بعض شرائط ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض بیعت کیلئے آتے ہیں بعض کو کوئی خاص سوال کرنا ہوتا ہے اور بعض مرتبہ ان شرائط کے نہ پائے جانے سے وہ کام نہیں ہوتا تو آنے والیکو اپنی ناکامیابی پر افسوس ہوتا ہے سو اسمیں بھی دوسروں ہی کی مصلحت ہے میری کوئی مصلحت نہیں اور جو محض ملاقات کیلئے آتے ہیں ان کیلئے کچھ قید نہیں۔ یہ قیدیں صرف ان کیلئے ہیں جو کوئی خاص مقصد لیکر آتے ہیں مثلاً ایمیں بعض لکھتے ہیں کہ فیض حاصل کرنیکی غرض سے حاضری کی اجازت کی ضرورت ہے میں ان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ فیض سے کیا مراد نیز اگر فیض نہ ہوا تو کیا ہوگا اسلئے کہ بعض مرتبہ فیض مزعوم ہوتا ہے بعض مرتبہ نہیں ہوتا نیز بعض کو ہوتا ہے بعض کو نہیں ہوتا اسلئے پہلے سے معاملہ کی صفائی کر لیتا ہوں تاکہ آنے والیکو اپنا وقت اور روپیہ صرف ہونیکی بعد عدم کامیابی پر افسوس نہ ہو اور مجھکو اسکا ذمہ دار نہ سمجھیں کسی کو اپنی طرف سے الجھن یاد ہو کہ میں ایک لمحہ کیلئے رکھنا نہیں چاہتا معاملہ صاف

کرلیتا ہوں اسکے بعد وہ خود ذمہ دار ہے غرض اسمیں محض آنیوالوں کی مصلحت اور رعایت مقصود ہے اور ابتو تجربہ سے میں نے آنیوالوں کیلئے ایک اور قید کا اضافہ کیا ہے یہاں آکر مکاتبت و مخاطبت قطعًا نہ کریں خاموش مجلس میں بیٹھے رہا کریں اور اسکے بعد وطن واپس پہونچکر جو رائے ہو اُسکی موافق عمل کریں اسمیں طرفین کی مصلحت ہے طالب کی تو وہی مصلحت ہے جو اوپر معروض ہوئی اور میری یہ مصلحت ہے کہ بے اصول قیل وقال سے نجات راحت رہتی ہے۔ اب اسکا جو نفع طالب کو محسوس ہوتا ہے وہ سنئے کہ بعض لوگوں نے وطن واپس پہونچکر لکھا کہ پہلے تو ہماری سمجھ میں اسکی مصلحت نہ آئی تھی مگر دس روز خاموش رہنے سے جو نفع اب محسوس ہوا وہ دس برس کے مجاہدہ سے بھی نہ ہوتا اب بتلایئے کہ یہ قواعد اور اصول کیسے ہیں مفید ہیں یا بیکار ہیں۔

(**ملفوظ** ۲۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس دو صدی کے اندر جس شان کے علما ہندوستان میں گذرے ہیں اُن کے زمانہ میں اُنکی مثال ممالک اسلامیہ میں بھی بہت کم ہے ایک عالم تھے مکہ معظمہ میں درس میں فرمایا کرتے تھے کہ قرآن نازل ہوا عرب میں اور پڑھا اسکو مصریوں نے اور لکھا رومیوں نے اور سمجھا ہندیوں نے۔ نیز سیاح لوگوں سے معلوم ہوا کہ اسلام کی جو اچھی حالت ہندوستان میں ہے وہ ممالک اسلامیہ میں بھی نہیں اسکا راز یہ سمجھ میں آیا کہ وہاں کے لوگ اسلامی سلطنت ہونیکی بناء پر بے فکر ہیں اور ہندوستان میں ہر مسلمان چاہے وہ عوام میں سے ہو یا وہ علما ہوں اپنی کو ذمہ دار سمجھتے ہیں کہ اگر ہمنے خبر نہ لی تو اور کون سرپرست ہے جو خبر گیری کریگا اسی طرح دنیوی امور میں بھی بلاد یورپ کو کوئی خاص امتیاز نہیں۔ حضرت مولانا دیوبندی جب مالٹا سے تشریف تشریف لائے تو ظرافت سے فرمایا کہ جب تک یورپ نہ دیکھا تھا تو خیال ہوتا تھا کہ وہاں کا آسمان کم ازکم سونے کا ہوگا اور زمین چاندی کی ..... مگر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی ایسا ہی آسمان اور زمین ہے مالٹا کے متعلق ایک اور لطیف بات فرمائی کہ جب تک مالٹا میں رہے پاؤں تو بند تھے مگر زبان کھلی ہوئی تھی اور ہندوستان میں آکر پاؤں تو کھل گئے مگر زبان بند ہوگئی حضرت مولانا کی عجیب ہی ذات تھی حضرت کو بہت ہی کم لوگوں نے پہچانا مدعیوں کا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ ہم متبع ہیں تم تو محض اپنے اغراض کے متبع ہو تم بڑے فخر سے کہتے ہو کہ حضرت اسیر مالٹا تھے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ امیر مالٹا تھے تم کہتے ہو کہ شیخ الہند تھے ہم کہتے ہیں کہ شیخ العالم تھے اب بتلاؤ مولانا

کا زیادہ معتقد کون ہے جس چیز کو ہم ذریعہ نجات سمجھتے ہیں یعنی اپنے بزرگوں سے تعلق بحمد اللہ وہ حقیقت میں ہمکو حاصل ہے تمہاری زبانی دعوے سے کیا ہوتا ہے اگر اجتہادی اختلاف سے تم ہمارے اعتقاد کا انکار بھی کرو تو ہم دلگیر نہیں ہوتے جیسے کیمیا گر کبھی دلگیر نہیں ہوتا اگرچہ ساری دنیا اسکو جھٹلائے وہ کہتا ہے کہ الحمد للہ میں کیمیا گر ہوں یہ سب جھوٹے ہیں حضرت مولانا نے مجھسے اختلاف میں بھی اتفاق رکھا ہے یہ کتنی مسرت کی بات ہے۔

(ملفوظ[۲۱۴]) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر چھوٹا بچہ باپ کی داڑھی بھی نوچنے لگے تو کوئی رنج نہیں ہوتا اسلئے کہ بچہ ہے اُسکو کیا خبر ہے عقل ہے بلکہ اُلٹا باپ اُسکے ہاتھ چومتا ہے رنج تو اسکا ہوتا ہے کہ سمجھدار عاقل ہو کر پھر ایسی حرکت کرے۔ دیکھئے یہی خط جو بے ڈھنگے پن سے لکھا گیا ہے یہ ہی کیا اذیت کیلئے تھوڑا ہے۔ خدا معلوم تہذیب کہاں رخصت ہو گئی یہ اس آزادی کی نئی تعلیم کا اثر پرانی تعلیم والوں پر بھی ہو گیا اس تعلیم میں کیسا زہریلا اثر ہے میں نے جواب بھی ایسا لکھا کہ طبیعت خوش ہو جائیگی میں ہی کیوں رعایت کروں جب ان ہی بیفکروں کو دوسروں کی اذیت کا خیال نہیں پھر مجھکو بدنام کرتے ہیں کہ بدخلق ہے سخت گیر ہے یہ بڑے با خلق اور نرم گیر ہیں شرم نہیں آتی نالائقوں کو۔

(ملفوظ[۲۱۵]) ایک نووارد شخص آئے اور حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ بیعت ہو کر کیا کروگے عرض کیا کہ جو بتلاؤ گے وہی کرونگا فرمایا کہ اگر ہم یہ کہیں کہ گھر جا کر خط لکھنا خط کے ذریعہ ہم بیعت کر لیں گے اسکو مان لوگے عرض کیا کہ مان لونگا فرمایا کہ اسپر تو ضد نہ کروگے کہ ہاتھ ہی پر ہاتھ رکھکر بیعت ہونگا عرض کیا کہ ضد کیوں کرونگا جو حکم ہوگا وہی کرونگا فرمایا ماشاء اللہ فہم سلیم اسکو کہتے ہیں اچھا بھائی میں تمکو بعد نماز مغرب بیعت کرلونگا اسپر فرمایا کہ مجھکو بدنام کیا جاتا ہے اس شخص سے میں نے خشک برتاؤ کیوں نہیں کیا میرے یہاں جو تشددات کیے جاتے ہیں اُن سے طلب کا امتحان ہو جاتا ہے۔

(ملفوظ[۲۱۶]) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ حضرت والا کے وسیلے سے بندہ کے سب اعمال و عادات درست ہو جائیں گے۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ میرے وسیلہ کو اصلاح اعمال سے کیا تعلق یہ اسلئے پوچھا تاکہ معلوم ہو کہ سمجھکر لکھا ہے یا محض الفاظ ہی ہیں اسلئے یہ سوال کی بات تھی ایسے

مطالبات کی بنا پر مجھکو متشدد سمجھتے ہیں چنانچہ بار بار ایسے ہی سوال وجواب کرنے پر ایک شخص نے لکھا تھا کہ آپ گورنمنٹ کے بہت خیر خواہ ہیں ٹکٹ بہت لگواتے ہیں حاصل یہ کہ ڈاک کے ٹکٹ زیادہ خرچ ہوتے ہیں اب بتلایئے ایسے کوڑ مغزوں کا کیا علاج۔

(ملفوظ ۲۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق مردہ ہو چکا تھا مدتوں کے بعد دوبارہ زندہ ہوا اور حقیقت واضح ہوئی مگر لوگ اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ سب غتر بود ہو جائے سو یہ کیسے ہو سکتا ہے جسکو خدا نے کشادہ کر دیا اسکو بند کون کر سکتا ہے ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم ہ اب بحمد اللہ طریق بے غبار ہے صدیوں تک تجدید کی ضرورت نہیں اور جب ضرورت ہوگی حق تعالیٰ اور کسی کو پیدا فرما دیں گے مگر اس چودہویں صدی میں تو ایسے ہی ہر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں ہوں لٹھ۔

۸ ربیع الاول ۱۳۵۱ ہجری

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۲۱۸) فرمایا کہ ایک خط آیا تھا اسمیں بعض امراض باطنی کو لکھکر لکھا تھا کہ انکا کوئی سہل علاج تجویز فرمایا جاوے دیکھئے جسکی درخواست کیگئی ہے کتنی بد نما بات ہے میرا ایک وعظ ہے التحصیل والتسہیل اسمیں اس مسئلہ کو بسط کیساتھ بیان کیا گیا ہے کہ معلم کے ذمہ کیا چیز ہے آیا طریق تحصیل کی تعلیم یا طریق تسہیل کی تعلیم اور خود اکثر طرز قرآن وحدیث کا یہی تعلیم تحصیل ہے شلاً فرمایا گیا ہے لا تقربوا الزنا یہ نہیں فرمایا کہ اس سے بچنے کی سہل تدبیر یہ ہے دوسری جگہ اسکے مقدمات کا انسداد بتلایا گیا ہے یغضوا من ابصارھم یہ خود عمل مشقت کا ہے اسکی تسہیل کا طریق نہیں بتلایا گیا ہاں کہیں کہیں تبرعاً تسہیل کا طریقہ بھی بتلایا گیا ہے مگر اسمیں اطراد اور عموم نہیں اس غلطی میں بکثرت لوگ مبتلا ہیں کہ کوئی سہل علاج بتلا دو سو یہ کام معلم کے ذمہ ہے اور نہ متعلم کو اسکے مطالبہ کا حق ہے ہاں شفقت ورحمت کی بنا پر اگر کہیں مصلحت ہوتی ہے تسہیل کی تعلیم بھی کر دیتے ہیں مگر اسکی ذمہ داری نہیں دیکھئے اگر اسکی کوئی اصل ہوتی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر عمل میں سہولت کی تدبیر بتلا دیتے مگر نہیں بتلائی بہرحال قرآن پاک اور حدیث میں تسہیل

کی تدبیر ہر جگہ نہیں بتلائی گئی مگر پھر بھی اکثر لوگ شیخ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس سے بچنے کا سہل طریق بتلایئے اسمیں کثرت سے لوگوں کو ابتلا ہو رہا ہے یا بعضے اگر اسکا براہ راست مطالبہ نہیں کرتے مگر وہ بواسطہ اسکے طالب ہوتے ہیں اسطرح سے کہ کیفیات وثمرات کے منتظر رہتے ہیں کہ ذوق ہو شوق ہو تاکہ سہولت سے عمل کا صدور ہوتا رہے مگر یہ کیفیات بھی کوئی اختیاری چیز تو نہیں بعض اشخاص سے حق تعالیٰ کو ساری عمر مجاہدہ کرانا منظور ہوتا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ثمرات کے بعد یہ عمل چھوڑ دیگا وہاں ثمرہ مرتب نہیں فرماتے۔ اب ایک شبہ اس سہولت کے متعلق اور ہو جاتی ہے کہ اگر شیخ صاحب تصرف ہو تو بڑی سہولت سے کام ہو سکتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ شیخ کا اوّل تو صاحب تصرف ہونا ہی ضروری نہیں اور یہ کوئی نقص نہیں منافی کمال نہیں اور اگر شیخ صاحب تصرف بھی ہو تو یہ کیا ضروری ہے کہ وہ تمھارے لئے تصرف ہی سے کام لے اگر اسکو تمسے کسی مصلحت کے سبب چکی ہی پسوانا مقصود ہو تو تمکو کیا حق ہے اسکی تجویز میں دخل دینے کا اور اگر اسپر بھی دخل دیا جاوے تو شیخ کا اتباع کہاں ہوا اس صورت میں تو اپنا ہی اتباع ہوا ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ انکا ایک مرید برسوں سے خانقاہ میں پڑا ہوا تھا کرتا کراتا کچھ نہ تھا دوسرے لوگ آتے کوئی مہینہ میں کوئی دو مہینہ میں کوئی چھ مہینے میں کوئی سال دو سال میں کام کر گئے اور صاحب اجازت ہو کر چلدیتے مگر یہ شخص اسی انتظار میں تھا کہ شیخ ہی خود کچھ تصرف کریں حتیٰ کہ اس انتظار میں اسکو یہ وسوسہ ہونے لگا کہ غالباً شیخ بیچارے تصرف سے کورے ہیں اس خطرہ کی اطلاع شیخ کو ہو گئی یہ لوگ بڑے عالی ظرف ہوتے ہیں اسکو پی گئے اتفاق سے ایک روز شیخ نے اس مرید سے فرمایا کہ آج ایک مٹکا پانی سے بھر کر خانقاہ کے دروازہ پر رکھو اور ایک پچکاری لاؤ اور ہمکو اطلاع کرو غرضکہ مرید صاحب نے سب انتظام مکمل کر کے شیخ کو اطلاع کی شیخ خانقاہ کے دروازہ پر پچکاری ہاتھ میں لیکر بیٹھے خانقاہ کا دروازہ لب سڑک تھا ہندو مسلمان کفار کے سو سو دو دو سو کے غول خانقاہ کے دروازہ کے سامنے سے گذرتے تھے شیخ پچکاری بھر بھر کر کفار کے مجمع پر مارتے جس کافر پر ایک چھینٹ بھی پڑ جاتی بیساختہ وہی کلمہ شہادت پڑھنے لگتا ایک ہی تاریخ میں شیخ نے ہزاروں کفار کو مسلمان بنا دیا جب پانی ختم ہو گیا شیخ مسند پر جا بیٹھے اور اس مرید کو بلا کر فرمایا کہ دیکھا کہ تمھارا شیخ کیسا صاحب تصرف ہے دیکھا شیخ کا تصرف کہ ایک ہی تاریخ میں ہزار ہا کفار کو مسلمان بنا دیا کفر سے نکالکر اسلام میں داخل کر دیا مگر یاد رکھو تجھسے تو چکی ہی

ہوا ہوگا جبھی کچھ حاصل ہوگا تو شیخ کبھی صاحب تصرف ہوتا ہے مگر کسی مصلحت سے اُسکا ظہور نہیں
ہوتا مگر اصل بات وہی ہے جو میں کہہ آیا ہوں کہ اگر شیخ صاحب تصرف بھی نہ ہو تو نقص کیا ہے ایسے
ہی صاحب کشف ہونا بھی شیخ کا ضروری نہیں ضرورت کی جو چیز ہے وہ فن ہے شیخ کیلئے فن سے واقفیت
ضروری چیز ہے باقی یہ سب چیزیں زوائد سے ہیں بلکہ آجکل تو اگر کوئی شخص صاحب تصرفات بھی ہو
سنت سے ہٹا ہوا ہو اُس سے زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔

۲۱۹- ملفوظ) ایک خط کے جواب میں فرمایا کہ اگر تہجد پر دوام نہیں ہوتا تو ترک تہجد پر بھی دوام نہیں ہونا
چاہئے۔ اپنی طرف سے ہمت رکھے پھر ناغہ بھی عمل کے حکم میں شمار ہوگا۔

۲۲۰- ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو طریق اصلاح ہے جنم روگ ہے عمر بھر یہ ہی سلسلہ رہتا ہے
لوگ یہاں آرام چاہتے ہیں کہ دنیا ہی میں جنت ہو جائے یہاں تو مشقت مثل لازم کے ہے اور
جس قدر ہوگی اتنا ہی اجر بھی بڑھیگا وہ مشقت یہ ہے کہ ہر قدم پر نفس کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے یہ نہ ہو تو
پھر انسان کا کمال ہی کیا ہوگا یعنی شر کا جو داعیہ طبعی ہوتا ہے اسکی مخالفت کرنا اور اسکو عقل سے
مغلوب کرنا یہی مجاہدہ اور مشقت ہے باقی محض حدیث النفس کوئی چیز نہیں جب تک اُسکے اقتضا
پر عمل نہ ہو عقل کا کام صرف منفعت کو دکھلانا ہے پھر اسکے بعد اگر اتباع کیا طبیعت کا تو یہ شخص
حیوان ہے اور اگر اتباع کیا عقل کا تو انسان ہے مگر خود عقل کے اتباع کے بھی حدود ہیں ورنہ حدود
سے آگے غلو کرنے سے یہ عقل خود سبب ہو جاتی ہے غلبۂ حیوانیت کی اسلئے کہ جو چیز حد سے گزر جاتی ہے
اسکی حقیقت اسکی خاصیت سب بدلجاتے ہیں اب ایک بات اور رہ گئی وہ یہ کہ نفس کیلئے بعض اوقات
لوگوں کی ملامت مانع عمل ہو جاتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ طعن و تشنیع خود موجب اجر ہیں اسکے
ہوتے ہوئے تو مجاہدات اور ریاضات میں زیادہ برکت اور نورانیت پیدا ہو جاتی ہے یہ بدنی مجاہدات
سے بھی زیادہ مجاہدہ ہے غرض تمام موانع میں نفس کو بچہ کی طرح بہلانا اور سمجھانا چاہئے یہ اسوقت کام
دیتا ہے اس بہلانے پر ایک بزرگ کی حکایت یاد آئی کہ وہ شبکو ایک رکابی پلاؤ کی بھر کر سامنے
مصلّے کے رکھ لیتے اور ہر دفعہ میں فرماتے کہ ایکی مرتبہ دو نفلیں پڑھ کر تجھکو پلاؤ کھلاؤں گا تمام شب
اسی طرح عبادت میں گذر جاتی اور صبح کو وہ رکابی پلاؤ کی بدستور موجود رہتی مگر یہ بھی اُن ہی حضرات کے
بس تھے جو روزانہ بہلانے میں آجاتے تھے اب تو کوئی کر کے دیکھے ایک دن تو نفس مان لیگا یا زائد سے

زائد دو دن پھر تیسرے روز قبضہ میں آنا مشکل ہوگا یوں کہے گا کہ بس تمہارے وعدوں کا تجربہ کر چکا اب قا
میں نہ آؤنگا سو اب ایسا بھی کرنا چاہئے کام بھی نکال لے اور حسب وعدہ اُسکو کھلا بھی دے۔ خلاصہ
یہ کہ نفس کو راہ پر لانے کی مختلف تدبیریں ہیں جو تبدل حالات سے بدلتی رہتی ہیں جسطرح ہو سکے کا
نکالنا چاہئے۔

(ملفوظ [۲۲۱]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اگر
دوام ہو کبھی نہ ہو تو اس مجموعہ ہی پر دوام کر لو یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے مگر یہ علاج حقیقت نہیں
تدابیر ہیں اصل چیز طلب اور ہمت ہے اُس سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ تدابیر جزئیہ حیل
اُس سے کام لینے کے۔

(ملفوظ [۲۲۲]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ طریق کامل کی صحب
ہی سے سمجھ میں آسکتا ہے کتابوں کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے کتابوں میں تو سب ہی کچھ ہے مگر
والے کی بھی تو ضرورت ہے جیسے طب کتابوں میں سب کچھ ہے مگر بدون طبیب حاذق کے کچھ نہ
کر سکتے ایسے ہی یہاں سمجھ لیا جائے۔

(ملفوظ [۲۲۳]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عمل تو اگر دشوار بھی ہو شروع کر دے پھر سہولت بھی
میسر فرما دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں فاما من اعطے واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للی
ہمارے اکابر تو تسہیل کا بہت قصد کرتے ہیں مگر بعض چیز سہولت کی ہوتی ہی نہیں کیا کیا جا
ایک شخص بی۔ اے۔ ہیں وہ یہاں آئے تھے ہیں سمجھدار شخص یہاں سے وطن واپس جا کر لکھا
اندر کبر کا مرض ہے اور نفس اس لکھنے پر بھی تیار نہیں کہ کبر کو اپنی طرف منسوب کرے۔ میں نے
یہی مضمون مجھکو پانچ مرتبہ لکھکر بھیجدو پانچ مرتبہ بھی نہیں لکھنے پائے کہ مرض سے شفا ہو گ
اب اس سے زیادہ اور کیا تسہیل ہوگی اب وہ بتلائیں جو اس طریق کو بدعت کہتے ہیں کہ اسمیں
کی کونسی بات ہے یہ تو تدابیر ہیں جیسے طبیب جسمانی امراض کی تدابیر اختیار کرتا ہے ایسے ہی اس ط
میں خاص تدابیر ہیں ان ہی تدابیر کا نام مستقل فن ہو جانیکی وجہ سے تصوف رکھدیا ہے یہ تد
خود مقصود بالذات نہیں نہ اصل طریق ہیں اصل تو صرف اعمال واجبہ ہیں جو مامور بہ ہیں ہاں یہ
اس مقصود کے معین ہیں تو ان میں بدعت کی کونسی بات ہوئی مگر ہر حال میں یہ سب کچھ موقو

...ادہ ہو مگر لوگ ارادہ ہی نہیں کرتے محض تمنا کرتے ہیں اگر ارادہ کریں سخت سے سخت کام آسان ہو جائے
...بے ارادہ آسان سے آسان کام سخت ہو جاتا ہے ہمارے خاندان کی ایک عورت کی حکایت ہے کہ
...آنکھ کھلنے کے وقت شب کو پیاس لگی خاوند سے کہا کہ پیاس لگ رہی ہے خاوند نے کہا کہ اٹھکر
...پیلو مگر کم ہمتی سے نہیں اٹھی خاوند تھے ظریف کچھ دیر کے بعد کہا کہ مجھکو بھی پیاس لگ گئی پانی پلادو
...رتوں کو شوہر کی راحت کا خاص خیال ہوتا ہے اسلئے اٹھکر پانی لائی خاوند نے کہا کہ مجھکو پیاس نہیں
...نہ سے منگایا ہے تم پیلو تب سمجھی اب دیکھ لیجئے اپنے لئے پیاس لگنے پر پانی پینے کا ارادہ نہ تھا اٹھنا مشکل
...گیا اور خاوند کیلئے ارادہ کیا تو آسان ہو گیا حق تعالیٰ ارادہ کے متعلق فرماتے ہیں من اراد الاٰخرۃ
...سعیٰ لہا سعیہا فاولئک کان سعیہم مشکورا۔ اور تمنا کے متعلق فرماتے ہیں ام للانسان
...تمنّٰی۔ تمنا کے متعلق یہ فرمایا اور ارادہ کے متعلق یہ فرمایا جب انسان ارادہ کرتا ہے سخت سے سخت
...مشکل سے مشکل کام سہل ہو جاتا ہے اور درمیان کے تمام حائل اور موانع خود بخود دور ہوتے چلے جاتے
...پھر اس کام کے ہر جزو میں ارادہ کی ضرورت نہیں رہتی جیسے کوئی شخص بازار جانیکا ارادہ کرے
...اول مرتبہ تو پہلا قدم اٹھانے پر ارادہ کی ضرورت ہوگی پھر آخر تک ارادہ کی ضرورت نہیں رہتی وہی
...لا ارادہ ممتد ہوتا چلا جاتا ہے ورنہ اگر ہر قدم پر مستقل ارادہ کرے تو صبح سے شام تک بھی بازار کا ارادہ
...نہ کر سکے خلاصہ یہ ہے کہ کام شروع کر دینا چاہئے اور یہ نہ دیکھنا چاہئے کہ کچھ حاصل بھی ہوا یا نہیں جیسے
...پیسنے والی عورت اگر چکی کے ہر پھیر پر یہ دیکھے کہ کسقدر پس چکا تو بس آٹا پس چکا اسکی صورت تو یہی
...کہ غلہ ڈالے جائے اور چکی کو گھمائے جائے جب صبح کو دیکھی گی تو چکی کا گرد تیعنی حزن آٹے سے بھر
...ئیگی غرض کام کرنا چاہئے اور اسپر آمادہ رہنا چاہئے کہ چاہے کچھ نفع ہو یا نہ ہو اور عمل بھی خواہ کبھی ہو
...کبھی نہ ہو اسکی طرف نظر ہی نہ کرے کام شروع کر دے اور ایک اور بات کام کی اسوقت ذہن میں آئی
...یہ کہ ماضی کوتاہی کو بھلا دینا یہ بھی ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ ماضی پر مستقبل کو قیاس کرتے ہیں
...آئندہ بھی ایسی ہی کوتاہی ہوگی اس سے بھی ہمت ٹوٹ جاتی ہے نیز اگر کام کرنیکے زمانہ میں کوئی لغزش
ہو جائے یا کسی نامناسب بات یا فعل کا صدور ہو جائے اسکا بھی مراقبہ کرنے نہ بیٹھ جائے بس لسے
اللھم اغفرلی کہکر آگے چلے ورنہ پھر یہ مراقبہ بھی اپنا ہی مطالعہ ہوگا اس طرف کا تو مشاہدہ بھی نہ
...ہوا۔ ایک ضروری بات اور بھی ہے کہ کام کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ خواہ قلیل ہی کی توفیق ہو اور ہمیشہ کیلئے

بھی توفیق کی امید نہ ہو اسکو بھی غنیمت سمجھے مثلاً یہ خیال کرے کہ آجکی دو رکعت بھی کیوں چھوڑیں شاید یہ ہی نجات کا سبب ہو جائیں سو اس طریق سے کام کر کے دیکھو پھر دیکھ لوگے کیا سے کیا ہوتا ہے

۸ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۲۲۴) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں اخلاق متعارفہ اختیار کر لوں اور تمہاری للّو پتّو میں رہوں تو تمہاری اصلاح کیسے ہو باقی اصلاح کے اس طرز خاص میں مجھکو اپنی کسی بات اور کسی کام اور کسی حالت پر ناز نہیں اور ناز تو کس چڑیا کا نام ہے میں تو واقعی اپنے کو کلب اور خنزیر سے بھی بدتر سمجھتا ہوں بھلا کوئی اسکا کیا یقین کر سکتا ہے اسلئے میں بتلاتا ہوں کہ خنزیر سے بدتر سمجھنا اس معنی کر ہے کہ ان میں عقوبت کا احتمال نہیں اور ہم میں عقوبت اور عذاب کا احتمال ہے اب بتلاؤ کون اچھا ہے نیز باب اصلاح میں۔ میں بحمد اللہ ایسا ہوں یعنی کسی کی حالت کی اطلاع دوسرے کو نہیں کرتا اگر کسی کا مضمون نقل کراتا ہوں تو اسکا نام نہیں نقل کراتا کہ یہ کسکا مضمون ہے غرض میں ہر قسم کی رعایت کو ملحوظ رکھتا ہوں اور سہل سے سہل امراض باطنی کا علاج تجویز کرتا ہوں اور کسی مرض کو لا علاج نہیں بتلاتا ہوں کیونکہ طب جسمانی میں تو بعض امراض ایسے ہیں کہ انکا کوئی علاج نہیں مگر طب روحانی میں بحمد اللہ کہیں گاڑی نہیں اٹکتی پھر جب اتنی رعایتوں پر بھی مجھکو اذیت دیجاوے تو کہانتک تغیر نہ ہو۔ آخر میں بھی انسان ہوں بشر ہوں تو مجھکو اسقدر ستایا ہی کیوں جاتا ہے اسپر اگر کچھ کہتا ہوں تو مجھکو بد خلق اور سخت گیر مشہور کرتے ہیں اور اپنی حرکت کو دیکھتے نہیں اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ چپکے سے ایک شخص کے سوئی چبھو دی اور الگ ہو گئے اب وہ چیخ رہا ہے چلا رہا ہے جھلا رہا ہو اسکے اس چیخنے اور چلانے اور جھلانے کو تو سب دیکھ رہے مگر اسکے سوئی چبھونے کو کسی نے نہیں دیکھا پھر اسپر یہ کہا جائے کہ میاں ایک ذرا سی سوئی ہی تو چبھوئی ہے اسقدر غل کیوں مچاتے ہو جی ہاں جب تمہارے چبھوئی جائے تب پتہ چلے اگر کہو کہ ہم تو برداشت کر سکتے ہیں تو میں کہونگا کہ تم ایسے ہو جیسے فالج زدہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا دوسرا تو ایسا نہیں اسکو محسوس ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۲۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں بجز حقوق مالیہ کے اور سب حقوق بندگان خدا کو معاف

کر دیتا ہوں جیسے سب وشتم وشکایت وغیبت وغیرہ اور حقوق مالیہ اسلئے معاف نہیں کرتا کہ ممکن ہے کہ میرا کوئی قلمدان ہی اٹھا کر لیجائے کہ یہ تو حقوق مالیہ بھی معاف کر چکا۔

(ملفوظ ۲۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل مصلحت پرستی کا بازار گرم ہے بکثرت مصالح دنیوی کو دین پر مقدم سمجھتے ہیں کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے میں بحمد اللہ دین کو مقدم رکھنا چاہتا ہوں مصالح دنیوی پر بس یہی لوگوں سے میری لڑائی کا راز ہے اسی وجہ سے میں بدنام ہوں میں تو کہا کرتا ہوں کہ مصالح جسقدر پیسے جائیں اسیقدر سالن لذیذ ہوتا ہے جی ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ خواہ دنیا کی مصلحت نہ ہو مگر دین کی مصلحت محفوظ رہے کسی کام کا کسی بات کا داعی دنیا نہ ہو محض دین ہو۔

(ملفوظ ۲۲۷) ایک صاحب نے گاؤں میں جمعہ کے جواز کے متعلق سوال کیا فرمایا کہ امام صاحب کے نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار آنبہہ والوں سے (یہ ایک گاؤں ہے) فرمایا تھا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ آنبہہ والے میرے ہیں اور آنبہہ میرا ہے مگر تعجب ہے کہ تم لوگ وہاں جمعہ پڑھتے ہو تب اُن لوگوں نے جمعہ پڑھنا ترک کیا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں بہت محتاط تھے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں قدرے توسع رکھتے تھے

(ملفوظ ۲۲۸) ایک صاحب نے سماع کے متعلق ذکر کیا فرمایا کہ آجکل سماع کہاں ہے لہو ولعب ہے میرا اسکے متعلق ایک مستقل رسالہ ہے حق السماع اسکا نام ہے اُسکا دیکھ لینا انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے ایک بزرگ ہیں حضرت شاہ نجات اللہ صاحب کرسی ایک مقام ہے وہاں اُنکا مزار ہے کسی نے اُن کے سامنے تخت پر زور سے لکڑی ماری اسپر فرمایا کہ یہ بھی باجا ہے اسقدر احتیاط تھی اور آجکل تو ڈھولک سارنگی ستار ہارمونیم گراموفون لوگوں میں شیر وشکر کی طرح رائج ہو رہے ہیں یہ کوئی سماع ہے جو بعض اہل حال سے منقول ہے یہ تو کھلم کھلا معصیت اور قطعاً حرام ہے خواہ مخواہ بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں بلکہ خود اصل سماع ہی کے متعلق بیحد شرائط ہیں رسالہ مذکورہ دیکھنے سے اسکی حقیقت کا انکشاف ہو جائیگا اسکو دیکھ لیا جائے پھر کسی سوال کی انشاء اللہ حاجت نہ رہے گی۔

(ملفوظ ۲۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طریقت میں بھی عجیب الہیلی شان تھی حضرت کا اکثر حصہ عمر کا درس حدیث میں گذرا ہے۔ پھر حقائق کا اظہار ہوتا تھا میرے ایک دوست نے ایکمرتبہ حضرت کو بعد وفات خواب میں دیکھا دو باتیں فرمائیں ایک یہ کہ ہم کو تو حق تعالیٰ نے

مرنیکے بعد خلافت دیدی ہیں نے اسکی تعبیر یہ سمجھی کہ حق تعالیٰ نے افاضہ کا تصرف عطا فرمایا ہے جیسے بعضے بزرگوں کو بعد وفات عطا ہوتا ہے اور دوسری بات میرے متعلق فرمائی کہ ذرا تیزی ہے مزاج میں پھر فرمایا کہ خیر کچھ ڈر نہیں۔

۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

(ملفوظ ۲۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک اخبار ایک مقام سے نکلتا ہے یہ بعض مدعیان عمل حدیث کا پرچہ ہے اسمیں میری ایک عبارت جو ایک آیت کی تفسیر کے متعلق ہے ناتمام نقل کر کے شبہ کیا گیا ہے کسقدر غضب اور ظلم کی بات ہے بعض لوگوں میں تدین اور امانت کا نام نہیں ہوتا دعویٰ ہی دعویٰ ہوتا ہے اہل حدیث ہونیکا نیز اعتراض کر کے مجھکو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی کتابیں دیکھا کرو میں کہتا ہوں کہ تم دیکھکر بہت محقق ہو گئے۔ میری جس عبارت پر شبہ کیا تھا میں اس سے پیشتر اسکا جواب بھی دے چکا ہوں تدین اور امانت کی بات تو یہ تھی کہ میرے اس جواب کو نقل کر کے اس سے تعرض کرتے کچھ خدا کا خوف بھی تو چاہیئے کہ میری ناتمام عبارت نقل کر کے اعتراض کر دیا یہ نہ سوچا کہ اگر کسی نے وہ مقام پورا دیکھا تو وہ کیا کہیگا۔ میں انکو تو کوئی جواب نہ دونگا مگر انشاء اللہ تعالیٰ اپنے یہاں اس مقام کو نقل کرا کر شائع کر دونگا ایسے بے احتیاط لوگوں سے خطاب کرنا ہی لاحاصل ہے واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما پر عمل کا یہی موقع ہے آجکل کے اکثر غیر مقلدوں میں تقویٰ طہارت نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ پھر ان بزرگ صاحب اخبار کو میری غلطی ہی نکالنا تھی تو مجھکو خاص طور پر اطلاع کر دینا کافی تھا اخبار ہی میں چھاپنے کی کون ضرورت تھی اور وہ بھی نام کیساتھ اور اگر یہ میرے مضمون کے متعلق یہ خیال تھا کہ اسکی اشاعت ہو چکی اس سے لوگ گمراہ ہونگے اسلئے اشاعت ضروری ہے تو صرف یہ لکھدینا کافی تھا کہ ایک ایسی تفسیر ہماری نظر سے گذری جو سلف کے خلاف ہے ہم بغرض اطلاع اسکی اشاعت کرتے ہیں مگر یہ تو جب کرتے جبکہ اس اشاعت سے دین مقصود ہوتا مقصود تو فخر ہے کہ ہمنے فلاں شخص کی غلطی پکڑی پھر وہ بھی غلط تحریف کر کے مضمون کی پوری عبارت بھی تو نقل نہیں کی ایسی حرکت تو شرعاً بھی جائز نہیں۔ میں نے انکو یہ بھی لکھا تھا کہ سوال کے طریقے

سوال کرو بلا ضرورت اعتراض کا لہجہ نہیں ہونا چاہیئے تو آپنے اسکا بھی سنت ہونا ثابت کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے حضرت عائشہ رض نے حضور سے حساب یسیر کے متعلق ایسے ہی لہجہ میں سوال کیا تھا یہ ہیں عامل بالحدیث اور انکو دعویٰ ہے حدیث دانی کا اتنا بھی معلوم نہیں کہ اگر اس لہجہ کا تحقق علی سبیل التنزل تسلیم بھی کرلیا جاوے تب بھی یہ فرق ہے وہاں بے تکلفی تھی وہاں لہجہ پر نظر نہ تھی دوسرا شخص تو اس قیاس کا یہ جواب دیتا کہ تم بھی میری بیوی بنجاؤ پھر لہجہ کا میں بھی خیال نہ کرونگا اگر میری پوری عبارت نقل کرکے اعتراض کیا جاتا تو مجھکو اسقدر رنج نہ ہوتا اور الحمد للہ مجھکو اپنی زلات پر کبھی اصرار نہیں ہوتا سمجھ میں آتے ہی رجوع کرلیتا ہوں پھر اس فضول بلکہ موذی طرز کی کیا ضرورت تھی میرا تو قدیم سے معمول ہے کہ جب کوئی میری غلطی پر متنبہ کرتا ہے تو سب سے اول مجھکو یہی احتمال ہوتا ہے کہ ضرور مجھسے غلطی ہوئی ہوگی اسکے بعد پھر اسمیں غور کرتا ہوں یہ خدا کا ایک بہت بڑا فضل ہے کہ میں اوّل ہی سے اپنی غلطی قبول کرنیکو تیار ہوتا ہوں اور دوسرے اکثر لوگ اوّل اسکے جواب کی تلاش میں لگ جاتے ہیں سب بزرگوں سے زیادہ یہ بات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ میں تھی کہ اپنی غلطی کو فوراً تسلیم فرماکر رجوع فرمالیتے تھے۔ اور الحمد للہ میرے یہاں تو اسکا ایک مستقل شعبہ ہے جسکا نام ترجیح الراجح ہے اسمیں برابر اپنی غلطیوں کو شائع کرتا رہتا ہوں پھر تہذیب کے ساتھ سوال کرنے پر ایک واقعہ بیان کیا کہ مجھکو ایکمرتبہ حیدرآباد دکن میں میرے ایک دوست نے مدعو کیا تھا میں نے وہاں ایک وعظ میں ایک مضمون بیان کیا وہ تھا تو ایک لطیفہ مگر بیان کیا گیا صورت استدلال میں وہاں ایک بڑے معزز وممتاز شخص ہیں فخر یار جنگ انھوں نے مجھسے مقام وعظ پر نہیں بلکہ جائے قیام پر آکر نہایت نرم لہجہ میں اس مقام کے متعلق اس پاکیزہ عنوان سے دریافت کیا کہ یہ استدلال کسدرجہ کا ہے میں نے انکا شبہ سمجھکر صاف کہدیا کہ یہ کسی درجہ کا بھی استدلال نہیں محض ایک لطیفہ ہے جسکی صورت استدلال کی ہوگئی سو ان کے اس سلیقہ سے سوال کرنے سے کوئی ناگواری نہیں ہوئی اور مزاحاً فرمایا کہ اگر بدسلیقگی سے سوال کرتے تو میں اسکے اثر سے ناگ دام (یعنی مشابہ سانپ کے) ہوجاتا۔

(ملفوظ ۲۳۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ معتقدین سائنس تو محض بیہودہ ہیں اللہ کے نہیں رسول کے نہیں۔ ان میں دین نہیں ایمان نہیں شب و روز یہی مشغلہ ہے کہ

فلاں پہاڑ کے یہ آثار ہیں فلاں ستارے میں مخلوق آباد ہے آیا آسمان گردش کرتا ہے اور زمین ساکن ہے یا زمین گردش کرتی ہے اور آسمان محض منتہائے نظر ہے اگر بالفرض یہ تحقیقات صحیح بھی ہوں مگر ان کا نتیجہ ہی کیا نہ دنیا کا فائدہ نہ دین کا اسکے بعد ایک واقعہ سائنس کے اس دعوے کے اشکال میں کہ کوئی حادثہ بدون اسباب طبعیہ کے نہیں ہو سکتا بیان فرمایا وہ یہ کہ اس ہی قصبہ میں ابھی چند روز ہوئے ایک عجیب واقعہ پیش آیا جسکو میں نے خود صاحب واقعہ کو بلا کر بلا واسطہ اُس کی زبان سے سنا کہ ایک غریب آدمی کے گھر تقریب تھی اُنکی بھان آیا ہوا تھا وہ ایک کم سن لڑکی کو کسی بہانے لیکر بھاگا اور یہ لیجانے والا شخص اُس لڑکی کا رشتہ میں ماموں ہوتا تھا رشتہ بھی دور کا نہ تھا اور جو بنا لیجانے کی تھی وہ بھی کوئی بڑی مالیت کی چیز نہ تھی زائد سے زائد پانچ سات روپیہ کی چیز ہو گی جسکے لالچ میں وہ اسکو لیکر بھاگا اور اسکو تھانہ بھون سے مظفر نگر اور مظفر نگر سے نہر گنگ پر لیگیا اور چیز اوتار کر اُسکو نہر میں پھینک دیا میں نے خود اس لڑکی کو بلا کر سب واقع دریافت کیا بیان کے وقت لڑکی خوف زدہ معلوم ہوتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ منظر اب اُسکے سامنے ہے عمر لڑکی کی زائد سے زائد تقریباً آٹھ نو برس کی ہوگی اسکا بیان ہے کہ جسوقت اُسنے مجھکو نہر میں پھینکا تو میرے پانی میں گرتے ہی ایک سفید کتا میرے سامنے آگیا اور اپنی دم میری طرف کر دی میں نے اُسکی دُم پکڑ لی وہ مجھکو کچھ دور پانی میں لیکر چلا اور پھر ایک گھاٹی پر نہر کے کنارے لیگیا وہاں ایک درخت تھا جسکی شاخیں نہر کی طرف جھکی ہوئی تھیں میں شاخ کے سہارے وہاں سے نکل کر نہر کی پٹری پر پہونچ گئی شام کا وقت ہو گیا وہاں کچھ مویشی چرانے والے اپنے مویشی نہر کے قریب چرا رہے تھے مجھکو بٹھا کر مجھکو گانو میں لیگئے وہاں لوگ میرے پاس تماشا دیکھنے جمع ہو گئے اُن تماشائیوں میں خود وہ ڈبونے والا بھی تھا جو ایک قریب کے گانو میں اُسوقت ٹھہر گیا تھا اس لڑکی نے پہچان کر بتلا دیا کہ یہ شخص تھا وہ گرفتار ہو گیا اور چالان ہو گیا تفتیش پر اقرار کر لیا اب اسکا مقدمہ ہو رہا ہے میرا مقصود اس قصہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ کتے کا دریا سے اس طرح نکالنا ان سائنس والوں سے کوئی پوچھے کہ اسکا کیا اقتضا طبعی تھا جسکی بنا پر اُس نے دریا سے نکالا کوئی معقول بات بتلائیں اور یوں اٹکل پچو ہانکنے کو تو جو چاہے کہے جاؤ۔

(ملفوظ ۲۱) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جو شائخ سلف پر اعتراض کرتا ہے اسکا جواب صرف

ایک ہے جو اس مثل کا مصداق ہے کہ سنار کی کھٹ کھٹ اور لوہار کی ایک وہ جواب یہ ہے کہ وہ حضرات عشاق تھے اور عاشق پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اون میں سے بعض حضرات میں توسع تو تھا وہ بھی دوسروں کی ساتھ مگر اپنے نفس پر اعمال میں تشدد تھا انھوں نے یہ تو نہیں کیا کہ محض ابتغاء رخصت کیلئے تین وتر کی جگہ ایک وتر پڑھ لیا بیس تراویح کی جگہ آٹھ پڑھ لیں

۹ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۲۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل طرح طرح کے لباس ایجاد ہو رہے ہیں اپنا مذاق تو یہ ہے کہ نہ آر رندوں کا (یعنی بے قیدوں کا) لباس پہننے کو جی چاہتا ہے اور نہ زندوں کا (یعنی جو اپنے کو شاندار سمجھتے ہیں یعنی مدعیان علم و مشیخت کا) اللہ کے خاص بندوں اہل فنا (یعنی مساکین گمنام لوگوں) کا لباس پسند ہے۔

(ملفوظ ۲۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو رسم ہے کہ مجمع میں کھانا کھلانیکے وقت پانی پلانیکو سر پر کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے بڑی ہی گرانی ہوتی ہے اور صاحب اپنا اپنا مذاق ہے ایک درویش یہاں آئے تھے میں نے خود دیکھا کہ اُن کے نوکر ستونوں سے لگے کھڑے رہتے تھے ہاتھ باندھے جیسے بت ہوتے ہیں اور اُن درویش صاحب کو احساس بھی نہ تھا کہ میری وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف ہو رہی ہے۔

(ملفوظ ۲۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ مرض عام پیدا ہو گیا ہے کہ ظالم کی طرفداری کیجاتی ہے اور مظلوم کا کوئی پرسان حال نہیں عوام ہوں یا خواص تقریباً سب کے اندر یہ مرض عام ہو گیا ہے اسی قسم کے خاص خاص واقعات پر عنایت فرماؤں کی جو مجھ پر عنایت ہوئی تھی اُسپر میں نے ایک رسالہ لکھا تھا اسکا نام رکھا تھا۔ حکایات الشکایات میں نے اُسکے خطبہ میں تو حکایت اور سب و شتم کے متعلق تو یہ لکھا تھا کہ ؎

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلہ ۔ کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

اور خود واقعات جمع کرنے کے متعلق یہ لکھا تھا ؎

خود گنہ کرتا ہوں بناتا ہو نہ سن غیروں کی بات   ہیں یہی کہتے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

تعجب ہے اہل انصاف یہاں مجھکو اسکی بھی اجازت نہیں کہ میں اپنی تکلیف اور اذیتوں کی شکایت ہی کرسکوں اسپر اعتراض کیا جاتا ہے اور موذیوں کو کوئی کچھ نہیں کہتا کیا ٹھکانا ہے اس ظلم کا اور اعانت ظلم کا جو امور طبعی ہیں اور موٹی موٹی باتیں ہیں ان موذیوں کا وہاں تک بھی تو ذہن نہیں پہونچتا اب کہاں تک اصلاح کیجائے عوام تو اسی اصلاح سے اس عذر کی وجہ سے اسلئے مستثنے سمجھ لیئے گئے کہ وہ کچھ جانتے نہیں بس بے خبری عذر ہے اور خواص اسلئے مستثنے ہو گئے کہ وہ قابل احترام ہیں انکی اصلاح خلاف ادب ہے تو اس حساب سے کسی کی اصلاح کی بھی ضرورت نہیں رہی اور اصل بات میں بتلائے دیتا ہوں کہ بدون کسی کی جوتیاں سیدھی کئے ہوئے انسانیت آ نہیں سکتی چاہے سب کچھ بنجاؤں اور یہ سب کے نفس پر شاق ہے۔

۲۳۶

(ملفوظ) ایک صاحب نے کسی مرض کیلئے تعویذ کی درخواست کی اور یہ بھی عرض کیا کہ فلاں مرض ہے مگر آسیب کا بھی شبہ ہے اور حالت یہ ہے سنکر فرمایا کہ کسی طبیب سے مرض کا علاج کراؤ ایسی حالت میں کہ مرض کا غالب احتمال ہے میں تعویذ نہ دونگا تعویذ دینے میں یہ مفسدہ ہے کہ علاج کی طرف سے بالکل بے فکری ہو جائیگی سو اگر تعویذ دیدیا تو اسکی مصلحت کو تو دیکھا مفسدہ کو نہیں دیکھا اکثر عوام خصوص دیہاتی ہر مرض کو آسیب ہی کہنے لگتے ہیں اور ان تعویذوں کا تختہ مشق مجھکو اسلئے زیادہ بنایا جاتا ہے کہ میں کچھ لیتا نہیں اگر میں سوا روپیہ لینے لگوں تو پھر حکیم صاحب کے پاس جانے لگیں گے کیونکہ وہاں پانچ پیسہ کا نسخہ ہوگا اور یہاں پانچ چونّی کا تو جہاں خرچ کم ہوگا وہی کام ہوگا جیسے ایک بخیل رئیس بنئے کی حکایت ہے وہ بیمار ہوا لوگوں نے علاج کرنے کا مشورہ دیا کہنے لگا علاج کا تخمینہ کرو چنانچہ تخمینہ کرا کر اطلاع کیگئی کہنے لگا اب مرنیکے خرچ کا تخمینہ کرو اسکا بھی تخمینہ کیا گیا تو وہ اتفاق سے کم تھا کہنے لگا بس اب مرنے ہی کی رائے ہے کیونکہ اسمیں خرچ کم ہے دیکھئے اس نے کم خرچ ہونیکی وجہ سے مرنے کو زندگی پر ترجیح دی اسلئے کہ دوا میں زائد خرچ ہوتا تھا اور مرنے پر جو خرچ تھا وہ کم تھا تو اکثر لوگ کم خرچ کی طرف رجوع کر لیتے ...... پھر تختہ مشق بنانیکو بھی گوارا کیا جا سکتا ہے مگر آفت یہ ہے کہ تعویذ مانگنے میں ستاتے بہت ہیں بات پوری نہیں کہتے حتیٰ کہ بار بار پوچھنے پر بھی صاف بات نہیں کہتے جس سے بڑی اذیت ہوتی ہے اسی اذیت سے بچنے کیلئے میں نے ایکمرتبہ یہ تجویز کی کہ جو آیا کریگا

اس سے کچھ نہ پوچھونگا بس بسم اللہ شریف کا تعویذ لکھکر دیدیا کرونگا اس تجویز کی مشق کرنے کے لئے طالب تعویذ کا منتظر ہو کر بیٹھا کہ کوئی آئے تو اس تدبیر پر عمل کروں اتفاق سے دو شخص آئے انھوں نے اگر حسب معمول جاہلانہ صرف اتنا ہی کہا کہ تعویذ دیدو یہ نہیں کہا کہ کس چیز کا تعویذ میں نے ان کے کہتے ہی بسم اللہ شریف کا تعویذ دیدیا اس قسم کا یہ پہلا ہی تعویذ دیا تھا وہ لیکر چلدئے میں اپنی اس تجویز پر بہت خوش ہوا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ تدبیر خوب رہی نہ کچھ کہنا نہ سننا نہ کچھ پوچھنا کچھ بڑا آسان طریقہ سمجھ میں آیا میں نے مولوی شبیر علی سے کہا کہ میں نے تعویذ کے متعلق بڑی سہولت کی تجویز نکالی ہے اور وہ تدبیر بیان کی وہ بولے کہ کچھ خبر بھی ہے جن شخصوں کو تعویذ دیا تھا وہ کیا کہتے جارہے تھے یہ کہتے جارہے تھے کہ دیکھو ہمنے کچھ بھی نہیں کہا اور تعویذ مل گیا انکو تو بے کہے ہی دل کی بات کی خبر ہو جاتی ہے تب اس تجویز سہولت کو بھی سلام کیا یہ حالت ہے عوام کے عقائد کی اگر مجھکو یہ واقعہ معلوم نہ ہوتا تو خود یہ تجویز کتنے بڑے مفسدہ کا پیش خیمہ بنجاتی اور یہ تو اس صورت میں ہے کہ کسی کے معاملہ میں کسی کو واسطہ نہیں بناتا ورنہ واسطے بنانے کے مفاسد میں نے مشاہدہ کئے ہیں ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ تھوڑے دنوں بعد لوگ ان واسطہ صاحب کی پرستش کرنے لگیں گے یہ سمجھکر کہ یہ مقرب ہے پھر نہ معلوم کہاں تک نوبت پہونچ جائے نیز ان واسطہ صاحب کو خود بھی تقرب کا وہم ہو جاتا ہے ایک بار ان ہی دقتوں کی وجہ سے کہ لوگ آکر دق کرتے ہیں یہ خیال ہوا تھا کہ ایک شخص ایک رجسٹر دیکر خانقاہ کے دروازہ پر بٹھلادوں جو آیا کرے اسکی حاجت وغیرہ لکھکر مجھکو دکھلا دیا کرے مگر وہی مصیبت پیش نظر ہو گئی کہ اسمیں مقرب سمجھنے کا سخت اندیشہ ہے پھر وہ مقرب لوگوں کیلئے مکرب ہو جاتا تعجب نہ تھا کہ رجسٹر بھرنے کی فیس آنے والوں سے چار آنہ لینے لگتا اسلئے آنے والوں کی بیہودہ حرکات سے متاذی ہونا گوارا کرتا ہوں مگر بحمد اللہ کسی کو واسطہ مخصوص بنا کر ایک کی روایت کو دوسرے پر حجت اور اسکے معاملہ میں موثر نہیں بناتا اور یہ عدل ہے اسپر حق تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں اور انکا فضل سمجھتا ہوں۔

۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۲۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس زمانہ میں مولوی عبد الرب صاحب دہلوی کے اہتمام سے

جامع مسجد سہارنپور کی تعمیر ہو رہی تھی ایک دفعہ مولوی صاحب چندہ کیلئے بمبئی گئے تھے وہاں سے چندہ وصول کر کے سہارنپور واپس آرہے تھے راستہ میں منگلور میں مغرب کی نماز کو اُترے نماز پڑھکر رقم کی ہمیانی جسمیں غالباً اڑہائی ہزار کے روپے اور اشرفیاں تھیں مسجد ہی میں بھول گئے اور بہلی میں سوار ہو کر روانہ ہو گئے کچھ دور جاکر وہ ہمیانی یاد آئی تو بہت پریشان ہوئے اور پھر مسجد کو لوٹے یہاں یہ قصہ ہوا کہ ایک غریب چوکیدار محلہ میں رہتا تھا وہ مسجد میں تیل بتی کر دیتا تھا اُس نے اپنے لڑکے کو روشنی کرنے کیلئے مسجد میں بھیجا وہاں یہ ہمیانی نظر پڑی وہ اٹھا کر اپنے باپ کے پاس لایا باپ نے کسی سے ذکر نہیں کیا حفاظت سے رکھ لی جب مولوی صاحب مسجد میں واپس آئے دیکھا کہ ہمیانی ندارد بہت پریشان ہوئے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ وہ رقم مسجد کی تھی اگر کسی نے تصرف کیا سخت وبال میں مبتلا ہوگا اور اگر کوئی ادا کر دے اُسکو ایسا ایسا ثواب ہوگا اور پانسو روپیہ انعام کے طور پر اُسکو دونگا لوگ جمع ہو گئے وہ شخص بھی اُس مجمع میں حاضر تھا کچھ بولا نہیں مولوی صاحب سے عرض کیا میرے یہاں شب کو قیام کیجئے اطمینان سے تلاش کریں گے جب صبح ہوئی ہمیانی لاکر سامنے رکھدی مولوی صاحب نے پانچ سو روپیہ نکالکر دینا چاہا اُس نے کہا حضرت ہر مسلمان پر مسجد کی خدمت فرض ہے نہ کہ مسجد کی رقم خود لوں مولوی صاحب بیحد متاثر ہوئے اور اُسکو بہت دعائیں دیں اور سہارنپور تشریف لیگئے کانپور میں منگلور کے رہنے والے ایک صاحب منشی قادر بخش نہر میں ملازم تھے انھوں نے مجھسے یہ روایت کی سبحان اللہ ایمان جسکا قوی ہوتا ہے اُسکے مقابلہ میں روپیہ ہے ہی کیا چیز ایسے موقع پر کوئی قوت کافی نہیں ہو سکتی بجز ایمان کے اور یہ حوصلہ مسلمان ہی کا ہو سکتا ہے اس حوصلہ پر ایک اور قصہ یاد آیا۔ ایک مسلمان شخص کہیں کا سفر کر رہے تھے کسی اسٹیشن ریلوے پر نوٹ دیکر ٹکٹ خریدے ٹکٹ بابو نے جلدی میں دس روپیہ حساب سے زائد دیدئے اُسوقت تو انھوں نے دیکھا نہیں ریل میں آکر بیٹھ گئے پھر جو حساب کیا تو دس روپیہ زائد تھے انھوں نے فوراً ٹکٹ کلکٹر کو جاکر واپس کئے اس بابو نے جو کہ ہندو تھا اسکا صاف اقرار کیا کہ اگر یہ واقعہ ہندو کا ہوتا تو وہ ہرگز واپس نہ کرتا یہ مسلمان ہی کا کام ہے اور حوصلہ ہے۔

۲۳۰
(ملفوظ) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بزرگوں کے مزارات اور اُن کے تبرکات کے بارہ میں نہایت ہی بد احتیاطی سے کام لیا جا رہا ہے جائز ناجائز حلال حرام کی قطعاً پروا نہیں کیجاتی اور یہ اُن لوگوں کا

۴۰

(باقی آئندہ)

فعال ہیں جو سجادہ نشین ہیں اور اپنے کو شیخ المشائخ کہلاتے ہیں مگر دین اور احکام دین کی مطلق نہ خبر ہے اور نہ پرواہ ہے پھر خدا معلوم بزرگی اور ولایت کس چیز کا نام رکھ چھوڑا ہے چنانچہ ان سجادہ نشینوں کے اس جسقدر یہ تبرکات ہیں جن پر انھوں نے قبضہ کر رکھا ہے ظاہر ہے کہ قاعدہ فقہیہ سے وقعت تو ہیں یا ابتدا میں کسی کی ملک خاص تھے پھر اسمیں مناسخہ جا کر بہت سے لوگ اسمیں شریک ہو گئے تو ان سب کی ملک ہوئے پھر نہ سب کی رضا نہ ہر رضا معتبر مگر باوجود اسکے خلاف شرع ان سجادہ نشینوں نے انکو بدون کسی حق کے محبوس کر رکھا ہے انکو تو یہ گناہ ہوا اور جو لوگ انکی زیارت کرتے ہیں یہ اس گناہ کے معین ہیں کیونکہ اگر کوئی بھی زیارت نہ کرے تو پھر یہ سلسلہ ہی بند ہو جائے غرض اس جماعت میں حقوق العباد کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا خدا معلوم خدا تعالی کا خوف دل سے نکل ہی گیا یہ ہیں آجکل کے سجادہ نشین اور شیخ المشائخ کہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے۔

(ملفوظ ۲۳۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں ایسے جاہل درویشوں کی روایات تو بہک ہیں ہی انکی تو ذات بھی تبرک اور عجیب ہے علم تو ہوتا نہیں بیٹھے ہوئے چنڈو خانہ کی سی خبریں ہانکا کرتے ہیں انکی ایسی روایات کا بس اللہ ہی حافظ ہے جنکے سر نہ پیر۔

(ملفوظ ۲۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نفس بھی بڑا ہی شریر ہے اور جبکہ غرض بھی شامل ہو تو پھر تو سونے پر سہاگہ کا کام کرتا ہے کاندہلہ کے قریب ایک گاؤں ہے اسمیں ایک سنی عورت کا انتقال ہوا بڑی مالدار عورت تھی خاوند شیعی تھا تو اس عورت کے بھائی نے یہ چاہا کہ سب ترکہ مجکو ملے اسکے خاوند کو کچھ نہ ملے تو اسکی یہ تدبیر سوچی کہ مجھکو ایک استفتاء لکھکر دیا اور حکم شرعی اس طرح پوچھا کہ سنی عورت کا شیعی مرد سے نکاح تو جائز نہیں جب نکاح نہیں ہوا تو اس عورت کی میراث بھی اس مرد کو نہ ملے گی۔ میں نے لکھا کہ کیا یہ مسئلہ آج معلوم ہوا پہلے سے کہاں سو رہے تھے جب بہن نے نکاح کیا تھا اسوقت نہ بولے اور ساری عمر بہن کیلئے حرام کو گوارا کرتے رہے شرم نہیں آتی دنیا کی غرض سے تو یہ بات نکالی اور دین کا کچھ خیال نہ کیا یہ نفس ایسا استاد ہے دوسری بات میں نے یہ لکھی کہ اگر اسی واقعہ میں مرد مالدار ہوتا اور پہلے مرجاتا اور تمکو یہ امید ہوتی کہ پھر عورت کے مرنے پر ہم مستحق ہونگے تو ایمان سے کہو کیا اسوقت بھی اس نکاح کو نا جائز قرار دیکر عورت کو میراث سے محروم کرتے جس کا نتیجہ تمہارا حرمان ہوتا۔ بس یہ ہیں وہ باتیں جنکی وجہ سے لوگ مجھسے ناراض ہیں مگر ہوا کریں ناراض مجھکو انکی ناراضی یا خوشی سے لینا ہی کیا ہے

اللہ تعالیٰ راضی رہیں پھر چاہے سارا عالم ناخوش اور ناراض رہے بحمد اللہ اسکا مجھپر کچھ اثر نہیں مجھے کبھی حق نہیں ہوتا نہ کسی کی للّو پتّو ہوتی ہے میں تو ایک سیدھا سادہ مسلمان ہوں صاف اور سچی بات کہنا جانتا ہوں اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا یہی پسند ہے۔

(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیعوں کے عوام الناس گمراہی میں اسدرجہ کے نہیں جس درجہ کے ان کے خواص ہیں ہر وقت تلبیس کی تدابیر سوچتے رہتے ہیں ایک واقعہ ہے لکھنؤ کا ایک مجتہد صاحب کے پاس ایک شیعی نواب صاحب ہانپتے کانپتے آئے کہا کہ جناب آج بڑا جرم صادر ہوا اُسکا کیا کفارہ ہونا چاہئے وہ جرم یہ ہوا کہ قبلہ خاک شفا کی تسبیح بھولے سے ہاتھ میں رہ گئی اور بیت الخلاء میں چلی گئی اور اُسکا تاگا ٹوٹ کر چند دانے پاخانہ میں گر گئے اب اس گناہ کا کیا کفارہ ہے مجتہد صاحب نے جواب دیا کہ نواب صاحب فکر نہ کیجئے وہ خاک شفا ہی نہ تھی پاک چیز ناپاک کی طرف جا ہی نہیں سکتی تمام مجلس میں اس جواب پر بڑی تحسین ہوئی کہ سبحان اللہ کیا جواب فرمایا اُس مجلس میں ایک سنی بھی تھے اُنھوں نے کہا کہ حضرت قبلہ آپ نے جواب سے تو آج مذہب کا قطعی فیصلہ ہو جاویگا یہ جو آپکے ہاتھ میں تسبیح ہے میں نے بارہا آپسے سنا ہے کہ یہ اصلی خاکِ شفا کی ہے سو مجھکو اجازت دیجئے کہ اسکا تاگا توڑ کر پاخانہ کے سامنے لٹکاتا ہوں اگر تسبیح کا کوئی دانہ گرا تو میں شیعی ہو جاؤنگا اور اگر گر گیا تو آگے کچھ کہہ نہیں سکتا تمام مجلس پر اس جواب سے حیرت طاری ہو گئی اور مجتہد صاحب سے کچھ بھی جواب نہ بن پڑا ایک دوسرا واقعہ بھی لکھنؤ کا ہے شیعوں کے یہاں خرگوش حرام ہے مولانا اسمٰعیل شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ کے آمد کے زمانہ میں ایک بار خرگوش کا شکار کر کے لائے وہ ایک گوشہ میں رکھا ہوا تھا اتفاق سے مولانا کے پاس ایک مجتہد صاحب بغرض ملاقات تشریف لائے وہ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک کتّا آیا وہ خرگوش کی طرف چلا مگر سونگھ کر ہٹ گیا اسپر مجتہد صاحب کو ایک موقع ملا فرماتے ہیں کہ جناب مولانا دیکھئے آپ کے شکار کو کتّے نے بھی نہیں کھایا مولانا نے جواب دیا کہ جناب قبلہ مجتہد صاحب یہ کتوں کے کھانے کا نہیں ہے آدمیوں کے کھانے کا ہے۔ تیسرا واقعہ ایک صاحب نے مجھسے بیان کیا تھا کہ ایک عامی سنی سے ایک شیعی کی گفتگو ہوئی سنی نے کہا کہ جب فدک پر جھگڑا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسکو کیوں نہ لیلیا شیعی نے جواب دیا کہ جو چیز غصب کر لیجاتی ہے پھر ہم لوگ اُسکو نہیں لیتے سنی نے جواب دیا کہ خلافت بھی تو غصب کر لی گئی تھی پھر اُسکو کیوں لیا

س جواب پر شیعی دم بخود رہگیا۔ چوتھا واقعہ ایک مولوی صاحب میرے دوست ہیں کیرانہ کے
ہنے والے وطن ہی میں ان سے ایک شیعی نے کہا کہ مولوی صاحب یہ کیا بات ہے کہ آج کل جتنے
ے نئے فرقے نکلتے ہیں تہتر بہتر فرقہ جو بنے ہیں یہ سب سنیوں ہی میں سے بنتے ہیں کبھی آپنے یہ
ی دیکھا کہ مومنین سے کوئی نیا فرقہ بنا ہو مولوی صاحب نہایت ذہین اور ذکی شخص ہیں بڑی
ظرافت سے کہا کہ آپنے بالکل سچ کہا مگر اسکی وجہ آپکو معلوم نہیں میں بتلاتا ہوں وہ وجہ یہ ہے
۔ یہ سبکو معلوم ہے کہ شیطان ہر شخص کو گمراہی کے اعلیٰ درجہ پر پہونچانے کی کوشش میں لگا رہتا
ہے تو سنی چونکہ حق پر ہیں اسلئے وہ ہر وقت ان کے پیچھے پڑا رہتا ہے اور نئی نئی گمراہیاں سکھلاتا
رہتا ہے بخلاف تم لوگوں کے کہ تمکو گمراہی کے اعلیٰ درجہ پر پہونچا چکا ہے اب وہاں سے کس درجہ
پر پہونچا دے اسلئے تم سے بیفکر ہے یہ سنکر شیعی صاحب نے سانس نہیں لیا۔ پانچواں واقعہ ایک
اندہ شیعی اور ایک ناخواندہ خانصاحب کا سفر میں اتفاقاً ساتھ ہو گیا شیعی صاحب نے کہا کہ جناب
ان) صاحب جن لوگوں نے امام حسینؓ کو شہید کیا معلوم نہیں ہم تھے یا تم تھے (یہ چھیڑ مطلب تھی
کہ شیعی تو محب حسین ہیں وہ تو ہو نہیں سکتے بس سنی ہی ہونگے حالانکہ یہ تاریخ کے خلاف ہے مگر بیچارے
خواندہ پٹھان تاریخ کیا جانے شیعی صاحب سمجھتے تھے کہ یہ بیچارہ اسکا جواب کیا دیگا) خانصاحب
نے جواب واقعات تو واقف لوگ جانتے ہوں گے مگر ایک بات موٹی تو ہم بھی سمجھ سکتے ہیں وہ
یہ کہ ہم نے سنا ہے کہ جو اصحاب کو برا کہے اس نے اللہ و رسول کو برا کہا اور جو اللہ و رسول کو برا کہے
وہ کافر ہے اور حضرت امام حسین کو قتل کرنا مسلمان کا کام تو ہے نہیں کافر ہی ایسا کام کر سکتا ہے
اب دیکھ لیجئے ان کے شہید کرنے والے کون تھے شیعی صاحب باوجود خواندہ ہونے کے دم بخود
ہی تو رہ گئے۔

ملفوظ (۲۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں یوں ہی اٹنگ بٹنگ
نکلتے رہتے ہیں کثرت سے وہ باتیں ایجاد کر رکھی ہیں کہ جنکی نہ کوئی اصل معقول ہے اور نہ کوئی
دلیل منقول ایک صاحب نے جو بدعتی ہونے کے ساتھ جنٹلمین انگریزی خواں بھی تھے ایصال
ثواب پر مجھسے گفتگو کی اور فاتحہ جو کھاتے پر ہوتی ہے اسکے متعلق سوال کیا میں نے دریافت کیا
کہ ثواب پہونچانے کی حقیقت کیا ہے کہا کہ ایک چیز کا ثواب ہمکو ملا ہم نے اسکو دوسرے کو

پہونچا دیا میں نے کہا کہ کھانا کھلانے سے یا دینے سے قبل ظاہر ہے کوئی ثواب کا عمل صادر ہی
نہیں ہوا اسلئے ثواب بھی آپ کو نہیں ملا پھر کیا چیز پہونچاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ دیگ میں سے نکالکر
طشتریوں میں رکھنے پر تو کوئی ثواب ملا نہیں جسکو پہونچایا گیا بس گم گئے۔ اسی طرح ایک گاؤں کا
شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ اجی مولوی جی کھانے پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے میں نے
کہا کہ تم نے اللہ واسطے کبھی کپڑا دیا ہوگا کیا اسپر بھی فاتحہ پڑھوائی تھی سو اسمیں اور اسمیں کیا
فرق ہے پھر میں نے دریافت کیا کہ تمھارے یہاں کولھو ہے جسمیں گنے کا رس نکلتا ہے کہا کہ ہے میں نے کہا
رس نکالنے کے بعد اسکے چھلکے یعنی کھوئی مسجد میں پانی گرم کرنے کیلئے کبھی دیتے ہو کیا اسپر
بھی فاتحہ پڑھتے ہو یا پڑھواتے ہو سمجھ میں آگئی بہت ہی خوش ہوا اور زور سے ہنسا کہنے لگا واقعی
یہ تو ساری باتیں بیوقوفی ہی کی ہیں غرض بدعت کی باتیں خود صریح طور پر عقل کے بھی خلاف
ہیں مگر تسویل نفسانی کی وجہ سے اسوقت سنت اور بدعت میں فرق کرنا بڑا مشکل ہو گیا جسکے
سمجھنے میں اہل علم تک گڑبڑ میں پڑجاتے ہیں چنانچہ ایک طالب علم ان رسوم کے مانع تھے دوسرے
مجوزان مجوز نے کہا یہ مانعین کا سوء ظن ہے کہ قائلین کے عقیدہ کو فاسد سمجھتے ہیں اُن کے
عنوان کو مت دیکھو انکی نیت بری نہیں وہ جو کہتے ہیں کہ یہ نیاز ہے فلاں بزرگ کی مراد یہ ہوتی ہے
کہ نیاز اللہ کی اور ایصال ثواب اُن بزرگ کو مانع کہتا تھا کہ نیت ہی بری ہوتی ہے یہ گفتگو
ایک مسجد میں ہو رہی تھی کہ بڑھیا کچھ مٹھائی وغیرہ لئے ہوئے آئی اور مقیم مسجد ایک طالب علم
سے کہا کہ بیٹا اسپر بڑے پیر کی نیاز دیدو مانع نے امتحاناً کہا کہ بڑی بی نیاز تو اللہ کی ہو اور ثواب
بخشدیں بڑے پیر صاحب کو تو بڑھیا کیا کہتی ہے کہ نہیں بیٹا اللہ میاں کے نام کی نیاز تو
دلوا آئی ہوں اسپر تو بڑے پیر ہی کے نام کی نیاز دیدو اسوقت مانع نے مجوز سے کہا اب اپنی
تاویل کو دیکھ لو بڑی بی اسکو کس طرح رد کر رہی ہے۔ یہ سب خرابیاں ان کھانے پینے والوں کی
بدولت ہو رہی ہیں وہ ان تدابیر سے حلوے خوب اڑاتے ہیں بلکہ ساتھ میں حسینوں کے جلوے
بھی کیونکہ اکثر جاہل عورتیں ایسی چیزیں لیکر آتی ہیں بڑے ہی بددین ہیں۔ ایک ملا کی حکایت
سنی ہے کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد تھی اسمیں ایک ملا رہتا تھا ایک بڑھیا فاتحہ کا کھانا
ملا کیلئے لائی اتفاق سے اسوقت ملا مسجد میں تھا نہیں ایک مسافر مسجد میں ٹھیرا ہوا تھا اس

عورت نے اول مُلاّ کو آواز دی جب وہ نہ بولا یہ خیال کیا کہ مقصود تو ثواب ہے لاؤ اسی مسافر کو دیدو چنانچہ وہ چیز کھانے کی مسافر کو دیکر جلدی یہ مسجد کے دروازہ سے نکلی ہی تھی کہ مُلاّ آگیا اس عورت سے دریافت کیا کہاں آئی تھی کہا کہ فلاں چیز کھانے کی لائی تھی مگر تم نہ تھے اسلئے مسافر کو دیکر چلی آئی یہ سُنکر مُلاّ کے آگ لگ گئی اور خیال کیا کہ یہ تو بری راہ نکلی اب ہماری تخصیص ہٹ جاویگی مسجد میں پہونچا اور ایک لٹھ ہاتھ میں لیکر تمام مسجد کے صحن میں دیوانوں کی طرح مارتا پھرنے لگا اور اخیر میں خود دھرام سے گر گیا گاؤں والے جمع ہوگئے سوال کرنے پر کہا کہ بس اب میرا یہاں گذر نہیں اور کہیں جا رہونگا لوگوں نے وجہ پوچھی کہا کہ بات یہ ہے کہ میں تو یہاں مُردوں کو پہچانتا ہوں مسافر پہچانتا نہیں جب مردے جمع ہوئے اس مسافر نے تقسیم میں گڑبڑ کی اسکو تو ناواقف سمجھکر کچھ بولے نہیں جب میں آیا میرے سر ہوگئے مجھکو لپٹ گئے میں نے کتنا ہی ہٹایا لٹھ بجایا کہ جب مجھے دی ہی نہیں میں تمکو کہاں سے دوں مگر ایک نہ سنی آخر سب نے ملکر مجھکو گرا دیا اب اگر ہمیشہ ایسا ہی ہوا میں تو مر جاؤنگا اسلئے جاتا ہوں دوسری جگہ گاؤں والے بیچاروں نے متفق ہوکر کہا کہ بس جی ملا ہی کو دیا کرینگے۔ یہ کماؤ لوگ ایسے شریر ہوتے ہیں۔ مُلاّ پر ایک حکایت اور یاد آئی۔ ایک عورت نے کھیر پکائی اُتار کر رکابی میں رکھی کتا آیا منہ ڈالگیا عورت نے اپنے بچے سے کہا کہ جا یہ مسجد کے مُلاّ کو دے آوہ لیکر گیا مُلاّ کو نہ معلوم کے روز میں کھیر ملی تھی بچے کے ہاتھ سے لیتے ہی ایک طرف سے کھانا شروع کردی بچے نے کہا کہ ملاجی ادہر سے نہ کھائیو ادہر کتے نے منہ ڈالدیا تھا ملاجی نے یہ سنکر ہاتھ سے رکابی پھینک کر ماری وہ رکابی ٹوٹ گئی بچہ رونے لگا ملاجی نے دریافت کیا کہ تو کیوں روتا ہے کہا کہ تمنے رکابی پھوڑ دی مجھکو میری ماں مارے گی یہ تو میرے بھیا کے پاخانہ اٹھانے کی رکابی تھی یہ حالت ہے ان کے عوام و خواص کی اسی طرح کی حالت آجکل کے کماؤ پیروں کی ہے ایک ایسے ہی ..... گانویں پیر اپنے مریدوں میں گئے ایک مریدنی گنواری کے یہاں ٹھہرے ایک دوسری گنواری مریدنی آئی کہ شام کو میرے یہاں پیر کی دعوت ہے وہاں کھاوینگے جسکے یہاں ٹھہرے تھے اُس نے انکار کیا کہ میرے یہاں ٹھہرے ہیں میرا حق ہے اختلاف ہونے لگا تو دونوں کے اتفاق سے پیر صاحب حکم بنے کہا کہ بھائی جسکے یہاں ٹھہرا ہوں اُسی کے یہاں کھانا مناسب ہے آنے والی مریدنی بولی اچھی بات مگر میں نے مرغ کاٹا تھا یہ سنکر پیر پھسل گئے اور گھر والی سے کہا کہ خیر اسکو اجازت دیدے وہ ان سے کیا کہتی جھلا کر آنے والی سے کہا جا تو ہی پیر سے یوں توں کرالیجو بس یہ حالت ہے

اسی لئے ان نالائقوں کی قدر منزلت بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ ایک گاؤں میں اناج کی تیاری پر سب کمینوں کا حق نکالا جا رہا تھا جب اناج اُٹھانے لگے تو ایک چودھری نے جو اس تقسیم کو دیکھ رہا تھا یوں کہا کہ ارے سب کمینوں کا حق تو نکالا مگر اس سُسرے پیر کا بھی تو حق نکالدو وہ آویگا ایسے نالائقوں کی سزا یہی ہے خیر یہ تو جاہل لوگ تھے جنکے واقعات ہیں باقی زیادہ افسوس بعض علماء کی حالت پر ہے کہ اغراض کی بدولت راہ سے بھی گر گئے نظر سے بھی گر گئے عوام کو ان سے بدگمانی ہونے لگی اگر علماء اپنی آن بان کو باقی رکھتے تو انکی بڑی قدر ہوتی اور انپر اعتماد بھی ہوتا مگر یہ بھی پھسلنے لگے بس انکے پھسلنے پر زیادہ رنج ہے اسلئے کہ ان کے پھسلنے سے عوام کے گمراہ ہونیکا سخت اندیشہ ہے اس ہی لئے میں ہمیشہ اس کی کوشش کرتا ہوں کہ علماء سے لوگ بدظن نہ ہوں ان کے ساتھ مربوط رہیں کہ ان کے دین کی سلامتی اسی میں منحصر ہے اس بداعتمادی پر ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک بڑی بی نے مجھ سے مسئلہ پوچھا تھا کہ زکوٰۃ کا روپیہ مدرسہ میں دینا جائز ہے میں نے کہا کہ جائز ہے مگر مہتمم مدرسہ سے کہدیا جاوے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے تاکہ وہ اُسکے مصرف میں صرف کر دیں وہ خوش ہوئیں اور کہا کہ مدرسہ میں جو مولوی صاحب ہیں میں نے اُن سے بھی پوچھا تھا انھوں نے بھی یہ ہی بتلایا تھا مگر مجھکو اطمینان نہ ہوا تھا کہ شاید اپنے مدرسہ کی غرض سے بتلا دیا ہو اسلئے میں نے یہ خیال کیا کہ کسی بہرے بتولے سے (یعنی غنی مستغنی سے) پوچھوں بتلائیے یہ بدگمانی کسقدر رنج کی بات ہے پھر جب اہل علم پر اعتماد نہ ہوگا تو مسائل کس سے پوچھیں گے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ علماء کو بہت سنبھل کر رہنے کی ضرورت ہے بلکہ ان جاہل صوفیوں اور درویشوں کی حرکات سے اسقدر عوام کی گمراہی کا اندیشہ نہیں جسقدر اہل علم اور علماء کے پھسل جانے سے اندیشہ گمراہی کا ہے انکو بہت سنبھل کر چلنے کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۲۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ افسوس ہے آجکل بعضے حضرات دیندار اور اہل علم کہلاتے ہیں مگر اپنی اولاد کو تعلیم دنیا کی طرف بھیجتے ہیں مجکو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ غالباً اسپر بھی پچھتاتے ہونگے کہ ہم عالم کیوں ہو گئے ہم نے انگریزی کیوں نہ پڑھی سو یہ حالت کسقدر خطرناک ہے کہ اس سے اُن کے قلب میں علم دین کی کھلی بے وقعتی معلوم ہوتی ہے حق تعالیٰ ان لوگوں کی حالت پر رحم فرمائیں اور انکو ہدایت فرمائیں۔

(ملفوظ ۲۴۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ابن حزم کے ذہن میں کجی تو ہے مگر ذہین بہت تیز

باقی گنجی پر پٹ بھر کے ہے اسلئے کہ اُن میں حزم نہیں اسی طرح داؤد ظاہری ہیں تو ظاہری مگر ہیں ذہین اور یہ سب حضرات ذہانت کیساتھ متدین متورع بھی ہیں اس زمانہ میں ذہن کی ساتھ اسکا بھی قحط ہے ایسی ذہانت پر ایک قصہ یاد آیا کہ ایک معقولی طالب علم سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ گھی تنور میں گر گئی ہے اسکا کیا حکم ہے طالب علم صاحب کو مسئلہ تو معلوم نہ تھا مگر جہل کا اقرار کیسے کریں آپنے معقولی تشقیقات شروع کیں کہ وہ جو گری ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی نے گرائی ہے یا خود گری ہے۔ آہستہ گری ہے یا زور سے پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی آدمی نے گرائی ہے یا جانور نے یا ڈر کے خود گری تو ان شقوں میں سے کونسی صورت واقع ہوئی ہے بس اسی طرح سے اُنکا جہل چھپ گیا آجکل ایسی ہی ذہانت اور تیزی کمال سمجھی جاتی ہے ایک حکایت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جاہل مفتی کی بیان کی تھی اُنکو عاجز کرنے کی غرض سے کسی نے ان سے مسئلہ پوچھا کہ حاملہ عورت سے نکاح کرنا کیسا ہے یہ بڑے بکھیڑے کا اور تفصیل طلب مسئلہ ہے اُنھوں نے اخفاء جہل کیلئے کیسا مزہ کا جواب دیا کہ یہ ایسا ہے جیسے گھیرا دیدیا دریافت کیا کیسا گھیرا کہا کہ یہ ہی گھیرا جسکو گھیرا کہتے ہیں چند بار کے سوال پر بھی یہ ہی جواب دیتے رہے ایسا گھیرا دیا کہ خود بھی اُس سے نہ نکلے بعضے ایسے بھی گذرے ہیں کہ قصداً تو تلبیس نہ کرتے تھے مگر علمی سرمایہ کی کمی اور بعضے امراض کے اثر سے بے اصول جواب اُن سے صادر ہو جاتے تھے ممکن ہے کہ وہ معذور ہوں مگر عوام کو ضرر تو پہونچ جاتا تھا جس سے بچانا ضرور تھا اور بچانے کی باضابطہ صورت یہی ہے کہ اُنکا ابطال کیا جاوے مگر بعض مقامات پر اس سے فتنہ ہو جاتا ہے اسلئے ایسے موقع پر تحصیل مقصود کیلئے بڑی حکمت کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی حکیم بنایا تھا اس حکمت کا ایک واقعہ ہے مولانا کے ابتدائی وقت میں ایک بزرگ تھے مولوی سالار بخش صاحب وہ اس علاقہ میں بہت زیادہ با اثر تھے مگر مسائل بے اصل بیان کرتے تھے مولانا کی فراست قابل ملاحظہ ہے ایک شخص مولانا سے مسئلہ پوچھنے آیا اتفاق سے اُسوقت مولوی سالار بخش صاحب گنگوہ آئے ہوئے تھے مولانا نے اُسی حکمت پر نظر فرما کر اُس شخص سے فرمایا کہ بڑے مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں اُن سے مسئلہ پوچھو اُن کے سامنے میں کیا چیز ہوں وہ شخص مولوی سالار بخش صاحب کے پاس پہونچا اور اُن سے مسئلہ دریافت

کیا اور یہ بھی کہدیا کہ میں مولانا رشید احمد صاحب سے مسئلہ پوچھنے گیا تھا اُنھوں نے یہ فرمایا کہ ہم لوگ مولوی صاحب کے سامنے کیا چیز ہیں مولوی سالار بخش صاحب بڑے خوش ہوئے اور خوشی کے جوش میں بولے کہ واقعی وہ بڑے عالم ہیں آج سے ہم نے یہ کام اُن ہی کے سپرد کر دیا بس مسائل اُن ہی سے پوچھا کرو ہم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی فراست دیکھئے کہ کتنے بڑے جھگڑے کو ذرا سی دیر میں رفع فرما دیا واقعی یہ حضرت مولانا ہی کا کام تھا ان حضرات کی فراست سبحان اللہ۔

(ملفوظ ۲۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ایک مذہب نکلا ہے صلح کل اور وہ لوگ یہ شعر پڑھا کرتے ہیں ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام　　با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

یہ شعر حافظ کا تو ہے نہیں مگر حافظ کا نام لگ گیا۔ کیا دنیا میں یہی ایک حافظ تھے اور سب ناظرہ خواں تھے یہ مذہب ..... جاہل ہندو صوفیوں کا ہے کہ وہ تصوف میں کفر و اسلام کی کچھ قید نہیں سمجھتے چنانچہ اُنکی رائے کامل بزرگوں کے متعلق یہی ہے اسپر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آگیا مولانا سے اکثر لوگ تبرک مانگا کرتے اب کہاں تک دیں اسلئے مولانا نے ایک ہندو عطار کے یہاں کچھ گولیاں ہاضمہ کی بنوا کر رکھدی تھیں جو شخص تبرک مانگتا وہی گولیاں بتا دی جاتیں کہ وہاں خرید کر دم کرا لو مولانا پر شان استغراق غالب تھی کبھی کبھی گولیاں دیتے وقت اُن گولیوں پر بجائے دم کرنے کے تھوک بھی دیتے تھے مگر باوجود اسکے ان گولیوں کو ہندو تک لیجاتے تھے بعض ہندوؤں نے ایسے ہندوؤں پر اعتراض کیا کہ تم مسلمان کا تھوک کھاتے ہو اُن ہندوؤں نے جواب دیا کہ یہ مسلمان نہیں یہ تو تمام اولیاء ہیں اُنکا کیا ہندو کیا مسلمان۔ عجیب بات ہے مولانا نے تو ساری عمر تکمیل اسلام کی کوشش کی اور انکے نزدیک مولانا مسلمان ہی نہ تھے۔ تو اس اعتقاد کا منشا وہی جہل تھا کہ درویشی میں کفر و اسلام کی کوئی قید نہیں۔

(ملفوظ ۲۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن بزرگوں کے ہم معتقد ہیں اللہ کا شکر ہے کہ اُنکی کوئی بات بھی ہمکو ناگوار نہیں ہوئی وجہ یہ کہ انکی صرف ایک ہی چیز لوگوں کو ناگوار ہے یعنی وہ اظہار

حق ہے جسکو وہ بدون خوف لومۃ لائم کے ظاہر کرتے ہیں اور حق ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے الحق مر مشہور ہے اور یہی چیز ہمکو محبوب ہے پھر ناگواری کی کیا گنجایش رہی بقول سعدیؒ **مصرعہ**

معشوق من ست انکہ بنز دیک تو زشت ست

باقی اسپر عوام کا مخالف ہونا تو لازمی امر ہے ان دونوں میں تو لزوم ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ کیسی سے اظہار حق کریں اور وہ مخالف نہو انکی ساتھ تو بہت زیادہ مخالفت لازمی طور پر ہوگی اور انکی مخالفت تو جاہل لوگ کریں ہی گے اسلئے کہ مصلح اور مبلغ سے خوش رہنا مشکل بات ہے۔

(**ملفوظ** ملقب بہ العوت النفیس فی الصوت عن التلبیس) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بجز اسلام کے آجکل ہر مذہب میں تلبیس سے کام لیا جا رہا ہے ایک ہندو نومسلم جو پہلے مستقل مہنت تھا کانپور میں میرے پاس آیا اور یہ کہا کہ میں دنیا میں خدا کا دیدار کرنا چاہتا ہوں اور اسکی تلاش میں میں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ صرف کر دیا مگر ناکام رہا ہندو ہونے کے زمانہ میں ایک پوجاری نے مجھسے وعدہ کیا تھا کہ میں تجکو پرمیشور کی جوت دکھلا دوں گا مگر اس نے چالاکی یہ کی کہ شب کے وقت ایک کچھوے کی پشت پر بہت سا گارا رکھکر جما کر اسپر ایک چراغ جلا کر مجھکو اس سے ذرا فاصلہ پر لیگیا اور اس طرف اشارہ کیا سو وہ چل رہا تھا دور سے کہا کہ دیکھ وہ ہے پرمیشور کی جوت میں نے جو اسکو دیکھا تو اسکی حرکت سے شبہ ہوا کہ اسمیں وقار کیوں نہیں جب اطمینان نہ ہوا تو میں پاس پہونچا اس پوجاری نے ہرچند مجکو روکا ہاتھ بھی پکڑ لیا کہ بچہ وہاں مت جا جل جاوےگا مگر میں نہ رکا پہونچ ہی گیا جا کر دیکھا تو یہ کارروائی ہے میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہا کہ بس میرے پاس تو یہی ہے باقی پوری حلوے کی کمی نہیں اگر دل چاہے رہو اور عیش کرو میں نے کہا یہ چیزیں تو میں خود چھوڑ کر آیا ہوں پھر خیال ہوا کہ مسلمان ہو جانا چاہئے شاید وہاں یہ چیز نصیب ہو جائے۔ یہ سب سنکر میں نے اس شخص سے کہا کہ تم دہوکے میں ہو اگر تمہارے اسلام لانیکی یہ بنا ہے تو ہم صاف کہے دیتے ہیں کہ اسلام میں بھی دنیا میں خدا کا دیدار نہیں ہوسکتا ہاں آخرت میں وعدہ ہے پھر میں نے کہا کہ جب تم اسمیں ناکام رہو گے اور تمہارے اسلام کی یہی بنا ہے تو شبہ ہوتا ہے کہ تم اسلام کو بھی چھوڑ دو گے کہنے لگا کہ اسلام کو تو ہرگز نہ چھوڑونگا میں نے کہا کہ تمہارا کچھ اعتبار نہیں آخر ہم کیسے اطمینان کریں کہنے لگا کہ اسلام میں توحید ایسی کامل ہے کہ کہیں اور

کسی مذہب میں نہیں اسلئے اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا میں نے کہا کہ اسلام میں کیا توحید کامل ہے مجھکو یہ انتظار تھا کہ دیکھوں کیا دلیل بیان کرتا ہے جسپر اسکو اطمینان ہے کہنے لگا کہ اگر کوئی مسلمان ہوجاتا ہے اُسکو سب مسلمان اپنی برابر سمجھنے لگتے ہیں ...... یہ دلیل تھی اُسکے پاس اسلام میں توحید کامل ہونے کی جو ظاہر اکوئی بڑی برہانی بات نہیں مگر حق تعالیٰ کا جسپر فضل ہوتا ہے اور اُسکو رحمت سے نوازتے ہیں وہاں کسی مانع کا دخل نہیں ہوتا ظاہر اتو جب وہ اسلام لاکر بھی اپنے مقصد میں ناکام ہوا تو جو اسلام کا داعی تھا وہ رخصت ہوجانا چاہئے تھا مگر یہ برکت اُسکے خلوص نیت کی تھی چونکہ وہ اُنکی ملاقات کا متلاشی تھا اُسپر یہ فضل ہوا کہ اُسکو اسلام لانیکی توفیق نصیب فرمادی ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ اس قصہ میں جو اُس نومسلم سے بلا تلبیس حق بات صاف کہدی تھی اسپر ایک دوسرا قصہ بیان کیا کہ ایک ہندو جلال آباد میں تھا مغز زرئیس تھا اُس نے اتفاق سے ایک وعظ میں شرکت کی تھی اُسکے سننے کے بعد اُس نے چاہا تھا کہ میں اسکو تصوف کی تعلیم دوں کئی بار رقعے پرچے چلے اور میں نے اُسکو خاص خاص عنوانات سے حق کی دعوت دی مگر وہ سمجھا نہیں ایک رقعہ میں میں نے اُسکو صاف لکھدیا کہ اگر ہم سے تصوف لینا ہے تو ایک شرط کی ضرورت ہے ہر طریق میں کچھ شرائط ہوتے ہیں جو تصوف ہمکو پہونچا ہے اُسمیں اسلام شرط ہے بس مایوس ہوکر بیٹھ گیا اسی عدم تلبیس کے سلسلہ میں فرمایا کہ جیسے میرے یہاں اپنے نقائص کے اخفا کا اہتمام نہیں ایسے ہی اپنے محاسن کے اخفا کا بھی اہتمام نہیں جو بھی حالت ہے کھلی ہوئی ہے اب خواہ کوئی نقائص سے غیر معتقد ہوجائے خواہ محاسن پر معتقد مجموعہ پر نظر کرکے اعتقاد میں بھی کسی کو غلو نہ ہوگا وہ وسط رہیگا۔ پالیسی بمعنی فریب اور پالیسی بمعنی خوشامد دونوں سے بحمد اللہ مجھکو ہمیشہ سے نفرت ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ انگریزی کی پالیسی اور فارسی کی پالیسی دونوں قابل نفرت ہیں اور بناوٹ پر معتقد ہونے والے کا اعتبار ہی کیا آخر انسان ہے کہانتک بنیگا ہمیشہ بنتے رہنا بڑا مشکل کام ہے اور جس طرح مصلح کو ضرورت ہے کہ طالبین کو تلبیس سے بچاوے اسی طرح طالبین کو بھی سخت ضرورت ہے کہ تعیین مصلح میں نہایت احتیاط سے کام لیں اور تلبیس سے بچیں اور یہ سب احتیاطیں حالت موجودہ کے متعلق ہوسکتی ہیں باقی انجام کے متعلق جو کہ اسوقت محض مخفی ہے کوئی انتظام نہیں ہوسکتا بجز اسکے کہ جسوقت اسکا ظہور ہو

اُس سے قطع تعلق کردے کسی کو دلائل صحیحہ سے صاحب کمال سمجھا گیا مگر باوجود اسکے پھر اُسکو رجعت ہوئی تو اُسوقت یہی حکم کیا جائیگا کہ سمجھنے میں غلطی ہوئی وہ پہلی ظاہری حالت واقع میں ولایت ہی نہ تھی جیسے طب کا مسئلہ ہے کہ دق کا مریض اگر اچھا ہوگیا تو کہا جاتا ہے کہ وہ دق ہی نہ تھی طبیب کی تشخیص میں غلطی ہوئی ایسے ہی ایسی حالت میں کسی کو صاحب کمال سمجھنے میں غلطی ہوئی وہ پہلے ہی سے صاحب کمال نہ تھا بعض صورتیں اشتباہ کی ایسی بھی ہوتی ہیں کہ غیر حقائق پر حقائق کا دہوکہ ہوجاتا ہے جیسے صبح کاذب پر صبح صادق کا دہوکہ ہوجاتا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

اے شدہ تو صبح کاذب را رہین   صبح صادق را کاذب ہم ببین

دیکھئے ابلیس کو اپنے متعلق یہی دہوکہ ہوا ورنہ واقع میں اُسکو کبھی نسبت اور قرب میسر نہیں ہوا اور آسمان پر چلا جانا یہ کسی دلیل سے علامت مقبولیت کی نہیں البتہ مکان کو مطہر کہیں گے اس سے آگے کوئی بات اُس کے کامل ہونے کی دلیل نہیں باقی یہ جو اعمال صالحہ ابلیس کے تھے وہ محض صورۃً تھے حقیقۃً نہ تھے گو فتوے کے درجہ میں حقیقت فقہی تھی مگر فی علم اللہ میں نہ تھی اور جو چیز فی علم اللہ نہ ہو وہ حقیقت معتبرہ نہیں اسلئے کبھی کسی آدمی کو بھروسہ نہیں کرنا چاہئے کہ میری حالت اخیر تک مامون ہی رہے گی. میرے ابتدائی عربی کتابوں کے اُستاد نے جو مکہ کے ایک ثقہ عالم تھے ایک حکایت بیان فرمائی کہ اتفاق سے مکہ میں سیلاب آیا جس سے ایک عالم کی قبر کھل گئی مگر دیکھا کہ بجائے اُس میت کے ایک عورت نہایت حسین اُس قبر میں ہے تعجب ہوا کہ وہ شخص جو اس قبر میں دفن ہوا تھا اُسکے بجائے یہ عورت قبر میں کیسے ہے .... ایک آفاقی حاجی شخص نے بیان کیا کہ میں اسکو پہچانتا ہوں یہ ایک لندن کے انگریز کی بیٹی ہے جو مجھسے تعلیم حاصل کرتی تھی اور خفیہ مسلمان ہوکر مرگئی لوگوں نے یہ انتظام کیا کہ اُس شخص کو مع دو مکی لوگوں کے لندن بھیجا کہ وہاں اُسکی قبر کھولکر دیکھو چنانچہ اُس قبر میں اُس مکی میت کی نعش دیکھی گئی جسکو اُن دو مکی ہمراہیوں نے پہچانا یہ سب واپس آئے اور بیان کیا اور حیرت بڑھی لوگوں نے اُس مکی شخص کے مکان پر پہونچکر اُسکی بیوی سے پوچھا ... کہ یہ شخص ایسا کیا بُرا عمل کرتا تھا جسکی یہ سزا دیگئی بیوی نے کہا کہ یہ جب مجھسے مقاربت کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ جنابت کے مسئلہ میں عیسایئت کا مذہب بڑے آرام کا ہے کہ جنابت کا

عمل نہیں ایسی حالت میں اپنی حالت پر کیا ناز کرے کسی کو کیا حقیر سمجھے اسلئے کہ کیا خبر ہے کسی کو کہ خدا کیساتھ اسکا کیا تعلق ہے بعض فساق فجار میں بھی خود فسق و فجور کے زمانہ میں ایسی بات ہوتی ہے کہ وہ بیڑا پار کر دیتی ہے۔ لکھنؤ میں ایک خانصاحب تھے رند مشرب بڑے آزاد دنیا بھر کے عیوب ان میں تھے عمر ڈھل چلی تھی اہل محلہ سمجھاتے کہ میاں ضعیفی کا زمانہ ہے اب تو توبہ کر لو نماز شروع کر دو وہ کہتے کہ اس سے کیا ملیگا لوگ کہتے کہ جنت ملیگی وہ کہتے کہ میاں جنت کے واسطے اسقدر محنت اور مشقت کون کرے جنت کا لینا کیا مشکل ہے ایک ہاتھ ادہر اور ایک ہاتھ اُدہر بس سامنے سے کائی سی پھٹی چلی جائیگی اور جنت میں جا کھڑے ہوں گے جسوقت مولانا امیر علی صاحب نے ہنومان گڈھی پر بت پرستوں کے مقابلہ میں جہاد شروع کیا خانصاحب کو معلوم ہوا مولانا کے پاس پہونچے اور عرض کیا کہ مولانا کیا ہم جیسے گنہگاروں کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں گے مولانا نے فرمایا کہ کون امر مانع ہے خانصاحب ہاتھ میں تلوار لیکر میدان میں پہونچ گئے واقعی ایک ہاتھ ادہر اور ایک ہاتھ اُدہر سامنے سے کائی سی پھٹ گئی بڑی تعداد کفار کو ختم کرنے ایک کافر کے ہاتھ سے خانصاحب شہید ہو گئے اور جنت میں داخل ہو گئے تو یہ بات دین کی حمیت خانصاحب میں عین جہاد کے وقت تھوڑا ہی پیدا ہوئی تھی یہ پہلے ہی سے قلب میں تھی جسکی کسی کو خبر بھی نہ تھی اور بات یہ ہے کہ حق جل علیٰ شانہ کے ساتھ تعلق اور محبت یہ بھی ایک عمل مخفی ہے جسکی بدولت خانصاحب کو یہ دولت نصیب ہوئی۔ ایک شخص مارہرہ میں تھا نہایت ہی اوباش لاابالی لوگ کہتے کہ میاں خدا کو بھی منہ دکھلانا ہے ان حرکات سے توبہ کر لو جواب میں کہتا کہ میاں ہم جانیں ہمارے اللہ میاں تم کون ہو دخل دینے والے ایکدن دفعۃً بیٹھے بیٹھے بیساختہ اُس کے مُنہ سے نکلا کہ میاں میرا کیا حال ہوگا پھر اور کوئی کلمہ دنیا کا زبان سے نہیں نکلا اور رونا شروع کیا اسی حالت میں دو تین روز کے بعد اسی پر ختم ہو گیا اور جان دیدی اب یہ شخص قتیل محبت و ہیبت ہونے کی وجہ سے شہداء میں سے ہے تو کیا کسی کو حقیر اور ذلیل سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

گناہ آئینہ عفو و رحمت ست اے شیخ ببین بچشم حقارت گناہ گاران را

(ملفوظ ۲۸۴) ایک سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت بہت سے غوائل نفس کے ایسے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتے اگر کوئی کہے کہ پھر یہ آنکا مکلف ہی نہیں ہوگا سو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ فکر کرنے سے یہ سمجھ سکتا ہے

مگر فکر نہیں کرتا اسلئے نہیں سمجھتا اور بے سمجھی کا انسداد کر سکتا ہے مگر نہیں کرتا بس اسکا سبب بے فکری ہے اگر فکر ہو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور فکر کا مکلف ہے۔

(ملفوظ ۲۴۸) ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ کلیہ تو نہیں مگر اکثر یہ ہے کہ یہاں جو جسکے لئے تجویز کیا جاتا ہے وہ اسی کا اہل ہوتا ہے اور یہ میں پھر کہے دیتا ہوں کہ یہ کلیہ نہیں کبھی کوئی شئے وارد کرے ایک صاحب یہاں پر انگریزی کی تعلیم یافتہ آئے تھے صبح سے شام تک کئی لباس بدلتے تھے وطن ہو کر اپنے حالات کا خط لکھا میں نے علاوہ ان باتوں کے لیے ایک حالت یہ بھی لکھی کہ آپ جسوقت تک یہاں پر مقیم رہے آپ اس غزل کے مصداق رہے کہ ؎ گہے در کسوت لیلیٰ فروشد + گہے در صورت مجنوں برآمد + اقرار کیا اور لکھا کہ میں خود محجوب ہوں آئندہ انشاء اللہ ایسا نہ ہوگا۔

۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۲۴۹) حضرت والا کی ایک تنخواہ دار ملازمہ نے ایک مہمان سے جو حج کر کے آئے تھے ان سے سوال کیا کہ کچھ تبرکات بھی لائے ہو اسکی اطلاع کسی ذریعہ سے حضرت والا کو ہو گئی اس پر اس ملازمہ سے سخت مواخذہ فرمایا کہ تمکو کیا حق تھا اس سوال کا جبکہ میں ہر قسم کا تمہارا خیال رکھتا ہوں اور کسی قسم کی حتی الامکان تکلیف نہیں ہونے دیتا علاوہ تنخواہ کے ویسے بھی تمہاری خبر گیری کرتا رہتا ہوں پھر یہ حرص اور طمع اور مہمان سے سوال کیا معنی عرض کیا کہ محض دریافت کرنا مقصود تھا فرمایا کہ عذر گناہ بدتر از گناہ اگر مانگنا مقصود نہ تھا تو یہ فعل عبث ہوا جو مانگنے اور سوال سے بھی زیادہ برا ہے نیز تمہارے اس سوال سے مہمان کو تکلیف ہوئی وہ سمجھے ہونگے اس کے بعد تو وہ ضرور ہی دیگا چاہے جی چاہے یا نہ چاہے اور یہاں تو یہ بات ضروری قواعد میں داخل ہے کہ کوئی کسی سے سوال نہ کرے یہاں پر رہنے والوں کی حالت تو اسکے ماتحت رہنا چاہیئے ؎ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد + کسے را با کسے کارے نباشد۔

اب بتلایئے باوجود اسکے کہ میں دوسروں کی اسقدر رعایت کرتا ہوں اسقدر خدمت کرتا ہوں پھر بھی اس طرح ستایا جاتا ہوں اور اس قسم کے بار مجھ پر ڈالے جاتے ہیں۔ معاف فرمایئے کہ جس شخص کے قلب میں اسقدر رعایتیں رکھی ہوں کیا وہ خود ابتداءً کسی سے سختی کریگا میں فخراً بیان نہیں کرتا بلکہ اللہ کی نعمت سمجھ کر اسکا اظہار کرتا ہوں کہ میرے کسی فعل سے بھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی اور یہ جو کچھ قواعد اور ضوابط میرے یہاں ہیں ان سے مقصود احکام کی حفاظت اور حدود کی رعایت ہے اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا ہے اور یہی پسند بھی ہے اب اگر ان حرکات پر دارو گیر اور محاسبہ

نہ کروں تو پھر اس سے آگے درجہ بڑھیگا مثلاً بتو محض حرص و طمع سے پھر مانگنا شروع کر دینگے اور دینے والے بھی پہلے تو
اور نیت سے خدمت کرتے ہیں مگر پھر مختلف نیت ہو جاتی ہے مثلاً یہ کہ یہ مقرب ہیں انکے ذریعہ سے سلام و پیام پہنچیگا
اور جو حاجت ہوگی وہ پوری ہو جایگی اور اسکا فساد ظاہر ہے بس اسی فساد کی انسداد کیلئے ان لوگوں کی اسقدر
رعایت کرتا ہوں کہ ان سے کہہ رکھا ہے جب کہیں کھانیکا سامان نہ ہو گھر سے کھانا منگالو پلاؤ قورمہ تو ہوگا نہیں
دال روٹی ہوگی مگر وہی کھالیا کرنا۔

(ملفوظ ۲۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے بدعتی اپنے مجمع میں اقرار کرتے ہیں کہ یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ نفع کہاں
ہوتا ہے اور کہاں نہیں مگر تسلی جس چیز کا نام ہے وہ خانقاہ امدادیہ ہی میں ہوتی ہے اور کہیں نہیں ہوتی بعضے بہت پکے
مخالف ہیں جن شخص نے یہ بات کہی ہے یہ اللہ کا فضل ہے احسان ہے۔

(ملفوظ ۲۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عالم ہو تو کم از کم عاشق تو ہو شاہ عبد العزیز صاحب رح نے اسی عشق سے
متاثر ہو کر لکھا ہے میں نے خود لکھا ہوا دیکھا ہے اب یاد نہیں رہا کہ کہاں لکھا دیکھا ہے کہ یہ جو جا بجا تبرکات
ہیں ان میں زیادہ کاوش نہ کرے کہ خلاف محبت ہے۔

(ملفوظ ۲۵۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جمع مال کی مذمت میں عددہ فرمایا
جو تکرار پر دال ہے عدۃ نہیں فرمایا بار بار گننا علامت ہے لذت اور محبت مال کی۔

(ملفوظ ۲۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگ بحمد اللہ بے نظیر جامع کمالات تھے چنانچہ باوجود اسکے کہ
مولانا فیض الحسن صاحب بہت بڑے ادیب ہیں جلالین پر انکا حاشیہ بھی مشہور ہے وہ چھپا ہوا میرے پاس بہت دنوں
تک رہا بھی ہے مگر اسمیں کوئی خاص عجیب تحقیق نظر نہیں آئی اور مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ادیب
مشہور نہ تھے مگر مولانا کی تقریرات سے جو بہت سے مقامات مجکو منضبط بھی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ عربیت سے اسقدر
مناسبت تھی کہ دیکھنے والا پھڑک جاتا ہے چنانچہ اسوقت ایک مقام یاد آگیا آیت الزانیۃ والزانی اور آیت
السارق والسارقۃ کے متعلق الزانیۃ کی تقدیم اور السارق کی تقدیم کے بارہ میں مشہور سوال ہے جسکا سب سے
لطیف جواب منقول ہے کہ سرقہ کی بنا جرأت ہے اور وہ مردمیں زیادہ ہے اور زنا کی بنا شہوت ہے جو عورت
میں زیادہ ہے مگر اس جواب میں یہ خدشہ ہے کہ اس فرق کو بنا کہتے ہیں تو مجرم کی ایک قسم کی معذوری کا اظہار ہے اور
یہ مقام ہے تقبیح کا اب مولانا کی توجیہ سنئے فرماتے تھے کہ سرقہ کا صدور مرد سے زیادہ عجیب اور قبیح ہے کہ وہ کما کر کھا سکتا
ہے اور عورت میں عفت و شرم و حیا زیادہ ہوتی ہے اس سے زنا کا صدور زیادہ عجیب و قبیح ہے میں نے کسی تفسیر میں یہ بات

نہیں دیکھی جو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنی مولانا سے میں نے جلالین کے بیس پارے پڑھے ہیں اکثر مقامات میں ایک عجیب بات ارشاد ہوتی تھی گو اب سب یاد نہیں رہا مگر کچھ کچھ یاد ہے اور پھر باوجود ان کمالات کے یہ حالت تھی کہ اپنے کو بالکل مٹائے ہوئے اور فنا کئے ہوئے تھے اور آجکل اکثروں کی یہ حالت ہے کہ نہ علم ہیں نہ عمل نہ کوئی تحقیق ہے نہ کوئی تدقیق ہے مگر ویسے ہی جامہ سے باہر ہوئے جاتے ہیں دیکھئے ہمارے بزرگ جو ہر طرح پر صاحب کمال تھے انکو جو کچھ بھی خطابات دیئے جاتے اور جن القاب سے یاد کیا جاتا تھوڑا تھا مگر ان حضرات کا انتہائی لقب مولانا تھا ورنہ اکثر مولوی صاحب کہلاتے تھے اور آجکل جن لوگوں کو ان سے کچھ بھی نسبت نہیں وہ شیخ الحدیث شیخ التفسیر۔ امیر الہند۔ امام الہند کہلانے لگے۔ یہ سب نئی ایجاد ہے البتہ شیخ الاسلام پرانا لقب ہے اس سے طبیعت میں انقباض نہیں ہوتا اور خیر یہ القاب تو پھر بھی علم سے تعلق رکھتے ہیں مگر آجکل تو جانوروں تک کے خطابات باعث فخر اور پسندیدہ سمجھے جاتے ہیں ایسی حیوانیت کا غلبہ اس زمانہ میں ہوگیا ہے مثلاً طوطئے ہند۔ بلبل ہند۔ شیر پنجاب معلوم ہوتا ہے۔ اب کچھ دنوں کے بعد فیل ہند۔ اسپ ہند گرگ ہند۔ پیدا ہونگے کیا خرافات ہے خدا بھلا کرے اس جاہ کا اس نے اندھا بنا رکھا ہے اور سنئے کہ ان میں کچھ یہ بھی نہیں مگر امام التفسیر شمس العلماء۔ یہ خطابات اور القاب سب نیچریت کے ماتحت ہیں لوگوں کو ان باتوں میں کچھ مزا آتا ہے استغفر اللہ۔

(ملفوظ ۲۵۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کی تو ظاہری وضع بھی سادی رہتی تھی کوئی پہچانتا بھی نہ تھا ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف رکھتے تھے دیکھا ایک جگہ مجمع ہے اور درد ناک غمناک جو کہ حضرت کی تصنیف ہے پڑھا جا رہا ہے حضرت بھی مستمعین میں شریک ہو گئے اور کسی نے پہچانا بھی نہیں ایک بار پانی پت تشریف لیجا رہے تھے راستہ میں دیکھا کوئی عاشق بھی درد نامہ پڑھتا جا رہا ہے فرماتے تھے کہ میں نے کہا کیوں باب بگاڑ رہا ہے اس نے حضرت کو سختی سے جواب دیا کہ تو کیا جانے۔ حضرت کے پانی پت پہنچنے کے بعد شہرت ہوئی یہ شخص بھی ملاقات کو آیا حضرت کو پہچان کر بہت شرمندہ ہوا اور حضرت سے معافی چاہی حضرت نے فرمایا کہ بھائی تمنے کوئی بری بات تو نہیں کہی تھی یہی تو کہا تھا کہ تو کیا جانے تو واقعی میں تمہاری حالت کو کیا جانوں۔ یہ حالت تھی سادگی کی اپنے بزرگوں کی اور اب تو رنگ ہی بدل گیا ڈھنگ ہی نرالے ہیں مجھکو تو دیکھ دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ ایکدم کایا پلٹ ہو گئی۔

(ملفوظ ۲۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ ساری خرابیاں اپنے بزرگوں کے مسلک اور طرز کو چھوڑ دینے کی ہیں عافیت اور خیریت اسی طرز میں ہے جو ہمیشہ اپنے بزرگوں کا رہا ہے یہ نئی نئی باتیں انگریزیت اور نیچریت کی بدولت لوگوں کی گلوگیر ہو گئیں اب ان چیزوں کا قلب سے مٹنا آسان نہیں البتہ ایک چیز ہے جو ان کا انسداد

کر سکتی ہے وہ صحبت ہے کسی کامل کی اور وہی مفقود ہے اور ایک اسکی ہی کیا شکایت کیجاوے تمام دین
ہی کی حقیقت بدل گئی اسی دین کے لباس میں ہزاروں راہ زن اور ڈاکو بنے پھرتے ہیں ان ہی دینوں کی
بدولت لوگوں کے عقائد تک خراب ہو گئے بدعت اور شرک میں عام ابتلا ہو گیا اور ذرا قلب میں خدا کا
خوف نہیں رہا زیادہ تر گمراہی کا دروازہ ان ہی کی بدولت کھلا ہے اور لوگ دوسری طرف متوجہ ہو گئے چنانچہ
تحریک گذشتہ میں علما کی شرکت سے عوام پر زیادہ اثر ہوا اور لوگ راہ سے بے راہ ہو گئے اور ایسے لوگوں کی
حالت زیادہ خطرناک ہے جو دوسروں کی گمراہی کا سبب بنیں۔

۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۲۵۶) ایک صاحب کی غلطی پر جو کسی خدمت کے متعلق صادر ہوئی تھی مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب تک
بے تکلفی نہ ہو کسی کی خدمت نہیں کرنا چاہئے ایسی خدمت سے مخدوم کو تکلیف پہونچتی ہے کیونکہ خدمت کے شرائط
میں سے ایک بے تکلفی بھی ہے لوگ خدمت میں کوئی شرط ہی نہیں سمجھتے حالانکہ نماز روزہ جو قربات مقصودہ
ان تک میں بھی شرائط ہیں مگر لوگ اسمیں کچھ بھی شرائط نہیں سمجھتے اگر شرائط خود معلوم نہ ہوں تو آدمی کم از کم تحقیق
تو کرے کہ کیا شرائط ہیں اول تو فطرت سلیمہ کا مقتضا یہ ہے کہ خود ایسی شرائط جو کہ موٹی باتیں ہیں سمجھ میں آجائیں
لیکن اگر کسی کی ایسی فطرت نہ ہو تو یہ تو موٹی بات ہے کہ کسی سے معلوم ہی کر لے لیکن یہ باتیں ہوتی ہیں
فکر سے اور فکر ہے نہیں جو جی میں آیا کر لیا اس پر ان صاحب نے معافی کی درخواست کی فرمایا کہ معاف ہے
مگر آئندہ ایسی باتوں کا خیال رہے بے ڈھنگا پن برا ہے۔

(ملفوظ ۲۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ میری عادت ہے کہ میں سنی سنائی روایتوں پر عمل نہیں کرتا
مدعی علیہ اس واقعہ کا انکار کرے تو میں اس پر عمل نہیں کرتا باقی رہا شبہ سو یہ میرے اختیار میں نہیں شبہ تو ہو
جاتا ہے مگر یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ جو چیز اختیار میں ہے اسمیں کبھی حدود سے تجاوز نہیں ہوتا۔

(ملفوظ ۲۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو شخص یہاں اصلاح کے لئے قیام کے ارادہ سے آتا
یا طالب علم مدرسہ میں داخل ہونے کیلئے آتا ہے اول اس کو دو وصیتیں کردیجاتی ہیں
ایک یہ کہ کسی سے دوستی مت کرو اور دوسری یہ کہ کسی سے دشمنی مت کرو یہاں تو وہ رہ سکتا

جو مردہ ہو کر رہے یہاں زندوں کا کام نہیں اور جگہ تو مجاہدہ مقدم ہے فناء نفس پر اور یہاں فناء نفس مقدم ہے مجاہدہ پر۔

(ملفوظ ۲۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی ..... صاحب ایک تصنیف کا وعدہ کر گئے ہیں جسمیں آیات سے اثبات ہو گا مذہب حنفی کا کیونکہ مدرسہ دیوبند میں جیسے پہلے سے حدیث شریف کا دورہ ہوتا ہے امسال تفسیر کا دورہ بھی تجویز کیا گیا ہے اسمیں مدارک بھی ہے اسکے مصنف حنفی ہیں تو اس نئی کتاب میں اسمیں زیادات ہو جاوینگی جیسے یہاں ایک کتاب مذہب حنفی میں حدیث کی ہو گئی ہے۔ اعلاء السنن اسی طرح یہ ایک کتاب تفسیر کی ہو جائیگی جسکا وعدہ مولوی صاحب کر گئے ہیں پھر حدیث کی کتاب مذکور کی ترتیب پر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ یہاں کسی کو امداد کیلئے نہ تحریک کیجاتی ہے اور نہ ترغیب دیجاتی ہے اور کام سب جگہ سے زائد ہو رہا ہے۔

(ملفوظ ۲۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پورب کے شہروں میں مدارس میں منگل کی بھی چھٹی ہوتی ہے اسلئے کہ وہاں کے لوگوں میں مشہور ہے کہ امام ابو حنیفہ کی وفات منگل کے روز ہوئی ہے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ امام صاحب کی وفات منگل کے روز ہوئی۔

(ملفوظ ۲۶۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس راہ میں صرف ایک ہی طریق ہے کامیابی کا وہ یہ کہ خدا سے محبت پیدا کرو بس یہی جڑ ہے تمام تصوف کی بدون اسکے اس راہ میں کامیابی مشکل ہے اب رہا یہ کہ محبت پیدا کرنیکا کیا طریق ہے سو وہ طریق یہ ہے کہ اہل محبت کے پاس بیٹھو انکی صحبت اختیار کرو اسکی برکت سے یہ چیز نصیب ہو جائیگی اور یہ چیز نہ پیر کی توجہ پر موقوف ہے اور نہ کسی تعویذ گنڈوں پر یہ خود اپنی طلب پر موقوف ہے اب جسکو بھی عطا ہو جائے مگر طلب ضرور شرط ہے۔

(ملفوظ ۲۶۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب آدمی اپنے مقصود ہی کو ظاہر نہیں کر سکتا تو آگے اس سے کیا امید ہو سکتی ہے مجھکو تو اسکا بھی قلق ہوتا ہے کہ سفر بھی کیا روپیہ بھی صرف ہوا وطن چھوڑا اور پھر محرومی رہی میں یہ کیسے مان لوں کہ گھر سے اتنی دور آگئے اور مقصود کوئی ذہن میں نہ ہو کیا یوں ہی دیوانوں کی طرح دھکے کھاتے پھرتے ہیں یا کچھ دماغ میں خلل ہے ایسے ایسے کودمغز اور بدفہم میرے حصہ میں آتے ہیں خدا معلوم کیا کوئی خاص مدرسہ

بدفہموں کا جہاں یہ لوگ تعلیم پاکر آتے ہیں اب اگر کچھ کہتا ہوں تو بدنام ہوتا ہوں اور اگر نہیں کہتا تو بت کی طرح بیٹھے ہیں نہ ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں اسکے بعد فرمایا ارے بندۂ خدا کچھ تو دوسرے آدمی کو جواب دینا چاہئے اگر کوئی جواب نہیں تو یہی کہدو کہ کوئی جواب نہیں یہ بھی ایک جواب ہے اسپر ان صاحب نے عرض کیا کہ میں ذرا سوچکر پھر کسی وقت جواب دونگا فرمایا کہ ماشاء اللہ ایک بات تو فہم کی کہی اگر یہ پہلے ہی سے کہدیتے تو مجھکو اتنی پریشانی نہ ہوتی اچھا جاؤ اور تنہائی میں بیٹھکر جواب سوچ لو اور جب سمجھ میں آجائے (مجھکو خود تو یاد رہیگا نہیں) تم خود اطلاع کر دینا اور اسمیں بھی یہ آزادی ہے کہ اگر تمھارا جی چاہے تو اطلاع کرنا اگر نہ چاہے مت کرنا مجھکو انتظار نہ ہوگا اگر اطلاع میں اپنا نفع سمجھو اور جسے اصلاح کرانا مقصود ہو اطلاع کرنا ورنہ جو ارادہ ہو اسپر عمل کر لینا میری طرف سے بالکل آزادی ہے۔

(ملفوظ ۲۹۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہا کی شان اور انکا علم غیر فقیہ کی سمجھ سے بالاتر ہے اور اسکی ایک غامض وجہ ہے وہ یہ کہ ان میں صرف علم ہی نہیں تھا بلکہ اس سے بڑھکر ایک اور چیز ان میں تھی اور وہ خشیت حق ہے اسکو حقیقت رسی میں خاص دخل ہے ان اسباب سے وہ حضرات اجتہاد کے اہل تھے اور اسوقت کے تو اجتہاد میں بھی وہی سوجھتا ہے جو نفس میں ہوتا ہے الا ماشاء اللہ مگر اکثریت اسی اتباع ہوئی کی ہے اسی لئے آج کل کے غیر مقلدوں کے متعلق قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی فرمایا کرتے تھے کہ یہ عامل بالحدیث تو ہیں مگر کونسی حدیث اسلئے کہ حدیث کی دو قسمیں ہیں ایک حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ایک حدیث النفس سو یہ دوسری قسم کے عامل بالحدیث ہیں اور حضرت سچ تو یہ ہے کہ اگر ہم میں علمی اسباب بھی اجتہاد کے ہوتے تب بھی ہم اس قابل نہ تھے کہ ہمکو اجتہاد کی اجازت دیجائے اگر ہم علم میں ذہن میں عقل وفہم میں ان حضرات کے برابر بھی ہوتے تب بھی ہم میں اور ان میں جو ایک بڑا فرق ہوتا وہ خشیت حق کا ہے ان کے قلوب میں حق سبحانہ تعالیٰ کی جو خشیت تھی ہمارے قلوب الا ماشاء اللہ اس سے تقریباً خالی ہیں اور حقیقی اساس توفیق اجتہادی کی یہی خشیت ہے حتیٰ کہ جسکا قلب خشیت حق سے لبریز ہوتا ہے اسکے کلام تک کی شان جدا ہوتی ہے اور یہ شان خاص ہونا ایسی بدیہی بات ہے کہ اسکا اندازہ اس زمانہ جہل میں بھی ہوسکتا ہے اور اہل فہم اس فرق

کو معلوم کر سکتے ہیں۔

(**ملفوظ** ۲۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی شان ہی جدا ہوتی ہے انکی تکالیف ظاہری بھی اُن کیلئے موجب راحتِ باطنی ہوتی ہیں اسلئے اُنکی حالت کا دوسروں کو اپنی حالت پر قیاس کرنا بالکل ہی غلط ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں ؎

کار پاکان را قیاس از خود مگیر　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

چنانچہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر جب فقر و فاقہ ہوتا تو کبھی انکی بیوی چونکہ اُن کے پیر کی بیٹی تھیں کہتیں کہ حضرت اب تو تحمل نہیں کچھ کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہئے تو بیوی کے جواب میں فرماتے انتظام ہو رہا ہے گھبراؤ مت وہ دریافت کرتیں کہاں ہو رہا ہے فرماتے جنت میں ماشاء اللہ وہ بی بی بھی ایسی تھیں کہ جنت کے وعدہ پر اُن کو سکون ہو جاتا تھا۔ اب تو یہ حالت ہے کہ ایمان رہے یا جائے آمدنی ہو روپیہ ہو۔ عیش و عشرت میں کوئی فرق نہ آئے چاہے اللہ اور رسول کے تعلقات میں کیسا ہی فرق آجائے۔

(**ملفوظ** ۲۶۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل کا تقدس اور تقویٰ طہارت وزید بی تمیزہ کا سا وضو رہے جو نہ جنابت سے ٹوٹتا تھا اور نہ بول براز سے مہینوں ایک ہی وضو سے نماز پڑھی اور درمیان میں سب کچھ ہوتا رہا ایسا ہی آجکل کا تقویٰ ہے کہ ایک بار انکی رجسٹری ہو جاوے پھر کوئی چیز اسمیں مخل نہیں ہوتی پھر لطف یہ ہے کہ اگر اس بے احتیاطی کا اثر دوسروں تک بھی پہونچے اور کوئی خیرخواہ اُن سے کہے کہ حضرت یہ لوگ آپ کے معتقد ہیں آپ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں گمراہ ہوتے ہیں آپ کو احتیاط سے رہنا چاہیے تو اسپر جواب ملتا ہے کہ آپ ذاتیات پر حملہ کرتے ہیں حالانکہ وہ ذاتیات نہیں ہوتے اور اگر بالفرض ذاتیات بھی ہوں تب بھی حیرت ہے کہ تم تو آیات بینات اور دینیات پر حملہ کرو اور کوئی تمھاری ذاتیات پر بھی حملہ نہ کرے پہلے بھی سب لوگ متقی نہ ہوتے تھے مگر غیرت حمیت اور عظمت دین کی ان کے قلب میں ہوتی تھی اب یہی بات نہیں رہی لوگوں میں اسی کی کمی ہو گئی۔

(**ملفوظ** ۲۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعجب ہے کہ اہل باطل کو تو اجازت ہو کہ وہ اہل حق سے تعصب کریں اور اہل حق کو اسکی بھی اجازت نہیں کہ وہ مدافعت بھی کر سکیں کتنے بڑے ظلم اور اندھیر

کی بات ہے اور یہ اہل باطل اپنے مسلک کی اشاعت کیلئے اسقدر اہتمام کرتے ہیں کہ اگر اسمیں ذرا کمی ہو تو انکا زندہ رہنا دشوار ہے اسلئے کہ حق تعالی کی نصرت تو انکی ساتھ ہے نہیں محض قوت ظاہری اور سامان ظاہری پر انکی مذہبی زندگی کا مدار ہے وہ بھی نہ ہو تو بس خاتمہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل باطل ہمیشہ منفق و مشغول تدابیر رہتے ہیں اور اہل حق ہمیشہ اس خیال میں رہتے ہیں کہ اللہ کا دین ہے وہ خود حفاظت کریں گے اسلئے وہ زیادہ اہتمام نہیں کرتے اور فی نفسہ تو یہ خیال نہایت صحیح اور مبارک خیال ہے مگر اسمیں ایک بہت بڑی غلطی مضمر ہے جسکو میں اسوقت ظاہر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس خیال میں غلو ہو گیا ہے یعنی اسقدر بے پروائی ہو گئی ہے کہ وہ توکل اور استغنا رکے درجہ سے بڑھکر غفلت کی حد تک پہونچ گئی اور یہ استغنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ دیکھکر کہ حق تعالی فرماتے ہیں۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی ہم قرآن مجید کے محافظ ہیں یہ رائے دے کہ لوگ حفظ کرنا چھوڑ دیں حالانکہ یہ حکم فرمانا کہ تم حفاظت کرو یہ بھی حق تعالی ہی کی تو حفاظت ہے اور اس حالت میں حق تعالی کی حفاظت کا یہ مخصوص اثر ہے کہ تدبیر میں زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ضروری توجہ اور معتدل سعی کافی ہے۔

۲۶۷

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے غیر مقلدین کی بے انصافی ملاحظہ کیجئے جو اپنے اجتہاد سے اصول قائم کئے ہیں کہ وہ بھی منصوص نہیں انکو تو تمام دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور عمل کرنے پر ترغیب دیتے ہیں اور حنفیہ نے جو اصول قائم کئے ہیں جو اجتہادی ہوتے ہیں ان ہی کے ہم پلہ ہیں انکو تسلیم نہیں کرتے آخر ان میں اور ان میں فرق کیا ہے کہ ان کے قائم کردہ اصول تو بدعت نہ ہوں اور حنفیہ کے اصول بدعت ہوں جو دلیل انکی سنیت کی بیان کیجاویگی وہی بوجواب اور دلیل ہماری طرف سے ہوگا دیکھیں کیا جواب ملتا ہے۔

۲۶۸

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصور شیخ کا مسئلہ کبھی جی کو نہیں لگا اس سے طبیعت الجھتی ہے بلکہ اچٹتی ہے میں حرمت کا فتوی تو نہیں دیتا یہ تو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ ہی کا منصب تھا مگر ایسا حلال سمجھتا ہوں جیسے اوجھڑی کو حلال سمجھتا ہوں مگر کھا نہیں سکتا پس اسی درجہ میں سمجھتا ہوں تصور شیخ کو گو حضرت مجدد صاحب نے اس کے نافع اور محمود ہونے پر بڑا زور دیا ہے مگر میں امر فطری کو کیا کروں۔

۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

۲۶۹
(ملفوظ) ایک مہمان بہت دور کے رہنے والے آئے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ کابل سے بھی ایک ماہ کی مسافت پر انکا وطن ہے انھوں نے بیعت کی درخواست کی اسپر فرمایا کہ بیعت سے مقصود اُسکی نمایت ہوتی ہے اور اُسکا ترتب عادۃً موقوف ہے اطلاع حالات پر اور آپکے یہاں شاید ڈاک کا انتظام نہ ہو تو ایسی حالت میں اگر آپ اپنے حالات کی اطلاع نہ دیسکے تو نری بیعت سے کیا فائدہ اُن صاحب نے عرض کیا کہ ڈاک کا انتظام کافی ہے برابر وہاں سے ہندوستان میں خطوط کی آمد و رفت رہتی ہے میں ضرور حضرت سے اپنی اصلاح کے متعلق خط و کتابت رکھونگا فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو مجھکو خدمت سے کیا عذر ہو سکتا ہے میں تو اس کام کیلئے بیٹھا ہی ہوں باقی جو شبہ تھا وہ آپ سے کہدیا گیا اور بتلا دیا گیا کہ بیعت اصل نہیں اصل دوسری چیز ہے اور آپ کے جواب سے وہ شبہ رفع ہو گیا اب آپکو انشاء اللہ تعالیٰ بعد نماز مغرب بیعت کر لونگا آپ یادداشت کے طور پر ایک پرچہ لکھکر مجھکو دیدیں اسمیں اپنا نام اور لفظ بیعت لکھدیں تاکہ مجھکو یاد رہے اُن صاحب نے ایک پرچہ لکھکر پیش کر دیا اور بعد نماز مغرب نفلوں سے فراغ پر اُن صاحب کو بیعت فرما لیا گیا۔

۲۷۰
(ملفوظ) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اسکو کوئی اپنی اصطلاح میں خواہ بے غیرتی کہے یا ضعف پر محمول کرے صاف بات یہ ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی ہر امر میں موافقت اور ہر قسم کی امداد نہیں کر سکتے اور حقیقت میں اسکو امداد ہی کہنا صحیح نہیں کہ حدود سے تجاوز کر کے کسی کی موافقت کر لے چونکہ حدود شریعت سے گذر کر آدمی جو کام بھی کریگا اُسکا برا ہی حشر ہوگا پھر وہ امداد کیا ہوئی چنانچہ اسی بنا پر ہم لوگ کانگریسیوں کی امداد نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے خیال میں کانگریسی اصل میں بالشویک ہیں یہ کسی طرح بھی مذہب کی حامی جماعت نہیں ہے بلکہ محض سیاسی جماعت ہے جسمیں زیادہ حصہ مذہب کے خلاف ہے اگر خدانخواستہ اس جماعت کا ہندوستان میں غلبہ ہو گیا اور خدا نہ کرے کہ وہ دن آئے تو یہ بھی ہندوستان میں وہی کرینگے جو بالشویک

کم رہے ہیں۔

(ملفوظ ۲۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر اقوام میں عورتوں میں بیحیائی کا مرض عام ہو گیا ہے میں نے خود اخباروں میں پڑھا ہے کہ امریکہ میں عورتوں کے سنگار پر ڈبل فیس خرچ ہوتی ہے اگر مکمل سنگار کرایا جاوے تو فیس کے پچاس روپیہ خرچ ہوتے ہیں اور سنگار کرنے والے کے سامنے تقریباً برہنہ ہو جاتی ہیں۔

(ملفوظ ۲۷۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تحریکات حاضرہ میں کسقدر جلد دینی انقلاب ہو گیا اور یہ تو اُس حالت میں ہے کہ یہ لوگ اپنے مقصد میں ناکام رہے اگر سوراج ملجاتا اور کامیابی ہو جاتی تب دیکھتے کہ دین کا کیا حشر ہوتا اور عوام تو بیچارے کس شمار میں ہیں علماء تک اس گڑبڑ میں پھنسگئے اور حدود سے گذر کر بے قیدی کے میدان میں آکھڑے ہوئے اور زیادہ گمراہی ان ہی لوگوں کی وجہ سے پھیلی اسلیئے کہ یہ لوگ مقتدا اور پیشوا کہلاتے ہیں تو ان کا اثر ہونا ہی چاہئے تھا بعضوں کی بے قیدی سنکر آپ کو تعجب ہوگا کہ ایک مشہور عالم نے اپنے وعظ میں سہارنپور میں بیان کیا کہ بعض لوگ خواہ مخواہ کے اوہام میں مبتلا ہیں کہتے ہیں کہ اگر سوراج ملگیا تو ہندو مسجدوں میں اذان نہ ہونے دیں گے تو صاحبو کیا بلا اذان کے نماز نہیں ہو سکتی اور کہتے ہیں کہ مساجد میں نماز نہ پڑھنے دیں گے تو صاحبو کیا گھر میں نماز نہیں ہو سکتی اور کہتے ہیں کہ گائے کی قربانی نہ ہونے دیں گے تو کیا بکرے کی قربانی نہیں کر سکتے کیا گائے کی قربانی فرض وواجب ہے یہ واعظ ہیں اور عالم کہلاتے ہیں اتنی بات کہنے کی اور رہ گئی کہ اگر وہ اسلام پر نہ رہنے دیں گے تو کیا غیر اسلام پر رہکر زندہ نہیں رہ سکتے ذرا ذہنیت تو دیکھئے کہ جو ہندو چاہیں گے اُسکو گوارا کر لیں گے۔ اسدرجہ تک نوبت پہونچ چکی ہے۔ اللھم احفظنا

(ملفوظ ۲۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شبہات جو عوام میں پیدا ہوتے ہیں انکا منشا اکثر جہل بسیط ہوتا ہے اسی لئے وضوح حق کے بعد بہت صاف الفاظ میں غلطی کا اقرار کر لیتے ہیں بخلاف مدعیان عقل کے کہ جہل مرکب میں مبتلا ہوتے ہیں اسلیئے انکا رجوع کرنا بھی پیچدار عنوان سے ہوتا ہے ہمارے قصبہ میں ایک بڑی بی تھیں انھوں نے مجھسے سوال کیا تھا کہ کیا اللہ میاں زندہ ہیں میں نے جواب میں مقدمات فطریہ سے کام لیا میں نے کہا کہ یہ بتلاؤ

مینہ کون برساتا ہے کہنے لگی اللہ میاں میں نے کہا کہ یہ بچے وغیرہ کون دیتا ہے کہنے لگی کہ اللہ میاں میں نے کہا کہ اب یہ بتلاؤ کہ اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو یہ کام کون کرتا بڑی بی فوراً مان گئیں جنٹلمین نہ تھیں ورنہ یوں کہتیں کہ میں پہلے سوال کو واپس لیتی ہوں کیا بیہودہ متکبرانہ کلمہ ہے جسمیں ندامت کا نام تک نہیں مگر مہذب لوگ اسکے اسقدر دلدادہ ہو گئے ہیں کہ تمام تر تہذیب کو اسی پر ختم سمجھتے ہیں۔

(ملفوظ [۲۷۴]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو وثوق کے ساتھ کہا کرتا ہوں کہ جانوروں میں بھی عقل ہے مگر اتنی نہیں کہ جس سے وہ احکام کے مکلف ہوں میرے اس دعوے کے موید اس کثرت سے واقعات ہیں کہ مضطر ہو کر ماننا پڑتا ہے کہ جانوروں میں بھی ضرور عقل ہے۔

(ملفوظ [۲۷۵]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جمہوریت کا زور ہے اسکی ترجیح میں کہتے ہیں کہ شخصیت اسلئے مضر ہے کہ ایک شخص کا کچھ اعتبار نہیں دین فروشی کردے ملت فروشی کردے قوم فروشی کردے اسی خیال سے جمہوریت قائم کرنے کی چیز ہے لیکن غور کرنے سے اسکا حاصل یہ نکلتا ہے کہ تمہارے تمدن میں نالائق ہی حاکم ہو سکتا ہے جنمیں یہ احتمال ہو سکتے ہیں اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ بادشاہ لائق ہو ایسے شخص کا انتخاب کرو جسپر یہ احتمالات ہی نہ ہوں اور جیسے شبہات تم نے شخصیت میں نکالے ہیں ایسے شبہات جمہوریت میں بھی ہو سکتے ہیں جنکے انسداد کیلئے تم نے جماعت کا انتخاب کیا ہے چنانچہ ایسے واقعات بھی کثرت سے ہیں اب اسکے بعد دیکھ لو کہ کونسی بات عقل کے موافق ہے اور کون نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ رعایا پر جو ہیبت ہوتی ہے وہ شخصیت ہی سے ہوتی ہے جمہوریت اور جماعت کی ایسی ہیبت نہیں ہوتی اور نہ اُس درجہ کی ترغیب کام کی ہو سکتی ہے اسلئے کہ طبعاً اسکا بھی خاص اثر ہوتا ہے کام کرنے والوں پر کہ ہمارے اس کام سے امیر یا بادشاہ خوش ہوا اس سے انکا دل بڑھتا ہے اور جمہوریت میں کوئی خوش ہونے والا معین نہیں اسلئے کسی کی خوشی کا اثر ہی کیا ہوگا آج ایک جماعت انتخاب میں ہے کل دوسری ہے بس۔ اور شخصیت میں رعایا اور حاکم میں خاص تعلقات ہوتے ہیں جسکو اہل ذوق اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

(ملفوظ [۲۷۶]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل تو دہریت اور نیچریت کا پورا غلبہ ہے قلوب پر ایسا زہریلا اثر ہوا ہے کہ کسی آیت پر تو کیا اطمینان ہوگا اور اُسکا کیا احترام ہوگا خود حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی قلوب سے نکلتی جارہی ہے اور مقصود تمامتر موقوف ہے اسی عظمت و محبت پر صحابہ کرام کے کام کا راز یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے ان کے قلوب اللہ اور رسول کی محبت و عظمت و خشیت سے پر تھے اب بھی جہاں کام ہوتا ہے اہل اللہ کی محبت سے ہوتا ہے جسکی بدولت ان حضرات کی حکومت قلوب پر ہوتی ہے بخلاف ظاہری سلاطین کے کہ ان کی حکومت محض جسم پر ہوتی ہے ان کے محکومین محض آلات حرب کے محکوم ہوتے ہیں بخلاف اہل اللہ کے خدام اور محکومین کے کہ ان کی شان ہی جدا ہوتی ہے ان سے جو کہدیا جاتا ہے وہ دل سے کرتے ہیں کسی کام سے کسی بات سے انکار نہیں ایسی اطاعت رسم پرست اور ظاہر پرست کبھی قیامت تک بھی نہیں کرسکتے۔

(ملفوظ ۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کے مروجہ اخلاق نے عوام کے دماغ خراب کردیئے اب میں تنہا کہاں تک اصلاح کروں اور کسی جگہ تو روک ٹوک بھی نہیں کیجاتی نہ غلطیوں اور بدتمیزیوں پر متنبہ کیا جاتا ہے۔ لوگ یہاں آکر دنیا سے نرالا طرز دیکھتے ہیں یہی وجہ یہاں سے انکی وحشت کی ہے اگر سب یہی اصول اختیار کریں تو بہت جلد لوگوں کی اصلاح ہوجائے مگر وہ کریں ہی کیوں اور انکو ضرورت ہی کیا پڑی انکی مصالح و ہمیہ میں خلل پڑتا ہے نہایت ہی گڑبڑ ہورہی ہے مقتداؤں اور پیشواؤں کے ڈھیلے پن نے عوام کا ناس ہی کردیا۔

(ملفوظ ۲۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بہت سے انتظامی کام حکومت ہی کرسکتی ہے ایسے کام آپ ہی کے کرنے کے ہیں مثلاً بلبے گا ہے اگر حکومت چاہے بند کرسکتی ہے رہا کتوں کے متعلق اول تو پالنے کی ممانعت ہوسکتی ہے اور اگر ضرورت کے موقع کا استثنا بھی ہو تو قیود کیساتھ ہوسکتا ہے مثلاً یہ کہ باندھکر رکھوا سلئے کہ اندھیرے میں ستاتے ہیں کسی کا دامن پکڑلیا پیر پکڑ لیا ایک ضروری انتظام یہ کرنے کے قابل ہے کہ جانوروں سے بڑے بڑے گھنٹے بند ہوا دینے چاہئیں ایکمرتبہ میں بعد نماز مغرب کچھ دیر سے مکان کی طرف جارہا تھا ایک سانڈ سامنے سے آگیا اندھیرا تھا میں نیچی نظر کئے ہوئے جارہا تھا بالکل تصادم ہونے کو تھا مگر خداتعالیٰ کی قدرت کہ وہ خود ایک طرف کو بچگیا تو ایسے یہ سب انتظامات حکومت کرسکتی ہے اور عامہ خلائق کو راحت پہنچا سکتی مگر یہ بھی جبھی ہوسکتا ہے جبکہ راحت پہونچانا مقصود بھی ہو لیکن اسوقت اہل اقتدار کو راحت ہی پہونچا

۲۴

مقصود نہیں محض پیسہ کمانا مقصود ہے۔ مگر پھر بھی اور گورنمنٹوں سے غنیمت ہے خود غرض سہی مگر ساتھ ہی ہماری بعضی غرض بھی پوری ہو جاتی ہے۔ ایک شخص نے خوب کہا ہے کہ بعضی گورنمنٹ کی مثال تو دق کی سی ہے جسمیں گھل گھل کر مرتا ہے اور بعضی گورنمنٹ کی مثال ہیضہ کی سی ہے کہ جیٹ پٹ میں کام تمام ہو جاتا ہے اور دق میں چار برس دس برس تک الجھا رہتا ہے۔

(ملفوظ ۲۷۰) دو سائلوں نے آکر حضرت والا سے سوال کیا فرمایا کہ اگر دو چار پیسہ لیکر تم خوش ہو جاؤ تو پیش کر دوں اسپر وہ خاموش رہے فرمایا کہ جیسے میں نے صاف کہدیا تم بھی کہدو کہ ہمیں منظور ہے یا نہیں عرض کیا کہ جو مرضی ہو فرمایا کہ یہ جملہ تمہارا مہمل ہے صاف نہیں ہے اسپر اُس سائل نے کہا کہ منظور ہے فرمایا کہ اب بات صاف ہوئی اور چار آنہ دیکر فرمایا کہ کبھی کسی کو دق مت کیا کرو صاف بات کہا کرو وہ سائل لیکر نہایت مسرت کے لہجے میں دعائیں دیتا ہوا چلا گیا حضرت والا نے اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر میں پیشتر ہی دو چار آنہ کہتا تو ان چار آنوں پر ان کو یہ مسرت نہ ہوتی جواب ہوئی میں انکی نبضیں پہچانتا ہوں اب خوش خوش چلے گئے۔

(ملفوظ ۲۷۱) ایک دیہاتی شخص نے آکر آسیب کا تعویذ مانگا فرمایا کہ تم لوگ جب آتے ہو آسیب ہی کا تعویذ مانگتے آتے ہو کیا دنیا میں اور کوئی مرض ہی نہیں رہا ان دیہاتیوں میں یہ عجیب بات ہے کہ جہاں کوئی بیماری آئی کہتے ہیں اوپرا اثر ہے مراد یہ ہے کہ جن کا اثر ہے ایک شخص دیہاتی آیا اور آکر کہا کہ تعویذ دیدو میں نے کہا کہ میں سمجھا نہیں تو زور سے کہتا ہے کہ تعویذ دیدو میں نے کہا کہ میں بہرا نہیں ہوں سن تو لیا مگر سمجھا نہیں تب خاموش ہوا میں نے کہا کہ جاؤ یہاں سے اٹھکر باہر اور کسی سے پوچھو کہ میں نے اتنی بات کہی ہے یہ ادہوری ہے یا پوری ہے اور اگر پوری کہتا ہو تو کس طرح کہوں۔ تھوڑی دیر بعد آیا اجی مولوی جی اوپرے اثر کا تعویذ دیدو میں نے پوچھا کہ تیری پہلی بات ادہوری تھی یا پوری کہا کہ جی میں ہی ادہوری بات کہہ رہا تھا میں نے اُس سے کہا کہ مریض کو تو وہاں جن ستا رہا اسکے لئے تو تعویذ لیجا رہا ہے اور ایک تعویذ مجھے اپنے لئے لکھنا پڑیگا اسلئے کہ تو مجھے ستا رہا ہے تاکہ میں تیرے ستاؤ سے بچوں علاوہ ناتمام تعبیرات کے نقص کے ان تعویذ گنڈوں کے متعلق عوام کے عقائد بھی نہایت ہی خراب ہیں۔

(ملفوظ ۲۷۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کچھ سوال کی عادت ہی ہو جاتی ہے ضرورت

۲۵

اور مجبوری و معذوری پر تو سوال کا مضائقہ نہیں مگر پیشہ بنالینا تو نہایت ہی بے غیرتی کی بات ہے غیرت میں تو دینے والے کی درخواست پر بھی کہنے کی ہمت نہیں پڑتی ہیں جس وقت رنگون گیا تھا تو حاجی محمد یوسف صاحب نے یہ کہدیا تھا کہ اگر کوئی موقع خیر کا ہوا کرے تو اطلاع کردیا کریں ہم بھی اُسمیں شریک ہوجایا کریں مگر چونکہ عادت نہیں کبھی زبان نہیں اُٹھی قلم نہیں چلا چنانچہ آج تک بھی کبھی نہیں لکھا حالانکہ انکی حالت پر مجھکو ہر طرح کا اطمینان ہے مالدار بھی ہیں مخلص بھی ہیں مگر اپنے نفس پر اطمینان نہیں نفس کو گنجایش ملجانیکا اندیشہ ہے اسی وجہ سے اور بھی ایسی باتوں سے اجتناب رکھتا ہوں۔

(**ملفوظ** ۲۷۳) (ملقب بہ برکات التوکل) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کام کو حق تعالیٰ کرانا چاہتے ہیں اُسکے اسباب ویسے ہی مہیا فرمادیتے ہیں اور اُسمیں کسی کی ذات کو خاص دخل نہیں ہوتا کہ فلاں ہی شخص کریگا تو یہ کام ہوگا وہ جس سے چاہے کام لے سکتے ہیں اور کراسکتے ہیں بڑے بڑے مظنہ خیر بیٹھے منہ دیکھا کرتے ہیں اور بے گمان وہ کام لے لیتے ہیں ایک صاحب ہمارے بزرگ کی اولاد میں سے ہیں دو ہزار یا ڈھائی ہزار کے قرضدار تھے مجھسے سفارش چاہی میں نے صاف کہدیا کہ خطاب خاص سے تو میں سفارش نہ کرونگا اور نہ تجربہ سے اسکا کوئی نفع خاص ہے ہاں خطاب عام سے سفارش سے عذر نہیں۔ صورت خاص میں سفارش کا کرنا دو حال سے خالی نہیں ایک تو خواہ اُسکا جی چاہے یا نہ چاہے مگر اُسکو پورا ہی کرے اسمیں تو دوسرے پر بار ہوتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے لکھا ہے اگر کام نہ کیا تو اسپر ناگواری کا اثر ہوگا تو اس صورت میں دینے والے کا تو دنیا کا نقصان ہوا اسلئے کہ اُسمیں خلوص نہ رہا صرف فلوس ہی رہا تو ثواب سے تو محرومی رہی اسلئے دین کا نفع نہ ہوا اور مال الگ تلف ہوا اسلئے دنیا کا نقصان ہوا اور چونکہ طیب خاطر سے نہیں دیا گیا نہ ہونے کی وجہ سے اس لئے لینے والے کے دین کا نقصان ہوا کیونکہ بدون طیب خاطر کے کسی کا مال لینا شرعاً جائز نہیں۔ اور ایک ضرر مخاطب کا اور ہے وہ یہ کہ اگر اسنے نہ دیا سفارش کرنے والے سے اسکو حجاب ہوگا خصوص جبکہ اس سے تعلق اصلاح دین کا ہو تو یہ اُسکے لئے دین کی مضرت ہوگی کیونکہ اُسکو اس مصلح سے دین کی خدمت لیتے ہوئے حجاب ہوگا کہ اس نے ایک بات کو لکھا تھا یا کہا تھا مگر ہمنے نہیں کیا اب ہمارا کیا منہ ہے کہ اُس سے کسی قسم

کی خدمت لیجاوے تو آمیں اس طرح اسکے دین کا نقصان ہوا غرض خطاب خاص ہیں خراب ہیں اسلئے میں نے صورت عام میں سفارش لکھدی اور دعا کردی اُنکی کامیابی کی بہت ہی زیادہ بیچارے پریشان تھے وہ یہاں سے میرٹھ پہونچے اور اپنے بزرگوں سے محبت اور عقیدت رکھنے والے ایک سوداگر صاحب سے ملے اور واقعہ بیان کرکے میری تحریر سفارشی جو عنوان عام میں لکھدی تھی دکھلائی اُن سوداگر صاحب نے دیکھکر یہ کہا کہ یہاں اتنی بڑی رقم کہیں چندوں سے ادا ہوا کرتی ہے اور بھی بعض جملے تلخ کہے ان صاحب کو جوش آگیا اور یہ قسم کھالی کہ یہ ڈہائی ہزار کی رقم اگر ایک ہی شخص دیگا تو لونگا اور اگر ایک پیسہ بھی کم دینا چاہیگا تو نہ لونگا یہ کہکر وہاں سے اٹھکر چلدئے اسکے بعد اُن سوداگر نے کوشش کی کہ میں کچھ خدمت کروں انھوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا اور یہ میرٹھ سے سیدھے دہلی پہونچے وہاں پر ایک حکیم صاحب ہیں (جنکا اب انتقال ہوگیا) اُن سے ملاقات کی اور یہ کہا کہ میں اتنا قرضدار ہوں اور ساتھ ہی یہ عہد بھی ہے کہ اگر یہ رقم ایک شخص دیگا تو لونگا ورنہ نہیں حکیم صاحب نے کہا کہ بھائی یہ تو بڑی کڑی شرط ہے بعض میرے ملنے والے سوداگر ہیں اُن سے سفارش کرسکتا ہوں لکھ سکتا ہوں گو اُن میں بعض ایسے بھی ہیں کہ تنہا ایک شخص اگر چاہے تو یہ رقم تو کیا اس سے زائد دیسکتے ہیں مگر بظاہر ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے انھوں نے کہا کہ آپ سفارش لکھدیں اور مجھکو تحریر دیدیں میں جاتا ہوں اللہ مالک ہے غرضکہ حکیم صاحب نے اپنے ایک دوست کو سفارش لکھدی یہ اُسکے پاس پہونچے پہلے حکیم صاحب کا پرچہ دیا اسکے بعد میری سفارشی تحریر دکھلائی وہ سوداگر ان سے کچھ زبانی باتیں دریافت کرنے لگے اسمیں اتفاق سے میرا نام بھی آیا اُن سوداگر کی دکان پر اسوقت ایک بمبئی کے سیٹھ بیٹھے ہوئے کچھ اپنے لین دین کی بات چیت کر رہے تھے اُنکے کانوں میں اس واقعہ کی کچھ بھنک پڑی تو اُن مقامی سوداگر سے سوال کیا کہ کیا بات ہے انھوں نے مفصل قصہ بیان کیا کہ یہ صاحب اتنی رقم کے قرضدار ہیں ایک بزرگ کی اولاد سے ہیں مگر انکی شرط یہ ہے کہ اگر ایک ہی شخص یہ رقم دیگا تو لونگا ورنہ نہیں اور میرا نام بھی لیا کہ اُن کے پاس اُنکی سفارش اور تصدیق بھی ہے۔ ان سیٹھ نے بدون کسی کنج وکاو کے ڈہائی ہزار کے نوٹ جیب سے نکالکر ان کے حوالے کئے اور یہ الفاظ کہے کہ جب ایسے شخص کی سفارش اور تصدیق ہے آگے کسی بات کے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب سنئے یہ معلوم

ہوا کہ یہ سیٹھ عقائد اور مسلک میں اپنے بزرگوں کے خلاف بھی تھے بدعتی خیالات کے شخص تھے اور
یہ بھی کہا کہ میں جب بمبئی سے چلا تھا یہ ڈہائی ہزار کے نوٹ اسی نیت سے لیکر چلا تھا کہ کسی کار خیر
میں صرف کرونگا سو اللہ نے وہ موقع عطا فرمادیا یہ صاحب کئی روز بعد میری پاس آئے میں نے دور
سے دیکھا میں سمجھا کہ بیچارے ناکام ہی آئے ہونگے ڈہائی ہزار کا معاملہ تھا اتنی جلدی کس نے اتنی بڑی
رقم دیدی ہوگی مگر چہرہ کو دیکھکر معلوم ہوتا تھا کہ کامیاب ہیں غرضکہ جب وہ میرے پاس آکر بیٹھے تب
میں نے سوال کیا کہ کہئے کیا کر آئے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کامیاب آیا اسپر بھی مجھکو شفا نہیں ہوئی میں نے
تفصیل دریافت کی کہ کیا کسی نے سعی اور کوشش کا وعدہ کرلیا ہے کہا کہ جی نہیں ڈہائی ہزار
روپیہ قرضداروں کا ادا کر کے آیا ہوں اور مفصل واقعات بیان کئے مجھکو حق تعالیٰ کی قدرت
کا مشاہدہ ہو رہا تھا اور وہ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر رہے تھے واقعی ایسی ہی وہ
ذات ہے جو ان پر بھروسہ کرے وہ کبھی ناکام نہیں رہتا اور یہ دنیا تو بیچاری بہت ہی کم وقعت
چیز ہے ان پر...... تو اگر بھروسہ ہو آخرت اور دین بھی اسی طرح عطا فرمادیتے ہیں جب قادر مطلق
وہ ہیں اُس حالت میں کسی کو ناز نہیں کرنا چاہئے کہ ہم ہی اگر کریں گے تو فلاں کام ہوسکتا ہے
ورنہ نہیں ہوسکتا وہ جس سے چاہے اپنا کام لے لیں اُنکا ملک ہے اُن کی مخلوق ہے
مگر بھروسہ شرط ہے البتہ دین میں بھروسہ کے ساتھ طلب بھی شرط ہے پھر اسکے ساتھ اگر صدق
اور خلوص ہو تو پھر بیچارہ فلوس کیا چیز ہے وہ تو جوتیوں سے لگا پھریگا۔ ایک اور صاحب کا واقعہ ہے
جو میرے دوست میرے ہم سبق بھی تھے وہ پانچسو ۵۰۰ روپیہ کے قرضدار تھے مجھسے سفارش چاہی
کہ کسی کو لکھدو۔ میں نے کہا کہ مجھکو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کون دیسکتا ہے اور کون نہیں دیسکتا تم
خود انتخاب کرلو اور مجھکو بتلاؤ میں لکھدونگا انھوں نے میرے تین دوستوں کا نام لیا کہ ان کو
لکھدو میں نے تینوں کو یہ مضمون لکھا کہ میرے ایک ہم سبق دوست قرضدار ہیں پانچسو روپیہ کی
ضرورت ہے وہ مجھسے اسکے متعلق سفارش چاہتے ہیں کہ میں تمکو لکھدوں اب میں تمسے مشورہ کرتا ہوں
کہ اگر میں اُن کے بارے میں تمکو لکھدوں تو کیا اس سفارش سے گرانی تو نہ ہوگی اسکے جواب آنیکے
بعد پھر میں تمکو سفارش لکھونگا۔ اُن میں ایک نے پچاس روپیہ دوسرے نے دوسو روپیہ اور تیسرے
نے اڑہائی سو روپیہ غرض اس طرح کر کے تینوں نے پانچسو روپیہ بھیجدیئے۔ ایک اور صاحب نے

اسی طرح سفارش چاہی اور پریشانی کا اظہار کیا اُن ایک حسین کا نام بھی بتلایا کہ فلاں سوداگر کو لکھدو
میں نے اُن کو اس طرح لکھا کہ ایک حاجتمند کو یہ ضرورت ہے اگر آپ کے پاس پہلے سے ایسی رقم موجود
ہو جسکو آپ سوچ رہے ہوں کہ کہاں خرچ کروں اور کسی دوسرے سے وعدہ بھی نہ کر لیا ہو اور آپکے
علم میں کسی اور کو توقع بھی نہ ہو تو اس حالت میں یہ ایک شخص حاجتمند ہیں اُنکی اعانت کر دیجئے ورنہ
آزادی میں خلل نہ ڈالیے اُن بیچاروں نے وہ رقم بھیجدی مجکو کام کرنے سے انکار نہیں مگر جی ضرور چاہتا ہے
کہ کسی پر بار نہ ہو اور طریقہ سے کام ہو اور صاحب.... حقیقت تو یہ ہے کہ محض نام ہو جاتا ہے کسی کا
ورنہ دینے والے تو وہ خود ہی ہیں اسی کو فرماتے ہیں ؎

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے بر آہوئے چین بستہ اند

ایک بزرگ سے پنجاب میں لفٹنٹ گورنر ملنے گئے چلتے وقت اُن بزرگ سے دریافت کیا کہ آپکی گذر
کی کیا صورت ہے بزرگ نے جوابدیا کہ کل اسکا جواب دیں گے اگلے روز لفٹنٹ گورنر بزرگ کیخدمت
میں ایکہزار روپیہ کی تھیلی لیکر پہونچے اور پیش کی کہ حضور اپنے صرفہ میں لے آئیں اور پھر وہی سوال
کیا بزرگ نے فرمایا کہ کل کی بات کا یہی جواب ہے دیکھئے ہمارے آپ کے مذہب میں اشتراک
نہیں اور کسی قسم کا آپکو مجھسے تعلق نہیں آپکو کوئی نفع نہیں پہونچ سکتا باوجود اسکے پھر یہ روپیہ آپنے
مجکو دیا معلوم ہوا کہ کوئی اور ہی قوت ہے جو دلواتی ہے بس یہ ہی صورت ہمارے گذر کی ہے اور
یہی جواب ہے آپ کے سوال کا پھر آمیں بھی باوجود نفس توکل میں اشتراک کے اُسکے سوال میں
بزرگوں کی شانیں مختلف ہوتی ہیں جس سے مختلف رنگ مختلف مذاق ہو جاتا ہے جیسے باغ میں مختلف
رنگ کے پھول اور درخت ہوتے ہیں کسی میں انتظامی شان ہوتی ہے جنکی نسبت حدیث میں ملوک
علی الاسرۃ آیا ہے جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رح کی شان تھی کسی میں ترک کی شان ہوتی ہے جیسے
ذیل کے واقعات سے ظاہر ہے سلطان سنجر شاہ نیمروز نے حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا
تھا کہ اگر اجازت ہو تو جی چاہتا ہے کہ ملک سنجر کا کچھ حصہ خانقاہ کے اخراجات کیلئے پیش کر دوں
تا کہ اہل خانقاہ کی راحت اور آرام کا سامان ہو جائے حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان شمس الدین نے چند مواضع کا فرمان لکھکر بھیجدیا کہ آپ
خانقاہ اور اہل کیلئے پیش کرتا ہوں اسپر حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ہمکو تمسے محبت ہے ا
اسلئے ہم سمجھتے تھے کہ تمکو بھی ہمسے محبت ہوگی مگر آج معلوم ہوا کہ تمکو ہمسے محبت نہیں کیونکہ اگر تم
ہمسے محبت ہوتی تو کیا محبت کا یہ ہی حق تھا کہ جو چیز خدا تعالیٰ کی نظر میں مبغوض ہے یعنی د
ے سامنے پیش کرتے اور یہ نہیں تھا کہ اُن کے پاس سامان تھا اسلئے استغنا تھا ان حض
پر فاقے گذرتے تھے مگر پھر بھی وہی شان تھی اور فاقہ بیچارا تو جسکی حقیقت نان کا فقدان ہے
کیا چیز ہے وہ تو ہر وقت جان پیش کرنیکو تیار بیٹھے رہتے ہیں اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں ؎

ناخوش تو خوش بود برجان من ، دل فدائے یار دل رنجان من

حضرت شاہ عبد القدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی انکے پیر کی بیٹی تھیں کبھی
فقر و فاقہ پر کہتیں کہ اب برداشت نہیں ہوتی کچھ کھانیکا انتظام کرنا چاہیئے تو فرماتے گھبراؤ م
انتظام ہورہا ہے دریافت کرتیں کہاں ہورہا ہے فرماتے جنت میں ہورہا ہے بی بی بھی ایسی تھیں
کہ جنت کے وعدہ پر مطمئن ہوجاتیں سبحان اللہ کیا ایمان تھا ان ہی بی بی کا یہ واقعہ بھی
انکے پاس ان کے تمام زیورات میں سے صرف چاندی کا ایک ہار رہگیا تھا جب حضرت گھر
لاتے فرماتے گھر میں سے دنیا کی بو آتی ہے ایکمرتبہ ایک بزرگ مہمان تشریف لائے بیوی صا
اُن بزرگ صاحب سے شکایت کی کہ میرے پاس ایک ہار ہے جو اس مصلحت سے رکھا
شاید رکن الدین (صاحبزادہ) کی شادی میں مہمانوں کیلئے ضرورت ہوجاوے مگر انکو اسمیں د
بو آتی ہے اور ہر وقت میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ اسکو جدا کردوں . اُن بزرگ صاح
شاہ صاحب کو منع کیا کہ سبکی دنیا کی بو تمکو کیوں آتی ہے تم ان سے تعرض مت کرو اسکے
پھر کبھی بیوی سے اُس ہار کا ذکر نہیں فرمایا (ظرافت کے عنوان سے فرمایا کہ) مطلب حضرت
عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تھا کہ ہمارے گھر میں ہار کیوں ہو ہماری تو ہر وقت ج
ہونی چاہیئے ان ہی شیئوں کی وجہ سے میں نے ان حضرات کا بجائے صوفیہ کے عشاق ن
تجویز کیا ہے اور سچ یہ ہے کہ نری بزرگی سے کیا ہوتا ہے جب تک محبت نہ ہو اور اسی محبت

رت کا نام عشق ہے اور عشق کی خاصیت ہے کہ سوائے محبوب کے سبکو فنا کر دیتا ہے
کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشق آن شعلہ است کو چوں بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند — در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

رگلزار ابراہیم میں مولانا ابو الحسن صاحب نے اسی کا ترجمہ کیا ہے ؎

عشق کی آتش ہے ایسی بدبلا — دے سوا معشوق کے سبکو جلا

نتہی ملفوظ برکات التوکل)۔

۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

۴۸۱ ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے ایک بوتل شربت کی محبت سے بطور بیجی تھی رات میں نے اسکو پانی کے ساتھ استعمال کیا تو اسکا استعمال مناسب ثابت نہ ہوا لئے کہ موسم مناسب نہیں تھا پھر دودھ کیساتھ استعمال کیا تو گلے میں خراش ہو گیا گیا غرض ں میں دوستوں کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ جو چیز دینا چاہیں پہلے مشورہ کر لیں مگر کچھ ایسی عادت لئی ہے اور عادت بھی نہیں بلکہ رسم کا درجہ ہو گیا ہے کہ اپنی جی چاہتی چیز دیتے ہیں حالانکہ عقل بات یہ ہے کہ جسکو چیز دیجائے اسکی جی چاہتی ہوئی چاہئے اب بعض چیزیں جو آتی ہیں میں استعمال نہیں کر سکتا وہ بیکار رکھی رہتی ہیں اور مجھکو بلا ضرورت زیادہ چیزیں ملک میں رہنے بھی قلب پر بار ہوتا ہے جب کوئی چیز مصرف سے زائد آجاتی ہے جب تک وہ ایکطرف ہو جائے اسوقت تک قلب کو یکسوئی نہیں ہوتی اور بعض لوگوں کا مذاق یہ ہے کہ انکی ملک ں جسقدر چیزیں زائد ہوں اُن کے قلب کو اطمینان اور سکون زائد ہوتا ہے مجھکو وحشت ہوتی ہے ض سب سے اسلم اور سیدھی سادی بات یہ ہے کہ جو کچھ دیں پہلے مجھسے پوچھ لیں اسمیں بڑی سہولت الحمد للہ میرے یہاں رسم پرستی نہیں حقیقت پر نظر ہے جسکا خلاصہ راحت رسانی ہے مگر

آجکل اسکا قطعاً خیال نہیں۔ بریلی سے ایک صاحب نے پوچھا تھا کہ میں تین روپیہ کی مٹھائی لانا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو میں نے لکھدیا کہ اسکو تو کون کھاویگا ایک چاقو قلم تراش کی ضرورت ہے میرے پاس ہے نہیں وہ لیتے آؤ لیکن اگر تین روپیہ سے زائد ہوگا زائد قیمت میں دونگا وہ تین روپیہ چار آنہ کا چاقو لائے میں نے لیلیا۔ اور چار آنہ بہت خفیف رقم تھی اسلئے میں نے مع اس زیادتی کے لیا

(ملفوظ ۲۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک دوست حکیم صاحب نے لکھا تھا کہ میں نے تمہارے لئے چالیس روپیہ گز کا کپڑا منگایا ہے میں نے ایک لطیف عذر کے ساتھ نامنظور کردیا وہ عذر یہ لکھا کہ میرا جو فرض منصبی ہے یعنی تعلیم دین اسکا تعلق زیادہ تر مساکین سے ہے سو مجھکو ایسی وضع سے رہنا چاہئے جس سے مساکین مرعوب نہ ہوں تاکہ بے تکلف استفادہ کرسکیں اسلئے میں چاہتا ہوں کہ معمولی حالت میں رہوں اور آپ حکیم ہیں جن کیلئے ظاہری شان و شوکت مناسب ہے کیونکہ ان کا تعلق اکثر امراء سے ہے اسلئے چالیس روپیہ گز کا کپڑا پہننا آپ کیلئے مناسب ہے اسکے بعد فرمایا کہ خواہ مخواہ لوگوں کو بیٹھے بٹھلائے ایسی تکلف کی باتیں سوجھتی ہیں۔ ہمارے بزرگوں کا طرز یہ رہا ہے کہ صاف تو رہے مگر زیب و زینت اور تکلف نہ ہو بس میلا نہ ہو پسینے کی بو نہ ہو اور یہ اعتدال بدون صحبت کے میسر ہونا مشکل ہے باقی امتیاز کا قصد اگر آدمی نہ چاہے تو فاخرہ لباس میں بھی امتیاز نہیں ہوسکتا اور اگر نفس امتیاز چاہے تو اضع کے لباس میں بھی امتیاز ہوسکتا ہے کہ بڑے منکسر ہیں۔ میں تو اس ہی لئے اوسط درجہ کا کپڑا پہنتا ہوں کہ کسی قسم کا امتیاز نہ ہو۔

(ملفوظ ۲۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو سب کاموں سے تقاضے کے ساتھ فارغ ہوجاتا ہوں وجہ اسکی یہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ قلب غیر اللہ کیساتھ مشغول نہ ہو تاکہ اگر کبھی خدا کی یاد کی توفیق ہوجائے تو موانع تو مرتفع رہیں۔

(ملفوظ ۲۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعلقات اور مشاغل غیر ضروری کو سبکو قطع کردیا البتہ جو ضروری ہیں وہ مستثنیٰ ہیں اب میں اسکا لوگوں کو کس طرح یقین دلاؤں یہ وجدانی اور ذوقی بات ہے کہ ان حضرات کو کسی چیز سے دنیوی محبت نہیں البتہ ضرورت کا اور شفقت کا تعلق ہے میں نے ایک تذکرہ میں دیکھا ہے کہ ایکمرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین کو گود میں لئے بیٹھے تھے انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپکو مجھسے محبت ہے فرمایا ہاں کہا کہ اور

بھائی سے بھی فرمایا ہاں پوچھا اور اماں سے بھی فرمایا کہ ہاں۔ کہا کہ دل کیا ہے سرائے ہے ایک کوٹھڑی میں ایک مسافر اور ایک کوٹھڑی میں ایک مسافر پھر پوچھا کہ اگر آپ کو اختیار دیا جائے کہ یا تو خدا و رسول سے تعلق رکھا جائے یا گھر والوں سے اُس وقت آپ کیا کریں فرمایا کہ گھر والوں کو چھوڑ دوں کہا کہ بس تو یوں فرمایئے کہ گھر والوں پر صرف شفقت ہے باقی محبت اللہ و رسول ہی سے ہے اور اس محبت کیلئے جتنے غیر ضروری تعلقات کم ہوں یہ معین ہوتے ہیں حضرت حق کی تثبیت میں ان تحریکات میں میرے شریک نہ ہونیکے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ اسمیں غیر ضروری تعلقات کو خاص دخل ہے۔ مثلاً بلا ضرورت دوسروں کو آمادہ کرنا رغبت دلانا ارے بھائی فلاں کام کر لو سو اس سے مجھکو بڑی کلفت ہوتی ہے کیونکہ اسمیں ہر وقت یہ ہی خیال رہیگا کہ فلاں شخص اس کام کرنے پر راضی ہے یا نہیں اور اگر راضی ہو کر الگ ہو گیا تو کام کیسے چلیگا سو اس ضیق میں کون پڑے حق سبحانہ تعالیٰ ایسی ہی مشغولی اور تصدی کے متعلق فرماتے ہیں۔ اما من استغنی فانت لہ تصدی ۰ وما علیک الا یزکی ۰ واما من جاءک یسعی ۰ وھو یخشی ۰ فانت عنہ تلھی ۰ کلا انھا تذکرۃ ۰ فمن شاء ذکرہ۔ اور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء فتاتیھم بآیۃ اور ایک جگہ فرماتے ہیں ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون غرض جابجا قرآن میں مصرح ہے کہ اسکا شدید اہتمام نہ کیجئے کہ ہدایت ہو ہی جائے اور اس تعلیم خداوندی میں ایک راز ہے وہ یہ کہ آزادی اور اعتدال سے کام کرتا رہے ورنہ جو کام کر رہا ہے غلو کرنے سے کہیں تنگ ہو کر اسکو چھوڑ نہ بیٹھے اور اعتدال کی صورت میں ہمیشہ کر سکتا ہے اسی بناء پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس ثمرہ کے منتظر نہ رہنا جسکو اہل ظاہر ثمرہ کہتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ اور پر مغز تعلیم ہے چنانچہ یہ فرما کر کہ ولقد نعلم انک یضیق صدرک اس سے بچا دیا کہ ضیق صدر میں کیوں مبتلا ہوا جائے چھوڑ دیجئے اسکو جیسے لڑکا پڑھنا نہ چاہے اور استاد پڑھانا چاہے تو سخت کوفت ہوتی ہے بس اسکا علاج یہی ہے کہ ایک دو بار تقریر کر دے اور کہدے کہ جاؤ بھاڑ کو بلا ضرورت دوسروں کی فکر میں پڑنا اسکی نسبت ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دوسروں کی

۳۳

جوتیوں کی حفاظت کی بدولت کہیں اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دینا ہندوؤں کا ایک میلہ تھا وہاں کچھ عورتیں نہانے گئیں اور اپنا زیور اوتار کر ایک شخص کو دیدیا کہ اسکو طشت کے نیچے رکھکر اس طشت پر بیٹھے رہنا کسی نے دیکھ لیا اور پاس کو اس طرح گذرا کہ دو چار اشرفیاں ٹپکا کر آگے بڑھ گیا یہ محافظ انکو لینے کو اٹھا اُس چور کا ساتھی تیجے تھا بس طشت کو اٹھا کر سب زیور اڑا لے گیا بس یہی حالت ہوجاتی ہے اُس شخص کی بھی دوسروں کی اصلاح کی فکر میں خود کو بھی خراب کر لیتے ہیں جیسے لڑکے پڑھانے کی مثال میں لڑکے پر بلا ضرورت محنت ہوئی اور خود اپنا دماغ خراب کر لیا اور لڑکے کو کچھ نفع نہ ہوا۔

(ملفوظ ۲۸۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اکثر خرابیاں تعلقات کے بڑھانے کی ہیں انکو کم کرنا چاہئے میں نے تو صرف ایک تعلق کو مستثنےٰ کیا ہے یعنی تصنیف کے کام کو کہ اس سے خود کو بھی نفع ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہونچتا ہے اسی لئے علماء کا قول ہے کہ طول امل ہر چیز میں برا ہے الا فی العلم یہ استثناء اسلئے ہے کہ یہ آلہ ہے دین کا اور طول امل کی ممانعت ہے آلات فی الغفلت میں نیز یہ علم معین ہے ذکر اللہ میں جو کہ مقصود طریق ہے اور اپنے قویٰ کو دیکھکر کچھ روز سے یہ بھی چاہ رہا ہوں کہ تصنیف بھی بند کردوں مگر میں اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں ذکر کیلئے بھی قلب خالی نہ ہو اور تصنیف بھی نہ ہو سکے اگر ایسا ہوا تو اور کچھ اعمال تو ہیں نہیں شاید یہی عمل قبول ہو جاوے کہ تصنیف سے کوئی نیک بندہ منتفع ہو اور وہی ذریعہ نجات ہو جائے اسلئے میں اس عارض کی وجہ سے اسکو ذکر سے افضل سمجھتا ہوں گو فی نفسہ افضل تو وہی ذکر ہے اب رہا یہ کہ تصنیف اعمال متعدیہ میں سے ہے اور اسمیں مشغول ہونا افضل ہے یا اعمال لازمہ میں سو عقل تو اعمال متعدیہ ہی کو ترجیح دیتی ہے مگر طبیعت کا مذاق اعمال لازمہ کو ترجیح دیتا ہے

(ملفوظ ۲۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکبر شاہ کو جیسے عاقل لوگ ملے اگر ایسے لوگ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو ملتے تو نہ معلوم انکا ملک کہاں تک پہونچتا اب تو عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ نے خود ہی کیا جو کچھ کیا۔ باقی اکبر کو بھی بیدین ملے نیک نہ ملے اسلئے کوئی نفع نہیں ہوا۔

(ملفوظ ۲۸۸) ایک صاحب نے سوال کیا کہ میں قرضدار ہوں دعاء فرما دیجئے اور کچھ پڑھنے کو بتلا دیجئے فرمایا کہ یا مغنی بعد نماز عشاء گیارہ سو بار پڑھا کرو اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف

یہ عمل حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

(ملفوظ ۱۹۱) حضرت والا کے رسائل اور مواعظ کا ذکر تھا فرمایا کہ مجموعہ مواعظ اور رسائل کی تعداد اسوقت بفضلہ تعالیٰ پانچسو اکیاون ہے پھر فرمایا کہ بہشتی زیور کے گیارہ حصہ ہیں یہ سب ملکر ایک ہی رسالہ ہے اسی طرح تفسیر بیان القرآن کی بارہ جلدیں ملکر ایک ہی کتاب ہیں اس طرح پر اسقدر مجموعی تعداد ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اسقدر کام لے لیا ورنہ مجھمیں اتنی قابلیت کہاں تھی (اسکے بعد سنہ ۱۳۵۱ھ کے وسط تک پوری ساڑھے سات سو تصانیف ہوگئیں والحمد للہ)

(ملفوظ ۱۹۲) ایک صاحب نے موروثی کے متعلق کچھ ذکر کیا حضرت والا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میرے اساتذہ میں ایک بزرگ تھے ملا محمود صاحب اُن کے ایک بھائی تحصیلدار تھے اور تھے مرتشی مگر اُن کی بدلی نہیں ہوتی تھی ایک گنوار دیہاتی بڑا ٹھاٹھ چلا ہیں بدلی کرا کر آؤنگا اور یوں ہیں تھا اُسکے پاس یہ گنوار بنگئے پہونچا وہ ٹہل رہا تھا جا کر سلام کیا کلکٹر نے دریافت کیا نہ چودھری کیسے آئے کہا کہ تجھسے ایک بات پوچھوں ہوں یہ بتا کہ موروثی کسے کہیں ہیں کلکٹر نے جواب دیا کہ بارہ سال زمین جسکے قبضہ میں رہے اُسمیں حق موروثی ہو جاتا ہے پھر اُسکے قبضہ سے کوئی نہیں نکلوا سکتا کہا کہ میں بھی تیرے پاس اسی واسطے آیا ہوں یہ جو تحصیلدار ہے اسکو تحصیل میں گیارہ سال تو ہو گئے اگر ایک سال اور تحصیل میں رہگیا تو پھر نہ تیرے باپ سے جا اور نہ میرے باپ سے جا کلکٹر سمجھ گیا اور بعد تحقیق واقعات فوراً حکم تبادلہ کا بھیجدیا ان دیہاتیوں کی ذہانت بڑے غضب کی ہوتی ہے ان کے دماغ نہایت صحیح ہوتے ہیں ان کے پاس الفاظ تو ہوتے نہیں اسلئے کہ علم نہیں ہوتا مگر ترجمانی غضب کی کرتے ہیں

(ملفوظ ۱۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تشبہ بالنصاریٰ لوگوں کی گھٹی میں پڑگیا ہے اُنکی سی صورت انکا سا لباس اُنکی سی وضع قطع پھر قصد میں فرق کیا رہ گیا لیکن قدرتی فرق کہاں جاتا ہے گو ظاہر میں تشبہ کے کتنے ہی انتظام کرلو مگر قدرتی چیزوں میں برابری کیسے ہو سکتی ہے۔

۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۲۹۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگ ختم میں ایسے بھی دعا کرانے آتے ہیں جو واقع میں ظالم ہوتے ہیں مثلاً ابتدا ہیں خود مار پیٹ کی اور پھر دعا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کی رقم بد ختم میں داخل کرنا چاہئے یا نہیں اور ان کے لئے دعا کرنا جائز ہے یا نہیں ایسی حالت میں طالبان دعا سے کیا کہہ دیا کروں فرمایا کہ تم صرف یہ جواب دیدیا کرو کہ بھائی اول واقعہ بیان کر کے کسی عالم سے حکم شرعی پوچھلو کہ اسکے لئے دعا جائز ہے یا نہیں اگر وہ کہدیں اور ہمکو بھی انکی زبان سے سنوا دو تو ہم دعا کر دیں گے عرض کیا کہ میں تو عذر کر دیتا ہوں فرمایا کہ ایک تو لٹھ سا مارنا ہوتا ہے اور ایک سمجھانا ہوتا ہے تو عذر کی تفصیل بیان کر دینے کی ضرورت ہے تا کہ وہ بھی تو سمجھ جائے۔

(ملفوظ ۲۹۴) (ملقب بہ آداب التربیۃ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تربیت اور اصلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے اسمیں بڑے تجربہ اور فن کی ضرورت ہے شیخ کا ولی ہونا قطب ہونا بزرگ ہونا ضروری نہیں مگر فن سے واقف ہونا ضروری ہے ہاں فن جاننے کے ساتھ اگر ولایت اور بزرگی بھی ہو تو اسکی تعلیم میں خاص برکت ہوگی آجکل فن نہ جاننے کی وجہ سے لوگ بڑی گڑبڑ کرتے ہیں اور منزل مقصود سے تو بہت ہی دور رہتے ہیں مقصود کی ہوا تک بھی نہیں لگی ایک صاحب نے بذریعہ خط اپنے نفس کی اصلاح کی درخواست کی تھی اسپر میں نے لکھا کہ ہر ہر مرض کو ایک ایک کر کے لکھکر اسکا علاج پوچھو اسپر یہ مہمل جواب آیا میں حقیقت سے تو واقف ہوں مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھمیں مرض کیا کیا ہے اسپر میں نے لکھا کہ میری سمجھ میں بھی نہیں آیا کہ جب حقیقت کی تو خبر ہو اور مرض کی خبر نہ ہو اسپر جواب آیا اور بہت طویل تحریر لکھکر بھیجی جسمیں اپنی تمام سوانح عمری درج کی تھی آخر میں لکھا تھا کہ یہ میری حالت ہے اب آپ سمجھ لیں کہ کون کون مرض میرے اندر ہیں جو قابل علاج ہیں۔ اسپر میں نے لکھا کہ یہ طریقہ معالجہ کا نہیں ہے کہ ایک کتاب تصنیف کر کے بھیجدی تمنے میری پہلی بات کا ابتک جواب نہیں دیا اور اتنی بحر طویل لکھکر ایذا دی جب تم مرض کا ہونا نہ ہونا نہیں بتلا سکتے جو کہ خاص تمھاری حالت ہے تو اتنے دور سے میں کیسے سمجھ سکتا ہوں۔ اور اگر تمھارے نزدیک معلم کیلئے اتنی دور سے بے بتلائے ہوئے سمجھ لینا ضروری ہے اور میں اس سے قاصر ہوں تو تمکو یہ حق حاصل ہے کہ مجھے لکھو کہ جب تجھکو اتنا بھی سلیقہ

نہیں تو مجھ سے تعلق رکھنا ہی فضول ہے تو پھر میری طرف سے اجازت ہے کہ کسی اور سے تعلق کر دو
پھر فرمایا کہ یہ تو امور طبعیہ اور فطری ہیں کہ اپنی حالت کو آدمی اس طرح لکھے کہ جسکو دوسرا سمجھ
بھی تو لے یہ گول مول باتیں لکھنا یا کہنا کونسی عقلمندی کی بات ہے ایک ضروری بات یہ ہے
کہ آدمی جس کے پاس جاوے اور جس کام کو جاوے اس سے صاف کہدے انہیں کسی کی تعلیم
کی کون ضرورت ہے مثلاً بازار جاتے ہیں تو یہ نہیں کہتے کہ سودا دیدو بلکہ اس چیز کا نام لیتے ہیں کہ
نمک دیدو مرچ دیدو گرم مصالحہ دیدو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ اس چیز کا نام نہ لیں یا اسٹیشن پر جا کر
یہ نہیں کہتے کہ ٹکٹ دیدو اور اس مقام کا نام نہ لیتے ہو جہاں کا ٹکٹ لینا ہے بلکہ یوں کہتے ہیں
کہ نانوتہ کا ٹکٹ دیدو سہارنپور رامپور کا ٹکٹ دیدو وہاں ناقص کلام کو کافی نہیں سمجھتے مگر ان
ناتمام باتوں کی مشق کیلئے بیچارے ملّا ہی رہ گئے ہیں یہاں آکر کہتے ہیں کہ تعویذ دیدو اب یہ
کچھ نہیں کہ کس چیز کا تعویذ کیا ملا نے ان کے باوا کے نوکر ہیں کہ بیٹھے ہوئے پوچھا کریں مگر میرے
یہاں آکر انکا دماغ درست کر دیا جاتا ہے کہ ایسی بیہودگیوں پر روک ٹوک ہوتی ہے گو باہر جا کر
بدنام کرتے ہیں کہ بدخلق ہے سخت گیر ہے مگر اسکے ساتھ اپنے اخلاق حمیدہ اور نرم خوئی کا کوئی ذکر
نہیں کرتے کہ ہمنے بھی کسی کو ستایا ہے اور اذیت پہونچائی ہے یا نہیں ان لوگوں کے صاف
نہ کہنے پر صرف ایک یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ میں ان سے پوچھ لیا کروں کہ کیا کہتے ہو اور
میں یوں اسپر قادر بھی ہوں اور پوچھ بھی سکتا ہوں مگر پوچھتے ہوئے غیرت آتی ہے اسلئے کہ
جب ان نالائقوں کی یہ حالت ہے کہ ان کے قلوب میں اہل علم اور اہل دین کی وقعت
نہیں تو ہمیں ہی کون ضرورت ہے کہ ان سے چاپلوسی کریں یہ پوچھنا اس حالت میں میرے لئے موت
کی برابر ہے بلکہ ایک حیثیت سے موت محبوب ہے اور یہ تلخ ہے آخر یہ کس قاعدہ سے میرے ذمہ ہے
کہ کام تو اُسکا اور پوچھوں میں مجھکو ضرورت اور غرض ہی کیا ہے بہت سے بہت غیر معتقد ہو جائیں گے
سو میری جوتی سے ایسے بدفہموں کا تو غیر معتقد ہی ہونا بہتر ہے اور زیادہ سے زیادہ تکبر کا الزام
ہوگا مگر تملق کا تو الزام نہ ہوگا باقی مجھکو تو اس سے بھی مسرت ہوتی ہے کہ ایک بدفہم اپنی بدفہمی پر
مطلع تو ہوا۔ دوسری رسمی اور پیروں کے یہاں تو ایسے بدفہموں اور بدعقلوں کی بڑی آؤ بھگت
اور چاپلوسی ہوتی ہے خوشامدیں کیجاتی ہیں اور محض غرض کی بنا پر اور وہ غرض دنیا ہے جو اہل علم

اور درویشوں کی شان سے نہایت بعید ہے استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ جو یہاں کا
طرز ہے اپنے بزرگوں کا بھی طرز دیکھا اور یہی پسند بھی ہے میں تو اس طرز کے خلاصہ میں یہ کہا کرتا ہو
کہ اور جگہ برکت ہے میرے یہاں حرکت ہے۔ اور صنحین شیخ ہیں اور میں میخ ہوں یہاں پر تو گھن کی
چوٹ پڑتی ہے اگر لاکھ دفعہ خوشی پڑے آؤ ورنہ گھر بیٹھو اور جگہ دلجوئی ہوتی ہے میرے یہاں دلشوئی
ہوتی ہے اور جگہ ولایت قطبیت غوثیت ابدالیت تقسیم ہوتی ہے میرے یہاں انسانیت
آدمیت سکھائی جاتی ہے اگر ولی بننا بزرگ بننا قطب بننا غوث بننا ہو تو اور جگہ جاؤ انسان
بننا آدمی بننا ہو یہاں پر آؤ ایک شاعر نے خوب لکھا ہے ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند — ایں جملہ شدی ولے مسلماں نہ شدی

میں نے اسکو اس طرح بدل دیا ہے اسلئے کہ یہ جملہ سخت ہے کہ مسلمان نہ شدی ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند — ایں جملہ شدی ولیکن انساں نہ شدی

تو ولی بن سکتا ہے بزرگ بن سکتا ہے مگر انسان بننا بہت مشکل ہے مولوی ظفر احمد حضرت مولانا
خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب رح کو خواب میں دیکھ
عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں حضرت نے جواب میں فرمایا کہ صا
نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کراؤ اور اپنے ماموں سے کراؤ تب انھوں نے اس طرف رجوع کیا غرض بزرگی او
ولایت اور چیز ہے اور انسانیت اور آدمیت اور چیز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پر انسان بنایا جاتا ہے
اگر یہ طرز کسی کو ناپسند ہو یہاں نہ آئے اور کہیں جائے اور میں اس موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی — جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

اور میں یہ بھی بتلائے دیتا ہوں کہ انسانیت اور آدمیت بدون کسی کی جوتیاں کھائے ہوئے پید
نہیں ہو سکتی الا ماشاء اللہ اگر کسی کو خداداد فہم سلیم عطا فرمایا گیا ہو تو یہ دوسری بات ہے مگر اک
یہی ہے کہ جوتیاں کھانیکی ضرورت ہے اور ایسا نہ ہونا مصداق ہے النادر کالمعدوم کا اور میں
اس موقع پر ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ مربا جبھی بنتا ہے کہ پہلے سیب کو خرید کر لاتے ہیں پھر اسک
چاقو سے چھیلکر اسکا چھلکا الگ کرتے ہیں اور جو کہیں داغ ہوتا ہے اسکو چاقو کی نوک سے جد
کرتے ہیں پھر ایک دیگچی میں پانی بھر کر چولھے پر رکھکر اور آگ جلا کر اور اسمیں ان صاف شدہ سیب ک

جوش دیتے ہیں ما بعد اسکو اُتار کر ٹھنڈا ہو جانیکے بعد اسکو پھر چاقو کی نوک سے کوچتے ہیں تاکہ قوام اُسکے اندر اتر جائے اُسکے پھر قوام تیار کرکے اسمیں اسکو ڈالتے ہیں اور پھر کئی روز ایک مرتبان میں بند رکھتے ہیں تب جاکر یہ مربا اس قابل ہوتا ہے کہ جس غرض سے طبیب نے اسکو بنلایا ہے اُسکے لئے مفید ہوسکے تو اس طرح مربا بنکر پھر کہیں طبیعت کا مرتی بننے کے قابل ہوسکتا ہے۔ اگر ہر کوچنے پر وہ سیب ہاتھ سے نکلکر بھاگنے لگے اور اُسکی برداشت نہ کرسکے تو بس بن چکا مربا اسی طرح اگر شیخ کی ہر ڈانٹ اور ڈپٹ پر طالب کے دل میں کدورت پیدا ہو اور برداشت نہ کرسکے تو بن چکے مرنی ایک حکایت حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں بیان فرمائی ہے اسمیں ایک شخص کا اپنی کمر پر شیر کی تصویر گودوانے کیلئے جانا اور ہر سوئی کے کوچنے پر یہ کہنا کہ یہ کیا بناتا ہے اور اُس کا بتلانا کہ یہ کان بناتا ہوں سر بناتا ہوں پیٹ بناتا ہوں دم بناتا ہوں اور اسکا یہ کہنا کہ یہ شیر کا نقش کوئی سنیگا تھوڑا ہی یا کھائیگا تھوڑا ہی بابے دم کا شیر نہیں ہوتا اور اسپر اُس گودنے والے کا سوئی ہاتھ سے پھینککر یہ کہنا ؎

شیر بے گوش و سر و اشکم کہ دید	این چنین شیرے خدا ہم نافرید
گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی	پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
چوں نہ داری طاقت سوزن زدن	پس تو از شیر ژیاں ہم دم مزن

مفصلاً مذکور ہے۔

تو صاحب اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہوسکتی ہے بدون طریقہ تو کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ کام بھی انجام کو نہیں پہونچ سکتا۔ اور دوسرے پیروں کے یہاں جوان لوگوں کی بھگت ہے ان میں بعض کی نیت تو صالح ہوتی ہے مزاحاً فرمایا کہ اور بعض کی خسر ہوتی ہے جنکی صالح ہوتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ ہمسے لگے بندھے رہیں کہیں کسی بدعتی وغیرہ کے ہاتھ میں جاکر نہ پھنس جائیں خیر اپنا اپنا مذاق ہے مجھکو تو اس سے غیرت آتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ دین انکا محتاج ہے دین انکا طالب ہے، اور یہ اُس کے مطلوب ہیں اور میں سبکو مشورہ نہیں دیتا سب اپنے اخلاق ایسے بنالیں مگر مجھے بھی معاف رکھیں اور جنکی نیت خسر ہوتی ہے اُسکا تو نہایت ہی مذموم ہے بلکہ نہایت ہی مردود وہ یہ کہ اگر ہمنے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا

تو یہ غیر معتقد ہو جائیں گے اور جو خدمت کرتے ہیں وہ نہ کریں گے بس یہ لوگ تو ہر وقت اینٹھتے
ہی رہتے ہیں اور پیروں کی طرف سے انکا تعلق ہوتا ہے سو یہ درجہ تو نہایت ہی برا ہے ہمارے
حیدرآبادی ماموں صاحب تھے تو ہمارے مسلک کے خلاف غالی صوفی تھے مگر دوکاندار نہ تھے
اور اکثر انکی باتیں بڑی حکیمانہ ہوتی تھیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ حیدرآباد دکن کے امراء تو جنتی ہیں اور
مشائخ وہاں کے دوزخی اسلئے کہ امراء جو تعلق رکھتے ہیں مشائخ سے وہ محض اللہ کے واسطے ہے اور مشائخ
جو تعلق کرتے ہیں امراء سے یہ دنیا کے واسطے ہو واقعی بڑے کام کی بات فرمائی ایسا ہی ہو رہا ہے
ایک ایسے ہی مرید نے اپنے ایسے ہی پیر سے خواب بیان کیا کہ حضرت رات میں نے ایک خواب
دیکھا ہے کہ گویا میری انگلیاں تو پاخانہ میں بھری ہیں اور آپ کی شہد میں پیر صاحب سنکر آپے
سے باہر ہو گئے کہ ٹھیک تو ہے تو دنیا کا کتا تیری حالت کی ایسی ہی مثال ہے جیسے پاخانہ اور
ہم اللہ والے بزرگ ہیں ہماری حالت کی مثال شہد کی سی ہے مرید کوئی بڑا ہی مسخرہ اور ظریف
تھا کہنے لگا کہ حضرت نے تعبیر میں جلدی فرمائی ابھی خواب پورا نہیں ہونے پایا فرمایا کہ بیان کرو
آگے کیا باقی ہے اس نے کہا کہ یہ بھی دیکھا کہ تمہاری انگلیاں تو میں چاٹ رہا ہوں اور میری انگلیاں
تم چاٹ رہے ہو بس پیر صاحب گم ہو گئے تعبیر وغیرہ سب ختم ہو گئی اب یہ خواب واقعی ہو یا نہ
ہو مگر واقع یہ ہے کہ اس نے اس حکایت میں معاملہ کی حقیقت کو ظاہر کر دیا کہ ہم تم سے دین کی وجہ
سے تعلق رکھتے ہیں جو مثل شہد کے ہے اور تم ہم سے دنیا کی وجہ سے تعلق رکھتے ہو جو مثل پاخانہ کے ہے
اور ان عوام بیچاروں کی اتنی خطا نہیں ان کے اخلاق تو خوشامد کر کے خراب کر دیئے گئے ہیں ورنہ
وہ پھر بھی ان پیروں سے زیادہ عقل سمجھتے ہیں۔ نواب عمر خاں کے پاس جب وہ حج کو جا رہے تھے
جہاز میں ایک بہت بڑا افسر انگریز مزاج پرسی کو آیا نواب صاحب نے نہایت بے رخی کے ساتھ
ملاقات کی لیٹے ہوئے تھے بیٹھے تک نہیں وہ کھڑا رہا اور جو سوال اس نے کیا نہایت روکھا
جواب دیا جب وہ چلا گیا تو سہارنپور کے ایک رئیس نے نواب صاحب سے عرض کیا کہ خانصاحب
یہ آپکا مہمان تھا گو کافر تھا ...... مگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود کفار کی بھی
جبکہ وہ مہمان ہوئے مدارات فرمائی ہے اسلئے آپکو بھی مہمان ہونیکی حیثیت سے مدارات اور
احترام کرنا مناسب تھا نواب صاحب تھے [illegible] جواب دیا کہ الفاظ تو دیہاتی تھے مگر

۴۰

مقصود صحیح تھا جواب یہ دیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تو پیغمبری کرنا تھی مجھکو پیغمبری کرنا تھوڑا ہی ہے یہ جواب بظاہر بڑا بے ادبی کا ہے مگر حاصل اور مدلول اُسکا صحیح ہے کہ اسوقت تالیف قلوب کی ضرورت تھی اور اب ضرورت نہیں رہی البتہ ایک جگہ اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو وہاں اب بھی تالیف قلب مناسب ہے باقی جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں ان عرفی اخلاق کی ضرورت نہیں۔ سو دیکھئے اس دیہاتی پٹھان نے ان رعایات کا محل سمجھا مگر یہ پیر نہیں سمجھتے۔

(ملفوظ ۱۶۷) (ملقب بہ آداب الفقیر) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر انسان میں عبدیت پیدا ہو جائے تو وہ انسان ہے ورنہ حیوان سے بھی بدتر ہے بل ھم اضل میں اسکی تصریح ہے اسی کے متعلق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بصورت آدمی انسان بُدے — احمد و بوجہل ہم یکساں بدے

ایسا نیت حقیقی یہی ہے کہ عبدیت ہو فنا ہو افتقار ہو انکسار ہو عجز ہو کیونکہ یہ سب علامات ہیں عبد کامل کی اگر اس راہ میں چلکر بھی یہ باتیں نہ پیدا ہوئیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ بالکل محروم اور ناکام ہے کیونکہ محض ظاہری صورت اور لحم و پوست کو آدمیت سے کیا تعلق اسکے متعلق بھی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست — آدمیت جز رضائے دوست نیست

غرض عبدیت بڑی چیز ہے جسمیں بعض آثار یہ ہیں کہ بعض مرتبہ جسوقت عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے اُسوقت کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے بھی غیرت معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ اس نسبت میں ظاہراً دعوے کی سی شان معلوم ہوتی ہے۔ اسی عبدیت کی بدولت فنا و افتقار و انکسار عجز پیدا ہوتا ہے اور ہر وقت اسکے اندر ایک احتیاج کی سی کیفیت غالب رہتی ہے جو عین مقصود اور مطلوب ہے شیخ اسی کیفیت کے پیدا کرنے کی طالب کے اندر کوشش کرتا ہے تاکہ اسکے اندر سے دعوے کی سی شان جاتی رہے کیونکہ تجربہ ہے کہ بدون ہو شہر کے اسمیں استحکام نہیں ہوتا جسکی ایک نظیر یاد آئی کہ ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ حضرت میرا ارادہ ہے کہ میں نوکری چھوڑ دوں اگر اجازت ہو حاصل یہ تھا کہ توکل اختیار کروں اُسوقت حضرت مولانا مطبع مجتبائی میرٹھ میں دس روپیہ کے ملازم تھے اب دیکھئے

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا جواب فرماتے ہیں کہ مولانا یہ پوچھنا خود دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں ترک اسباب کرنا موجب تشویش ہوگا اور جب پختگی کی حالت پیدا ہو جائیگی تو اسوقت پوچھنا تو درکنار اگر کوئی تمکو روکے گا بھی تب بھی رسے توڑا کر بھاگو گے اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ شیخ اسی استحکام آثار کیلئے عبدیت کے راسخ کرنیکی کوشش کرتا ہے تاکہ اس سے آثار میں استحکام ہو ورنہ بدون کیفیت کے رسوخ کے گاڑی چلنا مشکل ہوتا ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک صورت تو یہ ہے کہ انجن کے ذریعہ سے گاڑی چلتی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ کبھی اسٹیشن پر دیکھا ہو کہ مال وغیرہ کے ڈبوں کو مزدور لائن پر دھکیلتے ہیں تو فقدان کیفیت کی مثال مزدوروں جیسی اور کیفیت پیدا ہو جانیکی مثال انجن جیسی ہے بس شیخ اسی کی کوشش کرتا ہے اور شیخ کی خدمات میں سب سے صعب ذرت یہ ہے کیونکہ اس کی تکمیل کیلئے شرط ہے شیخ و طالب میں مناسبت اور مناسبت کی عقلاً دو صورتیں ہو سکتی تھیں ایک شیخ کو طالب کے مقام پر تنزل کرنا دوسرے طالب کو اپنے مقام پر لیجانا اول میں شیخ کو مشقت ہوتی ہے اور طالب کو سہولت اور ثانی میں بالعکس مگر شیخ کی شفقت و کمال کا مقتضا پہلی صورت ہے اسلئے وہ اسکو اختیار کرتا ہے پس شیخ کیلئے وہ وقت جبکہ وہ طالب کے مقام کی طرف نزول کرتا ہے بہت سخت ہوتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کا نزول اس سے بھی سخت ہوتا ہے کیونکہ بوجہ بعد بعید کے انکو زیادہ تنزل کرنا پڑتا ہے خصوص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نزول پھر جبکہ مخاطب اس نزول کی قدر بھی نہ کرے تو وہ اس عارض کی وجہ سے اور بھی سخت ہو جاتا ہے اسی لئے حضور صلعم فرماتے ہیں کہ مجھکو سب انبیاء سے زائد اذیت ہوئی ہے اور یہ مشقت اسپر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا فطری امر تھا تسہیل الصعاب ورنہ دشواری کی کوئی حد ہی نہ رہتی۔ تو شیخ کا یہ بڑا ہی کمال ہے کہ طالب کے مقام پر نزول کرکے آتا ہے طالب کو اپنے درجہ پر نہیں لیجاتا جیسے ایک طالب علم میزان پڑھتا ہے اور ایک بہت بڑا علامہ اسکو پڑھاتا ہے تو وہ علامہ اسکے مقام کی طرف نزول کریگا تب اسکو نفع ہوگا طالب علم کو اپنے مقام کی طرف نہ لیجائیگا اسکے مناسب ایک واقعہ یاد آیا کہ ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں فرمارہے تھے کہ بلا بھی نعمت ہے اور لوگ اس تقریر سے متاثر ہو رہے تھے عین اسوقت

میں ایک شخص آیا جسکے ہاتھ میں کسی دوسرے شخص نے لڑائی کے وقت کاٹ لیا تھا اور اُسکی وجہ سے تمام ہاتھ ورم کر آیا تھا اور اُسکو سخت تکلیف تھی اُس نے آکر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت دعار فرما دیجئے کہ میری یہ تکلیف جاتی رہے میں بھی اُس مجلس میں موجود تھا اب مجھکو طالبعلمانہ شبہ ہوا کہ حضرت ابھی ثابت فرما چکے ہیں کہ ہر مصیبت اور بلار و تکلیف خدا کی نعمت ہیں اب اس درخواست کے بعد دو ہی صورتیں ہیں اگر اسکی صحت کیلئے دعار کی تو وہ نعمت کے رفع ہونیکی دعار ہوگی اور اگر دعار نہ کی تو یہ منصب شیخ کے خلاف ہوگا کہ حضرت اُسکو مقام تلذذ بالنعمت پر لیگئے جس سے اُسکو ذرا بھی مناسبت نہیں تو اس صورت میں حضرت عام مخلوق کے کام نہ آئے حضرت نے معمول کے خلاف اعلان کی ساتھ فرمایا کہ سب اس شخص کیلئے دعار کریں اور با آواز بلند دعار فرمانا شروع کی کہ اے اللہ یہ ہم جانتے ہیں کہ یہ بلار بھی نعمت ہے مگر ہم لوگ اپنے ضعف تحمل کے سبب اس نعمت کی برداشت نہیں کرسکتے اسلئے آپ اپنی رحمت سے اس نعمت بلار کو نعمت صحت سے مبدل فرما دیجئے مجھکو اُسوقت نہایت ہی حیرت ہوئی ۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان تحقیق ہر امر میں عجیب و غریب تھی ایک مرتبہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے واپسی قسطنطنیہ کے بعد حضرت سے کہا کہ سلطان عبد الحمید خان صاحب میں ایسی ایسی خوبیاں ہیں اگر آپ کہیں تو سلطان سے آپکا بھی تذکرہ کردں حضرت نے فرمایا کہ غایت ما فی الباب اس تذکرہ سے وہ میرے معتقد ہو جائیں گے پھر اس اعتقاد کا کیا نتیجہ ہوگا صرف یہ ہوگا کہ وہ مجکو آپ کی طرح بلائیں گے جسکا حاصل یہ ہوگا بیت اللہ سے بُعد ہوگا اور بیت السلطان سے قرب مگر اس ارشاد میں بظاہر ایک دعویٰ اپنے بڑے اور سلطان کے چھوٹے ہونیکا معلوم ہوتا تھا ساتھ ہی کیا اچھا تدارک فرمایا کہ آپ سلطان کو عادل بتلاتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ سلطان عادل کی دعار مستجاب ہوتی ہے سو اگر ممکن ہو میرے لئے اُن سے دعا کرا دیجئے مگر اُسکا یہ طریق تو عرفاً مناسب نہیں کہ ایک فقیر کیلئے سلطان سے دعار کو کہا جائے سو مناسب صورت یہ ہے کہ اُن سے میرا سلام کہدینا وہ اُسکا جواب دینگے بس وہی جواب دعار ہو جاوے گی ۔

(ملفوظ ۲۹۶) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی میں جتنا کمال ہوتا جاتا ہے اتنی ہی اُسکے معاملات

ہیں مقالات میں سلاست آتی جاتی ہے جب انتہائی کمال حاصل ہوتا ہے تو اُس وقت یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ عالم بھی ہے یا نہیں اُسکی تائید میں مولوی عبید اللہ ناظم موتمر الانصار کا ایک مقولہ بیان فرمایا کہ وہ جب یہاں آئے تو مجھسے کلید مثنوی کی تکمیل کی فرمایش کی میں نے عذر کیا کہ لیاقت علمی تو کبھی مجھکو حاصل ہی نہیں ہوئی مگر اب تو اصطلاحیں وغیرہ بھی سب بھول بھال گئے وہ لفظی علم بھی غائب ہو گیا انھوں نے کہا کہ علم کا تو وہی وقت ہے جب یہ اصطلاحیں بھلا دیجاویں

(ملفوظ ۲۹۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون واقفیت فن کے آدمی ہمیشہ غلطیوں میں مبتلا رہتا ہے اور حقیقت کا پتہ نہیں چلتا مجھکو پچھلے دنوں کچھ بدخوابی کی شکایت ہو گئی تھی ایک حکیم صاحب سے حالت عرض کرتا وہ کچھ تجویز کر دیتے مگر کچھ نفع نہ ہوتا تو میں نے سمجھا یہ توجہ سے نہیں بتلاتے سرسری یاد سے کچھ کہدیتے ہیں لاؤ ہم ہی کتاب میں دیکھ لیں یہ سوچکر میں نے ایک روز حکیم صاحب سے کہا کہ مجھکو شرح اسباب دیدیجئے میں خود اپنے حالات پر اُس بحث کو منطبق کر لونگا انھوں نے کتاب دیدی میں لیکر گھر آیا اور دیکھنا شروع کیا تو اُس مرض کے جتنے اسباب اُسمیں لکھے تھے میں نے دیکھا کہ سب میرے اندر موجود ہیں اب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کونسے سبب کا علاج تجویز کروں میں نے کتاب لیجا کر حکیم صاحب کو حوالہ کی اور کہا کہ یہ کتاب آپ ہی کے کام کی ہے ہمارے کام کی نہیں اور اب یہ معلوم ہوا کہ کچھ کچھ اسباب تو سب ہی ہوتے ہیں مگر معتدبہ درجہ میں جو سبب ہوتا ہے وہی مرض میں موثر ہوتا ہے اُسکو اہل فن ہی سمجھتے ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے اُسکی وجہ یہ ہے کہ وہ فن سے واقف ہیں ہم فن سے واقف نہیں غرض بدون فن کی مہارت اور واقفیت کے کسی فن میں دخل دینا دخل در معقولات کا مصداق ہے۔

(ملفوظ ۲۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات چشتیہ کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو سب غیر اللہ سے ذہول ہو گیا تھا ایک کے سوا سبکو فنا کر دیا تھا اس فنا کے غلبہ میں بعض وقات بعض اہل ظاہر کو ان حضرات پر شبہ ہو گیا ہے خلاف شریعت عمل کرنیکا حالانکہ واقعی شان اُنکی بالکل اسکی مصداق ہے واصطنعتك لنفسی یعنی اللہ نے تمکو اپنا بنا لیا اسی شیخ کی ایک مثال ہے کہ شدت شوق میں تمام شب جاگے اُسکو اہل ظاہر نے خلاف سنت میں داخل کیا اور بدعت کہا حالانکہ حقیقی عشاق پر اعتراض کرنا ہی بدعت ہے گو بعض اہل ظاہر نے کثرت عبادت

کو بدعت کہا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ مگر وہ حضرات
بھی اس ہی آیت سے استدلال کرتے ہیں اُنکے لئے اسکا مدلول اسکا عکس ہے آیت وہی ہے
وہ استدلال میں یوں کہتے ہیں کہ اگر ہم کثرت سے عبادت نہ کریں تو ہلاک ہو جائیں تو تقلیل
عبادت تہلکہ ہے کیسا عجیب اور لطیف استدلال کیا ہے جسکا معترض کے پاس کوئی معقول
جواب نہیں۔ یہ استدلال حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کا ہے سبحان اللہ۔

(ملفوظ ۲۹۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگ ذکر کیلئے نیند کا علاج کرتے ہیں
تاکہ نیند میں کمی اور ذکر میں بیشی ہو یہ جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ اگر نیند حد اعتدال سے بڑھی ہوئی
ہو تو مرض ہے علاج ضروری ہے اور اگر اعتدال پر ہو تو اُسکی کمی کی سعی کرنا اپنے کو ہلاکت اور
مرض میں ڈالنا ہے عرض کیا کہ بعض کہتے ہیں کہ ہمکو کم سونے سے تکلیف ہی نہیں ہوتی فرمایا
کہ گو حال میں نہ ہو مگر مآل میں مثلاً بڑھاپے میں اسکا نتیجہ بُرا ہو گا اور مضر ہو گا۔

(ملفوظ ۳۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بیچ کے معتقدین بڑے غضب کے ہوتے ہیں حاجی
محمد عابد صاحب راندن ہمارے اکابر کے مجمع میں رہنے والے تھے مگر ان مصاحبین اور
مقربین کی بدولت ایک زمانہ میں تفریق ہو گئی تھی میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ مقربین مکربین مبنی
للفاعل بنجاتے ہیں انھوں نے ہماری جماعت پر یہ الزام لگایا کہ حضرت یہ تو حضور صلے اللہ
علیہ وسلم کی تنقیص کرتے ہیں نفس ذکر رسول کو حرام کہتے ہیں بس اس روایت کی تصدیق کرنے
سے فتنہ بڑھ گیا اور یہ روایت کا سلسلہ ایسا زہر ہے کہ اسی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں لوگوں نے جنگ کرا دی بیچارے حاجی محمد عابد صاحب کیا
چیز تھے۔ البتہ اپنے بزرگوں میں خصوصیت کی ساتھ بڑے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ
علیہ اور مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں یہ سلسلہ روایت کا بالکل نہ چلتا تھا
پھر اسمیں بھی ایک فرق تھا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو سب کچھ سن لیتے پھر
فرما دیتے کہ وہ شخص ایسا نہیں ہے میں خوب جانتا ہوں تم جھوٹ بولتے ہو اور حضرت مولانا
محمد قاسم صاحب شروع ہی نہ سنتے تھے۔ میرے یہاں بھی بحمد اللہ ایسی روایات کا سلسلہ نہیں ہے

(ملفوظ ۳۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت اور عشق کی شان ہی جداگانہ ہے اسمیں

رسمی علم اور عدم علم کی قید نہیں - مدینہ طیبہ میں ایک ترکی صاحب طریقت تھا ذاکر تھا کسی باطنی مقام پر الجھ گیا اسلئے مزار مبارک پر کھڑا ہوا عرض معروض کیا کرتا تھا مگر کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوئی اسی دوران میں ایک بدوی مزار مبارک پر حاضر ہوا اور نہایت بیباکانہ عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نبی ہیں اور امت پر شفیق ہیں اگر یہ صحیح ہے تو ہمارے یہاں خشک سالی ہے اسکی وجہ سے پریشانی کی حالت ہے بالکل بارش نہیں آپ دعا فرمائیں اگر بارش ہو گئی تو ایک مشکیزہ گھی کا آپ کی نذر کرونگا یہ گستاخانہ معروض مسجد شریف کے محافظ لوگ سنکر چھڑیاں لیکر مارنے کو دوڑے وہ بھاگا جب مسجد سے باہر گیا تو وہ گاؤں قریب تھا اس نے دیکھا کہ بدلی کا ایک ٹکڑا اس بستی کی طرف چھایا ہوا ہے اور بارش ہو رہی ہے تو کہتا ہے کہ واقعی حضور نبی ہیں اور سچے نبی ہیں اور امت پر شفیق ہیں خود نادار تھا مگر کسی سے قرض لیکر گھی کا ایک مشکیزہ خرید کر پھر مزار شریف پر آیا اور ادھر ادھر دیکھکر نظر بچا کر مشکیزہ مزار مبارک پر لگا کر گھی بہا کر بھاگ گیا کیا چیز تھی اسکے قلب کے اندر اللہ اکبر یہ تو اس عامی بے علم کا حال تھا اب اس ترکی کی سنئے جو صاحب طریقت تھا کہ یہ رنگ دیکھکر شکایت اور ناخوشی ظاہر کر کے یہ کہکر چلدیا کہ آپ کو بھی حمیت قومی یعنی عربی کا کام ہو گیا! ترکی کا نہ ہوا

۳۰۲ (**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عشاق سے عرفی عقل کوسوں دور بھاگتی ہے نری عقل اس راہ میں راہزن ہے جبتک محبت نہ ہو نری عقل سے کیا کام چلتا ہے یہاں تو دیوانہ ہو کر چلنے کی ضرورت ہے اور اس دیوانہ کی یہ شان ہوتی ہے فرماتے ہیں ؎

باز دیوانہ شدم من اے طبیب　　باز سودائی شدم من اے حبیب

اس عقل کو تو شریعت کے تابع رکھنا چاہئے جبتک شریعت کے تابع ہے خیر ہے ورنہ یہی وبال جان ہے ایسی ہی عقل کے متعلق فرماتے ہیں ؎ آزمودم عقل دور اندیش را + بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

۳۰۳ (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں ایک مدرسہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب کوئی مریض

اسدرجہ تک پہونچ جائے کہ اُسکی صحت سے اور حیات سے مایوسی ہو جائے تو اسکو خدا کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور پرہیز توڑوا دیا جاتا ہے تو یہ مدرسہ اسی درجہ تک پہونچ گیا ہے اُسکی روح ختم ہو چکی ہے گو مادی ترقی باقی بھی ہو اسی مضمون کے متعلق میں نے فلاں بزرگ مہتمم مرحوم سے کہا تھا کہ اگر مدرسہ ان مفاسد کے ساتھ باقی بھی رہا اور مادی ترقی بھی کی اور روح باقی نہ رہی تو اسکی ترقی اس حالت میں ایسی ترقی ہوگی جیسے مرنے کے بعد لاش پھول جاتی ہے مگر تھوڑے ہی دنوں میں پھٹ بھی جاتی ہے اسوقت تماشا ہوگا کہ محلہ بھر کو کیا بلکہ بستی تک کو اور بستی سے بھی آگے بڑھ کر قرب وجوار کو بدبو سے خراب کرے گی۔ ہاں اگر روح باقی ہو اور ساتھ ہی مریض کا جسم کمزور ولاغر ہو گیا ہو تو اُسکا علاج ہونا بھی ممکن فربہ ہونا بھی ممکن اور ایسا فربہ اور موٹا ہونا محمود ہے نہ کہ آماس کی فربہی۔

(ملفوظ ۳۰۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نماز آنکھیں بند کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ اگر تحصیل خشوع کیلئے ہو جائز ہے فقہاء نے جائز لکھا ہے مگر سنت یہی ہے کہ آنکھ کھولکر پڑھے تو اجتماع خواطر میں کمی ہو جو کہ غیر اختیاری ہے غرض آنکھ بند کر کے نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہوگا عرض کیا کہ ذکر میں تو آنکھ بند کرنا خلاف اولیٰ نہ ہوگا فرمایا نہیں نماز میں آنکھ بند کرنے کے متعلق ایک عجیب حکایت یاد آئی ہمارے حضرت رح کے مخصوصین میں سے ایک صاحب کشف نے تکمیل خشوع کے لئے آنکھ بند کر کے نماز پڑھی پھر بعد فراغ نظر کشفی سے اُس طرف توجہ کی تو نماز منکشف ہوئی نہایت حسین صورت میں مگر دیکھا کہ اندھی ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجمالاً عرض کیا کہ میں نے نہایت خشوع کے ساتھ نماز پڑھی تھی مگر یہ صورت نظر آئی حضرت نے فوراً فرمایا کہ آنکھ بند کر کے نماز پڑھی ہوگی عرض کیا جی فرمایا کہ یہ فعل سنت کے خلاف کیا یہ اُسکے سبب سے ہوا انھوں نے دفع خطرات کی مصلحت بیان کی اسپر فرمایا کہ اگر آنکھ کھول کے نماز پڑھتے اور اسمیں خطرات آتے وہ نماز افضل واکمل ہوتی اس آنکھ بند کر کے پڑھنے سے جسمیں نہ خطرات آئے اور نہ انتشار ہوا شیخ ایسا مبصر ہونا چاہئے اس مبصر ہونے پر ایک دوسرا واقعہ بیان فرمایا کہ ایکمرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ ذکر پورا نہیں ہوتا شروع کرتے ہی قلب پر بیحد ثقل ہوتا ہے

زبان بند ہو جاتی ہے فرمایا کہ یہ نقل وہ نقل ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت ہوتا تھا آپ پر علوم نبوت فائض ہوتے ہیں کیا عجیب اور غامض تحقیق ہے -

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تھانہ بھون ہے تو چھوٹی جگہ مگر اسمیں بڑے بڑے صاحب کمال گذرے ہیں دین کے اعتبار سے بھی اور دنیاوی فنون کے اعتبار سے بھی وہ لوگ جنھوں نے یہاں کی تعمیرات بنوائیں یہ سب مقربان شاہی ہیں سے تھے اسلئے تعمیرات بھی شاہی نمونہ کی بنوائیں گو جگہ تو یہ ہمیشہ چھوٹی ہی رہی مگر طرز وہی رہا جو شاہی تعمیرات کا تھا چنانچہ شہر پناہ کی فصیل بھی تھی دروازے بھی تھے اُن دروازوں کے الگ الگ نام تھے بعض لوگوں نے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں آبادی اسکی اڑتالیس ہزار تھی مگر غدر سے قبل بھی چھتیس ہزار رہگئی تھی اور گھٹتے گھٹتے اب قریب سات ہزار کے ہے آبادی کا طرز بھی عجیب طریق پر ہے ہندو الگ مسلمان الگ پھر ہندوؤں میں بھی قانون گو الگ بنئے الگ برہمن الگ اسی طرح چھوٹی قومیں بھی الگ الگ اور اسی طرح کی مسلمانوں کی آبادی ہے کہ شیوخ الگ سادات الگ راجپوت الگ البتہ اب کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے - یہاں ایسے ایسے اہل کمال لوگ تھے ایک شخص تھے عبدالرحمن چابک سواری کا کام کرتے تھے ایک بنئے سے اُسکا گھوڑا اسد ہانے پر پانچسو روپیہ ٹھہرے مگر اُس نے براہ بدعہدی صرف تین سو روپیہ دینا چاہا انھوں نے مجبور ہو کر تین سو ہی روپیہ لیکر دعادی اور کہا کہ لالہ جی آپنے بڑی قدردانی کی گو وعدہ خلافی بھی کی مگر خیر اچھا لاؤ کیا یاد رکھو گے گھوڑے میں ایک ہنر رہگیا ہے لاؤ وہ بھی سکھلادوں لالہ جی بہت خوش ہوئے کہ بڑا سستا کام ہو گیا اور مکمل ہو گیا اور گھوڑا سپرد کر دیا یہ لیکر چلے آئے اور وہ ہنر سکھا کر سپرد کر آئے وہ ہنر کیا تھا جو سکھایا کہ جسوقت لالہ سوار ہو کر کہیں کو جائیں تو گھوڑا سیدھا گاؤ قصاب کی دکان پر پہونچ جاتا اور جب تک لالہ گوشت نہ خریدلیں دکان سے نہ ہٹتا آخر مجبور ہو کر لالہ جی نے کہا کہ میاں صاحب وہ دو سو بھی لیلو اور چاہے دس بیس اوپر لیلو مہربانی کرو بڑا عجیب ہنر سکھایا ہے اس ہنر کو نکالو کہا کہ لاؤ بقیہ دو سو روپیہ گن دو لالہ جی نے ادا کر دئے انھوں نے ایک ہی دن میں یہ عادت گھوڑے کی چھوڑا دی - ایک اور حکایت ہے کہ ایک شہسوار کہیں باہر سے آیا اپنے فن میں کمال رکھتا تھا ان عبدالرحمن سے اظہار کمال میں اُسکا مقابلہ ٹھہرا

جسکی صورت یہ قرار پائی کہ موضع غوث گڑھ متصل تھانہ بھون کے کنوئیں پر جسکا محیط ۴۲ ہاتھ کا ہے ایک شہتیر بچھوا کر اسپر سے علی التعاقب گھوڑوں کو گذارا جائے چنانچہ اول اُس مسافر شہسوار نے اُسپر اپنا گھوڑا چڑھا دیا ابھی وہ اُسکو عبور نہ کرنے پایا تھا کہ اس طرف سے میاں عبدالرحمن نے اپنا گھوڑا چڑھا دیا اب بیچ کنوئیں پر دونوں گھوڑے منہ ملائے اس شہتیر پر کھڑے ہیں میاں عبدالرحمن نے اُس شہسوار سے کہا کہ اب دونوں کے عبور کی تو کوئی صورت نہیں یہی ہو سکتا ہے کہ دونوں گھوڑوں کو لوٹاؤ مسافر نے کہا کہ میں تو اتنا کمال نہیں رکھتا کہ میں گھوڑے کو یہاں سے اولٹا واپس کر سکوں عبدالرحمن نے اپنے گھوڑے کے لگام کو اشارہ کیا گھوڑے نے فوراً اپنے دونوں اگلے پیر اُٹھا کر اور پچھلے دونوں پیروں پر گھوم کر پشت کی طرف منہ کر اور شہتیر سے گذر کر کنوئیں سے الگ جا کھڑا ہوا اس کمال پر لوگوں کو حیرت ہو گئی واقعی تھی بھی بڑے کمال کی بات ۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت والا نے چند مہمانوں کو جو پورب کی طرف کے رہنے والے تھے اپنی طرف متوجہ کر کے فرمایا کہ دیکھئے یہ تو ہماری حالت ہے کہ ہم الحمد للہ بزرگوں کا نہایت درجہ کا ادب احترام کرتے ہیں مگر پھر بھی کانپور میں مخالفین نے یہ مشہور کیا ہے کہ میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کا پاخانہ بنوایا میں نے سنکر کہا کہ یہ تو صغریٰ ہے اور کبریٰ کیا ہوا وہ یہ کہ جو حجرہ کا پاخانہ بنوائے وہ عاصی ہے سو اس کبریٰ کی کیا دلیل ہے شریعت سے اسمیں کیا قباحت ہے محبت اور ادب تو اور چیز ہے میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ شریعت کا کیا حکم ہے ۔ یہ بتلاؤ فتویٰ دو ۔ اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے پاخانہ کا حجرہ بنوایا ہے حجرہ کا پاخانہ نہیں بنوایا پہلے آدمی تحقیق تو کر لے یہ فرما کر حضرت والا اُن مہمانوں کو ہمراہ لیکر اُس مقام پر تشریف لیگئے اور اُس مقام کا نقشہ سمجھایا کہ یہ ہے وہ مقام یہ جگہ پاخانہ کی حد میں تھی مگر اس جگہ کو نجاست سے کوئی تعلق نہ تھا اسلئے کہ قدمچوں کی جگہ پر اینٹ کرسی دیدی گئی ہے کہ وہ جگہ دفن ہو گئی اب اسکو داخل حجرہ کر لیا گیا ہے جسکو آپ لوگ دیکھ رہے ہیں یہ حقیقت ہے اس واقعہ کی جسکو اس طرح مسخ کیا ہے آگے اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ بدعتیوں میں دین نہیں ہوتا اور دین کی باتوں کو وہابیت کہتے ہیں اسی

بنارس پر مولانا فیض الحسن صاحب مرحوم نے وہابی بدعتی کی عجیب تفسیر کی تھی کہ وہابی کے معنی ہیں بے ادب
با ایمان اور بدعتی کے معنی ہیں باادب بے ایمان۔

(ملفوظ ۳۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک میں لوگوں نے ستانے میں کونسی کسر
اٹھا رکھی تھی جو کچھ نہ کہنا تھا کہا جو کچھ نہ کرنا تھا کیا میں تو خدا کے سپرد کر کے بالکل مطمئن ہو چکا
تھا ایک روز مسلمانوں کی موجودہ حالت کا مجھ پر اسقدر اثر ہوا کہ کھانا تک تلخ معلوم ہونے
لگا اسی روز اپنی ایک حالت کا غلبہ ہوا کہ تمام دنیا ایک طرف جا رہی ہے اور اسمیں علماء
بھی بکثرت شریک ہیں کہیں میں ہی تو غلطی پر نہیں اس حالت کا اسقدر سخت غلبہ تھا
کہ اس روز کھانا بھی نہیں کھایا گیا عشاء کی نماز پڑھکر مکان پر پہونچا چارپائی پر بیٹھکر لیٹنے
کا ارادہ تھا کہ دفعۃً زبان پر یہ جاری ہو گیا اب چاہے اسکو وارد سے تعبیر کر لیا جاوے آمنت
باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من
اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔ بعد الموت پر قلب میں ڈالا گیا کہ تم تو بعد الموت
کیلئے تیاری کر رہے ہو ان دنیا کے ذرا ذرا سے فتنوں سے کیوں ڈرتے ہو اور مشوش ہوتے
ہو بعد الموت جو واقعات پیش آنے والے ہیں اُن کے سامنے انکی حقیقت ہی کیا ہے
مثلاً جان کندنی ہے۔ قبر ہے۔ میدان محشر ہے۔ میزان عدل ہے۔ پلصراط ہے۔ بس
وہی وقت قلب کو سکون ہو گیا پھر تو چین سے کھاتا تھا چین سے سوتا تھا۔ یہانتک
لوگوں نے ستانے اور ایذا پہونچانے کی کوشش کی کہ بھنگن تک سے کہا گیا کہ تو اس گھر
کمانا چھوڑ دے اُس نے جواب دیا کہ چاہے تمام قصبہ چھوٹ جائے مگر یہ گھر نہیں چھوٹ
سکتا یہ سب خدا کی طرف سے فضل تھا ورنہ عنایت فرمائی عنایتوں کا کوئی حد وحساب
ہی نہ تھا اب کیا کہا جاوے وہ قصہ ہی ختم ہو چکا غالب نے خوب کہا ہے ؎

سفینہ جبکہ کنارے پر آلگا غالب — خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کیئے

میں تو سبکو دل سے معاف کر چکا ہوں۔ ہاں جن لوگوں نے ستایا سب و شتم کیا بہتان
باندھے اُن سے خصوصیت کے تعلقات نہیں رکھ سکتا عام مسلمانوں کا سا تعلق رہیگا
دل ملنا مشکل ہے ایک بات ہو تو عرض کیجاوے۔ قتل کی دھمکیاں الگ تھیں۔ خانقاہ

خالی کرانے پر زور دینے کے الگ منصوبے ہو رہے تھے۔ نماز پیچھے نہ پڑھنے کا اعلان الگ تھا۔ سی آئی ڈی سے تنخواہ پانے کی شہرت الگ دیجا رہی تھی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھکو کسی کے دروازہ پر جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی ان ہی لوگوں کو یہاں بھیجدیا اور قریب سب نے معافی کی درخواستیں کیں میں نے اس نیت سے سبکو معاف کر دیا کہ میں بھی اللہ کا قصوروار ہوں شاید وہ بھی مجھکو معاف کر دیں۔

(ملفوظ ۳۰۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں مخالفین کے متعلق فرمایا کہ بکنے بھی دو جس وقت آنکھیں کھلیں گی اسوقت سب پتہ چل جائیگا اور مجھکو جو جی چاہے کہیں مجھپر بحمد اللہ کوئی اثر نہیں نہ ان کے جواب کی فکر کہ عبث ہے۔ اور یہ حق تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہے کہ مجھکو عبث سے طبعاً نفرت ہے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فکر میں پڑنا اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے کہ ان بیہودوں کی للو پتو کیا کریں کوئی خوش رہے یا ناراض کوئی معتقد ہو یا غیر معتقد کوئی آئے یا نہ آئے سب برابر ہے حافظ خوب کہتے ہیں ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

اہل حق کا کوئی کام مخلوق کے راضی کرنے یا ناراض کرنے کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ ہر کام کی بنا رضائے حق ہوتی ہے نہ انکو مخلوق سے طمع ہوتی ہے نہ انپر مخلوق کا خوف ہوتا ہے کہ جسکی وجہ سے وہ کتمان حق کریں بلکہ اس بارہ میں خود انکی یہ شان ہوتی ہے جسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

انکی نظروں میں مخلوق کی وقعت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ جیسے مسجد کے لوٹے اور صفیں ہوتی ہیں اب آپ ہی بتلائیے کہ جنکی نظروں میں مخلوق کی یہ وقعت ہو ان کے دل میں انکا خوف کیا ہو سکتا ہے اور انکے دکھلانے یا راضی کرنیکے واسطے انکا کیا کام ہو سکتا ہے وہ بدون کسی خوف کے لا یخافون لومۃ لائم پر عمل کرتے ہوئے صاف اظہار حق کرتے ہیں اور وہ خدا سے کام رکھتے ہیں مخلوق کے جھاڑو مارتے ہیں اور انکی یہ شان ہوتی ہے ؎

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند آرے آرے میکند با خلق و عالم کار نیست

(ملفوظ ۳۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ معصیت وہ چیز ہے کہ اگر اسکو کوئی

چھپ چھپ کر بھی کرے تو اس کا ضمیر خود اس پر لعنت کرتا ہے اور اس سے اسکو جسقدر تکلیف ہوتی ہے
وہ اسکے لئے سوہان روح ہوتی ہے البتہ اگر کثرت کی وجہ سے کسی کے اندر بے حسی پیدا ہو گئی ہو
تو اسکا کوئی ذکر نہیں۔ ورنہ نور اور ظلمت میں آنکھوں والے کیلئے امتیاز کرنا کوئی مشکل
بات نہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت میں میں نے تو کھلی آنکھوں حق تعالیٰ
کی رحمت اور فضل کا مشاہدہ کیا ہے مجھکو تو کنکریوں کے بدلے جواہرات عطا فرمائے گئے ہیں
نماز کوئی پڑھے روزہ کوئی رکھے تہجد کوئی پڑھے تلاوت قرآن کوئی کرے اور ثواب سب کا ملے
اشرف علی کو اسلئے کہ بلا وجہ مجھکو سب و شتم کیا گیا بہتان باندھے گئے اسکے عوض میں ان کی
نیکیاں حق تعالیٰ نے مجھکو عطا فرمائیں یہی وجہ ہے کہ میں نے سب کو معاف کر دیا کیونکہ یہ تو
سب میرے محسن ہیں اپنی عبادات کا ثواب مجھکو دیدیتے ہیں ان لوگوں نے تو میرا کچھ نقصان
نہیں کیا نفع ہی پہونچایا اسکے مناسب ایک بزرگ کی حکایت یاد آئی کہ انکو ایک شخص گالیاں
دیا کرتا تھا یہ بزرگ اسکی مالی اعانت کیا کرتے تھے ایکروز اس نے یہ سمجھکر کہ یہ تو میرے محسن ہیں بڑی
بات ہے کہ میں انکو گالیاں دوں گالیاں دینی بند کر دیں اسی روز سے ان بزرگ نے اسکو جو
روپیہ پیسہ دیا کرتے تھے بند کر دیا اس نے سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ بھائی یہ تو تجارت تھی
لینا دینا ہے تم ہمکو دیتے تھے ہم تمکو دیتے تھے یعنی تم گالی دیتے تھے جس سے تمہاری عبادت
کا ثواب مجھکو ملتا تھا تمنے میرے دین کا نفع بند کر لیا میں نے تمہاری دنیا کا نفع تم سے ترک کر لیا
اسی نکتہ کی وجہ سے مجھپر ان برا کہنے والوں کی کسی بات کا اثر نہیں ہوتا بلکہ انکو محسن سمجھتا
ہوں۔ صاحب ویسے تو کوئی عمل میرے پاس ہے نہیں یوں ہی دوسروں کے چندہ سے کچھ
ذخیرہ آخرت جمع ہو جائیگا دنیوی زندگی بھی اسی طرح پوری ہوئی یعنی مفت خوری میں پہلے
تو والد صاحب کی حیات میں انکی کفالت کی وجہ سے کما کر نہ کھایا پھر معتقدین پیدا ہو گئے
اب یہ کھلا رہے ہیں میرے پاس کرنا دھرنا کچھ بھی نہیں ایسے ہی آخرت کے لئے نہ کچھ کرا نہ دھرا
وہاں بھی مفت ہی کام چلجائیگا۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زمانہ تحریک بوجہ اہمال احکام کے

ـسے فتنہ کا زمانہ تھا میں نے تو صاف بذریعہ اشتہار اعلان کردیا تھا کہ یہ تحریک فتنہ ہے
ں اعلان ہی کی وجہ سے زیادہ دشمنی لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوگئی تھی اسلئے کہ وہ اسکو
ین سمجھ رہے تھے میں نے فتنہ کہدیا بعض لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ معترضین یوں کہتے
ں کہ اسکی وجہ سے لاکھوں مخلوق بیٹھی ہوئی ہے میں نے سنکر کہا کہ بالکل غلط ہے میں ہی
لکھوں مخلوق کی مصلحت کی وجہ سے بیٹھا ہوا ہوں اور اسکی شرح یہ ہے کہ اگر بروز قیامت
ق تعالی نے مجھ سے سوال فرمایا کہ جس مسئلہ کو تو سمجھا نہ تھا اسمیں کیوں شرکت کی جسکی وجہ سے
اری لاکھوں مخلوق تباہ اور پریشان ہوئی تو میرے پاس اسکا کوئی جواب نہیں باقی انجام
رکا میں زیادہ وہ لوگ ہیں جنکو نہ عاقبت کی فکر نہ خدا کا دل میں خوف نہ اللہ اور رسول سے
بت بس ایک ہی چیز دل میں بسی ہوئی ہے یعنی دنیا اور اسکی ترقی انکی سمجھ میں نہیں آتا کہ
قی کے کچھ حدود بھی ہیں یا نہیں کیونکہ ایسی ترقی کہ جسمیں نہ حدود کے تحفظ کا کوئی خیال ہو
حکام پر عمل کرنے کی کوئی پروا ہو ایسی ترقی کیا ترقی ہے میں نے ایک مرتبہ لکھنؤ ایک وعظ
ں جسمیں نئے تعلیم یافتہ اور بیرسٹر اور وکلاء کا زیادہ مجمع تھا بیان کیا تھا کہ ترقی ترقی گاتے
رتے ہو آخر اسکے کچھ حدود بھی ہیں اور اسکا کوئی معیار بھی ہے یا نہیں کیا ہر ترقی کو گو اس کے
صول ہوں نہ قواعد سب ہی کو محمود سمجھتے ہو اگر یہ بات ہے تو پھر مرض کی وجہ سے جو مریض کے
سم پر ورم ہوجاتا ہے جس سے وہ فربہ نظر آنے لگتا ہے ڈاکٹروں اور طبیبوں سے اسکا علاج
وں کراتے ہو اور اسکو کیوں مذموم سمجھتے ہو وہ بھی تو ایک ترقی کی قسم ہے اس بیان کا ان
وں پر بڑا اثر ہوا۔

(۲۱۲) ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بہت لوگوں نے اس زمانہ تحریک
ں تبادلہ خیالات کیلئے یہاں آنا چاہا اور بعض آئے بھی مگر بحمد اللہ کچھ دیکھ تو گئے نہیں لینی
بق لیکر ہی گئے (یعنی سکوت) بعض وفود بھی آنے کیلئے تیار ہوئے چنانچہ میرٹھ سے ایک
د آنے والا تھا بیرسٹر وغیرہ اسکے ارکان تھے کسی نے ان سے کہدیا کہ جاتو رہے ہو دوسرے
عذیب کرنے کے لئے مگر ذرا اپنی خیر منانا کہیں وہاں جا کر تم ہی ویسے نہ ہوجاؤ نہ معلوم اس مشورہ
لیا اثر ہوا پھر نہیں آئے۔ ایک سندھی مولوی صاحب بہت جوشیلے اس تحریک میں کام

کرنے والے اور حامی آنا چاہتے تھے ایک اور مولوی صاحب نے جو اُن سے مرید تھے اُن سے کہا
کہ حضرت کبھی آپ ہی ویسے نہ ہو جائیں وہ بھی آئے ایک اور مولوی صاحب ایک مجمع کی
طرف سے آئے آنے کے قبل بواسطہ اُن سے یہ گفتگو ہو چکی تھی کہ آنے کی تین غرضیں ہو سکتی ہیں
ایک افادہ ایک استفادہ ایک مناظرہ - اگر افادہ مقصود ہے تو میرے ذمہ اُسکا جواب
نہ ہوگا وہ تبلیغ ہوگی اپنا فرض ادا کرکے تشریف لیجائیے عمل کرنا نہ کرنا میری توفیق پر ہے اور
اگر استفادہ مقصود ہے تو اُسکے لئے پہلے سے تردد لازم ہے اور تردد آپکو ہے نہیں اسلئے
کہ شرکت کر چکے شرکت کا اعلان کر چکے یہ شق قابل کو تسلیم نہیں رہا مناظرہ اُسمیں بے تکلفی
شرط ہے سو مجھ میں اور آپ میں پہلے سے بے تکلفی نہیں وہاں سے جواب آیا جو چاہو سمجھو آنیکی
اجازت دیدو میں نے اجازت دیدی وہ آئے اور درخواست کی کہ مجھکو تنہائی میں کچھ کہنا ہے
میں کہا کہ جلوت میں گفتگو کرنے میں تو آپ کیلئے خطرہ ہے کہ آپ کے اسرار ظاہر ہوں گے
مگر آپ اُس خطرہ کیلئے تیار ہیں اور خلوت میں میرے لئے خطرہ ہے کہ مجھپر اشتباہ ہوگا مگر
میں اُسکے لئے تیار نہیں - پس آپ کے لئے خلوت اور جلوت دونوں برابر ہیں کیونکہ آپ اعلان
کر چکے ہیں تو یوں فوجوں بندوقوں مشین گنوں اور جیلخانوں کیلئے تیار ہو چکے مگر میرے لئے
خطرہ ہے وہ یہ کہ یہ سمجھا جائیگا کہ گورنمنٹ کے خلاف کوئی سازش کرنیکا ارادہ ہے اسلئے
جو کہنا ہو مجمع میں کہئے بس بیچارے رہ گئے آگے طویل قصہ ہے میں نے اُسکا خلاصہ عرض کیا
اللہ کا شکر ہے کہ اپنے فضل سے عین وقت پر دل میں ضرورت کی چیز ڈالدیتے ہیں اسمیں میرا
کوئی کمال نہیں جس سے چاہے اپنا کام لے لیں - اُس ہی زمانہ تحریک میں ایک صاحب نے مجھ
پوچھا کہ اگر مسٹر محمد علی صاحب یہاں آئیں تو کیا اُن کو اجازت ہو سکتی ہے میں نے کہا
آنکھوں پر آئیں مگر چند شرائط ہیں پہلے سے اسلئے ظاہر کئے دیتا ہوں کبھی آنے کے بعد آنکو
خیال ہو کہ کس دیہاتی سے پالا پڑا اسلئے جو باتیں ضروری ہیں صاف صاف کہے دیتا ہوں
اول شرط یہ ہے کہ آنیسے پہلے مجھکو یہ بتلادیں کہ کس غرض سے آرہے ہیں آیا مطلق ملاقات
مقصود ہے یا کچھ اور کچھ - اگر مطلق ملاقات مقصود ہے تو شرائط میں کمی ہوگی ورنہ شرائط زائد
ہونگی اور میں اسی وقت وہ بھی بیان کئے دیتا ہوں تاکہ وہ غور کرسکیں پھر جیسے رائے ہو عمل

کریں۔ سوا اول شرط یہ ہے کہ آنے سے قبل آنے کی غرض بتلادیں دوئم یہ کہ جس وقت وہ یہاں پر آئیں گے میں ان کے لئے بجز اول بار کے بار بار کھڑا نہ ہونگا اسلئے کہ اس طرح سے کھڑا ہونا اعتقاد تقدس کی بنا پر ہوتا ہے اور میں آسمیں انکا معتقد نہیں۔ سوئم یہ کہ زمانہ قیام خانقاہ میں انکو اور کسی سے گفتگو کی اجازت نہ ہوگی جو کچھ بھی تعلق ہوگا وہ مجھسے ہوگا۔ یہ ہیں شرائط اگر یہ منظور ہوں بسم اللہ انکا گھر ہے تشریف لے آویں اُسکے بعد پھر کوئی بات نہیں معلوم ہوئی۔

(ملفوظ ۳۱۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں مدت سے خود اس مسئلہ کی تلاش میں تھا کہ قنوت نازلہ اگر پڑھے تو کب تک پڑھا کرے بہت سے علماء سے دریافت کیا کسی نے شافی جواب نہیں دیا اب بحمد اللہ حدیث سے سمجھ میں آگیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک ماہ سے زائد منقول نہیں حالانکہ حوادث بعد میں بھی باقی رہتے تھے اس سے زیادت زیادت علی المنقول ہے رہا یہ شبہ کہ جب حوادث رفع نہ ہوں تو دعا کیسے منقطع کردیجاوے اُسکا جواب یہ ہے کہ ایک ہی مہینہ تک پڑھنے کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ رحمت ہوجائیگی نیز عقلاً اسکو اس طرح سمجھ لیجئے کہ اگر کسی پر کوئی حادثہ آجائے تو کیا جب تک وہ حادثہ رہے برابر ہاتھ پھیلائے بیٹھا رہے یہ تکلیف مالایطاق کیسے ہوسکتی ہے آخر انقطاع کو اوقات خاصہ کیلئے یہاں بھی پایا گیا تو نفس انقطاع کی مشروعیت ثابت ہوگئی باقی ویسے مثل دوسری دعاؤں کے دعا کرتے رہنا مسنون ہے کلام دعا بضمن قنوت میں ہے

۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۳۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسیر قدرت تو ہے کہ میں نئے آنے والوں سے خود اہتمام کرکے پوچھ لیا کروں کہ کس کام کو آئے ہیں مگر بعض اوقات غیرت آتی ہے کہ صاحب حاجت تو نواب بنا بیٹھا رہے اور میں محتاجوں کی طرح اُن سے التجا کیا کروں اور لوگوں کی اس بے پروائی کا سبب اُن کے دلوں میں ملانوں کی بے وقعتی ہے بات تو بظاہر چھوٹی سی ہے مگر منشاء اسکا بُرا ہے اور منکر بات کے چھوٹی ہونے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص چھوٹا سا پرائی جوتی کا ٹکڑا

اٹھا کر کسی دوسرے شخص کے سر پر رکھدے اور وہ اسپر بگڑے تو اسکو کوئی کہے کہ یہ تو چھوٹی سی چیز ہے اسقدر کیوں بگڑتے ہو وہ شخص جواب دیگا وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جائے اور میں پوچھتا ہوں کہ اچھا۔ چھوٹی ہی بات سہی مگر آخر پیدا ہی کیوں ہوئی اور حق ہی کیا ہے ان بیہودوں کو مسکینوں غریبوں مُلّانوں کو حقیر سمجھنے کا۔

(**ملفوظ** ۳۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زیادہ زیب وزینت کا صدور مردسے بُرا ہے یہ تو عورتوں ہی کیلئے اچھی معلوم ہوتی ہے اور اب تو وہ زمانہ ہے کہ عورتوں نے یورپ کی تقلید میں زیور اور لباس میں مردانہ طرز اختیار کر لیا اور مردوں نے زینت میں عورتوں کا طرز اختیار کر لیا عورت اگر آدھ گھنٹہ میں سنگار سے فراغ حاصل کر سکتی ہے تو مرد صاحب فیشن کی درستی سے ایک گھنٹہ میں فراغ حاصل کر سکیں گے پھر کہتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں ہزاروں زنجیروں میں تو جکڑے ہوئے فیشن کے دلدادہ اور آزادی کا دعویٰ شرم آنا چاہیئے اتنی بڑی تو قید کہ سر سے پیر تک قیود ہی قیود اور دعویٰ یہ کہ آزاد ہیں ہاں اللہ رسول کے احکام سے آزادی کا اگر دعویٰ کریں تو بالکل صحیح ہے دوسرے خوش لباسی میں غلو کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ عالی رتبہ لوگوں کی نظر میں موجب تحقیر ہو جاتی ہے ایسی فضول لباسی اور عبث میں وہی شخص مبتلا ہو سکتا ہے جو کمالات سے کورا ہو بس اسی سے تحقیر ہوتی ہے۔ میں جسوقت کسی کو ایسے تکلفات میں منہمک دیکھتا ہوں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ عالی خیالات سے خالی ہے جبھی تو ان ادنیٰ باتوں کی طرف اسکا میلان ہوا مگر آجکل یہ مرض اچھے لوگوں تک میں ہو گیا۔

(**ملفوظ** ۳۱۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ سفر کے وقت عمدہ کپڑے بدل کر چلتے ہیں اور بعض گھر پہونچکر بدلتے ہیں فرمایا کہ جس طرح جی چاہے کرے مگر دونوں صورتوں میں نشا تفاخر و کبر نہ ہو اور بھائی ہم تو چشتی ہیں ہمارا تو پہلا قدم فنا ہے اوروں کے یہاں تو پہلے اور چیزیں ہیں بعد میں فنا ہے اور ہمارے یہاں پہلے فنا ہے بعد میں اور چیزیں ہیں

(**ملفوظ** ۳۱۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل بزرگوں سے مشورہ لینے والے اکثر دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جنکے عقیدہ میں غلو ہے وہ اُن کے مشورہ کو قضا مبرم سمجھتے ہیں کہ جو بزرگ کی زبان سے نکلیگا وہی ہو گا گو اسکو برکت کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں مگر عقیدہ

برکت سے بہت آگے بڑھا ہوا ہے۔ اور ایک وہ ہیں کہ پہلے سے اُس بات کو طے کر چکتے ہیں اور مشورہ محض اسوجہ سے لیتے ہیں کہ یہ بھی ہماری تائید کر دیں اور اگر اُن کی طرف سے تائید نہ ہو تو باتیں بنا کر ان کو اُسپر راضی کر لیتے ہیں تاکہ رائے تو اپنی رہے مگر کسی مصلحت سے انکی طرف منسوب ہو اسلئے میں نے مشورہ دینا ہی چھوڑ دیا۔

(ملفوظ نمبر ۳۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کو فضول کا بڑا مرض ہے اُن میں سے ایک خواب ہی کا سلسلہ ہے اسمیں اکثر لوگوں کو غلو ہے میں تو اکثر جواب میں لکھدیتا ہوں کہ مجھکو اس فن سے مناسبت نہیں اسلئے تعبیر سمجھ میں نہیں آتی خواب کی باتیں پوچھتے ہیں بیداری کی کوئی بات ہی نہیں رہی جو اصل چیز ہے کیا خبط ہے۔

(ملفوظ نمبر ۳۱۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مشورہ دینے کے متعلق میرا یہ معمول ہے کہ اکثر لوگوں کے سوال کے جواب میں لکھدیتا ہوں کہ مجھکو مصالح کا استیعاب نہیں جو مدار ہوتے ہیں مشورہ کے اسلئے مشورہ دینے سے معذور ہوں۔

۱۷

(ملفوظ نمبر ۳۲۰) فرمایا کہ آج ایک خط آیا تھا وہ بیرنگ جواب لکھکر روانہ کر چکا ہوں اسمیں لکھا تھا کہ ایک آسیب کا تعویذ چاہئے لیکن نفافہ پر نہ خود پتہ لکھا نہ اُسپر ٹکٹ چسپاں کیا اس بدفہمی کو ملاحظہ فرمایئے اب کہاں تک بیٹھا ہوا ان کی کوتاہیوں کی تاویلیں کیا کروں کوئی حد بھی ہے پتہ لکھنا اور ٹکٹ چسپاں کرنا یہ میرے ذمہ رکھا میں نے یہ لکھدیا ہے کہ تم پر خود آسیب ہے جس نے تمہارے دماغ کو مخبوط کر رکھا ہے پہلے اپنا علاج کرو تمہیں اتنی تمیز نہ ہوئی کہ جب تم لفافہ پر پتہ لکھہ سکتے تھے ٹکٹ چسپاں کر سکتے تھے تو ایسا کیوں نہیں کیا جب تم نے اپنے کرنے کا کام نہیں کیا تو مجھسے کسی کام کی اُمید کرنا یہ کم عقلی اور بدفہمی نہیں تو اور کیا ہے اس کے بعد فرمایا کہ گالیاں تو بہت دینگے خیر دیا کریں آخر ایسی حماقت کرتے کیوں ہیں ان بیفکروں کو ذرا حقیقت کا پتہ تو چلے اور یہ تو معلوم ہو کہ جس سے خدمت لیا کرتے ہیں اُسکی بھی کچھ رعایت کیا کرتے ہیں اور اُسکے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔

(ملفوظ نمبر ۳۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس بدفہمی اور بدعقلی کا میرے پاس کیا علاج ہے کہ ہر شخص کو اُسکے کام سے میرے جلد فارغ کر دینے پر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ روکھا پن ہے کیونکہ زیادہ

باتیں کیوں نہیں کیں جسکی وجہ یہ ہے کہ میں کسی سے فضول تعلق رکھنا نہیں چاہتا جلد کام کردیا الگ کیا فضول تعلقات بڑہانا محض مجلس کی زیب و زینت ہے سو یہ کام کون کیا کرے بعض طالبان جاہ آنے والوں کے کام میں اسوجہ سے بھی دیر کیا کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر مجلس آرائی سہی ہوگی رونق بڑہیگی مگر مجھکو ان باتوں سے طبعی نفرت ہے۔ ظاہری رونق نہ ہونے کی حالت میں جو باطنی رونق ہوتی ہے اُس سے ان لوگوں کا قلب خالی ہے جبھی تو ایسی باتیں سوجھتی ہیں میں تو بڑی رونق یہ جانتا ہوں اور یہی چاہتا ہوں کہ ایک سے دوسرے کو کوئی تکلیف نہ ہو اور یہ مذہب ہو ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

(۳۲۲) (ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل ایسے ایسے امراض پیدا ہو رہے ہیں کہ جنکے سمجھنے سے طبیب بھی قاصر ہیں۔ فرمایا کہ حدیث شریف میں بھی تو آیا ہے کہ گناہوں کی بدولت تمھارے اندر ایسے ایسے امراض پیدا ہوں گے جو کبھی تمھارے باپ دادا نے بھی نہ سنیں ہونگے۔

(۳۲۳) (ملفوظ) ایک صاحب نے پیٹ کے درد کیلئے تعویذ کی درخواست کی فرمایا تفسیر حسینی میں نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ تھے محمد واسع اُن کے کہیں درد ہوا خادم کو حکم دیا کہ طبیب کو بلاؤ طبیب نصرانی تھا خادم اُسکو بلانے جا رہا تھا راستہ میں حضرت خضر علیہ السلام ملے دریافت فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو عرض کیا کہ فلاں بزرگ کے درد ہے طبیب کو بلانے جا رہا ہوں فرمایا جاؤ اُن بزرگ سے میرا اسلام کہو اور کہدو کہ تمکو مناسب نہیں نصرانی طبیب سے رجوع کرنا اور یہ آیت دم کر دیں۔ وبالحق انزلنٰہ وبالحق نزل وما ارسلنٰک الا مبشرا ونذیرا۔ پھر فرمایا کہ میں ایسے مواقع کیلئے اکثر یہی آیت اور کبھی کوئی دعا حدیث شریف کی لکھکر دیدیتا ہوں۔ میں اس فن سے واقف نہیں یہ ایک مستقل فن ہے نیز ان تعویذ گنڈوں سے مجھکو بڑی ہی وحشت ہوتی ہے مگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی وجہ سے کہ انھوں نے فرمایا تھا کہ جو کوئی اس حاجت کیلئے آیا کرے جو بھی جی میں آئے اللہ کا نام لکھکر دیدیا کرنا کچھ دیدیتا ہوں ورنہ طبعًا ان چیزوں سے مجھکو مناسبت نہیں۔

(۳۲۴) (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اور فنون تو سب مشکل ہیں اور حاصل بھی دیر میں ہوتے

ہیں مگر یہ آج کل کی بزرگی اور صوفیت اور درویشی تو اسقدر سہل ہیں کہ ہلدی لگے نہ پھٹکری کچھ کرنا پڑے نہ دھرنا درویش ہو جاتے ہیں۔ جہاں گردن جھکائی اور آنکھیں بند کیں اور گیرو رنگے لباس پہن لئے یا کفنی پہنی تسبیح ہاتھ میں لی بس درویش ہو گئے شاہ صاحب کہے جانے لگے۔ غالباً حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ درویشی دو پیسہ میں ملتی ہے ایک پیسہ کا گیرو اور ایک پیسہ کی تسبیح لیکر درویش ہو گیا۔ آنکھ بند کرنے اور گردن جھکانے پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ ایکمرتبہ مولانا رفیع الدین صاحب حضرت مجدد صاحب کے مزار پر گئے اُسی سفر میں ایک مقام ہے پر اس مشہور ہے کہ وہاں بعض قبور انبیاء علیہم السلام کی ہیں وہاں بھی تشریف لیگئے چند طلباء بھی ہمراہ تھے منجملہ اوروں کے میں بھی تھا مولانا اُن مزاروں پر پہونچکر مراقب ہو کر بیٹھ گئے بعضے طالب علم بھی حضرت مولانا کے پیچھے گردن جھکا آنکھ بند کر بیٹھ گئے میں نے اُن سے کہا کہ باطن کی تو پہلے ہی سے آنکھیں پھوٹی ہوئیں تھیں مگر تم ظاہر کی بھی پھوڑ بیٹھے۔ بس آجکل یہ ہی ہو رہا ہے یہ ہی چیزیں معراج ترقی ہیں میں باطن کا منکر نہیں لیکن باطن کے ساتھ ظاہر شریعت بھی تو ہو جسکو آج کل کی درویشی میں بیکار قرار دیدیا گیا ہے نہ نرے ظاہر ہی سے کچھ بنتا ہے نہ نرے باطن سے دونوں کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۳۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بدفہمی اور بدعقلی کا ایسا بازار گرم ہے کہ اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ ان علتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں ایک صاحب جو یہاں دو تین روز سے مقیم تھے اور یہاں سے ابھی گئے ہیں دوپہر مجھسے کہتے ہیں کہ مجھکو فلاں کام کیلئے ایک تعویذ کی ضرورت ہے اور میں آج ہی چلا جاؤنگا مجھکو بہت ہی ناگوار ہوا میں نے کہا کہ یہ کیا نامعقول حرکت ہے آخر کئی روز سے تمھارا قیام تھا عین چلنے کے روز اور وہ بھی بے وقت تعویذ کی فرمایش مگر خیر چونکہ نووارد تھے اتنی رعایت میں نے آنکی ابھی کی کہ یہ کہدیا کہ بذریعہ خط تعویذ منگا لینا اور ان بیچاروں کی کیا شکایت کیجاوے بعض لوگ یہاں پر دس دس پندرہ پندرہ روز رہتے ہیں اور عین چلنے کیوقت دو تعویذ دیدو چار تعویذ دیدو میں کہتا ہوں کہ پہلے سے کیا مر گئے تھے جو چلتے وقت فرمایش کی آخر دوسرے کو بھی کچھ وقت دینا چاہئے اسکے مصالح اور وقت کی بھی تو رعایت کرنی چاہئے اسلئے کہ بعض وقت کسل ہوتا ہے یا زیادہ مشغولی ہوتی ہے

افسوس ہے میں تو ہر بات میں سب کے مصالح کی رعایت کروں اور یہ ایسے نواب صاحب ہیں کہ ان کے حکم ہی کے ساتھ تعمیل ہو جاوے ایسی تعمیل تو جہاں ہوتی ہوگی وہاں ہوگی یہاں پر تو بجائے تعمیل کے بحمد اللہ تعلیم ہوتی ہے دماغوں میں سے خناس نکالا جاتا ہے بالخصوص یہاں پر متکبروں کی اچھی طرح خبر لیجاتی ہے رہیں تو اسی حسن معاشرت کی تعلیم پر کہا کرتا ہوں کہ یہاں پر اگر دین تو سیکھتے ہی ہو یہاں سے دنیا بھی سیکھ جاؤ۔

(ملفوظ ۳۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کیا عرض کروں دوسروں سے تو میں کیا خدمت لے سکتا ہوں اور کسی کو کیا ستا سکتا ہوں میں نے تو اپنے تنخواہ دار ملازموں تک سے کہہ رکھا ہے کہ جو کام نہ کر سکو صاف کہدو کہ ہم نہیں کر سکتے مجھکو اسپر کوئی ناگواری نہ ہوگی چنانچہ بعضے کام سے وہ بے تکلف انکار کر دیتے ہیں جس سے مجھکو بحمد اللہ کوئی ناگواری نہیں ہوتی تو جس شخص کا اپنے تنخواہ دار ملازموں کے ساتھ یہ برتاؤ ہو وہ دوسروں سے تو کیا کام اور خدمت لے سکتا ہے اسی لئے میں قریب قریب سب کام اپنے اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں مجھکو اسکا بیحد خیال رہتا ہے کہ کسی کو میری وجہ سے تکلیف نہ ہو۔

(ملفوظ ۳۲۷) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے جن صاحب کا یہ خط ہے پہلے سرکاری ملازم تھے اس تحریک کی بدولت ملازمت سے مستعفی ہو گئے اب ملازمت تلاش کرتے ہیں مگر نہیں ملتی پریشان ہیں دین اور دنیا دونوں برباد ہوئے اور اس کانگریس کی وجہ سے تو ہر شخص پریشان ہے یہ کانگریس کی نحوست کا اثر ہے اور دور تک اسکی نحوست پھیل رہی ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ انگریزوں کو تو خواہ نقصان پہونچا ہو یا نہیں مگر ملک تو تباہ و برباد ہو گیا جا بجا خونریزی ہو رہی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ سوراج ملجائیگا سب امن ہو جائیگا میں کہتا ہوں کہ خونریزی اور فساد بڑھیگا امن کو لوگ ترس جائیں گے آثار یہی کہہ رہے ہیں والغیب عند اللہ تعالیٰ۔

(ملفوظ ۳۲۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معاملہ کی صفائی بڑی راحت کی چیز ہے مگر لوگ اس سے برا مانتے ہیں یہ سب رسم کی خرابی ہے اور بد معاملگی سے تکلیف سبکو ہوتی ہے مگر بے حسی ہو گئی ہے ان ہی باتوں کو میں مٹانا چاہتا ہوں اسی پر بد خلق مشہور کیا جاتا ہوں اب میں اکیلا کہاں تک اصلاح کروں + یک انار و صد بیمار کا مصداق ہو رہا ہے مگر پھر بھی بحمد اللہ

بہت کام ہوگیا اور گو عمل عام نہ ہوا ہو مگر علم تو بہت عام ہوگیا اور اس اصلاح میں ہیں سب مصلحین کا
جو ساکت ہیں وقایہ بن گیا ورنہ سب ہی بدنام ہوتے اب اور حضرات تو اپنے اخلاق متعارفہ کیوجہ سے
لوگوں کو کچھ کہتے نہیں اور میرے اندر یہ اخلاق متعارفہ بحمد اللہ ہیں نہیں اسلئے میں ہی روک ٹوک
کرتا ہوں اسلئے مجھکو ہی بدنام کرتے ہیں مگر مجھکو اسکی پروا نہیں کیا کریں بدنام ہونا کیا ہے انکے
بدنام کرنے کی وجہ سے میں اپنا مسلک اور اپنا طرز تھوڑا ہی بدل سکتا ہوں جسکو یہ طرز پسند
نہ ہو وہ یہاں نہ آئے بلانے کون جاتا ہے بقول غالب ؎

جسکو ہو جان و دل عزیز اُسکی گلی میں جائے کیوں ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی

(ملفوظ ۳۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی لوگ ہمیشہ دوسروں ہی پر اعتراض کرنے میں
مشغول رہتے ہیں مگر کوئی مفید بات یا کام کبھی نہیں کرتے اُن کے یہاں چند چیزیں ہیں جنکو
مایہ ناز سمجھتے ہیں مگر دین اُن میں بھی نہیں ہوتا نہ فہم سے کام لیتے ہیں ایکمرتبہ کانپور میں میں نے
وعظ میں گیارہویں کے متعلق بیان کیا اسمیں ایک انسپکٹر پولیس بھی شریک تھے بعد وعظ
کے مجھسے کہا کہ ہماری بڑی مشکل ہے فلاں فلاں عالم تو اسکو جائز کہتے ہیں اور تم اسکو بدعت
کہتے ہو ہم کیا کریں میں نے کہا کہ اسکا جواب تو بعد میں دونگا پہلے یہ بتلایئے کہ آپ کو تردد
رفع کرنا ہے یا اعتراض کرنا مقصود ہے کہا کہ تردد رفع کرنا مقصود ہے میں نے دریافت
کیا کہ تردد تو دونوں ہی جا نب ہونا چاہئے سو جیسے مجھسے اسوقت کہا گیا ہے کبھی اُن مجوزین
سے بھی اس طرح کہا ہے کہ فلاں فلاں منع کرتے ہیں اور آپ اجازت دیتے ہیں ہم کیا کریں
بس داروغہ جی ختم ہوگئے۔

(ملفوظ ۳۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ مرض آجکل بہت عام ہوگیا ہے کہ احکام اور مسائل میں
رائے لگاتے ہیں جسکا مطلب یہ ہوا کہ شریعت مقدسہ کو اپنے تابع بنانا چاہتے ہیں کہتے ہیں ہمارے
خیال میں یوں ہونا چاہئے اس بدفہمی کا کیا علاج کہ خالق کے مقرر کردہ احکام میں رائے زنی کرتے
ہیں۔ ارے تم ہو کیا چیز اور تمھارا خیال ہی کیا چیز ہے یہ تو ایسا ہے جیسے ایک دانشمند انسان
کی رائے پر چند بھنگے ملکر رائے دیں یا پانی کے اندر جو خردبین سے کیڑے نظر آتے ہیں وہ کسی دانشمند
انسان کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پیش کریں اور اپنے خیال کا اظہار کریں سو جو نسبت

ان کیڑوں کو انسان سے ہوگی بندوں کو حق تعالیٰ سے اتنی نسبت بھی نہیں اُنکی ذات وراء الوراء ہے چہ نسبت خاک را بعالم پاک ایسے ہی لوگوں کی نسبت کہا گیا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند　　این چنین ارکان دولت ملک را ویران کنند

واقعی بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ خود اپنے دین کے محافظ ہیں ورنہ نہ معلوم اگر ان اہل الرائے کے قبضہ میں اسلام اور احکام ہوتے تو اُنکی کیا گت بناتے وہ تو غنیمت ہے ان کے قبضہ میں کچھ ہے نہیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون سو جیسے دین کے وہ خود محافظ ہیں بھلا اُسکو کون مٹا سکتا ہے گو ان بدفہموں نے تو مٹانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی اسلئے کہ انکا مکر اور دام کچھ کم نہیں اسی کو فرماتے ہیں ؎

چراغے را کہ ایزد برفروزد،　　ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد،

اور فرماتے ہیں ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد　　چراغِ مقبلاں ہرگز نہ میرد

۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۳۳۱) (ملقب بہ احکام التبرکات) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس جبہ کے متعلق جو کہ جلال آباد میں ہے اصل چیز جو قابل تحقیق اور قابل غور ہے دو امر ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسکے ثبوت کا درجہ کیا ہے اور ایک یہ کہ اسکے ساتھ معاملہ کیا کرنا چاہئے سو اسکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے جیسے ایک سیّد ہو اور اسکے سید ہونے میں اختلاف ہو تو اُسکا درجہ ثبوت تو محض احتمال ہے اور اُسکے ساتھ معاملہ ہر شق میں احتیاط کا کیا جاویگا مثلاً اُسکا احترام بھی کیا جاویگا اور اسکو زکوٰۃ بھی نہ دیجاویگی اور جو شخص بے احتیاطی کرے اُس سے نزاع بھی نہ کیا جاویگا۔ دیکھئے سعد بن وقاص کے بھائی عتبہ نے حضرت سعد کو زمعہ کی لونڈی سے جو اُنکا لڑکا پیدا ہوا تھا وصیت کی تھی کہ اُسپر قبضہ کر لینا وہ میرے نطفہ سے ہے مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے الولد للفراش کے قاعدہ سے وہ لڑکا انکو نہیں دیا لیکن اشتباہ کے سبب حضرت سودہ کو اُس لڑکے سے پردہ کرنے کا حکم دیا سو

اس واقعہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اسقدر ضعیف احتمال پر احتجاب کا وہ معاملہ کیا جیسا کہ اصل کے ساتھ یعنی جب عتبہ سے اُس لڑکے کا نسب ثابت ہوتا معاملہ کیا جاتا آج سمجھ میں آیا یہ دونوں باتیں آج ہی سمجھ میں آئیں۔ آپ نے سوسمار نہیں کھایا اس احتمال پر کہ یہ کوئی امت ممسوخہ نہ ہو مگر چونکہ اُسوقت تک یہ محض احتمال کے درجہ میں تھا اسلئے دوسروں کو منع بھی نہیں کیا دیکھئے آپ نے اپنی ذات کیلئے احتمال کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو حقیقت کے ساتھ کیا جاتا مگر دوسروں کو مجبور نہیں کیا اسی طرح یہاں پر بھی دوسروں کو اُس جبہ سے برکت حاصل کرنے پر مجبور نہ کیا جاوے اور خود اگر چاہے برکت حاصل کرے اور میں نے ایک اور صاحب کے سوال کے جواب میں یہ بھی لکھا ہے کہ تعزیوں کو اسپر قیاس نہ کیا جاوے کیونکہ وہاں مانع شرعی موجود ہے کہ یہ آلہ ہے شرک اور کفر کا ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح خواب میں دیکھا کہ حضرت جلال آباد کا یہی جبہ پہنے ہوئے ہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعبیر فرمائی کہ حضرت سنت کے متبع ہیں تو حضرت کے ارشاد سے اسکو صحیح سمجھنے کی گنجایش معلوم ہوتی ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے خط کے جواب میں اسکے متعلق تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی مواقع ملجائے تو زیارت سے ہرگز ہرگز دریغ نہ کریں میں نے اسمیں ایک مقدمہ اور ملایا ہے کہ شرعی محذور بھی نہ ہو زیارت کرنے میں۔ اس مقدمہ کو ملانیکے بعد مطلق زیارت کرنے میں جبکہ منکرات سے پاک ہو کوئی قباحت نہیں رہتی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی چیزوں کے متعلق کسی تحریر میں جسکی تعیین یاد نہیں فرمایا ہے کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام آگیا تو ہمیں احترام ہی کرنا چاہئے اور اس جبہ کے متعلق بعض واقعات اُسکے خدام میں مشہور ہیں مثلاً کوئی شخص زیارت کو آیا اور مخلص نہ ہوا تو قفل نہیں کھلتا دوسرے وقت کھلجاتا ہے۔ اور ایک برکت تو خاص معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کے جو خدام ہیں وہ لالچی نہیں اگر کوئی کچھ بھی نہ دے تو غریب زیارت کرا کر چلے جاتے ہیں جو کھانے کو دیا کھا لیتے ہیں خود وہ بھی طلب نہیں کرتے۔ ایک شخص تھے حاجی عبد الرحیم میرے بھائی کے کارندہ وہ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص غریب آدمی تھا اسکو کچھ ضرورت ہوئی کہیں سے اُدھار نہیں ملا تو اُس نے قرآن شریف لیجا کر ایک ہندو سے کہا کہ اسکو رکھ لو اور دو روپیہ دیدو

اس نے بڑے ادب اور اہتمام سے لیلیا اور دو روپیہ دیدئے جب اس شخص میں وسعت ہوئی تو یہ اُس ہندو کے پاس گیا اور کہا کہ یہ روپیہ لیلو اور قرآن شریف دیدو اُس ہندو نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اگر لیجاؤ تو تمہارا قرآن ہے لیکن اگر چھوڑ دو تو بڑا احسان ہوگا جس روز سے یہ قرآن دوکان میں آیا ہے بڑی برکت معلوم ہوتی ہے اور اس جبہ میں اور تعزیوں میں فرق بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہ تو تعزیوں کا حکم اصلی ہے باقی بعض عوارض کی وجہ سے یہ بدل بھی جاتا ہے اسکے متعلق ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک گاؤں ہے کانپور کے ضلع میں گجنیر کے پورب میں وہاں کے لوگوں کے متعلق شدھی ہونیکی خبر سنی تھی میں اُس گاؤں میں ایک مجمع کے ساتھ گیا اور اس باب میں اُن لوگوں سے گفتگو کی اُن میں ایک شخص تھا جو ذرا چودھری سمجھا جاتا تھا میں نے اُسکو بلا کر دریافت کیا کہ سنا ہے کہ تم شدھی ہونیکو تیار ہو تو اگر تمکو اسلام میں کچھ شک ہو ہمسے تحقیق کرلو اُس نے کہا کہ میرے یہاں تعزیہ بنتا ہے (بنتا ہے) پھر ہم ہندو کا ہے کو ہونے لگے میں نے اُسکو تعزیہ کی اجازت دیدی کیونکہ یہاں عارض کے سبب یہ بدعت وقایہ تھی کفر کی اور میری اس اجازت کا ماخذ ایک دوسرا واقعہ تھا کہ اجمیر میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل تعزیہ کی نصرت کا فتویٰ دیدیا تھا قصہ یہ تھا کہ مولانا ایک زمانہ میں اجمیر تشریف رکھتے تھے عشرہ محرم کا زمانہ آیا اور غالبًا ایک درخت کے نیچے سے تعزیہ کے گذرنے پر شیعی صاحبان اور ہندوؤں میں جھگڑا ہوا اب صورت یہ تھی کہ اگر تنہا شیعی صاحبان مقابلہ کریں تو غلبہ کی امید نہ تھی اسلئے کہ انکی جماعت قلیل تھی اور ہندوؤں کی کثیر اس بنا پر شہر اجمیر کے عمائد مسلمان سنیوں نے مقامی علماء سے استفسار کیا کہ یہ صورت ہے ہمکو کیا کرنا چاہئے وہاں کے علماء نے جواب دیا کہ بدعت اور کفر کی باہم لڑائی ہے تمکو الگ رہنا چاہئے پھر اہل شہر جمع ہو کر مولانا کے پاس آئے اور کل واقعہ عرض کیا اور علماء کا قول بھی نقل کیا حضرت مولانا نے سنکر فرمایا کہ جواب تو ٹھیک ہے کہ بدعت اور کفر کی لڑائی ہے مگر یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ کیا ہندو اسکو بدعت سمجھکر مقابلہ کر رہے ہیں یا اسلام سمجھکر مقابلہ کر رہے ہیں سو یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے یہ شیعی صاحبان کی شکست نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے لہذا اہل تعزیہ کی نصرت کرنا چاہئے اسی طرح تعزیہ بدعت ضرور ہے لیکن وہاں میں نے

۲۴

اسکو وفا یہ کفر سمجھکر اجازت دیدی ہمارے بزرگ رحمہ اللہ جامع بین الاضداد تھے جو محقق کی شان ہوتی ہے (قمت احکام المتبرکات)

(ملفوظ ۲۳۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پہلے مرتاض لوگ بڑے بڑے طویل زمانہ تک حبس دم کرتے تھے اور اب بوجہ ضعف قوی کرنے سے بھی ایسا نہیں ہوتا۔ ایک فقیر نے حبس دم کا انتظام کیا تھا نا کامیاب رہا دماغ خراب ہوگیا اب قویٰ بوجہ کمزوری کے ایسی مشقتوں کی برداشت نہیں کرسکتے پہلے زمانہ میں تو ہندو بھی بڑی بڑی محنتیں کرتے تھے اب اُن میں بھی صاحب اثر نہیں گو ایسا اثر مطلوب نہیں۔ حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہٗ کے زمانہ میں ایک جوگی تھا اُس نے یہ مشق کی تھی کہ مریض پر نظر ڈالکر مرض کو سلب کرلیتا تھا ایکمرتبہ حضرت سلطان نظام الدین صاحب قدس سرہ پر ایک دورہ پڑا جسمیں بیہوشی ہوجاتی تھی ہوش آجانے پر خدام نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو فلاں جوگی جو مرض کو سلب کرلیتا ہے وہاں حضرت کا پلنگ لے چلیں فرمایا کہ خبردار ایسا مت کرنا اندیشہ ہے کہ لوگوں کے عقائد میں خرابی پیدا ہوجائے اتفاق سے پھر دورہ ہوگیا اور بیہوشی طاری ہوگئی مریدین کو پیر سے عشق کا درجہ ہوتا ہی ہے خلوص ہوتا ہے پیر کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتے آپسمیں مشورہ کرا ور پلنگ اٹھا اُس جوگی کے مکان پر جا رکھا اور خلاف کرنے کا تدارک معافی چاہنے سے سوچ لیا اُس نے دیکھا کہ اتنا بڑا شخص میرے مکان پر آیا بھولا نہیں سمایا فوراً سب کام چھوڑ اسطرف متوجہ ہوا اور فوراً مرض کو سلب کرلیا حضرت ایکدم اٹھکر بیٹھ گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی مرض ہوا ہی نہ تھا دیکھا کہ جوگی کا مکان ہے سمجھ گئے کہ یہ لوگ محبت کی وجہ سے میری تکلیف کو برداشت نہیں کرسکے اسلئے کسی کو کچھ نہیں کہا بلکہ اُس جوگی کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ یہ تاثیر جو تمہارے اندر ہے یہ کیا ہے اور کس عمل کی بدولت ہے اُس نے عرض کیا کہ میرے پاس صرف ایک چیز ہے جو میرے گرو نے مجھکو تعلیم کی تھی اور وہ یہ کہ یہ کہا تھا کہ ہمیشہ نفس کے خلاف کرنا مطلب یہ کہ نفس کا چاہا نہ کرنا بس میرے پاس صرف یہ ہی ایک عمل ہے اسکی بدولت یہ تصرف کرتا ہوں اور مرض کو سلب کرلیتا ہوں یہ سُنکر حضرت سلطان جی نے دریافت فرمایا اچھا یہ بتلاؤ کہ تمہارا نفس مسلمان ہونیکو چاہتا ہے عرض کیا کہ نہیں فرمایا

پھر گرو کی تعلیم پر کہاں عمل رہا ادہر تو یہ فرمایا اور ادہر توجہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے ایکدم کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا آپ نے درحقیقت اسپر بھی عمل کیا ھل جزاء الاحسان الا الاحسان آئی آپ کے مرض جسمانی کو سلب کیا تھا آپ نے اُسکے مرض باطنی یعنی کفر کو سلب فرمالیا احسان کا بدلہ احسان ہو گیا۔

(ملفوظ ۳۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات صوفیہ کو بدنام کیا جاتا ہے کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہتے ہیں کہ انکے اعمال سنت کے خلاف تھے یہ بدعتی تھے خود حضرت سلطان جی سے سماع کیلئے بہت شرائط منقول ہیں باقی اگر کسی سے کسی شرط کے کم ہوتے ہوئے۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سدور ہو گیا ہو تو اسکی وجہ دوسری طرف کا غلبہ ہے جسکو عشاق ہی سمجھ سکتے ہیں پھر کیفیت خاص ان حضرات کی سماع ہی پر موقوف نہ تھی ایکمرتبہ حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ کسی قوال کو بلاؤ تلاش کیا اُسوقت نہ ملا فرمایا اچھا دیکھو قاضی حمید الدین ناگوری کا خط آیا ہوا ہے وہ لاؤ لایا گیا فرمایا پڑھکر سناؤ ایک خادم نے پڑہنا شروع کیا اسکے اول میں یہ عبارت تھی از خاک پاے درویشان وگرد راہ ایشان بس اسکو سنتے ہی حضرت پر وجد طاری ہو گیا تین دن رات یہ ہی کیفیت رہی نماز کے وقت ہوش ہو جاتا اور جہاں نماز سے فراغ ہوا پھر اُسی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا تھا غرض اُن کے مغلوب ہونے کی یہ حالت تھی اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ وہ حضرات معذور تھے انکو برا کہکر کیوں اپنی عاقبت خراب کرتے ہو۔ ایک شخص تھے فضل الرحمٰن مولانا فیض الحسن صاحب کے داماد وہ ایک پنجاب کے بزرگ کی حالت بیان کرتے تھے کہ پنکھے کی آواز پر کواڑ کی آواز پر انکو وجد ہو جاتا تھا۔ اور اُن کے وجد کو آجکل کے جہلا کے سماع و وجد پر قیاس نہیں کرنا چاہئے ایتو سماع شہوت اور لذت کے واسطے سنتے ہیں۔ مولانا نصیر الدین چراغ دہلوی حضرت سلطان جی کے خلیفہ ہیں یہ سماع کے خلاف تھے انھوں نے ایک شخص کے اس سوال پر کہ آپکے شیخ تو صاحب سماع ہیں جواب فرمایا تھا کہ شیخ کا فعل سنت نہیں ہوتا یہ حضرت کو پہونچایا گیا کہ نصیر الدین آپ کے متعلق ایسا فرماتے ہیں فرمایا کہ نصیر الدین راست می گوید۔ یہ حالت ہے ان حضرات کی اب اسکے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ غلبۂ حال میں ایسا ہوتا تھا اسلئے وہ حضرات

معذور تھے۔ حضرت سلطان نظام الدین صاحب قدس سرہ فوائد الفواد میں سماع کے متعلق چار شرائط فرماتے ہیں۔ سامع، مُسمِع، مَسموع۔ آلہ سماع اور اسکی اس طرح تفصیل فرماتے ہیں سامع از اہل دل باشد از اہل ہوا و شہوت نباشد مُسمِع مرد تمام باشد کودک و زن نباشد مسموع مضمون ہزل نباشد۔ آلہ سماع چنگ و رباب درمیان نباشد۔ اسی طرح ایک بزرگ سے ان کے کسی مرید نے اپنے لئے سماع کی اجازت چاہی اور خود ان کے فعل کو سند میں پیش کیا ان بزرگ نے مجلس سماع قائم کرا کر اور اس شخص کے ہاتھ میں پانی کا کٹورا بھروا کر کھڑا کیا اور جلاد سے ظاہر میں کہا کہ اگر ایک قطرہ بھی پانی کا زمین پر گرے فوراً اس شخص کی گردن اڑا دینا اور خفیہ منع فرما دیا وہ کٹورا لئے اسی فکر میں بیٹھا رہا کہ کہیں پانی نہ گر پڑے اور سماع ہوتا رہا آخر جب مجلس ختم ہو گئی بزرگ نے پوچھا کہو کچھ لطف آیا عرض کیا کہ خاک لطف آیا میں تو اسی مراقبہ میں رہا کہ اگر ایک قطرہ پانی کا گرا تو وہ میرے خون کا قطرہ ہوگا فرمایا بس تمکو ذرا سی مشغولی میں کچھ لطف محسوس نہ ہوا اور یہاں تو چوبیس گھنٹے ارے چلتے ہیں تو ہمکو نفسانی لطف کہاں پھر اپنے کو ہمارے اوپر قیاس چہ معنی تو یہ لوگ حقیقت میں معذور ہیں

(ملفوظ ۳۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل دیہات میں جمعہ کرنے اور کرانیکا لوگوں میں بڑا زور شور ہے حالانکہ امام صاحب کے نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں جمعہ پڑھکر ظہر ذمہ میں باقی رہتا ہے مگر کچھ پروا نہیں احکام کا اتباع تھوڑا ہی مقصود ہے اپنے جی چاہیکا اتباع کرتے ہیں دین تھوڑا ہی مقصود ہے نظر تو اسپر ہے کہ کوئی یہ کہیگا کہ اتنے زمانہ سے جمعہ ہوتا آرہا تھا چھوڑ بیٹھے تو اسپر تو نظر کر لی مگر یہ نہ دیکھا کہ اگر کوئی یہ سوال کرے آجکی نماز ظہر کی تمنے نہیں پڑھی تو اسکا کیا جواب جمعہ پڑھنے سے جہاں پر جمعہ صحیح نہ ہو ظہر سر سے تھوڑا ہی اتر سکتا ہے۔ ایک شخص مجھسے کہنے لگے کہ گاؤں میں جمعہ کیوں نہیں ہوتا اسکی کیا وجہ میں نے کہا کہ بمبئی میں حج کیوں نہیں ہوتا اسکی کیا وجہ بس گم ہو گئے پھر کچھ نہیں بولے اپنے ہی اعتراض کا جواب لینا آتا ہے دوسرے کا بھی تو جواب دینا چاہئے۔

(ملفوظ ۳۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان متکبروں کا علاج بحمد اللہ یہاں پر آکر بہت اچھی طرح ہوتا ہے ان کے دماغوں کا خناس خوب نکالا جاتا ہے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دیوبندی ایسے لوگوں سے فرمادیا کرتے تھے کہ ایسے متکبروں کو تو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے وہیں درست ہوتے ہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا پیر ٹرا نہ ہو اُس مرید کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

(ملفوظ ۳۳۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مقصود تو اصلاح نفس ہے اب اسکی تعبیر چاہے جن الفاظوں میں کرلی جاوے طریق کا مقصود اور حاصل صرف یہی ہے اور اسی اصلاح کے طرق اور تدابیر کو اصطلاح میں سلوک کہتے ہیں اور یہ طرق بالتخصیص واجب اور فرض نہیں اصلاح فرض ہے خواہ دوسری تدابیر سے ہو اصل مقصود اصلاح نفس ہے اسپر بھی اگر معترض اعتراض کرے تو اس بدفہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ آخر طبیب جسمانی بھی تو تدابیر اختیار کرتا ہے اُسکو کوئی بدعت نہیں کہتا تو آخر ادہر اُسمیں کیا فرق ہے البتہ اگر خاص تدابیر کو کوئی قربت مقصودہ سمجھ جائے تو وہ ضرور قابل نکیر ہے لیکن کسی محقق کا یہ مسلک نہیں

۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۳۳۷) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے یہ ایک مقام پر سب جج ہیں انھوں نے بہشتی زیور کی بہت تعریف لکھی ہے اور لکھا ہے کہ ایک مکمل جلد جلد سے جلد روانہ کرادیجئے میں نے لکھا ہے کہ یہ فرمایش میری گرانی کا سبب ہوئی۔ اول میں تاجر کو تلاش کروں پھر اس سے فرمایش کروں اسکے بعد تکمیل فرمایش کی معلوم کروں اگر آپکو کسی تاجر کا پتہ نہ معلوم ہو تو اسکا پتہ مجھسے پوچھ سکتے ہیں اسپر فرمایا کہ اتنا بھی سلیقہ نہیں یہ سب جج کیا خاک کرتے ہونگے فیصلے بھی بدون تحقیق کرتے ہونگے۔

(ملفوظ ۳۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے وساوس کی شکایت لکھی تھی میں نے لکھا تھا کہ اُس طرف التفات مت کرو اور کثرت سے میرے مواعظ دیکھا کرو آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ وہ شیطانی وساوس آنے بند ہوگئے ایک آدھ کبھی آتا بھی ہے تو اس طرح جیسے بجلی کوند کر نکلجاتی ہے۔ اسپر فرمایا کہ جب آدمی خلوص سے کام کرتا ہے اور طلب صادق

ہوتی ہے ضرور نفع ہوتا ہے مگر یہ بات لوگوں میں رہی ہی نہیں۔

(ملفوظ ۲۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ جسکو بھی اپنے کام میں لگالیں اور توفیق عطاء فرمادیں بڑی ہی دولت ہے بڑی ہی نعمت ہے ایسا شخص دنیا کی طرف متوجہ ہو نہیں سکتا اور ایک وقت میں دو طرف توجہ ہو بھی کیسے سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اور کاموں کے نہیں رہتے اسی وجہ سے انکو لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں دیوانہ تو ضرور ہیں مگر یہ بھی معلوم ہے کہ کس کے دیوانہ ہیں اسی دیوانگی کو فرماتے ہیں ؎

مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم | ما اگر قلاشں وگر دیوانہ ایم

یہ خداوند جل جلالہ کے دیوانہ ہیں اُن کے عاشق ہیں جب مخلوق کے عشق میں آدمی کسی اور کام کا نہیں رہتا تو خالق کے عشق کا کیا پوچھنا اسی کو فرماتے ہیں ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلےٰ بود | گوئے گشتن بہر او اولےٰ بود

اور معترض کا منہ نہیں کہ وہ اس مذاق پر اعتراض کر سکے اسلئے کہ وہ خود ہی دیکھ لے کہ ایک فانی چیز کی یعنی دنیا کی طلب میں کیسا کھپا ہوا ہے کہ اپنے خالق اور پیدا کنندہ کو بھی بھول گیا اپنے محبوب پر سب ہی مٹا کرتے ہیں باوجود اسکے جب طالب دنیا کو کوئی دیوانہ نہیں کہتا تو پھر ایسوں کو جو لوگ دیوانہ اور پاگل کہیں وہ خود پاگل ہیں۔

(ملفوظ ۲۴۴) ایک صاحب کی ایک متکبرانہ غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آجکل تو بزرگی اور ولایت یہ ہے کہ ہاتھ میں تسبیح لیلی اور آہستہ آہستہ جھککر چل لئے کوئی سمجھے بڑے کوئی شیخ المشائخ آرہے ہیں یا خضر علیہ السلام دریا سے نکل کر آگئے ہیں اسکا بالکل ہی اہتمام نہیں کہ ہماری بدتمیزی اور بدتہذیبی کی بھی اصلاح ہوئی یا نہیں تمہاری اس غلطی کا سبب محض تکبر ہے شرم نہ آئی کہ اور مسلمانوں کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گئے گویا یہ ہی سب کے بڑے ہیں آخر ان میں اور مسلمانوں سے کونسی زائد چیز ہے مجھکو سب میں زیادہ تکبر سے نفرت ہے تکبر میں اور اس طریق میں تو بعد المشرقین ہے اول قدم اس طریق میں اپنے کو فنا کرنا اور ذلیل سمجھنا ہے ہر شخص سے اپنے کو ذلیل و خوار سمجھے اگر یہ بات نہ پیدا ہوئی تو وہ محروم رہا اس نے کچھ حاصل نہ کیا اور یہ تو امور طبعی ہیں میرے نزدیک تو یہ سکھلانے کی باتیں نہیں مگر بے حسی کا کسی کے پاس کیا

علاج بعض لوگوں کو اپنے کو بزرگ سمجھنے کا مرض ہوجاتا ہے مگر جسکو یہ معلوم نہ ہو کہ میں کس طرح اور کس حال میں مرونگا اسکو تقدس پر کیسا ناز اللہ بچائے جہل سے اور صاحب ناز کس بات پر ہو شاید ساری عمر میں ایک رکعت بھی ایسی یاد نہ آوے گی کہ خدا کی حکم کے موافق ادا کی ہو پھر یہ ناقص بھی جیسی کچھ ہے ان کا فضل ہے انعام ہے احسان ہے ورنہ ہم تو اسکی توفیق کے بھی مستحق نہ تھے۔

نمبر ۳۴۱ (ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں جنکی طبیعتوں میں سلامتی ہوتی ہے اُن کو تو ذکر و شغل سے نفع ہوتا ہے عجز اور انکسار کی شان پیدا ہوتی ہے ورنہ اسی سے ناز پیدا ہوجاتا ہے کہ اپنے کو ذاکر سمجھنے لگتے ہیں۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ دو چیزیں ایسی ہیں جنسے کج طبعوں کو ناز پیدا ہوجاتا ہے ایک ذکر و شغل سے اور ایک بوڑھاپے سے بوڑھاپے سے اسلئے کہ لوگ بوجہ بڑا ہونیکی رعایت کرنے لگتے ہیں یہ اسکو اپنی بڑائی اور بزرگی پر محمول کرنے لگتا ہے یہ نہیں سمجھتا کہ میں سڑا آدمی ہوگیا ہوں اسلئے لوگ رعایت کرتے ہیں اور حضرت بڑائی اور بزرگی تو بڑی دور کی چیز ہے اگر ایمان ہی دنیا سے سلامت چلا جائے یہ ہی غنیمت ہے اسی کو بڑی دولت سمجھنا چاہیئے اور یہ مرنے سے پہلے معلوم ہو نہیں سکتا پھر ناز کیسا۔

نمبر ۳۴۲ (ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو موقع موضوع ہو نجاست کے واسطے گو اس وقت وہاں نجاست نہ ہو وہاں قرآن مجید نہیں پڑھنا چاہیئے جب تک اُسکا وہ استعمال نہ چھوڑ دیا گیا ہو۔ فلاں صاحب نے نجاست نہ ہونے کے وقت علی الاطلاق جائز کہدیا ہے مگر یہ جواب جی کو نہیں لگتا آخر قواعد بھی تو کوئی چیز ہیں مگر اُنکے جواب میں کوئی قید ہی نہیں غالباً عبارت ناتمام معلوم ہوتی ہے شاید ذہن سے ذہول ہوگیا ہو بہر حال ایسے موقع پر جہاں اہل فتوی کے اقوال میں احتیاط ہو وہاں تو اُن کا اتباع کرنا چاہیئے اور جہاں اُن کے یہاں احتیاط نہ ہو وہاں اپنی رائے پر جسمیں احتیاط ہو عمل کرلے میں تو یہ ہی کرتا ہوں زیادہ تلاش وغیرہ بھی نہیں کرتا ایسے موقع پر احتیاط کا پہلو اختیار کرلیتا ہوں۔

نمبر ۳۴۳ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ اس مسئلہ کے ملنے کی امید نہیں کہ انسان کے

بال ناخن کسی کے ملک بن سکتے ہیں یا نہیں اور حر کے متعلق تو شبہ ہی نہیں وہ تو ملک ہو ہی نہیں سکتے مگر غلام کے متعلق تردد ہے کہ اسکے بال ناخن بھی کسی کے ملک ہونگے یا نہیں مگر غالباً یہ جزیہ بھی نہ ملیگا۔ البتہ قواعد سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ ملک نہ ہوگا جدا ہو جانے کے بعد مولے کی ملک سے نکلجاتا ہے۔

(ملفوظ ۳۴۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اہل طریق پر اعتراض کرنے والے بدفہم ہیں ورنہ یہ حضرات ہرگز قابل ملامت نہیں مگر ملامت کرنے والوں کو ان کے عذر کی خبر نہیں دیکھئے تکرار فرض کو فقہا منع کرتے ہیں مگر بوقت وفات حضرت سلطان جی کی یہ حالت تھی کہ بار بار غشی سے اٹھتے اور پوچھتے کہ میں نے نماز پڑھی یا نہیں عرض کیا جاتا کہ پڑھ چکے شدت شوق عبادت میں فرماتے لاؤ پھر پڑھ لوں نہ معلوم پھر کیا موقع ہے ایسے عاشق لوگوں پر کیا ملامت فقہا بھی اصل سے اسکے مانع نہیں منع کی علت یہ فرماتے ہیں کہ تکرار فرض منسوخ ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ پہلے مشروع تھا سو یہ منسوخ ہونا خود مجتہدین میں مختلف فیہ ہو سکتا ہے تو ممکن ہے کہ سلطان جی کے نزدیک منسوخ نہ ہوا ہو اور کسی ایسے عالم محقق کا مجتہد غیر مجتہد ہونا غیر مجتہد فیہ ہو سکتا ہے علما اور مشائخ کے ایسے اختلاف میں ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیصلہ تھا کہ اگر اعمال ظاہرہ میں اختلاف ہو تو فقہا کے مسئلہ پر عمل کرتا ہوں اور اگر اعمال باطنہ میں اختلاف ہو تو صوفیہ کے قول پر عمل کرتا ہوں سبحان اللہ کیسا عجیب اور حکیمانہ فیصلہ ہے۔

(ملفوظ ۳۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مدت سے بہت بڑا حصہ تصوف کا مردہ ہو چکا تھا کام کرنے والوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور اسکا کیا انجام ہے بس اندھیری کوٹھڑی میں الا دھند چلے جا رہے تھے کچھ خبر نہ تھی خواہ سر پھوٹے یا ٹانگ ٹوٹے اب بحمد اللہ طریق کافی طور پر واضح ہو گیا مدتوں کے بعد یہ طریق زندہ ہوا ہے گو اب بھی بدفہم لوگ اس فکر میں ہیں اور چاہتے ہیں کہ اصلاح کا باب بند ہو جائے مگر چاہا ہوا تو حق سبحانہ تعالیٰ ہی کا ہوتا ہے اور کسی کے چاہے سے ہوتا ہی کیا ہے فرماتے ہیں۔ ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم۔ اب انشاء اللہ

تعالیٰ صدیوں تک کیلئے طریق صاف اور بے غبار ہو گیا اور اگر پھر بھی کچھ گڑبڑ ہوئی تو حق تعالیٰ اور کسی کو پیدا فرما دیں گے یہ انکی رحمت ہے جس سے چاہے اپنا کام لے لیں کسی خاص شخص پر موقوف نہیں۔

(ملفوظ ۳۴۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اسکا پتہ نہیں چلتا کہ مجکو مخلوق سے وحشت کیوں ہے فرمایا کہ اسکی تحقیق اور معلوم کرنیکی ضرورت ہی کیا ہے ابن الوقت ہونا چاہیے اگر معلوم ہو جاوے اسپر راضی رہے اگر معلوم نہ ہو اُسپر راضی رہے ؎

چونکہ بربخت بہ بند دستہ باش چوں کشاید چابک و برجستہ باش

مبتدی کو ان تحقیقات اور قصوں میں پڑنا ہی نہیں چاہیے اس سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش سے مبتدی کو سخت نقصان پہونچتا ہے اسکو ضرورت ہے یکسوئی کی پھر مزاحاً فرمایا پھر ہمارے پاس ایکسوئی نہ ہو البتہ منتہی کو ان چیزوں سے نقصان نہیں پہونچتا منتہی ان چیزوں پر خود غالب ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ابوالوقت ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۳۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں اس طریق کا کیونکہ یہ طریق عشق ہے اور عشق کا انضباط ہی کیا مردہ کا کیا انضباط وہ تو زندہ کے ہاتھ میں ہے مردہ بدست زندہ مشہور ہے اسی کو مولانا نے کہا ہے ؎

خفتہ از احوال دنیا روز و شب چوں قلم در پنجۂ تقلیب رب

البتہ صاحب مقام راسخ ہوتا ہے اُسمیں انقلاب کم ہوتا ہے بخلاف صاحب حال کے کہ اُنکی کیفیات میں بکثرت انقلاب ہوتا ہے اور ناواقف لوگ صاحب کیفیات ہی کو زیادہ کامل سمجھتے ہیں حالانکہ کوئی چیز نہیں اصل چیز مقام ہے گو مقام بھی ایک اصطلاح میں حال ہی ہے مگر ہے راسخ اور اس درجہ کے شخص کے واردات بھی قابل اتباع ہوتے ہیں گو دوسروں کیلئے نہ سہی مگر خود اسکے لئے قابل اتباع ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر وہ اُن واردات کا اتباع نہ کرے تو اُسکو کچھ نہ کچھ ضرر ہوتا ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ ضرر آخرت کا نہیں ہوتا محض دنیا کا ضرر ہوتا ہے۔ ایک بستی میں ایک بزرگ رہتے تھے ایک اور مسافر بزرگ اُس بستی میں آئے انھوں نے اُن سے ملنے کا ارادہ کیا مگر ان کے قلب پر وارد ہوا کہ مت جاؤ یہ نہیں

گئے تھوڑی دیر بعد پھر ارادہ کیا کہ ملنا چاہئے پھر وارد ہوا کہ مت جاؤ اسپر خیال ہوا کہ وجہ کیا ایک بزرگ اور نیک شخص ہیں معلوم ہوتا ہے یہ خیال بے بنیاد ہے ضرور ملنا چاہئے اٹھکر چلدئے تھوڑی ہی دور چلے تھے ٹھوکر لگی اور گر کر ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی الہام ہوا کہ تمہیں ملنے سے منع کیا گیا تھا اس منع کی کیوں مخالفت کی بعد میں وجہ ممانعت کی معلوم ہوئی کہ وہ بزرگ بدعتی تھے جنکی ملاقات سے منع کیا گیا تھا تو وارد کی عدم اتباع پر اس قسم کی تکوینی سزا ہو جاتی ہے مگر اخروی سزا نہیں ہوتی بس یہ ضرر ہوتا ہے اور وجہ اس سزا کی غور سے کام نہ لینا ہے ملامت اسپر ہوتی ہے کہ واقعہ میں تحقیق اور احتیاط کیوں نہیں کی اس طریق میں بہت ہی دقیق باتیں پیش آتی ہیں اس واقعہ میں احتیاط یہی تھی کہ نہ ملتے کیونکہ اگر وہ شخص واقع میں بزرگ ہی تھے تب بھی انسے ملنا کوئی واجب تو نہ تھا پھر اصول صحیحہ سے تحقیق کر سکتے تھے ایسے امور میں خاص سمجھ کی ضرورت ہے۔

[۳۴۸] (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل عشق کی شان ہی جدا ہوتی ہے یہ حضرات بظاہر اس عالم میں نظر آتے ہیں مگر معنیً اس عالم میں نہیں ہوتے ہر وقت محبت میں غرق رہتے ہیں نہ ہنسنے کا خیال نہ رونے کا نہ کسی سے ملنے کا شوق نہ کھانے کمانے کی فکر عشق ایسی ہی چیز ہے اور یہ حالت بدون عشق نہیں ہو سکتی یہ عشق ہی کا خاصہ ہے کہ سوائے محبوب کے سبکو فنا کر دیتا ہے اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

عشق آن شعلہ است کو چون بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند — در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت — مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

گویا اسی کا ترجمہ گلزار ابراہیم میں کیا گیا ہے ؎

عشق کی آتش ہے ایسی بد بلا — دے سوا معشوق کے سبکو جلا

اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ حضرات مغلوب ہونے کی وجہ سے معذور ہیں انکو اپنی ہی خبر نہیں اپنر ملامت کر کے اپنی عاقبت خراب کرنا ہے کسی کو کیا خبر کہ ان پر کیا گذرتی ہے

[۳۴۹] (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جو طالب کہلاتے ہیں انکی بھی یہ حالت ہے کہ آتے ہیں اصلاح کی غرض سے اور چاہتے یہ ہیں کہ ہماری آؤ بھگت ہو خاطر تواضع ہو کھانا پینا

۳۴۳

بھی نفس کی موافق ہو مگر میرے یہاں بحمداللہ کوئی سامان اس قسم کی دلجوئی کا نہیں سب دلشوئی کے سامان ہیں۔ پہلے بزرگوں نے تو اصلاح کے متعلق طالبوں پر بڑی بڑی سختیاں کی ہیں میں تو اسقدر سختی کرتا بھی نہیں حضرت شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم علاء الدین کی خدمت میں مدت دراز تک رہے اور اُن کی ساتھ برتاؤ کی یہ حالت تھی کہ آنے میں ذرا دیر ہو گئی تو اس طرح خطاب ہوتا تھا کہ ارے آیا نہیں کیا ٹانگیں ٹوٹ گئیں مشہور یہ ہے کہ سچ مچ ٹانگوں سے معذور ہو جانے پر فرماتے جلدی چلو تو ٹانگیں ٹھیک ہو جاتی ہیں اور اس سے بھی سخت سخت الفاظ سے پکارا جاتا تھا تو بھائی بڑے دھکے مکے کھا کر آدمی بنتا ہے اب تو یہ دن بلصراط کو طے کئے ہوئے جنت میں جانا چاہتے ہیں خادمیت سے گھبراتے ہیں اتباع سے عار ہے بس انکو مخدوم بنا دو اس زمانہ میں کچھ ایسا آزادی کا زہر ملا اثر پھیلا ہے کہ ہر شخص کے اندر الا ماشاء اللہ کبر بھرا ہوا ہے دماغوں میں گوبر ہے پھر جب طالب ہو کر تمہارا یہ حال ہے تو دوسرا ہی تمہاری کون غلامی کرنے لگا وہ بھی آزاد ہے خصوص یہاں تو نرالا ہی رنگ ہے یہ للّو پتّو اور جگہ ہے یہاں تو قدم قدم پر روک ٹوک محاسبہ معاقبہ دار و گیر ہوتی ہے بعد میں کہیں جا کر دوسری چیزیں ہیں پہلے میزان عدل ہے پھر پلصراط اسکو طے کرنیکے بعد جنت ہے۔

۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

(ملفوظ ۳۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج جمع ہوئے استفتوں کا جواب پورا ہو گیا مگر سر میں بھی درد ہو گیا یہ اکثر دیکھا ہے کہ جس روز کوئی بڑا کام ختم ہوتا ہے ختم کے بعد تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسے منزل پر پہونچکر تکان ہوتا ہے اور درمیان میں مشغولی کی وجہ سے پتہ بھی نہیں چلتا۔

(ملفوظ ۳۵۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر کرایہ کے مکان میں درخت ہوتے ہیں امرود کے یا بیری وغیرہ کے انکا پھل کرایہ دار کو کھانا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ بلا اذن جائز نہیں۔ ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ گائے کو کوئی دودھ پینے کیلئے کرایہ پر لیلے یہ

جائز نہیں اسپر فرمایا کہ فقہ کا باب بھی نہایت ہی اہم ہے مجھکو تو فتوی دیتے ہوئے بڑا ہی خوف معلوم ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو آجکل بڑی جرأت ہے ذرا خوف نہیں کرتے۔

(ملفوظ ۳۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمان ظلم کے سبب تباہ ہوئے اب ہندوؤں نے ظلم شروع کیا ہے انشاء اللہ یہ بھی تباہ ہونگے۔ ہنود کے پاس روپیہ ہے قانون داں ہیں مسلمانوں کے پاس کوئی سامان نہیں ہے مگر انکو کسی مادی سامان کی ضرورت بھی نہ تھی اگر یہ حق تعالیٰ کو راضی رکھتے تمام پریشانیوں کی جڑ خدا تعالیٰ سے صحیح تعلق کا نہ رکھنا ہے اور یہ مسلمانوں کی انتہائی بدفہمی ہے کہ غیر قوموں کی بغلوں میں جا کر گھستے ہیں انکو اپنا دوست سمجھتے ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا حصر کے ساتھ فرماتے ہیں کہ تمہارا کوئی بھی دوست نہیں سوائے اللہ اور رسول اور مومنین کے۔

(ملفوظ ۳۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے مولوی غوث علی صاحب پانی پتی سیاحت میں ایک مقام پر پہونچے وہاں معلوم ہوا کہ ایک شیعی وصیت کر مرا ہے کہ میری دونوں بیٹیوں کی شادی حضرت امام مہدی علیہ السلام سے کیجائے اب وہ لڑکیاں بالکل جوان ہیں مگر حضرت امام کے انتظار میں انکی شادی نہیں کیجاتی۔ مولوی صاحب بڑے ہی دانشمند اور ذہین تھے کہا کہ ظاہر ہے کہ حضرت امام تو متبع شریعت ہونگے وہ دونوں بہنوں کو کیسے جمع کریں گے سو ایک کا تو نکاح کر دینا چاہئے چنانچہ ایسا کر دیا گیا۔ پھر فرمایا کہ یہ بے انصافی ہے کہ ایک کی شادی ہو دوسری کی نہ ہو دوسری کی بھی کر دو اور وصیت پر اس طرح عمل کیا جاوے کہ ایک یادداشت لکھکر خاندان میں محفوظ کر دو کہ حضرت امام کے وقت میں ان لڑکیوں کی نسل میں جو لڑکی ہو اسکو حضرت کے نکاح میں دیدیں چنانچہ سب نے پسند کر کے ایسا ہی کیا۔

(ملفوظ ۳۵۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اجی حضرت میرے اندر کمال تو کیا ہوتا جس زمانہ میں میں مدرسہ میں پڑھا کرتا تھا اسوقت بھی استعداد وغیرہ کبھی نہیں ہوئی اسلئے کہ میں نے توجہ سے پڑھا ہی نہیں اور نہ کبھی ذہن ایسا ہوا البتہ حافظہ میرا مدرسہ میں مشہور تھا اساتذہ میں بھی اور طلبہ میں بھی اور اب تو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ مناجات مقبول

کی منزل بھی پڑھی ہے یا نہیں باوجود اس نقص کے پھر جو کچھ کام ہوا یہ سب فضل خداوندی ہے اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے وہ جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں ہاں تحدث بالنعمۃ کی صورت میں مسرت ضرور ہے۔

(ملفوظ ۳۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق سے لوگوں کو اسقدر اجنبیت ہو چکی ہے کہ عوام تو عوام خواص اور شیوخ تک اسکا مضحکہ اڑاتے ہیں یہ طریق سے عدم مناسبت کا پتہ دیتی ہے اور عدم واقفیت پر دال ہے اپنی ہی جماعت کے بہت سے لوگوں کی یہ حالت ہے دوسروں کی کیا شکایت۔

(ملفوظ ۳۵۶) (ملقب بہ شیوۃ اھل الحق) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں مدرسہ کی سرپرستی میرے سر زبردستی بھوپی گئی کہتے کراتے سب کچھ خود ہیں میرا تو محض نام ہی نام ہے کیا فائدہ ایسی سرپرستی سے مجھے خدمت سے انکار نہیں علماء کو میں اپنا بھائی سمجھتا ہوں اور طلبہ کو مثل فرزند کے سمجھتا ہوں مگر ضرورت اسکی ہے کہ خدمت طریقہ کے ساتھ لیجائے اور یہ تو محض بے ڈھنگا پن ہے کہ نہ اصول ہیں نہ قواعد مجھے آجتک بھی معلوم نہیں کہ میرے فرائض ہیں کیا۔ اور یہ فساد کرنے والے اور مدرسے کی مخالفت کرنے والے تو خود اغراض میں مبتلا ہیں الا ماشاء اللہ شکایات تو خود مجھکو بھی کارکنان مدرسے سے ہیں مگر شکایت کا یہ طریقہ نہیں جو ان مخالف لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے کیا انھوں نے تو مدرسہ ہی کو بیخ بنیاد سے اکھاڑ دینے کا انتظام کر دیا مجھکو مدرسہ والوں کے ساتھ تو صرف طریقۂ کار سے اختلاف ہے اور مخالفین کیساتھ ان باتوں سے اختلاف ہے جو بدون تحقیق کارکنان مدرسہ کے سر تھوپی گئیں آخر دین بھی کوئی چیز ہے دشمنی میں بھی حدود سے تجاوز نہ ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ اگر ان کو دشمنی بھی ہے تو کارکنان مدرسے سے نہ مدرسے سے تو ایسی حرکت کرنا یا وہ طریقہ اختیار کرنا جس سے مدرسہ کو نقصان پہونچے یہ کسدرجہ تک عقل کی بات ہے۔ اور خاص اغراض پورا کرنے کی وجہ سے چالاکیاں اور پالیسی اختیار کرنا کون کمال کی بات ہے ایسی پالیسی تو ہم بھی جانتے ہیں مگر استعمال سے نفرت ہے میں نے اسکی مثال میں ایک صاحب سے کہا تھا کہ گوہ کھانا کون نہیں جانتا سب جانتے ہیں ہاتھ میں لیکر مونہ میں رکھکر نگل جاوے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اسکا کھانا کیسا ہے کوئی

شریف آدمی سلیم الطبع کبھی ایسی باتوں کو گوارا نہیں کرسکتا اور نہ اختیار کرسکتا ہے طالبعلموں میں جیسے غربت مسکنت انکسار وغیرہ کی شان ہونا اوروں سے زیادہ احسن ہے ویسی ہی اُن میں اسکے مقابل دوسری شان جیسے غرض پرستی پالیسی وغیرہ کا ہونا اوروں سے زیادہ اقبح ہے اللہ ان رذائل سے بچائے میں تو اسکی ایک مثال بیان کیا کرتا ہوں کہ خشک روٹی اگر بُسی بھی جائے آدمی کھا سکتا ہے لیکن زردہ پلاؤ بریانی قورمہ متنجن اگر خراب ہوگا تو گھر والوں کو تو کیا پڑوسیوں تک کو بھی محلہ میں نہ ٹھیرنے دیگا انمیں اسقدر بدبو اور تعفن ہوگا اسی طرح عوام کے عیوب سے علماء کے عیوب نہایت اقبح واشنع ہیں مگر افسوس ہے کہ آجکل اہل علم نے دنیا کے جھگڑوں قصوں میں پڑکر درس تدریس سب ہی کچھ برباد کیا ورنہ اگر یہ اطاعت واتقاء اختیار کریں تو بدون ان وسائط کے اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرح کی کامیابی عطا فرمائے موسیٰ علیہ السلام کے پاس کونسا سامان تھا حتی کہ جب انکو تبلیغ کا حکم دیا گیا تو انھوں نے بے سامانی کو دیکھکر یہ دعا کی تھی رب انی قتلت منھم نفسًا فاخاف ان یقتلون اور جواب میں بجائے سامان عطا ہونیکے یہ ارشاد ہوا تھا نجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما یہی صفت اللہ والوں کو عطا فرماتے ہیں یعنی ہیبت اور شوکت پس انکا خداداد رعب ہوتا ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہیبت حق ست این از خلق نیست　　ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

مجدد صاحب کو جہانگیر بادشاہ نے بلایا تھا اور تخت کے سامنے ایک عارضی کھڑکی لگوائی جسمیں داخل ہونے والا بدون سر جھکائے داخل نہ ہوسکے اور اُس کھڑکی میں سے آپکو آنیکا حکم ہوا مقصود یہ تھا کہ داخل ہونے کے وقت تخت کے سامنے آپکا سر جھکیگا آپنے یہ لطیفہ کیا کہ اُس کھڑکی میں پہلے پیر داخل کئے تو اس صورت میں بادشاہ کی طرف پیر ہوئے اسپر بادشاہ برہم ہوا اور مجدد صاحب کے قتل کا حکم دیا مگر دربار میں ایک مولوی صاحب تھے ولایتی انھوں نے سفارش کی تب قتل کا حکم قید سے مبدل ہوا اور گوالیار کے قلعہ میں قید کئے گئے ان حضرات پر کسی کا اثر نہیں ہوتا سوائے ایک ذات کے اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات ہے میں نے بڑے بڑے اہل جاہ کو کہتے سنا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے

بولا نہ جاتا تھا اور حالانکہ حضرت کی حالت یہ تھی کہ آواز بھی کبھی بلند نہ ہوتی تھی۔ ملا محمود صاحب نہایت سادہ بزرگ تھے ایک مرتبہ سبق میں ایک طالب علم کے گھونسہ مارا وہ ہٹ گیا تو گھونسہ زمین پر لگا اور غصہ بھڑک گیا جوتہ پھینک کر مارا وہ اسکی زد سے بھی بچگیا اور بھی غصہ بھڑک گیا بڑا شور و غل مچا۔ میں اُن کی درسگاہ سے ایک طرف کو جا رہا تھا اُس طرف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے مجھکو بلایا اور واقعہ پوچھا باوجودیکہ نہایت شفقت فرماتے تھے مگر جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی بات نہ کیجاتی تھی حتی کہ گھونسہ کا لغت بھول گیا یہ ہیبت ان حضرات کو خداداد عطا ہوتی ہے انتہت رسالۃ شیون اہل الحق۔

(ملفوظ ۳۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ انگریزوں نے ہمسے تہذیب سیکھی ہے یا ہم نے اُن سے بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ تمھارے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے میں جواب دیتا ہوں کہ یوں کہو کہ انگریزوں میں ہمارا سا انتظام ہے یوں مت کہو کہ ہم میں انکا سا انتظام ہے ... کیونکہ وہ یہ چیزیں کہاں سے لائے یہ چیزیں تو ہمارے گھر کی ہیں جنکو مسلمانوں نے چھوڑ دیا اور دوسری قوموں نے اختیار کرلیا اس غفلت اور بے خبری کی کوئی حد ہے کہ اپنی چیزوں کو دوسروں کی سمجھتے ہیں۔

(ملفوظ ۳۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں مدرسے کے مہتمم کے اختیارات کو محدود کرنا بڑی ہی زبردست مضرتوں کا پیش خیمہ ہے جسکا نتیجہ آگے چلکر معلوم ہوگا میں نے ایک صاحب سے مدرسے کے انتظام کے متعلق کہا تھا کہ اگر مجھکو کامل اختیارات ہوتے تو میں اوّل کیا کرتا کہ مہتمم صاحب کے ذریعہ سے واقعات معلوم کرتا اور بعد تحقیق جو انتظام خود اپنی سمجھ میں آتا وہ کرتا اور اگر تردد رہتا تو سارے ہندوستان میں اشتہار دیکر علماء و عقلاء سے مشورہ لیتا اس صورت میں تمام لوگوں کو مدرسے سے عشق ہو جاتا اور یہ سمجھتے کہ یہ جمہوریت صحابہ جیسی ہے کہ رائے سبکی اور حکومت ایک کی حضرت تدابیر تو سب ذہن میں ہیں مگر کوئی کرنے بھی دے اور اب تو کچھ ایسا انقلاب ہوا ہے کہ پرانے لوگوں میں بھی جدید باتوں کا زہریلا اثر پیدا ہوگیا ہے نیچریت کا غلبہ ہے اسلئے کوئی مفید تجربہ نہیں چلتی۔

(ملفوظ ۳۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ کوئی چیز اپنی حد سے نہ بڑھے

اہل تحریکات کی طرح اپنی غرض پورا کرنے کیلئے احکام کو خدانخواستہ بدلنا تھوڑا ہی گوارا ہو سکتا ہے مجھکو تو دوسروں کی ایسی حرکتیں سنکر غیرت آتی ہے۔ خود تو کیا ایسی باتیں کرتا جیسے بعضے فرمائش کرتے ہیں۔

۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۲۶۶) ایک نو وارد صاحب سے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کچھ کہنا ہے عرض کیا کہ اسوقت تو کچھ کہنا نہیں کوئی تنہائی کا وقت ملجائے تو اسوقت عرض کرونگا۔ فرمایا کہ تنہائی کا وقت میرے پاس نہیں نہ اتنی فرصت اسکی دوسری صورت یہ ہے کہ مجھکو ایک پرچہ لکھکر دیدو اسکو میں ہی پڑھونگا یہ بھی تنہائی ہی ہے۔ عرض کیا کہ لکھکر بکس میں ڈالدوں فرمایا تمکو اختیار ہے میں نے ایک صورت سہل تمکو بتلادی ہے یہ فرماکر دریافت فرمایا کہ میں نے تمکو پہچانا نہیں ورنہ تم نے خود کوئی تعارف کرایا۔ عرض کیا کہ میں سہارنپور کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں کا رہنے والا ہوں دریافت فرمایا کہ اس کا کچھ نام نہیں یہ گول مول اور ادھوری باتیں کیوں کرتے ہو کیا اس سے اذیت نہیں ہوتی کیا بدفہمی کا کوئی خاص مدرسہ ہے کہ تم لوگ وہاں تعلیم پاکر آتے ہو اور یہ بتلاؤ کہ اس آنے سے قبل کبھی خط و کتابت بھی تمنے مجھسے کی یا نہیں۔ عرض کیا کہ ایک خط بھیجا تھا اسکا جواب مجھکو ملا وہ مکان پر بھول آیا۔ فرمایا کہ تمھاری طلب کا حال تو اسی سے معلوم ہو گیا معلوم ہوتا ہے کہ تم میں بے فکری کا بھی مرض ہے۔ عرض کیا کہ راستے میں آکر یاد آیا۔ فرمایا کہ اگر فکر ہوتی تو لوٹ کر جاتے اور لیکر آتے۔ عرض کیا کہ اس خیال سے نہیں لوٹا کہ نہ معلوم پھر کب جانا ہو۔ فرمایا کہ اب یہ سوال ہے کہ گھر سے لیکر کیوں نہیں چلے تھے کیا اچھا عذر ہے کبھی ایسا ہی ہوا ہے کہ غسلخانہ میں نہانے گئے ہو اور پاجامہ بھول آئے ہو اور ننگے آکھڑے ہوئے ہو۔ ہم تو جب جانیں کہ کوئی ملازمت کو جائے اور سارٹیفکیٹ گھر بھول آئے اس تمام بے فکری کی مشق دین ہی پر ہوتی ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ اور آئے کب تھے۔ عرض کیا گیارہ بجے والی گاڑی سے فرمایا کہ اسوقت ملے تھے۔ عرض کیا کہ نہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیوں۔ عرض کیا کہ یہ خیال ہوا

کہ شاید سونے کا وقت ہو۔ فرمایا کہ ملنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ عرض کیا کہ تھوڑی سی۔ فرمایا کہ اس سے تمہاری آدمیت کا پتہ چلتا ہے تمکو مجھ سے بالکل مناسبت نہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ تم ہرچہ بھی نہ ڈالنا جواب نہ ملیگا۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی۔ فرمایا کہ غلطی ہی کا درجہ بتلا رہا ہوں خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں۔ میں تمکو کسی مصلح کا پتہ بتلا دونگا اگر تم پوچھوگے یہ اسوجہ سے کہ اصلاح فرض ہے اور مجھسے تمہاری اصلاح ہو نہیں سکتی جسکی وجہ عدم مناسبت ہے چنانچہ ابھی تھوڑی سی دیر میں تین باتیں ثابت ہوئیں۔ طلب کی حقیقت۔ بے فکری۔ آدمیت اسلئے تمکو دوسری طرف رجوع کرنا چاہئے جس سے مناسبت ہو پھر فرمایا کہ میں جو دوسرے کے سپرد کرنیکو کہتا ہوں تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ عتاب اور اُسکا اثر ہے حالانکہ نہ عتاب ہے نہ اُسکا اثر ہے اُسکا اثر تو صرف یہ ہے کہ زبان سے شکایت کر لیتا ہوں اور باقی سپرد کر دینا یہ مصلحت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اس طریق میں معلم کا انقباض سد عظیم ہے انقباض کی حالت میں کوئی نفع نہیں ہو سکتا اور اسکا سبب عدم مناسبت ہے جب تناسب نہیں خاک نفع نہیں ہو سکتا جب نفع نہیں تو کیوں میں اُسکو محبوس کروں اور کیوں خود پریشانی اور کلفتیں اُٹھاؤں اگر کوئی نفع ہو تو ان چیزوں کی بھی برداشت کروں۔ اسلئے دوسروں کے سپرد کر دیتا ہوں جہاں انقباض نہ ہو۔

(ملفوظ ۳۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں میں نے انسان کی (مراد مومن ہے) بجائے حیوان ناطق کے دوسری تعریف کی تھی جو مومن کے ساتھ خاص ہے حیوان عاشق یہ عشق ہی ہے کہ ملائکہ تک پر اسکو شرف حاصل ہے۔

(ملفوظ ۳۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کو عملیات کے باب میں اسقدر غلو ہے کہ مجموع العزائم بنے ہوئے ہیں ان چیزوں میں پڑکر مقصود سے بہت دور جا پڑے اسلئے کہ اصل مقصود اصلاح نفس وانسداد رذائل ہے مگر اسکی بالکل پروا نہیں۔ محمد غوث گوالیری نے موکل تابع کر رکھے تھے ایکبار اُنکو حکم دیا کہ شاہ عبد القدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو جس حالت میں ہوں لے آؤ ہم زیارت کرینگے۔ شاہ عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ تہجد سے فارغ ہو کر مراقب بیٹھے تھے افاقہ جو ہو دیکھا کہ موکل سامنے کھڑے ہیں دریافت کیا کہ تم کون ہو عرض کیا کہ ہم موکل ہیں اور محمد غوث صاحب گوالیری کے بھیجے ہوئے ہیں

وہ مشتاق زیارت ہیں اگر اجازت ہو ہم حضرت کو بہت آرام سے وہاں لے چلیں فرمایا کہ اُن ہی کو یہاں پر لے آؤ۔ وہ موکل لوٹ گئے اور محمد غوث صاحب کو پکڑ کر لے آئے انکو تعجب ہوا کہ قاعدہ سے تابع تو میرے اور اطاعت کی شیخ کی حضرت شاہ عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکو نصیحت کی کہ کس خرافات میں مبتلا ہو انھوں نے توبہ کی اور حضرت شیخ سے باطنی تعلق پیدا کیا بس یہ حقیقت ہے ان عملیات کی۔ ایکمرتبہ میں نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسا بھی عمل ہے کہ جس سے موکل تابع ہو جائیں فرمایا ہے تو مگر یہ بتلاؤ کہ تم بندہ بننے کے لئے پیدا ہوئے ہو یا خدائی کرنے کے لئے بس مولانا کا اتنا کہنا تھا کہ مجھکو بجائے اشتیاق کے ان عملیات سے نفرت ہو گئی حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے ایک مرید کو یہ وسوسہ تھا کہ حضرت عمل پڑھتے ہونگے جسکی وجہ سے اسقدر معتقدین کا ہجوم ہے آپ کو اس خطرہ پر اطلاع ہو گئی۔ فرمایا کہ ارے معلوم بھی ہے کہ ان عملیات سے نسبت باطنی سلب ہو جاتی ہے۔ قربان جائیے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ ان سب فضولیات سے بچا کر ہمکو ضروری چیزوں کی طرف لائے ہیں میں نے ان چیزوں کے عاملوں کو دیکھا ہے کہ ان میں کوئی باطنی کمال نہیں ہوتا بلکہ اور ظلمت بڑھتی ہے الحمد للہ مجھے مولانا کے ارشاد کے بعد عملیات سے کبھی مناسبت نہیں ہوئی۔

(ملفوظ ۲۶۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل کے غیر محقق مشائخ وہی مرغے کی ایک ٹانگ متقدمین کے زمانہ کی تعلیم اوراد و مجاہدات کے متعلق طالبوں کو دئے چلے جاتے ہیں کچھ خبر نہیں کہ طالب کو فرصت کتنی ہے جسمانی قوت کا کیا حال ہے اور نہ یہ خبر کہ یہ کام کر بھی سکتا ہے اور نہ یہ معلوم کہ اسکو مناسبت کس چیز سے ہے یعنی اسکے لئے ذکر و شغل کی کثرت مناسب ہے یا تلاوت قرآن کی کثرت حالانکہ شیخ کو مبصر ہونا چاہیے اُسکی تشخیص اور تجویز طبیب حاذق کیطرح ہونا چاہیے مثلاً آجکل قویٰ کمزور ہیں اسلئے کم کھانا کم سونا کسی طرح مناسب نہیں اس سے اندیشہ ہے تندرستی خراب ہو جانیکا میرے یہاں بحمد اللہ ہر شخص کی حالت کے موافق تعلیم ہوتی ہے شاق تعلیمات پہلے لوگوں کے واسطے ہوتی تھیں وہ قوی تھے اُن کے قویٰ اس قسم کے مجاہدات برداشت کر سکتے تھے اب برداشت نہیں کر سکتے تو ایسی حالت میں آدمی کیوں اسقدر مشقت

میں پڑے حق تعالیٰ فرماتے ہیں لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا ...... اور فرماتے ہیں کلوا من طیبٰت ما رزقناکم خوب کھاؤ پیو اور نیک کام کرو۔

(ملفوظ ۳۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فضول تحقیقات میں کیا رکھا ہے آدمی کو کام کرنا چاہیے کام کرنے والے کبھی عبث اور فضول چیزوں کو پسند نہیں کر سکتے اور فضول تحقیق کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی کے یہاں مہمان بنکر جائے اور وہ اسکی تحقیق شروع کرے کہ کھانا کہاں پکتا ہے۔ پکانیوالا کون ہے۔ نمک مرچ گرم مصالحہ گھی آٹا کہاں سے آیا اور کون لایا۔ اور کتنا کتنا آیا۔ چولہے میں اُپلے جلتے ہیں یا لکڑی اور جلتے ہیں تو کیسے۔ دھواں کہاں کو جاتا ہے ارے بندہ خدا تجھے ان بکھیڑوں سے کیا غرض ہے کھانا پک کر سامنے آجاویگا کھا لینا کیوں وقت بیکار کھویا اگر کچھ بھی نہ معلوم ہو مگر کھانا ہو اور برف کا پانی ہو ہوا پنکھے ہوں فرش ہو اور ایک کمرے میں بٹھلا کر سب چیزیں سامنے رکھدی جائیں بس کھا کر الگ ہو۔ یا مثلاً کسی نے آم کھانے کو دیا اب اسکی تحقیق کرنا کہ اس آم کا کسقدر وزن ہے کتنا موٹا ہے کتنی لمبائی ہے اس سے مطلب ہی کیا کھا کیوں نہیں لیتا مثل مشہور ہے کہ آم کھانے سے غرض پیڑ گننے سے کیا کام مثلاً یہ خبط نہیں تو اور کیا ہے کہ مریخ ستارے کی تحقیق میں سرگرداں ہیں اور جتنے بنائے ہوئے ہیں انکی کچھ بھی تلاش اور فکر نہیں یہ سب غفلت آخرت کے دن کو جھٹلانے کی بدولت ہے جسکی نسبت حق تعالیٰ فرماتے ہیں ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الایۃ اور فرماتے ہیں۔ یقول الانسان یومئذ این المفر کلا لا وزر الی ربک یومئذ المستقر تو فکر اور تحقیق کی چیز تو یہ ہے کہ یہ واقعات ہوں گے پھر ان واقعات ہی کے متعلق کوئی فضول سوالات کرنے لگے مثلاً کوئی موت کی تحقیق کرے کہ کس طرح آئیگی جان کسطرح نکلے گی تو اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں۔ ارے بھائی ایک دن مرہی گے جب موت آویگی مر جاؤ جبتک زندہ ہو زندہ رہو۔ کسقدر غضب اور ظلم کی بات ہے کہ مریخ کے سفر میں مر جانے کو تو ترقی اور ہمت سے تعبیر کرتے ہیں اور جو خدا کے نام پر جان دے اسکو وحشیانہ حرکت بتلاتے ہیں سمجھنے کی بات ہے کہ جسکا ثمرہ اور غایت بھی ہے اسپر جان دینا وحشیانہ حرکت ہے یا مریخ ستارے کی تحقیق پر جان دینا جسکا ثمرہ نہ غایت یہ وحشیانہ حرکت ہے جو چیز کام کی تھی یعنی روحانیات اور علوم

ہے تو یہ لوگ بالکل کورے ہیں صرف مادیات ہیں ایک درجہ تک کامیاب ہیں کمال آگیں
نہیں اور نہ کمال حاصل کرسکیں گے کہ موت آ دبائیگی اور بالکل بے سروسامان آخرت میں جا
پہنچیں گے یہاں ہی کرلیں جو کچھ کرنا ہے ایسے ہی لوگوں کے حق میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں ربما
یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین ۰ ذرھم یاکلوا ویتمتعوا ویلھھم الامل فسوف یعلمون
الحمد للہ بفضلہ تعالیٰ انکی یہ تحقیقات اسلام کے لئے کسی حال میں بھی مضر نہیں بلکہ اکثر میں اسلام
کی تائید ہوگی مثلاً جس روز یہ لوگ مریخ ستارے میں پہونچ جائیں گے ہم کہیں گے کہ حدیث میں جو سات
زمینیں آئی ہیں ممکن ہے کہ اُن میں سے ایک زمین یہ بھی ہو۔ غرض ہماری نصوص کی گاڑی بحمد اللہ
کہیں نہیں اٹکتی اور مثلاً اگر وہاں آبادی کا مشاہدہ ہوجائے تو ہم اس آیت کی ومن آیاتہ
خلق السموات والارض وما بث فیھما من دابۃ کی سہل تفسیر کردیں گے جس میں فیھما
سے تبادر معنی پر رہیگا فی مجموعھما کی ساتھ تفسیر کی ضرورت نہ ہیگی۔

(ملفوظ ۳۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تعویذ گنڈوں کے باب میں عوام کے عقائد میں
بہت غلو ہوگیا ہے خصوص دیہاتی لوگ تو ہر مرض کو آسیب ہی سمجھتے ہیں اگر یہی تعویذوں
کی رفتار رہی تو شاید آگے چلکر نکاح بھی نہ کیا کریں گے تعویذ ہی سے اولاد حاصل کرنے کی کوشش
کیا کریں گے۔ ایک شخص نے مجھسے کہا کہ میرے اولاد نہیں ہوتی تعویذ دیدو میں نے کہا کہ اگر تعویذ سے
اولاد ہوا کرتی تو کم از کم میرے ایک درجن تو اولاد ہوتی حالانکہ ایک بھی نہیں ہے میں تو ان تعویذ
گنڈوں سے بڑا گھبراتا ہوں اُن سے قطعاً مناسبت نہیں۔

(ملفوظ ۳۶۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں عملیات میں تھوڑا تھوڑا دونوں
کا اثر ہوتا ہے یعنی خود الفاظ کا بھی اور عامل کے خیال کا بھی مگر یہ ممکن ہے کہ ایک کا زیادہ اور ایک کا
کم ہوتا ہو باقی تجربہ یہ ہے کہ عامل اگر بددلی یا بے توجہی سے تعویذ لکھے تو اثر نہیں ہوتا عامل کی قوت
خیالیہ کو اسمیں بڑا دخل ہے اور کبھی بدون ان اسباب کے بھی کام چل جاتا ہے چنانچہ میرے
ایک دوست ہیں اُنکی لڑکی پر آسیب کا اثر ہوا میں نے اطلاع ہونے پر بجائے تعویذ لکھکر دینے کے
یہ مضمون پرچہ پر لکھکر دیدیا کہ اُس جن کو یہ مضمون دکھلا دینا اُس پرچہ کا مضمون یہ تھا کہ اگر تم
مسلمان ہو تو میں تمکو قرآن و حدیث کی وہ وعیدیں جو کسی مسلمان کے ستانے پر وارد ہیں یاد دلاتا ہوں

اور اگر تم کا فرہے تو ہم اول صلح کی درخواست کرتے ہیں اور اگر صلح منظور نہیں تو جنگ کی صورت میں گو میرے پاس کوئی سامان مقابلہ کا نہیں مگر بحمداللہ مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو تمھاری کافی طرح پر خدمت کریں گے پرچہ پہونچتے پر معلوم ہوا کہ اس پرچہ کے مضمون کو پڑھکر یہ کہا کہ اب ہم جاتے ہیں اسلئے کہ یہ ایسے شخص کا رقعہ نہیں ہے کہ جسپر خیال نہ کیا جاوے خاموشی سے سلام کر کے رخصت ہوا تو ان میں بھی ہر قسم کی طبائع کے ہوتے ہیں شریف بھی اور شریر بھی یہ بیچارے کوئی شریف ہونگے۔

(ملفوظ ۳۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معاشرت تو آجکل لوگوں کی نہایت ہی گندی اور خراب ہے شریعت مقدسہ نے ہمارے ہر معاملے اور ہر قسم کے فعل و قول سے تعرض کیا ہو آزاد نہیں چھوڑا ہر چیز کے متعلق تعلیم ہے اور اسکا مکمل قانون ہے مگر آداب معاشرت کو لوگوں نے دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے سمجھتے ہیں کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ ذکر و شغل تلاوت قرآن نفلیں ان چند چیزوں کے متعلق احکام ہیں آگے جو کچھ چاہیں کرتے پھریں جسکے معنی آج کل آزادی ہیں سو خوب یاد رکھو کہ تمکو ہرگز ہرگز آزاد نہیں چھوڑا گیا مثل بھینسے اور سانڈ کے جسکے گیہوں چاہیں کھالیں اور جسکے چنے چاہیں کھالیں سو ہمکو ایسا نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ شریعت نے ہماری رفتار گفتار نشست و برخاست لین دین کھانے پینے وغیرہ ہر چیز سے تعرض کیا ہے اور اسکے متعلق شریعت میں مکمل قانون ہے مگر ابتو یہ ہو گیا ہے کہ ہاتھ میں تسبیح لیلی ٹخنوں سے اونچا پاجامہ اور گھٹنوں سے نیچا کرتہ پہن لیا اور اشراق و چاشت اور تہجد کی نفلیں پڑھ لیں بس ہو گئے کامل مکمل مگر کم بل نہ ہوئے (یعنی بل کم نہ ہوئے) بلکہ زیادہ ہی بل رہے انکسار نہیں عجز نہیں افتقار نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عبدیت نہ پیدا ہوئی وہی تیلی کے بیل کی طرح تمام دن چلا مگر رہا وہیں بارہ برس دہلی میں رہا مگر بھاڑ ہی جھونکا ایسوں ہی نے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا القاب بڑے بڑے کوئی مولانا ہیں کوئی مقتدانا ہیں کوئی شیخ المشائخ ہیں کوئی صوفی ہیں ایسی مثال ہے کہ جیسے لفافہ پر پتہ تو بڑے جلی قلم سے خوشخط عربی میں لکھا ہوا ہے مگر اندر کاغذ کا مضمون ندارد اسی کو ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل ۔۔۔ واندروں قہر خدائے عزوجل،

از بروں طعنہ زنی بر بایزید، و ز درونت ننگ می دارد یزید

۷ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

۳۶۸ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جناب محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ ہمارے ہیں اسلئے ہمکو حضور کی شان انوکھی نہیں معلوم ہوتی مگر جب دوسرے مذاہب کے آدمی غور کرکے دیکھتے ہیں تو ان کو حضور کے حالات پر بڑا تعجب ہوتا ہے اور واقعی ہیں بھی عجیب حالات اور کیسے نہ ہوں آخر مامور من اللہ ہیں اور خاتم نبوت ہیں عالم کی آفرینش کے سبب آپ ہی ہیں سب کچھ آپ ہی کی ذات مبارک کیلئے پیدا کیا گیا۔ اور آپ ہی کی شان یہ ہے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

۳۶۹ (ملفوظ) (ملقب بطریق الاصلاح) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرے کاموں میں نظم نہیں ہے (یعنی انتظام نہیں) میں نے لکھدیا کہ نثر یعنی پراگندگی کی وجہ سے مشقت زیادہ ہوتی ہے جسپر زیادہ ثواب کی امید ہے پھر فرمایا کہ نظم اور نثر میں کیا رکھا ہے آدمی کو کام کرنا چاہئے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے شکایت کی کہ مجھسے دوام نہیں ہوتا عجیب جواب فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو گیا اور کبھی نہیں اس مجموعہ پر دوام تو دوام ہے مگر اسپر ایک طالب علمانہ شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ جو دوام مطلوب ہے وہ یہ تو نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ یہ جواب تحقیق نہیں معالجہ ہے معالجہ کبھی غیر حقیقت سے بھی ہوتا ہے اور اسکو طبیب ہی سمجھ سکتا ہے کہ مریض کیلئے کون تدبیر نافع ہوگی اور ہر شخص کیلئے جدا تدبیر ہوتی ہے معالج مریض کی خصوصیت طبیعت سے سمجھ گئے کہ اسکا علاج اس عنوان سے ہو جاویگا اور اس مجموعہ کو دوام کہدینے سے دوام مطلوب بھی میسر ہو جائیگا یہ ایک طریق ہے طالب کو لیکر چلنے کا تاکہ ہمت نہ ہار جائے اور یہ سب باتیں مصلح ہی سمجھ سکتا ہے اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اس فن کی مثال بالکل طب جسمانی کی سی ہے جسکا حاصل تدابیر کا تجویز کرنا ہے پس بعض دفعہ مریض کو عنوان سے نفع ہو جاتا ہے گو اسکا معنون متحقق نہ ہو میں نے یہ مسئلہ حدیث سے ثابت کیا ہے

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت جگہ عنوان سے کام لیا ہے معنون سے قطع نظر کر کے چنانچہ عبداللہ بن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھنے کے وقت حضرت عمر رضنے یہ آیت پیش کر کے شبہ کیا استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم آپ نے ارشاد فرمایا خیرنی فاخترت اور فرمایا سازید علی السبعین حضور نے یہاں پر محض الفاظ سے تمسک کیا۔ اور معنی کی طرف التفات نہیں فرمایا بلکہ فرط رحمت کی وجہ سے صرف الفاظ سے تمسک کیا اس سے معلوم ہوا کہ بعض دفعہ مصلحت دینیہ سے محض عنوانات سے کام لینا بھی سنت سے ثابت ہے خلاصہ یہ ہے کہ عنوان کو بعض آثار میں بڑا دخل ہوتا ہے اسکی تائید میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں۔ میں ایکمرتبہ سخت بیمار ہو گیا ایک طبیب کے پاس قارورہ بھیجا قارورہ دیکھکر قارورہ لیجانیوالے سے کہا کہ یہ شخص زندہ کیسے ہے اسکی حرارت عزیزیہ تو بالکل ختم ہو گئی ہے اس نے آکر مجھسے کہا مجھپر بہت بڑا اثر ہوا میں نے اس سے کہا یہ کیا بیہودگی ہے تم نے مجھسے کیوں کہا اس نے کہا غلطی ہو گئی میں نے کہا اسکا تدارک بتاؤ اس نے تدارک پوچھا میں نے کہا واپس جاؤ اور آکر مجھسے یوں کہو حکیم صاحب نے کہا ہے کہ اسوقت میں نے غور نہیں کیا تھا اچھا خاصہ قارورہ ہے وہ واپس گیا اور آکر میرا سکھایا ہوا مضمون مجھسے نقل کیا مجکو یاد ہے کہ یہ سنکر میری وہ حالت جو پہلے پیدا ہوئی تھی جاتی رہی باوجود اس علم کے کہ یہ مضمون میں نے ہی سکھا کر بھیجا ہے اور میرا ہی مضمون مجھسے نقل کیا ہے تو یہ عنوان ہی کا تو اثر تھا جو معنون سے بالکل خالی تھا اور ایک واقعہ اسکی تائید میں یاد آیا۔ ریاست رامپور میں ایک درویش تھے اُن پر ایک قبض کا حال طاری ہوا اس سے وہ اپنے کو یوں سمجھنے لگے کہ تو شیطان ہے اور تو مردود ہو چکا اس حالت میں وہ درویش ایک مولوی صاحب کے پاس آئے یہ مولوی صاحب شیخ بھی تھے مولوی صاحب اس وقت درس میں مشغول تھے دریافت کیا کون کہا کہ شیطان مولوی صاحب نے بلا کسی خیال کے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ دیا یہ سُنکر وہ درویش چلدیئے اور اپنے حجرہ پر پہونچکر مرید سے کہا کہ میں مردود ہوں شیطان ہوں میں اپنے کو دنیا سے مٹانا چاہتا ہوں اور صورت یہ ہے کہ میں اپنی گردن الگ کرتا ہوں الگ کچھ کھال الجھی رہجائے اسکو تو

الگ کر دینا اور اسکے بعد درویش خود کشی کر کے ختم ہو گئے۔ ایک مولوی مظہر تھے جو موجز میں میرے ہم سبق تھے انھوں نے یہ واقعہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیان کیا حضرت مولانا نے سنکر فرمایا کہ ہم تو اُن مولوی صاحب کو شیخ سمجھتے تھے مگر معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہیں تھے اگر میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تو میں کہتا کہ پھر گھبرانے کی کیا بات ہے شیطان ہی ہو تو کیا ہے شیطان بھی تو انھیں کا ہے تو نسبت تو اب بھی قطع نہیں ہوئی تو اس سے قبض ختم ہو جاتا۔ اسمیں یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ نسبت جو شیطان کو حاصل ہے کیسی ہے ظاہر ہے کہ تکوینی ہے جو کہ مطلوب نہیں اور وہ نسبت رضا کی نہیں جو کہ مطلوب ہے تو اس سے قبض کیسے رفع ہو جاتا تو اسکا حل یہی ہے کہ یہاں مولانا کو بصیرت سے معلوم ہو گیا کہ اس عنوان ہی سے علاج ہو جاتا۔ اس ہی لئے اس طریق میں شیخ کامل کی ضرورت ہے۔ یہ شان ہمارے حضرات کی تھی بڑے بڑے مایوس العلاج کامیاب ہو کر نکلتے تھے یہ حضرات حکیم تھے۔ اس عنوان پر ایک حکایت یاد آئی ایک بادشاہ نے خواب دیکھا کہ میرے سب دانت ٹوٹ گئے کسی معبر کو بلا کر تعبیر دریافت کی اُس نے تعبیر دی کہ آپکا سب خاندان آپکے سامنے مر جائیگا بادشاہ یہ سُنکر برہم ہوا اور معبر کو نکلوا دیا اسکے بعد ایک دوسرے معبر کو بلوایا اور خواب بیان کیا تعبیر چاہی انھوں نے یہ تعبیر دی کہ آپ کی عمر آپ کے سب خاندان سے بڑی ہو گی اسپر بادشاہ خوش ہوا اور یہ کہا کہ بات وہی ہے صرف عنوان کا فرق ہے مگر اس سے طبیعت پر کوئی گرانی نہیں ہوئی اور اُس کو خلعت دیکر نہایت عزت اور احترام سے رخصت کیا اسی پر ایک تفریع کرتا ہوں اگر کسی لڑکے کو کہئے او مرغی کے بچے آگ ہو جائیگا بر ہمی پیدا ہو جائیگی اور اگر یوں کہا جائے کہ آؤ جوزہ خوش ہو جائیگا حالانکہ مرغی کے بچے ہی کو جوزہ کہتے ہیں ایک اور مثال لیجئے ایک عورت کنوئیں پر پانی بھر رہی ہے تین مسافر آ پہونچے اُن میں سے ایک شخص پہونچتا ہے اور کہتا ہے کہ اماں پانی پلا دو پانی پلائیگی دعائیں دیگی دوسرا شخص آتا ہے کہتا ہے میرے باپ کی جورو پانی پلا دے تو گالیاں سنائے گی تیسرے نے کہا اے وہ عورت جو میرے باپ سے ایسا ویسا کراتی ہے پانی پلا دے یہ سنکر اتنا غصہ آویگا کہ اگر قدرت ہو تو قتل کر دے حالانکہ اماں اور باپ کی جورو اور میرے باپ سے ایسا ویسا کرانے والی سب

کے ایک ہی معنی ہیں صرف عنوان کا فرق ہے بس جو لوگ نرے الفاظ پرست ہیں اور حقائق کو نہیں جانتے ان کو ان چیزوں کی .... کیا خبر وہ بجز بزرگوں پر اعتراض کرنے کے کیا سمجھ سکتے ہیں۔ ان باتوں کے سمجھنے کیلئے بڑے فہم کی ضرورت ہے اور یہ نصیب ہوتا ہی کسی کی صحبت میں رہنے سے اور اسی کا آجکل قحط ہے حق تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔

(ملفوظ ۳۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ مجھکو اللہ تعالیٰ سے محبت تو ہے مگر اسدرجہ کی نہیں جسدرجہ آپ سے تعلق رکھنے والوں میں دیکھتا ہوں۔ میں نے لکھا کہ نہ سہی اسدرجہ کی مگر ہے تو سہی بلا لودی اگر ایں ہم نہ بودے۔ انسان موجود کا شکر نہیں کرتا مفقود پر نظر کر کے ناشکری کرتا ہے اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کہے میرے پاس غلہ تو ہے مگر اتنا نہیں جتنا پڑوسی کے یہاں ہے۔ اسمیں تو موجود پر شکر نہ ہوا۔

(ملفوظ ۳۷۱) فرمایا کہ ایک شخص نے بذریعہ خط دریافت کیا ہے کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے یا نہیں میں نے آج عجیب جواب لکھا ہے یہ لکھدیا ہے کہ کون سے امام کے نزدیک۔ اب بڑا گھبراویگا اگر میں لکھتا کہ جائز نہیں تو چونکہ وہ میرا فتوی ہوتا سائل بڑی گڑبڑ کرتا۔ اب ایک امام کا قول نقل کر دونگا اور اب چونکہ اس نے کسی امام کا قول دریافت نہیں کیا اسلئے نہیں لکھا۔ اسی جواب کی نظیر ایک دوسرا جواب یاد آیا۔ ایک شخص نے لکھا تھا کہ یہ چھوٹی قومیں کیوں ذلیل ہیں میں نے لکھا کہ دنیا میں یا آخرت میں۔ پھر خط آیا جسمیں لکھا کہ شافی جواب نہ ملا اور کچھ اعتراضا بھی لکھا میں نے لکھدیا کہ جہاں سے شافی جواب ملے وہاں سے منگالو لوگ اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں ہمسے خدمت لینے کا تو حق ہے مگر حکومت کرنیکا حق نہیں۔

(ملفوظ ۳۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو عورتیں آجکل انگریزی پڑھتی ہیں یہ مردوں سے زیادہ آزاد ہو جاتی ہیں وجہ یہ کہ کم عقل ہوتی ہیں اسلئے زیادہ برباد ہوتی ہیں۔ اور مرد بھی کافی پیمانہ پر انگریزی پڑھکر خراب ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے میں تو کہا کرتا ہوں بلکہ فتویٰ دیتا ہوں کہ جہاں داماد کا حسب نسب دیکھا جاوے وہاں ایمان بھی دیکھا جاوے اب تو وہ زمانہ ہے کہ ایمان ہی کے لالے پڑگئے یہاں قصبہ میں ایک لڑکی ہے اسکا نکاح ایک شخص سے دوسرے قریب کے قصبہ میں ہوا ہے اس شخص کا عقیدہ سنئے کہتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر کہنا ایک

ذہبی خیال ہے البتہ یہ میں بھی مانتا ہوں کہ وہ بہت بڑے ریفارمر تھے اور جو باتیں اس وقت
کے مناسب تھیں حضور نے تعلیم فرمائیں مگر بعض لوگ نادان ابتک بھی ان ہی باتوں کے
لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں حضور کی توہین کرتا ہوں نہیں نہیں
میں آپکی بڑی قدر کرتا ہوں مگر نبوت کا خیال یہ محض ایک مذہبی خیال ہے۔ یہ تو خیالات
ور لڑکی نکاح میں سمجھی جاتی ہے دہرا دہرا اولاد ہو رہی ہے حالانکہ نکاح رخصت ہو چکا۔ یہ ہے
اس انگریزی پڑہنے والوں کا رنگ۔

(ملفوظ ۳۷۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ٹین کے سائبان میں امام کھڑا ہو تو نماز ہو سکتی ہے
نماز میں کوئی نقص تو نہیں فرمایا کیوں اسمیں شبہ کیوں ہوا شبہ کی وجہ بیان کیجئے عرض کیا
کہ چوبی ستون کھڑے کئے گئے ہیں دروازے محراب کی صورت میں بنائے گئے ہیں۔ فرمایا کہ کیا
ستون اسقدر موٹے ہیں کہ امام مقتدیوں کو نظر نہ آئیگا عرض کیا کہ ستون تو پتلے ہیں۔ فرمایا کہ
پاؤں اگر امام کے باہر ہوں محراب سے تو جائز ہے۔ ہاں موٹے موٹے ستون جو ساتر ہوں امام
کیلئے وہاں کھڑا ہونا نہیں چاہئے۔

(ملفوظ ۳۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امام صاحب کی ذہانت مشہور ہے ایک مرد نے
اپنی بیوی سے کہا اگر تو مجھسے صبح تک نہ بولی تو تجھپر طلاق ہے عورت مرد سے الگ ہونا چاہتی
تھی دل میں بڑی خوش ہوئی اس شخص کو بھی فکر ہوئی امام صاحب کے پاس جاکر واقعہ عرض
کیا آپنے فرمایا کہ گھبراؤ مت جاؤ ہم کوئی صورت نکالدیں گے یہ شخص بہت ہی پریشان تھا کہ
امام صاحب نے نہ کوئی مسئلہ بتلایا اور نہ کوئی تدبیر صبح ہونے یہ معاملہ ہی ختم ہو جائیگا آخر شب
میں امام صاحب نے اس ہی محلہ میں آکر تہجد کے وقت اذان دی یہ عورت سمجھی کہ صبح ہو گئی خوش
ہو کر مرد سے بول پڑی کہ لیجئے صبح ہو گئی خدا تعالیٰ نے مجکو نجات دی۔ مرد بیچارے کی بری
حالت ہو گئی صبح کو امام صاحب کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا آپنے فرمایا کہ یہ تہجد کی اذان
تھی صبح نہیں ہوئی تھی چنانچہ اسمیں الصلوٰۃ خیر من النوم نہیں کہا گیا تب مرد کی جان میں جان
آئی اور عورت اپنا سا منہ لیکر رہگئی ایک دوسرا واقعہ ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے قسم کھائی کہ
اگر میں تجھسے پہلے بولوں تو تجھپر طلاق۔ عورت نے قسم کھائی کہ اگر میں پہلے بولوں تو میرا فلاں

غلام آزاد اسپر تمام علماء سے رجوع کیا گیا سب نے بالاتفاق یہی کہا کہ دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ہو گی یا طلاق یا غلام آزاد امام صاحب سے رجوع کیا فرمایا کہ جاؤ تم بولو کچھ نہ ہوگا اسکو سنکر تمام علماء چڑھ آئے اور سبکو بڑا تعجب ہوا کہ امام صاحب نے یہ فتویٰ کیسے دیا اور آکر پوچھا امام صاحب نے فرمایا کہ مرد کی حلف کے بعد تو عورت نے کلام میں تقدیم کی اب جو مرد بولے گا تو حلف کے بعد تو تقدیم نہ ہو گی سبکو حیرت ہو گئی۔ ایک اور حکایت ایک طالبعلم کی ذہانت کی لکھی ہے کہ ایک حسین جاریہ فروخت ہو رہی تھی ایک طالب علم شخص اسکو دیکھکر عاشق ہو گیا مگر بیچارہ مفلس تھا اتنی وسعت اور قوت نہ تھی کہ زر دیکر خرید لے اسکے عضب کی تدبیر کی ایک امیر دوست کے پاس پہونچکر ایک جوڑا ایک گھوڑا عاریت لیکر اور چند دوستوں کا جلوس لیکر بازار کی طرف سوار ہو کر .... چلا جس سے معلوم ہو کہ کوئی بہت بڑا رئیس اعظم ہے اُس سوداگر کی دکان پر پہونچا اور اُس سے اُس جاریہ کا سودا کیا جب بیع تمام ہو گئی تو اُس نے اُسکو اُسی مجلس میں آزاد کر کے نکاح کر لیا اور لیکر چلدیا۔ اب سوداگر صرف زر کا مطالبہ کر سکتا تھا اُسکی واپسی کی کوئی صورت ہی نہ رہی ذہانت بھی عجیب چیز ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ ذہانت تو خدا کی نعمت ہے بشرطیکہ اسکا استعمال محل پر ہو۔

(ملفوظ ۳۷۵) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل پیری مریدی کا سلسلہ بھی اچھی خاصی دکانداری ہو گئی ہے میں تو اسی وجہ سے بہت کم بیعت کرتا ہوں اگر دیکھتا ہوں طلب صادق ہے خلوص ہے بیعت کر لیتا ہوں ورنہ صاف انکار کر دیتا ہوں ان دکانداروں کا نا اہل جاہلوں کی بدولت طریق بدنام ہو گیا اب تو خود مرید بھی ایسے پیروں کو ذلیل سمجھنے لگے۔ میں نے ایک حیدر آباد دکن کے رئیس کے متعلق قصہ سنا ہے کہ اُن کے پیر آئے نقیب نے اطلاع دی سنتے ہی اُس رئیس نے کہا کہ آیا ہے ڈاکو لوٹتا پھرتا ہے مگر اُٹھکر چلے اور لب فرش تک استقبال کیا آداب بجالائے اور لاکر مسند پر بٹھلایا خود مؤدب بیٹھے اور بڑی رقم خدمت میں پیش کی ظاہر میں تو یہ ٹیپ ٹپّو اور ادب احترام اور باطن میں یہ خیالات مگر ایسے بددینوں اور جاہلوں کی یہی گت بنتی بھی چاہئے یہی وجہ ہے کہ امراء کی نظر میں اہل دین اور اہل علم کی بالکل تحقیر ہو گئی مگر الحمد للہ یہاں آکر سب کے دماغ درست ہو جاتے ہیں میں جو بعض امراء کے ساتھ

خشکی کا برتاؤ کرتا ہوں اسکی یہی وجہ ہے کہ یہ دوسری جگہ کے خراب کئے ہوئے آتے ہیں سبکو ایک سا سمجھتے ہیں میں ان خردماغوں کو یہ دکھلاتا ہوں کہ اہل علم اور اہل دین ہیں بھی آپ دماغ ہیں انکی تبصنیس ہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں اسی وجہ سے بدنام ہوں مگر وہ الزام تکبر کا ہی تعلق کا نہیں سو اسمیں مجھکو ایک حظ اور لذت ہے۔

(**ملفوظ** ۳۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم سے تعجب ہے کہ وہ بھی اس طریق سے ناواقف ہیں اہل علم اور طلبا کو سخت ضرورت ہے اس فن کے جاننے کی ان کی ناواقفیت کی وجہ سے جاہلوں اور نااہلوں کو موقع ملگیا مخلوق کے گمراہ کرنیکا اور دوسروں کی فکر اور اصلاح تو بعد میں رہی مگر ان اہل علم کو اپنی خبر تو سنانی چاہئے نہ جاننے کی وجہ سے خود انسان بہت سی غلطیوں میں مبتلا رہتا ہے درسی کتابوں کے پڑھنے میں تو دس برس صرف کر دیں گے مگر اسکے لئے چھ ماہ بھی صرف کرنا مشکل ہے اور بعض تو نحو صرف ہی میں تمام عمر صرف کر دیتے مگر محو کے واسطے ایک منٹ اور ایک سکنڈ بھی صرف کرنا موت ہے معلوم بھی ہے کہ اس طریق کی حقیقت ہے کیا اسی حقیقت کے حاصل کو فرماتے ہیں ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی ۔ شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

اور اگر اعتقاد سے نہیں کر سکتے تو بطور امتحان دیکھو اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دلخراش ۔ آزموں را یک زمانے خاک باش

مگر شرط اسکی رفع موانع ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

جملہ اوراق وکتب در نار کن، (یعنی کتب مانعہ) سینہ را از نور حق گلزار کن،

اور اسی کو فرماتے ہیں ؎

چند خوانی حکمت یونانیاں ۔ حکمت ایمانیاں راہم بخواں،

مگر یہ بدون کسی کامل کی صحبت کے پیدا ہونا مشکل ہے کسی کی جوتیاں سیدھی کرو اسی کو فرماتے ہیں ؎ بے عنایات حق وخاصان حق ۔ گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

بس کسی اہل محبت کی صحبت اختیار کرو اور اپنا کچا چٹھا اسکے سامنے رکھدو وہ تمکو منزل مقصود پر لیجائیگا اور دشوار گذار گھاٹیوں سے نہایت آسانی اور سہولت سے نکال لیجائیگا

اسی صحبت کو مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو، پیش مردے کاملے پامال شو،

باقی بدون راہبر کے اس طریق میں قدم رکھنا سخت خطرہ ہے بڑا ہی نازک راہ ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ را تنہا مرو بے قلاؤز اندریں صحرا مرو

مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ سب کچھ وہی کریگا یہ بھی آجکل عام غلطی ہو رہی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ تمکو تدابیر بتلائیگا اسلئے کہ وہ اس راہ کا واقف ہے وہ اس کو طے کر چکا ہے باقی کرنا تمکو ہی پڑیگا اور وہ کام اگر نفس کو شاق معلوم ہو تو اسکا سبب محبت کی کمی ہے ورنہ محبت وہ چیز ہے کہ بڑے سے بڑے مشکل کام کو آسان کر دیتی ہے اور یہ سب دشوار یاں ہمکو نظر آرہی ہیں ورنہ ان کے نزدیک کون مشکل ہے بس اپنی قوت کو مت دیکھو اُن کے کرم پر نظر کرو پھر خود ہمت قوی ہو جاویگی۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست با کریماں کارہا دشوار نیست

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے کرنیکا جو کام ہے وہ ہم کریں اور جو ان کے کرنیکا ہے وہ کریں گے اور وہ تو کریم ہیں وہ کیوں نہ کریں گے مگر طلب بھی شرط عادی ہے ورنہ سب وہی بنا دیں خود کرنے پر یاد آیا کہ ایک بزرگ سے کسی نے اولاد نہ ہونیکی شکایت کی اور گنڈا مانگا۔ بزرگ نے کہا کہ گنڈا بھی دیتا ہوں مگر پیر جی کے گنڈے ہی پر مت رہنا کچھ کمر کا زور بھی لگانا تو کم از کم طلب صادق اور خلوص تو ہو بدون اسکے کام بننا مشکل ہے۔

۸ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

۳۷۷ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تبلیغ کرنے کے بھی حدود اور اصول ہیں ہمکو ہر چیز کی تعلیم دی گئی ہے اور تعلیم بھی وہ جو نہایت پاکیزہ بڑے بڑے فلاسفہ اسکی مثال پیش نہیں کر سکتے دیکھئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ آپ اس فکر میں نہ پڑیں

یہ ایمان ہی سے آئیں آپ تو حکم پہونچا دیجئے اگر نہ مانیں تو چھوڑ دیجئے چاہے سارے دوزخ میں جائیں کسقدر پُر مغز اور پاکیزہ تعلیم ہے اسمیں راز یہ ہے کہ کہیں ثمرہ مرتب ہونیکو مقصود نہ سمجھا جائے اس صورت میں کام کرنے والیکو کبھی الجھن نہیں ہو سکتی اور نہ ہمت ٹوٹ سکتی ہے اسکے خلاف میں یہ ہوتا ہے کہ اگر ثمرات کو مرتب ہوتے دیکھا جائے تو کام کرتے رہیں اور اگر ثمرات کو مرتب ہوتے نہ دیکھا جائے تو ہمت توڑ کے بیٹھ جائیں تبلیغ کرنا خود مقصود مستقل ہے یہی ہمیشہ اپنے بزرگوں کا مسلک رہا اس باب میں اُنکی نظر میں ایک ہی ثمرہ تھا یعنی خدا کو راضی کرنا اور یہ ہر وقت حاصل ہو سکتا ہے خواہ تبلیغ موثر ہو یا نہ ہو اور اصل بات یہ ہے کہ جو کام اختیاری ہے اسکی تو انسان تکمیل کر سکتا ہے اور غیر اختیاری کی فکر میں پڑ کر اصل مقصود سے دور جا پڑتا ہے سو تبلیغ کرنا تو اختیاری ہے اور ثمرہ مرتب ہونا غیر اختیاری تو اختیاری کو کرے غیر اختیاری کے درپے نہ ہو ورنہ وہ اختیاری بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔

(۳۷۴) **ملفوظ**) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیا کثرت جمعیت ہی سے کام ہوتا ہے کام تو قلیل جمعیت سے بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ کام کرنے والے رضائے حق کے لئے کام کریں ہم میں اگر کوئی کمی ہے تو وہ اسی کی ہے کہ کام کرنے والوں میں طلب رضائے حق نہیں اور جب تک مسلمانوں میں یہ بات رہی یہ غالب رہے طلیحہ بن خویلد نے اپنے وزیر سے پوچھا تھا کہ ہمارے پاس سب سامان ہے تلواریں ہیں جمعیت زیادہ ہے پھر بھی یہ مسلمان ہم پر غالب آتے ہیں ان میں ایسی کونسی چیز ہے جسکا یہ اثر ہے وزیر سمجھدار تھا عجیب جواب دیا کہ ہم میں ان میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ ان میں کا تو ہر شخص اپنی رفیق سے پہلے مرنا چاہتا ہے اور دوسرے کو زندہ رکھنا چاہتا ہے اور ہمارے یہاں ہر شخص خود تو زندہ رہنا چاہتا ہے اور دوسرے کو مردہ بنانا چاہتا ہے اُن کے نزدیک مقدم موت ہے اور انکے نزدیک مقدم حیات بس یہ چیز اُن لوگوں میں زیادہ ہے جو ہم میں نہیں یہی وجہ ہے کہ اُن پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور یہ بات طلب رضا ہی سے ہو سکتی ہے اسی باب کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ نے چند صوفیہ کو کسی کی نمامی پر قتل کرنا چاہا اور جلاد کو حکم دیا جلاد نے ایک کی گردن مارنا چاہی دوسرا بولا کہ پہلے مجھکو قتل کیا جائے اُسکو قتل کرنا چاہا تو تیسرے نے کہا مجھکو پہلے قتل کر دو

علیٰ ہذا جلالؔ دہلی میں آگیا اور بادشاہ کو اطلاع دی اس پر اثر ہوا اور سب کو چھوڑ دیا کہ ایسے لوگ بد دین نہیں ہو سکتے یہ تو طلب رضا کے متعلق استطرادًا حکایتیں تھیں اب اصل مضمون کی طرف عود کرتا ہوں میں یہ کہہ رہا تھا کہ مدار اعظم کامیابی کا طلب رضا ہے اب کہتا ہوں کہ اول تو تدابیر ہیں کیا چیز مشیت کے سامنے اور اگر ہوں بھی تو یہ بھی تو تدابیر ہی میں سے ہے کہ خدا کو راضی کیا جائے اس تدبیر سے کیوں جان چرائی جاتی ہے اور یہ وہ تدبیر ہے کہ اس پر تمام تدابیر قربان ہیں میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ اگر مسلمان اللہ کو راضی کرلیں تو انہیں کو تمام عالم پر عزت اور غلبہ حاصل ہو اور تمام دنیا کے مالک ہوں میرا مقصود اس بیان کرنے سے یہ نہیں کہ تدابیر اختیار نہ کرو ضرور کرو مگر اسکے ساتھ ہی حق تعالیٰ کو راضی کرنیکی بھی سعی کرو اس سے بھی ایک منٹ کیلئے غفلت نہ ہو اور ان تدابیر کے اختیار کرنے کے بعد بھی حق سبحانہ تعالیٰ ہی کی طرف نظر رکھو اسی کو فرماتے ہیں ؎

عقل در اسباب می دارد نظر، عشق می گوید مسبب را نگر،

(ملفوظ ۳۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نفس کے بھی کچھ حقوق ہیں ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ تم بہت ہی اپنے نفس کی رعایت کرتے ہو میں نے کہا کہ یہ تو صغریٰ ہے اور کبریٰ کیا ہے کہ نفس کی رعایت جائز نہیں اگر قویٰ کی رعایت وحفاظت نہ کیجاتی تو اتنا کام تھوڑا ہی ہو سکتا تھا۔

(ملفوظ ۳۸۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اچھی عمدہ اور مقوی غذائیں کھانا چاہئے اور خوب کام کرنا چاہئے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل اللہ اگر عمدہ غذا کھاتے ہیں تو انکو اسمیں نعماء جنت کا مشاہدہ ہوتا ہے پھر فرمایا کرتے تھے کہ چار انگشت ... حریر کو جو جائز فرمایا گیا ہے اسمیں بھی فقہاء نے یہی حکمت لکھی ہے جیسا ہدایہ میں مذکور ہے لیکون انموذجا من حریر الجنۃ یعنی اسکو دیکھکر نعماء جنت کے نمونہ کا مشاہدہ ہو اور اس سے رغبت ہو پھر اس رغبت سے اعمال صالحہ کی توفیق ہوگی حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ ارشاد کیسا علم عظیم ہے حضرت کی اور بھی بڑی حکیمانہ باتیں ہوتی تھیں چنانچہ ایک بات یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز کسی کے پاس حب فی اللہ کے تعلق

سے آئی ہو اسمیں سے ضرور کھانا چاہئے اسمیں نور ہوتا ہے یہ ہیں علوم حقیقی جو ان حضرات
وعطا ہوتے ہیں اسلئے کہ ارشاد خلق ان کے سپرد ہوتا ہے اسکے لئے ان علوم کی ضرورت
ہے اور یہ بات حضرت میں خاص درجہ میں ممتاز تھی دوسرے مشائخ معاصرین سے جبھی
حضرت مولانا محمد قاسم صاحب جیسے شخص یہ کہا کرتے تھے کہ میں حضرت حاجی صاحب کا
معتقد علم کی وجہ سے ہوں واقعی حضرت حاجی صاحب کی شان ہی جدا تھی ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اور اب تو مشائخ میں علوم اور حقائق کا پتہ بھی نہیں صرف لذائذ کے ترک کی ترغیب دیجاتی ہے
اور حضرت کے یہاں ان کے اختیار کرنے میں ان کے ترک سے زیادہ نفع ہے جیسے ابھی
تفصیل بیان ہوا۔

ملفوظ ۳۱۱ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تو اہل علم میں بھی احتیاط کی شان بہت
کم رہگئی ہے ایسے واقعات سنکر سخت رنج ہوتا ہے اور بالخصوص ان تحریکات کی بدولت
تو یہ بے احتیاطی بہت ہی زیادہ ہوگئی حلال وحرام کی بالکل پرواہی نہیں رہی اپنی ہوائے
نفسانی کے لئے ہر قسم کے حیلے حوالے کرتے ہیں۔ اور اب تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی حیلے کرنے
لگے ہیں اسقدر دلیری بڑھ گئی ہے بالکل وہ حالت ہوگئی ہے ؎

زینہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند + حق را بسجودے ونبی را بدرودے

باقی نفس حیلہ کا جائز یا ناجائز ہونا اسمیں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر وہ حیلہ شریعت کی مصلحت سے
ہے نفس کی مصلحت سے نہیں تب تو جائز ہے اور اگر نفس کی مصلحت سے ہے تو ناجائز ہے اور
تحصیل شریعت کیلئے اسلئے جائز ہے کہ اسمیں شریعت کا ابطال نہیں بلکہ شریعت کی تحصیل
ہے اور جو نفس کیلئے ہے اسمیں شریعت کا ابطال ہے مثلاً اغنیار کو حکم ہے مساکین کے لئے
زکوٰۃ دینے کا جسکی غرض اغنا مساکین ہے اب بعض لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ سال گذرنے کے
قریب دوسرے کے نام ہبہ کر دیا پھر اس نے واپس کر دیا سو یہ صورت اور حیلہ جسمیں اغناء
مساکین ہی کا ابطال ہے کہاںتک جائز ہوسکتا ہے حاصل یہ کہ جہاں حیلہ سے غرض شرعی
کی تحصیل ہو وہاں حیلہ جائز ہے اور جہاں غرض شرعی کا ابطال ہو وہاں ناجائز ہے۔

(ملفوظ ۳۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بدفہموں سے دنیا بھری ہوئی ہے ایک شخص مجھسے کہتے تھے ان سے ایک بدعتی نے کہا کہ ہمکو اصلاح الرسوم سے بڑا فائدہ ہوا وہ یہ کہ ہم بہت سی رسمیں بھول گئے تھے عورتوں سے پوچھنی پڑتی تھیں اب کتاب سامنے ہے دیکھ دیکھکر سب رسمیں کر لیتے ہیں اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے قرآن میں کفار کے کلمات ہیں عزیر ابن اللہ المسیح ابن اللہ ان اللہ ثالث ثلثہ انکو دیکھکر کوئی کافر کہے کہ اس سے ہمکو بڑا نفع ہوا قرآن میں دیکھ دیکھکر سب کفریات کا دعوی کر لیتے ہیں بھلا اس بدفہمی کا کیا علاج

(ملفوظ ۳۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بار مدرسہ دیوبند کے متعلق بعض امور ضروریہ میں مشورہ کیلئے یہاں پر مجلس شوریٰ آئی تھی اسوقت میں مدرسہ کا سرپرست تھا میں نے سب سے اول یہ سوال کیا کہ اختلاف آراء کے وقت کیا سرپرست کی رائے پر اخیر فیصلہ ہوگا یا کثرت رائے کا اعتبار ہوگا اور سرپرست کے اختیار کیا کیا ہیں وجہ اس سوال کی یہ تھی کہ پہلی صورت میں تو سرپرست کو مجلس ہی میں رائے ظاہر کرنے کی ضرورت ہوگی اور دوسری صورت میں وہ اپنی رائے کو محفوظ بھی رکھ سکتا ہے اسکا کوئی متفق علیہ جواب نہ ملا میں خاموش ہو گیا اسکے بعد میں یہ سمجھے ہوئے تھا کہ تنخواہ دار کا ممبر ہونا اصول کے خلاف ہے اسلئے میں نے مولوی حبیب الرحمن صاحب مہتمم اور مولانا انور شاہ صاحب صدر مدرس سے کہا کہ آپ حضرات تھوڑی دیر کو اس جگہ سے الگ ہو جائیں کیونکہ یہ دونوں حضرات تنخواہ دار تھے مگر جب ممبروں کی فہرست دکھلائی گئی تھی جسمیں ان دونوں حضرات کا نام بھی تھا میں نے انکو پھر بلا کر مجلس میں شریک کر لیا اسپر شاہ صاحب کی جماعت نے مجکو بیحد بدنام کیا اور ایسے الفاظ استعمال کئے کہ جسمیں خود شاہ صاحب کی بھی اہانت تھی بتلایا یہ کہ مجلس سے اٹھا دیا نکالدیا مگر مولوی حبیب الرحمن صاحب کی جماعت ایک کلمہ بھی زبان پر نہیں لائی البتہ خود شاہ صاحب کے متعلق کبھی کوئی بات نہیں سنی مگر اپنی جماعت پر بھی کوئی روک ٹوک نہیں کی جسکی وجہ انکا بھولا پن تھا ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا عالم بھی بھولے ہوتے ہیں فرمایا بہت یہ تو فطری امر ہے علماء بھی بھولے ہوتے ہیں بزرگ بھی بھولے ہوتے ہیں البتہ انبیاء علیہم السلام بھولے نہیں ہوتے اعلیٰ درجہ کے عاقل ہوتے ہیں جن کا بڑے بڑے فلاسفہ کفار لوہا مانتے تھے ورنہ وہ تو مسخر ہی میں

۱۶

اڑا دیتے اور علماء میں بھی بعضے اس شان کے ہوتے ہیں چنانچہ ہماری جماعت میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب ایسے تھے کہ جسقدر یہ لیڈر پیڈر ہیں سب اون سے گھبراتے تھے حافظ احمد صاحب بھولے تھے مگر جرنیل تھے مولوی حبیب الرحمٰن صاحب میں صرف ایک کمی تھی وہ یہ کہ نرم تھے اور نرم آدمی سے انتظام میں گڑ بڑ ہو جاتی ہے یہ تازہ فساد مدرسہ میں اُن کے نرم ہونیکی وجہ سے ہوا مگر دونوں صاحب مخلص بہت تھے مدرسہ کے فساد کے زمانہ میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمکو کسی کی مخالفت کی پروا نہیں بس اُس شخص سے تعلق رہے (یعنی احقر اشرف علی سے) پھر چاہے ساری دنیا ہم سے چھوٹ جائے ہمیں پروا نہیں۔

۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

۱۷ (ملفوظ ۳۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان فضول خرچیوں اور اسراف کی بدولت مسلمان تباہ و برباد ہو گئے مگر اسپر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں ایک کو ایک دیکھکر عبرت حاصل کر سکتا ہے مگر نہیں کرتے یہ مولوی .... صاحب کے دادا کا گاؤں تھا فضول خرچیوں کی بدولت جاتا آتا رہا بیٹے کی شادی میں اسقدر روپیہ صرف کیا جسکی کوئی انتہا نہ تھی بعد شادی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کے پاس تشریف لائے اور جا کر کہا کہ بھائی صاحب روپیہ سے کوئی جائداد خریدتا ہے کوئی زیور خریدتا ہے اسمیں یہ فائدہ ہے کہ اگر وقت پر کل قیمت نہ ملے تو آدھی تہائی کچھ تو قیمت اُٹھ آوے مگر آپنے جو چیز خریدی ہے یعنی نام اسکی قیمت پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملسکتی ان کی یہ حالت تھی کہ پہلوانوں کو دعوت دیدی دور دور سے پہلوان آرہے ہیں دنگل ہو رہے ہیں انکو کھلایا پلایا جا رہا ہے غرض تباہ ہو گئے اور نتیجہ کچھ بھی نہیں۔

(ملفوظ ۳۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب میں سفر کیا کرتا تھا باہر جا کر یہاں کی قدر معلوم ہوتی تھی اب تو سفر ہی نہیں کرتا ایک کونہ میں پڑا ہوا ہوں اور وہ قدر کی بات یہ ہے کہ بھاگنے

رہنے والے لوگ اپنے کو چھوٹا سمجھتے ہیں لیکن اگر واقع میں چھوٹے ہی ہوں تب بھی چھوٹوں کی صحبت کی بھی تو ضرورت ہے اور امت محمدیہ میں تو من کل الوجوہ نہ کوئی چھوٹا نہ کوئی بڑا اللہ کا شکر ہے کہ میں بھی اپنے کو اپنے دوستوں سے مستغنی نہیں سمجھتا بلکہ محتاج سمجھتا ہوں اور کچھ نہ سہی دعا و برکت صحبت ہی ہیں سہی ہر شخص کو اپنے بھائی مسلمان سے اپنے کو مستغنی نہ سمجھنا چاہئے اسی میں عافیت ہے کونوا مع الصٰدقین ارشاد ہے صادقین کی معیت حق تعالیٰ نصیب فرمائیں اور اللہ شرور سے اپنی حفاظت میں رکھیں۔

(ملفوظ ۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل طریق سے اسقدر اجنبیت ہو چکی ہے اور یہانتک حالت پہونچ چکی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اصلاح کا جو طریق ہے فساد دماغ کا ہے انتہا اپنی ہی جماعت ان باتوں پر ہنستی ہے اور بعضے اپنے بزرگوں کی نسبت بیہودہ کلمات استعمال کرتے ہیں کم از کم ایسے کلمات تو اب بھی اکثر نکلجاتے ہیں کہ انھیں ضروریات کی خبر نہ تھی بھولے بھالے بزرگ تھے یہ بد دماغ بیدار مغز اور روشن دماغ پیدا ہوئے ہیں جنکو آبدست لینے کی بھی تمیز نہیں معلوم بھی ہے کہ وہ ایسے بھولے اور بے خبر بھی نہ تھے اگر انکو خبر نہ ہوتی تو تلوار لیکر ظالموں کا مقابلہ نہ کرتے اور تمنے تو ابھی تک اتنا کرکے بھی نہ دکھایا جتنا وہ کر گئے تمھارے تو کاغذی ہی گھوڑے دوڑ رہے ہیں شرم نہیں آتی بزرگوں پر طعن تشنیع کرتے ہوئے چھوٹا منہ اور بڑی بات جس چیز کی تمکو خبر ہے ان حضرات کو اسکی بھی خبر تھی اور ایک بات کی اور بھی خبر تھی جسکی طرف سے تم بیخبر ہو وہ یہ کہ اگر حکم ہوا قم تو کھڑے ہو گئے اگر حکم ہوا اقعد بیٹھ گئے تمھاری طرح تھوڑا ہی تھے کہ احکام اسلام اور اسلام کو بدنام کرنے کیلئے نکل کھڑے ہوئے اوپر سے کہتے ہیں کہ میدان میں آنا چاہئے لعنت ہے ایسے میدان پر کہ جس میں اللہ اور رسول کی مخالفت ہو یاد رکھو میدان ہی میں رہو گے اب تو یہ ہی سبق رہ گیا ہے کہ میدان کی تعریفیں کیجاتی ہیں اور حجروں کی مذمت حالانکہ یہ میدان کی رونق و شوکت حجرہ ہی سے ہے میدان کا جو انجن ہے وہ حجروں ہی میں ہے اور تم ان کو ہی توڑ پھوڑ کرنے لگے اور انکی تعمیر کو گرانے لگے تو میدان میں رہ ہی کیا جاویگا اور یہ قوت جو ہوئی ہے حرکت اور بیداری یہ انہیں بزرگوں کی بدولت ہوئی ہے جنکو تم بھولے اور بے خبر بتلاتے ہو۔

ملفوظ ۳۸۴ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شب برات کا حلوا اگر آپ کھاویں
پکانے والے پکاویں بھی نہیں یہ بدعتیں ڈھیلے پن سے جاری ہوئیں مزاحاً فرمایا کہ اگر
ڈھیلے (یعنی سخت) بنجائیں تو سب بدعتیں ختم ہوجائیں پھر فرمایا بعض بدعتیں ایسی غامض
بھی ہیں کہ بعض دفعہ اکابر کو بھی تنبہ نہیں ہوتا چنانچہ مولانا شیخ محمد صاحب نے حضرت حاجی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ دل چاہتا ہے کہ ترک حیوانات کے ساتھ ایک چلہ
کھینچوں حضرت نے فرمایا کہ یہ تو بدعت ہے تب تنبہ ہوا۔ قصبہ رامپور میں ایک تقریب
میں ختنوں کی وہاں پر مجھکو بلایا گیا اور اپنے اور حضرات بھی تھے وہاں پہونچکر مجھکو معلوم
ہوا کہ بڑا تفاخر کا سامان کیا گیا ہے میں شریک نہیں ہوا اور خفیہ گھر چلا آیا اس پر ایک صاحب
ان بزرگوں کی نصرت کیلئے مناظرہ کی نیت سے تشریف لائے وہ اب بھی زندہ ہیں
مجھسے کہا کہ مجھے ان رسوم کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے میں نے کہا کہ ضرور شوق سے
کچھ شرائط ہیں ایک تو یہ کہ یہ دیکھ لیا جاوے کہ آپکو واقعی شبہ ہے دوسرے یہ کہ
اس شبہ کا آپ کے ذہن میں کوئی جواب نہیں تیسرے یہ کہ اپنے کسی معتقد فیہ کی نصرت
مقصود نہیں یہ حلف سے بیان فرماکر جو شبہ ہو فرمایئے بس سب اعتراضات ختم ہوگئے
اسی سلسلہ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح سے ایک صاحب نے دریافت کیا اسی
تقریب کی شرکت اور عدم شرکت کے متعلق کہ اگر یہ بات جائز تھی تو وہ کیوں نہیں شریک
ہوا (مرادمیں ہوں) اور اگر ناجائز تھی تو آپ کیوں شریک ہوئے اس پر مجھکو تو مولانا نے
یہ خط لکھا کہ اصلاح الرسوم پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور مجمع میں یہ جواب دیا جو میں نقل
کررہا ہوں کہ وہ تقوے پر عمل کرتا ہے اور ہم فتوے پر عمل کرتے ہیں اسلئے بعض دفعہ ہمارا
انکا اختلاف ہوجاتا ہے۔ میں نے مولانا خلیل احمد صاحب رح کو خط کا جواب لکھا کہ میں نظر
اول نظر ثانی ثالث رابع سب کچھ کرچکا ہر نظر کا وہی نتیجہ ہے جو نظر اول کا تھا ہاں ایکی اور
صورت ہے وہ یہ کہ آپ نظر فرماکر اسمیں غلطی نکالیں میں انکار نہ کرونگا بلکہ اسکو شائع
کرونگا ناظرین دونوں کو دیکھ لیں گے اب چاہے کوئی اِدھر جائے یا اُدھر جائے مگر جو ہمیں ہٹے
ہوئے ہیں اگر آپ کی تحریر پر انھوں نے پھر دوبارہ عود کیا تو اسکو آپ خود دیکھ لیں اسکے بعد

حضرت مولانا نے کبھی کچھ اسکے متعلق نہیں فرمایا حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ سے بھی لوگوں نے پوچھا آپ نے جو واقعی بات تھی وہ فرمائی مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا جواب تو تواضع پر مبنی تھا جسکو سننے والا معلوم کرسکتا ہے کہ میری رعایت کی گئی مگر مولٰنا دیوبندی رحمہ نے حقیقت بیان فرمادی اور یہ جواب دیا کہ سچ یہ ہے کہ جسقدر عوام کی حالت اُسے (یعنی مجکو) معلوم ہے ہمیں معلوم نہیں اسلئے وہ ایسی چیزوں کو روکتا ہے اور کوئی شبہ نکرے کہ نعوذ باللہ کیا مجکو اپنے اکابر سے زیادہ علم ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ عوام کی حالت کا علم یہ ایک محسوسات کا علم ہے اور محسوسات کا علم کوئی کمال نہیں بلکہ احکام کا علم کمال ہے اسی معاملہ میں ایک بزرگ نے مجھسے کہا کہ تمنے اپنی جان تو بچالی اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمھارے اکابر کی شرکت کیوں ہوئی اسکا کیا جواب دوگے میں نے کہا کہ مجکو کسی نئے جواب کی ضرورت نہیں میں وہ جواب دونگا جو ہمارے اکابر نے حضرت حاجی صاحبؒ کے مولود میں شریک ہونے کے متعلق سکھلا رکھا ہے وہ جواب یہ سکھلایا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو عوام کی حالت کی زیادہ خبر نہیں ہمکو خوب خبر ہے بس میں بھی یہی جواب دونگا۔ اب اصلاح الرسوم بحمد اللہ اپنی حالت پر ہے اور یہ حضرات تو اپنے بڑے ہیں مجھکو تو ان بڑوں کے بڑوں کے ساتھ اختلاف رہا اور وہ سب خوش تھے۔

(ملفوظ ۳۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں فخر یہ نہیں کہتا اللہ کا شکر ہے کہ کہیں بھی اسقدر وسعت اور سہولت نہیں جسقدر میرے یہاں ہے اسقدر تو توسع اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ تنگی ہے سختی ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ سختی اور چیز ہے اور مضبوطی اور چیز دیکھئے ریشم کا رسّا مضبوط تو اسقدر ہوتا ہے کہ اگر ہاتھی کو اسمیں باندھ دیا جائے تو وہ بھی نہیں توڑ سکتا مگر نرم اسقدر کہ جسطرح چاہو اسکو موڑ توڑ لو اور جہاں چاہے گرہ لگا لو تو میں سخت نہیں اور نہ میرے یہاں سختی ہے ہاں الحمد للہ مضبوط ہوں میرے یہاں مضبوطی ہے۔

(ملفوظ ۳۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تو دین ہے اسکی خدمت سب کے ذمہ ہے بڑی خوشی کی بات ہے کہ دین کی خدمت کرنے والے پیدا ہوں اور موجود بھی ہیں بحمد اللہ یہ کام ایک پر موقوف نہیں بہت سے دین کی خدمت کیلئے کھڑے ہونے والے ہوتے رہتے ہیں

اللہ ثم واللہ جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں بھی دین کی خدمت کرنے والے ہونگے تو مسرت اور خوشی کی انتہا نہیں رہتی ۔

(۳۹۰) **ملفوظ** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے قصبہ والوں کو میرے ساتھ عقیدت تو رہی ہے نہیں مگر محبت ہے اور عقیدت سے تو مجھ پر بوجھ ہوتا ہے ہاں محبت سے حظ ہوتا ہی اور اگر دونوں چیزیں جمع ہو جاویں تو عقیدت پر محبت کو غالب کرنا چاہیئے ۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ عقیدت ہی سے تو محبت ہوتی ہے فرمایا کہ اول تو یہ غلط ہے بدون عقیدت بھی محبت ہوتی ہے دیکھئے اہل وعیال سے محبت ہوتی ہے عقیدت نہیں ہوتی پھر اگر شروع میں ایسا ہوا بھی ہو مگر ترتب آثار کے وقت بنا ء عقیدت کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا صرف محبت ہی موثر ہوتی ہے دیکھئے صحابہ کو حضور سے جو محبت ہوئی گو وہ رسالت ہی کی وجہ سے ہوئی مگر جب خدمت کرتے تھے اسوقت رسالت کا خیال بھی نہ آتا تھا مثلاً ہدیہ وغیرہ جو دیتے تھے رسالت کی بنا پر تھوڑا ہی دیتے تھے تو ابتداء میں محبت رسالت ہی کی وجہ سے ہوئی مگر اسکے بعد جو کرتے تھے وہ صرف محبت کی وجہ سے ۔

(۳۹۱) **ملفوظ** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کا کام بہت ٹیڑھا ہے خود کو فت اٹھاؤ اور پھر سے بدنام ہو میں اب ارادہ کر چکا ہوں کہ اسکام کو اس طور پر کہ خود احتساب کروں انشاء اللہ تعالیٰ چھوڑ دونگا سو دفعہ کسی کی خوشی پر کسی خوشامد کرے کوئی بات بتلا دی پھر نہ خود محاسبہ یا مواخذہ نہ کرونگا میرا جو مقصود تھا کہ طریق کا اظہار ہو جائے وہ بحمد اللہ پورا ہو گیا سبکو طریق کی حقیقت معلوم ہو گئی اسکی جو گول مول حالت تھی وہ ظاہر ہو گئی اب بے غبار ہے عوام تک کو معلوم ہو گیا اور جہاں کچھ تھا بھی بس صرف یہ تھا کہ اوراد کو اور کیفیات کو طریق سمجھا جاتا تھا اسکا ثمرہ اعمال تو بالکل حذف ہی کر دیئے گئے تھے صاف کہتے تھے کہ اعمال کا کیا ہے یہ تو کتابوں میں ہیں میں نے کہا کہ اوراد بھی تو کتابوں میں ہیں تو ان ہی میں کیا رکھا ہے ۔

(۳۹۲) **ملفوظ** ایک سلسلہ میں فرمایا کہ میرے یہاں جو ضوابط ہیں ان سے دوسروں کو تکلیف دینا نہیں چاہتا ہاں اپنی راحت کا انتظام کرتا ہوں تو یہ کوئی جرم نہیں یہ حساب

جنکا یہ خط ہے بیس برس سے مجھکو ستا رہے تھے آج ایک قاعدہ کے ماتحت اُسکا انسداد ہوا

(ملفوظ ۳۹۳) فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا ہے کچھ شکایتیں خاوند کی لکھکر لکھا ہے اگر میں ان اطوار سے منع کرتی ہوں تو نہایت زجر و توبیخ سے پیش آتا ہے کوئی ایسا تعویذ یا وظیفہ بتلا دو جس سے اُسکی اصلاح ہو جائے۔ میں نے لکھدیا ہے کہ اگر کہنے میں کوئی مضرت کا اندیشہ نہ ہو تو نہایت نرمی اور خوشامد سے کہدیا کرو ورنہ مجبوری ہے کچھ ہی مت پھر فرمایا کہ کہیں وظیفوں اور تعویذوں سے اصلاح ہوتی ہے جو شخص اپنی اصلاح خود نہ چاہے اسکی اصلاح مشکل ہے

(ملفوظ ۳۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورتوں میں رسم ہے کہ جب آپس میں ملنے کے وقت سلام کا موقع ہوتا ہے تو فقط لفظ سلام کہتی ہیں مگر کاندھلہ میں تو پہلے سے اور یہاں تھوڑے روز سے جو لڑکیاں ہیں آپسمیں پورا سلام کرتی ہیں السلام علیکم اب الحمد للہ اسکی رسم ہوگئی ہے جو نہایت مبارک بات ہے۔

(ملفوظ ۳۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عربی زبان میں سب زبانوں سے زیادہ شوکت ہے دیکھئے عائش اور عائشہ جیون اور جیونی کا ترجمہ ہے مگر عربی میں کیسی شوکت معلوم ہوتی ہے اور اُردو میں اگر کیسا رکیک معلوم ہوتا ہے اسی طرح فارسی کی ایک خاص خاصیت ہے یعنی جس طرح وہ آتش پرستوں کی زبان ہے اسی طرح اسمیں ایک آگ ہے شورش ہے۔

(ملفوظ ۳۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مفتی کو مسئلہ میں تشقیق نہ کرنا چاہئے بلکہ سائل سے ایک شق کی تعیین کرا کر صرف اُسکا جواب دیدینا چاہئے تجربہ سے معلوم ہوا بڑے کام کی ہمیشہ مفتیوں کے کام کی بات ہے۔ کیونکہ تشقیق میں بعض اوقات اپنے مفید شق کا دعویٰ کرنے لگتا ہے۔

(ملفوظ ۳۹۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ رات دن مسلمانوں پر مظالم کئے جائیں قتل و غارت کیا جائے کچھ نہیں لیکن اگر مسلمان انتقام میں بھی ایسا کریں تو گنوارپن ہے وحشت ہے بربریت ہے خود وحشی اور گنوار اور دوسروں کو وحشی سمجھتے ہیں۔

۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۳۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے کتابوں پر تقریظ لکھوانے کو ایک زائد چیز سمجھا بلکہ نفرت رہی چنانچہ میری کسی کتاب پر تقریظ نہیں اور یہ اسلئے کہ اگر نافع ہے تو لوگ بلا تقریظ بھی دیکھیں گے اور اگر نافع نہیں تو تقریظ کے بعد بھی نہ دیکھیں گے تقریظ کا مضمون کتاب پر کوئی اثر نہیں ہوتا ایک زائد سی چیز معلوم ہوتی ہے جسکا کوئی حاصل نہیں۔

(ملفوظ ۳۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل مادی ترقی پر بڑا ناز ہے مگر یہ ترقی ترقی کہلانے کی قابل نہیں ترقی کہلائے جانیکی قابل تو وہ ہے کہ جو ذریعہ ہو خدا کے راضی کرنیکا ایک اخبار میں دیکھا تھا کہ کسی شخص نے سو منزل کا مکان بنایا ہے کیا ٹھکانا ہے اس حماقت کا اگر کبھی گرا تو تماشہ ہی ہوگا کیا زمین میں جگہ ہی نہیں رہی بلکہ زمین سے ملصق مکان تو ان بلند عمارتوں سے زیادہ راحت بخش ہیں دیکھئے غربا کے مکان کچے اور پست ہوتے ہیں مگر ان میں آرام بہت ہوتا ہے گرمی بھی زائد نہیں ہوتی مرمت بھی آسان اُسکا چھوڑ دینا بھی آسان زلزلہ وغیرہ میں بھی خدشات سے زیادہ محفوظ اور امراء کے مکان دیکھنے میں بھی آیا کہ اکثر کلفت کا سبب ہوتے ہیں اور بڑی کلفت یہ ہوتی ہے کہ وہ تکلف بہت ہوتے ہیں ان میں سادگی نہیں ہوتی جی تنگ ہوتا ہے کیونکہ بہت سی چیزیں فضول ہوتی ہیں اور فضول سے عقلاء ایسا بچتے تھے کہ حضرت ادہم کے گیارہ کوٹھڑیاں تھیں ایک گر گئی دوسری میں چلے گئے دوسری گری تیسری میں چلے گئے اسی طرح گیارہویں میں وفات ہوگئی قصہ ختم کبھی مرمت بھی نہیں کرائی واقعی فانی چیز کی کیا ترقی اور کیا اس سے انسان جی لگائے وہ تو چھوٹ جانے والی چیز ہے ان حضرات کے حالات کو دیکھکر یوں معلوم ہوتا ہے کہ انکو اس عالم سے تعلق ہی نہ تھا اور واقع میں تعلق کی چیز بھی نہیں حق تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں اسکی حقیقت کو ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق۔

(ملفوظ ۴۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فرخ شاہ فاروقی کابلی ہمارے اجداد میں سے ہیں حضرت شیخ فریدالدین، شاہ عبدالعزیز صاحب، شمس بازغہ کے مصنف، حضرت مجدد صاحب یہ سب فاروقی ہیں ان میں اکثر فرخ شاہ کے نسل میں ہیں مجھکو بعض اقوال سے اپنی فاروقیت

کچھ وسوسہ ہو گیا اور وسوسہ اسلئے کہا کہ تواتر کے بعد کوئی قول موجب شک نہیں ہو سکتا۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس دوڑا ہوا آیا اور مجھسے پوچھا کہ تم فاروقی ہو میں نے کہا کہ بزرگوں سے یہی سنا ہے کہا کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھکر آیا ہوں میں اُسوقت ڈرا کہ دیکھئے کیا آکر کہدے وہ دوڑا ہوا گیا اور دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ میں نے پوچھا تھا یہ فرمایا کہ ہاں ہماری اولاد میں ہے اس سے وہ وسوسہ بھی جاتا رہا۔ ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک واقعہ میں دیکھا فرمایا کہ حاجی صاحب ہماری اولاد میں سے ہیں ہمارا سلام کہنا اور ہماری طرف سے اُن کے سر پر ہاتھ پھیر دینا مرید نے حضرت سے یہ خواب بیان کیا آپنے فوراً سر سے ٹوپی اُتار کر فرمایا کہ لو سر پر ہاتھ رکھدو مرید جھجکا کہ میرا ہاتھ اس قابل کہاں آپنے فرمایا کہ میاں یہ تمھارا ہاتھ تھوڑا ہی ہے یہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے تب مرید نے سر پر ہاتھ رکھا

(ملفوظ ۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہتے ہیں اس کے اسباب اپنے فضل سے ویسے ہی پیدا فرماتے ہیں یہاں کے اسٹیشن ہی کا واقعہ ہے کس کسطرح کوشش ہوئی اور کیا کیا واقعات پیش آئے اہل قصبہ میں اور خصوصاً اُن لوگوں میں جن کو شوق تھے اتنی گنجایش نہ تھی کہ صرفہ برداشت کرسکتے ریلوے اپنے صرفہ سے بنانے کیلئے تیار نہ تھی مگر جب اُنھوں نے چاہا بن گیا اُس دوران میں میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ یہ ریل تھانہ بھون کی گلیوں میں پھر رہی ہے میں نے بھائی سے کہا کہ کوشش کئے جاؤ انشاء اللہ اسٹیشن ضرور بنے گا۔ یہاں کے ہندو کہتے تھے کہ عبدالحق کی اولاد اسٹیشن بنوا کر چھوڑیں گے۔ ایک نے انگریزوں سے کہنا شروع کیا ہے اور ایک نے اللہ سے غرضکہ بنوا کر چھوڑا انگریزوں سے کہنے والے بھائی مراد ہیں اور اللہ سے کہنے والا میں مراد ہوں یہاں پر ختم خواجگان ہوتا ہے اسمیں اہل خانقاہ طلبا ذاکرین کی جماعت ہوتی ہے یہ سب صلحا کا مجمع ہے کئی سال تک انکی مسلسل دعا ہوتی رہی یہ ان ہی لوگوں کی دعا کی برکت ہے۔ اسٹیشن بننے کے بعد ریلوے کا ایک بڑا افسر یعنی اسسٹنٹ منیجر جو قوم کا ہندو اور وطن کا بنگالی اور معاشرت کا انگریز تھا جو اردو بھی نہ سمجھتا تھا یہاں آیا تھا مجھسے ملاقات کرنا چاہتا تھا مجھسے آنے کی اجازت چاہی میں نے

کہا کہ میں خود اُس کے پاس جا کر مل لونگا اُس نے کہا کہ یہ تو خلاف ادب ہے میں نے کہا
اول تو راحت رسانی میں ادب ہے دوسرے راحت مقدم ہے ادب سے اور میں نے
اپنے احباب سے کہا کہ اسمیں چند مصلحتیں ہیں ایک تو یہ کہ اگر وہ آیا تو اسکے لئے کرسی چاہئے
تو پھر میرے لئے بھی چاہئے اور جو دوست پاس آکر بیٹھ جائیں گے اُن کیلئے چاہئے ورنہ
وہ اگر زمین پر بیٹھے تو مجھکو برا معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ کہ اگر میں ملنے گیا تو میں آزاد ہونگا
اور وہ پابند اور اگر وہ آیا تو میں پابند ہونگا اور وہ آزاد تیسرے اُسکے مہمان ہونیکا حق بھی
ہے میرے جانے پر خوش ہوگا اور اخلاق کے اعتبار سے اثر اچھا ہوگا غرض میں خود ہی
گیا نہایت مسرور ہوا اور تواضع سے یہ حالت تھی کہ بچھا جاتا تھا پھر اس جملہ مذکورہ کے
متعلق کہ راحت رسانی ادب ہے فرمایا کہ ادب تعظیم کو نہیں کہتے ادب کہتے ہیں راحت رسانی کو
پھر ادب کے تعلق سے تہذیب کا ذکر آ گیا اسکے متعلق ایک واقعہ بیان کیا کہ اس ہی ضلع
میں ایک مقام ہے کگرولی وہاں پر بعض غرباء نے مدعو کیا تھا وہاں شیعہ رئیس اور زمیندار ہیں۔
میں مغرب کے وقت وہاں پہونچا میرے پہونچنے کے بعد اُن لوگوں نے میرے پاس کہلا کر بھیجا
کہ ہم ملاقات کرنا چاہتے ہیں ہمکو وقت بتلا دیا جاوے میں نے دوستوں سے کہا کہ انھوں نے
یہ سوال کر کے اپنی تہذیب جتلائی ہے اب میں اسکے جواب میں اپنی تہذیب دکھلاؤنگا
میں نے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ مختصر ملاقات تو اسوقت بھی ممکن ہے اور مفصّل ملاقات صبح کو
ہو سکتی ہے انھوں نے کہلا بھیجا ہم اسی وقت آنا چاہتے ہیں میں نے اجازت دیدی اور یہ بھی کہلا
بھیجا کہ یہاں پر میرے پاس غرباء کا مجمع ہے ممکن ہے کہ اُن میں ملکر بیٹھنا آپ کے مصالح کے
خلاف ہو اسلئے میں خلوت کا انتظام بھی کر سکتا ہوں مطلب میرا اس کہنے سے یہ تھا کہ ان
لوگوں کو تہذیب کا بڑا دعویٰ ہوتا ہے انکو بھی تو دکھلا دوں کہ تہذیب ہے کیا چیز چنانچہ
انکو جس وقت میرا جواب پہونچا ہے تڑپ ہی تو گئے کہ ہماری کسقدر رعایت کی گئی ہے اور
یہ کہلا کر بھیجا کہ ہم غرباء ہی کے ساتھ بیٹھیں گے اور وہیں جا کر ملاقات کریں گے چنانچہ فوراً سب
جمع ہو گئے اور ملاقات ہو گئی بسبیل گفتگو اُن میں سے بعض حضرات نے بیعت کی بھی درخواست
کی میں نے سوچا کہ کیا جواب دوں اگر وعدہ کر دوں تو شیعہ رہتے ہوئے کیسے بیعت کر دوں اور

25

اگر انکار کردوں تو دل شکنی آخر یہ جواب دیا کہ میں اسوقت سفر میں ہوں اور سفر میں بیعت کے شرائط کا فیصلہ نہیں ہوسکتا میرے وطن پہونچ جانیکے بعد خط و کتابت کیجے میں انشاء اللہ تفصیلی جواب دونگا اسکے بعد کوئی خط نہیں آیا اگر آتا تو یہی لکھتا کہ اس طریق میں نفع کیلئے مناسبت شرط ہے اور مناسبت اختلاف مذہب کی حالت میں غیر ممکن لہذا سنی ہونے کے بعد بیعت کرسکتا ہوں مگر بعض لوگوں نے آجکل یہ عجیب طرز اختیار کیا ہے کہ طریق میں اسلام کو بھی شرط نہیں سمجھتے بعض جاہل اور دکاندار پیروں نے ہندوؤں تک کو مرید بنا رکھا ہے عجیب و غریب شیخت ہے جہالت کا بھی کوئی قاعدہ نہیں اللہ بچائے جہل سے اس جہل ہی کی بدولت بہت سے جہل میں پڑے ہیں اور خوش ہیں - اسی سلسلہ میں شیعہ کے ذکر کی مناسبت سے فرمایا کہ کانپور میں ایک وکیل کے پاس ایک سائل ایرانی آیا انھوں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ سیّد اس نے کہا کہ مذہب کیا ہے کہا شیعی وکیل نے کہا شیعی کبھی سید نہیں ہوسکتا دیکھو سید کے شروع میں سین ہے اور شیعی کے شروع میں شین ہے ان میں کیا مناسبت البتہ جنکے شروع میں شین ہے جیسے شیطان شمر ذی الجوشن شرارت ان سے مناسبت ہے اسلئے تم شید ہو اور کہا کہ دیکھو سنی میں سین ہے سید میں سین ان میں مناسبت ہے

(ملفوظ ۴۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مشغولی کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ ایسی مشغولی میں ایسی دقیق دقیق چیزوں کی تعلیم کی فرصت کیسے ملی اور سب سے زیادہ تو غزوات ہی کی مشغولی تھی کہ فرصت نہ تھی پھر اسپر حضور کی تعلیم کی یہ حالت اور ایک ہم ہیں کہ ایک کام میں لگ جاتے ہیں تو دوسرا کام یاد بھی نہیں رہتا -

(ملفوظ ۴۰۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو آجکل میدان میں آگئے ہیں یہ نہ کسی اور کام کے رہے اور نہ میدان ہی میں کچھ کیا اور کہیں نہ جنگ ہی ہے اور اگر ہے تو مدت آپسمیں میدان کی تیاری کرلی اور کوئی نہیں ملا تو آپس ہی میں قوت صرف فرمانے لگے جیسے ایک راجہ کے لڑکے کی حکایت ہے کہ استاد نے مارا راجپوت لونڈا ہی تلوار نکالکر استاد پر حملہ کیا استاد بھاگ پڑا اور راجہ سے شکایت کی کہ لڑکے نے یہ گستاخی کی راجہ نے کہا کہ یہ بڑی بدشگونی ہوئی کہ تم بھاگ پڑے یہ اول مرتبہ اسکا حملہ تھا وہ خالی گیا اب ساری عمر اسی طرح رہیگا اسلئے تمکو سزا قید دیجاتی ہے یہی حالت انکی ہے جیسے وہ لڑکا آپس والے پر مشق کرتا تھا اسی طرح یہ لوگ آپس

ہی والوں پرستش کرتے ہیں۔

۱۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۲۸۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے نہ معلوم میرے پہلے جواب سے کیا سمجھے لکھا ہے کہ اس عریضہ سے قبل ایک درخواست خدمت عالی میں گذار کر اللہ اللہ کرنیکی اجازت چاہی تھی آپنے ڈراہی دیا اور پہلا خط ساتھ بھی نہیں رکھا تاکہ میں دیکھتا کہ میں نے کیا ڈرایا ہے پہلا خط نہ بھیجنا کم سمجھوں کیلئے نہایت ہی مضر ہے پتہ کیسے چلے کہ انھوں نے کیا لکھا تھا اور میں نے کیا جواب دیا جسکی بنا پر میرے سر الزام تھوپا گیا ہے اللہ بچائے بدفہمی سے۔

(ملفوظ ۲۸۵) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے سہارنپور سے لکھا ہے کہ ایک شخص آدھی عمر کا ہے اور نکاح اسکا ہوا نہیں اسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں میں نے لکھدیا ہے کہ شبہ کیوں ہوا مدرسہ جاکر سمجھ لو اسپر فرمایا کہ امامت کیلئے ان بزرگ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ نکاح کئے ہو جہل سے بھی اللہ بچائے یوں سمجھتے ہوں گے کہ جسکا نکاح نہ ہوا ہو اسکی عفت کا کیا اعتبار۔

(ملفوظ ۲۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل افراط تفریط میں لوگوں کو بیحد ابتلا ہو رہا ہے اعتدال یہ ہے کہ نہ ایسی خشکی چاہئے کہ کسی چیز کا اثر ہی نہ ہو اور نہ ایسی تری کہ اسمیں خود ہی ڈوب مرے اسی طرح بعض میں تو کلام کا قحط ہے کہ بات بھی پوری نہیں کہتے اور بعض کو کلام کا ہیضہ ہے کہ ضرورت سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور کلام ہی میں کیا منحصر ہے ہر چیز میں یہی دیکھا جا رہا ہے افراط و تفریط سے خالی نہیں ۔ ابن حزم تقلید کے جو پیچھے پڑے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کو کفر سمجھتے ہیں اور ہم غیر مقلدوں کو اتنا برا نہیں سمجھتے جتنا وہ ہمیں برا سمجھتے ہیں ہمکو تو خیال رہتا ہے کہ حدود سے تجاوز نہ ہو جائے انکو اسکی پروا نہیں۔

(ملفوظ ۲۸۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہم لوگ نہ غلو کی اجازت دیتے ہیں نہ پسند کرتے ہیں مقصود تو یہ ہے کہ احکام بیان کرنے کے وقت حدود کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے جو درجہ جس چیز کا شرعاً ہے اسکو اسی درجہ میں رکھنا چاہئے ۔ غلو کی مثال میں

فرمایا کہ دیوبند میں ایک قبر ہے اسمیں محض چارپائی دفن ہے لوگ اسپر فاتحہ پڑھتے ہیں حضرت شاہ ابوالمعالی کی تسبیح اور عصا کو قبر میں دفن کیا گیا ہے یہ باتیں کون پسند کر سکتا ہے اور کون اجازت دے سکتا ہے۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سید کی تعظیم محض اس بنار پر کیجاتی ہے کہ روایت سے اسکا سید ہونا معلوم ہوا ہے کبھی تواتر سے کبھی محض شہرت سے بس یہی درجہ جلال آباد کے جبہ کا بھی ہے گو خبر متواتر سے نہیں ایسی چیزوں کو سند کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ کوئی احکام میں سے تھوڑا ہی ہیں صرف ادب کا درجہ ہے جسکے لئے تو کسی چیز کی بھی حاجت نہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ طلبار کا طبقہ نہایت ذہین ہوتا ہے اساتذہ تک کو پریشان کر دیتے ہیں بعض طلبہ یہاں پر سوال لکھکر بھیجتے ہیں میں لکھدیتا ہوں کہ اپنے اساتذہ سے پوچھو پھر لکھتے ہیں کہ پوچھا تھا تسلی نہیں ہوئی میں لکھتا ہوں کہ وہ تقریر لکھو کہ تمنے کیا سوال کیا اور انھوں نے کیا تقریر کی بس گم ہو جاتے ہیں اسوقت ایک طالب علم کی ذہانت کی حکایت یاد آئی میں جسوقت کانپور مدرسہ میں تھا تو ایک غلطی پر میں نے اس طالب علم کی روٹی بند کر دی اسپر اسنے ایک رقعہ مجھکو لکھا اور یہ شعر لکھا ؎

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم — کہ جرم بیند و نان برقرار میدارد

میں نے لکھا کہ میاں تمنے تو خود ہی جواب دیدیا مجھے سوچنے اور غور کرنیکی بھی تکلیف نہ ہوئی کہ یہ تو خدا ہی کا کام ہے کہ باوجود جرم اور قصور کے بھی بندہ کا رزق بند نہیں کرتا پھر مخلوق سے اسکی کیوں توقع رکھتے ہو

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سبب کا اسباب پر ترتب محض انکا فضل ہے انعام ہے ورنہ کوئی چیز بھی موثر حقیقی نہیں محض حکم ہے جو کچھ ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

نبارد ہوا تا نہ گوئی ببار — زمین نا ورد تا نہ گوئی بیار

پانی بالذات پیاس نہیں بجھاتا وہی بجھاتے ہیں۔ ورنہ وہی پانی مستسقی کی پیاس کو کیوں نہیں بجھاتا۔ اسی طرح آگ خود فعل نہیں کرتی یہ بھی حق تعالیٰ ہی کا حکم ہے کہ وہ کھانا پکا دیتی ہے

آگ کا تلبس محض ظاہری ہے اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ملازم ریلوے نے ریل روکنے کیلئے سرخ جھنڈی دکھلائی اور وہ کھڑی ہو گئی ظاہر ہے کہ جھنڈی میں کوئی خاص اثر نہیں محض آسانی کے واسطے ایک اصطلاح مقرر کر لی ہے کہ کہاں شور و غل مچائیں گے کہ روکو روکو تو یہ جھنڈی محض ایک علامت ہے ورنہ اصل روکنے والا تو ڈرائیور ہے جو تمہیں نظر نہیں آتا ؎

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں | کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

؎ عشق من پیدا و معشوقم نہاں | یار بیروں فتنۂ او در جہاں،

اور فرماتے ہیں ؎

ماہمہ شیران ولے شیر علم | حملہ شان از باد باشد دمبدم

حملہ شان پیدا و ناپیدا است باد | آنکہ ناپیدا است ہرگز کم مباد

اسی طرح تمام عالم میں انکا تصرف ہے اور وہ خود نظر نہیں آتے گو یہ سب تصرفات انہیں کے ہیں رازق نظر نہیں آتا رزق نظر آتا ہے اس سے یہ دہری سمجھے کہ رزق کوئی ہے ہی نہیں ان فلاسفہ اور دہریوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چیونٹی لکھے ہوئے کاغذ پر چلی اسپر حروف لکھے دیکھکر کہنے لگی کہ کیسے اچھے حروف بن رہے ہیں۔ دوسری چیونٹی نے کہا یہ خود بخود نہیں بنے بلکہ یہ قلم نے بنائے ہیں تیسری نے کہا کہ قلم کیا بناتا وہ قلم کسی کے ہاتھ میں ہے اس ہاتھ نے بنائے ہیں چوتھی نے کہا کہ ہاتھ کیا بناتا جسنے ہاتھ کو بنایا یہ سب اسکا کمال ہے غرض ایک حقیقت پر پہونچگئی باقی سب وسائط میں الجھے ہوئے ہیں اور حقیقت سے بے خبر ہیں۔

(ملفوظ [۱۱۱]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصائب اور تکالیف تو سب پر صورۃً ایک ہی طرح کے آتے ہیں یعنی اللہ والوں پر بھی اور دنیا داروں پر بھی مگر دونوں کی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے یہ بیمار بھی ہوتے ہیں تو انہیں یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہائے بیماری بڑھ جائیگی تو کیا ہوگا۔ ہائے مقدمہ ہار گئے تو کیا ہوگا ہائے کھانیکو کل نہ ملا تو کیا ہوگا بلکہ انکی یہ حالت ہوتی ہے کہ ہر حال میں انکو سکون ہوتا ہے ان کے قلب میں ایک چیز ایسی مخفی ہے کہ اسکے ہونے سے اطمینان اور یکسوئی ہوتی ہے مزاحاً فرمایا کہ چاہے پاس

ایک سوئی بھی نہ ہو بخلاف دنیا داروں کے کہ انکی حالت اسکے عکس ہوتی ہے تو مصائب اور تکالیف کا نہ آنا دلیل مقبولیت کی نہیں اسلئے کہ ایسا تو بڑے بڑے انبیا کیلئے بھی نہیں ہوا انپر بھی بڑی بڑی مصیبتیں آئیں اور وہ مقبول تھے اور ایک فرعون کو دیکھ لیجئے چار سو یا ساڑھے چار سو برس خدائی کا دعوی کیا کبھی سر میں بھی درد نہ ہوا حالانکہ وہ مردود تھا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ مہینوں آپکا چولہا گرم نہیں ہوا ہنڈیا نہیں چڑھی تو کیا نعوذ باللہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ظاہری تکلیف نہ ہونیکی وجہ سے فرعون کو فضیلت ہو گئی یا یہ مقبولیت کی دلیل ہے علت (مرض) اور ذلت (نقص جاہ) اور قلت (نقص مال) تو ان حضرات کا زیور ہے۔ ایک بزرگ کو ساری عمر میں ایکروز ایک وقت پیٹ بھر کر کھانا ملگیا اسی پر لرزاں اور ترساں تھے چہرہ زرد تھا جسم میں رعشہ تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت کیسے مزاج ہیں فرمایا کہ آج پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے خوف اسکا ہے کہ مجھپر دنیا کو فراخ کیا گیا کہیں آخرت تو تنگ نہیں کی گئی یہ حقیقت تھی عیش کی ان حضرات کی نظروں میں۔

نوٹ۔ کچھ ملفوظات درمیان میں بعض عوارض کی وجہ سے چھپنے سے رہ گئے تھے ان کو اب شائع کیا جاتا ہے شاید تاریخوں کے سلسلہ کو غیر مسلسل دیکھ کر ناظرین کو پریشانی ہوتی اس لئے اطلاعاً عرض کردیا گیا ۱۲ مدیر۔

۱۴ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(**ملفوظ** ۱۴۳) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں صاحب سے صبح جو غلطی ہو گئی تھی اسکے متعلق میرے واسطے سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں فرمایا بہت اچھا مگر سب سے اول ان سے یہ پوچھئے کہ آنیکے وقت پریشان کیوں کیا عرض کیا کہ غلطی ہوئی اب یہ پوچھئے کہ ایسی غلطی کا دوسرے پر کیا اثر ہوتا ہے وہ .... متاذی ہوتا ہے یا نہیں عرض کیا متاذی ہوتا ہے اب پوچھئے اس کا تدارک کیا ہے عرض کیا کہ آئندہ نہیں کرونگا اب پوچھئے کہ کیا

اس سے تدارک ہوجائیگا بہت ہی خوش فہم معلوم ہوتے ہیں عرض کیا اب وہ بات بتلا دیجئیگا جس سے تدارک ہوجائے فرمایا جس نے ایذا پہونچائی ہے وہ سوچے مجھکو بتلانے کی کیا ضرورت ہے میں پہلے بتلا دیتا تھا اب نہیں بتلاتا میں دماغ سوزی کروں اور راستہ بتلاؤں اور وہ اسپر کہیں کہ میرے ساتھ بڑی سختی برتی گئی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ مجھسے مشورہ لیتے ہیں فرمایا کہ آپ مشورہ نہ دیں مشورہ ایسے شخص سے لینا چاہئے جو واسطہ نہ بنا ہو آپکا مشورہ تو میرا ہی مشورہ ہوگا آپ بوجہ توسط کے من وجہ میرے ساتھ ملحق ہیں اور من وجہ اُن کے ملحق ہیں اسلئے آپکو مشورہ نہیں دینا چاہئے دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی سے مشورہ لیں تو خود سوچ کر مجھسے اپنی طرف سے کہیں اگر کوئی گڑبڑ ہو تو اُسکو اپنی طرف منسوب کریں مجھسے یہ نہ ظاہر کریں کہ فلاں سے مشورہ لیا یا فلاں نے مشورہ دیا عرض کیا کہ میں معافی چاہتا ہوں آئندہ ایسا پھر نہیں کرونگا فرمایا اسپر تو اعتراض ہوچکا جسکا ابھی جواب نہیں ملا پھر کیوں اسکا اعادہ کیا بہت ہی خوش فہم ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہیں اب ان سے یہ پوچھئے کہ اسکا اعادہ کیوں ہوا مگر پوچھنے پر بھی یہ صاحب خاموش رہے فرمایا اگر جواب نہیں دیتے چھوڑئے کوئی ہمارا کام تھوڑا ہی ہے آپ بیٹھے کیوں پریشان ہوئے آپکو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ میں ان لوگوں کی کسقدر رعایتیں کرتا ہوں اور یہ مجھکو کسقدر ستاتے اور دق کرتے ہیں مجھکو تو بدنام کرنا آسان ہے مگر اپنی خوش فہمی کو نہیں دیکھتے۔

(ملفوظ ۱۳) (ملقب بہ ادب الخطاب) ایک مولوی صاحب نووارد تشریف لائے حضرت والا کے اس دریافت فرمانے پر کہ کہاں سے تشریف لائے نہایت آہستہ سے جواب دیا جسکو حضرت والا نہ سن سکے فرمایا کہ مجھے آپ سے یہ شکایت ہے کہ آپنے ایسی پست آواز سے جواب دیا جسکو میں نہیں سن سکا کیا اس سے دوسرے کو اذیت نہیں پہونچتی اسپر انہوں نے بلند آواز سے عرض کیا کہ فلاں مقام سے آیا ہوں فرمایا کہ اب یہ دوسری اذیت آپنے پہونچائی کہ جو سوال میں نے کیا تھا اُسکا جواب نہیں دیا کیا یہ سوال میرا لغو تھا یا قابل جواب نہیں سمجھا گیا اب یہ دوسرا سوال پیدا ہوگیا اسکا جواب دیجئے عرض کیا کہ قصور ہوا فرمایا اسکو قصور نہیں کہتے اسکو تو بے فکری کہتے ہیں اسکی فکر ہی نہیں کہ ہماری کسی بات سے دوسرے کو اذیت تو

نہ پہونچے گی میں نہیں کہتا کہ اذیت پہونچانے کا قصد ہو شکایت اسکی ہے کہ اسکا قصد نہیں کہ دوسرے کو اذیت نہ پہونچے حالانکہ یہ قصد ضروری ہے عرض کیا کہ مجھکو یہاں کے اصول اور قواعد معلوم نہیں فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے مگر بعض باتیں اور بعض اصول خاص خاص ہوتے ہیں خاص مقام کیلئے اُن میں تو جہل عذر ہے لیکن یہ مبہم بولنا اور آہستہ سے بولنا یہ تو سب جگہ کے لئے طبعًا اذیت کا سبب ہیں اسمیں غلطی کرنا بیفکری سے ہے جہل سے نہیں غرض قسم اول میں تو ایک درجہ میں معذور ہو سکتے تھے کہ قواعد نہ معلوم ہونیکی وجہ سے کسی قاعدہ کے خلاف ہو جاتا مگر اس طرح بولنا جیسے نواب صاحب بولتے ہیں کہ دوسرا سمجھ ہی نہ سکے اسمیں کیا معذوری سمجھی جائے دوسرے آپ عالم ہیں آپ یہ بتلائیں کہ کیا اسکا تعلق قواعد سے ہی عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ پھر یہ میرے سوال کا جواب آپکے نزدیک کس طرح ہو گیا اسپر یہ صاحب خاموش رہے فرمایا کہ یہ تیسری اذیت پہونچائی کہ سوال کا جواب ہی ندارد کیا ہو گیا آپ لوگونکو آخر لکھ پڑھکر کہاں ڈبو دیا گیا غلطی کے اقرار میں ہیٹی ہوتی ہے کیا تم لوگوں کے دماغوں میں خناس بھرا ہے پس واقعی بات وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں کہ اسکا اہتمام ہی نہیں کہ دوسرے کو کلفت نہ ہو گو اذیت کا قصد نہیں ہوتا مگر اسکا بھی قصد نہیں کہ دوسرے کو اذیت نہ پہونچے آخر ایسے کان کہاں سے لاؤں کہ بے بولے ہی سُن لیا کروں اسپر وہ صاحب کچھ بولے مگر اُسی آہستہ آواز سے فرمایا کہ پھر وہی حرکت ہوئی باوجود اتنی تقریر کے اور سمجھانے کے اب میں اخیر بات کہتا ہوں کہ آپ یہ فرض کر لیجئے کہ میں بہرا ہوں اس فرض کے بعد اوّل میری شکایت کا جواب دیجئے آپ کے نزدیک تو وہ چیز لاشے ہے جسکے متعلق میں سوال کر رہا ہوں مگر میں بے اصول گفتگو سے گھبراتا ہوں یہ بھی ایک وجہ ہے میرے مناظرہ کو پسند نہ کرنے کی کہ آجکل بے اصول گفتگو ہوتی ہے اور اس سے مجھکو وحشت ہوتی ہے ہاں اگر اصول کے ماتحت گفتگو ہو تو اپنی ساری عمر اسکے لئے وقف کرنے کو تیار ہوں میں تو اچھے خاصے لکھے پڑھوں کو رات دن دیکھتا ہوں اُن سے سابقہ پڑتا رہتا ہے کہ اُن کی ایک بات بھی الا ماشاء اللہ اصول کی نہیں ہوتی حالانکہ ادیب بھی ہیں عالم بھی ہیں فاضل بھی ہیں مناظر بھی ہیں منطقی فلسفی بھی ہیں مگر بات ایک بھی اصول کی نہیں بس وہی پڑھنے اور گنے کا ذوق ہے

۳۴

جو اکثر کہا کرتا ہوں پھر ان صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ جواب دینے میں صبر کئے بیٹھا ہوں آخر بشر ہوں کیوں ستاتے ہو اسی بل بوتے پر محبت کا دعویٰ کر کے آئے تھے کہ بات کا جواب تک بھی ندارد اس پر وہ صاحب کچھ بولے مگر وہی آہستہ آواز سے کہ اب حد ہو گئی میں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ آپ فرض کر لیجئے کہ میں بہرا ہوں باوجود اس کہہ دینے کے اور اتنی لمبی چوڑی تقریر کے نہ آواز بلند ہے اور نہ مضمون صاف اور پورا ہے پھر فرمایا کہ اب میرے قلب میں سوزش پیدا ہو گئی بوجہ تحمل کے آپ مسجد میں تشریف رکھیں مجھکو تکلیف ہونے لگی وہ صاحب مسجد میں تشریف لیگئے حضرت والا نے اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب بتلایئے کہاں تک تغیر نہ ہو آخر بشر ہوں جس چیز کو بار بار تصریحاً کہہ چکا پھر لوٹ کر وہی حرکت البتہ اگر میں بالکل بحس ہو جاؤں تب انکا کام بنے ایسے ایسے بدفہم لوگ آتے ہیں جن سے تکلیف ہوتی ہے پھر فرمایا کہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میں بہت ہی صبر اور تحمل سے کام لیتا ہوں آپ حضرات نے اسی واقعہ میں دیکھا کہ میں تحمل کرتا ہوں یا سختی کرتا ہوں یہ ہیں وہ باتیں جن پر باہر جا کر مجھکو بدنام کیا جاتا ہے اب بدنامی کو دیکھوں یا آنے والوں کی مصلحت اور اپنی تکلیف کو دیکھوں اور مجھکو تو اس بدنامی سے خوشی ہوتی ہے کہ بدفہموں کی بدفہمیوں سے تو نجات ملیگی اسلئے ایسی بدنامی میں بھی لذت ہے خوب کہا گیا ہے ؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں ۔۔۔ مانمی خواہیم ننگ ونام را

(ملفوظ ۱۴۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ سے اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہنا بہت ضروری ہے بدوں اسکے اصلاح نہیں ہو سکتی اسکی ایسی مثال ہے جیسے حکیم صاحب ایک نسخہ لکھ دیں اور یہ ساری عمر پیتا رہے اور حالات کی اطلاع نہ دے کیا علاج ہو سکتا ہے

انتھی جزء ادب الخطاب۔

(ملفوظ ۱۵۰) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں یہ بھی ایک طریق اور اصول ہے کہ ایک ایک بات الگ الگ طے ہوتی ہے یہ بڑا ہی اچھا اصول ہے فرمایا کہ جی ہاں اگر چار باتوں کی ایکدم تحقیق شروع ہو جائے تو خلط بحث ہو جائے پتہ ہی چلکر نہ دے کہ کیا ہو رہا ہے بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ایک ہی خط میں دو مضمون لکھکر بھیجدیتے ہیں ان میں سے کسی مضمون کا بھی

۳۴

جواب نہیں دیتا یہ لکھدیتا ہوں کہ ایک خط میں ایک مضمون لکھو جب اُسکا جواب پہونچ جائے تب دوسرا مضمون لکھو یہ باتیں اصولی ہیں مثلاً ایک شخص کو چند مقدمات عدالت میں پیش کرنا ہیں ایک مال کا ایک فوجداری کا تو کیا وہ ایک ہی درخواست دونوں کے متعلق دیسکتا ہے ہرگز نہیں حاکم کہیگا کہ الگ الگ درخواست دو اسکا راز یہی ہے کہ خلط سمجھ ت سے پریشانی نہ ہو اصولی بات سے کبھی انسان کو پریشانی نہیں ہوتی پریشانی جب کبھی ہوگی بے اصولی ہی ہوگی

(ملفوظ ۴۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج صبح جن صاحب نے گڑبڑ کی اور اب بھی خواجہ صاحب کے واسطے سے گفتگو کی اُنھوں نے ایک صاف بات کو کسقدر الجھایا قلوب میں صفائی نہیں رہی حالانکہ میری گفتگو نہایت کافی تھی معلوم ہوتا ہے کہ سمجھنے کا قصد اور ارادہ ہی نہیں کرتے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ فلاں صاحب جو بعد نماز فجر ملے تھے اُنکی خوش فہمی پر اور سمجھ کی باتوں پر حضرت والا نے اُنکو شاباشی دی فرمایا کہ دیکھ لیجئیگا شاباشی کی بات پر شاباشی ملتی ہے خدانخواستہ کوئی آنے والوں سے مجکو عداوت تھوڑا ہی ہے وہ لوگ جیسا برتاؤ کرتے ہیں ویسا ہی اُن کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے اسی سے میری سختی اور عدم سختی کا اندازہ ہو سکتا ہے

(ملفوظ ۴۱۷) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ بعض لوگ مشورہ لیتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے فرمایا کہ مشورہ دیدینا چاہئے ایک مسلمان کی اعانت ہے ہاں ازخود مشورہ نہ دینا چاہئے بعض خیرخواہ ہمدردی کی وجہ سے ازخود مشورہ دیدیتے جسکا انجام اکثر بہت برا ہوتا ہے البتہ اگر کوئی خود پوچھے مسلمان ہے اعانت کرنا چاہئے اور مشورہ دیدینا چاہئے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہدیا جاوے کہ اگر تمھاری سمجھ میں بھی یہ مشورہ آجائے تو اسپر عمل کرنا ہماری رائے سمجھکر مت کرو ورنہ اسکا ہمپر کلفت کا اثر ہوگا۔

(ملفوظ ۴۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق کا ادب لوگوں کو معلوم نہیں اب تو ادب تکلفات کا نام ہے ہاتھ چوم لئے پچھلے پیروں ہٹے گئے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے مگر طریق کا یہ ادب نہیں طریق کا اصل ادب یہ ہے کہ جس سے دین کا تعلق کہنا چاہے اُسکو تکلیف نہ پہونچائے یہ اس طریق میں ادب کا ادنی درجہ ہے اور اب تو ادب تعظیم کا نام ہے۔

(ملفوظ ۴۱۹) فرمایا کہ بے اصول بات سے تکلیف ہوتی ہے حتی کہ اگر بے اصول معاملہ میری ساتھ

نہ ہو دوسرے کی ساتھ ہو تب بھی دیکھکر ناگواری ہوتی ہے پس اس ناگواری کا اثر اپنی ہی ذات
کے ساتھ خاص نہیں ہیں تو اپنے دوستوں سے یہ چاہتا ہوں کہ سب کے سب اصول کے پابند
بنجاویں کسی کو اپنی ذات سے تکلیف نہ پہونچے یہ سلوک کا بڑا حصہ ہے۔

(ملفوظ ۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں میں ایسے لطیف المزاج گذرے ہیں کہ بادشاہوں
کی بھی اُن کے سامنے کوئی حقیقت نہ تھی جیسے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رح ایکمرتبہ بادشاہ
زیارت کو آئے اور اُن کو پیاس معلوم ہوئی اسوقت کوئی پاس نہ تھا اسلئے بادشاہ خود اُٹھے
اور صراحی پر کٹورا ڈہکا ہوا تھا پانی لیکر نوش کیا پھر صراحی پر کٹورا ڈہک دیا اور بیٹھگئے مگر
بادشاہ کو خود پانی لیکر پینا بوجہ خلاف عادت ہونے کے گراں ہوا اسلئے عرض کیا کہ اگر
اجازت ہو تو خدمت کیلئے کوئی آدمی بھیجدوں فرمایا کہ کیا ضرورت ہے بادشاہ نے اصرار
کیا اُس پر فرمایا کہ ایسا ہی آدمی ہوگا جیسے آپ خود ہیں دیکھئے صراحی پر کٹورا ٹیڑھا ڈہک دیا ہے
اُسی وقت سے سر میں درد اور طبیعت پریشان ہے یہ ہی حالت لطافت کی حضرت مولانا
گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی ایکمرتبہ نائی حجامت بنانے آیا اُسنے اُسترہ وغیرہ کو دہولیا تھا
مگر جب حجامت بنانی شروع کردی تو استرہ لب پر لگاتے ہی فرمایا کہ بو آتی ہے اسکو دہو لو پھر
حاضرین سے فرمایا کہ دہو کر تو لایا ہی ہوگا مگر جب اگلے کو (یعنی دوسرے کو) نکوچ ہی ہو (یعنی
کاوش ہو) تو بیچارہ کیا کرے حضرت کی بھی عجیب ہستی تھی بیحد تحمل و وقار تھا نہ کبھی ہنسی کی
آواز سنی گئی نہ کبھی غصہ کی آواز سنی گئی اسقدر تحمل تھا بڑے لوگ بڑے ہی ہوتے ہیں
کوئی کیا اُنکی ریس کرسکتا ہے ایکمرتبہ مولوی سید صاحب برادر مولوی حسین احمد صاحب نے
چائے کا انتظام اپنے متعلق کر رکھا تھا ایکروز حضرت نے پیالی منہ سے لگاکر فرمایا کہ کچھ پانی کا اثر
ہے چائے میں انھوں نے دوسرے وقت خوب جوش دیا پھر بھی فرمایا وہ حیران تھے بدرجہ بعید
اُنکو احتمال ہوا کہ پیالی دہوکر تولیہ سے خشک نہیں کی اسلئے پیالی کو خوب خشک کیا اُسمیں
پیکر فرمایا کہ اسمیں وہ اثر نہیں ۔میں کہتا ہوں کہ بادشاہوں کی لطافت مزاج کی کیا حقیقت ہے
ایسے حضرات کے سامنے۔

(ملفوظ ۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آنے والوں سے اُنکی بیہودگیوں پر تکلیف ضرور ہوتی ہے

مگر اُن سے کسی منفعت کی توقع کی تکلیف نہیں ہوتی یہ توقع کی تکلیف بیہودگیوں کی تکلیف سے اشد ہے ابتو صرف یہ تکلیف اس سے ہوتی ہے کہ توقع تو اور جواب کی تھی اور ملا اور جواب مگر منفعت کی توقع کی تو تکلیف نہیں ہوتی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ تو معلوم ہو ہی جاتا ہوگا قرائن سے کہ یہ اس مزاج کا آدمی ہے اور اس فہم کا فرمایا کہ معلوم ہو جانے پر بھی بیہودہ حرکت سے طبعاً تکلیف ضرور ہوگی گو قصد تکلیف دینے کا نہ ہو اسکی ایسی مثال ہے کہ کسی کے سوئی چبھو دی جاوے گو قصد نہ ہو مگر اُس سے تکلیف تو ضرور ہوگی وہ تو نہیں رک سکتی اس خیال سے کہ یہ بدفہم ہے یا قصد نہیں ہے گو اسکو معذور سمجھکر سخت مواخذہ نہ کریں گے مگر تکلیف تو ہو ہی گی۔

(ملفوظ ۲۴۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ دیکھ لیجئے مجھے بدنام کیا جاتا ہے جن صاحب کو مسجد میں بیٹھ جانے کو میں نے کہا تھا مگر رسہ کر تنبیہ پر بھی اپنی اس حرکت سے باز نہیں آئے دیکھئے انصاف کیجئے جب ایک بات کو تصریحاً بتلا دیا گیا پھر اسمیں کس طرح معذور سمجھا جائے یہ قصد تو نہیں ہوتا کہ تکلیف ہو مگر اسکا بھی قصد نہیں ہوتا کہ تکلیف نہ ہو اسکا سبب بے فکری ہے میں یہ بھی تاویل نہیں کر سکتا کہ میرے کلام کو بوجہ تناسب یا ادق ہونیکے سمجھ نہیں سکتے کیونکہ میں تقریر میں بہت مبسوط الکلام ہوں البتہ تحریر میری تنگ ہوتی ہے اسلئے کہ اہل علم مخاطب ہوتے ہیں تقریر میں نہایت بسط ہوتا ہے بہت ہی کھلی ہوئی ہوتی ہے تنگی نہیں ہوتی کہ دوسرا سمجھ نہ سکے مگر بات یہ ہے کہ اجزاء کلام کی طرف توجہ نہیں کرتے بس یہ ہے ساری خرابی۔

(ملفوظ ۲۴۴) ایک مولوی صاحب عورتوں کا سفر ریل میں ساتھ ہونا اور اسپر پریشانی اور تکلیف کا ہونا بیان کر رہے تھے حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو ریل کو زندہ جنازہ کہا کرتا ہوں اور عورتوں کو زندہ اسباب مگر مردہ اسباب سے زیادہ تکلیف دہ وہ قلی نوکر کے سر پر رکھ سکتے ہیں مگر اس زندہ کو کیا کرے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہ ہندوستان کی عورتیں جنت کی حوریں ہیں یہ ان میں ایک خاص بات ہے کہ اگر خاوند بیوی کو چھوڑ کر چلا جائے تو جس کونے میں چھوڑ کر جائیگا دس برس کے بعد پھر اُس ہی کونے میں بیٹھی ملے گی یہ اثر ہے صفت قاصرات

الطرف کا جو حوروں کے باب میں وارد ہے یہ ضرور ہے کہ ان میں سلیقہ بہت کم ہے مگر عفیف ہونا اتنی بڑی صفت ہے کہ اسکے سامنے انکا پھوہڑپنا کچھ بھی اثر نہیں رکھتا میں تو یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ پھوہڑ عورت عفیف ضرور ہوتی ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ ہر عفیف پھوہڑ بھی ہو پس اگر عورت کا پھوہڑپن ناگوار ہو تو اسکی عفت پر نظر کر کے اس آیت کو پڑھ لیا کرو۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً ٥ یعنی ممکن ہے کہ ایک چیز تمکو ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ اسمیں خیر کثیر رکھدیں تو ہی کیا تھوڑی بات ہے کہ وہ بیبیاں سوائے ہمارے کسی پر نظر نہیں کرتیں حضرت باستثنا شاذ و نادر عورت کو وسوسہ بھی نہیں ہوتا غیر مردوں کا ایک مولوی صاحب نے اپنے ایک خادم سے اپنا ایک واقعہ بیان کیا اس خادم نے مجھسے روایت کی کہ میں نے ایک بہلی کا کرایہ کیا جب بہلی شہر کے کنارے پر پہونچی تو وہاں اس بہلی والیکا مکان تھا وہاں اس نے بہلی کو روکا اسکی بیوی اسکو کھانا دینے آئی وہ بہلی بان اسقدر بدشکل تھا کہ شاید ہی کوئی اور دوسرا ایسا ہو اور وہ ایسی حسین کہ شاید ہی کوئی اور دوسری ہو مگر میں اسوقت اسکو دیکھ رہا تھا کہ یہ میری طرف بھی نظر کرتی ہے یا نہیں مگر اس نے ایک نظر بھی اس طرف نہیں دیکھا اور شوہر کو کھانا دیکر چلی گئی اسی کو فرماتے ہیں ؎

دلا رامے کہ داری دل درو بند، دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند،

فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہندوستان کی عورتیں حوریں ہیں جنکی صفت میں ارشاد ہے۔ فیھن قصرات الطرف لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان یعنی ان باغوں کے مکانات میں ایسی عورتیں ہیں کہ سوائے اپنے شوہر کے کسی طرف نظر نہیں کرتیں ستی ہونکی رسم ہندوستان ہی میں تھی گو قبیح ہے مگر منشا اسکا محض محبت تھا۔ نار عشق کی نسبت یہ نار اسپر آسان تھی کہ اگر زندہ رہونگی تو نار عشق میں جلتی رہونگی۔ یہ بھی تجربہ سے معلوم ہوا کہ دوسرا شوہر کر کے بھی عورت پہلے شوہر کو بھولتی نہیں اب دوسرے شوہر کو دانشمندی سے کام لینا چاہیئے کہ اسکے دلکو اپنے ہاتھ میں رکھے اور اسکے اس معاملہ میں سختی نہ کرے مثلاً اگر وہ سابق خاوند کیلئے دعا کرے یا ایصال ثواب کرے یہ ساتھ دیتا رہے اگر مزاحمت کریگا اسکو سخت صدمہ ہوگا اور پھر آپس میں بے لطفی پیدا ہو جانیکا اندیشہ ہے اس ہی لئے بعض حکما نے سرسری نظر سے منع کیا ہے بیوہ عورت سے

نکاح نہ کرے میں کہتا ہوں کہ جب شرعاً کوئی قباحت نہیں تو نکاح ضرور کرلے مگر اُسکی دلجوئی کا بہت زیادہ اہتمام رکھے تاکہ اُسکو دل میں کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔

(ملفوظ ۲۲۷) خواجہ صاحب نے عرض کیا جن صاحب نے میرے واسطے سے گفتگو کی تھی اور اُن کو مسجد میں بیٹھ جانیکو حضرت والا نے فرمایا تھا وہ پھر میرے واسطے سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں فرمایا کہ وہ ابھی دق کر چکے ہیں پہلے یہ معلوم کر لیجئے کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں تب اجازت دونگا خواجہ صاحب نے اُن صاحب سے دریافت کرکے عرض کیا کہ اپنے قصور کی معافی چاہتے ہیں فرمایا کہ اب اجازت ہے آپکو واسطہ بننے کی ان سے پوچھئے کہ آخر ایک ایسی صریح بات میں غلطی کی اور باوجود مکرر سہ کرر تنبیہ کے بھی آپ اپنی حرکت سے باز نہ آئے اسکی کیا وجہ تھی عرض کیا کہ یہ نہ معلوم تھا کہ اتنی سی بات سے متاثر ہو جائینگے فرمایا ان سے پوچھئے کہ اگر کوئی متاثر بھی نہ ہو کسی کو تکلیف بھی نہ ہو مگر وہ خطاب لغو تو ہوا جب دوسرا نہ سن سکا عرض کیا کہ بیشک لغو ہوا فرمایا ان سے پوچھئے کہ اب اسکا کیا تدارک ہے عرض کیا کہ معافی کا خواستگار ہوں آئندہ ایسی بڑی غلطی نہ کرونگا فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے ان میں فضول گوئی کا بھی مرض ہے اسکا تو یہ مطلب ہوا کہ چھوٹی غلطی کر لونگا جسکا دوسرے لفظوں میں یہ حاصل ہوا کہ تھوڑی تکلیف دینا تو گوارا ہے زیادہ گوارا نہیں اپنے نزدیک تو بڑا سوچ کر جواب دیا کہ اسپر کوئی اشکال نہ پڑے مگر وہی بیہودگی کی بیہودگی یہاں ایسوں کی گذر مشکل ہے یہ تو ایسی جگہ کار آمد ہونگے جہاں مجلس آرائی اور خالی دربارداری ہوتی ہو اور کوئی بات نہیں یہ سب بے فکری کے کرشمے ہیں جب استفادہ انسان کو مقصود ہوتا ہے تو فکر سے کام لیتا ہے عرض کیا کہ آئندہ ایسا نہ کرونگا اور جو ہوا اسکی معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ جو کیا اُسمیں سوال ہے کہ کیوں ہوا اور کیوں ایسا کیا یہ کہتے ہونگے کہ کہاں آ پھنسے اور میں کہتا ہوں کہ کس سے پالا پڑا عرض کیا کہ جو اسکا تدارک ہو میں اُسکے لئے تیار ہوں فرمایا کہ بات تو کام کی کہی مگر اسوقت تو تدارک کا سوال نہیں سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں کیا پھر فرمایا کہ دیہاتی لوگ آتے ہیں وہ بھی ایسی حرکت نہیں کرتے یہ اُن دیہاتیوں سے بھی بڑے دیہاتی ہیں کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ آہستہ بولنے سے دوسرا نہ سنیگا اتنی بھی خبر نہیں دودھ پیتے بچے ہیں عرض کیا کہ معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ معاف ہے مگر چونکہ آپ کو مجھسے مناسبت نہیں اور نفع کیلئے جانبین کی مناسبت شرط ہے اسلئے میں آپکی خدمت سے

معذور ہوں عرض کیا کہ آئندہ جو کام یا جو بات کرونگا سوچ اور فکر کے ساتھ کرونگا دریافت فرمایا کہ قیام کب تک رہیگا عرض کیا کہ کل بعد نماز فجر چلا جاؤنگا فرمایا کہ مناسب ہے عرض کیا کہ مکاتبت کی اجازت فرمادی جائے فرمایا کہ اسوقت قلب پر اثر ہے اور یہ بھی نہیں بتلا سکتا کہ کب زائل ہو نہ اسکا زائل کرنا میرے اختیار میں ہے اسلئے اسوقت اس قسم کا تذکرہ بھی نہ کریں جہانتک معاملہ پہونچ چکا اسکو وہاں ہی تک چھوڑ دیا جائے عرض کیا کہ کل جارہا ہوں فرمایا کہ رہیں یا جائیں میں منع نہیں کرتا اور نہ میں رنج ہی نہیں لے رہا ہوں اگر رہیں سر آنکھوں پر مگر انکو یہ سبق ملا ہے اب کہیں ایسی حرکت نہ کریں گے یہ تو اسکو ادب سمجھے کہ آہستہ بولے اور یہ نہ سمجھے کہ اگر زور سے نہ بولا تو دوسرا سنے گا نہیں تکلیف ہوگی بس رسموں نے تباہ کیا ہے اسکی تعلیم دیجاتی ہے کہ بلند آواز سے نہ بولو دیکھئے اپنا تو کام لیکر آتے ہیں اپنی ہی حاجت مگر دوسرے کو اہتمام کرنا پڑے یہ تو آنے والیکا فرض ہے کہ اگر صاف اور پوری بات کہدے اور ایسی آواز سے بولے کہ دوسرا اسکو سن سکے یہ سب گفتگو خواجہ صاحب کے واسطے سے ہوئی خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں جانیکے وقت مصافحہ کر سکتا ہوں فرمایا کر سکتے ہیں صبح کو بہت سویرے جائیں گے اسوقت میں یہاں نہ ہونگا ان سے کہہ دیجئیگا کہ بعد نماز مغرب ایسی جگہ کھڑے ہو جائیں جہاں مجھکو یہ شبہ نہو کہ میرے انتظار میں ہیں خانقاہ کے دروازہ پر کھڑے ہو جائیں جب میں جانے لگوں تو زبان سے کہدیں کہ میں صبح کو جارہا ہوں ملنا چاہتا ہوں میں انشاء اللہ مصافحہ کرونگا بعض لوگ مصافحہ کیلئے ایسی جگہ بیٹھتے ہیں کہ مجھکو یہ محسوس ہو کر کہ میرے منتظر ہیں قلب پر بار ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقاضا ہے کہ اٹھو ہم تمھارے انتظار میں ہیں سو ایسی جگہ بیٹھنا یا کھڑا ہونا چاہئے جس سے دوسرے کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میرے انتظار میں ہے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ صاحب بہرا شکریہ ادا کر رہے تھے کہ تمکو بڑی ہی تکلیف ہوئی فرمایا نہیں جی مسلمان کی خدمت طاعت ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ اسوقت مجلس میں آکر بیٹھ سکتے ہیں فرمایا کہ کیوں نہیں بیٹھ سکتے خدانخواستہ مجھکو کسی سے بغض تھوڑا ہی ہے اسوقت ان سے تکلیف پہونچی

تھی اسلئے مسجد میں بیٹھ جانیکو کہدیا تھا اب وہ معاملہ ہی ختم ہو گیا لہذا کلفت بھی ختم ہو گئی خواجہ صاحب کی اطلاع پر وہ صاحب مجلس میں آکر بیٹھ گئے۔ (حضرت والا کا ترحم اور شفقت طالبوں کے حال پر اس واقعہ سے ظاہر ہے نیز جو کچھ معاملہ بصورت مواخذہ یا محاسبہ کیا جاتا ہے وہ اصلاح کی غرض سے ہوتا ہے احقر جامع ۱۲ منہ)

(ملفوظ ۴۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو مایوس نہ ہونا چاہئے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنی چاہئے وہ بندہ کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا بندہ اُن کے ساتھ گمان رکھتا ہے ویسا ہی معاملہ اُسکے ساتھ فرماتے ہیں بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر یہ شرط ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندے کیساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت اور طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھکو بیحد پسند آیا کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی ایسی ہی ذات ہے اس قایل نے بہت بڑے اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا ہاں لگا رہنا شرط ہے اور ایک یہ ضروری امر ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے اور یہ بھی تو ما سوا اللہ ہی کی مشغولی ہے خلاصہ میرے بیان کا یہ ہے کہ قصداً ایسے ماضی اور مستقبل کے مراقبہ کی ضرورت نہیں اگر بدون قصد خیال آجائے تو ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ استغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بلکہ خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور نہ آئندہ کیلئے تجویزات کی ضرورت یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اسکی ضرورت کہ میں پہلے کیا تھا اور اب کیا ہو گیا اور میں کچھ ہوا یا نہیں کن جھگڑوں میں وقت ضائع کیا کام میں لگو ان فضولیات کو چھوڑو کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گنہگار کیوں نہو ایک لمحہ ایک منٹ میں کایا پلیٹ ہو جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرف متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کیلئے عزم استقلال کا کرے پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ کا نام نہ لیا ہو اور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اور لہو و لعب میں برباد کیا ہو اسکے لئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

۴۰

بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی باز آ، گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

جو بندے کیلئے مشکل ہے وہ خدا کیلئے آسان ہے ایسی ذات سے کون مایوس ہو سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست با کریماں کارہا دشوار نیست

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کیلئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے یحییٰ بن اکثم جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ بھی ہیں انکی وفات کے بعد کسی نے انکو خواب میں دیکھا پوچھا حق تعالیٰ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا مجھکو حاضر کر کے ارشاد ہوا کہ اے برے بوڑھے تو نے فلاں عمل کیا فلاں معاملہ کیا اسکا کیا جواب ہے میں خاموش رہا ارشاد ہوا بولتا کیوں نہیں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کیا جواب دوں سوچ رہا ہوں ارشاد ہوا کہ کیا سوچ رہا ہے میں نے عرض کیا میں نے حدیث کی روایت کی ہے ان اللہ یستحیی من ذی الشیبۃ المسلم کہ حق تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے شرماتے ہیں لیکن یہاں اسکا عکس دیکھ رہا ہوں اب حیران ہوں کہ اگر حدیث صحیح ہے تو یہ کیا قصہ ہے ارشاد ہوا کہ حدیث صحیح ہے جاؤ اعمال سے قطع نظر کر کے آج صرف بوڑھاپے پر رحم کر کے بخشش کئے دیتے ہیں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

دلم مید ہد وقت ایں امید کہ حق شرم دارد ز موئے سفید

اور ایک حکایت ہے ایک نوجوان کی اگر ظاہر نظر سے دیکھا جاوے تو ایک مسخرہ پن سا معلوم ہوتا ہے مگر واقع میں منشا اسکا خشیت تھا اس شخص کو اپنے اعمال بد کی وجہ سے خوف تھا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے ایک دوست کو وصیت کی کہ غسل کے بعد میری داڑھی پر تھوڑا سا آٹا مل دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا اس نے بیان کیا کہ نکرین نے حق تعالیٰ کے حکم سے یہ سوال بھی کیا کہ ایسی وصیت کی کیا وجہ تھی عرض کیا کوئی نیک عمل میرے پاس نہ تھا مجھکو خوف ہوا اور یہ حدیث میں نے علماء سے سنی تھی کہ ان اللہ یستحیی من ذی الشیبۃ المسلم اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے حیا کرتے ہیں میں بوڑھا بھی نہ تھا اور بوڑھا بننا اختیاری بھی نہ تھا اسلئے میں نے وصیت کی تھی کہ میری داڑھی کو آٹا مل دینا تاکہ بوڑھوں کی ساتھ تشبہ تو ہو جائے اور یہ اختیاری

تھا حکم ہوا کہ جاؤ اسی وجہ سے بخشش کیجاتی ہے یہ ہی عمل تمہارا پسند آیا دیکھئے رحمت حق بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

ع من نکردم خلق تا سودے کنم — بلکہ تا بر بندگان جودے کنم،

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کیا نعوذ باللہ وہ جھوٹ ہو سکتا ہے فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنیٰ بہانہ سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ بخاری کے شیخ اتنے تو بڑے شخص مگر حدیث دانی حدیث خوانی حدیث رانی سب ختم ہو گئی اگر بخشے گئے تو داڑھی کے سفید ہونے پر اور نجات تو چھوٹی بات پر بھی ہو جاتی ہے مگر چھوٹی بات پر مواخذہ نہیں ہوتا یہ بالکل غلط مشہور ہے کہ مواخذہ بھی چھوٹی سی بات پر ہو جاتا ہے مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں اب رہا یہ کہ کوئی بڑی کو چھوٹی خیال کرے اسکا کسی کے پاس کیا علاج ہے جیسے ایک رئیس خاں صاحب تھے انھوں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ حضرت وہ چھوٹی چھوٹی باتیں کونسی ہیں جن سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے حضرت نے فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے انکے والوں کا نکاح ٹوٹ جاتا ہوگا۔ عرض کیا کہ حضرت یہ ہی کفر شرک کی باتیں فرمایا کہ خانصاحب یہ کفر و شرک تو چھوٹی باتیں ہیں اور ان سے بڑی کونسی ہونگی بس اسی طرح اگر کوئی بڑی کو چھوٹی سمجھ لے تو اسکا کیا علاج ایک بزرگ بہت بھولے تھے ایک باورچی بہت منہ چڑھا تھا اور مولوی صاحب اسکے معتقد تھے فرمایا کرتے تھے کہ اسمیں سب محاسن ہیں صرف ایک ذرا سی کسر ہے کہ نماز نہیں پڑھتا اب بتلایئے اتنی بڑی کسر کو مولوی صاحب ذرا سی کسر بتاتے ہیں۔

(**ملفوظ** ۴۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے لوگوں میں بھی اختلاف تھا مگر نفسانیت سے نہوتا تھا مولوی تراب صاحب جنھوں نے قاضی مبارک وغیرہ پر حاشیہ بھی لکھا ہے مفتی سعد اللہ صاحب سے انکی ملاقات ہوئی مولود پر پہلے سے گفتگو ہوا کرتی تھی مولوی تراب صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب ابھی تک تمہارا انکار چلا ہی جاتا ہے۔ مولوی سعد اللہ صاحب نے کہا کہ اور ابھی تک تمھارا اصرار چلا ہی جاتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مولوی صاحب ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ سوائے محبت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کا اور کوئی داعی نہیں مولوی سعد اللہ صاحب نے کہا کہ ہم قسم کہا کر کہتے ہیں کہ سوائے متابعت سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس احتیاط کا اور کوئی داعی

نہیں مولوی تراب صاحب نے کہا کہ الحمدللہ آپ اور ہم دونوں انشاء اللہ تعالیٰ ناجی ہیں ہم محبت کی وجہ سے اور تم متابعت کی وجہ سے مناظرہ ختم ہوا ضدی نہ تھے۔

(ملفوظ ۴۲۷) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں اپنے مذاق کا اخفاء کرتا تو آج بہت خوش اخلاق مشہور ہوتا ہیانپر تو ببانگ دہل بتلا دیا جاتا ہے کہ ہمارے پاس یہ کچھ ہے اگر اس سے زائد کی ضرورت ہو تو کہیں اور جاؤ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر بزرگ بننا ہے یا ولی بننا ہے یا قطب اور غوث بننا ہے تو کہیں اور جاؤ اور اگر انسان بننا ہے تو یہاں آؤ اور یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ اور ولی قطب و غوث بننا تو آسان ہے مگر انسان بننا مشکل ہے۔

(ملفوظ ۴۲۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ چونکہ فلاں صاحب امداد السلوک کو سمجھتے نہیں اسلئے قصد السبیل کو اسکے معارض سمجھیں گے پھر تعارض سمجھنے کے بعد دو ہی صورتیں ہونگی یا تو امداد السلوک سے غیر معتقد ہونگے یا قصد السبیل سے غیر معتقد ہونگے اس سمجھنے پر یہ نظیر بتلائی کہ فلاں مولوی صاحب ندوی نے قصد السبیل کو دیکھکر لکھا تھا کہ یہ فن بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے یہ صریح دلیل ہے نہ سمجھنے کی۔

(ملفوظ ۴۲۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں جو آجکل دعویٰ نہیں کرتا وہی دبا ہوا نظر آتا ہے لوگ اسی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اگر وہ بھی زبان کھولے اور قلم ہاتھ میں لے تب حقیقت معلوم ہو چنانچہ مجھپر آئے دن عنایت فرمائی کی عنایتیں ہوتی رہتی ہیں وجہ وہی ہے جو میں نے عرض کی یعنی میری خاموشی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ نے فرمادیا تھا کہ جو شخص تم سے اُلجھے سب رطب ویابس اسکے حوالہ کر کے الگ ہو جاؤ بڑی ہی پاکیزہ تعلیم ہے اسکی بدولت بڑے بکھیڑوں سے نجات ملگئی۔

(ملفوظ ۴۳۰) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مولوی صاحب یہ فرماتے تھے کہ مجھ میں کبر کا مرض بہت زیادہ تھا مگر خانقاہ کے زمانہ قیام میں وہ کبر جاتا رہا اور یہ معلوم ہوا کہ میں کچھ نہیں حضرت والا نے فرمایا کہ آپکے اس کہنے پر مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ کا ایک ملفوظ یاد آیا ایک شخص نے مولانا کے علم کی تعریف کی مولانا نے فرمایا میرا کیا خاک علم ہے اس نے کہا آپ تو اضع سے فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ کلمہ تو تکبر کا ہے تو اضع کا کلمہ نہیں یہ بات وہ شخص کہہ سکتا ہے کہ جسکو

دور تک علوم پر نظر ہو اُسکو دیکھکر یہی کہیگا تو یہ کامہ تواضع کا کہاں ہوا اسمیں تو علم کثیر کا دعویٰ ہوا۔ پھر فرمایا کہ بڑے ہی کام کی بات فرمائی اسلئے کہ بعض نفی بھی اثبات پر دلالت کرتی ہے۔

(ملفوظ ۴۳۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بدعت نہایت ہی مذموم چیز ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک عجیب جواب دیا تھا اُس شخص کو چھینک آئی بجائے الحمد للہ اُس نے کہا السلام علیکم ابن عمر رضؓ نے فرمایا کہ تجھے بھی سلام تیری ماں کو بھی سلام اُس نے برا مانا پس مقصود تعلیم دینا تھا کہ بے محل شرعی سلام کرنا ایسا ہی برا ہے جیسا تمھارے سلام کے جواب میں ماں کو شامل کر لینا بے محل ہونے کی وجہ سے برا سمجھا گیا اسمیں بعض لوگوں نے ایک نکتہ نکالا ہے کہ ماں کا ذکر اسلئے کیا کہ اُس نے تجھے ایسی تعلیم کی یہ بطور طعن کے تھا یہ بہت بڑے جلیل القدر صحابی ہیں بڑے ہی متبع سنت ہیں یہانتک کہ سفر میں جہاں حضور نے نماز پڑھی وہاں یہ بھی نماز پڑھتے تھے

۱۵ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح

(ملفوظ ۴۳۲ ملقب بہ فناء الرائے) ایک نووارد صاحب سے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا اور کس غرض سے عرض کیا کہ فلاں مقام سے آیا ہوں اور اصلاح کی غرض سے آیا ہوں فرمایا کہ ایکدن میں اصلاح عرض کیا کہ تین دن ٹھہرونگا فرمایا کہ تین ہی دن سہی اتنی مدت میں تو جسمانی مرض مزمن بھی نہیں جا سکتا اسوقت تو آپکی غرض ملاقات ہی رکھئے یہ بھی ایک رسم ہے کہ اصلاح کے الفاظ ضرور کہے جائیں چاہے وقت ہو یا نہ ہو سو یہ وقت محض ملاقات کے لئے رکھئے اسمیں آپکے لئے بھی سہولت ہوگی اور میرے لئے بھی آپ بھی عافیت سے رہیں گے اور مجھکو بھی عافیت رہیگی یہ فرما کر دریافت فرمایا کہ میرے جواب کے بعد بات صاف ہو جانا چاہئے آپ اپنی رائے پر قائم ہے یا نہیں مجھکو معلوم ہو جانا چاہئے عرض کیا کہ ملاقات ہی کیلئے اس وقت کو طے کر لیا ہے مگر حضرت والا اللہ اللہ کرنے کیلئے کوئی طریقہ تجویز فرما دیں فرمایا کہ یہ تو اسوقت آپنے ایسی بات کہی کہ بچوں کا کہنا سر آنکھوں پر مگر پرنالہ اسی طرف کو اتریگا دوسرے طالبانہ درخواست

نہیں کی مدعیانہ تجویز بھی خود ہی کر لیا کہ فلاں چیز کی تعلیم کردو اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے مریض طبیب سے کہے کہ میرے لئے خمیرہ تجویز کردیجئے طبیب کو تو حق ہے کہ وہ جو چاہے تجویز کرے مگر مریض کو حق نہیں تجویز کا اور اسوقت تو آپکو کوئی درخواست بھی نہ کرنا چاہئے تھی اس لئے کہ یہ وقت ملاقات کیلئے طے ہو چکا تھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر دق کا مریض طبیب سے یہ کہے کہ میرے لئے دودھ گھی تجویز کردیجئے تو کیا اُسکی یہ درخواست با اصول ہے یا بے اصول اور ایسی درخواست تو خط سے بھی پوری ہو سکتی تھی فضول آپنے سفر کی صعوبت گوارا کی اور کرایہ صرف کیا اگر مختصر قیام ہو تو ملاقات ہی پر اکتفا کرنا چاہئے اور اگر مطول قیام ہے تو ایسی درخواست کا مضائقہ نہیں اب اس میرے جواب سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس درخواست سے آگے کوئی اور چیز بھی ہے ورنہ جہل میں ابتلا رہتا اور ظاہر میں تو یہ درخواست خیر معلوم ہوتی تھی مگر اسکی تہ میں یہ زہر اور ضرر ہے کہ اگر میں اس درخواست کو پورا کردیتا تو خود رائی کا مرض زیادہ قوت پکڑ جاتا اسی ہی لئے میں نے کہا تھا کہ اتنی مدت میں تو مرض جسمانی مزمن بھی نہیں جا سکتا چہ جائے مرض باطنی آخر اُس باطنی مرض کا ظہور ہو کر رہا لوگ مجھکو وہمی کہتے ہیں لیکن اگر اس طرح نہ کروں تو اصلاح کسطرح ہو اگر کوئی طبیب مریض کے حالات پر مطلع ہونیکے لئے کھود کرے تو آیا وہ طبیب شفیق کہلائیگا ہمدرد اور خیر خواہ کہلائیگا یا وہمی اور سخت اور ظالم کہلائیگا جب تک مریض یہ کہتا ہے کہ میں ملاقات کو آیا ہوں اُسوقت تک تو خیر ہے اور جہاں اُس نے کہا کہ علاج کی غرض سے آیا ہوں سوالات شروع ہو گئے بھوک کا کیا حال ہے پیاس کیسی ہے نیند آتی ہے یا نہیں یہی قاعدہ طریق اصلاح میں ہے کہ جبتک ملاقات کا نام ہے کچھ مطالبہ نہیں اور جہاں اصلاح کا نام لیا سوالات شروع ہو گئے طالب کے بعض حالات تو وہ ہیں کہ جو سوالات پر موقوف ہیں اور بعض باتیں مصلح خود مثل طبیب کے قرائن سے معلوم کر لیتا ہے مثلاً طالب میں طلب صادق ہے یا نہیں فہم اور عقل اسمیں کیسے ہیں اگر طلب صادق ہے اور فہم ہے تو مناسبت ہو کر کام چل جاتا ہے اور کوئی بے لطفی بھی جانبین کو پیش نہیں آتی اور اگر طالب ان اوصاف سے کورا ہے تو عدم مناسبت کی بنا پر نفع نہیں ہوتا بدفہمی کی وجہ سے گڑبڑ کرتا ہے اُس سے مصلح کو تکدر ہوتا ہے اُسکے تکدر سے مریض یعنی طالب کو تکدر ہوتا ہے اسلئے کام نہیں چلتا یہ طرق ہیں

علاج کے مربی جسکے لئے جو اسکے حال کے مناسب سمجھتا ہے تجویز کرتا ہے اکثر جو طالب سے گڑبڑ ہوتی ہے وہ اضطرار سے یا بدفہمی سے یا قصد سے یا جہل سے نہیں ہوتی بلکہ اکثر سبب بے فکری اور غفلت سے ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ مصلح کو اسپر سخت ناگواری ہوتی ہے کہ اگر یہ چاہتا اور اہتمام کرتا تو اسکا انسداد اور ازالہ اسکے اختیار میں تھا اب اس بے فکری اور غفلت کے دور کرنے کیلئے طالب کے مزاج کے موافق مربی جو مناسب سمجھتا ہے تجویز کرتا اور برتاؤ کرتا ہے اور یہ وہ چیز ہے کہ جسمیں کسی کو بھی مداخلت کرنا جائز نہیں جیسے طبیب جسمانی کی تجویز میں کسی کو حق مداخلت کا نہیں ہاں ایک حق ہے کہ اگر وہ مصلح یا اسکی تجویز پسند نہ ہو یا اسکو برداشت نہ کر سکے تو اسکا علاج چھوڑ دے اس سے تعلق قطع کر دے ورنہ تعلق رکھتے ہوئے اس راہ میں قدم رکھنے کیلئے پہلی شرط یہ ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی ۔۔۔ در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں

اس راہ میں بدون اپنے کو مٹائے اور فنا کئے کامیابی مشکل ہے مٹجانے سے مراد یہ ہے کہ اپنے کو کسی کے من کل الوجوہ سپرد کر دے اور اپنے تمام خیالات اور راؤں کو اسکی تجویز کے سامنے فنا کر دے مولانا رومی رح اسی کو فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو ۔۔۔ پیش مردے کاملے پامال شو

اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کامیابی مشکل ہے جب مربی کی ہر تنبیہ اور اسکی روک ٹوک پر تیرے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے تو آیا ہی کس بوتے پر تھا اور اس راہ میں قدم ہی کیوں رکھا تھا مولانا فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق ۔۔۔ تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق

چوں نداری طاقت سوزن زدن ۔۔۔ پس تو از شیر ژیاں کم دم بزن

در بہر زخمے تو پر کینہ شوی ۔۔۔ پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(ملفوظ ۴۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن چیزوں کی تحصیل تکمیل کا حکم ہے وہ ماموربہ ہیں اور اختیاری ہیں اور جو اختیاری نہیں وہ ماموربہ نہیں نہ وہ مقصود فی الدین ہیں مگر جن چیزوں کی تکمیل کا امر ہے دعویٰ انکی تکمیل کا بھی کوئی نہیں کر سکتا اور نہ ناز کر سکتا ہے کہ میری

نجات کا مدار میرے اعمال پر ہے نجات کا مدار فضل خداوندی پر ہے واقعی اپنے اعمال کی بدولت کون جنت کو پاسکتا ہے خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لن یدخل الجنۃ احد بعملہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ولا انت یا رسول اللہ کہ یا رسول اللہ آپ بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہوں گے حضور نے اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھکر فرمایا ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ یعنی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں چھپالے اب کس کا منہ ہے اور کس شمار میں ہے بس معلوم ہوگیا کہ ایسے خیالات ہی میں نہ پڑے اپنے کام میں لگنا چاہئے اور یہ لگنا ساری عمر کیلئے ہے بس اسی میں اپنی عمر کو ختم کردے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش ۔ تا دم آخر دمے فارغ مباش،

وہ تو دربار ہی اور ہے وہاں تو ان نقائص ہی پر سب کچھ عطا رہوگا وہ کاملین ہی کے خریدار تھوڑا ہی ہیں وہ تو ناقصین کو بھی قبول فرمانے والے ہیں اسلئے کہ جو کچھ عطا رہوگا اسکے مقابلہ میں ان ہمارے اعمال کی کچھ بھی حقیقت نہ ہوگی گو وہ قاعدہ سے کامل ہی ہوں جو کچھ بھی ہوگا فضل اور رحمت سے ہوگا وہاں ضابطہ کے کھوٹے کھرے کو نہ دیکھا جائیگا بلکہ طلب اور خلوص کو دیکھیں گے مولانا فرماتے ہیں ؎

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ، کہ بیک گل می خری گلزار را

اس لئے مایوس نہ ہو جیسے ٹوٹے پھوٹے کی توفیق ہو کام میں لگے رہو انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ عطا ہورہیگا۔

(ملفوظ ۳۶۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حکماء انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں اور صوفیہ عالم کبیر کہتے ہیں اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس جسمیں تصریح ہے انسان کے صغیر ہونے کی اور اس صورت میں حکماء اور صوفیہ کے کلام میں تعارض معلوم ہوتا ہے اور حکماء کی تائید کلام پاک سے ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ تعارض کچھ نہیں اسلئے کہ انسان میں دو درجے ہیں ایک کے اعتبار سے حکماء کا قول صحیح ہے اور ایک اعتبار سے صوفیا کا قول صحیح ہے یعنی مادہ کے اعتبار سے تو انسان

عالم صغیر ہے جیسا لفظ خلق اسپر دال ہے اور روح کے اعتبار سے عالم کبیر ہے اور اصل بات یہ ہے کہ صوفیہ کے اکثر دقائق لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے اسلئے اُن کے اقوال کو ظاہر دلائل کے معارض سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت ہوتی ہے مثلاً اسوقت میں نے ہی حکماء اور صوفیہ کے قول کے کو بیان کیا بتلایئے ان میں کیا تعارض ہے۔

(ملفوظ ۳۵۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو جاہل صوفیوں کے اقوال ہیں اُن کو کیا خبر کہ حقیقت طریقت شریعت کیا ہیں اصطلاح میں احکام ظاہرہ کو شریعت کہتے ہیں اور باطن کو طریقت اور اصل ایک ہی چیز ہے اُسکے یہ دو درجے ہیں اور بدون دونوں کے جمع ہوئے اور عمل کئے انسان کی نجات نہیں باقی حقیقت وہ اسی مجموعہ پر مرتب ہے اسلئے اگر اسکے موافق ہے تو مقبول ورنہ وہ حقیقت ہی نہیں جسکو شریعت رد کرے بلکہ بددینی ہے ایسے ہی بددینوں اور جاہلوں نے اس فن کو بدنام کیا ہے اسکی ایک مثال بیان کرتا ہوں مثلاً یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر شے کے مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہیں مگر نظام عالم قائم رکھنے کیلئے اشیاء پر ہمارا نام رکھدیا ہے ورنہ حقیقت میں بندوں کے اموال اور نفس اور عزت اور آبرو سب کے مالک وہی ہیں غرض اُس حقیقت کی حکمت کیلئے اُنکی نسبت ہماری طرف فرمادی تاکہ گڑبڑ نہ ہو اور نظام عالم قائم رہے اور یہ نسبت شریعت ہے پس اگر شریعت نہ ہو تو تمام عالم میں فساد برپا ہو جائے ہر شے پر تجادل و تقاتل برپا رہے شریعت مقدسہ ہی نے بڑے بڑے مفاسد کو روک رکھا ہے اسی مضمون کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خاص عنوان سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں ؎

سر نہاں است اندر زیر و بم   فاش اگر گویم جہاں برہم زنم

حضرت حاجی صاحب نے یہی تفسیر فرمائی ہے کہ سر نہاں توحید کشفی ہے اور فاش گفتن اظہار ہے جہاں برہم زدن مفاسد کا ترتب ہے اور زیر و بم میں اسناد الی السبب ہے پس اس نسبت کے حقوق اور اسکے احکام شریعت ہی نے بیان فرمائے ہیں اور جو درجہ اس نسبت کا ہے وہ بھی ایک حقیقت ہے جو حقیقت متعارفہ کی ساتھ جمع ہو سکتی ہے پس دونوں حقیقتوں میں کچھ تعارض نہیں پس صحیح حقیقت ان دونوں کا مجموعہ ہے نہ وہ جسکو جاہل صوفی بیان کرتے ہیں کہ وہ تو دافع میں حقیقت نہیں صرف جزو حقیقت ہے غرض حقیقت وہ ہے جسکو خود شریعت نے بیان کیا ہے اور

جسکو یہ لوگ بیان کرتے وہ حقیقت مزعومہ ہے حقیقت واقعیہ نہیں میرا ایک وعظ ہے الظاہر اسکا نام ہے اُسمیں اسکے متعلق پوری بحث ہے اُسکو دیکھ لیا جائے ۔

(ملفوظ ۴۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روزمرہ کے معاملات میں لوگ ادھوری بات کرتے ہیں جس سے دوسرے کو پریشانی ہوتی ہے تکلیف ہوتی ہے ہمیشہ اسکا خیال رکھنا چاہئے گویا کل سلوک ہے کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے آجکل لوگوں نے وظائف اور اوراد کو اصل سمجھکر معاشرت کے تمام احکام سے نظر ہٹالی جو سخت دھوکہ ہے اور اشد غلطی ہے مت ہمیشہ پوری کہنا چاہئے پوری بات کرنے سے کبھی پریشانی نہیں ہوتی میں تو رات دن اسی ہی کی تعلیم کرتا ہوں۔ ایک صاحب یہاں پر تشریف لائے تھے پہلا موقع تھا مجھکو اجنبی شخص کی خدمت کرنے سے بجائے راحت کے گرانی اور کلفت ہوتی ہے میں مکان کے ارادہ سے چلا اُنھوں نے دوڑکر جوتے کا جوڑا میرے ہاتھ میں سے لینا چاہا میں نے انکار کیا اُسپر اصرار کیا سخت پریشانی ہوئی میں نے کہا کہ اپنا جی چاہا کرتے ہو تو کیا جوتہ لئے کھڑے رہو میں ننگے پیر جلا جاؤنگا لوگ اس طرح پر ایذائیں پہونچاتے ہیں کچھ نہیں محض تمرد اور سرکشی ہے اطاعت کا وہ ہی لوگوں میں نہیں رہا کہانتک اصلاح کیجائے ۔

(ملفوظ ۴۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی عمل کے صدور کو اپنا کمال نہ سمجھے بلکہ حق تعالیٰ کی عطا سمجھنا چاہئے اپنا کمال سمجھنے میں قلب میں دعویٰ استحقاق کا پیدا ہوجائیگا اور یہ سخت مرض ہے اپنے کو ناقص ہی سمجھے اور اپنا کوئی استحقاق نہ سمجھے اسی میں خیر ہے ہاں باوجود ناقص سمجھنے کے اُنکے فضل کا امیدوار رہے فضل کسی کمال پر موقوف نہیں ۔

(ملفوظ ۴۳۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو غیر اختیاری بلائیں انسان پر آتی ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر صبر کی بھی توفیق دیدیتے ہیں اور بلاؤں کے اور مصائب کے آنے میں بڑی حکمتیں ہوتی ہیں ایک رحمت یہ ہے کہ بلائیں جو آتی ہیں وہ بھی بتدریج یہ بھی حکمت سے خالی نہیں کہ اُن کا تحمل ہوجائے پھر اس سے مالامال ہوجاتا ہے ۔

۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۴۳۹) ایک نووارد مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت نماز عید میں اگر واجب ترک ہو جائے
اتنا ہی کہنے پائے تھے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ میں نے پہچانا نہیں کون صاحب ہیں عرض
کیا کہ میں فلاں ہوں اور صبح حاضر ہوا ہوں فرمایا کہ مجھے مسائل جزئیہ یاد نہیں ہیں خود اپنی ضرورت
کے وقت دوسرے علماء سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتا ہوں دوسرے یہ فقہ کے مسائل کی تحقیق کی جگہ
نہیں یہ ایک مستقل کام ہے اور الحمد للہ دیوبند اور سہارنپور میں بڑے پیمانہ پر ہو رہا ہے اور کیا
آپ کے آنے کا مقصد ان مسائل کی تحقیق ہے عرض کیا کہ ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہوں
فرمایا پھر یہ زیادتی کیوں کی ہر شے کا محل اور موقع ہوتا ہے میں اپنی حالت سے آپکو مطلع کئے
دیتا ہوں کبھی آپ دھوکے میں رہیں وہ یہ کہ میں ایک طالب علم ہوں ادھورا سا جو کچھ پہلے ٹوٹا
پھوٹا پڑھا تھا اب وہ بھی بھول بھال گیا اور اس کام کے کرنے والے ماشاء اللہ بہت ہیں پھر یہ کہ
کیا سارے مقاصد کے مشق کیلئے میں ہی ہوں اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ آپ لوہار کے پاس
جا کر کہیں کہ پازیب اور چھاگل بنا دے وہ کہیگا کہ میں اس خدمت سے قاصر ہوں معذور ہوں
ہاں کھرپہ پھاوڑا کوئی چاہے تو کوٹ چھید پیٹ کر بنا دوں اسی طرح مسائل فقہیہ کی
تحقیق میرا کام نہیں جہاں یہ کام ہوتا ہو وہاں جاؤ اگر خاموش بیٹھنے کی برداشت نہیں ہو سکتی
تو خود بیٹھنے ہی کی کیا ضرورت ہے بس بیٹھے بیٹھے جوش اٹھتا ہے کہ لاؤ بیکار بیٹھے مسائل ہی پوچھ
لیں بیکار سے تو اچھا ہے آپ نے مجلس کی یہ قدر کی میں پوچھتا ہوں کہ دیوانی کے حاکم کے یہاں
کوئی فوجداری کا مقدمہ لیجائے یہ بے جوڑ بات یا نہیں خدا معلوم لوگوں کا فہم کہاں گیا اور فہم تو
بدنام ہی بدنام ہے اصل چیز وہی بے فکری ہے اگر فکر ہوتی تو پہلے مجھ سے دریافت کر لیتے کہ میں فلاں
شخص ہوں صبح آیا ہوں مجھکو ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے اجازت چاہتا ہوں مگر کچھ نہیں جو جی میں
آیا کہنا شروع کر دیا کوئی اصول ہی نہیں بولنے کے موقع پر خاموش اور خاموشی کے موقع پر بولنا آپ
ہیں آپ ہی سے پوچھتا ہوں آپکو بولنے کا بڑا شوق ہے اب دیکھتا ہوں کیسے بولنے والے ہیں
وہ پوچھنے کی بات یہ ہے کہ اگر میں اس کام سے فارغ ہوتا جو میں نے اپنے ذمہ لیا ہے تو کیا پڑھنے
پڑھانے میں مشغلہ رکھتا جب یہ مشغلہ نہیں تو سمجھ لیجئے کہ میں فارغ نہیں پھر مشغول آدمی کو دوسرے

شغل میں لگانا کیا یہ موقع نہیں اسکا جواب دیجئے اس پر وہ صاحب خاموش رہے فرمایا جواب دیجئے
آپکو تو بولنے بلانیکا مشغلہ پسند ہے اب وہ پسندیدگی کہاں گئی افسوس ہے کیوں آپ لوگ
اگر خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور مجھکو بھی پریشان کرتے ہیں میں اپنے اس طرز کے متعلق آپ
سے کیا عرض کروں مگر کچھ مختصر عرض کرتا ہوں پہلے جس زمانہ میں سفر کرتا تھا اسوقت کی خدمت
میں اور اب جب سے سفر بند ہوا ہے اسوقت کی خدمت میں زمین آسمان کا فرق ہے الحمدللہ
جب سے نکما ہو کر پڑ گیا ہوں اور اکثر اصلاح کے باب میں لوگوں سے لڑائی بھڑائی رہتی ہے میں تو
کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتا ہوں کہ لوگوں کو بیحد نفع ہے اسلئے میں خیر خواہی سے آپسے کہتا ہوں کہ
مجلس میں خاموش بیٹھے رہا کیجیے اسکا نفع اسوقت آپ کو محسوس نہ ہوگا مگر یہاں سے جانے کے
بعد آپ محسوس کریں گے تب اس بولنے پر خاموشی کو ترجیح دیں گے ایک اور ضروری بات عرض
کرتا ہوں کہ اگر یہاں قیام طویل ہو تب تو تعلیم کی درخواست کا مضائقہ نہیں اور اگر قصیر ہو تو
صرف ملاقات اور مجلس میں بیٹھنے پر اکتفا کرنا چاہئے یہ ضروری اصول ہیں اگر آپ کو یہ اصول
معلوم نہ تھے تو یہ کیا مشکل تھا کہ آپ مجھسے دریافت کر لیتے مگر نہیں دریافت کیا اس بے فکری
کو خدا غارت کرے باستثناء قلیل قریب قریب سب ہی کو اس بلا میں ابتلا ہے یا تو اس
طریق کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اور اگر اس طرف متوجہ ہوئے بھی تو یہ نور ہے سایا خوب کہا ہے

؎ اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

حضرت یہ راہ بڑا ہی نازک ہے قدم قدم پر غور اور فکر کی ضرورت ہے اسکی نزاکت پر ایک حکایت
یاد آئی ایک مرید کو جو کہ شیخ کی خدمت میں رہتے تھے وسوسہ ہوا کہ دنیا میں بڑے بڑے مشائخ
ہیں اوروں کو بھی چلکر دیکھنا چاہئے شاید وہاں نفع زیادہ ہو شیخ کو اطلاع ہو گئی قرائن سے
یا کشف سے کہ مرید کو دوسری طرف میلان ہے کہ دنیا میں دوسرے مشائخ بھی ہیں مگر شیخ نے
ظاہر نہیں فرمایا اور اس خاص لطیف عنوان سے فرمایا کہ بھائی بزرگوں نے سیاحت بھی کی ہے
فامشوا فی مناکبھا کے اقتضاء سے سنت بھی ہے اگر جی چاہے تم بھی سیاحت کر آؤ یہ مرید
بہت خوش ہوا کہ میرا نام بھی نہ ہوا اور کام بھی ہو گیا سیاحت میں چلا جا کر دیکھا کہ سب جگہ اندھیر
ہے مطلب یہ کہ اسے کچھ نظر نہیں آیا یہ ضروری نہیں کہ دوسری جگہ واقع میں بھی کچھ نہ تھا مگر

خصوصیت استعداد سے مناسبت کے موقع کا اثر قلب پر اسکا مصداق ہوتا ہے ؎

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری　　　افاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام

شیخ کی خدمت میں واپس آگئے دیکھکر فرمایا کہ ہو آئے جی بھر گیا ارمان نکل گیا اب تو گھٹنے توڑ کر بیٹھو گے تب مرید کو معلوم ہوا کہ شیخ کو میرے خیال پر اطلاع ہے دیکھئے کیسا سخت مرض تھا کیسا نازک علاج کیا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں طلبہ کو ذکر و شغل نہیں بتلاتا اسلئے کہ تجربہ ہے کہ ایک وقت میں دو کام نہیں ہو سکتے تو شروع کر کے چھوڑنا پڑیگا شروع کر کے چھوڑنا یہ نہایت بے برکتی کا سبب ہے بخاری کی حدیث اسکی دلیل ہے حضور نے ارشاد فرمایا یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یصلی باللیل ثم ترکہ اور جو نہ بھی چھوڑا تو اس میں کمی ہوگی جو اہم ہے اور سلف کے جمع پر قیاس نہ کیا جاوے اس وقت ویسی قوت نہیں ہے البتہ علم سے فارغ ہو کر ذکر و شغل شروع کرے اور ایسے وقت شروع کرے کہ پھر کرتا ہی رہے چھوڑے نہیں کہ بے برکتی سے محفوظ رہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کام کرنے والونکی اور طالب صادق کی شان ہی جدا ہوتی ہے ایک سلطنت کے وزیر ایک بزرگ سے ملنے گئے بزرگ نے بادشاہ کا مزاج دریافت کیا وزیر نے عرض کیا کہ حضور بادشاہ کا مزاج تحقیق کرتے کرتے تو ساری عمر گذر گئی میں تو یہاں اپنا مزاج معلوم کرنے آیا تھا بزرگ نے فرمایا کہ میں نے تو تمھاری دلجوئی کی غرض سے پوچھ لیا تھا دیکھئے وزیر میں طلب صادق تھی کیسی کام کی بات کہی۔ بعض لوگ زمانہ طاعون میں خطوط میں پوچھتے ہیں کہ طاعون وہاں تو نہیں میں یہ شعر لکھدیتا ہوں ؎

از ماجز حکایت مہر و وفا مپرس　　　ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم

ان فضولیات میں لوگ مبتلا ہیں جو وقت کا ضائع کرنا ہے دیکھئے اگر کوئی شخص طبیب کے پاس جا کر بجائے نسخہ لکھوانیکے طبیب سے پوچھے کہ تمھارے کسقدر اولاد ہے کسقدر جائداد ہے کسقدر آمدنی ہے یہ فضولیات ہیں یا نہیں کیوں اپنا اور اسکا وقت ضائع کیا جس غرض سے اور جو مقصود لیکر طبیب کے پاس گیا ہے اسکے متعلق پوچھ گچھ کرنا چاہیئے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی میرے استاد ہیں قبلہ ہیں کعبہ ہیں مگر مجھے آجتک یہ معلوم نہیں کہ مولانا

کے کسقدر اولادہیں نہ ہمارے بزرگوں کا یہ طریق ہے۔

(ملفوظ ۲۴۴) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ پہلے بذریعہ خط آنے کے متعلق دریافت کرلیں تاکہ میں یہ طے کرسکوں کہ کس لئے آتے ہو تاکہ بعد میں کسی قسم کی بے لطفی بے مزگی نہ ہو یہاں آکر گڑبڑ کرتے ہیں سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتے با سیر مجھکو تغیر ہوتا ہے اور جب میں متنبہ کرتا ہوں تو مخاطب کو تکلیف ہوتی ہے پھر شکایت کرتے ہیں افسوس اس زمانہ میں اس طریق کے احکام بالکل مسدود بلکہ مفقود ہوگئے یہاں آکر وہ احکام کانوں میں پڑتے ہیں اسلئے وحشت ہوتی ہے اور مجھے متشدد کہتے ہیں حالانکہ میں اتنی رعایتیں اور سہولتیں کرتا ہوں کہ حقیقت شناسوں کو اسکی ضد کا شبہ ہوجاتا ہے چنانچہ خورجہ میں ایک بزرگ ولایتی ہیں میں اُن سے ملا بھی ہوں میرے متعلق انکی یہ رائے ہے کہ ساری باتیں اچھی ہیں مگر مزاج میں مداہنت ہے سو یہ شبہ تو کسی درجہ میں ہو بھی سکتا ہے مگر لوگوں کی رائے میں طریق کا تھوڑا سا بھی حق ادا کرنا تشدد ہے اور میں تو اس طریق کا کیا حق ادا کرتا ذرا شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ آداب الشیخ والمرید دیکھنا چاہئے کہ کیا کچھ لکھا ہے میرے یہاں تو اسکا عشر عشیر بھی نہیں جو انھوں مرید اور شیخ کے آداب اور طرز تعلیم کو لکھا ہے اور یہ راہ تو عشاق کیلئے ہے جسکی اول شرط وہ ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

ہر مطلوب کیلئے شرائط ہوتے ہیں پر ایک حکایت یاد آگئی ایک خانصاحب کسی درویش کے پاس کیمیا سیکھنے گئے اور انکو بہت پریشان کیا آخر انھوں نے اپنی جان بچانیکے لئے کہا کہ مولوی غوث علی شاہ صاحب جانتے ہیں اس خیال سے کہ مولوی صاحب تیز ہیں خانصاحب کا ان کے یہاں علاج ہوجائیگا خانصاحب نے وہاں جاکر کہا کہ کیمیا بتلادو فرمایا نہیں بتلاتے کوئی تمھارے باوا کے نوکر ہیں کہا کیمیا یوں ہی بتلادی جاتی ہے خدمتیں کرو کبھی مزاج درست ہوگا بتلادیں گے خانصاحب ڈھیلے ہوئے شام کو گھانس پات اُبال کر خانصاحب کے سامنے رکھوادیا کہ کھائیے کہا کہ مونہ میں چلتا نہیں عادت نہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر اسی بوتے پر چلے تھے کیمیا سیکھنے ابھی تو اسکی یہ پہلی منزل ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا، آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا،

خانصاحب کہتے ہیں کہ اگر کیمیا اس طرح حاصل ہوتی ہے تو لعنت ہے ایسی کیمیا پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ بیشک قابل لعنت تو ہے ہی حضرت کیمیا کیسی ادنیٰ درجہ کی سی چیز ہے مگر بڑے بڑے شان والے لگونٹ بندوں کے پیچھے پھرتے ہیں اور وہ منہ بھی نہیں لگاتے جسکی وجہ یہ ہے کہ اہل کمال میں ایک استغنا ہوتا ہے وقار الامراء زیارت کرنے کیلئے حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں گئے تھے مولانا نے اُن کے نکلوا دینے کا حکم دیا کہ نکالو صاحبزادے نے کہا کہ وزیر ہیں فرمایا کہ ہوگا وزیر ہمیں ان سے کیا کچھ لینا ہے بہت سفارش کے بعد چند گھنٹے ٹھہرنے کی اجازت دی حکیم عبدالمجید خانصاحب کے یہاں دہلی میں میں نے خود دیکھا ہے کہ بڑے بڑے رئیسوں کو جھڑک دیتے تھے اور وہ خاموش بھیگی بلی کی طرح سر جھکائے سنتے رہتے تھے محض اپنی غرض سے کہ صحت جسمانی کیلئے جاتے تھے اور جہاں صحت نفس کیلئے جاتے ہیں وہاں انقیاد اور فنا کی کیسی حالت ہونا چاہئے ظاہر ہے۔

(ملفوظ [۳۴۳]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ لوگ یہاں سے رنجیدہ ہو کر جاتے ہیں میں نے کہا یہ کیوں نہیں کہا کہ رنج دیکر جاتے ہیں گالیاں میں نہیں دیتا مارتا میں نہیں لیتا میں کچھ نہیں مجھکو ستاتے ہیں ظلم کرتے ہیں تعجب ہے کہ ظلم تو ظلم نہ ہوا اور اظہار مظلومیت ظلم ہو حق تعالیٰ فرماتے ہیں لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللہ سمیعا علیما اس شکایت کے معنی تو یہ ہوئے کہ سب کا غلام بن جائے وہ کچھ کریں کچھ نہ کہا جائے تو اصلاح کی پھر کیا صورت ہو اور آنے ہی سے کیا حاصل ہوا۔

(ملفوظ [۳۴۴]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عاملین کی بدولت عوام کے عقائد بہت ہی خراب اور برباد ہو گئے خصوص تعویذ کے متعلق تو بہت ہی غلو ہو گیا ہے جس سے دین کا خلو معلوم ہوتا ہے ایک پہلوان نے بمبئی سے خط لکھا تھا کہ کشتی کیلئے ایک تعویذ دیدو تاکہ میں غالب رہا کروں میں نے لکھا کہ اگر دوسرا بھی ایسا ہی تعویذ لکھوا لائے پھر تعویذوں تعویذوں میں کشتی ہوگی اگر عوام کے عقائد کی یہی حالت رہی تو غالباً چند روز میں لوگوں کے ذہن میں نکاح کی بھی ضرورت نہ رہیگی اسلئے کہ نکاح میں تو بکھیڑا ہے وقت صرف ہوتا ہے قسم قسم کی سعی اور کوشش میں تکالیف اٹھانی پڑتی

ہیں مال صرف ہوتا ہے پھر آنے والی کا نان ونفقہ غرضیکہ بڑے بکھیڑے ہیں یہ درخواست کیا کہ ہیں کہ
کہ ایسا تعویذ دیدو کہ بدون عورت کے اولاد ہوجایا کرے بھلا کس طرح اولاد ہوجایا کرے گی آدم
علیہ السلام کی تو پسلی سے حضرت حوا پیدا ہوگئیں مگر پھر ایسا نہیں ہوا یہ اب بھی چاہتے ہیں کہ
خلاف معمول اولاد پیدا ہوجایا کرے اگر میں تعویذ پر پانچ روپیہ مقرر کردوں تو پھر کوئی ایک بھی
تعویذ نہ مانگے غرض تعویذ کے متعلق عقیدے اچھے نہیں۔

(ملفوظ ۵۳۲) ایک صاحب کی فضول گوئی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ زیادہ نہ بولا کریں
اور ایک تجویزیں زیادہ نہ کیا کریں اور تجویز تو بڑی چیز ہے میں تو کسی کو مشورہ بھی دینا نہیں چاہتا
خواہ مخواہ دوسرے پر بار ہو رہے ہیں کیا ہے لاؤ میں ہزاروں رائے بیان کردوں مثلاً رائے تو میری
یہ ہے کہ مجھکو سلطنت ملجائے پھر تمام انتظامات شریعت کے موافق کروں مگر کہیں توقع بھی ہے
ملجانیکی فضول باتوں سے قلب پر بار ہوتا ہے ایسی باتوں سے آپکو اجتناب رکھنا چاہئے۔

۱۶ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

بوقت صبح ۹ بجے یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۵۳۳) فرمایا کہ ایک بات کہنا چاہتا تھا کہ اسمیں ایک سبق ہے مگر بھول جاتا تھا
وہ یہ ہے کہ یہاں پر ایک محلہ ہے اسمیں جولاہے آباد ہیں اور بچپن میں ہم لوگ بھی اسمیں رہ چکے ہیں
غریب لوگ ہیں بیچاروں کو ہمسے محبت ہے بچپن کے زمانہ میں ہم اُن کے گھروں میں اکثر جاتے تھے
وہ محبت ابتک چلی جاتی ہے اس محلہ میں ایک مسجد ہے اس مسجد میں کچھ مرمت کی ضرورت تھی اکثر
ایسا ہوتا ہے کہ جب کبھی ایسی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ مجھکو اطلاع کردیتے ہیں میں بقدر گنجائش
امداد کردیتا ہوں لہذا ابکی مرتبہ بھی اس مسجد کے مہتمم نے کہ وہ بھی جولاہہ ہی ہیں بذریعہ پرچہ اطلاع
دی کہ دس روپیہ کی ضرورت ہے میں نے آٹھ روپیہ بھیجے اور اس پرچہ پر یہ لکھدیا کہ بقیہ کا کوئی
اور انتظام کرلو اس نے اسمیں سات روپیہ رکھ لئے اور ایک روپیہ واپس کردیا کہ اسوقت
سات ہی روپیہ کی ضرورت تھی بقیہ کا انتظام ہوگیا مجھکو بڑی ہی حیرت ہوئی اسلئے کہ آجکل
مدارس اور انجمنوں میں بھی اسکا خیال نہیں جو اس غریب کو ہوا باوجود اسکے کہ وہاں پر منتظمین اور

مہتمم اہل علم اور علماء ہوتے ہیں مگر پھر بھی ان مدارس اور انجمنوں میں یہ ہوتا ہے کہ جو آگیا سب داخل خزانہ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا اگر یہ رقم کسی مدرسہ یا انجمن میں جاتی تو قیامت تک بھی واپس نہ ہوتی اب اس شخص کی اس خوش فہمی سے اسقدر اطمینان ہو گیا کہ کبھی اُس طرف سے خلاف واقع کوئی بات نہ کہی جاویگی اور نہ بلا ضرورت رقم لیجائیگی کیسی پیاری بات ہے ایک جاہل بے لکھے پڑھے نے لکھوں پڑھوں کی آنکھیں نیچی کر دیں اسلئے کہ یہ باتیں تو آجکل اکثر علماء میں بھی نہیں میرا تو اس بات سے بیحد جی خوش ہوا اگر مسلمان ان باتوں کا خیال رکھیں تو کوئی بھی کار خیر بند نہ ہو۔

(ملفوظ ۲۸۴) ایک چھوٹی بچی کی ذہانت کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ ایسی لڑکیوں کو عالم بنایا جائے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پہلے بھی عورتیں اہل علم گذری ہیں فرمایا کہ بڑی بڑی عالم گذری ہیں گو اکثر کو مردوں کی برابر تفقہ حاصل نہیں ہوتا کچھ کمی ہی رہتی ہے مگر گذری ہیں اہل علم۔ احقر جامع نے عرض کیا کہ ایک عورت نے پنجاب میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ فرمایا کہ پہلے بھی ایسی عورتیں گذری ہیں مامون رشید کے زمانہ میں ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اُس سے کہا گیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا نبی بعدی اس نے جواب دیا لا نبی بعدی ہی تو فرماتے ہیں لا نبیۃ بعدی تو نہیں فرمایا میں نبی تھوڑا ہی ہوں میں تو نبیہ ہوں۔ شرارت ہے کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح مامون رشید ہی کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا مامون رشید نے بلا کر پوچھا کہ نبی ہونیکا دعویٰ تو کیا ہے مگر یہ بتاؤ کہ کون سے نبی ہو کہا کہ موسیٰ مامون رشید نے کہا کہ انھوں نے تو عصا کا معجزہ دکھایا تھا تم بھی دکھاؤ اُس نے جواب دیا کہ فرعون کے مقابلہ میں ایسا ہوا تھا اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا آپ نے معجزہ دکھایا اگر تم بھی خدائی کا دعویٰ کرو تو میں بھی معجزہ دکھاؤں لوگ بھی بڑے ہی شریر ہوتے ہیں بعد میں مامون رشید کو معلوم ہوا کہ حاجتمند ہے اُسکی حاجت پوری کر کے اس سے توبہ کرادی فرمایا کہ مامون رشید کے مخاطبت میں لوگوں میں آزادی بہت تھی باوجود اسکے کہ نہایت جاہ و جلال کا بادشاہ تھا مگر تھا نہایت حلیم اسی وجہ سے لوگ ایسی بیباکیاں کرتے تھے اور مامون رشید ہی کا ایک اور قصہ ہے ایک شخص اسکے پاس آیا اور سوال کیا کہ میں حج کو جا رہا ہوں خرچ کی ضرورت ہے۔ مامون رشید نے کہا کہ اگر خرچ تمھارے پاس ہے

تو مانگتے کیوں ہو اور اگر نہیں ہے تو حج ہی فرض نہیں پھر کیوں سوال کرتے ہو اُس نے جواب دیا کہ میں آپکے پاس جو آیا ہوں بادشاہ سمجھکر آیا ہوں مفتی سمجھکر نہیں آیا اس کام کیلئے شہر میں بہت علماء اور مفتی موجود ہیں اگر فتوے کی مجھکو ضرورت ہوگی تو اُن سے استفتاء کرونگا آپ زیادہ فتوے نہ بگھاریئے آپ مفتی نہیں اگر خرچ دینا ہے دیدیجئے ورنہ صاف انکار کر دیجئے اسپر مامون رشید ہنس پڑا اور کافی خرچ حج کیلئے دیا۔ فرمایا کہ مامون رشید کے حلم کی یہ حالت تھی کہ غلام تک دبا لیتے تھے مگر افسوس کہ تھا معتزلی معتزلہ نے بہکا بہکا کر اسکو خراب کیا تھا اس قسم کے علماء بہت زمانہ میں ہوئے ہیں خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ معتزلیوں کا عقیدہ کیا ہے فرمایا ایسا ہی عقیدہ ہے جیسے آجکل کے نیچریوں کا عقیدہ ہے کہ جو بات عقل میں آگئی اُسکو مان لیا نہ آئی انکار کر دیا یہ انگریزی کے نیچری ہیں اور معتزلی عربی کے نیچری تھے جیسے آجکل بھی بعضے عربی کے نیچری پیدا ہوگئے ہیں پہلے معتزلی اپنے کو معتزلی نہ کہتے تھے اسلئے کہ یہ اہل حق علماء کا بطریق مذمت کے خطاب دیا ہوا ہے اسلئے معتزلی پہلے اپنے کو اہل عدل اور اہل توحید کہتے تھے۔ یہ معتزلی لقب ایسا ہے جیسے رافضی مگر کوئی رافضی اپنے کو رافضی نہیں کہتا نہ لکھتا ہے مگر ایک نیچری کو کتاب پر میں نے لکھا دیکھا تھا کہ اپنے نام کے ساتھ معتزلی لکھا تھا اُس نے یہ لکھکر اپنی بیوقوفی اور حماقت کا اظہار کیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہارون رشید بادشاہ کی حالت کیا تھی فرمایا کہ وہ دیندار شخص تھا اُسکی ایسی حالت نہ تھی

(ملفوظ ۴۸۴) ایک صاحب نے اپنی عزیزہ کے جلجانیکی اطلاع حضرت والا کو کی حضرت والا نے سُنکر افسوس آمیز لہجہ میں اُنکی تسلّی کی اور دعا، عافیت فرمائی اور فرمایا کہ یہ خرابیاں اسکی ہیں کہ عورتوں میں احتیاط بالکل نہیں ہوتی بڑی ہی بد احتیاط ہوتی ہیں پانی پت میں ایک لڑکی اسی بد احتیاطی کی بدولت جلکر ختم ہوگئی فرمایا کہ میں نے تو آجتک آگ سے سینکا تک نہیں اگر زیادہ سردی معلوم ہوئی کپڑے زیادہ پہن لئے یہ سینکنا بھی خطرہ سے خالی نہیں اور یہ عورتیں تو ایسا غضب کرتی ہیں کہ انگیٹھی میں آگ بھر کر چارپائی کے نیچے رکھ لیتی ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بان لٹکا ہوا ہے اُسکے ذریعہ سے آگ چارپائی تک پہونچ گئی یا زیادہ تپ جانے سے خود آگ لگ گئی بڑے ہی خطرہ کی بات ہے آدمی کو اپنی طرف سے تو احتیاط کرنا چاہیئے باوجود احتیاط کے اگر پھر بھی کوئی حادثہ پیش آجائے تو مجبوری ہے اور رنج تو ہوگا اور اپنی بد احتیاطی کی وجہ سے جو حادثہ آتا ہے اُسمیں

۱۷

ارمان ہوتا ہے کہ اگر ایسا کرتے تو محفوظ رہ سکتے۔

۱۶؍ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۴۴۹) آج صبح کی دس بجے والی گاڑی سے دو صاحب حاضر ہوئے بعد مصافحہ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا اور کس غرض سے عرض کیا کہ کلکتہ سے حاضری ہوئی اور بمبئی ہو کر حج کا ارادہ ہے اور یہاں پر حاضری کی غرض محض حضرت والا کی زیارت ہے دریافت فرمایا کہ یہ دوسرے صاحب کون ہیں عرض کیا کہ یہ میرے عزیز ہیں فرمایا آپ ہی اس سے قبل مجھ سے ملے ہیں عرض کیا کہ یہاں پر ایک مرتبہ حاضر ہوا تھا فرمایا کہ بالکل یاد نہیں میرا حافظہ زیادہ قوی نہیں بعض لوگوں کا حافظہ غضب کا ہوتا ہے ایک عالم بزرگ حافظ محمد عظیم صاحب تھے پشاوری جو نابینا بھی تھے اُن کے پوتے دیو بند میں درسیات سے فارغ ہو کر یہاں پر آئے بھی تھے یہ معلوم ہو کر کہ اُن کے پوتے ہیں بہت جی خوش ہوا اس لئے کہ میں پہلے سے حافظ صاحب کا معتقد تھا ایک صوبہ دار تھے میرے ہم نام کانپور میں اُنھوں نے حافظ صاحب کے حافظہ کے متعلق مجھ سے بیان کیا تھا کہ دس برس بعد بھی اگر کوئی مصافحہ کرتا فوراً ہاتھ لگنے سے بتلا دیتے کہ فلاں صاحب ہیں اور اُن کا نابینا ہونا بھی عجیب ہی طرح پر ہوا تھا ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی حضور نے فرمایا کہ کچھ مانگو عرض کیا کہ حضور جو دیں گا جو میں مانگونگا فرمایا ہم اللہ سے دعا کریں گے عرض کیا کہ تمنا یہ ہے کہ اب آپکو دیکھا ہے اسکے بعد ان آنکھوں سے کسی کو نہ دیکھوں اگر دیکھوں تو آپ ہی کو دیکھوں صبح کو سوتے سے اُٹھے تو نابینا تھے مگر اکثر حضور کی زیارت ہوتی رہتی تھی اپنی آنکھوں کو نثار کر دیا کتنی بڑی محبت کی بات ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حافظ صاحب کے پوتے جو یہاں پر آئے تھے کیا حضرت سے بیعت بھی ہو گئے ہیں فرمایا کہ بیعت ہی ہونے آئے تھے میں نے بیعت کر لیا۔

(ملفوظ ۴۵۰ ملقب بہ اصلاح الدین) ایک صاحب نے اپنے صاحبزادے کی تعلیم کے متعلق حضرت والا سے مشورہ چاہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مدرس ہونیکا اہل ہو جائے تو اُنکو

کیا صورت اختیار کیجائے فرمایا فنون کی کتابیں بھی پوری کرانا چاہیے اگر ان میں کوتاہی رہی
تو استعداد کافی نہ پیدا ہوگی عرض کیا کہ اُنکا خیال یہ ہے کہ امسال دورہ ہو جائے اور اسکے بعد
فنون کی کتابیں پوری کر لی جائیں گی فرمایا کہ تنہا دورہ یہ طرز تو اچھا نہیں معلوم ہوتا بلکہ کچھ اسباق
فنون کے بھی ہو جائیں اور دورہ کا بھی سلسلہ رہے یہ اچھا ہے۔ عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے
کہ امسال فن ہی کی کتابیں پوری ہو جائیں فرمایا کہ اسکو بھی جی گوارا نہیں کرتا کہ حدیث
بالکل ہی رہ جائے اگر دونوں ساتھ ساتھ رہیں یہ طریق اچھا معلوم ہوتا ہے اپنے بزرگوں کا
ہمیشہ یہ ہی طرز رہا ہے یہ ہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث اور فن دونوں ساتھ ساتھ ہوں
ان صاحب نے کچھ خاموش رہنے کے بعد پھر اس ہی مشورہ کا اعادہ کیا فرمایا کہ آپ ایک ہی بات
کو کہاں تک کیا کیجئے میری طبیعت الجھتی ہے آپ ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں یہ بُرا ہے آپکو
اسکا خیال رکھنا چاہیے اور اس طرز کو بالکل چھوڑ دیجئے اس سے دوسرے کا وقت فضول خراب
ہوتا ہے آپ میرا وقت بھی فضول باتوں میں خراب کر رہے ہیں اور اپنا بھی ایک بات کے پیچھے
پڑ جانا کون عقل کی بات ہے ایک بات شروع ہوئی جواب دیدیا گیا بات ختم ہوئی آپ ہیں کہ
بار بار اسی کا اعادہ کر رہے ہیں آخر اس سے آپکا مقصود کیا ہے کیا یہ ہی ایک کام رہگیا ہے کہ بیٹھے
ہوئے کہاں کئے جائیں آپکو دوسرے پر بار ہونیکا مطلق خیال نہیں اور یہ بھی آپکی خاطر سے
بتلا دیا ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں تین مرتبہ بتلا دیا مشورہ دیدیا گیا دوسرے کو تو یہ بھی نہ بتلاتا
کیونکہ آجکل کسی کو مشورہ دینا میرے مذاق کے خلاف ہے آپ ساری دنیا کے اقوال پیش کریں
اور میں انکی متعلق تحقیقات کروں یہ کسقدر تکلیف مالایطاق ہے اگر مجھکو اس پڑھنے پڑھانے
سے دلچسپی ہوتی تو اب بھی خدا کا فضل ہے کہ اگر کتاب لیکر بیٹھوں ٹوٹا پھوٹا پڑھا سکتا ہوں
مگر پھر بھی چھوڑ دینا اُسکی کافی دلیل ہے کہ دلچسپی نہیں رہی اسلئے ایسی کاوش سے گرانی ہوتی ہے اور
جس چیز سے دوسرے کو گرانی ہو اس سے احتیاط رکھنا چاہیے دوسرے یہ تو میری قدرت میں
نہیں کہ ساری دنیا کے اقوال کی توجیہ کیا کروں اور ہر ایک کے جدا جدا جوابات دیا کروں
یہ تو ایک سلسلہ ہو جاویگا جو کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتا تیسرے اس حالت میں مشورہ لینے کا حاصل
یہ ہوگا کہ رائے میری اور قبضہ اُنکا یعنی ناظمان مدرسہ کا اور لا متناہی عمل فلاں صاحب کا

یعنی طالب علم صاحب کا یہ جوڑ کیسے لگے گا بس اسلم یہی ہے چھوڑیئے ان جھگڑوں کو جو ہو گا
جو ہونا ہوگا آپ کس غم میں پڑے اساتذہ موجود ہیں اور صاحبزادے خود بھی رائے رکھتے ہیں جیسا
مناسب ہوگا آپ کرلیں گے۔ پھر فرمایا کہ فلاں مدرسے کے متعلق بہت عرصہ سے درس و تدریس کے
بارے میں مختلف مشورہ دے رہا ہوں مگر کوئی نہیں سنتا ان کے امتحان کے متعلق تو یہ جواب
کہ بالکل ٹھیک مگر عمل ندارد اب کیا جی چاہے مشورہ دینے کو جب تجربہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ
اہل مدارس وہی کرتے ہیں جو ان کے جی میں آتا ہے دماغ سوزی کرو ایک مفید بات بتلاؤ اور
عمل اس پر نہ ہو یہ بھی میرا تبرع اور احسان تھا کہ میں نے آپ کو رائے بھی دیدی اور وہ بھی کئی بار
ورنہ جس بات پر عمل کرنے کی امید نہ ہو اسکے متعلق کچھ کہنا وہ فضول اور عبث ہی ہوگا جسمیں
سوائے وقت بیکار کرنے کے اور کچھ نہیں اہل علم کا طبقہ اکثر لوگوں کو رسم پرست بتلاتا ہے مگر
میں کہتا ہوں کہ یہ ملا سب سے زیادہ رسم پرست ہیں کہ پرانے معمولات کو نہیں چھوڑتے گو ضرورت
اور مصلحت واقعیہ کے خلاف ہی ہو۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فلاں مدرسے کے
متعلق ایک مشورہ فرمایا تھا کہ فلاں فلاں کتابیں درس سے خارج کردو مگر اس پر کسی نے بھی عمل
نہیں کیا حالانکہ سب جان نثار ہی تھے مگر کچھ بھی حضرت کے مشورہ کی پروانہ کی گئی تھی یہ قدر ہے
بزرگوں کے مشوروں کی ان اہل مدارس کی عموماً یہ حالت ہے کہ جو دل میں ٹھان لی وہی کریں گے
کسی کی نہیں سنیں گے چنانچہ میری رائے امتحان کے بارہ میں یہ ہے کہ امتحان تقریری ہونا چاہیے
تقریر میں بہت جلد قلعی کھل جاتی ہے اور اگر کسی مصلحت سے تحریری بھی ہو تو اسکی لطیف صورت
یہ ہے کہ طالب علم کو کتاب دیدی جائے اور اسکے شروح اور حواشی جو مانگے سب دیدیے جائیں
اور کہدیا جائے کہ فلاں مقام حل کر کے لاؤ مگر کسی سے مدد مت لو کیونکہ ....
.... مقصود تو یہ دیکھنا ہے کہ کتاب جو پڑھی ہے اسکو سمجھ بھی گئے
یہ دیکھنا نہیں کہ یہ کتاب کا حافظ بھی ہے یا نہیں اسمیں طلبا کو بھی سہولت اور امتحان کا مقصد
بھی حاصل اور متعارف طریق میں تو پوری مصیبت ہے چنانچہ میں جس زمانہ میں دیوبند پڑھتا تھا
امتحان کی تیاری میں تمام تمام شب جاگتے گذر جاتی نیند خراب تندرستی خراب جب تک ساری
کتاب حفظ نہ ہو امتحان دے ہی نہیں سکتے ان تجارب کی بنا پر میں جس زمانہ میں کانپور تھا

امتحان کے متعلق نہایت سہل قواعد وضوابط مقرر کر دیئے تھے طلبا دعائیں دیا کرتے تھے اس سے اعلیٰ درجہ کی قابلیت حاصل ہوتی تھی اب اپنا اختیار نہیں مشورہ ہی کیا جا سکتا ہے چنانچہ مدارس میں جو آجکل امتحان کا طرز ہے کہ ساری کتاب محفوظ ہو تب امتحان دے سکتے ہیں اسکے متعلق میں نے اہل مدارس کو رائے دی مگر ایک نے بھی نہیں سنی ایک صاحب نے میرے یہ اصول سنکر مجھ سے کہا کہ انگریزی مدارس میں بھی یہی دستور ہے میں نے کہا کہ انگریزوں نے ہمارے یہاں کی مفید باتیں بعد تجربوں کی ہم ہی سے تو لی ہیں ایک طریقہ میں نے یہ جاری کیا تھا کہ ختم سال پر جہاں سے کتاب چھوڑی ہے آئندہ شروع سال میں وہاں ہی سے اسباق شروع ہو جائیں اسمیں ایک دن کا بھی حرج واقع نہیں ہوتا جیسا جدید نظم میں ہوتا ہے کہ اسباق تجویز کئے جائیں ان کے تعارضات رفع کئے جائیں بس ایسا ہوتا ہے کہ جیسے جمعرات کا سبق جہاں چھوڑا تھا ہفتہ کے روز وہاں ہی سے شروع کرا دیا گیا ایک نفع اسمیں یہ تھا کہ طلبہ منتشر نہ ہوتے تھے سبق کے سلسلہ کیوجہ سے پھر ضرور آتے تھے اور اگر کوئی نیا طالب علم آگیا تو اسکی جس درجہ کی قابلیت ہوئی اسکو ان کتابوں میں شریک کر دیا جیسا وسط سال میں آنے والوں کیساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جاتا تھا اور اس طرز میں بھگدڑ بھی نہ پڑتی تھی کہ کسی طرح کتاب ختم کراؤ چاہے طالب علم کمبخت سمجھے یا نہ سمجھے اور جس کتاب کو ختم نہ کرا سکے بس وہ رہ گئی اسکو چھوڑ دیتے ہیں یہ مفاسد ہیں اس رسم متعارف میں۔ اب تو یہ ہے کہ طالب علم اپنی ذہانت اور محنت سے کسی قابل ہو جاوے یا نہ ہو جاوے ورنہ مدارس کی طرف سے نہ کوئی درس کے اصول ہیں نہ قواعد بہت ہی خراب حالت ہے بھلا یہ لوگ جن سے ایک مدرسہ کا انتظام نہیں ہو سکتا سلطنت کا کیا انتظام کر سکتے ہیں یہ تو ناظمین کی حالت ہے پھر آگے طلبا بھی آجکل ایسے ہی ہیں وہ بھی علوم کی طرف متوجہ نہیں ضابطہ پڑھی کرتے ہیں بڑی معراج اسکو سمجھتے ہیں کہ ایک بڑا سا پگڑ بندھ جائے اور ایک بڑا سا پروانہ چھپا ہوا ملجائے بس ہو گئے مولوی مولانا پھر فرمایا کہ قوم پرستی کی وجہ سے یہ جمود ہے اور بجید جمود ہے اور اگر ترقی کی طرف چلے تو خلافت میں شریک ہو گئے کانگریس میں شریک ہو گئے علوم میں ترقی نہیں کرتے جہل میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور اگر اس سے بھی ترقی کی تو پھر ان کی معراج ترقی جیل کی طرف ہوتی ہے وہاں پہنچکر بھی بیٹے

بڑے القاب ملجاتے ہیں۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جو اہل اللہ کے پاس نہیں رہے ان کے قلوب حقیقت کے ادراک سے بالکل مردہ ہیں اور اس مردہ ہونے کے خاص آثار ہیں ایک اثر اسوقت بیان کرتا ہوں جتکا یہ واقعہ ہے میں انکا نام نہیں بتاؤنگا گر بہت بڑے عالم ہیں ان کا مقولہ عرض کرتا ہوں جسوقت حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی حج کو تشریف لیگئے تو میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا بعض حاسدوں کی طرف سے کہ اس نے یعنی میں نے حدیث شریف کا دورہ شروع کرادیا ہے تو وہ عالم صاحب فرماتے ہیں کہ کیا اسکا انتظار ہی تھا کہ مولانا نعوذ باللہ یہاں سے رخصت ہوں تو ہماری دکان چلے یہ علماء ہیں۔ اگر میں مولانا ہی کے سامنے شروع کرادیتا تو کونسا گناہ تھا بلکہ حضرت مولانا ہی سب سے زیادہ خوش ہوتے تو حضرت کے رہتے ہوئے کون مانع تھا۔ بس ایسے لوگوں میں اسی کی کمی ہے کہ اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں بلکہ ترقی کرکے کہتا ہوں کہ جوتیاں نہیں کھائیں کیونکہ محض سیدھی کرنے سے بھی کام نہیں چلتا ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے ایکمرتبہ فرمایا تھا کہ میں نے کسی کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے کہ کسی کو بغیر اسکے بھی عطا فرمادیں مگر میں اپنے بزرگوں کا ہمیشہ دل سے غلام رہا اور غلام سے بڑھکر اپنے کو سمجھا اور خدمت ظاہری اسوجہ سے نہیں کی کہ میں سمجھتا تھا کہ میرا خدمت کرنا اپنے بزرگونکی تکلیف کا سبب ہوگا وہ گوارا نہ کرینگے انکو ناگوار ہوگا باقی ان چیزوں میں قیاس نہیں چلتا (تمت مقالۃ اصلاح الدریں)

(**ملفوظ** ۱۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں ایک مدرسے کے متعلق فرمایا کہ جب کسی مشورہ پر عمل نہیں کرتے نہ خود کوئی مشورہ لیتے ہیں تو ایسی سرپرستی سے فائدہ ہی کیا اسی وجہ سے سرپرستی چھوڑکر طبیعت ہلکی ہوگئی اور اگر کبھی پوچھتے بھی ہیں اور مشورہ بھی لیتے ہیں تو عمل نہیں کرتے۔

(**ملفوظ** ۱۵۲) فرمایا کہ اہل حقوق کے حقوق کی تقسیم کا سلسلہ جاری ہے (اسکا واقعہ یہ ہے کہ صاحب ملفوظات نے اپنے والد صاحب مرحوم کی چار بیبیوں کا جنمیں ایک حقیقی ماں اور تین سوتیلی مائیں ہیں۔ مہر حصہ رسد اپنے ذمہ تھا ادا کرنا چاہا اور مناسخہ سے جس جس کا جتنا حق تھا تلاش کرکرکے پہونچایا اسکے متعلق مخاطبین سے فرمایا کہ) دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ سب اہل حقوق کا حق جلد ادا کرادیں اہل حقوق خود کہتے ہیں بیچارے کہ صاحب اسوقت مہر کی معافی عام تھی دینے کی

ضرورت نہیں۔ میں نے کہا کہ مجھکو بھی یہ معمول معلوم ہے مگر جی گوارا نہیں کرتا کہ اس معمول کو حجت سمجھا جائے اور کسی کا حق محتمل بھی رکھا جائے ایک سال سے اہل حقوق کی تلاش ہو رہی ہے ابتک بھی بعض کا پتہ نہیں چلا کوئی مکہ میں ہے کوئی مدینہ میں کوئی بمبئی میں کوئی کلکتہ میں کوئی لاہور میں کوئی حیدرآباد میں کوئی بھوپال میں غرضکہ ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں الحمد للہ اکثر کا پتہ چلگیا ہے بعض باقی ہیں اُن میں باوجود سعی اور کوشش کے جنکا پتہ نہ چلیگا اُنکا حصہ اللہ کے واسطے خرچ کر کے اُسکا ثواب پہونچا دیا جائیگا انشاء اللہ ایسے موقع پر یہی حکم ہے شریعت کا (اگر پھر سب کا پتہ چل گیا بعض کے حصہ میں ایک ایک پیسہ آیا ۱۲ جامع)

(ملفوظ ۴۵۳) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ طریق سلوک بہت نازک طریق ہے یہ تو بظاہر وما جعل علیکم فی الدین من حرج کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ لوگ توجہ نہیں کرتے اسواسطے نزاکت پیدا ہو جاتی ہے اگر توجہ کریں تو آسان ہو جائے حقیقت میں کوئی نزاکت نہیں مگر چونکہ لوگوں کو اس راہ سے بوجہ عدم طلب مناسبت نہیں رہی اسلئے دشوار معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے نازک ہونے کا حکم کیا جاتا ہے۔ پس کوئی تعارض نہیں)

۱۶ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۴۵۴) فرمایا کہ آجکل ایک اور فتنہ شروع ہو رہا ہے وہ یہ کہ اسپر زور دیا جارہا ہے کہ خطبہ اردو میں ہونا چاہئے یہ دو طبقے تو بالکل آزاد ہو گئے ہیں ایک نیچری اور ایک جاہل صوفی ان دونوں میں احکام سے بالکل ہی آزادی ہو گئی۔ خطبہ کے متعلق ایک رسالہ مولوی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے اُسکا نام ہے الاعجوبہ فی خطبۃ العروبہ عروبہ جمعہ کو کہتے ہیں میں نے لکھدیا ہے کہ یہ نام بہت فصیح تو نہیں ہے مگر بھدا بھی نہیں اگر پسند نہ ہو تو اور جو پسند ہو اور جی چاہے وہی رکھ لیں اس مسئلہ کے متعلق ایک نہایت عجیب استدلال سمجھ میں آیا وہ بھی اُس رسالہ میں لکھدیا ہے اور وہ استدلال حنفی کیلئے ہے وہ یہ کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ یا الحمد للہ کہنے سے خطبہ ادا ہو جائیگا اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ ذکر ہے تذکیر نہیں ورنہ دوسری

زبان میں پڑھنے کا مشورہ دینے والے زیادہ تر اسی سے استدلال کرتے ہیں کہ عربی زبان کو مخاطبین سمجھتے نہیں پھر کیا فائدہ اسکا جواب ظاہر ہوگیا کہ جب وہ تذکیر نہیں تو سمجھنے کی بھی ضرورت نہیں اس استدلال کے ہوتے ہوئے ہمکو کسی اور استدلال کی ضرورت بھی نہ تھی اسکے قبل یہ میرے ذہن میں کبھی نہیں آیا تھا اور اسکا ذکر ہونا خود قرآن شریف سے ثابت ہے حق تعالے فرماتے ہیں فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع اسکو ذکر فرمایا ہے ذکر ہی بمعنی تذکیر نہیں فرمایا جیسے قرآن مجید کے متعلق فرمایا ہے وما ھو الا ذکری للعالمین بس خطبہ امر تعبدی ہے جیسے نماز میں قرات اسمیں قیاس کا کچھ دخل نہیں اسلئے اسمیں یہ قیاس بھی نہیں چلتا کہ مقصود اس سے تفہیم ہے سو یہ مقصود جس طرح حاصل ہو جاوے اور فقہا نے جو خطبہ کے متعلق لکھدیا ہے کہ اسمیں احکام کی تعلیم کیجاوے وہ حکمت ہے علت نہیں خود عید کے متعلق روایات میں تصریح ہے کہ زائد مقصود کیلئے آپ نے ممبر سے نزول فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ خطبہ کا معاملہ نہیں فرمایا۔

(ملفوظ ۴۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تو حق ناحق کو دیکھا ہی نہیں جاتا بس یہ دیکھتے ہیں کہ یہ لکھا کس نے بیان کیا کس نے بس پھر اگر لکھنے والا کہنے والا ان کے مذاق کے خلاف ہوا تو چاہے اسکا قول حق ہی ہو مگر اسکے رد کی فکر میں لگ جاتے ہیں اب بہشتی زیور ہی ہے اسمیں تمام فقہ ہی کے مسائل ہیں جو فقہ کی کتابوں سے لکھے گئے ہیں مگر چونکہ میری طرف منسوب ہیں اسلئے وہ قابل رد ہیں یہ دین ہے یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دی کسی نے کہا کہ اسکی ماں اور تیری ماں دو تھوڑا ہی ہیں جواب میں کہتا ہے کہ اسمیں دو حیثیتیں ہیں ایک اسکی ماں ہونیکی اور ایک میری ماں ہونے کی اسکی ماں ہونے کی حیثیت سے وہ ایسی ویسی ہے یہی حال ان حاسدین کا ہے معاصرت بھی بڑے غضب کی چیز ہے اسمیں خواہ مخواہ بھی حسد ہوتا ہے اس حسد سے اسکو بھی کوئی کام نہیں کرنے دیتے ایک مثال سنی ہے کہ نہ خود چلیں نہ دوسرے کو چلنے دیں اس مثال کا قصہ یہ ہے کہ ایام غدر میں ایک سپاہی میدان جنگ میں زخمی ہو گیا تھا یہ حکایت ماموں امداد علی صاحب نے مجھسے بیان کی تھی وہ زخم کی وجہ سے نقل و حرکت نہ کرسکتا تھا شام قریب ہونیکو تھی

خیال ہوا رات تنہائی میں کیسے گذرے گی دیکھا کہ ایک لالہ جی چلے جارہے ہیں آواز دی لالہ جی سُنتے گھبرائے اسلئے کہ اور لاشیں بھی مردہ پڑی تھیں وہ سمجھا کہ کوئی مُردہ بھوت ہو کر پکار رہا ہے آ کہا کہ گھبراؤ نہیں میں زندہ ہوں زخموں کی وجہ سے نقل و حرکت نہیں کرسکتا اور نہ آئندہ زندگی کی توقع میری کمر سے روپیوں کی ہمیانی بندھی ہے یہ یوں ہی بیکار جائیگی تم کھولکر لیجاؤ تمہارے ہی کام آئیں گے روپیہ کا نام سنکر لالہ جی کے منہ میں پانی بھر آیا اُسکے پاس پہونچے سپاہی کے پاس ایک تلوار رکھی تھی تلوار کا ایک ہاتھ اسکی ٹانگوں پر رسید کیا لالہ جی نے کہا کہ یہ کیا کیا سپاہی نے کہا کہ بیوقوف ہوئے ہو میدان جنگ میں بھی کوئی روپیہ لیکر آیا کرتا ہے بات یہ ہے کہ میں شبکو تنہا پڑا رہتا وحشت ہوتی (حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ تنہا (جمع تن) کی ضرورت تھی تنہائی کی ضرورت نہ تھی) اب دونوں باتیں کریں گے شب گذر جائیگی اسپر لالہ جی کیا کہتے ہیں کہ اوت کا اوت نہ آپ چلے نہ اور کو چلنے دے یہ ہی حالت آجکل لوگوں کی ہے کہ نہ آپ چلیں نہ اور کو چلنے دیں فلاں مولوی صاحب کو جو کہ محبت سے یہاں بکثرت آتے ہیں فلاں مدرسہ میں اُنکے بعض معاصرین نے یہاں کے آنے پر کہا کہ میاں کہاں جایا کرتے ہو وقت خراب کرنے کتب بینی کرو استعداد بڑھیگی یہ بھی وہی بات ہے کہ نہ خود کچھ حاصل کریں نہ اور کو کرنے دیں میں نے مولوی صاحب کے اس ذکر کرنے پر اُن سے پوچھا کہ میں دعوے تو نہیں کرتا مگر معاملہ کی بات ہے کہ جب سے یہاں آنے لگے ہو کچھ وہی کتابوں میں بھی زائد سمجھ پیدا ہونے لگی بولے تھا کہ بہت کچھ جو اشکالات ساری عمر میں بھی حل نہ ہوئے تھے وہ یہاں کے آنے کی بدولت چند روز میں حل ہو گئے فرمایا کہ اُنکا جواب تو یہی کافی ہے کہ میں درسیات ہی کی تکمیل کیلئے جایا کرتا ہوں اور یہ جواب تو اُن کے مذاق کے موافق کتابوں کے متعلق ہے باقی اس سے قطع نظر صحبت تو وہ چیز ہے کہ اُس سے ذوق صحیح پیدا ہو کر قرآن و حدیث کا مدلول سمجھ میں آنے لگتا ہے اور معترض کے اختلاف پر میں نکیر نہیں کرتا کیونکہ اختلاف پہلے بھی ہوا کرتا تھا مگر محبت ویسی ہی رہتی تھی فلاں مولوی صاحب ہیں ایک جماعت کے صدر ہیں ان تحریکات میں ان کو مجھسے اختلاف ہے مگر خلاف نہ اُسوقت تھا نہ اب ہے میں تحریک خلافت میں برابر یہی کہتا تھا کہ اختلاف کا مضائقہ نہیں مگر یہ عداوت کیسی کہ سب و شتم کرتے ہو جو شریعت

۲۵

کے بھی خلاف اور شرافت کے بھی خلاف۔

(ملفوظ ۴۵۶) ایک مناظر مولوی صاحب کا ذکر تھا فرمایا کہ بڑے ہی تیز ہیں ایسے لوگوں کیلئے جی چاہتا ہے کہ کچھ ذوق طریق کا بھی ہو جائے تو نور علیٰ نور ہو جائے۔

(ملفوظ ۴۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کے زمانہ میں تو بعض علماء نے میری متعلق یہ فتویٰ دیا تھا کہ اسکے پیچھے نماز جائز نہیں میں نے کہا کہ مجھکو نماز پڑھانیکا ایسا شوق بھی نہیں ایک قریب کے قصبہ میں ایک مولوی صاحب نے بیان کیا تھا کہ اسکے پیچھے نماز جائز نہیں جب میں نے سنا کہ میرے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں تو میں نے ایک مضمون بصورت استفتاء لکھکر مولوی شبیر علی کو آس پاس کے مشاہیر علماء کے پاس بھیجا اُن میں وہ بزرگ بھی تھے انھوں نے جاکر وہ پرچہ دیا کہ اسکے متعلق جو شرعی حکم ہو لکھدیجئے دیکھکر کہا کہ کون کہتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں کہنے لگے اختلافی اور اجتہادی مسئلہ ہے آپمیں غلو نہ کرنا چاہیے یا تو خود عدم جواز اقتدا کو بیان کیا تھا اور پوچھنے پر یہ فرمایا یہ حالت تدین کی ہے اسکے بعد پھر تو اسقدر نرم ہوئے کہ ہدیہ بھیجنے لگے۔ اور بقیہ علماء نے اسی کے قریب قریب لکھا۔

(ملفوظ ۴۵۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ سوال آپکا بے محل ہے ایسے سوالات سے مخاطب کو تنگی ہوتی اور دوسروں کے اقوال کا میں ذمہ دار ہوں کیا اُن کا قول کسی مجتہد کا قول ہے جس کا اتباع ضروری یا واجب ہو اسلئے اسوقت اسکا نقل کرنا عبث ہے اور آداب مناظرہ تو امور طبیعہ ہیں طبیعت خود بخود بتلاتی ہے تو دوسروں کا قول جو مخاطب کے مسلمات سے نہ ہو خود آداب مناظرہ کے خلاف ہے۔

(ملفوظ ۴۵۹) فرمایا کہ کئی روز ہوئے ایک منی آرڈر آیا تھا کوپن میں کچھ نہ لکھا تھا کہ کس مد کا روپیہ ہے میں نے یہی لکھکر واپس کر دیا آج پھر دوبارہ آیا پھر وہی کوپن پر کچھ نہیں باوجودیکہ غلطی پر تنبیہ کر دیا مگر پھر وہی حرکت آج پھر واپس کیا یہ حالت ہے لوگوں کی بے فکری اور غفلت کی اب کیسے ان کا کوئی غلام بنجائے آدمی بتلا دینے پر تو سمجھ جائے ایسے ایسے عقلمند میرے حصہ میں آگئے میں تو کہا کرتا ہوں کہ اور جگہ بزرگی بٹتی ہے اور یہاں انسانیت بٹتی ہے اگر آدمی بننا ہو تو میں خادم موجود ہوں اور اگر بزرگی لینا ہو تو اور بہت جگہ ہیں گو آدمیت کا بزرگی سے ادنیٰ درجہ ہے مگر

بزرگی کے شرائط میں سے ہے میں اسکے ادنیٰ ہونے پر تفریح کے طور پر یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ میں نے قاعدہ بغدادی کا مکتب کھول رکھا ہے اور دوسری جگہوں میں ہدایہ درمختار کا مکتب ہے کتابیں ختم کرنے کی شرط یہی قاعدہ بغدادی ہے یہ ایسا قاعدہ بغدادی ہے جیسے ایک شاعر کہتا ہے

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند　　　این جملہ شدی و لے مسلمان نہ شدی

مگر میں نے اس نسخہ کو پسند نہیں کیا اسلئے اسکو اسطرح بدل دیا ہے

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند　　　این جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

میں نے بڑے بڑے مشائخ کے خاص خاص مریدوں سے جنھوں نے یہاں آکر تعلیم کا سلسلہ جاری کرنا چاہا پوچھا کہ تمکو شیخ نے کیا بتلایا تھا جہاں جہاں اور جس جس سے تحقیق کیا بس اوراد وظائف ہی کی تعلیم معلوم ہوئی اصلاح کا پتہ نہیں حضرت میں نے علماء کو دیکھا بعضے اُن میں مشائخ کی طرف سے صاحب اجازت بھی ہیں مگر غلطیوں میں مبتلا ہیں آجکل یہ غلطی عام ہو گئی ہے یہ سمجھتے ہیں کہ صرف ذکر مقصود ہے حالانکہ یہ معین مقصود ہے اس ہی وجہ سے یہ طریق بدنام ہوا کہ مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود سمجھ رکھا ہے لوگ فن کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں کودنے پھاندنے کو جوش و خروش کو ضحک اور بکار کو حق ہو کو اصل سمجھتے ہیں انتہائی کمال ان لوگوں کے نزدیک یہ ہی چیزیں ہیں خدا بچائے جہل سے ایسوں نے لوگوں کو گمراہ کر دیا کیفیات نفسانیہ کو طریق سمجھ بیٹھے حالانکہ یہ چیزیں کچھ بھی کمال نہیں بعضوں نے برسوں مجاہدے کئے خدمتیں کیں محنتیں کیں عیش و راحت کو چھوڑا شب بھر جاگے مگر حقیقت سے بے خبری کے سبب تیلی کے بیل کی طرح وہیں کے وہیں رہے صوفی بننا آسان نہیں فرماتے ہیں

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے　　　بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

یہ چیزیں کمال کی نہیں کہ رو لئے کپڑے پھاڑ لئے جنگلوں میں دیوانہ وار نکل پڑے اسی کے متعلق کہا گیا ہے

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدی وصال　　　صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

(ملفوظ ۵۶۴) فرمایا کہ تعویذوں کے متعلق ایک خط آیا ہے اکٹھے ہی چار تعویذ مانگے ہیں اگر دس خط ہوں اور سب میں ایک ایک تعویذ کی فرمائش ہو یہ تو آسان ہے مگر چار تعویذ کی فرمائش ایک

خط میں یہ گراں ہے ایک تعویذ لکھ کر بھیجدونگا اور لکھدونگا کہ اور جتنی ضرورت ہو کسی سے نقل کرالیں پھر فرمایا کہ میں نے لکھدیا ہے کہ اتنی فرصت کسکو ہے ایک لکھدیا ہے باقی نقل کرالینا

(ملفوظ ۴۶۱) فرمایا کہ ایک بی بی کا پہلے خط آیا تھا اُس پر اُن کے شوہر کے دستخط نہ تھے اسلئے واپس کر دیا گیا پھر دستخط ہوکر آئے تو پتہ نامحرم سے لکھوایا اُن نامحرم کے خط کو میں پہچانتا تھا اور اُنکا رشتہ بھی اِن بی بی سے مجھکو معلوم تھا میں نے تنبیہ کی تو پھر بیٹے کے ہاتھ سے پتہ لکھوایا۔ اس تنبیہ سے اُن بی بی نے یہ بھی نصیحت حاصل کی کہ اُن کا قصد پہلے اپنے بیٹے اور اُن نامحرم کے ساتھ یہاں آنیکا تھا لیکن اب قصد بھی ملتوی کیا بلکہ اپنے شوہر کے ساتھ آنیکا قصد کر رہی ہیں دوران تحریر میں اُن بی بی نے یہ بھی لکھا تھا کہ زیارت کے جوش محبت میں ایسا قصد کیا تھا حضرت والا نے اس لفظ پر بھی تنبیہ فرمائی کہ یہ لفظ بازاری ہے بجائے محبت کے تمنا کا لفظ عورت کو ایسے موقع پر استعمال کرنا چاہئے جو ایک متین لفظ ہے ایسا لفظ مرد مرد کو کہے تو مضائقہ نہیں جامع عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ کیسے کیسے دقائق پر نظر ہے اور کسقدر لطیف اور مؤثر طرز تربیت ہے۔

(ملفوظ ۴۶۲) ایک مولوی صاحب تین بجے والی گاڑی سے حاضر ہوئے حضرت والا کے دریافت فرمانے پر عرض کیا کہ ایک مناظرہ کے سلسلہ میں دہلی جانا ہوا تھا وہاں سے واپس آرہا ہوں دریافت فرمایا کہ کیا مناظرہ آریوں سے تھا عرض کیا کہ غیر مقلدوں سے پوچھا پھر کیا ہوا عرض کیا کہ وہ مادہ ہی نہیں ہوئے مزاحاً فرمایا کہ آپکو اعلان کر دینا تھا کہ آمادہ نر آگیا پھر فرمایا کہ کچھ نہیں اہل حق کو دق کرنا ہے سمجھتے سب ہیں مگر صرف ہٹ اور ضد ہے۔

(ملفوظ ۴۶۳) ایک خط کے سلسلہ میں فرمایا کہ یہ لکھا ہے کہ میرے نفس کی اصلاح کیلئے ذکر و شغل بھی تعلیم فرمایا جاوے۔ فرمایا کہ کیا بھدا پن ہے یہ لکھنا چاہئے تھا کہ میرے نفس کی اصلاح کیلئے جو مناسب ہو تعلیم فرماویں میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ جب خود علاج تجویز کرتے ہو تو پھر دوسرے کی کیا ضرورت ہے جو جی چاہے وہ پڑھ لیا کرو۔ کیا بیہودگی ہے اب اگر اسکے جواب میں کچھ ذکر و شغل لکھدیتا تو یہ شخص ہمیشہ کیلئے جہل میں مبتلا رہتا اور یہ سمجھتا کہ ذکر و شغل سے اصلاح ہو جاتی ہے۔

(ملفوظ ۴۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو خطوط کے جواب میں لوگوں کی بیہودگیوں پر متنبہ کرتا ہوں تو بعضے خفا ہو کر ایسے جواب لکھتے ہیں کہ میں اُس جواب کا اظہار نہیں کرتا کہ دوسروں

رنج ہوگا بلکہ پہاڑ کر ردی میں ڈالدیتا ہوں ان ہی وجوہ سے میں بیعت کرنے میں عجلت کو مناسب نہیں سمجھتا سخت ضرورت ہے اسکی کہ جس سے تعلق پیدا کرے اسکے عقائد کی اعمال کی اخلاق کو خوب دیکھ بھال لے ممکن ہے کہ کل کو کوئی کھٹک پیدا ہو تو اسکا پہلے ہی معلوم ہو جانا ضروری ہے۔

(ملفوظ ۶۶۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جیسے اولاد کا ہونا نعمت ہے ایسے ہی نہ ہونا بھی نعمت ہے میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھکو اس سے محفوظ رکھا بچوں کی تربیت بڑی ہی مشکل چیز ہے مجھکو تو بڑی الجھن ہوتی ایک دق لگجاتی بچوں کی تربیت کیلئے بڑے ہی حکیم کی ضرورت ہے۔

۱۷ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۶۶۶) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ لوگ سیدھی اور سہل بات کو کسقدر الجھا دیتے اور سخت بنا دیتے ہیں گفتگو کے ختم تک یہ بھی توفیق نہ ہوئی کہ یہ کہدیتے کہ مجھکو اسکا علم نہ تھا کہ یہ مصافحہ کا موقع ہے یا نہیں باقی غلطی کا اقرار تو کیا کرتے خناس دماغوں میں گھسا ہوا ہے میں اسی کو نکالنا چاہتا ہوں جس شخص میں اتنا تمرد ہو اسکی اصلاح کی کیا امید کیجائے یہ بھی حس نہ ہوئی کہ دوسرے پر اسکا کیا اثر ہوگا بتلایئے ایسے متمرد کے نکالنے پر بھی میں معذور ہوں یا نہیں یہ اچھا ہوا کہ میں بواسطہ گفتگو کی جس سے مزاج میں کوئی تغیر نہیں ہوا ورنہ الزام دیتے کہ مجھپر سختی کی اسلئے گڑبڑ میں پڑ گیا مگر اب تو کوئی شبہ ہی نہیں رہا اور نہ کسی تاویل کی گنجایش رہی کیا ٹھکانا ہے اس بدفہمی کا خیر ہمیشہ کو گئے پیچھا چھٹا اسلئے کہ بہت ناگواری کے ساتھ فیصلہ ہوا اگر میں براہ راست گفتگو کرتا یا تیزی سے کچھ کہتا تو یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ مغلوب ہو کر ایسا خبط ہو گیا اسمیں شبہ کی گنجایش رہ سکتی تھی اور اب تو کوئی گنجایش ہی نہیں رہی چلو بیچارے بہت سی پریشانیوں سے بچگئے دیکھئے میں اسقدر کنج وکاؤ نہ کروں تو یہ قلعی ان کی کس طرح کھلے اور یہ چور کس طرح پکڑے جائیں مادہ تو تھا ہی کسی اور طرف کو نکلتا اس مادہ کی ایسی مثال ہے کہ کسی حوض کی تہ میں کیچڑ اور گارا ہے اگر زور سے ڈھیلا مارا جائے تو سب پانی گدلا ہو جاتا ہے بات

یہ ہی کہ واقع میں خلوص نہیں ہوتا ہو کہ ہو جاتا ہی جیسا مدینہ شریف میں ہر بیل گچیل والا نہیں رہ سکتا اللہ کا شکر ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت ہے ایسا ویسا یہاں بہی رہ نہیں سکتا آخر میں کہاں تک رعایت اور تسامح کروں اگر ایسا برتاؤ نہ ہو تو پتہ بہی نہ چلے مخلص اور غیر مخلص کا دیکھئے ادنیٰ ادنیٰ صنعتوں کو لوگ نہیں سکھاتے جب تک طلب اور خلوص پر اطمینان نہیں ہو جاتا اسی طرح جب تک ثبات و رسوخ محقق نہ ہو جائے اُسوقت تک سعیت کرنا اور ہونا چاہئے ہی نہیں اور اسی طرح جب تک خلوص پر اطمینان نہ ہو جائے اُسوقت تک ہدیہ لینا بہی نہیں چاہئے میرے یہاں بہت سے تجربوں کے بعد اصول اور قواعد مرتب ہوئے ہیں جن پر لوگ خفا ہیں۔

(**ملفوظ** ۴۷۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کام اسقدر کرنا چاہئے جسکا تحمل بے تکلف ہو سکے ہر کام کیلئے اسی کی ضرورت ہے ہمت سے زائد اپنے ذمہ کام رکھ لینا عقل کے خلاف ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ نے ایک مثال عجیب و غریب بیان فرمائی تہی کہ جسقدر کام کا ذوق و شوق ہو اُس سے کچھ کم کرنا چاہئے اسی طرح جسقدر بھوک ہو اس سے کچھ کم کھانا چاہئے جیسے چکی کہ اسمیں پھرانے کے وقت کچھ تاگہ چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اُسکے ذریعہ سے واپس آسکے اگر نہ چھوڑا جائے تو وہ لوٹ نہیں سکتی پھر از سر نو اہتمام کرنا پڑتا ہے اس مثال کی خوبی پر ایک دوسری مثال کا قصہ بیان فرمایا گو وہ دوسرے باب کا مضمون ہے، وہ قصہ مولوی محمد یٰسین صاحب والد مولوی محمد شفیع صاحب سے نقل فرمایا وہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زیادہ بیٹھتے تھے اور دل کھلا ہوا تھا اسلئے جو جی میں آتا کہہ بہی لیتے ایک روز مولانا کی ایک مبسوط کلام کے بعد اُن سے کہتے ہیں کہ کثرت کلام کو بزرگوں نے اچھا نہیں سمجھا اور آپ کثرت سے کلام کرتے ہیں یہ کیا بات ہے مولانا نے فرمایا کہ تقلیل کلام خود مقصود بالذات نہیں مقصود تو یہ ہے کہ فضول کلام نہ ہو مگر مبتدی ابتداءً تعدیل پر قادر نہیں ہوتا اسلئے معالجہ کے درجہ میں بہت زیادہ تقلیل تجویز کرتے ہیں تاکہ اعتدال پر آجائے اسکی ایسی مثال ہے کہ کاغذ لپٹا ہوا رکھا ہوتا ہے جب اُسکو کھولتے ہیں تو وہ پھر اُسی طرح لپٹ جاتا ہے اسلئے اُسکو اسطرح سیدہا کرتے ہیں کہ اُسکو دوسری مخالف طرف اسیطرح لپیٹتے ہیں جس سے وہ سیدہا ہو جاتا ہے اسی درجہ میں ضرورت ہے تقلیل کلام کی ورنہ وہ خود مقصود بالذات نہیں مولانا نے

علوم عجیب ہوتے تھے بڑی سے بڑی بات کو اس طرح پر بیان فرما دیتے تھے کہ ہر شخص سمجھ جاتا تھا

(ملفوظ ۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ مجھکو جیسی محبت آپ سے پہلے تھی اب نہیں رہی میں نے لکھا کہ پھر دینی ضرر کیا ہوا یہ بھی لکھا تھا کہ نماز میں خشوع وخضوع نہیں رہا میں نے لکھا کہ اختیاری درجہ نہیں رہا یا غیر اختیاری نہیں رہا یہ بھی لکھا تھا کہ پہلی باتیں یاد کر کے دل ڈہونڈتا ہے میں نے لکھا کہ بچپن کو یاد کر کے بھی دل ڈہونڈتا ہی اسپر فرمایا کہ انکو تو میری محبت نہ رہنے پر حسرت ہے اگر حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ بھی محبت طبعی نہ ہو تو اسمیں بھی کوئی ضرر نہیں محبت عقلیہ اختیاریہ ماموربہ ہے وہ ہونا چاہئے وہی کافی ہے اِس ہی لئے شیخ مبصر کی اس راہ میں ضرورت ہے ورنہ اس راہ میں ہزارہا خطرات ہیں۔

(ملفوظ ۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہیں وہ تو ہیں ہی مگر جو مخالف ہیں اُن کے قلوب میں بھی حضور کی عظمت ہے اگر کوئی مخالف شخص نبوت کا بھی مصدق نہ ہو تو اور کمالات اور عادات واخلاق حضور کے ایسے ہیں کہ اُنکا تو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔

(ملفوظ ۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فضولیات میں وہ لوگ مبتلا ہیں جنکو عاقبت کی فکر نہیں اور جنکو فکر ہے وہ تو شب وروز اسی اُدہیڑ بن میں لگے ہوئے ہیں اور واقعی آدمی کو اپنی فکر کرنا چاہئے اپنی خیر منانا چاہئے دوسروں کے متعلق نہ اسکو مشورہ کی ضرورت نہ فتویٰ حاصل کرنے کی ضرورت اسکو ایک مثال سے سمجھئے ایک شخص پر پھانسی کا مقدمہ ہے اور ایک پر مارپیٹ کا اگر مارپیٹ والا پھانسی والیکے پاس جائے کہ مجھکو بچاؤ اور وہ اسکے ساتھ ہو کر اسکے بچانے کی فکر میں لگجائے تو لوگ اُسکو کیا کہیں گے یہی کہیں گے کہ تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔

(ملفوظ ۷۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق بہت ہی سہل ہے مجھ جیسے نادان آدمی نے جب اُسکو سمجھ لیا پھر کیا مشکل رہا اب میں اُسکو سہل عنوان سے سمجھاتا ہوں کہ اس طریق کا حاصل نفس کا تزکیہ ہے اور جس چیز سے تزکیہ کیا جاتا ہے وہ دو چیزیں ہیں شہوت اور کبر اور انکا علاج کامل کی صحبت ہے کیونکہ وہ اس راہ سے گذر چکا ہے اُسکو اس راہ کی تمام گھاٹیاں معلوم ہیں وہ طالب کو اس کنارے سے اُس کنارے لیجا کر کھڑا کر دیتا ہے طالب کا کام صرف یہ ہے کہ اپنے کو اسکے سپرد کر کے وہ جو تعلیم کرے اسکو بجالائے اسمیں سر مو فرق نہ کرے مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو

آجکل جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں یہ ساری خود رائی کی ہیں خود رائی بڑی ہی مضر شے ہے فرماتے ہیں

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست کفرست دریں مذہب خود بینی و خود رائی

(ملفوظ ۴۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس فن کے امام تھے حدیث شریف میں آیا ہے الغیبۃ اشد من الزنا مسلّم ہے کہ احکام میں متعدد حکمتیں ہوتی ہیں چنانچہ اسکی ایک حکمت تو مشہور ہے ایک یہ کہ زنا حق اللہ ہے اور غیبت حق العبد ہے اور ایک حکمت حضرت نے اپنے علوم موہبہ سے ایک مرتبہ بیان فرمائی وہ یہ کہ غیبت گناہ جاہی ہے اور زنا گناہ باہی ہے یعنی منشا غیبت کا تکبر ہے جو بعد غیبت کے بھی باقی رہتا ہے اور اسی لئے اکثر غیبت کرنے والیکو ندامت نہیں ہوتی ہے اور اپنے کو گنہگار نہیں سمجھتا بخلاف زنا کرنے والے کے کہ اسکو ندامت بھی ہوتی ہے اور اپنے کو گنہگار بھی سمجھتا ہے سبحان اللہ کیا ٹھکانا ہے ان علوم موہبہ کی لطافت کا اور جو حکمتیں خود منصوص ہیں وہ ان واردات سے بھی زیادہ لطیف ہیں

۱۷ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۴۷۳) فرمایا کہ بچپن میں ایسے ایسے کھیل سوجھتے تھے ایک قصبہ چرتھاول ہے وہاں بڑی ہمشیرہ کی شادی ہوئی تھی جنکا اسی زمانہ میں انتقال بھی ہو گیا اور نانی صاحبہ بھی وہیں کی تھیں اسلئے سب لوگ مرد اور عورتیں ہم لوگوں سے بہت محبت کرتے تھے انکا بڑا کنبہ تھا ایک بہت بڑی حویلی ہے جو پنجن کا محل کہلاتا تھا اسمیں سب کے سب بہت سے بچے اور بہت سی عورتیں تھیں ایکروز سب لڑکوں اور لڑکیوں کے جوتے جمع کر کے ان کو برابر رکھا اور ایک جوتے کو سب کے آگے رکھا وہ گویا کہ امام تھا اور پلنگ کھڑے کر کے اسپر کپڑے کی چھت بنائی وہ مسجد قرار دی یہ کھیل تھا ایک اور کھیل یاد آیا ایک مرتبہ میرٹھ میں ایسا ہوا کہ بارش کے ایام تھے مگر کبھی کبھی ترشح بھی ہوتا تھا باہر صحن میں لیٹا کرتے تھے والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا تھا ہم لوگ والد صاحب کے پاس رہتے تھے تین چارپائیاں برابر بچھی ہوئی تھیں والد صاحب اور ہم دونوں بھائیوں کی میں نے رسی لیکر سب کے پائے ملا کر خوب

کسکر باندھ دئے اور پڑکر سوگئے پھر والد صاحب بھی آکر لیٹ گئے اتفاق سے بارش آئی تو والد صاحب
اٹھے اور ہمکو بھی اٹھایا بچپن کی نیند تھی ہوں ہوں کرکے پھر سوگئے والد صاحب جھلائے نہیں اٹھتے
تو پڑا رہنے دو اور اپنی چارپائی گھسیٹی اب وہاں تینوں چارپائیاں ایک ساتھ چلی آرہی ہیں
بیحد غصہ ہوئے اور فرمایا کہ ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں اب سب بھیگ رہے ہیں چاقو ڈھونڈا اتفاق
سے جلدی میں رسی کاٹنے کیلئے چاقو بھی نہ ملا آخر خود ہی باورچیخانہ سے چاقو تلاش کرکے لائے
اور ان رسیوں کو کاٹا تب وہاں سے چارپائیاں اٹھ سکیں صحیح تو یاد نہیں کہ اس حرکت پر کوئی چپت
لگایا نہیں ایک اور کھیل یاد آیا یہ بھی میرٹھ ہی کا واقعہ ہے۔ دیوالی کے روز شب کو جو دوکانوں کے
سامنے چراغ جلتے رکھدئے جاتے تھے ہم دونوں بھائی کئی سال تک ایسا کیا کرتے کہ رومال ہاتھ
میں لیکر ایک طرف سے بجھاتے ہوئے چلے گئے اور واپسی میں دوسری طرف کے بجھادئے مگر کوئی کچھ
نہیں کہتا تھا حالانکہ ہماری کوئی حکومت نہ تھی مگر والد صاحب کا لحاظ بہت تھا حتی کہ برا تک
نہیں مانتے تھے۔ فرمایا ایکمرتبہ میرٹھ میں میاں الٰہی بخش صاحب مرحوم کی کوٹھی میں جو مسجد ہے سب
نمازیوں کے جوتے جمع کرکے اسکے شامیانہ پر پھینکدئے نمازیوں میں غل مچا کہ جوتے کیا ہوئے
ایک شخص نے کہا کہ یہ لٹک رہے ہیں مگر کسی نے کچھ نہیں کہا یہ خدا کا فضل تھا باوجود ان حرکتوں
کے اذیت کسی نے نہیں پہونچائی وہی قصہ رہا جیسا کسی نے کہا ہے۔

تمکو آتا ہے پیار پر غصہ ہمکو غصہ پہ پیار آتا ہے

یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ورنہ ایسی حرکتوں پر پٹائی ہوا کرتی ہے۔ فرمایا کہ ایک صاحب
تھے سیکری کے ہماری سوتیلی والدہ کے بھائی بہت ہی نیک اور سادہ آدمی تھے والد صاحب
نے ان کو ٹھیکہ کے کام پر رکھ چھوڑا تھا ایکمرتبہ کسرہٹ سے گرمی میں بھوکے پیاسے پریشان
گھر آئے اور کھانا نکالکر کھانے میں مشغول ہوئے گھر کے سامنے بازار ہے میں نے سڑک پر سے ایک کتے
کا پلہ چھوٹا سا پکڑکر گھر لاکر ان کی دال کی رکابی میں رکھدیا بیچارے روٹی چھوڑکر کھڑے ہوگئے اور
اور کچھ نہیں کہا۔ جہاں اس قسم کی کوئی بات شوخی کی ہوتی تھی لوگ والد صاحب کا نام لیکر کہتے کہ ان
کے لڑکوں کی حرکت معلوم ہوتی ہے مگر کوئی کچھ کہتا نہ تھا اور ان شوخیوں پر کبھی والد صاحب کو
غصہ آتا تو بھائی کو زیادہ مارتے تھے اور کوئی پوچھتا تو فرماتے کہ سکھلاتا یہی ہے حالانکہ یہ بات

۳۳

واقع کے خلاف ہوتی تھی میں خود ہی ایسی حرکتیں کرتا تھا مگر مشہور یہی تھا کہ یہ سکھلاتا ہے
ایکمرتبہ تائی صاحبہ نے والد صاحب سے فرمایا کہ بھائی تم چھوٹے ہی کو کیوں مارتے ہو حالانکہ دنگا
دونوں ہی کرتے ہیں فرمایا دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ یہ سبق یاد کر لیتا ہے میرے متعلق فرمایا اسلئے
یہ پیارا معلوم ہوتا ہے اور ایک یہ کہ یہ خود نہیں کرتا چھوٹا سکھلاتا ہے۔ فرمایا میں ایک روز
پیشاب کر رہا تھا بھائی صاحب نے آکر میرے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ ایک روز ایسا ہوا
کہ بھائی پیشاب کر رہے میں نے ان کے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا اتفاق سے اس وقت والد
صاحب تشریف لے آئے فرمایا یہ کیا حرکت ہے میں نے عرض کیا ایک روز انہوں نے میرے
سر پر پیشاب کیا تھا بھائی نے اسکا بالکل انکار کر دیا مختصر سی پٹائی ہوئی اسلئے کہ میرا تو دعویٰ
ہی دعویٰ رہگیا تھا ثبوت کچھ نہ تھا اور میرے فعل کا مشاہدہ تھا غرض جو کسی کو نہ سوجھتی
تھی وہ ہم دونوں بھائیوں کو سوجھتی تھی۔ بھائی صاحب بچپن میں مجھسے کہا کرتے تھے کہ ہم
ایک کرسی پر بیٹھے ہونگے سامنے میز ہوگی اور پکار پکار کر کہتے ہونگے کہ او فلانے او فلانے مراد
حکومت تھی اور تم ایک چٹائی پر بیٹھے ہوگے دو چار لڑکے سامنے ہونگے ایک قمچی ہاتھ میں ہوگی۔
مطلب یہ تھا کہ لڑکے پڑھاؤ گے مگر ایسا ہونے کے بعد ان پر اس فرق کا یہ اثر ہوا کہ اب انکو یہ حسرت
ہوا کرتی تھی کہ افسوس مجھکو والد صاحب نے علم دین کیوں نہ پڑھایا اور مجھکو بحمد اللہ کبھی یہ حسرت
نہیں ہوئی کہ والد صاحب نے مجھکو علم دنیا کیوں نہیں پڑھایا۔

(**ملفوظ**) دو شخص تعویذ لینے کیلئے حاضر ہوئے حضرت والا ان لوگوں کی صورت دیکھکر یہ
امتیاز نہ فرما سکے کہ یہ مسلمان ہیں یا ہندو اسلئے کہ حضرت والا کا معمول یہ ہے کہ اگر مسلمان
ہوں تو تعویذ عطاء فرماتے ہیں اور ہندوؤں کو احتیاطاً فرمایا کرتے ہیں کہ کچے سوت کی چینچلی
لے آؤ گنڈا بنا دیا جائیگا اور اثر میں کچھ فرق نہیں پڑتا لہذا ان شخصوں سے یہی فرمایا کہ پانی
لے آؤ اسکو پڑھ دونگا اور ایک سوت کی چینچلی لے آؤ گنڈا بنا دونگا جب وہ چلے گئے فرمایا کہ آجکل
بڑی آفت ہے ہندو مسلمانوں میں امتیاز نہ رہا ایک ہی صورت ایک سا لباس کس طرح پہچانا
جائے داڑھی منڈانے کا ایسا عام رواج ہوگیا ہے کہ جیسے داڑھی رکھنا شعار اسلام تھا بعض
مقامات میں داڑھی منڈانا شعار اسلام ہوگیا اسکے متعلق ایک حکایت یاد آئی سہارنپور میں

ایک صاحب تھے جنکی بڑی داڑھی تھی وہ ہندوستان سے شام میں گئے تھے بڑی داڑھی کی وجہ سے بیچارے پکڑے گئے معلوم یہ ہوا کہ وہاں داڑھی رکھنا علامت ہے یہودی ہونے کی اور داڑھی منڈانا اور کٹانا علامت ہے مسلمان ہونے کی جب شام میں یہ حالت ہے تو رات میں نہ معلوم کیا ہوگی اسمیں لفظی صنعت ہے مراد رات سے دار الکفر ہے جہاں ظلمت ہی ظلمت ہو۔ پھر فرمایا اب تو یہ حالت ہو رہی ہے کہ اس حالت کو دیکھکر یہ شعر یاد آتا ہے ؎

اے بسرا پردہ یثرب بخواب   خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

(ملفوظ) ایک شخص نے بہت ہی پست آواز سے تعویذ مانگا فرمایا کہ زور سے بولو تاکہ میں سن لوں اس طرح پر بولنا کہ دوسرا سن ہی نہ سکے کہاں سیکھا ہے اس نے پھر دوبارہ عرض کیا مگر قریب اسی ہی لہجہ میں فرمایا کہ میں نے اب بھی نہیں سنا تیسری مرتبہ میں بلند آواز سے عرض کیا کہ ستاؤ کا تعویذ چاہئے فرمایا بندہ خدا اول ہی دفعہ میں اس طرح کیوں نہ بولا تھا پھر فرمایا کہ جب جن تمہیں ستاتا ہے اور تم مجھے ستاتے ہو تو جن کے تعویذ کیسا ایک تعویذ تمہارے لئے بھی چاہئے تاکہ تم بھی کسی کو نہ ستاؤ

(ملفوظ) ایک صاحب کا ذکر فرمایا کہ یہ فلاں مولوی ...... صاحب کے صاحبزادے ہیں ایک سنگین معاملہ میں پھنسے ہوئے ہیں یہاں پر دعا، اور ایک عہدہ دار سے سفارش کیلئے آئے تھے میں نے دعا، اور سفارش دونوں کر دیں سفارش میں یہ لکھدیا کہ آپکو بعد تحقیقات صحیح جو واقعہ کا علم ہو اسپر عمل کریں اور اتنا اور لکھدیا کہ یہ میرے پیر بھائی کے بیٹے ہیں یہ میں نے لکھکر ان کو دکھلا بھی دیا کہ اگر یہ کافی ہو تو دیکھ لیں ورنہ اور مضمون بدلدوں کہنے لگے بہت کافی ہے بہت زیادہ ہم لوگوں کو گالیاں دینے والے یہ صاحب تھے مگر یہ انتقام کا موقع تھوڑا ہی تھا بلکہ امداد کا موقع تھا سو میں دعا بھی کی اور سفارش بھی کی اللہ تعالیٰ نے انکو نجات دی سخت پریشان تھے۔

(ملفوظ) فرمایا میں نے مسلمانوں کیلئے کافی انتظام کر دیا ہے فلاح دنیا کا بھی اور فلاح دین کا بھی یعنی رسالہ حیات المسلمین میں سب کچھ لکھدیا ہے اگر اسپر عمل کریں انشاء اللہ دین و دنیا دونوں کی فلاح اسمیں موجود ہے فرمایا کہ ریل کے سفر میں ایک گنوار کو کہتے سنا تھا بڑے

ہی کام کی بات کہہ رہا تھا کہ نیک رہو اور ایک رہو تو حیاۃ المسلمین میں نیک ہونیکا راستہ بتلا دیا ہے اور صیانۃ المسلمین میں ایک ہونیکا راستہ بتلا دیا ہے اب عمل کرنا یہ لوگونکی ہمت پر ہے اور صورت اسکی بہت سہل ہے وہ یہ ہے کہ ہر جگہ پر دس دس آدمی ہم خیال ہو کر پنچایت کی صورت بنالیں اور کام شروع کر دیں انشاء اللہ تعالیٰ دس ہی آدمی کے ہم خیال ہو جانیسے ساری بستی پر اثر ہوگا بس اتنا عمل کافی ہے پھر جو کام بھی جس سے لینا چاہیں گے کوئی انکار نہ کریگا۔ صیانۃ المسلمین کا حاصل یہی ہے باقی جو مبلغ و واعظ ہیں ان کے بس کا یہ کام نہیں وہ تو صرف طریقہ بتلا سکتے ہیں اور ترغیب دے سکتے ہیں یہ انتظامی کام مقامی لوگونکے کرنیکا ہے کہ وہ جماعتیں بنا کر کام کرتے رہیں اور مبلغ وقتاً فوقتاً پہونچکر عام لوگوں کو نصائح کرتے رہیں اسکی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں مسلمانوں کی حالت درست ہو سکتی ہے فلاح اور بہبود کا سہرا انکے سر بندھ سکتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ کام کرنے والے مخلص ہوں یہ نہ ہو کہ غیر مخلص اول ہی میں گھس جائیں ورنہ پھر یہ ہوگا کہ صدر ہیں ہوں دوسرا کہیگا میں ہوں اگر مخلص حضرات کام کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہو جائیگی۔ اسلئے کہ جتنی ضرورتیں اسوقت مسلمانوں کو ہیں اس رسالہ میں سب ہیں صرف عملی صورت میں کام شروع کر دینے کی ضرورت ہے لیکن اگر مسلمان کچھ کرنا ہی نہ چاہیں تو اسکا میرے پاس کیا علاج ہے۔

۱۸ر شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۴۷۸) فرمایا کہ اہل حقوق کا حق پہونچانے کی کوشش کر رہا ہوں (یہ وہ وقت تھا کہ اپنے والد صاحب مرحوم کی چار بیبیوں کا حصہ مہر ان کے ورثہ کو پہونچانے کا اہتمام کیا جا رہا تھا کسی ملفوظ میں اسکی تفصیل بھی ہو چکی ہے) جی چاہتا ہے کہ جلد سے جلد پہونچ جائے جتنی جلد حق پہونچ جائیں وتنی ہی جلد طبیعت ہلکی پھلکی ہو جائیگی حق تعالیٰ کی طرف سے غیب سے امداد اسمیں ہو رہی ہے ذرائع ایسے پیدا ہو رہے ہیں کہ مجھپر کوئی ذرہ برابر گرانی نہیں اور برابر اہل حقوق کو ان کے حق پہونچ رہے ہیں۔

(ملفوظ ۴۹۲) ایک صاحب نے ایک شخص کے متعلق عرض کیا کہ حضرت سے وہ شخص سال بھر سے مرید ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں مگر یہ کہتے ہیں درخواست کرتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ اس شخص کے قلب میں طریق کی وقعت اور عظمت ہے یہ بھی غنیمت ہے اس معاملہ میں ان لکھوں پڑھوں سے تو یہ گنوار ہی اچھے ہیں ان کی جو بات ہوتی ہے بیساختہ اور سادگی سے اور خلوص لئے ہوئے ہوتی ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص گاؤں کا رہنے والا مرید ہونے آیا حضرت نے جیسا طریقہ ہے بیعت کا معاصی سے توبہ کرادی اور نماز وغیرہ کی پابندی کا امر فرمادیا وہ کہتا ہے کہ مولوی جی جن باتوں سے تم نے توبہ کرائی ہے یہ کام تو میں کبھی کرتا ہی نہیں اور جو کرتا ہوں اس سے توبہ کرائی ہی نہیں حضرت نے دریافت فرمایا وہ کیا ہے کہتا ہے کہ میں افیم کھاتا ہوں فرمایا اچھا یہ بتلا کہ کتنی کھاتا ہے اتنی میرے ہاتھ پر رکھدے اس ارشاد کی وجہ یہ تھی کہ اسوقت حضرت کی بینائی نہ رہی تھی چنانچہ اس نے ایک گولی بناکر ہاتھ پر رکھدی حضرت نے اسکا ایک حصہ توڑ کر اسکو دکھلایا کہ اتنی کھالیا کر پھر تھوڑے روز بعد اور کمی بتلادیجاویگی اسکی وجہ یہ تھی کہ افیوں کے دفعۃً چھوڑنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ اجی جب توبہ کرلی پھر اتنی اور اتنی کیسی اور ڈبہ افیم کا جیب سے نکالکر دور پھینک کر مارا کہ جا افیم میں نے تجھے چھوڑ دیا اور اپنے گاؤں کو چلدیا گھر پہونچکر دست آنے شروع ہوگئے حضرت مولانا سے دعا کیلئے کہلا کر بھیجا کر تا کہ میں اچھا ہو جاؤں کچھ عرصہ کے بعد تندرست ہو کر آیا اور بعد تعارف دو روپیہ حضرت کی خدمت میں پیش کئے بعد اصرار حضرت نے قبول فرمالئے کہتا ہے کہ مولوی جی روپیے تو لیکر رکھ لئے اور یہ پوچھا بھی نہیں کہ کیسے ہیں حضرت نے دریافت فرمایا اب بتلادے کیسے ہیں کہتا ہے کہ میں دو روپیہ ماہوار کی افیون کھاتا تھا اسکے چھوڑ دینے پر نفس بڑا خوش ہوا کہ اب دو روپیہ ماہوار بچا کریں گے بڑا فائدہ ہوا میں نے کہا کہ تجھے خوش نہ ہونے دونگا یہ دو روپیے اپنے پیر کو دیا کرونگا اب یہ اپنی زندگی تک دیا کرونگا میں کہتا ہوں کہ اس دقیقہ کی طرف شیخ کامل کا ذہن پہونچے تو پہونچے نفس کے کید خفی کو کیسا سمجھا اور اس گنوار نے کیسی خلوص کے ساتھ توبہ کی تکلف کا نام تک نہیں سلف میں البتہ بڑے بڑے لوگوں کی ایسی نظیریں موجود ہیں مثنوی مولانا رومی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی پر

بڑی جدوجہد کے بعد غلبہ پایا اور اُسکے سینے پر چڑھکر بیٹھ گئے تلوار سے اُسکا کام تمام کرنا چاہتے تھے کہ اُس نے آپکے منہ پر تھوکدیا آپ چھوڑکر الگ ہو گئے اُس یہودی کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اُسکے دریافت کرنے پر فرمایا کہ ہمارا جو کام بھی ہوتا ہے اللہ کے واسطے ہوتا ہے نفس کے واسطے نہیں ہوتا جب تک تجھکو پچھاڑا اور تلوار تیرے قتل کو اُٹھائی یہ سب اللہ کے تھا جب تو نے منہ پر تھوکدیا تو ایک نیا غصہ پیدا ہوا اُس سے شبہ ہو گیا کہ اب کہیں اسکا قتل نفس کے واسطے نہو اسلئے چھوڑدیا وہ یہودی ایمان لے آیا اب بھی اللہ کے بندے مخلص موجود ہیں گوکم سہی چنانچہ ابھی کا واقعہ ہے کہ یہاں ایک مسجد جولاہوں کی محلہ میں ہے وہاں کے مہتمم کی درخواست پر کہ وہ بھی جولاہے ہی ہیں اور غریب آدمی ہیں آٹھ روپیہ میں نے مسجد کی مرمت کی مد میں دیئے اور یہ کہدیا کہ فی الحال اتنا ہی انتظام ہو سکا بقیہ کا کچھ اور انتظام کر لیا جاوے انھوں نے اُسمیں سے سات روپیہ رکھ لئے اور ایک روپیہ واپس کر دیا اور کہا کہ آج اتنی ہی ضرورت تھی مدرسہ والے یا انجمن والے قیامت تک بھی واپس نہ کرتے بعض طبیعتیں سلیم ہوتی ہی ہیں ابوالحسن نوریؒ ایک بزرگ ہیں ایک بار دریا کے کنارے جا رہے تھے دیکھا کہ ایک کشتی سے شراب کے مٹکے اتر رہے ہیں معتصم باللہ کا زمانہ تھا اُسکے لئے وہ مٹکے آئے تھے مگر اس اطلاع کے بعد بھی عصا لیکر مٹکے توڑنے شروع کئے کل دس تھے اُن میں سے نو تو توڑ ڈالے اور ایک چھوڑ دیا معتصم باللہ کو اطلاع ہوئی یہ بزرگ بلوائے گئے معتصم باللہ نے دریافت کیا کہ آپنے مٹکے توڑے کیا آپ محتسب ہیں فرمایا کہ محتسب ہوں کہا کس نے محتسب بنایا فرمایا جس نے تمکو بادشاہ بنایا پوچھا احتساب کی سند فرمایا یہ آیت سند ہے یعنی اقم الصلوٰۃ وأمر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علیٰ ما اصابک دریافت کیا کہ پھر آپ نے نو مٹکے توڑے ایک چھوڑ دیا اسکی کیا وجہ فرمایا کہ نو مٹکے توڑنے تک تو خلوص رہا دسویں پر قلب میں عجب پیدا ہو گیا تھا کہ ہم بھی ایسے ہیں کہ کسی سے نہیں ڈرتے چونکہ ہمارا ہر کام اللہ کے واسطے ہوتا ہے نفس کیلئے ایک کام بھی نہیں ہوتا اسلئے ایک مٹکا چھوڑ دیا یہ سنکر معتصم باللہ پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہنے لگا کہ میں آج سے آپکو باقاعدہ محتسب بناتا ہوں دیکھیے ان بزرگ کا جہاں ذہن پہونچا اُس گاؤں والے کا ذہن جس نے افیم کے کھانے سے توبہ کی تھی وہاں تک پہونچا یہ

ہیں وہ علوم جنکے متعلق فرماتے ہیں ؎

بینی اندر خود علوم انبیا   بے کتاب و بے معید و اوستا

(ملفوظ ۴۸۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ریا کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ ایسے کام کر ڈالے جسمیں لوگ ریاکار سمجھیں اور اسکو شرمندگی ہو کہ لوگ مجھکو ریاکار سمجھ رہے ہیں جو شخص بجلی سے ڈرتا ہو اسکو جنگل میں جاکر بجلی کے سامنے کھڑا ہونا چاہئے خوف نکل جائیگا مگر اس علاج کے لئے شیخ کامل کی رائے کی ضرورت ہے ورنہ نفس کو بہانہ ریا کی تقویت کا ملجائیگا۔

(ملفوظ ۴۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امر بالمعروف کے وجوب کی دو شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ مخاطب سے توقع ہو قبول کی اور کم از کم کسی ضرر کا خوف نہ ہو اور ایک یہ کہ مخاطب کو اسکا علم نہ ہو اور اکثر یہی ہے کہ جہاں علم نہ ہو وہاں توقع ہوتی ہے قبول کی اور اگر علم ہو تو اکثر ناگواری کا سبب ہوتا ہے

(ملفوظ ۴۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب ہم لوگوں کو فراغ کے بعد مدرسے سے جلسہ میں سند و دستار ملنے کی تجویز تھی ایک مرتبہ میں نے اور فارغ طالب علموں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کو مدرسے سے سند مل رہی ہے مگر ہم اپنے کو اسکا اہل نہیں سمجھتے اسلئے اگر یہ موقوف کر دیا جاوے تو بہتر ہے ورنہ مدرسہ کی بدنامی ہے مولانا کو جوش آگیا فرمایا کہ کون کہتا ہے کہ اہلیت نہیں ہے اپنے اساتذہ کے سامنے ایسا ہی سمجھنا چاہئے ورنہ خدا کی قسم جہاں جاؤ گے تم ہی تم ہوگے پھر فرمایا کہ میں تواضع سے نہیں کہتا واقعہ ہے کہ علمی لیاقت تو کبھی حاصل ہی نہیں ہوئی مگر اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے عمر بھر کہیں شرمندگی نہیں ہوئی حضرت مولانا پر اسوقت ایک خاص حالت تھی نہایت ہی وثوق سے فرمایا تھا سو الحمد للہ ساری عمر ہی کبھی شرمندگی نہیں ہوئی نہ وعظ میں نہ مناظرہ میں نہ درس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ غالب ہی رکھا مگر اسکے ساتھ ہی میری طبعی حالت تھی اور میں اسکو بے تکلف کہہ سکتا ہوں کہ میں نے دینی طبقات میں سے کسی کو ناراض نہیں کیا نہ علماء کو نہ مشائخ کو اگر ان سے انکی رائے کے خلاف گفتگو بھی ہوئی تو اس طرح سے کہ ادب کو ہاتھ سے نہیں دیا جس سے وہ بھی محبت کے ساتھ پیش آتے خلاصہ یہ ہے کہ دعائیں بہت لیں کسی قسم کے بزرگ ہوں کسی کو ناراض نہیں کیا

(ملفوظ ۴۸۳) ایک صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بزرگوں کے پاس اہل نیت سے

سمجھنا چاہئے کہ جیسے یہ دیندار ہیں ہم بھی ویسے ہی ہو جائیں لیکن اسوقت دین سے اتنی وحشت ہے کہ نسبت تو کیا کرینگے اسکے احتمال سے بھی ڈرتے ہیں چنانچہ میں الہ آباد گیا تھا اور وعظ بھی ہوتے تھے مگر انگریزی اسکولوں کے بعض طلباء نے وعظ میں آنے سے اسلئے اجتناب کیا کہ ہمکو تو دنیا حاصل کرنا ہے کہیں وعظ سنکر ہم فلاں صاحب کی طرح نہ ہو جائیں یہ صاحب بالالتزام وعظ میں آتے اور متاثر ہوتے اب وہ ایک اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہیں اور یہ ڈر ایسا ہے جیسے ایک ڈوم نے یہ سنکر کہ چاند دیکھنے سے روزہ فرض ہو جاتا ہے یہ کہا تھا کہ میں چاند ہی نہ دیکھونگا جو روزہ فرض ہو چنانچہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا مگر اس نے نہ چاند دیکھا نہ روزہ رکھا اور گھر میں کوٹھے کے اندر گھسکر بیٹھ گیا شب کو وہیں سوتا ہوگا جب دو چار دن گذر گئے بیوی نے کہا کہ یہ تو بڑی مصیبت ہے کہ میں کہاں تک یہ بھینس کا گوبر اٹھاؤنگی اور گھر سے نکال دیا آخر جنگل پہونچا وہاں حاجت کا تقاضا ہوا اس سے فارغ ہو کر آبدست لینے کیلئے تالاب پر پہونچا تو تالاب میں پانی کے اندر چاند نظر آگیا کہتا ہے کہ میں تو تجھکو دیکھتا نہیں تو آنکھوں میں روزہ فرض کرانے کے لئے کیوں گھسا آتا ہے تو ایسا ہی ان طلبا کا کہنا تھا کہ ہم وعظ اسلئے نہیں سنتے کہ کبھی ہم بھی فلاں صاحب جیسے نہ بنجائیں اسکی نظیر یہ ہے کہ حکیم کے پاس اس لئے نہیں جاتے کہ کہیں تندرست نہ ہو جائیں اسی طرح یہ دنیا پرست مولوی لوگوں سے گھبراتے ہیں حالانکہ محقق اہل علم ناجائز نوکریاں تک چھوڑنے کو نہیں فرماتے کہ کہیں افلاس سبب نہ ہو جائے کفر کا کیونکہ اب تو معاصی ہی ہیں اور پھر کفر ہوگا بس جو معاصی وقایہ ہو کفر کا اسکو محقق مولوی چھوڑنے کو نہیں کہتے یہ تو ناتجربہ کار کا کام ہے محقق ایسا نہیں کر سکتا یہ تو وہ بات ہوگی کہ چڑھ جا بیٹے سولی پر رام بھلی کریگا بے علم واعظوں کی بدولت لوگ گڑبڑ میں پڑ گئے ورنہ محقق کی یہ شان ہوتی ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانہ میں دس روپیہ کے ملازم تھے حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو نوکری چھوڑ دوں حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں یہ پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں ملازمت چھوڑنا موجب تشویش و پریشانی ہوگا جب پختگی ہو جائیگی اسے تڑا کر بھاگو گے غرض محققین کی یہ شان ہوتی ہے مگر عطائی نسخے استعمال کئے ہیں اسلئے فن طب کو بدنام کرتے ہو کسی حاذق کا نسخہ نہیں استعمال کیا جس سے حقیقت معلوم ہو جاتی

۴۰

(باقی آئندہ)

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کی قدر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے سے ہی معلوم ہوتی ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالی اپنے مقبول بندوں کو ایک لسان عطا فرماتے ہیں جیسے شمس تبریزی کی لسان مولانا رومی ہوئے اور میری لسان مولوی محمد قاسم صاحب رح تھے یہ حضرات عجیب شان کے بزرگ تھے سلف کے نمونہ تھے اللہ کا بڑا فضل ہے کہ ان حضرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا یہی وجہ ہے کہ اور کوئی نظروں میں نہیں سماتا ان حضرات میں کوئی بات تو تھی ہی کہ انکی صحبت سے گنوار لٹھ جاہل ایسے ہو جاتے تھے کہ بعضے علماء میں بھی آج وہ چیز نظر نہیں آتی ان حضرات کی صحبت جسکو نصیب ہو گئی اسکی یہ حالت ہو گئی جسکو فرماتے ہیں ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

مفتی الٰہی بخش حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد خاص تھے کسی کے سوال پر مفتی صاحب نے فرمایا تھا کہ سید صاحب کے تعلق سے پہلے بھی ہم قرآن وحدیث پڑھے ہوئے تھے اور اب بھی وہی قرآن وحدیث پڑھتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ یہی قرآن وحدیث پہلے اور طرح کا نظر آتا تھا اب اور طرح کا نظر آتا ہے۔ سو یہ چیز بزرگوں کی صحبت سے ملتی ہے مگر افسوس ہے اتنی بڑی چیز کو لوگ چھوڑے ہوئے ہیں اور صحبت اختیار نہیں کرتے بڑا ناز ہے علم پر کہ ہم عالم ہو گئے یاد رکھو بدون اپنے کو مٹائے ہوئے کچھ بھی نہیں ہوتا مٹانے کے یہ معنی نہیں کہ کتابیں ہٹا دو نہیں نہیں اپنے کو مٹا دو کہ ہم کچھ نہیں جب تک یہ بات نہ پیدا ہو سمجھ لو کہ دوسرے معنی کر فنا ہو یعنی برباد ہو کو رے ہو کچھ نہیں ہو اب رہا یہ شبہ کہ وہ چیز کیا ہے جو بزرگوں کی صحبت سے نصیب ہوتی ہے اور اپنے کو ان کے سپرد کرنے پر ملتی ہے بات یہ ہے کہ یہ سمجھانے سے مطلق سمجھ میں نہیں آسکتی اگر سمجھایا بھی تو ایسا قصہ ہو جائیگا جیسے ایک اندھے حافظ جی کی حکایت ہے ٹیڑھی کھیر کی وہ اس طرح ہے کہ ایک حافظ جی تھے نابینا انکی ایک لڑکے کے دعوت کی کہنے لگے کیا کھلاؤ گے اس نے کہا کہ کھیر اب گڑبڑ شروع ہوتی ہے اور غلطی میں ابتلا ہوتا ہے حافظ جی نے پوچھا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے اس نے کہا کہ سفید کہنے لگے سفید کسے کہتے ہیں اس نے کہا کہ جیسے بگلا حافظ جی نے پوچھا بگلا کیسا ہوتا ہے اب وہ اسکو کیسے سمجھائے اس نے سامنے بیٹھکر اور ہاتھ موڑ کر سامنے کو کر دیا کہ ایسا ہوتا ہے حافظ جی نے ہاتھ سے ٹٹول کر کہا کہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے حلق سے نیچے کیسے

اُتر سے گی دیکھئے مناسبت نہ ہونیکی وجہ سے کسقدر حقیقت سے دور ہوتے گئے یہ تو تھا بنگلا اور لڑکا تھا بگلا دعوت کی صرف واحد صورت تھی طباق بھر کر لاکر حافظ جی کے سامنے رکھدیتا کہ لو کھاکر دیکھ لو کہ کھیر کیسی ہوتی ہے ایسی ہی آپ گھبراتے ہیں مگر اپنے کو کسی محقق کے سپرد کر کے دیکھو وہ تمکو سختی میں نہ ڈالیگا کھیر کے طباق کی طرح تمہر طریق کو آسان کر دیگا جو بدون مشقت ہی حلق سے اُتر جائیگی۔

(ملفوظ ۴۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ نیک تو ہوتے ہیں مگر اُن میں فہم نہیں ہوتا نیک ہونا اور بات ہے فہیم ہونا اور بات ہے۔

(ملفوظ ۴۵۶) فرمایا کہ ایک درویش سے میری گفتگو ہوئی اُنھوں نے کہا کہ اس آیت کا ترجمہ کیا جاوے لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ فلا ینازعنك فی الامر مقصود یہ تھا کہ اس آیت میں کسی سے نزاع کرنے کی ممانعت ہے یعنی کوئی کسی سے تعرض نہ کرے جو صلح کا حاصل ہے۔ میں نے کہا کہ لاینازعنك فرمایا ہے لا تنازعھم نہیں فرمایا تو اہل باطل کو اہل حق سے جھگڑا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اہل حق کو اہل باطل کے ساتھ جھگڑنے سے منع نہیں فرمایا اسپر شاہ صاحب خاموش رہگئے اسی طرح میرٹھ میں ایک صاحب درویش شیخ الٰہی بخش صاحب رئیس میرٹھ کے خاندان کے پیر آئے ہوئے تھے والد صاحب اُس زمانہ میں اُنکے یہاں مختار ریاست تھے میں بھی اتفاق سے وہاں والد صاحب کے پاس گیا ہوا تھا اُن درویش سے بھی ملنے گیا ان درویش کو یہ معلوم ہوا کہ یہ طالب علم ہے محبت سے بلاکر بٹھایا اور مثنوی کے اشعار کی شرح میں مولانا جامی رحمہ کے یہ اشعار پڑھے ؎

حبذا روز یکہ پیش از روز و شب	فارغ از اندوہ و آزاد از طلب
متحد بودیم با شاہ وجود	حکم غیریت بکلی محو بود

ان اشعار سے بزعم خود وحدۃ الوجود کو ثابت کرنا چاہا میں نے کہا کہ آپ بودیم فرماتے ہیں ہستیم نہیں فرماتے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب تغایر ہے تو اس سے تو وحدۃ الوجود کی نفی ہوئی بس مبہوت رہگئے کچھ نہیں بولے اور اُس تمام خاندان میں اسکی شہرت ہوگئی مجھکو خیال ہوا کہ شاید ان لوگونکو ناگوار ہوگا اسلئے کہ ان کے پیر ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ اسکا عکس ہوا چنانچہ شیخ صاحب کے بھتیجے غلام محی الدین مرحوم جو کہ ہر پہلو سے ریاست کے روح رواں تھے اُنھوں نے مجھکو قصداً بلایا اور واقعہ کی تفصیل پوچھی میں نے سب بیان کر دیا تو سنکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ خوب کیا اور میں بھی اُن درویش

کے کہنے پر اتنا جواب دیا مگر خود ابتدا نہیں کی اور نہ کوئی بے ادبی کی اور اُن کے اشعار پڑھنے سے متاثر میں بھی ہوا مگر حدود شرعیہ کی حفاظت ضروری تھی اسلئے جواب دینا پڑا۔

(ملفوظ ۴۸۷) فرمایا کہ جو لوگ بوقت ضرورت مجھسے کچھ قرض لے لیتے ہیں جب کوئی قسط ادا کرنے آتے ہیں تو اُنکو پاس بٹھلا لیتا ہوں اور اپنی یادداشت میں وصول لکھکر اُن کو بھی دکھلا دیتا ہوں کہ دیکھو یہ وصولیابی لکھ لی ہے محض اس خیال سے کہ اُنکو یکسوئی ہو جائے یہ خیال نہ رہے کہ شاید وصول لکھنا یاد نہ رہے

(ملفوظ ۴۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اتنا بخل محمود ہے کہ جس سے آدمی انتظام کر سکے اور اپنے دل کو تشویش اور پریشانی سے بچانے کیلئے کچھ پیسے اپنے پاس رکھے بدون اتنے بخل کے انسان منتظم نہیں ہو سکتا اور یہ بخل لغوی ہے شرعی نہیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی نفس کے بہلانے کو دو چار پیسے ضرور اپنے پاس رکھے۔

(ملفوظ ۴۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ماموں امداد علی صاحب حکیمانہ دماغ رکھتے تھے گو مسلک میں اُن سے ہمارا اختلاف تھا مگر بعضی باتیں بڑے کام کی فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک بار یہ فرمایا کہ میاں دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت کہیں اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دینا واقعی بڑے ہی کام کی بات فرمائی لوگ دوسرونکی فکر میں رہتے ہیں اپنی فکر نہیں کرتے جس سے دوسروں کی کوئی خفیف سی مصلحت تو محفوظ ہو جاتی ہے مگر اپنا ضرر عظیم ہو جاتا ہے اور ممدوح ظریف بھی بہت تھے ایکمرتبہ رڑکی قیام تھا بارش ہو کر ختم ہوئی تھی کیچڑ ہو رہی تھی ایک صاحب کو دیکھا کہ جلدی جلدی چل رہے ہیں ماموں صاحب نے فرمایا کہ میاں کیچڑ ہو رہی ہے اس طرح نہیں چلنا چاہیئے اندیشہ گر جانیکا ہے وہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں گر نہیں سکتا اقلیدس کی قاعدہ سے چلتا ہوں یہ کہکر آگے کو بڑھے کہ دھڑام سے زمین پر ماموں صاحب فرماتے ہیں کیوں صاحب کونسی شکل بنی ۔ رڑکی ہی کا یہ بھی واقعہ ہے کہ ایک مولوی صاحب باہر سے مہمان آئے اور ایک وہاں ہی مقیم تھے اور دونوں خوب موٹے تھے دونوں کی توند نکلی ہوئی تھی ملاقات کے وقت دونوں نے معانقہ کیا تو ماموں صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا یہ تو معانقہ نہیں ہوا مباطنہ ہو گیا پیٹ سے پیٹ ملگئے۔

(ملفوظ ۴۹۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایسے ایسے بھی فہیم لوگ دنیا میں آباد ہیں یہاں پر ایک صاحب

آئے تھے یہ کہکر گئے ہیں کہ اس تربیت کے اس طرز کا بھید ہی سمجھ میں نہیں آتا بتلایئے یہاں کون سے اسرار ہیں راز ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے۔

(ملفوظ ۴۹۱) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایسی کوتاہ نظری اور ایسی کوڑ مغزی کی بھی کوئی حد ہے پھر کہتے ہیں کہ ہم پر سختی کیجاتی ہے پہلے رنجیدہ کرتے ہیں پھر کچھ کہا جاتا ہے تو رنجیدہ ہوتے ہیں ایسوں سے تو یہ ہی کہنا اسلم ہے کہ بس یہاں سے جاؤ ہم بُرے ہی سہی کون ان کوڑ مغزوں کی چاپلوسی اور غلامی کرے غیرت کے بھی تو خلاف ہے ہیں تو اپنے متعلق کسی شبہ کو دور کرنا بھی غیرت کے خلاف سمجھتا ہوں جیسے بیٹی کے بارہ میں کوئی پیام والا کہے کہ سنا ہے کہ تمہاری بیٹی کانی ہے تو کیا وہ جواب میں یہ کہنے بیٹھے گا کہ کانی نہیں بہت حسین ہے بلکہ یہی کہے گا کہ وہ صرف کانی ہی نہیں وہ تو اندھی ہے تم نہیں چاہتے تو کہیں اور جاؤ تو کیا طریق کی اتنی بھی وقعت نہ ہو۔ کہ دوسرا اعراض کرے اور ہم اسکو ترغیب دیں لیکن جس چیز کی اصلاح فرض ہے وہاں تبلیغ ہر حال میں فرض ہے مگر تبلیغ کا رنگ اور ہے اور اس ترغیب کا رنگ اور جنمیں وجدانی فرق ہے تو ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی۔

۱۹ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۴۹۲) ایک مضمون کے سلسلہ میں فرمایا کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ بڑے حکیم ہیں ہر معاملہ پر انکا کلام موجود ہے حتیٰ کہ سلطنت کے معاملات میں بھی رائے دیتے ہیں میرا تو خیال ہے کہ آجکل اہل حکومت شیخ ہی کی تعلیم اور تجربات کا اکثر حصہ لئے ہوئے ہیں جسپر عملدرآمد ہے اچھی بات پر کوئی بھی عمل کرے اسکا فائدہ پہونچتا ہی ہے اگر اہل حکومت مسلمان ہوتے تو اور بھی نور علیٰ نور ہوتا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے باوجود اسکے کہ سلطنت نہیں کی مگر پھر بھی اسقدر تجربات بیان فرمائے فرمایا کہ روشن دماغ تھے جب اللہ کی اطاعت ہوتی ہے قلب میں ایک نور ہوتا ہے۔ شیخ نے جسقدر سلطنت کی بقا کی تدابیر بیان فرمائی ہیں نہایت حکیمانہ ہیں اگر ایسی تدابیر حدود شریعت کے ماتحت اختیار کیجائیں کوئی حرج نہیں بلکہ ایک خاص برکت ہوتی ہے اور شریعت کے

تجاوز کرنے سے فی الحال بے برکتی اور فی المآل زوال ہوتا ہے اور حاصل اکثر تدابیر کا یہ ہے کہ لا یخدع (بصیغہ معروف) ولا یُخدع (بصیغہ مجہول)۔

(ملفوظ ۴۹۳) فرمایا کہ میں تو لیڈیوں کو ساحر کہا کرتا ہوں بات کرنا ان سے غضب ہے بہت جلد دوسرے کو اپنا ہم خیال بنا لیتی ہیں اس فن میں کمال ہے ایک واقعہ ہے کہ ایک نیکبخت بی بی کی آنکھوں میں کچھ امراض پیدا ہو گئے تھے انکو ہر چند سمجھایا گیا اور کئی سال تک سمجھایا گیا کہ ڈاکٹر کو آنکھیں دکھلا دی جائیں شرعاً جائز ہے مگر وہ بوجہ شرم و حیا کے منظور نہ کرتی تھیں اتفاق سے سلسلہ علاج ہی میں ان بی بی کا سفر لکھنؤ کا ہوا وہاں انھوں نے کہا اگر کوئی عورت ڈاکٹرنی آنکھوں کا علاج کرنے والی ہو اسکو دکھلا سکتی ہوں چنانچہ دو میمیں انکو دیکھنے کے لئے بلائی گئیں انھوں نے بھی دیکھکر وہی رائے دی اور اس قسم کی تقریر کی کہ انکو اسپر آمادہ کر دیا کہ ڈاکٹر کو آنکھ دکھلا دونگی جب وہ چلی گئیں تب ان بی بی کی سمجھ میں آیا کہا کہ میں نے اب ڈاکٹر کو آنکھ دکھلانیکا ارادہ کر لیا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ تمام عمر کبھی کسی لیڈی سے نہ ملونگی ان سے ملنا سخت خطرناک ہے یہ تو جادوگرنیاں ہیں ان کی گفتگو سے میں اسقدر مغلوب ہوئی کہ رای بدل گئی

(ملفوظ ۴۹۴) ایک صاحب نے حضرت والا سے کچھ مشورہ چاہا جسکا تعلق مستقبل بعید سے تھا فرمایا کہ میں نے تجربہ کیا ہے کہ آدمی کو ایسے مستقبل کے سوچ وبچار میں نہ پڑنا چاہیے یہ ایسا سلسلہ ہے کہ تا زیست اس سے نجات مشکل ہے اگر آدمی اسکے پیچھے پڑے پاگل بنجائے بس راحت اسی میں ہے کہ جو واقع ہوتا جائے یا اسکا وقوع غالب ہو اسکا حق ادا کرتا رہے۔

(ملفوظ ۴۹۵) ایک مضمون کے سلسلہ میں فرمایا کہ آجکل کمال کی غایت مقصودہ مال رہگیا تمام کمالات کا خلاصہ یہی ہے۔

(ملفوظ ۴۹۶) ایک صاحب کا تذکرہ ہوا فرمایا کہ کس ذوق سے تو لوگ تعلق پیدا کرتے ہیں اور پھر کچھ نہیں لوگ سیر ہو جاتے ہیں اسی سیری کی مذمت میں کہتے ہیں ؎

مصلحت نیست مرا سیری ازآں آب حیات ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی

فرمایا کہ اگر دلی طلب نہ ہو تو ظاہری تباہ ہی ہو یہ بھی بہتر نباہ سے اکثر طلب بھی پیدا ہو جاتی ہے شرم آنا چاہیے کہ اصرار کر کے تو تعلق پیدا کیا دوسرا انکار کر رہا تھا اب ضعف تعلق پر وہ کیا کہیگا

یہی سمجھکر نباہ کرے۔

(ملفوظ ۴۹۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے آج کل کے غالب حالات پر نظر کر کے تبحر فی العلوم کو فرض عین فرمایا تھا جس سے مجھکو تو ضروری تبحر کا بیحد شوق ہو گیا ہے کیا سہولت کے ساتھ کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے کہ وقت بھی زائد صرف نہ ہو اور قابلیت بقدر ضرورت پیدا ہو جائے فرمایا کہ یہ کون مشکل ہے اسکی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شفیق اُستاد توجہ کرے تو اول ایک کتاب ادب کی پڑھا خواہ مفید الطالبین ہی ہو مگر اس طرح کہ اسمیں صرف و نحو کے قواعد بھی ساتھ ساتھ جاری کرا تا جائے اور ایسے قواعد کچھ زیادہ نہیں ہیں پندرہ بیس ہوں گے جس سے صرف اتنا معلوم ہو جائے کہ اس کلمہ پر زبر کیوں آیا زیر کیوں ہے اسکے بعد قرآن شریف کا ترجمہ اسی طرح ہو کہ اسمیں بھی قواعد جاری کرائے اور ایک کتاب حدیث شریف کی پڑھا دی جائے مثلاً مشارق الانوار کہ بہت بڑی بھی نہیں اور ایک کتاب فقہ کی جیسے قدوری اسکے بعد یا ساتھ ساتھ دو تین کتابیں صرف نحو کی پڑھا بھی دی جائیں اس سے مناسبت پیدا ہو کر ضروری کتابوں کا مطالعہ بہت سہل اور آسان ہو جائیگا۔

(ملفوظ ۴۹۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعد مرجانیکے جسم کو قطع کرنے سے یا اسکے احراق کیا روح کو کوئی تکلیف ہوتی ہے فرمایا کہ روح کو الم یعنی دکھ نہیں ہوتا البتہ قلق و حزن ہوتا ہے جیسے مثلاً کسی کی رضائی بدن سے اوتار کر جلا دی جائے تو چونکہ اُس سے ایک زمانہ تک ملابست رہ چکی ہے اُس قلق اور رنج ہوتا ہے مگر ویسی تکلیف نہیں ہوتی جیسے اگر زندہ جسم جلے یا دوسری مثال سے سمجھ لیجئے کہ جسم کے فالج زدہ حصہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی چاہے پھاڑیئے چیریئے بس اسی طرح روح کو ایسی چیز سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہاں قلق ضرور ہوتا ہے جسکی وجہ موانست ہے۔

(ملفوظ ۴۹۹) ادائے رقوم مہر کی تقسیم کے سلسلہ میں جسکا ذکر اوپر آ چکا ہے کہ اپنے والد صاحب مرحوم کی ازواج اربعہ کے مہر کے حصص مستحقین کو ادا کئے گئے فرمایا کہ میں نے کاندھلے والوں کو جو بفضلہ تعالیٰ معزز اور ذی وسعت ہیں اور جن کا حصہ بہت ہی حقیر رقم تھی لکھا ہے کہ اس تھوڑی سی رقم کا قبول کرنا آپ لوگوں کی شان کے بالکل خلاف ہے لیکن اگر ادا نہ کرتا تو اور کیا کرتا اہل حقوق کو حق دینا تو ضروری تھا امید ہے کہ آپ ایک مسکین کی خاطر سے اسکو قبول فرمالیں گے جو آپ حضرات کی اور زیادہ وقعت اور عظمت کا سبب ہوگا اس کے متعلق ایک انتظام میں نے یہ کیا کہ ان صاحبوں کو براہ راست رقوم

نہیں بھیجیں کہ طبعًا زیادہ خجلت کا سبب ہوتا بلکہ مولوی زکریا صاحب کاندھلوی مدرس حدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ذریعہ سے یہ مضمون اور رقم بھیج رہا ہوں آج سہارنپور منی آرڈر کرنیکا خیال ہے اور اگر کوئی صاحب جانے والے ملگئے اُن کے ہاتھ بھیجدونگا براہ راست اسلئے نہیں بھیجتا تاکہ لینے والوں کو گرانی نہ ہو شرمائیں نہیں مجھے اسکا بھی خیال ہے کہ میری وجہ سے کسی پر گرانی یا بار نہ ہو ان باتوں پر مجھکو لوگ وہمی کہتے ہیں۔

۱۹ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۵۰۰) ایک صاحب نے تعویذ مانگا فرمایا کہ یہاں تعویذ لینا آئے ہو کیا پچھلی اذیتیں پہونچانا بھول گئے اب یہ چاہتے ہو کہ یہاں آنے کو بھی منع کردوں کیا ایسی صورت نہیں ہوسکتی کہ کسی کے ذریعہ سے اپنا کام نکال لو اور مجھکو معلوم بھی نہ ہو کہ کسکا کام ہے۔ اب یہاں کیوں بیٹھے ہو کیا پچھلی اذیتیں یاد دلانیکو بیٹھے ہو مجھکو تمھاری صورت دیکھکر سب باتیں ستانیکی تازہ ہوگئیں۔ فرمایا کہ اگر کسی کے ساتھ تحمل کا برتاؤ کیا جائے تو وہ آگے کو بڑہتا ہے۔ جو شخص کسی کی رعایت کرے اسکو چاہئے کہ وہ بھی دوسرے کا خیال رکھے مگر آجکل رعایت کرنیسے لوگ آزاد ہوجاتے ہیں۔ کیا صبر کرنے سے قلب سے اثر بھی مٹ جاتا ہے کیا سرخرو ہوکر تعویذ مانگنے بیٹھے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے تو راہ بھی بتلادی کہ کسی اور کے ذریعہ سے کام نکال لینا چاہئے فرمایا کہ میں تو اسکی بھی رعایت رکھتا ہوں کہ کسی کے کام میں خلل نہ ہو مگر لوگ میری رعایت کا خیال نہیں رکھتے۔

(ملفوظ ۵۰۱) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے یہ صاحب اہل علم ہیں لکھا ہے کہ دنیاوی معاملات میں تکلیف دینے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر چونکہ میں اپنے کو غلام بنا چکا ہوں اسلئے کوئی نقل وحرکت بلا مشورہ کرنا نہیں چاہتا فلاں معاملہ میں حضرت والا سے مشورہ درکار ہے (جواب) بلا استیعاب مصالح مشورہ دینا خلاف دین ہے اور مجھکو استیعاب حاصل نہیں اسلئے میں مشورہ نہیں دیسکتا۔

(ملفوظ ۵۰۲) اسکا ذکر تھا کہ اگر مسلمان احکام اسلام کی پابندی پوری طرح کریں تو غیر مسلم اقوام پر اسکا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے فرمایا ایک ماہواری رسالہ میں ایک انگریز کے رسالہ کا ترجمہ نکلا تھا

میں نے اُس میں یہ حکایت دیکھی کہ وہ انگریز عرب کے کسی علاقہ میں سیاحت کیلئے گیا اور اس نے وہاں چند بدوی رہنمائی وغیرہ کیلئے ملازم رکھے جو اسکے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر رہتے تھے اور کوئی کام بدون اسکی اجازت کے نہ کرتے تھے ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ سب گھوڑوں پر سوار جا رہے تھے کہ ان بدویوں نے بغیر اسکی اجازت ایکدم گھوڑے روک لئے اسکو تعجب ہوا کہ بدون اسکی اجازت کے یہ کیا کیا دیکھا تو وہ سب اتر کر کسی جگہ پانی جمع تھا وہاں پہونچے اور وضو کر کے صف بستہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے اُس نے یہ منظر پہلی ہی بار دیکھا تھا انکو دیکھتا رہا وہ انگریز لکھتا ہے کہ جسوقت میں نے انکو اس حالت میں دیکھا ہے تو اُنکی ایک عظمت میرے قلب میں پیدا ہوئی ادھر میں نے اپنے کو دیکھا الگ کھڑا ہوں تو اسوقت میں ان کی صف سے الگ کھڑا ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ایک معزز جماعت کے سامنے ایک ذلیل آدمی کھڑا ہو بس یہ اول تاریخ تھی جسمیں مجھکو اسلام کے ساتھ محبت ہوئی اور اسکے بعد سے مجکو ان بدوؤں پر حکمرانی کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی تھی - فرمایا یہ انگریز اس روز سے مجبار اسلام میں داخل ہو گیا گو مسلمان تو نہیں ہوا مگر اسلام کی محبت ووقعت وعظمت اسکے قلب میں ہو گئی - فرمایا کہ ایک دوسرا واقعہ ہے یہاں کے ایک رئیس بیان کرتے تھے کہ ریل کے سفر میں میرا ایک انگریز کا ساتھ ہو گیا میں نماز کے وقت پر نماز پڑھنے لگا وہ اس سے قبل بہت ہی آزادی سے کمر لگائے ہوئے بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا مگر مجھکو نماز پڑھتے دیکھکر اس نے پھر کمر نہیں لگائی نہایت ادب کے ساتھ پانو سمیٹکر بیٹھ گیا ان رئیس کا ایک دوسرا ہمراہی سفر انگریز کی ساتھ ایک واقعہ ہے کہ انکو استنجے کی ضرورت ہوئی یہ ریل کے ڈبہ میں ٹہلتے ہوئے استنجا سکھلانے لگے فراغ کے بعد انگریز نے ان سے کہا کہ میں کچھ پوچھ سکتا ہوں انھوں نے کہا کہ ضرور کہنے لگا کہ یہ طریقہ استنجا سکھانے کا کیا اسلام کی تعلیم ہے کہ سب کے سامنے اسطرح استنجا سکھایا جائے انھوں نے جواب دیا کہ یہ میرا فعل ہے اسلام کی تعلیم نہیں کہنے لگا مجکو بھی تعجب ہے کہ اس طریق میں تو ایک قسم کی بیحیائی ہے اور اسلام نہایت مہذب مذہب ہے وہ ایسی بیحیائی کی تعلیم نہیں دیسکتا دیکھئے اسپر کسقدر اثر ہوا

(**ملفوظ** ۵۰۳) فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر عربی دین کی غرض سے بھی نہ پڑھے تو دنیا ہی کے واسطے ضرور پڑھے اس سے اعلیٰ درجہ کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے مگر آجکل ہمارے ان کرتوں پاجاموں کو دیکھکر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کیا جانتے ہونگے یہ تو یوں ہی اول جلول ہیں اور انگریزی لباس چاہیے وہ

ی کا ہو مگر ہو کوٹ پتلون تو اسکو قابلیت کی دلیل سمجھتے ہیں اور ہم اُن سے یہ کہتے ہیں کہ آپ کے نزدیک یہ لباس عزت کے خلاف ہے اور ہمارے نزدیک وہ لباس دین کے خلاف ہے فانا نسخر منکم کما تسخرون ہنسنے کا جواب یہ ہے۔

ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے انکو کسی ظاہری شان و شوکت کی ضرورت نہیں ہوتی اُن کے اندر ہی سب کچھ ہے بہت سے کمالات ان حضرات کے ایسے ہوتے ہیں کہ بیان میں بھی نہیں آسکتے اگر ذوق اور فہم سلیم ہو تو وجدان ہی سے معلوم ہوسکتے ہیں اسپر میں ایک شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست — بسیار شیوہ ہاست بتاں راکہ نام نیست

ان تو یہ شان ہوتی ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

اے دل آں بہ کہ خراب از مئے گلگوں باشی — بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

اور فرماتے ہیں ؎

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند — دلبر ماست کہ با حسن خدا داد آمد

اور فرماتے ہیں ؎

نباشد اہل باطن در پئے آرائشِ ظاہر — بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

ملفوظ) فرمایا ہمکو ترقی کا دشمن کہا جاتا ہے حالانکہ ایسی دشمنی کو اپنی غرض کیلئے خود بھی پسند کرتے ہیں چنانچہ میں نے ایک صاحب سے سلسلہ گفتگو میں اسکی ایک مثال بیان کی تھی عجیب مثال ہے کہ باورچی دس روپیہ کا ملازم ہے اسکو کسی شخص نے کہا کہ ہم تجھکو بیس روپیہ دیں گے تم ہمارے یہاں آجاؤ اگر وہ اسکو قبول کرلے اور آپکو معلوم ہو تو کیا کہیں گے آپ یہ ہی کہیں گے کہ بڑا ہی بیوفا تھا ہمارا کچھ بھی خیال نہ کیا اور اگر وہ انکار کردے اور اس دس روپیہ ہی پر قناعت کرے اور بعد میں اس واقعہ کا علم ہو کہ اس نے بیس روپیہ کو قبول نہیں کیا تو آپ پر اسکا کیا اثر ہوگا آپ یہ ہی کہیں گے کہ بڑا ہی باوفا ہے تو دیکھئے اس واقعہ میں اسکی ترقی قبول کرنے پر آپ خفا اور ترقی سے انکار کردینے پر خوش ہوئے سو اگر علماء بھی رضائے حق کے واسطے ایسا ہی کریں تو انپر کیوں الزام ہے یہ مثال ستکم منصف پر بیحد اثر ہوگا اور بہت ہی خوش ہوگا۔

(ملفوظ ۵۰۶) فرمایا کہ میں تو انگریزی کے جدید تعلیم یافتہ طلبا کے متعلق ایک رائے دیا کرتا ہوں
کہ مختصر چھٹیاں اور تعطیلات جو انکو ملتی ہیں انکو تو وہ اپنے کھیل کود کیلئے رکھیں اور بڑی تعطیل
نصف حصہ بھی کھیل کود میں صرف کریں اور نصف کسی اہل باطن اہل علم کی صحبت میں گذاریں
اور جو کچھ وہ کہیں اسکو سنا کریں اگر اعتقاد سے بھی نہ سنیں تو انکار سے بھی نہ سنیں خلو ذہن کی
سنا کریں میرا تو یہ دعویٰ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس طرز سے چند روز میں ان کے قلب میں دین
ہو جائیگا۔ حضرت اسکی بڑی ضرورت ہے کہ آدمی مسلمان تو ہو اب تو اسی کے لالے پڑ گئے ہیں
مسلمان مسلمان ہی نہیں رہے۔ نیز میں کہا کرتا ہوں کہ داماد بنانے کیلئے لڑکے کے مالدار ہونے
دیکھتے ہو خوبصورت ہونیکو دیکھتے ہو لکھا پڑھا ہونیکو دیکھتے ہو مگر یہ بھی تو دیکھا کرو کہ وہ مسلمان
بھی ہے یا نہیں اسمیں ایمان بھی ہے یا نہیں۔ بریلی میں ایک انگریزی داں لڑکا تھا بری صحبت
اسکے عقائد خراب ہو گئے تھے میں بریلی گیا ہوا تھا انکے دادا نے مجھسے کہا کہ اسکو نماز پڑھنے کو کہ
میں نے بدون کسی تمہید کے صاف لفظوں میں پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے کہا کہ میں اللہ
کا قایل نہیں نماز کسکی پڑھوں وہ لڑکا ایک مسلم کالج میں تعلیم پاتا تھا میں نے اس لڑکے کے دادا
کہا کہ آپ نماز کی تبلیغ کراتے ہیں یہ تو مسلمان بھی نہیں اسکو اول اسلام کی تعلیم کی ضرورت
اُن بیچاروں کو یہ سنکر بیحد صدمہ ہوا اور مجھسے مشورہ لیا کہ اب کیا کروں میں نے کہا کہ اسکو اُ
کالج سے اٹھا کر گورنمنٹ اسکول یا کالج میں داخل کرو انکو تعجب ہوا کہ یہ کیا بات اسلامی کا
میں تو یہ کافر ہوا اور غیر اسلامی میں مسلمان ہو جاویگا۔ میں نے کہا کہ میں اسوقت اسکی حکمت
بتلاؤنگا غرض انھوں نے ایسا ہی کیا سو چونکہ اسلامی کالج میں سب ایک ہی مذہب کے
اسلئے آزادی کے ساتھ جو چاہتا تھا بکتا تھا اور گورنمنٹ کالج میں بہت سے غیر مسلم بھی
وہ اسلام پر اعتراض کرتے تو قومیت کی محبت میں اسکو ناگوار ہوتا انکو جواب دیتا اس طرح ا
کا اثر قلب میں پیدا ہوتا رہا اور چند روز میں پکا اور کٹر مسلمان ہو گیا یہ حکمت تھی اس صورت میں
ایک تدبیر تھی نہایت دقیق اور میں تو بحمد اللہ اکثر تدابیر ہی سے کام لیتا ہوں۔ وجہ یہ کہ اوّل تو
میں قوت باطنی ہے نہیں ہاں قوت بطنی تو ہے دونوں وقت پیٹ بھر کر کھا لیا لیکن میں کہتا ہوں
کہ اگر قوت باطنی ہوتی بھی تو بھی میں اس سے کام نہ لیتا اسلئے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت نہیں

بال تھی کہ ابولہب اور ابوجہل ایمان سے رہ جاتے اگر حضور قوت باطنی سے کام لیتے نیز عبدیت کے
ی خلاف ہے خدا پر چھوڑ دینا چاہئے اور تبلیغ وتدبیر اس تفویض کے خلاف نہیں کیونکہ اسکا حکم خدا نے
ی نے لیا ہے پھر فرمایا جی تو چاہتا ہے کہ مسلمان مسلمان ہوں پھر اگر امیر کبیر بھی ہوں بلکہ سلاطین بھی ہوں
کوئی حرج نہیں ہاں عیسائی نہ ہوں نیچری نہ ہوں ہندو نہ ہوں ملحد نہ ہوں دیکھئے میں صرف یہ چاہتا ہوں
امارت کا مخالف ہوں نہ سلطنت کا مگر لوگ مولویوں کے متعلق نہ معلوم کیا کیا خیال لگائے بیٹھے ہیں
یہ مسلمانوں کو پستی سکھلاتے ہیں۔

۵۰۷
ملفوظ) فرمایا کہ میں جب تقریر کرتا ہوں اسوقت دل میں یہ عزم راسخ ہوتا ہے کہ مخاطب میں دین
پیدا ہو جائے۔

۲۰ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

۵۰۸
(ملفوظ) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک آوارہ لڑکے کے متعلق اسکے والد کو میں نے مشورہ دیا ہے
اسکو بزرگوں کے حالات کی کتاب مثلاً نزہۃ البساتین پڑھنے کو دیدیجائے اولیاء اللہ کے تذکرہ میں بڑی
برکت ہوتی ہے اور میں نے یہ بھی کہدیا ہے کہ جو حکایت سمجھ میں نہ آوے اسکو چھوڑ دیا جاوے اسمیں غوض
نہ کیا جاوے اسلئے کہ اسمیں بعض حکایات ایسی ہیں کہ ظاہر نظر میں اُنکا مضمون خلاف شریعت معلوم
ہوتا ہے پھر اس مشورہ کے متعلق یہ فرمایا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ مشقت نہ ہو اور اصلاح ہو جائے اور
یہ طریقہ بزرگوں کی حکایتوں کے دیکھنے سے حاصل ہو جاتا ہے کہ ظاہر میں کوئی خاص مجاہدہ نہیں اور
اندر اندر سب کچھ اثر ہو رہا ہے فرمایا کہ مقبولین کے حالات دیکھنے اور پڑھنے کے بارہ میں حق تعالیٰ بھی
اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فؤادک
یعنی ہم آپ سے انبیاء کے ایسے قصے بیان کرتے ہیں جس سے آپکے دل کو مضبوطی دیں۔ فرمایا کہ نزہۃ
البساتین میں اکہتر سے زیادہ حکایات ہیں تو جہاں اکہتر ختم لگیں گے کہاں تک یا وہ فاسد نہ نکلیگا۔

۵۰۹
(ملفوظ) حضرت والا نے ایک صاحب سے پانی پینے کیلئے منگایا کٹورہ میں پانی زائد دیکھکر فرمایا کہ اسکو
کم کرکے لاؤ طبیعت اسقدر ضعیف ہے کہ زائد پانی ہونے کی وجہ سے طبیعت گھبراتی ہے تھوڑا سا بھی

نہیں بیٹھا جاتا دسترخوان پر اگر روٹی زائد آجائے تو ایک روٹی بھی راحت سے نہیں کھا سکتا اب بتلائیے
بعض انتظامات کی یہ بنا ر کیسے سمجھاؤں پھر اس پر مواخذہ کرتے ہیں کہ تکنے سے تکلیف ہوتی ہے کہتے ہیں
کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ دیکھنے سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔

(ملفوظ [۵۱۰]) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے ایک بار فرمایا تھا کہ آجکل تبحر فی العلوم قریب قریب فرض
عین ہے فرمایا جی ہاں وجہ اسکی یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں عام لوگوں میں انقیاد اور بزرگوں پر اعتماد زیادہ ہوتا تھا
اُنکی تقلید علم و عمل کے لئے کافی ہوتی تھی اب یہ نہیں رہا تو پھر اب کونسی صورت ہے حفاظت دین کی
بس یہ حفاظت اسی میں ہے کہ ہر شخص ضروریات کا درسی عالم ہو اس لئے کہ ایسا نہ کرنے میں نہ تو خود دین
سمجھ سکتے اور سمجھانے والے پر اعتماد کرنے سے عار ہے تو اب دین کی حفاظت کی واحد صورت
یہی ہے کہ ہر شخص اسقدر علم دین حاصل کرے کہ جس سے دین کو سمجھ سکے ورنہ آگے چلکر اندیشہ ہے گمراہی
میں پھنس جانیکا اسوجہ سے میں تبحر فی العلوم کو تقریباً فرض عین کہتا ہوں۔

(ملفوظ [۵۱۱]) فرمایا کہ آجکل اکثر لوگ محل بے محل جوش میں کہدیتے ہیں کہ دین کے لئے جانیں دیدینی چاہئیں
اس سے ہم بھی متفق ہیں بشرطیکہ قاعدہ سے ہو مراد قاعدہ سے شرعی قاعدہ ہے قاعدہ سے جان
میں ارمان تو نہیں ہوتا یہ تو اطمینان ہوتا ہے کہ محل میں جان صرف ہوئی اور بے قاعدہ اور بے اصو
کس طرح دیدی جائے اسکے دینے کیلئے بھی تو شریعت مقدسہ نے اصول بیان کئے ہیں اور جب ہمکو
معمولی باتوں میں احکام کا مکلف بنایا ہے تو اتنی بڑی چیز یعنی جان دینے کے باب میں کیسے آزاد چھوڑ

(ملفوظ [۵۱۲]) فرمایا کہ آجکل لوگ حکومت کے بعض قواعد سے ناخوش ہیں اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ اُن قوا
کی تحت میں ہر وقت روپیہ گھسیٹنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ رعایا کی مصلحت اور رعایا کی راحت کی ذرہ برا
نہیں پہلے سلاطین میں یہ بات نہ تھی گو اور قسم کے ظلم ہوں۔

(ملفوظ [۵۱۳]) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ جتنے فرقے جیو ہتیا پر معترض ہیں اُنکو انسان ہتیا کی ذرہ
پرواہ نہیں۔ انکے یہاں سانپ بچھو بھنگا مچھر کیڑی مکوڑے سبکی حفاظت ہے اگر نہیں تو آدمی کی حفاظت

(ملفوظ [۵۱۴]) ایک لفافہ پر ٹکٹ بالکل صاف تھا ڈاکخانہ کی مہر سے بھی بچ گیا تھا حضرت والا نے اسے
چاک کر ڈالا اور فرمایا کہ بعض لوگ تو اسکے استعمال کو جائز کہتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اگر جائز ناجائز کا
نہ ہو تب بھی اپنے نفس کا تو معالجہ ضروری ہے ایسی جائز چیزوں سے بھی ناجائز کی عادت پڑتی ہے نفس

اور میں تو ایسے دوبارہ انتفاع حاصل کرنیکو ناجائز سمجھتا ہوں ایسی باتوں سے عوام کی جرأت بڑھتی ہے ایسی جزئیات میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۲۰ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۵۰۱) اصول طب کا ذکر تھا اس سلسلہ میں حضرت والا نے فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ طب میں جہاں تفریح کی اور چیزوں کو مدون کیا ہے دو چیزوں کو مدون نہیں کیا ایک تو مال کا مالک بنا اور ایک چھوٹے بچوں سے مشغول ہونا ایک طبیب بھی مجلس میں موجود تھے انھوں نے عرض کیا کہ شیخ بو علی سینا نے لکھا ہے دق کے علاج میں کہ اسکو مال کثیر کا مالک بنا دیا جاوے یہ بھی اس مریض کے اچھا ہونے کی تدبیر ہے فرمایا کہ یہ تو نہیں لکھا کہ اسقدر زیادہ مال کا مالک نہ بناوے جس سے شادی مرگ ہو جاوے۔ عرض کیا یہ بھی لکھا ہے۔ فرمایا واقعی حکیم تھا ان چیزوں سے طبیعت کو اور خیال کو قوت پہنچتی ہے۔ اور خیال کو ایسے آثار میں بڑا دخل ہوتا ہے اس قوت خیالیہ پر ایک حکایت یاد آئی سہارنپور میں ایک گنوار کا مقدمہ حاکم کے سامنے پیش ہوا جنکا نام ظہیر عالم تھا کہنے لگا کہ ذرا ٹھیر جا میں نے دیوبند والے حاجی جی سے تیرے واسطے ایک (تویج) تعویذ لکھوا لیا تھا۔ وہ میں باہر بھول آیا وہ لے آؤں تب پوچھیو کیا پوچھیگا حاکم اسوقت تک آزاد خیال کے تھے ایسی چیزوں کے یہ لوگ معتقد نہیں ہوتے۔ حکم دیا جائے آدیکھیں تیرے تعویذ سے کیا ہوتا ہے وہ گنوار اجلاس سے باہر آیا اور اپنے کسی رفیق سے تعویذ لیا اور اسکو پگڑی میں رکھکر اجلاس پر حاکم کے سامنے حاضر ہوا اور کہا کہ دیکھ یہ رکھا ہے پگڑی میں اب پوچھ لے جو پوچھتا ہے اس نے اظہار لیکر اور اسکو بگاڑ کر مقدمہ اس شخص کے خلاف کرنے کے ارادہ سے فیصلہ لکھنا شروع کیا مگر فیصلہ لکھنے کے بعد جو اسکو پڑھتے ہیں دیکھا تو فیصلہ اسکے موافق لکھا ہوا ہے ایسا تو ایسا اثر ہوتا ہے خیال کا حاکم سخت متحیر ہوئے اور دیوبند حاضر ہو کر حاجی صاحب کے سامنے اپنے پہلے خیال سے تائب ہوئے۔

(ملفوظ ۵۰۲) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عارف کامل ہونے کی شان اس سے معلوم ہوتی ہے کہ بعد فتح فارس کے جب وہاں کے خزائن حاضر کئے گئے (اور یہ سلطنت بہت ہی مالدار تھی اور خزانہ اسکا برابر محفوظ چلا آتا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ اس سلطنت پر کسی نے چڑھائی نہ کی تھی)

اُن خزائن کو دیکھکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اے اللہ آپکا ارشاد ہے۔ زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذھب والفضة الخ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کی طرف میلان اور رغبت اور انکی محبت آپنے طبعی طور پر نفوس میں رکھی ہے (یہ ایک خاص تفسیر پر مبنی ہے کہ تزئین کا فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا جاوے اور اس صورت میں یہ تزئین حکمت کیلئے ہوگی خواہ وہ حکمت کچھ ہی ہو) اور جب یہ محبت طبعی ہے تو اس سے ہم بھی بری نہیں اور نہ اسکے ازالہ کی ہم دعا کرتے ہیں البتہ یہ ضرور دعا کرتے ہیں کہ اسکی محبت معین ہو جائے آپکی محبت میں اللہ اکبر ان حضرات کی حقائق پر کیسی نظر تھی۔

(**ملفوظ** ۵۱۷) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے کچھ اپنی پریشانیاں لکھی ہیں مقدمہ وغیرہ کی اور یہ بھی ہے کہ کوئی وظیفہ یا عمل مجرب بتلا دیں۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ مجرب کی قید کا مجھے کوئی عمل یاد نہیں۔ فرمایا کہ میں اس کام کا آدمی ہوں ہی نہیں میں نے کسی عمل کا کبھی تجربہ نہیں کیا اور نہ کسی عامل سے آجتک حاصل کیا اگر مجرب کی قید سے نہ پوچھتے جو مناسب سمجھتا لکھدیتا۔

(**ملفوظ** ۵۱۸) فرمایا کہ بڑوں میں جو نکاح پر مہر کی مقدار اسی ہزار ٹکے اور دو دینار سرخ تھی اسکی حقیقت اب قریب چار ماہ کے ہوئے معلوم ہوئی کہ حساب کرنے سے یہ تعداد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے مہر کی بیٹھتی ہے تقریباً گیارہ سو روپیہ۔ اسوقت اس مقدار میں کچھ فرق ہوتا ہے ممکن ہے کہ اسوقت کے سکہ سے برابر بیٹھتی ہو۔ بزرگوں کا معمول لغو تھوڑا ہی ہوتا ہے۔

(**ملفوظ** ۵۱۹) کدو کا ذکر تھا حضرت والا نے فرمایا کہ صحابہ کے عشق کی کیا عجیب حالت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے حضور کو کدو کھاتے ہوئے دیکھا مجھکو اس سے محبت ہو گئی غیر طبعی کا طبعی ہو جانا بدون کسی بڑے قوی موثر کے ممکن نہیں اور یہ بھی فرمایا عورتیں جو ہاتھ میں مہندی لگاتی ہیں حضور کو رائحہ پسند نہ تھا وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی خوشبو میں ایک قسم کی تیزی ہوتی ہے جو لطافت کے خلاف ہے اور یہ حضور کا امر طبعی تھا ورنہ داڑھی میں مہندی لگانے کی حضور نے خود ترغیب فرمائی ہے سو اسوجہ سے حضرت عائشہ رضی مہندی نہ لگاتی تھیں اپنی زینت کو محبوب کی خاطر چھوڑ دینا بدون کامل محبت کے نہیں ہو سکتا مگر یہ سنن عادات ہیں سنن عبادات نہیں ان میں اتباع دین میں مقصود نہیں اور اسمیں غلو بھی مناسب نہیں اسی کی ایک تفریع میں فرمایا کہ مجھسے ایک شخص نے

سوال کیا کہ حضور کا عمامہ اور عصا رکیسا تھا میں نے کہا کہ عمامہ اور عصار کو تو پوچھتے ہو پہلے فرض کا کا اہتمام ہونا چاہیئے عمامہ اور عصار تو سنت عادات میں سے ہے اسی کی تفریع میں ایک بزرگ کی حکایت بیان فرمائی وہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ آپ نے مریدین سے فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو کی روٹی اس طرح تناول فرماتے تھے کہ نخلہ کو بیس لیا اور پھونک سے بھوسی اڑادی کوئی باقاعدہ آٹا چھاننے کا التزام نہ تھا اور ہم لوگ چھانکر کھاتے ہیں اب سے اس سنت پر عمل کیا کرو۔ چنانچہ جو کے آٹے کی روٹی بغیر چھانے پکائی گئی چونکہ اسکا چھلکا سخت ہوتا ہے اسلئے اسکے کھانے سے لوگوں کے پیٹ میں درد ہوا اور سب نے شکایت کی مگر دیکھئے کیا ادب تھا سنت کا کہ اسمیں کسی حضرت کے وسوسہ کا ابہام بھی نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ ہمنے بے ادبی کی کہ مساوات چاہی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مساوات کا دعوی کیا عزیمت پر عمل کرنا ہمارا منصب نہیں ہم رخصت ہی کی لائق ہیں اور حکم دیا کہ آئندہ سے حسب معمول آٹا چھانا جایا کرے تو خواجہ صاحب کا معمول بدلدینا اسی بنار پر تھا ایسی سنن مقصود فی الدین نہیں البتہ فضیلت اور علامات محبت سے ہے مگر عوارض سے حکم بدل جاتا ہے۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضور کی عادیہ چیزوں کو جسکو سنن عادات کہا گیا ہے اختیار کرنا کیسا ہے فرمایا کہ بہ نیت اتباع سنت کے موجب قرب ہے مگر اتنا ہو کہ نہیں کہ اگر کوئی نہ اختیار کرے تو اسکو مطعون کرے ان کے اتنا درپے ہونا یہ حدود شرعیہ سے تجاوز ہے۔

۵۲۰ (**ملفوظ**) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ الحمد للہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میرے معمولات سب کے سب نہایت مفید و راحت بخش ہیں مگر آجکل کے یہ علماء و مشائخ کی عرفی خوش اخلاقی نے عوام کے دماغ بگاڑ دیئے کہ وہ ان معمولات کو تشدد سمجھتے ہیں۔

۵۲۱ (**ملفوظ**) فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے جو حالت بھی تجویز فرمائی ہے اس میں ان کے مصالح کی رعایت رکھی ہے جسکے اسباب سب کے لئے جدا جدا ہیں۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں ایک حدیث لکھی ہے یہ حدیث قدسی ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں بعضے بندوں کی متعلق مجھے معلوم ہے کہ وہ اگر دولتمند رہیں تو انکا ایمان رہیگا اور اگر وہ مفلس ہو جاویں تو ایمان نہ رہیگا اور بعضے بالعکس بعضوں کو اگر تندرست رکھوں تو ایمان رہیگا اور اگر بیمار

رکھوں تو شکوہ شکایت کرتا پھریگا اور ایمان برباد کر دیگا اور بعضوں کو بیمار رکھوں تو ایمان درست رہیگا اور اگر تندرست رکھوں تو ایمان کھو بیٹھے گا۔ میں اپنے بندوں کو خوب جانتا ہوں اھ اور اگر دوسرے وقت دوسری حالت ہو جاوے اسلئے کہ حالات میں تغیر تبدل بھی ہوتا رہتا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اسوقت وہی حالت حافظ ایمان ہو گی خوب کہا گیا ہے۔

کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند،

(ملفوظ ۵۲۲) ایک بی بی نے ایک صاحب کے ذریعہ سے اپنے خاوند کی تسخیر کیلئے تعویذ لینا چاہا حضرت والا نے فرمایا فقہانے فرمایا ہے کہ خاوند کیلئے تسخیر کا تعویذ کرانا حرام ہے گو اس فتوے کی عبارت مطلق ہے مگر قواعد سے اسکی شرح یہ ہے کہ حقوق دو طرح کے ہیں ایک تو وہ حقوق جو شرعاً شوہر پر واجب ہیں اور ایک وہ ہیں جو شرعاً واجب نہیں سو جو حقوق واجب نہیں ان میں کسی تعویذ و عمل کے ذریعہ سے اسکو مجبور کرنا یعنی تسخیر کی ایسی تدبیر جس سے وہ مغلوب اور پاگل ہو جائے اور اپنے مصالح کی کچھ خبر نہ رہے یہ غیر واجب پر مجبور کرنا ہے یہ حرام ہے ہاں اگر حقوق واجبہ میں کوتاہی کرتا ہو تو اس کے لئے مجبور کرنا بھی جائز ہے۔ اور چونکہ ان عملیات میں اثر تابع ہوتا ہے قصد کے اسلئے عمل کیوقت غیر واجبہ حقوق حاصل ہونے کا قصد کرنا بھی گناہ ہے اور اثر کا تابع قصد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عملیات بھی ایک قسم کا مسمریزم ہے جس سے کسی کے دل اور دماغ پر قابو حاصل کیا جاتا ہے پھر فرمایا کہ جزئیہ بیجد یاد رکھنے کی قابل ہے اگر کسی کو یہ شرح معلوم نہ ہو تو وہ فقہا پر اعتراض کریگا۔ اسلئے کہ فقہا کے اس جزئیہ میں اس تفصیل کی تصریح نہیں جیسے طب کی کتابوں میں بعضے نسخے ہیں جنمیں خاص اس مقام پر قیود کی تصریح نہیں مگر قواعد سے وہ مقید ہیں پھر اسپر ایک بزرگ کا قصہ بطور تفریع کے فرمایا کہ ان سے کسی شخص کو عداوت تھی اور انکو بہت ستایا تھا ایکمرتبہ ان بزرگ نے اسکے لئے بددعا کی اسکے بعد وہ ہلاک ہو گیا ان بزرگ نے بطور استفتاء کے مجھے لکھا کہ ایسا واقعہ پیش آگیا ہے مجھکو خوف ہے کہ کہیں قتل کا گناہ نہ ہوا ہو یہ انکی دینداری کی بات تھی کہ خشیت کا غلبہ ہوا اگر آجکل کسی دکاندار پیر سے ایسا ہو جاوے تو مریدوں میں بڑے فخر کے ساتھ بیٹھکر اپنی کرامت بیان کرے کہ دیکھو ہماری بددعا سے ہلاک ہو گیا ہماری بددعا خالی تھوڑا ہی جا سکتی ہے اور ایک یہ بزرگ ہیں کہ بیچاروں کو اس سے خوف ہوا بس رسم پرستوں اور حق پرستوں میں یہی تو فرق ہوتا ہے وہ ہر وقت لرزاں ترساں رہتے ہیں اور کسی چیز

بھی نازاں نہیں ہوتے۔ مجھپر اُس خط کا بڑا اثر ہوا اور اُنکی بزرگی کا معتقد ہو گیا یہ سوال ایسا تھا کہ ساری عمر بھی مجھسے کبھی ایسا سوال نہیں کیا گیا تھا کہ جو حادثہ مشابہ کرامت ہو اور اُسپر یہ شبہ کیا جاوے میں نے جواب لکھا کہ آپکا اندیشہ صحیح ہے مگر اسمیں تفصیل ہے وہ یہ کہ یہ دیکھا جاوے کہ آپ صاحب تصرف ہیں یا نہیں اگر نہیں تو آپ کے ذمہ اہلاک کا تو گناہ نہیں ہوا باقی بد دعا کا گناہ سو اگر شرعاً ایسی بد دعا جائز تھی تو اُسکا بھی گناہ نہیں ہوا اور اگر جائز نہ تھی تو صرف بد دعا کا گناہ ہوا یہ تو اُسوقت ہے جب آپ صاحب تصرف نہ ہوں اور اگر آپ صاحب تصرف ہیں تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ بد دعا کے وقت آپ نے اپنے دل اور خیال کو اُسکی ہلاکت کی طرف متوجہ کیا یا نہیں اگر نہیں کیا تو قتل کا گناہ تو نہ ہوگا ہاں بد دعا کا گناہ بعض صورت میں ہوا جیسی ابھی اوپر مذکور ہوا اُسمیں توبہ و استغفار کرنا چاہیئے اور ایک صورت یہ ہے کہ اگر اس شخص کو اپنا صاحب تصرف ہونا تجربہ سے معلوم ہے مثلاً بارہا تصرف کا قصد کیا مگر کبھی کچھ نہیں ہوا تو اس صورت میں اگر ہلاکت کا خیال ہی کیا تب بھی قتل کا گناہ نہیں ہوا البتہ اس صورت میں اگر وہ شرعاً مستحق قتل نہ تھا تو اُسکی ہلاکت کی تمنّا کا گناہ ہوگا اور اگر تجربہ سے اپنا صاحب تصرف ہونا معلوم ہے اور پھر اسکا خیال بھی کیا اور وہ مستحق قتل نہیں تو یہ شخص قاتل ہے کیونکہ تلوار سے قتل کرنا اور تصرف سے قتل کرنا دونوں سبب قتل ہونے میں برابر ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ تلوار سے قتل عمد ہے جسمیں قصاص ہے اور یہ شبہ عمد اس صورت میں دیت اور کفارہ دینا ہوگا وہ بزرگ اس مفصل جواب سے بہت مسرور ہوئے پھر فرمایا کہ مسلمان کو ہر قدم پر علم کی ضرورت ہے نہ معلوم یہ جاہل پیر کیسے بے خوف اور مستغنی ہیں کہ جائز ناجائز کی فکر ہی نہیں۔

۲۱ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

۵۲۳ (**ملفوظ**) فرمایا کہ ایک صاحب جو بہت متمول ہیں یہاں پر آئے اور اُن کے آنیکا پہلا موقع تھا وہ صاحب بہت سے کپڑے وغیرہ لائے تھے بطور ہدیہ مجھکو دینے لگے میں نے بوجہ مخالفت شرائط عذر کر دیا میں پہلے ان قواعد پر بہت سختی سے پابند تھا بطور مزاح فرمایا کہ جوں جوں سن بڑھنے سے بدن ڈھیلا ہوتا جاتا ہے قواعد بھی ڈھیلے ہوتے جاتے ہیں اُنھوں نے اپنے ایک رفیق سے شکایت کی اُنھوں نے کہا کہ خدا کا لاکھ

شکر کیجئے کہ جس چیز کی تلاش کیلئے آپ نے سفر کیا تھا وہ چیز مل گئی آپ اس سفر میں جہاں جہاں گئے ہر جگہ آپ کے نام کا وظیفہ پڑھا جاتا تھا اور یہاں یہ برتاؤ ہوا کہ کسی نے پوچھا بھی نہیں تو وہ چیز یہاں ہے انکا اس سفر سے مقصود تھا کہ کسی کو اپنا رہبر بناؤں اور دین کا تعلق پیدا کروں اس سے انکی تسلی ہو گئی ایک اور صاحب علم کا واقعہ ہے جنکو یہاں آکر اپنے کھانیکا خود انتظام کرنا پڑا جو ظاہراً خشکی ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ صاحب چند شرائط ذہن میں لیکر چلے تھے کہ ایسے شخص سے تعلق پیدا کرونگا جن میں یہ صفات ہوں ماشاء اللہ آدمی فہیم اور سمجھدار ہیں وہ صفات یہ ہیں کہ ایک تو آنے والوں کو کھانا نہ کھلایا جاتا ہو ورنہ دکانداری کا شبہ ہوگا دوسرے پڑھا لکھا ہو تیسرے اُسکے یہاں ڈانٹ ڈپٹ ہوتی ہو چاپلوسی نہ ہو۔ ایسے شخص سے بیعت کا تعلق کرونگا۔ تو فہیم آدمی پر جلدی ہدیہ نہ لینے کا کھانے وغیرہ کی مدارات نہ کرنے کا اچھا اثر ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اول بار میں ہدیہ قبول کرنے میں ایک خرابی یہ ہے کہ یہ تو معلوم نہیں ہوتا کہ ہدیہ دینے والا اپنی کوئی غرض لیکر آیا ہے یا کوئی اور مصلحت ہے سو بعض دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی چیز میں نے قبول کرلی مگر اُس شخص نے ساتھ ہی ساتھ کوئی فرمائش کردی جس سے معلوم ہوا کہ یہ ہدیہ اسکی تمہید تھی اسوقت ایک غیرت سی معلوم ہوتی تھی کہ تجارت کی مشابہت ہوگئی اسلئے میں نے یہ قاعدہ مقرر کردیا کہ بدون بے تکلفی ہوئے ہدیہ قبول نہ کیا جاوے گا۔

(**ملفوظ** ۲۲۰) ایک صاحب کی بے ڈھنگے پن کی گفتگو سے حضرت والا کو اذیت پہونچی اسکی شکایت کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں یہ واقعہ اسواسطے ظاہر کرتا ہوں کہ سبکے کانوں میں پڑ جائے اور سب کو معلوم ہو جائے کہ ایسی بات دوسروں کی اذیت کا سبب ہوتی ہے۔ گو دار و گیر کے اس طرز سے میں بدنام ہوتا ہوں مگر بدنامی ہوا کرے اور حضرت عام نیک نامی تو کسی حالت میں بھی نہیں ہو سکتی پھر ایک حکایت بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص مع اہل و عیال سفر میں چلا خود گھوڑی پر سوار ہوا اور بچوں کو پیدل ہمراہ لیا ایک گاؤں پر گذر ہوا لوگوں نے دیکھکر کہا کہ کیسا سنگدل آدمی ہے بچوں اور بیوی کو پیدل مار رکھا ہے اور ہٹا کٹا خود چڑھا جا رہا ہے سمجھا کہ ٹھیک کہہ رہے ہیں خود اُتر آیا اور بیوی کو سوار کردیا پھر ایک گاؤں پر گذر ہوا لوگوں نے کہا کہ زن مرید ایسے ہی ہوتے ہیں جورو کو خود پیدل مصیبت اٹھا رہا ہے اور اسکو بیگم بنا کر سوار کر رکھا ہے سمجھا کہ یہ بھی ٹھیک کہہ رہے ہیں

سب سوار ہو گئے ایک گاؤں ملا لوگوں نے دیکھکر کہا کہ ارے اس گھوڑی کو کیوں ترسا ترسا کر مارا ایک گولی نہ ماردی دیکھئے کتنے آدمی لدلئے آخر سب اتر لئے اور لگام پکڑ کر چلا لوگوں نے دیکھکر کہا کہ دیکھو ناشکرے ایسے ہوتے ہیں خدا تعالیٰ نے گھر کی سواری دی پھر سب مر رہے ہیں آرہے باری باری پڑھتے اترتے چلے جاتے دوسرے جب سوار ہی ہونا نہ تھا تو ساتھ ہی لیکر چلنے کی کون ضرورت تھی گھر پر ہی باندھ آنا تھا اب یہ شخص سمجھا کہ جب کوئی شق بھی اعتراض سے محفوظ نہ رہی اور سب پر ہاتھ صاف کیا گیا تو سب ہی تیسی میں جائیں اب جو اپنے جی میں آئیگا اسپر عمل کریں گے تو حضرت کس کس کی مرضی کو پورا کیا جائے اگر آدمی اسکے پیچھے پڑے تو کوئی کام بھی نہیں کر سکتا۔

(ملفوظ ۵۲۵) ایک سلسلہ مضمون میں فرمایا کہ ایک مولوی ...... صاحب نے مجھسے ایک حکایت بیان کی کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ فلاں فلاں بزرگ سماع سنتے تھے ان مولوی ..... صاحب نے جواب دیا کہ ہر بزرگ میں کچھ نہ کچھ کمزوری ہوتی ہے اگر ہر ایک میں سے اسکی کمزوری لے لیکر جمع کر کے عمل کیا جائے تو دین تو کچھ رہیگا ہی نہیں پھر فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کے مذہب کا حاصل مجموعہ رخص ہے جسکا نتیجہ اکثر بد دینی ہے

۲۱ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۵۲۶) فرمایا کہ ایک عورت کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں انٹرنس پاس کرنا چاہتی ہوں میں نے امتحان دیا تھا نا کامیاب رہی آپ کوئی تعویذ دیدیں کہ میں کامیاب ہو جاؤں۔ فرمایا کہ ان عورتوں کو کس مصیبت نے مارا یہ ان چیزوں کو حاصل کر کے کیا تیر چلائیں گی سوائے دین برباد کرنے کے اور یہ تو بیچاری عورتیں ہیں اس علم دنیا خصوص انگریزی کی بدولت تو مردوں کا دین برباد ہو گیا پھر تعویذ کی مناسبت سے فرمایا کہ حضرت سید صاحبؒ ہر کام کیلئے ایک ہی تعویذ یعنی یہ لکھکر دیا کرتے تھے۔ خداوندا اگر منظور داری حاجتش را بر آری۔ اور اس ہی سے لوگوں کے کام نکلجاتے تھے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص بھنگ بیچنے والا آیا اور کہا

عرض کیا کہ حضرت دکان نہیں چلتی بھنگ نہیں بکتی ایک تعویذ دیجئے آپ نے ایک پرچہ پر کچھ
لکھکر دیدیا اور فرمایا کہ جس سونٹے سے بھنگ گھونٹا کرتے ہو اسکو اسمیں باندھ دینا خوب بھنگ
بکنا شروع ہو گئی بعض طالب علموں کو شبہ ہوا کہ بھنگ ایک حرام چیز اسکے لئے تعویذ دید
یہ تو اعانت علی المعصیۃ ہے اتفاق سے وہ شخص اطلاع کرنے حاضر ہوا آپ کو اس وسوسہ
کا بھی علم ہو گیا اس شخص سے فرمایا کہ بھائی ذرا وہ تعویذ لاکر ان طالب علموں کو دکھلا دو چنانچہ
وہ تعویذ آیا اس کو کھولکر دکھلایا تو اسمیں لکھا تھا کہ اے اللہ یہ تو معلوم ہے کہ بعض لوگوں کی
قسمت میں بھنگ پینا لکھا ہے وہ تو پیویں ہی گے سو اسی کی دکان سے لیا کریں تب
لوگوں کی آنکھیں کھلیں کہ اسمیں اعانت علی المعصیۃ کیا ہوئی معلوم ہوا کہ ان حضرات پر
اعتراض کرنا ہی لغو ہے البتہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو نہی عن المنکر کیوں نہ کیا سو
کیا فرض ہے کہ اسی مجلس میں کریں کسی مناسب موقع پر کہدیا ہوگا پھر اس مناسبت سے کہ یہ
متعارف تعویذات کے پابند نہیں ہوتے ان کے معمولی الفاظ میں بھی برکت ہوتی ہے یہ حکا
بیان فرمائی کہ ایکمرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا نکاح کے لئے
ایک جگہ بہت کوشش کرتا تھا مگر نکاح نہ ہوتا تھا حضرت مولانا سے عرض کیا کہ یہ صورت ہے
حضرت نے ایک تعویذ لکھا مضمون اسکا یہ تھا کہ اے اللہ میں کچھ جانتا نہیں اور یہ تمہارا
مانتا نہیں یہ تمہارا غلام تم جانو تمہارا کام اسکی برکت سے نکاح ہو گیا حاصل اسکا یہ تھا کہ اس
شخص کے معاملہ کو خدا کے سپرد کردیا اسکی برکت سے کام ہو گیا۔ اللہ اکبر ان حضرات کی باتیں کیسی
عجیب و غریب ہوتی ہیں اور یہ سب فضل ہے۔ پھر فرمایا کہ اس بات پر کہ ان حضرات پر اعتراض
کرنا حماقت ہے ایک قصہ یاد آیا کہ دہلی میں ایک درویش تھے وہ بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے تھے
کہ نہ تو میرا خدا نہ میں ترا بندہ پھر میں تیرا کہنا کیوں کروں اسپر لوگوں کا غصہ بھڑک رہا تھا اور
کفر کے فتوے دے رہے تھے آخر ایک شخص انکو پکڑ کر قاضی کے اجلاس میں لیگئے کہ دیکھئے یہ کہہ رہا ہے
شرعی حکم اور سزا دیجئے۔ قاضی صاحب نے درویش سے سوال کیا کہ شاہ صاحب یہ آپ کسکو
کہہ رہے ہیں۔ درویش ہنسا اور کہا کہ تمام دہلی شہر میں ایک شخص کو تو عقل ہے ورنہ ساری بیوقوف
ہی آباد ہیں۔ میں اپنے نفس سے خطاب کر رہا ہوں میرا نفس مجھسے کوئی چیز طلب کر رہا ہے میں اس

کہتا ہوں کہ نہ تو میرا خدا نہ میں تیرا بندہ میں تیرا کہنا کیوں کروں تو حضرت اکثر حقیقت سے بیخبری اعتراض کا سبب ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ تعویذ گنڈوں کے بارہ میں لوگوں کے خصوص عوام کے عقائد بہت خراب ہوگئے ہیں چنانچہ عام طور پر ایک غلط خیال پھیل رہا ہے کہ نفع کی شرط اجازت کو سمجھتے ہیں خود بعض لوگ مجھکو لکھتے ہیں کہ اعمال قرآنی آپکی کتاب ہے آپ اسکی اجازت دیدیں میں لکھدیتا ہوں کہ مجھے خود کسی عامل کی اجازت نہیں کیا ایسے شخص کا اجازت دینا کافی ہو سکتا ہے اسکا کوئی جواب ہی نہیں آتا۔

(ملفوظ ۵۲۷) ایک سلسلہ مضمون پر فرمایا کہ ایک ڈپٹی کلکٹر یہاں پر آئے تھے مجھ سے سوال کیا کہ آپکا سود کے متعلق کیا خیال ہے یہ سوال کا طرز بھی جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے کہ آپکا کیا خیال ہے میں نے کہا کہ میرا کیا خیال ہوتا میں تو مسلمان آدمی ہوں مذہبی آدمی ہوں۔ اللہ و رسول کا جو حکم ہے وہی خیال ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں واحل اللہ البیع وحرم الربٰو۔ کہنے لگے کہ فلاں ...... صاحب (ایک جاہل) دہلوی اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں میں نے کہا اگر اسکی تفسیر معتبر ہے تو وہ قانون جس سے آپ فیصلے کرتے ہیں مجھکو دیجئے میں اُس کی شرح لکھونگا پھر آپ اس شرح کی موافق فیصلے کیا کیجئے جو یقیناً قانون کے خلاف ہوں گے پھر جب آپ پر گورنمنٹ اعتراض کرے تو یہ کہہ دیجئے کہ یہ فیصلہ فلاں شخص کی شرح کی موافق ہے جو لکھا پڑھا ہے اسپر جو جواب آپکو گورنمنٹ کی طرف سے ملیگا وہی جواب میری طرف سے ہے اور جنکا آپ نام لے رہے ہیں وہ کیا جانیں کہ تفسیر کسے کہتے ہیں۔

(ملفوظ ۵۲۸) ایک صاحب نے آجکل کی حالت بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ دغا بازی اور حق تلفی تو عام ہوگئی ہے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسکے متعلق ایک عجیب لطیفہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان حق تلفی بھی کرے تو مسلمان ہی کے ساتھ کرے کافر کی ساتھ نہ کرے تاکہ گھر کی نعمت گھر ہی میں رہے اسلئے کہ مسلمان کی نیکیاں مسلمان ہی کو ملجائیں گی اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بزرگ تھے انکو ایک شخص گالیاں دیا کرتا تھا وہ بزرگ اسکی مالی امداد روپیہ پیسے سے کرتے رہتے تھے اُس نے محسن سمجھکر گالیاں دینی چھوڑ دیں ان بزرگ نے روپے پیسے دینے بند کردئے اُس شخص نے تعجب سے پوچھا حضرت یہ کیا بات فرمایا کہ بھائی دنیا لینے دینے کی جگہ ہے تم نے مجھے دینا چھوڑ دیا میں نے تمھیں دینا بند کردیا تم مجھکو نیکیاں دیتے تھے کہ نماز روزہ کرو خود

اور دیدو وجہ یہ ہے کہ میں تمہیں روپیہ پیسے دیدیا کرتا تھا تم دینا شروع کرو دیکھو پھر ہم دیتے ہیں یا نہیں بھائی یہیں تو تمکو اپنا محسن سمجھتا تھا کہ اپنی نیکیاں مجکو دیتے تھے پھر فرمایا کہ اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے۔

۲۵ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

(**ملفوظ** ۵۲۹) ایک صاحب نے سوال کیا کہ عورتیں جو کھانا پکاتی ہیں کیا یہ شرعاً ان کے ذمہ ہے فرمایا کہ میں تو ذمہ نہیں سمجھتا۔ مگر ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ قضاءً تو نہیں مگر دیانۃً ان کے ذمہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ دیانۃً بھی انکے ذمہ نہیں البتہ جس وقت شوہر حکم دے وہ اطاعت زوج کے تحت میں لازم ہو جاویگا اور میں اس آیت سے استدلال کرتا ہوں ومن آیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ تسکنوا سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں جی بہلانے کے واسطے ہے روٹیاں پکانے کے واسطے نہیں۔ وہ مولوی صاحب اسکو فی نفسہ واجب فرماتے ہیں میں اسکو فی نفسہ واجب نہیں سمجھتا ایک صاحب نو وارد جنکو ایسی مخاطبت کی اجازت نہ تھی مجلس میں حاضر تھے انھوں نے عرض کیا کہ انکا مستدل کیا ہے۔ فرمایا کہ کیا یہاں پر فقہی مسائل کی تحقیق کیلئے آپ تشریف لائے ہیں یہ کام تو اور بہت جگہ ہو رہا ہے اور یہاں سے اچھا ہو رہا ہے یہاں پر جس کام کیلئے آئے ہو اسکے متعلق پوچھو بتاؤنگا میں نے تو بہ نسبت دوسرے جگہوں کے بڑے کاموں کے ایک چھوٹا سا کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے کہ قاعدہ بغدادی پڑھاتا ہوں فقہ کی تحقیق کیلئے بڑے بڑے حضرات بڑی بڑی جگہ میں موجود ہیں خواہ مخواہ غیر ضروری سوال کر کے مجھکو پریشان کیا مجھے ایسی باتوں سے بڑی کلفت ہوتی ہے اب دنیا بھر کے استدلالات بھی میں ہی بیان کروں کہ انکا یہ مستدل ہے ایسی باتوں سے دل تنگ ہوتا ہے البتہ اگر کوئی مصلح خود اپنی رائے سے ایسی گفتگو کرے تو یہ اسکا تبرع ہے جیسے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ معظمہ میں ایک غیر مقلد عالم سے گفتگو فرمائی تھی۔ گفتگو اسپر تھی کہ وہ غیر مقلد صاحب یہ کہتے تھے کہ مدینہ شریف کا سفر قصداً اس نیت سے کرنا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت کروں گا جائز نہیں حضرت

انکی تمام باتوں کا نہایت مدلل جواب فرماتے رہے اخیر میں وہ غیر مقلد صاحب کہنے لگے کہ خیر مسجد نبوی کی زیارت کا قصد کرے روضہ مبارک کی زیارت کا قصد نہ کرے حضرت نے فرمایا کہ آپکی عقل بھی عجیب ہے کہ جسکی فضیلت بالذات ہے اسکا تو قصد نہ کرے اور جسکی فضیلت بالعرض ہے کیونکہ مسجد نبوی کی فضیلت تو آپ کی ذات مقدس ہی کی بدولت ہوئی ہے اُسکا قصد کرے اُنھوں نے کہا کہ فرض وواجب تو ہے ہی نہیں جسکا اسقدر اہتمام کیا جائے حضرت نے فرمایا کہ بیشک فتوے سے تو واجب نہیں مگر طریق عشق سے تو واجب ہے اخیر میں حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپکو ہدایت فرمادے کہنے لگے مجھکو ایسی ہدایت نہ کرے مگر اتفاقی بات کہ اُسی روز بیت الحرام میں حکومت کی طرف سے غیر مقلدوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی یہ حضرت بھی پکڑے گئے ان سے بھی توبہ کرائی گئی اور یہ کہا گیا کہ توبہ اسپر معلق ہے کہ مدینہ کا سفر کریں تو انھوں نے بھی اونٹ کرایہ کیا اور مدینہ تشریف گئے۔

(**ملفوظ** ۵۳) عورتوں کے پردہ کے متعلق ذکر تھا کہ بیحد بے احتیاطیاں ہو رہی ہیں۔ فرمایا کہ والد صاحب مرحوم کا قصہ ہے وہ اسکے سخت مخالف تھے کہ عورتوں کو ریل میں سفر کرایا جائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ پردہ کی احتیاط ریل کے سفر میں رہ نہیں سکتی اسلئے اس سے منع فرمایا کرتے تھے ایکمرتبہ والدہ صاحبہ کو کانپور لیگئے یہاں سے کانپور تک بیل گاڑی میں سفر کیا البتہ حج کے سفر میں مجبور تھے۔ پھر فرمایا کہ میں عورتوں کے سفر کو بلا ضرورت اچھا نہیں سمجھتا حتی کہ بیعت کیلئے بھی سفر کرنیکو منع کرتا ہوں ایک بی بی سفر کرکے بیعت کیلئے آئی تھیں میں انپر بہت ناراض ہوا کہ محض بیعت کیلئے سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی اور میں نے اُنکو بیعت نہیں کیا بلا بیعت کئے ہوئے واپس کیا اسمیں بھی یہ مصلحت تھی کہ یہ اوروں سے جاکر کہیں گی اسلئے اور عورتیں بھی ہمت نہ کریں گی۔ ایک قصبہ ہے یہاں سے قریب وہاں سے ایک مجمع عورتوں کا چھکڑا بھرا ہوا آیا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سب بیعت کے ارادہ سے آئی ہیں میں نے اُنکو ڈانٹا اور بیعت نہیں کیا اور یہ کہا کہ یہ غرض تو خط کے ذریعہ سے بھی پوری ہو سکتی تھی پھر بلا ضرورت سفر کیوں کیا اُنکو ناگوار بھی ہوا آپس میں ذکر کیا کہ یہ مولوی اچھا نہیں گنگوہ والا مولوی بہت اچھا تھا تڑا تڑ (یعنی فوراً) بیعت کر لے تھا میں نے سنکر کہا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمت اللہ علیہ کے اچھا ہونے پر اور اپنے بُرا ہونے پر تو میں بھی متفق ہوں مگر بیعت نہ کرونگا۔

(ملفوظ ۵۳۱) فرمایا کہ میرا ایکمرتبہ دیوبند سے کسی جگہ جاتا ہوا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ رائے پوری کے پیر سے ملا ہوں انکا نام بھی شاہ عبدالرحیم ہی تھا اچھے بزرگ تھے سہارنپور ہی میں ملاقات ہوئی یہ مجھے صحیح یاد نہیں رہا کہ انھوں نے فرمایا تھا کہ پھر بھی ملنا یا میں نے خود عرض کیا تھا کہ میں اس سفر سے واپسی میں حاضر ہونگا مگر دیوبند دوسری طرف سے چلا آیا دیوبند پہونچکر خیال آیا کہ بزرگوں سے وعدہ کر کے خلاف کرنا اچھا نہیں خلاف ادب ہے میں نے دیوبند سے لکھا کہ میں اس عذر کی وجہ سے کہ دیوبند دوسرے راستہ سے چلا آیا حاضری سے مجبور رہا عذر کی وجہ سے وعدہ خلافی ہوئی جوابی ٹکٹ بھی بھیجا تھا مگر جواب آیا۔ کہ عذر کی اطلاع دیدینا بھی ایفاء وعدہ ہی ہے وعدہ خلافی نہیں فرمایا کہ بزرگوں کی باتیں بھی بزرگ ہوتی ہیں کیسے کام کی بات فرمائی اور انھوں نے میرے لئے دعائیں کیں۔ میرے پاس بزرگوں کی دعاؤں کی ہی پونجی ہے اور عمل وغیرہ جیسے کچھ ہیں انکی حقیقت تو مجھکو ہی معلوم ہے۔

(ملفوظ ۵۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے بلا وجہ نوکری چھوڑدی تھی پھر باوجود بیحد کوشش اور سعی کے بھی تمام عمر نوکری نہیں ملی۔ فرمایا کہ اپنے ذریعہ معاش کو چھوڑ دینا بلا ضرورت شدیدہ شرعی مناسب نہیں یہ بھی ایک قسم کی ناشکری اور کفران نعمت ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ضعفاء کو ناجائز اسباب معاش کا بھی نہ چھوڑنا چاہئے جب تک کوئی ذریعہ جائز نہ ملجاوے البتہ استغفار اور جائز ذریعہ کی کوشش میں لگا رہے اور حکمت یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ اب تو معصیت ہی میں مبتلا ہے اسباب معاش چھوڑ دینے کے بعد افلاس ہوگا اور اس سے جو پریشانی ہوگی اسمیں اندیشہ کفر کا ہے اور اب معصیت وقایہ ہو رہی ہے کفر کا۔ فرمایا کہ کیسی حکیمانہ بات فرمائی ہاں اگر جائز صورت ملجائے تو اس وقت اس کو چھوڑ دے۔

(ملفوظ ۵۳۳) ایک ذاکر شاغل مقیم خانقاہ سے حضرت والا نے انکی کسی کوتاہی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھکو تو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت ہے انکی نرمی کو کوئی نہیں دیکھتا یہ کیا کرتے ہیں۔ اب اگر ان کے اخلاق درست کروں تو میرے اخلاق خراب ہوتے ہیں اور اگر اپنے اخلاق کی درستی کرتا ہوں اور متعارف اخلاق اختیار کرتا ہوں تو ان کے اخلاق بگڑتے ہیں میں سوچ رہا

ں کہ اپنے ہی اخلاق درست کروں۔

(ملفوظ ۵۳۴) فرمایا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیعت کرنے کی رسم ایک زمانہ میں مشائخ نے بھی خلفاء کے
ان ہونیکی وجہ سے چھوڑ دی تھی اسلئے کہ خلفاء کو اس سے شبہ ہوتا تھا کہ یہ بھی مثل سلاطین
بیعت لیتے ہیں حالانکہ سلاطین اور مشائخ کی بیعت میں فرق تھا انکی اور قسم کی تھی انکی اور قسم
ی اور اگر یہ ہیئت بیعت کی ایسی ضروری چیز ہوتی جیسا اکثر اہل رواج سمجھتے ہیں کہ بدوں ہاتھ
ہاتھ بیعت ہو ہی نہیں سکتی تو لازم آئیگا کہ عورتیں کبھی بیعت ہی نہیں ہو سکتیں اسلئے کہ ہاتھ پر ہاتھ
کر انکو بیعت کرنا بوجہ حرمت مس اجنبیہ کے جائز نہیں۔

(ملفوظ ۵۳۵) کسی نے کسی علمی مسئلہ کی تحقیق کی اسپر فرمایا کہ بڑے کام جیسے درس و افتاء و اشاعت تو ہمارے
زات کر رہے ہیں دوسرے یہ کام اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے میں تو وہ کام کر رہا ہوں کہ اور جگہ
بھی نہیں رہا اور ہے بھی چھوٹا کام اسلئے مجھسے بڑے کام لینا انصاف کے خلاف ہے یہ ایسا ہی ہے
جیسے کوئی شخص لوہار سے سنار کا کام لے یہ کتنی بے انصافی کی بات ہے پھر فرمایا کہ نہ میں عالم بنانا
نا ہوں نہ میں بزرگ بنانا جانتا ہوں میں تو آدمی بنانا جانتا ہوں اگر اس سے آگے کوئی چاہے تو وہ
ں اور جائے پھر آدمی بنانے کا جو طریقہ میرے یہاں ہے یہ چونکہ اسوقت دوسری جگہ نہیں اسوجہ
، لوگوں کی نظر میں یہ بات نئی ہو گئی ورنہ واقع میں پرانی ہی ہے۔ پھر فرمایا جن لوگوں کو مجھسے بے تکلفی کا تعلق
ں انکو مجھسے ایسی علمی گفتگو کرنا نہ چاہئے ہاں جنکو پہلے سے یعنی اس تعلق تربیت کے قبل سے بھی
سے بے تکلفی بھی ہے انکو اجازت ہے۔

25

۲۵ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم جمعہ،

(ملفوظ ۵۳۶) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے بڑی حسرت سے لکھا ہے کہ میرے پیٹ میں درد رہتا ہے اب میں
۔ اے۔ کے سخت امتحان کی کس طرح تیاری کروں۔ فرمایا کہ ایک شخص نے ایسے امتحانوں کے متعلق
ب کہا ہے۔ کہ آسان ہے حساب روز محشر مشکل ہے یہ امتحان رڑکی۔ اور بالکل صحیح کہا جسنے کہا۔ نہ
ملنے کہ وہ اس سے زیادہ عظیم الشان ہے بلکہ اسلئے کہ وہاں تو رحیم و کریم سے سابقہ ہوگا یہاں بے رحم

ڈاکٹروں سے اب یہ بیچارے ناکامی کے احتمال پر پریشان ہیں ان کے دلکو کوئی چیز اطمینان دلانیوالی نہیں سوائے یاس اور حسرت کے بخلاف علم دین کے کہ اسکا ہر جزو ہر حال میں کار آمد ہے اسمیں کسی وقت بھی طالب کو یاس اور حسرت نہیں ہو سکتی خواہ قلیل ہو یا کثیر خواہ اسکی تحصیل کے بعد دنیوی کامیابی نوکری وغیرہ ہو یا نہ ہو وجہ یہ کہ علم معاش میں تو مقصود دنیوی کامیابی ہی ہے وہ نہ ہو تو پھر حسرت ہی حسرت ہے بخلاف علم دین کے کہ وہاں مقصود آخرت کی کامیابی ہے اگر دنیوی کامیابی بھی نہ ہو تو آخرت کی کامیابی سے تو یاس نہیں اسلئے حسرت کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ فرق ہے علم دنیا اور علم دین میں پھر فرمایا کہ دنیوی مصیبت کے موقع کیلئے بھی جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مراقبہ سکھایا ہے وہ یہ کہ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اسپر اجر ملتا ہے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ درجات بلند ہوتے ہیں اس مراقبہ سے آدھی مصیبت رہ جاتی ہے بلکہ بالکل ہی جاتی رہتی دیکھئے اسمیں بھی دین ہی کام آیا۔

(ملفوظ ۵۳۷) فرمایا کہ ایک مقام میں غیر مقلدوں اور حنفیوں کا آمین بالجہر پر جھگڑا تھا مقدمہ بازی کی نوبت آئی ایک انگریز تحقیق واقعہ کیلئے مقرر کیا گیا اُس نے رپورٹ میں عجیب و غریب مضمون لکھا کہ میں نے تحقیق کیا تو احادیث میں آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں کا ثبوت معلوم ہوا مگر آمین بالشر کا کہیں ثبوت نہیں ہوا لہذا آمین کی تین قسمیں ہوئیں آمین بالجہر آمین بالسر آمین بالشر پہلی دو قسموں کی اجازت ہونا چاہئے اور آمین بالشر کی ممانعت ہونا چاہئے فرمایا کہ بعض غیر قوم کے لوگ بھی بڑے عالی دماغ ہوتے ہیں یہ شخص کیسا واقعہ کی حقیقت تک پہونچ گیا اور واقعی بعضے مدعیان عمل بالحدیث سنت سمجھکر آمین بالجہر نہیں کہتے بلکہ شورش کی نیت سے وہ آمین بالشر ہی ہو جاتی ہے۔

(ملفوظ ۵۳۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ اس شہر میں تین شخص نو مسلم انگریزی داں وارد ہو کوئی شخص اہل شہر میں سے اُن سے واقف نہیں مگر چونکہ لکچر وغیرہ دیتے ہیں اسلئے عوام اُن کے معتقد ہیں اب وہ نماز پڑھانے تک کیلئے تیار ہیں ایسے نو مسلم مشتبہ الحال کے پیچھے امام راتب کے رہتے ہوئے اقتدا صحیح ہے یا نہیں اختلاف ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ یہ آجکل ایسا عام مرض چلا ہے کہ لوگ نئے آنے بہت جلد معتقد ہو جاتے ہیں اور پرانوں کو چھوڑ دیتے ہیں اسکی بھی تحقیق نہیں کرتے کہ کس خیال کا اور کس عقیدہ کا ہے اُس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں پر کمیٹی ہو کر اسپر فیصلہ ہو گیا ہے کہ حضرت کو

بنایا جائے جو حضرت والا طے فرمادیں اسپر سبکو عمل کرلینا چاہئے اسپر سب راضی ہیں کوئی خلاف نہیں جواب میں یہ لکھا گیا کہ اگر میری ثالثی پر راضی ہیں تو میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ امام راتب جب تک باقاعدہ معزول نہ ہو اُس سے افضل کو بھی حق امامت نہیں اور اگر معزول کرنے کی تجویز ہو تو معزول ہونیکے وجوہ اور دوسرے کی تقدیم کے وجوہ لکھکر استفتار کیا جاوے۔

(**ملفوظ** ۳۹۹) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے بھوپال میں ایک ہندو عورت کو مسلمان کیا اسپر مقدمہ چلا انکی عدالت میں طلبی ہوئی حاکم نے دریافت کیا کہ تمنے اس عورت کو مسلمان کیا انھوں نے بیان میں کہا کہ مسلمان تو پہلے ہی ہو چکی تھی (کیونکہ جب دل سے اسلام کو حق مان لیا تو باطن میں تو وہ شخص مسلمان ہو گیا) میں نے مسلمان نہیں کیا اُس نے مجھسے اظہار اسلام کا طریقہ معلوم کیا میں نے وہ طریقہ بتلا دیا کہ کلمہ پڑھلو اسلام کا اظہار ہو جائیگا اسپر عدالت دنگ رہگئی جب اللہ عقل اور فہم عطا فرماتے ہیں بڑی مشکل سے مشکل بات سہل اور آسان ہو جاتی ہے۔

(**ملفوظ** ۴۰۰) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ صرف اس نیت سے حاضری کا ارادہ ہے کہ آنحضرت کے فیوض وبرکات سے ہم تہی دامن بھی اپنی عاقبت سنوار سکیں۔ جواب یہ دیا گیا کہ جسقدر آنیکے قبل سنوار سکتے ہیں وہ تو سنوار لیجئے۔ پھر آنے کی گفتگو کیجئے۔ مسلمان کو پریشانی سے بچانا بھی عاقبت سنوارنے کا اول اور ادنیٰ قدم ہے آپنے اپنا پتہ اُردو کا نہ خط میں لکھا نہ لفافہ پر لکھا نہ لفافہ پتہ کا جواب کیلئے رکھا نہ میں انگریزی جانتا ہوں پھر فرمایئے... کہ روانگی جواب کے وقت میں پریشان ہونگا یا نہیں سو اوّل اسکی اصلاح کیجئے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ میں اور فلاں خان بہادر صاحب حاضر خدمت ہونا چاہتے ہیں جواب لکھا گیا کہ اگر انکا خط آتا تو انکو جواب دیتا آپ کو ان کے متعلق کچھ لکھنا خلاف اصول ہے۔

(**ملفوظ** ۴۰۱) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرے اندر چند امراض ہیں۔ میں انکو لکھکر علاج چاہتا ہوں اگر اجازت ہو جواب میں یہ استفسار کیا گیا کہ ایک ہی خط میں یا ایک ایک مرض ایک ایک خط میں۔ فرمایا کہ بعض لوگ ایکدم لکھتے چلے جاتے ہیں ایک ہی خط میں اچھی خاصی کتاب تصنیف ہو جاتی ہے سو اس طرح علاج نہیں ہوتا۔

(**ملفوظ** ۴۰۲) فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا ہے پہلے بھی انکا خط آیا تھا بیعت ہونیکو لکھا تھا مگر اُس

خط میں شوہر کی اجازت ،اور اسکے دستخط نہ تھے میں نے لکھا تھا کہ تمھارے اس خط میں نہ تمھا
شوہر کی اجازت ہے اور نہ دستخط ہیں اسلئے تمھارا یہ خط بھیجنا بیعت کیلئے بے اصول ہے
خط میں ان کے شوہر کے دستخط ہیں اور لکھا ہے کہ میں بھی آپ ہی سے بیعت ہوں ان بی
بیعت فرما لیجئیگا ۔فرمایا کہ اب بتلائیے کہ میں نے ایسی کونسی سخت شرط لگائی تھی جسکا
نہ کر سکتیں ۔اس شرط میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ آئندہ جسکو جی چاہے خط لکھا نہ ش
اس سے انکو یہ معلوم ہو گیا کہ جب پیر ہی کو بلا شوہر کی اجازت کے خط نہیں لکھ سکتی تو
لکھنا تو کب جائز ہو سکتا ہے ۔اسمیں دین کی حفاظت مقصود تھی نیز شوہر بھی خوش ہو گا
کہ بیوی بڑی ہی فرمانبردار ہے بلا اجازت کچھ نہیں کرتی اصول کے تابع جو کام ہوتا ہے
بڑی ہی مصلحت اور حکمت ہوتی ہے ۔

(**ملفوظ** ۴۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب بزرگوں سے عقیدت نہیں تو نفع کیا خاک
ہو اپر ستوں اور باطل پرستوں کے عقیدت ہوتی ہے جو شعبدے بازی دکھلا دیتے ہیں مگر ہمارے
ایسی باتوں کو پسند نہ فرماتے تھے یہی طرز مجھکو محبوب ہے پھر فرمایا کہ ایک طریق عشق ہے اور
اعمال ہے اور اعمال دونوں میں ہوتے ہیں مگر اول میں اعمال باطنی کا غلبہ ہوتا ہے اور د
میں اعمال ظاہرہ کا اور ایسے شخص کو قلندر کہتے ہیں جسکے اعمال باطنی اعمال ظاہری سے زیادہ ہو
نہ ظاہر کو دیکھتے ہیں نہ باطن کو بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ شریعت یعنی احکام الٰہیہ سے اس شخص
بعد اور دوری ہے جسقدر بعد ہوتا ہے اسی قدر اسکو کامل اور پہونچا ہوا سمجھا جاتا ہے لیکن
کی گذر یہاں کہاں یہاں نہ شعبدہ ہے نہ کرامت نہ کشف نہ کیفیات بلکہ اسکا عکس ہے
قدم پر روک ٹوک محاسبہ معاقبہ مواخذہ مطالبہ کہیں ریا کا علاج بتلایا جاتا ہے کہیں حس
جاہ کا کہیں تکبر کا تو بھلا اس سے کیا جی خوش ہو کہیں خود رائی کو منع کرتے ہیں کہ اپنی رائے
کر دو اور مزید براں یہ کہ اگر اپنے سے تعلق رکھتا بوجہ عدم مناسبت کے نافع ثابت نہیں ہوتا
دوسرے مصلح کا پتہ بتلا دیتا ہوں تو ایسے شخص سے تعلق ہی کیوں رکھے جو اتنے بکھیڑے
اور جب مبادی ہی میں میری تمھاری رائے میں فرق ہے تو مقاصد میں کیسے اجتماع ہو سکتا

(**ملفوظ** ۴۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جسقدر رذائل ہیں وہ مجاہدات ریاضات سے دب

ہیں زائل نہیں ہوتے بعنوان دیگر ازالہ نہیں ہوتا امالہ ہو جاتا ہے جبلت نہیں بدلتی جبلی اخلاق مجاہدہ و مقاومت کے بعد بھی باقی رہتے ہیں۔ مگر مغلوب ہو جاتے ہیں یا یوں کہئے کہ دوسرے محل کی طرف راجع ہو جاتے ہیں۔

(**ملفوظ** ۵۴۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بخل اپنی ذات میں مذموم نہیں خاص مصرف کے اعتبار سے برا ہے ورنہ بدون تھوڑے سے بخل کے انتظام مشکل ہے یہ تو بخل لغوی ہے باقی اگر شرعی بخل ہی ہو اسکی نسبت بھی میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ ایسا بخل برا ہے مگر اسراف اس سے بھی زیادہ برا ہے مگر عرف میں جسقدر بخل پر مطعون کرتے ہیں اسراف پر نہیں کرتے بلکہ اسکو مستحسن سمجھتے ہیں اور فضول اور بیہودہ طریق پر مال کو ضائع اور برباد کرتے ہیں مثلاً بیاہ شادی کے موقع پر یا کوئی مر گیا تو تیجہ اور چہلم پر کسقدر صرف کرتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ جہاں بخل کی مذمت ہے وہاں اسراف کی بھی تو مذمت ہے چنانچہ فرماتے ہیں ان اللہ لا یحب المسرفین۔ بلکہ باعتبار آثار کے اسراف زیادہ مذموم ہے چنانچہ بخل کا نتیجہ صرف دوسرے کو نفع نہ پہونچانا ہے اور اسراف کا دوسروں کو ضرر پہونچانا کیونکہ جب اپنے پاس نہیں دوسروں کا مال ڈھونڈھتے ہو کے دے دیکر قرض وغیرہ کے نام سے لیکر اڑاتا ہے پھر ادا بھی نہیں کرتا نیز ہم نے مسرفین کو مرتد ہوتے دیکھا ہے مگر بخلاء ہو کر نہیں۔

(**ملفوظ** ۵۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تقوی اسی وقت کامل ہوگا کہ جب اسکے خلاف کے مقتضی اسباب ہوں اور پھر انکو دبائے مثلاً شہوت ہے اگر کوئی عنین ہو اور فجور سے بچے تو اسکو تقوی کا وہ خاص نور میسر نہ ہوگا جو ایسے شخص کو میسر ہوگا جو مرد ہو اور پھر اس سے اجتناب کرے عارف رومی فرماتے ہیں ؎

شہوت دنیا مثال گلخن است　　　　که ازو حمام تقوی روشن است

مثلاً اگر کوئی عنین کہے کہ میں کبھی برا کام نہیں کرتا یا اندھا کہے کہ میں کبھی بدنگاہی نہیں کرتا تو کون کمال ہے جیسے مثلاً یہ سامنے والی دیوار کہے کہ میں چوری نہیں کرتی تو کیا کمال ہوا ہاں اسباب ہوں اور پھر اجتناب ہو یہ ہے مجاہدہ جس سے لوگ گھبراتے ہیں یوں نہیں سمجھتے کہ انسان دنیا میں آسانی کیلئے تو نہیں آیا ارشاد فرماتے ہیں لقد خلقنا الانسان فی کبد۔ کہ ہمنے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے مگر اس مشقت کے سہل ہونے کے لئے ارادہ اور ہمت بھی ساتھ ساتھ

پیدا فرمادی ہیں اسلئے یہ چاہئے کہ خواہ کیسی ہی کوئی مشکل آپڑے صبر و استقلال کے ساتھ اسکو کالے جاوے بس یہی جوہر انسانی ہے اسی استقلال کی مداومت اور استحضار سے بڑے بڑے رذائل او جبلی چیزیں دب جاتی ہیں اور بڑے بڑے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں -

(ملفوظ ۵۴۲) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے بہت سے خواب لکھے ہیں عجیب و غریب خواب ہیں مگر مجھکو خوا کی تعبیر سے مناسبت نہیں اب اگر یہ عذر لکھتا ہوں تو انکو مایوسی ہوتی ہے اور اگر نہیں لکھتا ہوں تو جہل میں مبتلا رہتے ہیں یہی کہینگے کہ تعبیر جانتا ہے اسلئے میں نے لکھدیا ہے کہ یہ خواب اگر خیال ہی ہو تو ایسے خیال بھی مبارک ہیں -

۲۶ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۵۴۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ میری عزیزہ پر آسیب کا اثر ہے اسکے لئے تعویذ کی ضرورت فرمایا کہ یہ کام عامل کا ہے میں اس فن سے واقف نہیں گو میں تعویذ لکھدونگا انکار نہیں مگر اس اتنا نفع نہ ہوگا جتنا کسی عامل کے تعویذ سے نفع ہوتا ہے ۔ فرمایا کہ عملیات میں اصل مؤثر جو چیز ہے عامل کا خیال ہے جو اسکو کرتا رہتا ہے اور مشاق ہو جاتا ہے اکثر فوراً اثر مرتب ہو جاتا ہے بخلاف غیر مشاق کے کہ اسکا اسقدر اور جلد نفع نہیں ہوتا اور مجھکو تو اس فن سے بالکل ہی مناسبت نہیں ایک خرابی اسمیں یہ دیکھی گئی کہ اکثر لوگ تعویذ گنڈہ کرنے والے کی بزرگی کے معتقد ہو جاتے ہیں خصوص جب تعویذ گنڈوں سے نفع ہو جاتا ہے حالانکہ بزرگی سے اسکو کوئی تعلق نہیں یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کسی طبیب کے نسخہ سے مریض کو شفا ہو جائے اور اسکو بزرگ خیال کرنے لگیں مگر یہی تعویذ دینے والے کے معتقد ہیں کسی طبیب کو نہ بزرگ سمجھتے ہیں اور نہ اسکے معتقد ہوتے ہیں نہ معلوم انہیں اور انمیں فرق کرتے ہیں میرے نزدیک تو کوئی فرق نہیں دونوں دنیوی فن ہیں وجہ فرق کی صرف ایک سمجھ میں آتی ہے کہ طبیب کے علاج کو امر دنیوی سمجھتے ہیں اور عامل کے علاج کو امر دینی خیال کرتے ہیں اور عوام کا خیال اس وجہ سے ہے کہ عملیات کا امور عالیہ قدسیہ سے تعلق ہے نیز اسکے علاوہ بھی ان تعویذ گنڈوں کے متعلق اکثر لوگوں کے عقائد بہت ہی خراب ہیں جسکا سبب جہل اور حقیقت سے بیخبری ہے ۔ میں تعویذ لکھد

دیتا ہوں مگر مجھکو اس سے قطعاً دلچسپی نہیں۔

(ملفوظ ۵۷۲) فرمایا کہ ایک بار بعض حضرات مدرسہ دیوبند سے مجھکو لیجانے کیلئے تشریف لائے تھے بخصوص فلاں مولوی صاحب کا اسپر بیحد اصرار تھا اور خدمت یہ فرمائی تھی کہ مدرسہ میں حدیث شریف کا دورہ تو مدت سے ہوتا ہی ہے مگر تفسیر میں صرف جلالین شریف ہوتی ہے اب تجویز ہے کہ اور بعض کتب تفاسیر بھی نصاب میں بڑہا دی جائیں اور یہ کتابیں بھی سال بھر میں مثل حدیث شریف کے ہوجایا کریں۔ بس اسکی افتتاح میں میری شرکت چاہتے تھے کہ تو شروع کرادے۔ میں نے سفر سے اپنی معذوری پیش کی مگر اس طرف سے برابر اصرار رہا میں نے کہا کہ اگر آپکا ایسا ہی خیال ہے اسکی دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ بیس طلبا یہاں آجائیں اور انکا خرچ بھی میرے ذمہ ہوگا میں انکو یہاں ہی شروع کرادونگا اور مقصود حاصل ہوجائیگا کہنے لگے مدرسہ دیوبند میں تو یہ تقریب نہ ہوئی میں نے کہا میں اس جگہ کو مستقل جگہ خیال نہیں کرتا بلکہ مدرسہ دیوبند ہی کی ایک شاخ سمجھتا ہوں آپ بھی یہ ہی خیال فرمالیں کہ جیسے مدرسہ کے متعدد کمرے اور حجرے ہیں یہ بھی اسی کی ایک درسگاہ ہے پھر اس طرف سے عرض کیا گیا کہ حضرت نے ایکمرتبہ دیوبند تشریف لانیکا وعدہ فرمایا تھا فرمایا جس حالت کی ضرورت سے میں نے وعدہ کیا تھا اب بحمد اللہ وہ حالت نہیں رہی ارتفاع علت سے معلول کا بھی ارتفاع ہوجاتا ہے اس واقعہ کو ختم کرکے پھر فرمایا خدا کا فضل وکرم ہے کہ یہ درس و تدریس کا کام اور جگہ اچھا ہورہا ہے اب ہر شخص ایک ہی کام میں لگجائے اسکی کون ضرورت ہے اور میں تو اب اس کام کا رہا ہی نہیں سب بھول بھال گیا جو کچھ لکھا پڑہا تھا اب مجھسے وہ کام لینا چاہئے جس کام کو میں کررہا ہوں سنار سے سونے چاندی کی چیز بنوانا چاہئے جیسے چھاگل پہونچی جھومکے اور لوہار سے لوہے کی چیز بنوانا چاہئے جیسے پھاوڑا کھرپا۔

(ملفوظ ۵۷۵) فرمایا کہ اس طریق سے عدم مناسبت اور حقیقت سے بے خبری یہانتک ہوگئی ہے کہ ایک صاحب مجھسے خود اپنی حالت بیان کرتے تھے کہ میں ذکر و شغل کی حالت میں کیا ہر میں مبتلا تھا اور اس کو طریق کے لئے مضر نہ سمجھتا تھا کیا ٹھکانا ہے اس جہل کا اسلئے سخت ضرورت ہے شیخ کامل کی تعلیم کی اور اسکی صحبت کی وہ اس طریق کا واقف ہے وہ اس راہ سے گذر چکا ہے اور یہ تعلیم تدریجا حالات کے پیش آنے پر موقوف رہتی ہے۔ اس لئے طالب کو مدت طویل تک استفادہ کے لئے آمادہ رہنا چاہئے

واقعات مستقبلہ محتملہ کی ایک دم سے تحقیق نہ کرے کیونکہ شیخ بھی ایک جلسہ میں ایک تقریر میں سب اجزاء کے بیان کرنے پر قادر نہیں ہوتا اسلئے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ انکا تعلق وقوع کی خصوصیات سے ہے جیسے طبیب کی تقریر میں متعدد تغیرات کے کل نسخے اور مرض کے کل اسباب ایک ہی جلسہ میں بیان نہیں ہوتے۔ مثلاً کبر کے اسباب مختلف ہیں اسکے علاج بھی مختلف ہیں اب یہ تشخیص کہ کبر ہی یا نہیں اور اگر ہے تو اسکا سبب کیا ہے یہ سب کچھ وقت پر شیخ ہی سمجھ سکتا ہے تو پہلے سے کلیات معلوم کرنے سے وقت پر انطباق کون کریگا یہی وجہ ہے کہ میں کہا کرتا ہوں کہ چندے شیخ کے پاس رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ وقت وقت پر حالت بدلتی رہتی ہے جیسے مریض کو طبیب کے پاس رہکر علاج کرانے کی ضرورت ہے بالکل اسی طرح مرید کو شیخ کے پاس رہکر علاج کرانے کی ضرورت ہے اور یہ بالکل موٹی بات ہے جسکو میں بیان کر رہا ہوں کوئی باریک بات نہیں کہ کسی کی سمجھ میں نہ آئے غرض پاس رہکر کام کرنے سے بڑی سہولت سے شیخ اس گھاٹی سے نکالکر لیجائیگا۔ لیکن یہ نہ سمجھ لیا جاوے کہ سب کچھ شیخ ہی کریگا وہ تو تدابیر بتلائیگا اور سہولت سے یہی مراد ہے کہ طالب پر فکر کا بوجہ نہیں پڑے گا سب تدبیریں وہی بتلاویگا مگر اس تعلیم میں گو شیخ اسکی ہر ممکن رعایت کریگا مگر اسکا تابع نہ ہوگا اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نماز پڑھنا چاہتا ہے اور اسکو نماز نہیں آتی وہ کہتا ہے کہ مجھکو نماز پڑھا دو تو اس سے کہا جائیگا کہ بھائی پہلے وضو کرو یا عذر ہو تو تیمم کرو تب نماز پڑھ سکتے ہو اسپر بجائے اسکے کہ اسکا تابع ہو اُسکو اپنا تابع ہو کر وہ احمق یہ کہے کہ میرا مطلوب اور مقصود تو نماز ہے وضو یا تیمم تو میں نہیں کر سکتا اب بتلائیے نماز کیا خاک ہوگی ہر کام طریق سے ہوتا ہے اب وہ وضو کو تنگی خیال کرے اور مقصود سے بے تعلق خیال کرے تو اُسوقت یہ جواب دیا جاویگا کہ جہاں بدون وضو نماز پڑھائی جاتی ہو وہاں جاکر پڑھ لو ہم تو بے وضو نماز نہیں پڑھا سکتے غرض اسکا علاج شیخ کے پاس بھی نہیں کہ وہ خود کچھ نہ کرے اور اگر کرے تو اپنی رائے کو دخل دے یا جو طریق ہے کام کا اُس سے اعراض کرے اور شیخ کی تعلیم کو تنگی پر محمول کرے۔ ایک حکایت یاد آگئی اس تنگی پر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنج مرادآبادی سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حنفیہ کا جو مذہب ہے مفقود الخبر کے متعلق اسمیں تو کیا حرج ہے حالانکہ ماجعل علیکم فی الدین من حرج فرمایا گیا ہے۔ فرمایا ہاں جی واقعی اسمیں بڑا حرج ہے اور جہاد میں اس سے بھی زیادہ حرج ہے جان دینی پڑتی ہے

۳۲

اسکو بھی دین سے خارج کرو۔ فرمایا مولانا نے خوب ہی جواب فرمایا واقعی اگر ایسا ہے تو پھر تو کوئی چیز بھی اس حرج سے خالی نہ ملیگی۔ پھر بے خبری پر فرمایا کہ ایک حکایت بیان کرتا ہوں اس ہی سے اس بے خبری کا اندازہ ہو جائیگا کہ اس طریق کی تو کیا خبر ہوتی یہ تو پھر کسیقدر غامض ہے بعضے لوگ ایسی ضروری اور واضح چیزوں سے بے خبر ہیں جنکا تعلق عقائد اور ایمان سے ہے آلہ آباد میں ایک بیرسٹر تھے مولوی کے لقب سے مشہور تھے انھوں نے مولانا محمد حسین صاحب آلہ آبادی سے کہا کہ اب تو مسلمانوں کو سود لینے کی ضرورت ہے علماء کو چاہئے کہ اب اسکی اجازت دیدیں اسپر مولانا نے کہا کہ سود کو تو خدا تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ علماء کو حلال کرنے کا کیا اختیار ہے اور انکو وہ آیت تحریم کی پڑھکر سنائی گئی بیچارے چونک اٹھے اور دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ پیٹا کہ توبہ توبہ اور یہ کہا کہ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں تھا کہ سود کو خدا تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے میں تو یہ سمجھتا تھا کہ مولویوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے یہی اسکو بدل بھی سکتے ہیں حضرت یہ حالت ہے دینی معلومات کی کہ بیرسٹر تھے اور یہ خبر نہ تھی کہ یہ دین کا حکم ہے یا مولویوں نے اپنے گھر سے مسئلہ بنا رکھا ہے۔

۳۳

۲۷ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۵۵۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں ہمیشہ اسکی رعایت رکھتا ہوں کہ اہل علم پر کسی کی حکومت نہ ہو میں جب مدرسہ کانپور میں تھا وہاں ایک رجسٹر مدرسین کی حاضری کا تھا وہ مدرسہ کے کسی کارکن کے سپرد نہ تھا محض مدرسین کی دیانت پر ایک خاص موقع پر رکھدیا گیا تھا کہ وہ مدرس میں اپنے آنیکا وقت اسمیں خود لکھدیا کریں میں نے محض اس خیال سے ایسا کیا تھا کہ انپر کسی کی حکومت کرنا ان کے حقوق عظمت کے خلاف تھا اور مدرسہ کی رقم زائد دیدینا مدرسہ کے حقوق دیانت کے خلاف تھا اور اس معمول سے دونوں کے حقوق کا تحفظ ہو گیا مہینہ کے ختم پر منٹ تک جمع کر کے انکی تنخواہ سے وضع کر لیا جاتا تھا اور میں خود بھی بلاواسطہ یا بواسطہ اہل علم پر حکومت کرنا پسند نہیں کرتا۔

(ملفوظ ۵۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فرق باطلہ اور اہل بدعت کیوجہ سے اہل حق کو کلام کرنا

پڑا ورنہ اہل حق فی نفسہ اس قسم کے کلام کرنے کو پسند نہیں کرتے اسلئے کہ سلف سے منقول نہیں اور
میں بھی پسند نہیں کرتا مجھکو ہمیشہ سے اس قسم کے قیل وقال سے نفرت ہے مگر بیچارے اہل حق کو اہل
باطل کی گڑبڑ کی وجہ سے بولنا پڑا اور یہ انکا بولنا ضرورت کی وجہ سے تھا یعنی اول اہل بدعت
نے دین میں شبہات نکالے اہل حق نے انکو دلیل کے ساتھ دفع کیا جس سے صورت مناظرہ کی
پیدا ہو گئی اور علم کلام مدون ہو گیا ایسے مسائل میں اہل حق مدعی نہیں بلکہ اہل بدعت مدعی ہیں اور اہل حق ان کے
مقابلہ میں مانع ہیں پھر اس اضطرار کے ساتھ ہی یہ بھی تھا کہ اس کلام ومناظرہ کے کچھ حدود اور
شرائط بھی تھے مگر بعض متاخرین نے اسکو بڑھا لیا اس حد تک رکھا نہیں اور تامل وتجربہ سے معلوم
ہوا کہ اس قسم کے غیر ضروری قیل وقال کا کوئی نتیجہ بھی نہیں نکلتا۔ بیکار وقت کھوتے ہیں اسی قیل و
قال کو دین سمجھنے لگے اور اپنی فکر چھوڑ دی حالانکہ دوسروں کے درپے تو جب ہو جب اپنی حالت پر پہلے
اطمینان ہو چکا ہو پہلے اپنی خبر لینی چاہئے حیدرآباد والے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا کہیں
دوسرونکی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گٹھری نہ اٹھوا دینا۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ دوسرے
کی اصلاح اسقدر ضروری نہیں جسقدر اپنے دین کی حفاظت ضروری ہے پھر فرمایا کہ آجکل کے مناظرہ
میں اصول بے اصول کچھ نہیں دیکھا جاتا بس ہانکے چلے جاتے ہیں خواہ سیدھی ہو یا الٹی دیکھنے والے
سمجھتے ہیں بڑا بولنے والا ہے اور خود مناظرین کو بھی یہی تیج ہوتی ہے کہ حق منہ سے نکلے یا ناحق کسی طرح
ہیٹی نہ ہو نیز اس شغل میں ایک خرابی یہ ہے کہ بعضے مضامین جنکو رد کیا جاتا ہے ایسے ہوتے ہیں کہ انکا
اظہار ہی گو رد ہی کیلئے ہو مضر ہے انکا اخفار اور اماتت ہی مناسب ہوتا ہے فرمایا کہ اظہار کرکے رد کرنے پر
ایک حکایت یاد آئی ایک ولایتی ہندوستان آیا تھا اتفاق سے چور یا ڈاکوؤں سے مقابلہ ہوا اسمیں
زخمی ہو گیا ایک ہندوستانی نے غریب الوطن مسافر سمجھکر اپنے مکان پر رکھکر مرہم پٹی کی اور ہر قسم کی
خبر گیری کی تندرست ہو گیا جب رخصت ہوا تو کہا کہ ہمارا یہ پتہ ہے تم اگر کبھی ہمارے وطن آئیگا ہم بھی
تمھاری خدمت کریگا تم ہمارا محسن ہے ہمکو بڑا آرام پہونچایا ایک عرصہ کے بعد بعض اتفاقات سے
ایسا ہوا کہ یہ ہندوستانی اس طرف پہونچگیا خیال ہوا کہ یہاں پر ہمارا ایک دوست ہے لاؤ اس سے
ملاقات کر لیں تلاش کرکے اس ولایتی کے مکان پر پہونچا وہ ولایتی بڑا خوش ہوا اور انکو مکان پر
بٹھلا کر اور جلدی واپسی کا وعدہ کرکے کہیں چلا گیا گھر والوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور

ہاں سے آئے ہیں اس نے سب واقعہ بیان کیا کہ میں انکا دوست ہوں اور ہندوستان سے آیا ہوں اور میں نے اسکی یہ خدمت کی تھی گھر والوں نے کہا کہ تم اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً واپس چلے جاؤ اسلئے کہ وہ کہا کرتے ہیں کہ اگر کبھی ہمارا ہندوستانی دوست آگیا تو ہم اسکو اسکے احسان کا بدلا دیگا اس طرح سے کہ اسکو زخمی کر کے پھر اسکا علاج کرائیگا ھل جزاء الاحسان الا الاحسان تاکہ احسان کا بدلہ ہو سکے یہ سنکر بیچارا بھاگا سو ان مضامین کا اظہار کر کے انکو رد کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا اس ولایتی کا زخمی کر کے علاج کرانا مناظرین کو یہ طرز چھوڑ دینا چاہیے یہ طرز خطرہ سے خالی نہیں۔

(ملفوظ ۵۳۵) فرمایا کہ اس طریق کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بہت لوگ کیفیات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں چنانچہ کثرت سے ایسے خطوط آتے ہیں کہ ان میں یہی بھرا ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا وہ نہیں ہوتا آج بھی ایسا ہی ایک خط آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بھی اپنے زعم باطل میں کیفیات ہی کو مقصود سمجھے ہوئے ہیں ایسے شخص کی کسی کیفیت میں اگر کبھی کمی آجاتی ہے تو اسکو سخت پریشانی یا پشیمانی کا سامنا ہوتا ہے چنانچہ ایک بزرگ بڑھاپے میں روتے تھے کسی نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں تیس برس تک جہل میں مبتلا رہا حرارت غریزیہ کے نشاط کو جو جوانی میں ہوتا ہے نماز کی کیفیت سمجھتا رہا اب بڑھاپے میں جو وہ حالت نہیں رہی تب معلوم ہوا کہ وہ نماز کی کیفیت نہ تھی بلکہ جوانی کا جوش تھا اگر نماز کی کیفیت ہوتی تو بڑھاپے میں اسمیں اور قوت ہوتی اس لئے کہ اسکی تو یہ کیفیت ہوتی ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

خود قوی تر میشود خمر کہن ، خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

اور حقیقت میں یہ کیفیات نفسانی ہوتے ہیں عوارض نفسانیہ کے تغیر سے ان میں تغیر ہو جاتا ہے اس ہی لئے محققین ..... اہل فن کہتے ہیں کہ یہ مقصود نہیں ہاں اگر کسی وقت مقصود کے معین بن جائیں تو محمود ہیں مگر مقصود نہیں اور اگر دین میں معین نہ ہوں تو پھر محمود بھی نہیں چنانچہ ریاضات یا دوسرے عوارض سے یہ کیفیات کافر کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں اور جو چیز کافر مسلم میں مشترک ہو وہ کبھی مقصود نہیں ہو سکتی ایسی کیفیات کافر کو حاصل ہو سکنے پر ایک واقعہ یاد آیا ایک مقام پر کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے کہ دونوں انگریز تھے مجلس سماع میں مدعو کیا گیا تھوڑی دیر کے بعد تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس وقت

ایسی حالت ہے کہ اگر تھوڑی دیر رہی تو شاید کرسی سے گر پڑوں دوسرے نے کہا میرا بھی یہی حال آخر باہم مشورہ کر کے اٹھکر چلدئے اب بتلائیے کہ کیا کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ بھی بزرگ تھے یہ کیفیت انپر بھی طاری ہوئی بس ان کیفیات کا درجہ اس سے زیادہ نہیں کہ اگر یہ کیفیات مقصود میں معین ہوں محمود ہیں ورنہ محمود بھی نہیں اور مقصود تو کسی حال میں نہیں آج لاکھوں اہل طریق ان فضول کی بدولت اصل مقصود سے لاکھوں بلکہ کروڑوں کوس دور پڑے ہوئے ہیں اور اگر یہ ہی کیفیات حاصل بھی ہو جاویں تب بھی ان کی آخرت میں کچھ بھی قدر نہ ہوگی وہاں صرف اعمال کی پوچھ ہے ظاہر کی بھی باطن کی بھی ان ہی اعمال کے رسوخ کیلئے یہ تمام مجاہدات ریاضات مراقبات و کاشفات اشغال ہیں جو ایک تدبیر کے درجہ میں ہیں باقی اصل مقصود عبادات ہیں وہاں وہی کام آئیں اور اُن ہی کی قدر ہوگی اور جب ان کیفیات کا درجہ معلوم ہو گیا تو اگر ساری عمر بھی کسی پر یہ کیفیات نہ طاری ہوں مگر وہ اعمال کی پابندی اور اُنکی ادا کی کوشش وسعی میں لگا رہے تو اُسکی عبادات میں ذرہ برابر کوئی نقص نہیں اور راز اسمیں یہ ہے کہ یہ کیفیات وغیرہ نہ اختیاری ہیں اور نہ مامور بہ بھی وہی چیزیں ہیں جو اختیاری ہیں اور انسان اُن ہی کا مکلف ہے اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ شیخ کامل کی ضرورت ہے کہ وہ ان حقائق سے مطلع کرتا ہے اور غیر مقصود سے مقصود کی طرف لیجاتا ہے مگر آجکل اس تحقیق ہی سے لوگ گھبراتے ہیں اس ہی لئے میں اول مرتبہ ہی میں معاملات طے کر لیتا ہوں اور بیعت کرنے میں عجلت نہیں کرتا کہ لوگ اس طریق کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ بے خبری میں بیعت ہی کیا مفید ہو سکتی ہے اور یہ سب خلط بیعت ہوا جاہل صوفیوں اور پیروں کی بدولت ایسے ہی پیروں کی نسبت میں کہا کرتا ہوں کہ ان کے سب کمالات کا مقصود مالات ہیں مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں انہیں اپنے حلوے مانڈے سے کام۔

(**ملفوظ** ۵۵۹) ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ آپ نے میری تقریر میں غور نہیں کیا جسکی وجہ سے آپکو یہ شبہ ہوا میں تو کہہ چکا ہوں کہ یہ کیفیات مقصود نہیں ہاں اگر مقصود میں معین بنجاویں تو محمود ہیں مطلقاً تو میں نے انکی نفی نہیں کی بلا وجہ آپ مجھپر الزام رکھتے ہیں قصور تو اپنے سمجھنے کا اور ذمہ دار اسکا میں اسوقت خواہ مخواہ آپنے طبیعت کو منقبض کر دیا آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے اب ایک ہی بات کو بیٹھا ہوا کھرل کئے جاؤں اور ہندی کی چندی کئے جاؤں اتنا دماغ

لاؤں آپ جیسے لوگوں سے تعجب ہے کہ پوری بات نہ سنیں اور اُسپر اعتراض کی صورت میں سوال وارد کردیں مجھکو اسوقت آپکی وجہ سے سخت کلفت ہوئی آدمی کو کچھ تو فہم سے کام لینا چاہئے تو اب بنے بیٹھے ہیں کچھ حس ہی نہیں آپ تو سوئی چبھو کر الگ ہوئے اب دوسرا کمبخت اسکی سوزش سے جھلا رہا ہے بلبلا رہا ہے عرض کیا کہ معافی چاہتا ہوں قصور ہوا فرمایا کہ کیا ان الفاظ سے وہ تکلیف بھی جاتی رہے گی معافی تو معاف ہے میں خدانخواستہ کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر آئندہ ایسی حرکت سے اجتناب رکھئے آپکو معلوم نہیں کہ اس سے دوسرے کو کیا تکلیف پہونچتی ہے عرض کیا کہ اب آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرونگا فرمایا کہ میں سوال کرنے کو منع نہیں کرتا مگر میری تمام تقریر کو محفوظ رکھتے ہوئے اگر کوئی شبہ وارد ہو ضرور سوال کیجئے میں انشاء اللہ ضرور جواب دونگا باقی ویسے ہی بدون سوچے سمجھے جو جی میں آیا ہانک دینا یہ تو رنج کا سبب ہوہی گا میں تو کہا کرتا ہوں کہ تکلیف پہونچانیکا قصد تو نہیں ہوتا مگر اسکا بھی قصد نہیں ہوتا کہ تکلیف نہ پہونچے ساری خرابی بے فکری کی ہے۔

(ملفوظ ۵۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان کیفیات کی متعلق جو میں نے بیان کیا تھا کہ اگر مقصود کی معین ہوں تو محمود ہیں مگر مقصود نہیں اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک بہلی ہے اسکو دو بیل لئے جارہے ہیں مگر آہستہ آہستہ ایک اور تیسرا قوی بیل جوڑ دیا تو اب بہلی زیادہ زور سے چلنے لگی لیکن اگر یہ تیسرا بیل نہ ہوتا تب بھی مسافت تو طے ہو ہی رہی تھی اُس تیسرے بیل کے نہ ہونے پر یاس نہ ہونا چاہئے کہ ہائے اب کیسے منزل مقصود پر پہونچیں گے انشاء اللہ پہونچ جاؤ گے گو وقت کچھ زیادہ صرف ہو اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ ان کیفیات کا درجہ اس سے زیادہ نہیں اب اگر کوئی بیل ہی کو مقصود سمجھے یا اپنی شان شوکت تین ہی بیلوں پر سمجھتا ہو تو اسکا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔

(ملفوظ ۵۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دوسروں کی فضول فکر اور دوسروں کے معاملات میں بلا ضرورت دخل دینا آجکل یہ مرض عام ہوگیا ہے اور یہ اس راہ میں سم قاتل ہے کہ اپنے اختیاریات کا تو اہتمام نہ کرے اور دوسروں کے اختیاریات میں مشغول ہوجاوے جو اس کے اعتبار سے غیر اختیاری ہے اسی کے متعلق فرماتے ہیں ؎

کار خود کن کار بیگانہ مکن

(ملفوظ ۵۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد قاضی صاحب یہاں
آئے تھے یہاں کی تعلیم پر .... ذکر بالجہر کیا کرتے تھے کسی نے ان سے کہا کہ یہ تو بدعت ہے کہنے لگے
میاں اسمیں مزا آتا ہے اسمیں بدعت کی کیا بات ہے گویا ان کے یہاں مزہ پر مدار تھا جسمیں مزا ہو
بدعت نہیں ہماری جماعت کے بیحد معتقد تھے مگر تھے کٹر غیر مقلد غرض ہر شخص اپنے خیال میں مست
کوئی کیفیات کے پیچھے پڑا ہوا ہے کوئی مزے کے پیچھے پڑا ہوا ہے اصل مقصود جو کہ طریق کی روح ہے
وہ محض تعلق مع اللہ ہے اسکی کسی کو ہوا بھی نہیں لگی الا ماشاء اللہ جو اصل چیز ہے وہ صرف یہ ہے
صحیح معنی میں بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جائے مگر اسکی کسی کو فکر نہیں وہی غیر مقلد قاضی صاحب
یہ بھی کہتے تھے کہ یہاں جتنی باتیں ہیں سب سنت کیموافق ہیں صرف ایک بات کے متعلق کہا کہ بدعت
وہ یہ نسبتیں ہیں یہ چشتی قادری نقشبندی سہروردی بس یہ بدعت ہے اور یہ سمجھ میں نہیں آتا یہ
سنکر کہا کہ یہ کہنا کوئی ضروری تھوڑا ہی ہے تم صرف یہ کہا کرو کہ ہم شریعت والے ہیں یہ نسبتیں تو اصطلا
اور خاص حالات کی تعبیر کی سہولت کیلئے ہیں آخر یہ غیر مقلد بھی تو اپنے کو محمدی کہتے ہیں یہ بھی تو نسبت
ہی ہو تو کیا محمدی کہنا بھی بدعت ہے اسلئے کہ شریعت تو خدا کی ہے تو بجائے محمدی کے اپنے کو الٰہی کہ
اور اگر محمدی کہنا کسی تاویل سے جائز ہے تو حنفی شافعی مالکی حنبلی چشتی نقشبندی قادری سہرورد
کہنا بھی جائز ہو گا گو ان تعبیرات کا معبر عنہ جدا جدا حقائق ہیں مگر وہ حقائق دین کے خلاف نہیں
اسمیں بدعت کی کیا بات ہے یہ تحقیق نسبت کی) اور یہ جواب محمدی کی نظیر پیش کرکے فرمایا کہ یہ ہمارے
علیہ الرحمۃ کا افادہ ہے ۔ ہزاروں سناز ے ایک طرف اور یہ سادے اور بے تکلف نکتے ایکطرف واقعی
یہ حضرات حقیقت کو منکشف فرما دیتے ہیں ہمارے حضرات کے علوم ماشاء اللہ تعالیٰ متقدمین کے ع
کے مشابہ تھے اور یہ واقعہ ہے کہ علوم اصل میں متقدمین ہی کے پاس تھے باقی متاخرین کے الفاظ بیشک
نہایت چکنی چپڑی عبارتیں نہایت مرتب تقریریں نہایت مہذب مگر متقدمین کے کلام کی برابر ان م
مغز نہیں قرآن و حدیث کے الفاظ نہایت سادہ اور وہی طرز بزرگوں کے کلام کا ہے مگر انکی وقعت
جو اسوقت قلوب میں کم ہی یہ خرابی نئی اصطلاحات دماغ میں رچ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے
پھر اسمیں ترقی ہوتے ہوتے دنیا داروں اور بے علموں تک کا رنگ لیلیا گیا چنانچہ اب وہ طرز ہی
کا بدلگیا علماء تک کی تقریریں دوسرے نئے جاہلانہ رنگ میں ہونے لگیں خدا بھلا کرے ان تحریکات

یہ بالکل ہی کایا پلٹ ہوگئی علماء کی تقاریر اور تصانیف کا رنگ نیچریوں کے طرز پر ہونے لگا اُنکا وعظ ایسا ہونے لگا جیسے کوئی لیکچر دے رہا ہو نہ وہ ملاحت ہے نہ اثر ہے بلکہ اور وحشت معلوم ہوتی ہے علماء کو چاہئے وہ کلام میں اپنے بزرگان سلف کا طرز اختیار کریں اس ہی میں برکت ہے اور وہی طرز مؤثر ہے۔

(**ملفوظ** ۵۵۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو شخص علوم عالیہ کو حاصل کئے ہوئے ہو تب قرآن وحدیث کو سمجھ سکتا ہے اب جاہلوں کی اصطلاحوں کو کلام میں ٹھونس کر کام نکالنا چاہتے ہیں جس سے بالکل غیر ممکن ہے کہ حقیقت کا انکشاف ہوسکے اور ان علوم کے ساتھ اس انکشاف کیلئے ذوق کی بھی ضرورت ہے اور ذوق بدون کسی کامل کی صحبت کے پیدا نہیں ہوسکتا مگر ان چیزوں کا اہتمام ہی نہیں اور یہ ساری خرابی اسکی ہیں کہ لوگوں کے قلوب میں خوف آخرت نہیں رہا اور نہ آخرت کی فکر ہے اسلئے ہر شخص مقرر ہے ہر شخص مفسر ہے ہر شخص محدث ہے ہر شخص مصنف ہے آزادی کا زمانہ ہے نہ اصول ہیں نہ قواعد جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں اگر فکر آخرت ہو تو ہر چیز میں احتیاط اور حقیقت کی تلاش ہو اور اسکے لئے اسکے اسباب کی کوشش ہو۔

(**ملفوظ** ۵۵۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر اختیار ایسا ہی سستا ہے کہ ہر مقصود کیلئے اسکا استعمال جائز ہو اسمیں کوئی قید ہی نہ ہو تو اس درجہ میں تو حکومت بھی اختیاری ہے آزادی حاصل کریں یا بعنوان دیگر آجکل کی اصطلاح میں قربانی کریں اور یہ قربانی ایسی ہے کہ ذی الحجہ سے پہلے ذیقعدہ میں بھی ہوسکتی ہے مگر یہ دیکھ لیں کہ یہ حکومت دین کی ہوگی یا بد دینی کی جسکا معیار حق تعالیٰ کے فرمان سے معلوم ہوسکتا ہے الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور اگر ایسی نیت ہے تو کوشش کریں یعنی حدود شریعت کا تحفظ شرط ہے مگر اب تو ایسا اطلاق ہو رہا ہے کہ شریعت کے خلاف ہو یا موافق تو ایسی حکومت تو فرعون اور شداد کو بھی حاصل تھی حکومت سے اصل مقصود اقامت دین ہے اور یہ تدابیر اسکے اسباب ہیں اگر دین مقصود نہیں جیسا آجکل کی حالت سے ظاہر ہے تو لعنت ہے ایسی حکومت پر۔

(**ملفوظ** ۵۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک انگریز کا قول دیکھا ہے وہ کہتا ہے کہ بغیر حنفی مذہب کے سلطنت چل نہیں سکتی کیونکہ اسقدر توسع اور مراعات مصالح دوسرے مذہب میں نہیں

پائی جاتیں مگر باوجود اتنے توسع کے پھر بھی وجدان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات اسوقت ہوتے تو اس زمانہ کی حالت پر نظر کر کے غالباً اور توسع کرتے مگر ہماری تو ہمت نہیں پڑتی اب اندر قوت اجتہاد بھی نہیں پھر نا اہلوں سے بھی ڈر لگتا ہے نہ معلوم کیا گڑبڑ شروع کر دیں یہ تو دو اہل فتوے کے توسع ہی کے حدود سے نکل کھڑے ہوئے پھر اسکی مثال ہیں کہ بعض جزئیات میں غا زیادہ توسع فرماتے یہ فرمایا کہ مثلاً اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت دار الحرب میں رہتی ہو تو اسکے متع بعض ابواب سیاسیہ میں کیا احکام ہیں مفصل مستقل طور پر مدون نہیں اور اسکا ذکر غالباً اس وَ نہیں فرمایا کہ ان حضرات کو اسکا وہم گمان بھی نہ تھا کہ کبھی ایسا ہوگا کہ مسلمان کفار کے ماتحت ہ باقی تفصیل و استقلال کی نفی سے نفس احکام کا غیر مذکور ہونا لازم نہیں آتا اور وہ بھی کافی ہے اسکے کافی ہونے کے بعد اب کسی کے اجتہاد کی ضرورت نہیں اب ایسوں کے لئے اپنی رائے سے فتو دینے سے سکوت ہی اسلم ہے کیونکہ بعض سکوت بھی بعض نطق سے اچھا ہوتا ہے۔ اس پر ایک حکا یاد آئی ایک بہو کسی گھر میں بیاہی ہوئی آئی مگر بولتی نہ تھی ساس نے کہا کہ بہو بولتی کیوں نہیں کہ اماں نے منع کر دیا ہے ساس نے کہا کہ ماں تو تیری بیوقوف ہے تو بولا کر بہو کہتی ہے کہ بولوں کہا ضرور بول بہو کہتی ہے کہ اگر تمھارا بیٹا مر گیا تو مجھکو بیوہ بٹھائے رکھو گی یا کہیں نکاح کر دو گی ساس کہا کہ تیری ماں نے ٹھیک کہا تھا تو تو خاموش ہی اچھی تو یا تو بہو بولتی نہ تھی اور بولی تو یہ لور بڑ یہی حالت ہے اکابر کے اصول کو چھوڑ کر نئے لوگوں کے بولنے کی۔

(ملفوظ ۵۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں نے ایک یہ طرز اختیار کر لیا ہے کہ اہل حق تو بطور اشکال کے پوچھتے ہیں کہ آپ یہ فرماتے ہیں اور دوسرے علماء اسکے خلاف سمجھتے ہیں تو ہم کسکا مانیں اور کس پر عمل کریں مگر اہل باطل سے کبھی یہ سوال نہیں کرتے کانپور میں ایک تھانہ دار تھے میرا ایک وعظ میں شریک تھے میں نے بعض بدعات کی ممانعت بیان کی بعد وعظ وہ تھانہ دار صا کہنے لگے کہ آپ تو گیارہویں کو ناجائز کہتے ہیں اور دوسرے بعض علماء جائز کہتے ہیں اب ہم کیا کریں میں نے کہا کہ آپ نے جیسے مجھ سے پوچھا ہے کبھی اُن علماء سے بھی اسی طرح پوچھا ہے کہ تم تو جائز کہتے اور فلاں عالم ناجائز کہتے ہیں اب ہم کیا کریں اس سے معلوم ہوا کہ اگر آپکے اس سوال کا سبب تردد ہوتا تو اُن سے بھی پوچھتے معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا خود جی چاہتا ہے یہ کام کرنیکو اسلئے ہمسے

اشکال کیا جاتا ہے پھر فرمایا کہ ایکمرتبہ میں اور ایک مولوی صاحب غازی پوری اٹاوہ میں جمع ہو گئے وہ کہنے لگے کہ آپ لوگوں کا ہندوستان میں بڑا اثر ہے جسکی آپ لوگوں کو خبر نہیں صرف ایک کسر ہے اگر آپ لوگ مولود میں قیام کرنے لگیں تو پھر تو سارا ہندوستان آپ کا غلام ہو جائے اور میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ سارے ہندوستان کو آپکا مرید کرادوں میں نے کہا کہ اگر کسی کو مرید کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو تو کہنے لگے کہ بس یہ بڑی مشکل ہے بتلایئے یہ علماء کے مشورے ہیں اس ہی سے اندازہ کر لیجئے ان لوگوں کے خیالات کا اور تدین کا۔

۵۶۲ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ کی دو قسمیں ہیں ایک مبطل ایک محق پھر محق کی دو قسمیں ہیں ایک محقق ایک غیر محقق شیخ کیلئے محق کے ساتھ محقق ہونے کی بھی ضرورت ہے۔

۵۶۳ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ آجکل رسمی پیر جنکا مقصود جاہ طلبی اور مال طلبی کے سوا کچھ نہیں باوجود بجید مداہنت کے یہ بھی مصیبت ہی میں رہتے ہیں ایک پیر صاحب یہاں آئے تھے کہ میں قرضدار ہوں میں کسی کو کچھ لکھدو وجہ قرض کی یہ بیان کی کہ مرید کھا گئے اور دیا کچھ نہیں یہ انجام ہے لنگر خانہ کا میں تو کہا کرتا ہوں کہ آدمی لنگر دنیا کی وجہ سے لنگر دین ہو جاتا ہے اور قرض بھی چاہتے تھے تین چار ہزار کی رقم میں نے پوچھا ادا کہاں سے کروگے کہتے ہیں کہ مریدوں سے وصول کرکے دونگا بیچارے پھر بھی مریدوں کے معتقد تھے اُن کے نہ دینے پر بھی اعتقاد نہیں ٹوٹتا خلوص ہو تو ایسا تو ہو چاہے فلوس نہ ہو۔

۵۶۴ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض طبیعتیں فطرۃً سلیم ہوتی ہیں ایک صاحب حیدرآباد سے آئے تھے چند شرطیں ذہن میں تجویز کرکے گھر سے چلے تھے کہ اگر کہیں یہ شرطیں پاؤنگا تو مرید ہونگا۔ ایک تو یہ کہ بہت بوڑھا نہ ہو کبھی جلدی ہی چھوڑ کر چل بسے دوسرا ڈھونڈنا پڑے دوسرے یہ کہ لکھا پڑھا ہو بالکل جاہل نہ ہو تیسرے یہ کہ بیعت کو شرط نہ کرتا ہو تعلیم کیلئے چوتھے یہ کہ وہاں کھانے پینے کا جھگڑا نہ ہو یہ ساری باتیں اتفاق سے یہاں دیکھیں اور وابستہ ہو گئے۔ ایک اور سلیم الفطرۃ کی حکایت یاد آئی ایک بڑے شخص مرید ہونے کی غرض سے آئے اور بڑے پیمانہ پر ہدیہ دینا چاہا میں نے بوجہ خلاف شرائط ہونے کے انکار کر دیا ان کے ساتھ ایک صاحب اور تھے اُن سے شکایت کی کہ میری دل شکنی کی انھوں نے کہا میاں شکر کرو جو چیز تم تلاش کرتے تھے یعنی دین وہ تمکو ملگئی اور جہاں جہاں گئے سب تمھاری چاپلوسی میں مشغول رہے یہاں کسی نے پوچھا بھی نہیں بس دین یہاں ہی ملیگا دیکھئے کیسی سمجھ کی بات کہی۔

(ملفوظ ۵۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعا، کی برکت سے
اصول دل میں پیدا فرما دیئے باقی اور آگے اور کچھ آتا جاتا نہیں کتابیں پڑھیں وہ بھی بے تکی سبق میں
ہوا کبھی نہیں مگر اللہ کا فضل ہے کہ باوجود ان سب کوتاہیوں کے اساتذہ ایسے مل گئے کہ اُن حضرا
تحقیقات مغز ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے اُستاد ملے جو میزان کل
کتابوں کے اور علوم کے اور اسکے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے شیخ ملے جو اس فن
تھے مجتہد تھے مجدد تھے سب اُن ہی کا صدقہ ہے جو ہم بیٹھکر باتیں بگھارتے ہیں گو حضرت درسیا
ہوے نہ تھے مگر علم جس چیز کا نام ہے وہ حضرت کو عطا ہوا تھا چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح
علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت حاجی صاحب رح کا علم کے سبب معتقد ہوں کسی نے اسکی حقیقت
تو مولانا نے فرمایا کہ ایک تو ہے ابصار اور ایک ہے مبصرات فرض کرو ایک شخص اپنے وطن ہی میں
اُس نے سیاحت نہیں کی مگر نگاہ بہت تیز ہے جس چیز کو دیکھتا ہے صحیح دیکھتا ہے سو اس شخص کے
کم ہیں مگر ابصار زیادہ ہے۔ ایسے ہی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علم زیادہ ہے گو معلو
ہیں جس چیز کو بھی سمجھے ہوئے ہیں اسکی حقیقت تک پہونچے ہوئے ہیں اور درسیات پڑھنے والے
کے مشابہ ہیں جس نے سیاحت تو زیادہ کی مگر نگاہ ضعیف ہے اسکے مبصرات زیادہ ہیں اور ابصا
فرمایا کہ میں مولانا کا یہ مقولہ اسوجہ سے سناتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم
اتنے بڑے شخص کی شہادت ہے یہی تو وہ علوم ہیں جسکی نسبت فرماتے ہیں ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید و اوستا

حضرت مولانا یہ بھی فرماتے تھے کہ ہمارے ذہن میں تو مقدمات پہلے آتے ہیں اور مقاصد بعد
وہ مقدمات کے تابع ہوتے ہیں اگر کہیں مقدمات غلط ہو گئے تو مقاصد بھی غلط ہو جاتے ہیں
حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یا دوسرے عارفین کے ذہن میں مقاصد پہلے آتے ہیں اور مقدما
غلطی کا اثر مقاصد میں نہیں پہونچتا بلکہ بعض حقیقت شناسوں نے تو مولانا محمد قاسم صاحب کے
حضرت حاجی صاحب کے علوم کا ظل بتلایا ہے چنانچہ حضرت حاجی صاحب رح خود فرمایا کرتے
تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو ایک لسان عطا فرماتے ہیں حضرت شمس تبریز کو حضرت مولا
فرمائے گئے تھے جو انکی لسان تھے اور مجھکو مولانا محمد قاسم صاحب عطا فرمائے گئے ہیں جو

حاصل یہ تھا کہ میرے ہی علوم کی ترجمانی فرماتے ہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کانپور الہ آباد لکھنؤ میں مخالفین نے میرے متعلق یہ مشہور کر دیا حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کا پاخانہ بنوا دیا ہے میں نے سنکر کہا کہ یہ تو صغریٰ ہے اور کبریٰ کیا ہے اسکی کیا دلیل ہے کیا اگر کوئی ایسا کرے تو حرام ہے قرآن میں حدیث میں یا حنفی شافعی حنبلی مالکی کے فقہ کسی کا یہ قول ہے کہ حجرے کا پاخانہ بنانا جائز نہیں ان لوگوں کے عقائد محض اوہام پرستی پر مبنی ہیں حالانکہ قع میں یہ روایت ہی غلط اور محض بہتان ہے دین تو لوگوں میں رہا ہی نہ تھا مگر دیانت بھی نہیں رہی البتہ کا عکس ضرور ہوا ہے کہ پائخانہ کا ایک حجرہ بنا دیا ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل بدعت کے استدلالات بھی نہایت ہی لچر ہوتے ہیں قبر پر چادر لنے کے متعلق ایسے بعض علماء نے استدلال کیا تھا کہ جنازہ پر بھی تو چادر پڑتی ہو وہاں پر بھی مردہ یہاں بھی مردہ اگر قبر پر کپڑا گیا تو اسمیں بدعت کی کیا بات ہے اسی طرح ایک شخص نے کہا تھا کہ پھولوں کے سہرے میں بدعت کی کونسی ت ہے کسی نے سیدھا کر کے سونگھ لیا اور کسی نے اولٹا کر کے سونگھ لیا۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اکثر جسقدر کوئی شخص بھولا ہوگا اسپر کیفیات غلبہ زیادہ ہوگا اکثر یہ ذہانت وذکاوت کیفیات کو ضعیف کر دیتی ہے اور راز اسمیں یہ ہے کہ کیفیات لئے یکسوئی شرط عادی ہے اور ذہین آدمی کی ہر وقت یہ حالت رہتی ہے الم تر انھم فی کل واد یھیمون تو یہ کیفیات لذیذ ہیں مگر انکا درجہ ایسا ہے جیسے چٹنی کہ مزہ دار ہے مگر تغذیہ کیلئے کافی نہیں۔

۲۷ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ) ایک نووارد صاحب نے جنکو اجازت دینے کیساتھ یہ لکھدیا گیا تھا کہ آتے ہی خط دکھلا دیں ر بھی خط نہ دکھلایا حضرت والا نے ان سے مواخذہ فرمایا ان صاحب نے ایک صاحب کے واسطے سے معافی ہی حضرت والا نے فرمایا کہ معافی تو اسی وقت ہو جاتی ہے مگر اسکا جو اثر ہوتا ہے وہ تو رہتا ہے اور اسکا الہ سلیقہ سے ہو سکتا ہے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہیں پھر سلیقہ کسطرح حاصل ہو سکتا ہے کہ یہ تو مخاطبت مکاتبت پر موقوف نہیں ہر وقت کے اٹھنے بیٹھنے سے معلوم ہو سکتا ہے

کہ کون بات پسند ہے کون ناپسند۔ مگر آجکل اصلاح معاشرت کو دین کی فہرست ہی سے خارج کر رکھا ہے اسکی فکر ہی نہیں ہماری اس حرکت سے دوسرے پر کیا اثر ہوگا ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ صاحب کم سنتے ہیں فرمایا اگر ان میں اہتمام ہوتا تو اسکی بھی اطلاع کرتے کہ میں کم سنتا ہوں میں انکو مشورہ دیتا کہ تم قریب بیٹھا کرو تاکہ میری باتیں سن سکو مگر جب اسقدر لاپروائی ہے تو ایک شخص ہی کہانتک ان جزئیات کا احاطہ کرسکتا ہے

(ملفوظ ۵۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے بزرگ کسی مضمون کے شروع کرنے سے قبل یا فتاح لکھتے تھے پہلے بزرگوں کی رسمیں بھی صالح ہوتی تھیں مگر اب تو نیچریت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے۔

(ملفوظ ۵۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلد ہونا تو بہت آسان ہے البتہ مقلد ہونا مشکل ہے کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کرلیا جسے چاہا بدعت کہدیا جسے چاہا سنت کہدیا کوئی معیار ہی نہیں مگر مقلد ایسا نہیں کرسکتا اسکو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت بعضے آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں اس کھیت میں منہ مارا اس کھیت میں مارا نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان ہے تو انکا کیا کوئی کرلے غرض ایسے لوگوں میں خودرائی کا بڑا مرض ہے۔

(ملفوظ ۵۷۳) ایک گاؤں کے آدمی نے تعویذ مانگا اور یہ نہیں کہا کس چیز کے لئے تعویذ کی ضرورت ہے اور بھی چند درخواستیں کیں وہ بھی ایسی ہی مبہم۔ اسپر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی تمھاری رگ رگ ریشوں سے واقف ہوں خوب نبض پہچانتا ہوں ادھوری بات کہی جسکو کوئی سمجھ ہی نہ سکے چاہتے یہ ہیں کہ دوسرا آدمی ہمارا تابع رہے اور ہم کسی کے تابع نہ ہوں عرض کیا کہ قصور ہوا معاف کردو فرمایا کہ معاف کو میں پھانسی تھوڑا ہی دے رہا ہوں مگر کیا غلطی پر متنبہ بھی نہ کروں اسی میں گیہوں اسی میں جو یہ بھی کوئی کھیتی سمجھ لی ہے کہ تعویذ بھی دیدو دعا بھی کردو خیر اسکا بھی مضائقہ نہیں تھا مگر ساتھ ہی بندہ خدا دوسروں کے بکھیڑے بھی اسطرح باندھکر لایا ہے جیسے یہاں سے ایک پلے میں نمک ایک میں مرچ ایک میں ہلدی ایک میں تمباکو باندھکر لیجائیگا یہ گاؤں والے ہوتے ہیں بڑے ہوشیار خبردار جو کبھی دوسروں کے بکھیڑے لیکر آیا آج تعویذ نہیں ملیگا کل کو آکر پوری بات کہنا اور اگر عقل نہ ہو تو یہاں کسی سے پوچھ لینا کہ پوری کس طرح ہوتی ہے پھر کبھی گڑبڑ کرے۔

(ملفوظ ۵۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہوئی میں اسپر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں ورنہ مجکو تو بڑی الجھن ہوتی اسلئے کہ بچوں کی تربیت بڑی مشکل چیز ہے اور اگر ہوجاتی کیونکہ سب اللہ تعالیٰ

قبضہ میں ہے تو وہ اسے بھی اپنی رحمت سے آسان فرمادیتے ایک مرتبہ بڑے گھر میں کی خالہ نے جو انکی حقیقی خالہ تھیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں عرض کیا تھا کہ اسکے لئے اولاد کی دعا فرمادیجئے حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ تمھاری خالہ نے تمھارے لئے اولاد کی دعا کرنے کو مجھ سے کہا تھا خیر بھائی دعا سے کیا عذر ہے مگر جی تو یہی چاہتا ہے کہ جو میری حالت ہے وہی تمھاری حالت رہے یعنی اولاد نہ ہو یہ حضرت کی تمنا کا بھی اثر ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کام کی کثرت سے بحمد اللہ میں کبھی نہیں گھبراتا ہاں آنیوالے جو دق کرتے ہیں اور بے تکا برتاؤ کرتے ہیں اس سے گھبراتا ہوں باقی کام تو روزانہ ہی کثرت سے رہتا ہے آپ لوگ دیکھتے ہی ہیں خود ایک ڈاک ہی کا ایک مستقل کام ہے مگر خدا کے فضل سے روز کے روز پورا ہو جاتا ہے جسکی ایک وجہ مختصر جواب دینا بھی ہے پہلے میں بہت مبسوط جواب لکھتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ جب میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا ایک استفتار جواب لکھنے کیلئے مجھکو دیا گیا میں نے اسکا جواب لکھا اور نہایت طویل لکھا اور مولانا کے سامنے تصدیق کے لئے پیش کیا مولانا نے اسپر دستخط تو فرمادیئے مگر یہ ارشاد فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تمکو بہت فرصت ہے مگر جب کاغذوں کا انبار تمھارے سامنے ہوگا اسوقت دیکھیں گے کہ ایسے طویل جواب پھر بھی لکھو گے اب حضرت کا یہ مقولہ یاد آجاتا ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کا طریق بالکل مردہ ہو چکا تھا اب اللہ کا شکر ہے کہ اسمیں دوبارہ روح پھونکی گئی ہے جسکو ناواقفی کی وجہ سے تشدد کہا جاتا ہے لیکن اسوقت طبائع میں کجی بڑھ جانے سے اسی طرز کی حاجت تھی اسی کی نسبت میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اس چودھویں صدی میں ایسے ہی لٹھ بیر کی ضرورت تھی جیسا میں ہوں لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ مردے زندہ ہو جائیں اور نہ نفخ صور ہو نہ قیامت قائم ہو نہ میدان محشر ہو نہ میزان عدل ہو یعنی مقصود حاصل ہو جاوے اور کوئی بات ناگواری کی نہ ہو سو سنت اللہ میں یہ کیسے ممکن ہے اگر حسب خواہش نفس کے پیر ساری عمر طالب کی دلجوئی و خوشامد ہی کرتا ہے تو اصلاح کیسے ہو سکتی ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ امیر شاہ خانصاحب سے سنا ہے کہ جسکا پیر ترانہ ہو اس مرید کی اصلاح نہ ہو گی عجیب شان تھی ان حضرات کی حضرت مولانا ہی کا دوسرا واقعہ اسی اصلاح کے متعلق امیر شاہ خاں صاحب ہی بیان کرتے تھے کہ مولانا رحمۃ اللہ دہلی تھے خاں صاحب اور

مولانا احمد حسن صاحب مرحوم بھی ہمراہ تھے شب کو دونوں صاحبوں نے چارپائی مولانا سے ادب کے سبب ذرا دور کو بچھائیں خانصاحب نے مولانا احمد حسن صاحب سے کہا کہ یہاں جو ایک برج والی مسجد ہے اسمیں صبح کی نماز چلکر پڑھیں گے سنا ہے کہ وہاں کا امام بہت اچھا قرآن شریف پڑھتے ہیں مولوی صاحب نے کہا کہ ارے جاہل پٹھان ہم اسکے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ تو ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے مولانا نے سن لیا پکار کر فرمایا کہ احمد حسن تو اوروں کو جاہل بتاتا ہے اور خود جاہل ہے کیا قاسم کی تکفیر سے وہ امامت کی قابل نہیں رہا ہیں تو اس سے اسکی دینداری کا معتقد ہو گیا اس نے میری کوئی بات دین کے خلاف سنی ہوگی جسکی وجہ سے میری تکفیر لازم تھی اگر روایت غلط پہونچی تو راوی کی خطا ہے اب میں خود اسکے پیچھے نماز پڑھونگا مولانا نے صبح کی نماز اسکے پیچھے پڑھی۔ اور ان دونوں کو ساتھ جانا پڑا تو دیکھئے مولانا احمد حسن صاحب کتنے محبوب تھے مگر اصلاح کے لئے ڈانٹ ان پر بھی پڑی۔

۲۸ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۵۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آنیوالوں کیلئے مصلحت یہ ہے کہ پہلے خطوط سے آنے کی اجازت حاصل کر لیا کریں خصوص جبکہ عورتیں بھی ساتھ آنا چاہیں اور اول تو میں عورتوں کے آنے کو پسند ہی نہیں کرتا اس سے آگے کو راہ کھلتا ہے اسلئے میری رائے ہے کہ ایسے موقع پر بالکل خشک جواب دیا جاوے تاکہ راہ بند ہو سہارنپور سے دو عورتیں بلا اجازت و اطلاع آگئیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ آسیب کا خلل ہے اور بھی بعض بیماریوں کو بیان کیا میں نے کہا کہ بعض امراض کا تعلق تو طبیب سے ہے اور بعض کا عامل سے میں دونوں فن سے واقف نہیں تو آنا ہی بیکار گیا اور میں اصل میں یہ چاہتا ہوں کہ تعویذ گنڈوں کی وجہ سے میرے پاس سفر کرکے کوئی نہ آوے اس سے مجھے سخت انقباض ہوتا ہے اگر یہ دروازہ کھلے تو عوام کا ہجوم ہو جاوے کیونکہ تعویذ گنڈوں کے معتقد دنیا میں بکثرت ہیں اور مجھکو اس سے بڑی وحشت ہوتی میں نے ان عورتوں سے کئی بار یہ بھی دریافت کرایا کہ اسکے علاوہ اور کچھ کہنا ہے کہا کہ نہیں تو اس سفر کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور یہ سب بے اصول کام کرنے کے کرشمے ہیں روپیہ صرف کیا وقت صرف کیا سفر کی صعوبت اور پریشانی اٹھائی اور دوسرے کو پریشان کیا کیا اچھا ہوتا کہ چھ پیسے صرف کرکے ایک جوابی کارڈ

کے ذریعہ پہلے معلوم کر لیتیں تو راحت ہی راحت تھی۔

(ملفوظ ۷۴۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ متعصب ہندوؤں نے قریب قریب مسلمانوں کو عضو معطل کر رکھا ہے مسلمان چاہتے ہیں کہ اتحاد ہو یہ اتحاد ہے یہ تو تابع بننا ہے اتحاد اسوقت ہوتا ہے جب کہ دونوں قومیں مساوی ہوں خدا معلوم مسلمان ہندوؤں کے اسقدر گرویدہ کیوں ہوئے ہیں جنکی نظروں میں گذشتہ دور کے واقعات ہیں وہ کبھی اس قوم پر اعتماد نہیں کر سکتے مگر آجکل کے نوجوان اس قوم کی حقیقت سے بے خبر ہیں انکی دوستی کا نتیجہ مسلمانوں کیلئے نہایت خطرناک ثابت ہوا اور ہوگا مگر ان لوگوں کو کتنا ہی کوئی سمجھائے سنتا کون ہے میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مسلمان آجکل بالکل اسکے مصداق بنے ہوئے ہیں کہ فرمن المطر وقف تحت المیزاب مگر کسی طرح آنکھیں نہیں کھلتیں اسکا کیا کوئی علاج کر سکتا ہے۔

(ملفوظ ۷۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون تھوڑے سے بخل کے انتظام ہو ہی نہیں سکتا اور اسمیں مجھکو چاہے کوئی کچھ ہی کہے مگر حقیقت یہ ہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں بخل مطلقاً مذموم نہیں بلکہ کوئی ملکہ بھی برا نہیں مثلاً بخل ہے طمع ہے حرص ہے حتی کہ شہوت تک بھی جب تک یہ سب اپنی حد پر ہیں مذموم نہیں فرماتے ہیں ؎

اے بسا امساک کز انفاق بہ مال حق را جز بامر حق مدہ

اور آجکل جسکا نام سخاوت رکھا ہے وہ کھلا اسراف ہے اور یہ لوگ سخی نہیں مسرف ہیں اور اسراف ملکہ نہیں کہ اسمیں دو درجے ہوں فعل ہے یعنی معصیت میں خرچ کرنا اسکی محمودیت کا کون دعویٰ کر سکتا ہے اسلئے اسراف میں تقسیم نہیں کہ اسکی دو قسمیں ہوں کہ ایک محمود ہے اور ایک مذموم جیسے بخل کی تقسیم ہو سکتی ہے ایک محمود ایک مذموم بخل کے معنی ہیں قلب کی تنگی سو تنگی کی تقسیم ہو سکتی ہے مثلاً کسی نے روپیہ جمع کیا اور خرچ اسلئے نہیں کیا کہ اس سے مقصود بیوی بچوں کی راحت ہے آسایش ہے فراغت ہے اسکے محمود ہونے کا دعویٰ غلط نہیں ہو سکتا مگر مسرف جب معصیت میں صرف کریگا تو اسمیں کیا مصلحت اور کونسا اچھا مقصود سمجھا جا سکتا ہے نفس نے مکر و فریب سے مسرف کو یہ سمجھا رکھا ہے کہ یہ استغنا ہے یہ نفس بڑی بلا ہے اسکا کچھ اعتبار نہیں اسی کو فرماتے ہیں ؎

نفس اژدرہاست او کے مردہ است از غم بے آلتے افسردہ است

ہر چیز میں دین کا رنگ ظاہر کر دیتا ہے بلکہ بخل کا درجہ برا ہے اسراف اُس سے زیادہ برا ہے باقی محمود درجہ میں تو بڑے مصالح ہیں خصوص آجکل تو سخت ضرورت ہے کہ نفس کو بہلانے کیلئے انسان اپنے پاس کچھ ضرور رکھے اسمیں بڑی مصلحتیں ہیں بہت ہی نازک وقت ہے مولوی غوث علی شاہ صاحب بڑے حکیم ظریف تھے اُن کے سامنے کسی نے دوسرے کو دعا کی کہ ایمان کی سلامتی اور عاقبت بخیر ہو مولوی صاحب نے پوچھا بھائی اسکی حقیقت بھی معلوم ہے اُس نے عرض کیا آپ ہی فرمائیے اسپر فرمایا کہ ایمان کی سلامتی تو یہ ہے کہ پیٹ بھر کر روٹی ملے جائے اور عاقبت بخیر یہ ہے کہ کھلکر پاخانہ ہو جایا کرے بس یہی بڑی نعمت ہے۔

ملفوظ ۵۲۰ (ملقب بہ حق العمل ولو مع الخلل) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے ایک گھڑی خریدی ہے اسمیں الارم ہے تہجد کے وقت اُس سے آنکھ کھلتی ہے اسکا افسوس ہے کہ اب تک اندر کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی خارجی چیزوں کی حاجت ہے میں نے جواب لکھا کہ افسوس کی کیا بات ہے خارجی چیزوں سے کہاں تک بچو گے ضروری چیزیں زیادہ تر خارجی ہیں چنانچہ روٹی بھی خارجی ہے پانی بھی خارجی ہے ان سے کہاں تک بچو گے یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اُنھوں نے گھڑی ایجاد کرادی تمکو اتنی وسعت دی کہ اُسکو خرید سکے اسمیں الارم لگوا دیا سو اُس سے استغنا کی فکر کیوں ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اُنکی رحمت کا اُنکی عطار کا شکر ادا کرنا چاہیے اور خوش ہونا چاہیے نہ کہ افسوس معلوم نہیں لوگ بننا کیا چاہتے ہیں بندہ بنکر رہنا تو لوگوں کو دوبھر ہو گیا کمال کے معنی گھڑ کر اب اُس معنی کے اعتبار سے اپنے کو کامل بنانا چاہتے ہیں مگر حضرات انبیاء علیہم السلام کو دیکھئے جو ہر طرح کامل ہیں مگر اُن سے پوچھئے کہ وہ اپنی عبادتوں کو کیسا سمجھتے تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لن یدخل الجنۃ احد بعملہ کہ جنت میں اپنے عمل کی وجہ سے کوئی داخل نہ ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ولا انت یارسول اللہ حضور نے فرمایا ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ اگر آپ اپنے عمل کو کامل سمجھتے تو جنت میں جانیکو عمل کا ثمرہ کیوں نہ فرماتے حضرت وہاں فضل ہی پر مدار ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش، عذر بدرگاہِ خدا آورد،
ورنہ سزاوارِ خداوندیش، کس نتواند کہ بجا آورد،

جب انبیاء علیہم السلام کمال کا دعوےٰ نہیں کرتے تو اور کسکا منہ ہے کہ وہ کامل ہونے کا یا بننے

دعویٰ کرے بس عبدیت یہی ہے کہ کام میں لگے رہو اور آگے کو چلتے رہو اگر کوئی شخص چلنے کے وقت ہر قدم
پر یہ دیکھے کہ رفتار سریع ہے یا بطی تو منزل ختم ہو چکی اور منزل مقصود پر پہونچ لیا ارے تیز ہے یا سست
چلا چل منزل سے قریب ہی تر ہے گا اور ایک روز پہونچ رہے گا مجنون کی حکایت ہے ایک مرتبہ یہ اپنی
محبوبہ لیلیٰ کی ملاقات کیلئے اونٹنی پر سوار ہو کر چلا جسکی ساتھ بچہ بھی تھا جو اونٹنی کے پیچھے آرہا تھا
جب تک مجنون کے ہوش حواس درست رہتے اور مہار ہاتھ میں رہتی اونٹنی چلتی رہتی اور جب
اسپر محبت کا غلبہ ہوتا تو بے ہوش ہو جاتا مہار ہاتھ سے چھوٹ جاتی اونٹنی محسوس کر لیتی کہ اب
سوار غافل ہے وہ پیچھے لوٹ کر بچے کے پاس جا پہونچتی پھر مجنون کو جب ہوش آتا دوبارہ پھر مہار
سنبھالکر بیٹھتا اور لیکر چلتا پھر اسی مدہوشی کی کیفیت کا غلبہ ہوتا اونٹنی پھر اسی طرح پیچھے لوٹتی
ہوش آتا تو دیکھا کہ ابھی وہیں ہوں جہاں سے چلا تھا تب مجنون نے یہ شعر پڑھا ؎

ھویٰ ناقتی خلفی وقدامی الھویٰ ، فانی وایاھا لمختلفان ،

یعنی میرا محبوب تو آگے ہے اور اس اونٹنی کا محبوب پیچھے میرا اسکا نباہ نہیں ہو سکتا اور ساتھ
ہی اوپر سے کود پڑا چوٹ بھی لگی اسلئے کہ بے تکے پن سے کودا چلنے کی بھی قوت نہ رہی تو زمین پر لیٹے
ہی لیٹے لڑھکنا شروع کر دیا تو مجنون نے تو لیلیٰ کے عشق میں یہانتک گوارا کیا اور تم خدا کے عشق کا
اور محبت کا دعویٰ کرتے ہو پھر انتظار کس بات کا ہے جس طرح بھی ہو اور جیسے بھی ہو تیزی سے سستی
سے چل پڑو کیا خدا کی محبت لیلیٰ کی محبت سے بھی کم ہے خوب فرماتے ہیں ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلےٰ بود ، گوئے گشتن بہر او اولےٰ بود ،

اور تم تو رجسٹری شدہ محب ہو فرماتے ہیں والذین آمنوا اشد حبا للہ یعنی جو لوگ
ایمان لائے ہیں ان کو سب سے زیادہ اللہ کی محبت ہے اسلئے محب ہونے سے انکار بھی نہیں کر سکتے
جب تمہاری محبت اور عشق نص سے ثابت ہو گیا تو عشق تو ایسی چیز ہے کہ سوائے محبوب کے کسی کو
نہیں چھوڑتا پھر موانع پر نظر کیسی خوب فرمایا ہے ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ، ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند ، در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند ،
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت ، مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

۹

حضرت عشق کے تو کاروبار ہی نرالے ہیں یہ چیز ہی ایسی ہے کہ بجز محبوب کے قاعدوں کے کوئی قاعدہ
قانون ہی باقی نہیں رہتا بلکہ کوئی چیز بھی باقی نہیں رہتی سوائے محبوب کے یہ خدا سے کیسی محبت اور
اور کیسا عشق ہے کہ جسمیں ایسی باتوں پر نظر ہے جو محبوب کی راہ میں سد راہ ہیں محب کو تو کسی طرح بھی
چین نہ آنا چاہئے اگر چین ہے تو اپنے دعوے میں جھوٹا ہے عاشق نہیں خاتم مثنوی رحمۃ اللہ علیہ
ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک عورت چلی جارہی تھی اس نے دیکھا کہ میرے پیچھے ایک مرد آرہا ہے اُس
عورت نے پوچھا کہ تو میرے پیچھے کیسے آرہا ہے اس نے کہا کہ میں تم پر عاشق ہوگیا ہوں اس عورت نے
کہا کہ میری بہن مجھ سے زیادہ خوبصورت میرے پیچھے آرہی ہے مجھ جیسی بدصورت پر کیا عاشق ہوئے
ہو وہ زیادہ حسین ہے اسپر عاشق ہو یہ سُنکر اس شخص نے منہ موڑکر دیکھا اُس عورت نے اُس کے
مونہ پر ایک طمانچہ رسید کیا اور کہا ؎

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی، در بیانِ دعویٰ خو صادقی،
پس چرا بر غیر افگندی نظر، ایں بود دعویٰ عشق اے بے ہنر

اسی طرح وہ شخص کذاب ہے جو خدا کی محبت اور عشق کا دعویٰ کرے اور اُسکے احکام اور اوس کا
نام لئے بغیر اُسکو چین ہو اسی کو فرماتے ہیں ؎

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن، صبر چوں داری ز رب ذو المنن،
اے کہ صبرت نیست از دنیائے دوں، صبر چوں داری زنعم الماہدوں،

ارے چلو تو چلنے میں بے ڈھنگا پن ہی سہی عشق میں عرفی حدود و شرائط بھی کہاں وہ عاشق کیسا جسکو
خیال ہو کہ ہائے فلاں حال نہیں ہوا فلاں کمال نہیں ہوا فرماتے ہیں ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی، کوششِ بے ہودہ بہ از خفتگی،

اگر آدمی اسی میں رہے کہ میں کامل بنوں جنید بغدادی بنوں تو میں بتلائے دیتا ہوں کچھ بھی نہیں ملتا
بس کام میں لگو سعی اور کوشش کرو وہ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں فرماتے اور بدون کام میں لگے
تمنائیں پکانا یہ شیطان کی راہ زنی ہے ہمارا مذہب تو یہ ہے جیسے ایک شخص کا مقولہ ہے کہ وہ دریا
کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ کیسی کام کی بات ہے ایسے ہی قافیہ دار اور مفید بات ایکمرتبہ ریل میں ایک گا
شخص کہہ رہا تھا کہ نیک رہو اور ایک رہو کتنے عالی مضمون کو دو مختصر جملوں میں بیان کردیا آپ نے

لکھنے کی قابل ہیں غرض یہ شیطان کی راہ زنی ہے کہ کھاؤ گا گھی سے ورنہ جاؤ گا جی سے ایک شخص نے یہ سنکر لاصلوٰۃ بحضور القلب نماز چھوڑ دی تھی ایک صاحب یہاں آئے تھے کسی حاجت کیلئے مجھسے دعا کو کہا کہ دعا کر دیجئے میں نے کہا کہ تم بھی کرو اور میں بھی کرتا ہوں کہتے ہیں کہ جی ہماری کیا دعا ہماری زبان ایسی کہاں ہیں نے کہا کہ اسی زبان سے کلمہ شریف پڑھتے ہو جب ایسی زبان نہیں تو اس سے کلمہ شریف بھی نہ پڑھو یہ شیطان نے راہ مار رکھی ہے مثلاً اسی شخص کو برکات دعا سے محروم کر رکھا تھا حضور جتنا عمل بھی ہو رہا ہے وہ ناقص ہی سہی کیا ہم اسکے مستحق تھے ظاہر ہے ہمارا کیا استحقاق ہوتا کیا استحقاق استحقاق لئے پھرتے ہیں یہ سب انکا فضل اور عطا ہے اور استحقاق تو کیا ہوتا ہم نے تو کچھ مانگا بھی نہ تھا خود فضل فرما دیا اسی کو کہتے ہیں ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود لطف تو ناگفتہ ما می شنود

بس جتنا دیا غنیمت ہے ہمارا حق ہی کیا تھا ارے کمال نہیں تو ناقص نماز کی تو توفیق دیدی دوسروں کو تو ناقص کی بھی توفیق نہیں ان سے تو پھر اچھے حال میں رکھا اب رہ گیا نقص سو اس کا علاج اللھم اغفر لی ہے الحمد للہ کامل تعلیم پیش کر دی گئی اور یہ طفیل اسکا ہے کہ ہم سب خادمان دین کے خادم ہیں چنانچہ اللہ کا شکر ہے کہ ہماری نظر فقہ اور تصوف دونوں پر ہے دونوں کو ملا کر عمل اور تعلیم کرتے ہیں اسی لئے کسی جگہ پریشانی نہیں دشواری نہیں جو لوگ کمال کی فکر میں پڑ جاتے ہیں انکو بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے پھر اس ناقص سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اس کامل یا ناقص پر ایک واقعہ یاد آیا حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے پاس کہیں سے کھانا آیا آپ نے اپنے ایک خلیفہ کے پاس بھیج دیا انھوں نے عرض کیا حضرت تحقیق بھی فرما لیا ہے حرام و مشتبہ تو نہیں فرمایا کہ جا بڑا نکلا ہے حلال حرام والا بھوکا مر جائیگا کھا لیا جو خدا دیا کرے مطلب یہ کہ بلا وجہ اتنی تفتیش اور تحقیق کے پیچھے نہ پڑے۔ ایک شخص تھے یہاں انکی ایک شخص نے دعوت کی جب کھانے بیٹھے تب تفتیش شروع کی کہ یہ چیز کہاں سے آئے یہ برتن کیسی کمائی کے ہیں وہ بیچارا پریشان بھلا پہلے ہی کیوں نہیں تحقیق فرما لی تھی کچھ نہیں یہ بھی ایک مرض ہے جو تکبر سے ناشی ہے ایسے ہی اکیر ستہ ایک شخص نے میری دعوت کی مجھکو شبہ تھا حرام کا میں نے تنہائی میں لطف کے ساتھ صاف کہدیا کہ اس شبہ کی وجہ سے مجھکو عذر ہے اس شخص نے کہا کہ میں نے اسکا کافی انتظام کر لیا ہے مجھکو اسکا خود خیال تھا بس قصہ ختم ہوا ہر چیز اپنے موقع اور حد پر اچھی معلوم ہوتی ہے خود حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ جن دو چیزوں کا آپکو اختیار دیا جاتا تھا تو سہل کو اختیار فرماتے تو پھر دوسرا کا کیا سونہ ہے اعمال میں کمال مزعوم کے درپے ہو انتہت رسالہ حق العمل ولو مع الخلل

(ملفوظ ۵۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عبادت کیو یوں سمجھے کہ یہ مخلوق سب ایسی ہے کہ جیسے یہ مسجد کی چٹائیاں بورئے اور بدہنے ہیں سب اسکی نظروں

(ملفوظ ۵۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کبر او خود رائی کا مرض آج کل تقریباً عام ہو گیا ہے خصوصر لکھے پڑھوں میں ایک شخص نے جو قاری مشہور تھے یہ استفتار کیا تھا کہ حضرت مولانا رشید احمد کے پیچھے میری نماز ہو جاتی ہے یا نہیں وہ اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ سب سے زیادہ فاضل اور عامل ہم ہوں حالانکہ یہ صاحب بزرگوں کے صحبت یافتہ اور خود حضرت مولانا کے مرید تھے میں تو کہا کرتا ہو کہ اگر سلسلہ میں داخل ہو کر انکسار اور فنا کی شان نہ پیدا ہوئی جو اس طریق کی پہلی سیڑھی ہے تو شخص بالکل محروم ہے اس قرارت پر یاد آیا کہ ایک بار حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اتفاقاً رات کہیں سے آرہے تھے راستہ میں حضرت حبیب عجمی کا گھر آگیا وہ تہجد میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے خیا ہوا کہ میں بھی انکا اقتدا کر لوں مگر دیکھا کہ بعض حروف ان کے نزدیک صحیح نہ تھے اسلئے اُن کے پیچھے نہیں پڑھی حضرت حق جل علیٰ شانہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ کوئی عمل ایسا ہے جو سب میں آپ کو محبوب ہو حکم ہوا الصلوٰۃ خلف الحبیب العجمی یعنی اُن کے پیچھے نماز پڑھنا کہ وہ ہمارے نزد سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ وہ غلطی مفسد صلوٰۃ تھی مفوت تحسین ہوگی۔

(ملفوظ ۵۸۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو ضرور سمجھنا چاہئے کہ ہمارے اعما ناقص ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کرے کہ نہ ہونے سے ہونا اچھا ہے جیسے مالگذاری ادا کرنا ہے اور کل رو پاس نہ ہو تو جو ہو وہی ادا کر دے۔

بازار میں جا رہا ہے اور ہاتھ میں کچھ نہیں اس سے یہ زیادہ اچھا ہے کہ کھوٹا ہی روپیہ سہی ہے تو آٹھ آنہ میں چلیگا چلیگا تو سہی سیر بھر مٹھائی نہ آویگی آدھ ہی سیر سہی۔

(ملفوظ ۵۸۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ رمضان کو رات کو خوب پیٹ بھر کر کھالیا تو روزہ کی حکمت ہی اسکو حاصل نہیں ہے یعنی قوۃ بہیمیہ کی شکستگی کیو ضعف بدنی تو ہوا ہی نہیں لیکن تجربہ ہے کہ شب کو خوب کھالینے کے بعد بھی روزہ سے ضعف ہوتا

وجہ اسکی یہ ہے کہ خلاف عادت کھانے سے تجربہ ہے کہ پوری قوت نہیں ہوتی اور معمول پر کھانے کی خواہش ہوتی ہے اور ملتا ہے نہیں اسلئے بدن میں ضعف ہوتا ہے اور صوم دہر سے اسی لئے ممانعت کیگئی ہے کہ ایک ہی وقت کھانے کی عادت نہ ہو جاوے حالانکہ تکثیر عبادت ہے اور افضل الصوم اسکو فرمایا ہے کہ ایک دن رکھے اور ایک دن نہ رکھے اسمیں عادت نہ ہونے کی وجہ سے روزہ میں مجاہدہ ہوگا جو حکمت ہے صوم کی۔

(ملفوظ ۵۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض محبان دنیا اس طریق کو اس لئے مضر سمجھتے ہیں کہ آدمی نکما ہو جاتا ہے مگر یہ بھی معلوم ہے کہ نکما ہو کر کسکا ہو جاتا ہے وہ ایسا نکما ہو جاتا ہے جسکی نسبت فرماتے ہیں

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند، از ہمہ کار جہاں بیکار ماند،
ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم، مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم،

باقی یہ طریق ضروری اسقدر ہے کہ بدون اسکے اپنی ہی حقیقت معلوم نہیں ہوتی میں نے ایک شخص کے اندر مرض کبر محسوس کر کے اسکو بتلایا اس نے انکار کیا مگر پانچ برس کے بعد اطلاع کی کہ مجھکو اب معلوم ہوا کہ واقعی مجھ میں کبر کا مرض ہے تو دیکھئے اتنی مدت تک اسکو پتہ نہ لگا اسی طرح ایک شخص نے مجھکو لکھا کہ میں کس چیز کا علاج کروں مجھمیں کوئی مرض ہی نہیں دیکھئے مریض ہو کر اپنی صحت پر اطمینان تھا۔

(ملفوظ ۵۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری رائے ہے کہ طریق کی ضروری کتابوں کو درس میں داخل کر دیا جائے کچھ تو اجنبیت جاتی رہے گو پوری تکمیل نہ ہی اسلئے کہ شیخ کی پھر بھی ضرورت رہے گی اس طریق میں شیخ سے کسی حال میں استغنا نہیں ہو سکتا مگر درس سے کچھ تو مناسبت ہو جائیگی۔

۲۹ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

بوقت ۸ بجے صبح در باغ حضرت والا یوم شنبہ

(ملفوظ ۵۸۷) (ملقب بذم القیل والقال) ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ چار چیزیں ہیں شریعت طریقت حقیقت معرفت اگر کوئی انکا منکر ہو اسکے متعلق کیا حکم ہے فرمایا کہ تحریر کے ذریعہ سے

(نوٹ) اس باغ میں قبرستان ہے کسی کے جنازہ کے ساتھ جانا ہوا تھا ۱۲۔

سبکو الگ الگ پوچھنا چاہئے اسلئے کہ اس خلط کی صورت میں حکم دینے میں اندیشہ ہے کہ مخاطب کو غلط فہمی ہو جائے ایک کا حکم دوسرے پر لگا لیا جاوے اسی طرح زبانی تقریر میں یہ احتمال زیادہ تھا اور ایک بات ضروری یہ ہے کہ جو شخص منکر ہو اسکو خود سوال کرنا چاہئے یہ نہیں کہ عمر زید کو فرض کر کے سوال کیا جائے اور چونکہ ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جنکا انکار کفر نہیں اور بعض کا انکار کفر ہے اسلئے مخلوط حالت میں فتویٰ دینا خلاف احتیاط ہے اسکی صورت یہی ہے کہ جو منکر ہے وہ خود سوال کرے اور اُس سوال کی یہ صورت ہے کہ اول اُس مسئول عنہ کی تعیین لکھے اور اسکے ساتھ سائل اُسکا جو مفہوم خود سمجھا ہے اسکی تفسیر کرے اسکے بعد اپنا عقیدہ اُسکے ساتھ ظاہر کرے اور سب کے بعد اپنے دستخط کرے تب فتویٰ سہولت سے ہو سکتا ہے اور جب تک سوال منقح نہ ہو فتویٰ نہیں ہو سکتا اس قسم کا فتوی بلا تحقیق دینا ایسا ہے جیسے کسی کے قتل کا حکم کرنا یہاں جان میں تصرف ہے وہاں ایمان میں تصرف ہے پھر فرمایا کہ یہ سب اصطلاحات ہیں سہولت تعبیر کیلئے استعمال کیجاتی ہیں حقیقت سبکی با ایں معنی متحد ہے کہ ان میں تنافی نہیں ایک ہی ہے یہی غلطی ہے کہ ان کو الگ الگ بمعنی تنافی سمجھ لیا گیا جیسے ایک شخص ہے اُسکو مولوی بھی کہتے ہیں قاری بھی کہتے ہیں حافظ بھی کہتے ہیں حاجی بھی کہتے ہیں تو یہ چیزیں صفات متباینہ تھوڑا ہی ہیں ایک ہی شخص میں سب جمع ہیں اور باہم نسبت عموم وخصوص کی ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ مقصود اعظم تو شریعت ہی ہے فرمایا کہ خود ایک ہی چیز ہے یعنی شریعت اسکے مقابل کوئی چیز نہیں جسکی وجہ سے اعظم کہا جاوے جسکا حاصل عمل کا خالص کرنا ہے بس شیخ اسی کی تدابیر کی تعلیم کرتا ہے ان تدابیر کا نام طریقت ہے پھر اسکی برکت سے جو علوم منکشف ہوتے ہیں وہ حقیقت ہیں اور ان ہی کے حقائق میں سے بعض کے انکشاف کا نام معرفت ہے باقی اور جو کچھ ہے مراقبہ مکاشفہ ذکر و شغل سب اسی مقصود کے معین اور متمم ہیں اور اصل وہی ایک چیز ہے اور یہ سب کرنے کے کام ہیں مگر آج کل بجائے کچھ کرنے کے بڑا شغل دوسروں کی عیب جوئی یا فضول تحقیقات رہ گئی ہیں لیکن دوسروں پر تو فتویٰ جب لگاوے جب اپنے سے فراغت حاصل کر لی ہو ایک شخص مدقوق ہے اور ایک پڑوس میں مزکوم ہے اب یہ دق والا زکام کا نسخہ تلاش کرتا پھرتا ہے اپنی فکر نہیں اپنی خبر نہیں لیتا مولانا محمد نعیم صاحب سے کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اور حضرت معاویہ میں جو جنگ ہوئی کون حق پر تھا مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کس نے سوال کیا ہے عرض کیا کہ فلاں حافظ صاحب نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کام کرتے ہیں عرض کیا جوتے

بیٹھتے ہیں فرمایا اور تم کیا کام کرتے ہو عرض کیا کہ میں کپڑے رنگتا ہوں فرمایا جاؤ تم کپڑے رنگو اور ان سے کہو جوتے بیچا کریں علی جانیں اور معاویہ جانیں انکا معاملہ تمہارے پاس فیصلہ کیلئے نہ آئیگا بعض لوگ خطوط میں مجھسے استفسار کرتے ہیں کہ فلاں شخص ایسا ہے اسکے متعلق کیا حکم ہے میں لکھدیتا ہوں کہ خود صاحب واقعہ کے دستخط کرا کر بھیجو پھر کوئی جواب نہیں آتا اگر طالب اور سچے ہیں تو صاحب واقعہ کے دستخط کرا کر بھیجیں حضرت یقیناً سوال میں افترا اور کذب ہوتا ہے یا نیت فاسد ہوتی ہے فتوے کو آڑ بنا کر ایک مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں اور اسکی فضیحت اور رسوائی کے درپے ہوتے ہیں بڑی ہی سخت بات ہے جو نہایت احتیاط کی قابل ہے جیسا بزرگوں نے اس باب میں سخت احتیاط سے کام لیا ہے۔

ایک حکایت اسکے متعلق یاد آئی میں نے طالب علمی کے زمانہ میں کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک پیر نے مرید سے پوچھا کہ تم خدا کو جانتے ہو مرید نے کہا کہ میں خدا کو کیا جانوں میں تو تمکو جانوں مجھکو اسپر بڑا غصہ آیا کہ بڑا ہی جاہل اور ایمان سے دور تھا میں نے یہ قصہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ حضرت ایسے ایسے بھی جاہل ہیں مولانا نے فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو تب میری آنکھیں کھلیں فرمایا کہ میاں کسی اللہ والے ہی کو پہچان لے یہ ہی بڑی نعمت ہے اسمیں مولانا نے تاویل سے کام لیا اور قائل کو بچا لیا۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رح سے کسی نے سوال کیا کہ بعض لوگ ولاالظالین پڑھتے ہیں صحیح کیا ہے فرمایا کہ قرآن شریف میں کیا لکھا ہے عرض کیا کہ ولا الضالین فرمایا بس جو قرآن میں لکھا ہے وہی پڑھا کرو دیکھئے کیسی سہولت سے جھگڑے کو قطع کر دیا اسمیں تعلیم تھی کہ جھگڑوں میں مت پڑو۔ ایک صاحب نے مجھسے سوال کیا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا ہے میں نے کہا کہ اس شخص کو جائز ہے جسکو یہ خبر اور یقین ہو کہ میں یزید سے اچھی حالت میں مرونگا اگر کہیں اس سے خراب حالت میں قبر میں گئے تو وہ کہیگا کہ مجھکو تو ایسا ایسا کہتے تھے اب تم دیکھو کس حالت میں ہو کہنے لگے تو یہ کب معلوم ہوگا میں نے کہا کہ مرنے کے بعد کہنے لگے تو قبر میں لعنت کیا کریں میں نے کہا کہ وہاں کوئی کام تو وہاں ہوگا نہیں بیٹھے ہوئے لعنۃ اللہ علی الیزید پڑھا کرنا یہاں تو کام کی باتوں میں لگو۔ خاتمہ کے خطرہ پر ملا دوپیازے کی ایک حکایت یاد آئی کہ ان سے کسی کنجڑن نے سوال کیا کہ ملاجی تمھاری داڑھی اچھی ہے یا میرے بکرے کی دم کہا کہ کبھی جواب دیدیں گے ساری عمر گذر گئی مگر اس کنجڑن کو کوئی جواب نہیں دیا جب مرنے لگے تو وصیت کی کہ میرا جنازہ اس کنجڑن کے دوکان کے سامنے سے نکالنا جب جنازہ وہاں پہونچا اس نے کہا کہ مر گئے میرے سوال کا جواب نہ دیا بس منہ

کھولدیا اور منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ الحمد للہ آج میری داڑھی اچھی ہے تیرے بکرے کی دم سے اسلئے کہ ایمان پر خاتمہ ہوگیا اب یہ حکایت صحیح ہو یا غلط مگر مثال اچھی ہے اور مثال دلیل نہیں ہوتی محض توضیح کیلئے ہوتی ہے غرض خاتمہ کے بعد پتہ لگتا ہے باقی اس سے پہلے تو مجدد صاحب کے ارشاد پر عمل ہونا چاہئے [جو] ارشاد فرمایا ہے کہ مومن مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے مطلب یہ کہ کیا خبر کیا ہو جائے اور کیا معاملہ پیش آئے کسکو خبر ہے خلاصہ یہ ہے کہ فضول سوالوں میں پڑنا وقت کا ضائع کرنا ہے ہمارے بزرگ اس قسم کی گفتگو اور مباحثوں مناظروں کو پسند نہ فرماتے تھے خود کام میں لگے رہتے تھے اور دوسروں کو لگائے رکھتے تھے۔ ایکمرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دہلی تشریف رکھتے تھے اور ان کے ساتھ مولانا احمد حسن صاحب امروہوی اور امیر شاہ خانصاحب بھی تھے شبکو جب سونے کیلئے لیٹے تو ان دونوں [نے] اپنی چارپائی ذرا الگ کو بچھالی اور باتیں کرنے لگے امیر شاہ خانصاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ صبح کی نماز ایک برج والی مسجد میں چلکر پڑھیں گے سنا ہے وہاں کے امام قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں مولوی صاحب نے کہا کہ ارے پٹھان جاہل (آپس میں بے تکلفی بہت تھی) ہم اسکے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ تو ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے مولانا نے سن لیا اور زور سے فرمایا احمد حسن میں تو سمجھا تھا تو لکھ پڑھ گیا ہے مگر جاہل ہی رہا پھر دوسروں کو جاہل کہتا ہے ارے کیا قاسم کی تکفیر سے وہ قابل امامت نہیں رہا میں تو اس سے اسکی دینداری کا معتقد ہو گیا اس نے میری کوئی ایسی ہی بات سنی ہوگی جسکی وجہ سے میری تکفیر واجب تھی گو روایت غلط پہونچی ہو تو یہ راوی پر الزام ہے تو اس کا سبب دین ہی ہے اب میں خود اسکے پیچھے نماز پڑھونگا غرضکہ صبح کی نماز مولانا نے اسکے پیچھے پڑھی یہ ہے ہمارے بزرگوں کا مذاق جسکی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتا ان حضرات کی عجیب و غریب شان تھی حضرت مولانا محمد [قاسم] صاحب بجز کفار کے اور کسی سے مناظرہ نہ کرتے تھے بہت ہی مجبوری کے درجہ میں ایکمرتبہ بعض غیر مقلدین کا اور بعض شیعوں کا جواب لکھا تھا تحذیر الناس پر جب مولانا پر فتوے لگے تو جواب نہیں دیا یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونیکا طریقہ بڑوں سے یہ سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے تو میں کلمہ پڑھتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ ایکمرتبہ میرے لکھے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصحیح کردہ ایک فتوی پر سائل کی طرف سے کچھ اعتراضات آئے تھے میں نے جواب لکھنے کی اجازت لینے کیلئے دکھلایا تو فرمایا کہ جواب مت لکھنا صرف یہ لکھدو کہ ضروری جواب د[یا]

16

جا چکا ہے باقی ہم مرغان جنگی نہیں کہ جنگ و جدال کا سلسلہ دراز کریں اگر ہمارے جواب سے اطمینان نہ ہو فوق کل ذی علم علیم دوسری جگہ سے اطمینان کرلو ہمکو اس جنگ و جدل سے معاف رکھو اب وہ بات حضرت کی یاد آتی ہے کہ ردو کد ہیں وہی پڑ سکتا ہے جسکو کوئی کام نہ ہو اور جسکو کام ہو گا اسکی تو یہ حالت ہوگی جیسے ایک حکایت ہے کہ ایک شخص کی داڑھی میں کچھ سفید بال آگئے حجام سے کہا کہ سفید بال چنکر نکال دینا نائی نے استرے سے تمام داڑھی صاف کر کے سامنے ڈالدی کہ لو میاں تم بیٹھے چنتے جاؤ مجھے اور بھی کام ہے مجھکو چننے کی فرصت نہیں تو کام کا آدمی تو بکھیڑوں سے ضرور گھبراتا ہے یہ تو بیکار لوگوں کے مشغلے ہیں اسے برا کہہ لیا اسے بھلا کہہ لیا اسپر فتوی دیا اسپر فتوی دیدیا۔ ایک غیر مقلد یہاں آئے تھے ذکر و شغل کرتے تھے بیچارے ان کو مجھ سے محبت تھی ایک روز لوگوں سے کہنے لگے کہ یہاں پر سنت کے خلاف صرف ایک بات ہے وہ یہ کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ چشتی قادری نقشبندی سہروردی یہ تقسیم کیسی ہے میں نے سنکر کہا کہ اصطلاحات میں سہولت تعبیر کیلئے نام رکھ لئے ہیں یہ کوئی طریق کا جزو نہیں نہ مقصود طریق ہے اسکا انکار آپکو جائز ہے غرض کام کا رنگ ہی دوسرا ہوتا ہے مگر لوگوں کی عجیب حالت ہو رہی ہے کہ اپنی فکر نہیں دوسروں کی فکر میں لگے ہوئے ہیں خصوص عیب جوئی اور عیب گوئی کہ اسمیں عام ابتلا ہو رہا ہے اپنے بدن میں تو کیڑے پڑ رہے ہیں انکی خبر نہیں اور دوسروں کی کیڑوں پر جو مکھیاں بھنبھی ہیں ان پر نظر ہے۔ ارے اپنے کو تو دیکھ کہ کس حال میں ہے ایک مثال عیب چین کی ایک شخص نے عجیب بیان کی کہ باغ میں کوئی جاتا ہے تفریح سیر کیلئے کوئی پھول سونگھنے کیلئے اور کوئی پھل کھانیکے لئے مگر سور جب جائیگا نجاست ہی کو تلاش کریگا کہ پاخانہ بھی کہیں ہے یا نہیں ایسے ہی اس عیب چیں کی مثال ہے کہ کسی میں کتنی ہی خوبیاں کیوں نہ ہوں مگر اسکی نظر عیوب ہی کی متلاشی رہتی ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو ضروری نہیں ہے کہ کسی خاص طریق تربیت کو مثلاً میرے ہی طرز کو سب اچھا ہی سمجھیں اسکی ایسی مثال ہے جیسے کسی کا لڑکا حسین ہے تو کیا ضرور ہے کہ ساری دنیا اسکو حسین ہی سمجھے بلکہ یہ اچھا ہے کہ دوسرے اسکو بدشکل اور غیر حسین سمجھیں تا کہ لڑکا بچا تو رہیگا اور پاک صاف رہیگا اسی طرح یہ کیا ضرور ہے کہ جو چیز ایک کی نظر میں اچھی ہے اسکو ساری دنیا اچھا ہی سمجھے ممکن ہے ہمکو ایک چیز اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوسرے کو اچھی نہیں معلوم ہوتی اور اسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ اس طریق میں کام کرنے سے حقیقت کا پتہ چلتا ہے کام ہی کرنے سے راستہ سمجھ میں آ سکتا ہے

۱۷

اور لوگ کام کرتے نہیں اسلئے اس سے اجنبیت ہے باقی محض بیان کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتا بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں اور مضرت نہ ہو اور حقیقت سے دور جا پڑے جیسے ٹیڑہی کھیر کی حکایت ہے ایک حافظ جی مادر زاد نابینا تھے ایک لڑکے نے اُنکی دعوت کی حافظ جی نے سوال کیا کہ کیا کھلاؤ گے کہا کہ کھیر اب غلطی میں ابتدا شروع ہوتا ہے حافظ جی نے پوچھا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے لڑکے نے کہا کہ سفید حافظ جی نے پوچھا کہ سفید کسے کہتے ہیں کہا کہ جیسے بگلا پوچھا کہ بگلا کیسا ہوتا ہے اب لڑکا کسطرح سمجھائے ہاتھ موڑ کر سامنے بیٹھکر کہا ایسا ہوتا ہے حافظ جی نے جو ٹٹول کر دیکھا تو کہا کہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑہی کھیر ہے حلق سے نیچے کیسے اُترے گی مشبہ بہ تو تھا بگلا اور لڑکا تھا بگلا کھیر کا طباق بھر کر لاکر سامنے رکھدیتا کہ لو کھاکر دیکھ لو کھیر کیسی ہوتی تو اسی طرح بیان کرنے سے اس طریق کی حقیقت معلوم ہو نہیں سکتی بلکہ اور بعد ہو جانیکا اندیشہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ قیل و قال و بحث و جدال اور فضول جواب و سوال چھوڑ و اور کام میں لگو ولنعم ما قیل

کار کن کار بگذر از گفتار + کاندریں راہ کار باید کار + انتہت المقالۃ الملقبۃ بذم القیل والقال

۲۹ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۵۸۸) ایک آنے والے صاحب نے ایک دستی خط حضرت والا کی خدمت میں دیر سے پیش کیا عرض کیا کہ یہ فلاں صاحب کا خط ہے بوجہ بھول جانیکے آتے ہی پیش نہ کر سکا فرمایا کہ آپکو وہیں آکر دینا تھا یہی وجہ ہے کہ اپنے دوستوں کو کہا کرتا ہوں کہ اصول کے پابند ہو اسمیں بڑی راحت ہے چھوٹی سے چھوٹی بات میں سلیقہ اور انتظام کی ضرورت ہے اصل میں ان باتوں کا سبب بیفکری ہے بھول کم ہے بے فکری زیادہ ہے یہ میں نہیں کہتا کہ مجھ میں بھول نہیں ہے مگر الحمد للہ بے فکر نہیں ہوں آ لوگوں میں بے فکری ہے اسی کی مجھکو شکایت ہے اور اکثر غلطیاں بے فکری ہی کے سبب ہوتی ہیں فرمایا کہ اس رنگ کو دیکھکر خیر خواہی سے مشورہ دیتا ہوں کہ دستی خط لینا ہی نہیں چاہئے صاف کہ دینا چاہئے کہ صاحب ممکن ہے میں بھول جاؤں اور آپکا حرج ہو یا مکتوب الیہ کا حرج ہو اسمیں طرفین کو پریشانی ہوتی ہے اور دستی خط دینا بھی نہ چاہئے کیا اطمینان کیا بھروسہ کہ پہونچا یا نہیں خط ہمیشہ ڈاک ہی میں بھیجنا چاہئے یہ یاد رکھنے کی بات ہے کیونکہ بیداری بہت کم طبیعتوں میں ہے جیسے سو-

ہیں یہ حال ہے۔ پھر اس حالت میں کیوں ذمہ داری لے۔

(ملفوظ ۵۵۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نہ نماز پڑھتا ہوں نہ مجھکو زکوٰۃ کا اہتمام ہے یہ تو دینی حالت ہے اور دنیوی حالت یہ ہے کہ تجارت نہیں چلتی اور جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہوں اسمیں کامیابی نہیں ہوتی نہایت ادب سے خادم کی التجا ہے کہ آپ دل سے دعا فرمادیں۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ دل بہت خوش کر رکھا ہے جو دعا کروں جو کرنے کے اختیاری کام ہیں وہ بھی نہیں کرتے اسپر ایک قصہ یاد آیا کہ ایک شخص نے بمبئی میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمادیں کہ میں حج کر آؤں فرمایا کہ جس روز جہاز جانے کو ہو اس روز تمام دن کیلئے مجھکو تم اپنا پورا اختیار دیدینا عرض کیا کہ کیا ہوگا فرمایا یہ ہوگا کہ ٹکٹ خرید کر تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں سوار کرادونگا پھر میں دعا کرونگا وہ جہاز تمکو لیکر جدہ پہونچیگا اور پھر وہاں سے مکہ ضرور جاؤگے اسطرح حج ہوجائیگا اور بدوں اسکے میں تو ساری عمر دعا کرتا رہونگا اور تم ساری عمر تجارت کرتے رہوگے بس ہوچکا حج۔

(ملفوظ ۵۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معلم انگریزی اسکولوں کے ہوں یا اردو کے اکثر ان میں دو چیزیں جمع ہوتی ہیں کبر اور کم عقلی ایک حکایت ہے کسی نے نوکر سے بکری کی سری منگائی تھی وہ مغز خود کھا گیا آقا نے پوچھا مغز کیا ہوا کہنے لگا معلم گوسفندان بود ایک صاحب ہیں وہ تعلیم کا سلسلہ جاری کرنا چاہتے ہیں مگر اسقدر کم فہم واقع ہوئے ہیں کہ کوئی بات بھی تو ٹھکانے یا سمجھ کی نہیں ہیں جو لکھتا ہوں اسکا تو جواب ندارد اپنی ہی مرغ کی ایک ٹانگ ہانکے چلے جاتے ہیں فرمایا کہ مرغ کی ٹانگ۔ یہ ایک مثل مشہور ہے اسکی بنا یہ ہے کہ کسی آقا نے باورچی کو حکم دیا کہ آج مرغ پکاؤ اس نے حکم کی تعمیل کی مگر جب دسترخوان پر کھانا گیا تو پلیٹ میں مرغ کی صرف ایک ٹانگ آقا نے مطالبہ کیا باورچی کہتا ہے کہ اسکی ایک ہی ٹانگ تھی آقا نے کہا کہ پاگل ہو کہیں ایک بھی ہوتی ہے اس نے پھر اصرار کیا کہ اچھا کوئی مرغ ایک ٹانگ کا دکھلاؤ آقا نوکر کو لیکر چلا اتفاق سے ایک مرغ ایک ٹانگ پر کھڑا اونگھ رہا تھا نوکر نے کہا کہ دیکھئے حضور ہے بھی اسکے ایک ہی ٹانگ آقا نے اس مرغ کیطرف ہاتھ کرکے کہا کہ ہشت مرغ نے دوسری ٹانگ بھی نکالدی اور بھاگ گیا آقا نے کہا دیکھو دو ٹانگ ہیں یا نہیں تو باورچی کہتا ہے کہ آپ نے وہاں ہشت کیوں نہیں فرمایا تھا وہاں بھی دوسری ٹانگ نکل آتی۔

(ملفوظ ۵۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حسن معاشرت کو تو اچھے لکھے پڑھوں نے بھی دین کی فہرست ہی سے

نکال دیا یہ باتیں دین ہی نہیں سمجھی جاتیں محض نماز روزہ اور چند عقیدوں کو دین سمجھا جاتا ہے آگے صفر حالانکہ حدیث شریف میں صاف آیا ہے کہ اگر دو مسلمان قصداً پاس بیٹھے ہوں ان کے بیچ میں جا کر مت بیٹھو ممکن ہے کہ وہ قصداً پاس بیٹھے ہوں محبت کی وجہ سے یا کسی مصلحت کی وجہ سے تو ایسی ہلکی ہلکی باتوں کی جب نصوص میں تعلیم ہے اس سے اندازہ کر لیا جاوے کہ دین میں حسن معاشرت کی تعلیم ہے یا نہیں۔

(ملفوظ ۵۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو لوگ ہر وقت مزین اور آراستہ رہتے ہیں اکثر ان میں عقل اور بیداری نہیں ہوتی کیونکہ توجہ ایک ہی طرف ہوتی ہے یا تو جسم کو آراستہ کر لو یا قلب کو آراستہ کر لو صبح ایک صاحب کو دیکھا کہ ہرا کرتہ پہنے ہوئے طوطے بنے ہوئے تو اب جو بات پوچھتا ہوں وہ گلہ طوطے کی طرح اڑنگ بڑنگ ہانکتے چلے جاتے ہیں میں نے محض ان علامات سے بدون تحقیق کے اثر کوئی الزام نہیں دیا بلکہ اول پوچھا پھر جواب کیلئے مہلت دی کہ سوچ کر جواب دو مگر کیا غرض جو سمجھ سے کام لیا ہو اب دیکھ لیجئے میں نے کیا کیا اور انھوں نے کیا کیا میں نے یہی کہا کہ جواب دو تمھاری اس حرکت سے ایذا ہوئی ہے مگر اس پر بھی خبر سے نہ باشد اب بتلائے کہ اگر چشم پوشی کرتا ہوں اور بفضلہ تعالیٰ کر سکتا ہوں اختیاری چیز ہے اور مواخذہ کے وقت الحمد للہ اضطراری حالت پیدا نہیں ہوتی جو کچھ کہتا سنتا ہوں قصد سے اختیار سے مصلحت سے کہتا ہوں حتیٰ کہ حالت غیظ میں بھی مغلوب نہیں ہوتا تمام مصالح کی اس وقت بھی رعایت رکھتا ہوں غرض اگر اختیار سے کام لوں اور چشم پوشی کر لوں تو اصلاح نہیں ہو سکتی اور اصلاح کرتا ہوں تو بدنامی ہوتی ہے مگر ہوا کرے بدنامی ایسی تیسی میں جائے ہم کیوں نہ کریں اصلاح ہمارے ذمہ ہے۔

(ملفوظ ۵۹۴) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے اور جواب کے مطالبہ پر بھی جواب نہ دینے پر فرمایا کہ اگر آپ جواب نہ دیں تو میرا کوئی ضرر نہیں نہ مجھکو جواب کا انتظار اسلئے کہ جواب میں میری کوئی غرض نہیں مصلحت نہیں اگر غرض ہے تو تمھاری اگر مصلحت ہے تو تمھاری یہ بھی میرا تبرع اور احسان ہے کہ اپنے کاموں کا حرج کر کے تمکو وقت دیتا ہوں اور تم ہو کہ نواب کی طرح خاموش بیٹھے ہو نہ ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں اگر مصلح کو غلطی کا سبب معلوم ہو جائے تو وہ غور کر لے کہ معقول ہے یا نامعقول اور قابل اصلاح ہو تو اصلاح کر دے اور جب سبب ہی نہ معلوم ہو تو کس بات کی اصلاح کرے مگر مرض یہ ہو گیا ہے کہ اصل بات کو بلی کے گوہ کی طرح چھپاتے ہیں پھر جب انسان خود ہی اپنی اصلاح نہ چاہے تو پھر اصلاح کیسے ہو شیخ اور بزرگ بیچارے تو کیا چیز ہیں اور کس شمار میں ہیں انبیاء علیہم السلام ایسے شخص کی نہ اصلاح

ہوسکے چنانچہ ابو طالب اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا واقعہ اسکی دلیل کیلئے کافی ہے آخر وقت تک حضور
نے کوشش فرمائی کہ ابو طالب کلمہ پڑھ لیں مگر جو نتیجہ ہوا اظہر من الشمس ہے تو اصلی شرط طلب ہے اور جب
یہ نہ ہو تو اوپر اوپر باتیں بنانے سے اس طریق میں اصلاح کا کام نہیں چل سکتا جب تک سچی بات کو ظاہر
نہ کرے سچی بات کو دل قبول کر لیتا ہے قرار پکڑ جاتا ہے باقی کتنی ہی باتیں بناوے نہ دل قبول کرتا ہے اور نہ
قرار پکڑتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ مصلح کسی وقت یہ سمجھکر کہ جب اُسکو ہی اپنی اصلاح کا اہتمام نہیں اور
فکر نہیں تو مرنے دو سسر کو وہ تسامح اختیار کر لیتا ہے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ جب تک اصلی بات نہ کہی
جاوے اصلاح غیر ممکن ہے حضرت یہ اصلاح کا پیشہ بھی بڑا ہی نازک ہے اور مجھکو بھی اپنے طریق اصلاح پر ناز نہیں
اسلئے کہ میں بھی بشر ہوں علمی غلطی بھی ہو سکتی ہے عملی غلطی بھی ہو سکتی ہے کرتا میں ضرور ہوں اسکام کو مگر ڈرتا
ہوں کہ کہیں حق تعالیٰ اسی طرح مجھسے نہ مطالبہ فرمائیں مگر اُن کے فضل پر نظر ہے اور بھروسہ ہے میں آپ سے
بقسم عرض کرتا ہوں کہ عین مواخذہ اور مطالبہ کے وقت مجھکو یہ استحضار رہتا ہے کہ اسکی یہ باتیں اور یہ
خود خدا کے نزدیک مقبول ہو اور اس استحضار کے سبب میرا یہ سب کہنا سننا تحقیر سے نہیں ہوتا محض اصلاح
کی غرض سے ہوتا ہے ورنہ عقیدہ سے ہر طرح پر میں آنیوالوں کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں اور یہ خیال کرتا
ہوں کہ ممکن ہے کہ یہی حضرات میری نجات کا ذریعہ بنجائیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے
تھے کہ اگر پیر مرحوم ہوگا تو مرید کو جنت میں لیجائیگا اور اگر مرید مرحوم ہوگا تو پیر کو جنت میں لیجائیگا۔ تو مجھکو سب
آنے والوں سے یہی توقع ہوتی ہے مگر پھر بھی خدمت اصلاح کو ضروری سمجھتا ہوں اور اسی سے بدنام ہوتا
ہوں مگر بجز صبر کے کیا ہو سکتا ہے۔

۵۹۴ (ملفوظ) فلاں مدرسہ کی سرپرستی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک ممبر صاحب نے جو مولوی صاحب بھی
ہیں ایک دلخراش اور فضولیات سے پر تحریر میرے پاس بھیجی مجھکو اُس سے دو رنج ہوئے ایک تو یہ کہ ایکدم
اسقدر بڑا انقلاب ہوگیا یہ لوگ تو اپنے پرانے بزرگوں کے دیکھنے والے ہیں ان میں یہ نیا رنگ کہاں سے
آگیا دوسرے یہ کہ تہذیب بھی تو کوئی چیز ہے اور جنکی وہ تحریر ہے اُن سے ہمیشہ کے تعلقات ہیں اسکے بعد وہ
مولوی صاحب یہاں آئے اور معذرت اور معافی چاہی میں نے صاف کہدیا کہ اگر معافی چاہنے سے یہ
مقصود ہے کہ انتقام نہ لیا جاوے نہ دنیا میں نہ آخرت میں تو معافی ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ رنج نہ رہے تو
تو رنج تھا اور ہے اور رہیگا میں ناراض تھا اور ہوں اور رہوں گا مجھکو کشیدگی تھی اور ہے اور رہیگی جب تک

آپکا یہ دعویٰ مجھکو معلوم ہو گیا کہ آپکو مجھ سے محبت ہے تعلق ہے جس روز یہ ختم ہو جائیگا یہ سب عوارض بھی ختم ہو جاوینگے شکایت اپنوں ہی سے ہوا کرتی ہے اور ویسے تو بریلی کے خاں صاحب نے مجھکو ساری عمر گالیاں دیں واللہ ذرہ برابر بھی کبھی اثر نہیں ہوا اور یہ جو آجکل رسم ہے معافی کی اسکی حقیقت صرف عدم مواخذہ ہے باقی اثر ضرور رہتا ہے حضرت وحشی رضہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ساری عمر صورت نہ دکھلانا حضرت وحشی نے حالت کفر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کو قتل کیا تھا بعد میں اسلام لے آئے تھے تو کیا اسلام لے آنے پر معافی نہیں ہو گئی مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو رنج رہا اس سے بڑی بقاء اثر کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے بات یہ ہے کہ معافی تو اختیاری چیز ہے رنج کا رفع کرنا اختیاری نہیں یہ وہ صاحب جرم کے اختیار میں ہے کہ ایسے اسباب جمع کر دے جس سے رنج جاتا رہے۔

(ملفوظ ۵۹۵) فرمایا کہ ایک معلم صاحب کا خط آیا ہے اکثر یہ طبقہ ہوتا ہی ہے بیوقوف میں سالہا سال سے تجربہ کر رہا ہوں ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایسے ہو جاتے ہیں یا اس سلسلہ تعلیم میں آتے ہی ایسے ہیں فرمایا کہ ہو جاتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ ان میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے ایک جماعت اطاعت گذار انکی خدمت میں رہتی ہے یہ جو کہتے ہیں وہ بجا اور صحیح کہتے رہتے ہیں انکا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔

(ملفوظ ۵۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وصول مقصود نہیں طلب مقصود ہے اھ۔ کیونکہ اول غیر اختیاری ہے ثانی اختیاری ہے۔

(ملفوظ ۵۹۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اتباع سنت بڑی چیز ہے۔ مجدد صاحب نے ایک کام کی بات بیان فرمائی کسی شخص میں اگر دو چیزیں ہیں اتباع سنت اور حب شیخ وہ بزعم خود کتنی ہی ظلمات میں مبتلا ہو وہ ظلمات نہیں اور اگر یہ دونوں چیزیں نہیں تو وہ بزعم خود کتنے ہی انوار میں محاط ہو وہ انوار نہیں۔ اور یہ بھی جاننے کی بات ہے کہ اتباع سنت وہ ہے کہ بلا چون وچرا ہو اسکے متعلق بھی مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ شرائع میں حکمت کا تلاش کرنا اگر یا یہ مراد نہ ہے انکار نبوت کا اگر نبی کو نبی سمجھتا ہے تو پھر مصلح کے جاننے کا انتظار کیوں ہے مگر جب انتظار ہے تو یہ شخص اپنی عقل کا متبع ہوا نبی کا متبع نہ ہوا اور آجکل اسکو فلاسفی قرار دے رکھا ہے فرمایا کہ جو برتاؤ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے ہیں اور آپ کے احکام میں حکمتیں تلاش کرتے ہیں اگر ہمارا نوکر یا غلام ہمارے کاموں کی حکمتیں پوچھنے لگے مثلاً اس سے کہا جائے کہ ایک گھنٹہ یہاں بیٹھو وہ پوچھے اسمیں کیا حکمت ہے تو آپکی طرف سے غلام کو کیا جواب ہوگا تو گویا یہ شخص اپنے غلام کو تو غلام سمجھتا ہے

اور اپنے کو حضور کا غلام نہیں سمجھتا یہی فرق نکل سکتا ہے۔

۵۹۹
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر لوگ مولانا کہنے سے بڑے خوش ہوتے ہیں ہمارے بزرگ ایسے ایسے بڑے علامہ گذرے ہیں بہت سے بہت مولوی صاحب کا لقب ہوتا تھا اور مولانا بہت کم کسی کسی کیلئے اور اب تو اسقدر انقلاب ہوا کہ مولانا سے بڑھکر کوئی شیخ الحدیث ہے کوئی شیخ التفسیر ہے مجھکو تو یہ باتیں پسند نہیں سادگی میں جو لطف ہے وہ ان تکلفات میں کہاں ہمارے اکابر اپنے کو مٹائے ہوئے رکھتے تھے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہاں پر کوئی ہے بھی یا نہیں زیادہ تر یہ معتقدین حضرت حضرت مولانا مولانا کہکر مزاج بگاڑ دیتے ہیں ایسی ہی تعظیم تکریم کی نسبت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفس از بس مدحہا فرعون شد، کن ذلیل النفس ہونا لا تسد،

حقیقت یہ ہے کہ شہرت ہو جانا اور بڑا بنجانا اکثر دین کیلئے تو مضر اور ضرر رساں ہے ہی دنیا میں بھی اسکی بدولت بہت سی آفات کا سامنا ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

خشمہا و چشمہا و رشکہا، بر سرت ریزد چو آب از مشکہا،

۶۰۰
(ملفوظ) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ حرکت اصول کے بھی خلاف غیرت کے بھی خلاف پھر اگر میں سوال نہ کروں تو اسکے لئے بھی مضر اور جہل میں اعانت کیا اپنے مقصود کو ظاہر کرنا طالب کے ذمہ نہیں یہی تو وہ اصول ہیں کہ جنکی بدولت میں بدنام ہوں اور یہ سب کچھ بدنامی وغیرہ میں نے طریق کی غیرت کیلئے گوارا کر رکھا ہے تاکہ اس طریق کی شان محفوظ رہے کیونکہ بدنامی کے اندیشہ سے چاپلوسی کرنا اسکا اثر طریق پر پڑتا ہے کہ طریق کا استخفاف ہے جسکو میں ہرگز گوارا نہیں کرسکتا چاہے کسی کو اچھا معلوم ہو یا برا کوئی بدنام کرے یا نیک نام اس بدنامی میں بھی ایک گونہ لذت معلوم ہوتی ہے کہ بدفہموں میں بدنامی ہو رہی ہے اور اس بدنامی کے متعلق تو میرا یہ مذہب ہے جسکو حافظ فرماتے ہیں ؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں، مانمے خواہیم ننگ و نام را،

۳۰ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

۶۰۱
(ملفوظ) ایک صاحب نے بذریعہ تحریر اپنی غلطی کی معافی چاہی دریافت فرمایا کہ ان سے پوچھے کہ یہ

یہ عبارت کسکی ہے عرض کیا کہ میں بنگلہ زبان جانتا ہوں اُردو اچھی طرح نہیں آتی بہت کم کچی پکی آتی ہے فرمایا
کہ اب یہ کیونکر اطمینان ہو کہ انھوں نے خود سمجھ کر دوسرے سے لکھوایا ہے ممکن ہے کاتب ہی کا تصرف ہو بس
اصلاح اس طرح ہوتی ہے کہ اسپر بھی نظر کیگئی کہ عبارت انکی ہے یا نہیں اسلئے یہ کام اصلاح بڑا مشکل ہے

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تو ایسی باریک باتیں نہیں طبعی امور ہیں کوئی توجہ ہی نہ کرے اسکا
کیا علاج حدیث شریف میں اسکے متعلق بھی تعلیم ہے کہ مریض کے پاس جا کر دیر تک مت بیٹھو فلیخفف
الجلوس تاکہ اسکو تنگی نہ ہو۔ وہ ہر ایک کی طرف پشت نہیں کر سکتا پیر پھیلا کر لیٹ نہیں سکتا خود مریض
کیلئے بھی آداب ہیں فقہائے اس راز کو سمجھا ہے ان امور کو اسی طرح بیان کیا ہے اور شرح کی ہے کہ
دوسرا کر نہیں سکتا اگر فقہاء نہ ہوتے تو دوسرے علماء کا قیامت تک بھی وہاں تک ذہن نہ پہونچتا اسرار
حکما کی دو ہی جماعتیں ہیں ایک فقہا اور ایک محققین صوفیہ گو محدثین ان دونوں کی حکمت کی اساس
ہیں کیونکہ روایات ہی تو سب حکمتوں کا ماخذ ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں ایک بی۔ اے آئے تھے انھوں نے اسقدر ستایا
اور اسقدر پریشان کیا جسکا کوئی حد و حساب نہیں پھر فرمایا کہ تہذیب جدا فن ہے مدارس میں کتابوں کی
تعلیم تو ہوتی ہے مگر تہذیب نہیں سکھلائی جاتی۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ رحمدلی کی وجہ سے نئے آنے والوں کو یہاں کے
معمولات و قواعد کے متعلق مشورہ دیتے ہیں مگر اُن میں بعض ایسے بدفہم ہوتے ہیں کہ اُن پر مشورہ سے
بُرا اثر ہوتا ہے اب اسمیں انتخاب بڑا مشکل کہ کون اہل ہے مشورہ کا اور کون نہیں اسلئے اصلح یہی ہے
کہ خود کسی کو مشورہ نہ دیا جاوے البتہ اگر کوئی خود پوچھے اُسکو اطلاع کر دی جاوے۔ خواجہ صاحب نے
عرض کیا کہ ایکمرتبہ حضرت نے فرمایا تھا کہ مشورہ دیدیتے ہیں مسلمان کی اعانت ہے فرمایا کہ اس ممانعت
کی بھی ایک حد ہے وہ یہ کہ اگر قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ اہل ہے تو مشورہ دینا بیشک مسلمان کی
اعانت ہے اور اگر نااہل کو مشورہ دیا تو وہ اعانت کہاں وہ تو مضرت کا سبب ہوگا اور میں تو بعض احوال
میں مشورہ دینے والے کیلئے بھی مضرت سمجھتا ہوں یعنی اگر اُسکو یہ گمان ہو جائے کہ مجھکو مشورہ دینے کیلئے
اور واسطہ بنانے کیلئے منتخب کیا گیا ہے تو اُسکا دماغ خراب ہوگا کہ اپنے کو مقرب سمجھنے لگے گا اسلئے اسلم
بھی ہے کہ سبکو اپنے اپنے خیال پر چھوڑ دینا چاہئے کوئی کسی کے معاملہ میں دخل ہی نہ دے باقی سفارش

جو مشورہ سے بھی زیادہ ہے تو بحمد اللہ میرے یہاں یہ ہی نہیں اسکا تو بالکل ہی سدباب ہے اور سمجھنے کی بات ہے کہ سفارش کی تو وہاں ضرورت ہے جہاں مواخذہ سے انتقام مقصود ہو یہاں انتقام تھوڑا ہی مقصود ہے محض اصلاح مقصود ہے وہاں سفارش کے کیا معنی گویا یہ مقصود ہے کہ اصلاح نہ کرو اصلاح میں سفارش نہ ہونے کی دلیل ایک حدیث ہے وہ یہ کہ ایک عورت نے چوری کی تھی اسپر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے کا حکم فرمایا اُسکے متعلقین نے حضرت اسامہ سے سفارش کرنے کیلئے کہا حضرت اسامہ کو ایک خصوصیت تھی انھوں نے حضور کی خدمت میں عرض کردیا حضور نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم حدود میں سفارش کرتے ہو اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو اُن کا بھی ہاتھ کٹوا دیتا اُس عورت کا نام فاطمہ تھا اسلئے حضور نے یہ فرمایا چونکہ حدود سے مقصود اصلاح ہوتی ہے قیاس سے ہر اصلاح کا حکم اس سے ثابت ہوگیا تو اصلاح میں کسی کی کیا رعایت۔

(ملفوظ) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ جن صاحب کو اُنکی غلطی پر یہ فرمایا تھا کہ کسی کے واسطے سے گفتگو کرو کوئی شخص واسطہ بننے پر راضی نہیں ہوتا فرمایا کہ اگر کوئی راضی نہیں تو مجھکو اس ہی کی اطلاع کردیں میں کوئی اور طریق اختیار کرونگا ایک ہی طریق پر مدار تھوڑا ہی ہے بعض کی یہ رائے ہے کہ واسطہ بننے کیلئے کسی کو بالالتزام منتخب کرلیا جاوے مگر میں اسکو پسند نہیں کرتا اسمیں خرابی یہ ہے کہ جو اسطرح سے واسطہ بنیں گے انکو مقرب اور مخصوص ہونیکا خیال پیدا ہوجائیگا اور دوسروں پر یہ اثر ہوگا کہ انکی پرستش ہونے لگے گی بعضے پیروں اور مشائخ کے یہاں یہ بلا موجود ہے الحمد للہ یہاں پر یہ بات بھی نہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک زمانہ تک اس خیال میں رہا کہ معاملات میں سب میں مساوات ہونا چاہئے مگر حدیثوں میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسی مساوات نہ فرماتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خود مجلس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرات شیخین کے ساتھ جو معاملہ لطف و عنایت کا فرماتے تھے دوسروں کی ساتھ نہ فرماتے تھے کما فی جمع الفوائد عن الترمذی عن انس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المہاجرین والانصار لا یرفع طرفہ اولا الا الی ابی بکر و عمر کانا ینظران الیہ وینظر الیہما و یتبسمان الیہ و یتبسم الیہما خاصۃ والی سائر اصحابہ عامۃ۔ جب حضور نے اسکا اہتمام نہیں فرمایا تو ہم کیا چیز ہیں۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے بہت آہستہ بولنے پر جس سے سنائی بھی نہیں دیا متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ لوگ کہتے ہونگے کہ کس قصائی سے پالا پڑا میں کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا قصائی اور بیلوں کا جوڑ بھی ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب یہاں پر آئے پر تکلف آدمی تھے ظہر سے عصر تک بیٹھے رہے کچھ نہیں بولے بعد نماز عصر کے پوچھتے پھرنے لگے کہ میں کچھ بطور ہدیہ کے لایا تھا کس کے ہاتھ گھر بھیجوں جاننے والوں نے اُن سے کہا کہ ایسا مت کرنا بیچاروں کو دینے ہی میں پریشانی ہو رہی تھی پھر فرمایا ہدیہ دینا بڑا مشکل ہے لینا تو بہت آسان ہے لیا جیب میں رکھ لیا جیسے ایک بیرجی کا مقولہ ہے کہ کھانا کون مشکل ہے منہ میں رکھا نگل لیا منہ میں رکھا نگل لیا اسی طرح لیا جیب میں رکھ لیا مگر دینا بڑا مشکل ہے اسلئے کہ اسمیں یہ رعایات کرنی پڑتی ہیں کہ جسکو ہدیہ دیتے ہیں اسکو شرمندگی نہ ہو حجت نہ ہو اور کسی عارض کے سبب بے موقع بے محل نہ ہو یہ سب آداب ہیں ہدیہ کے ایسے ہی دعوت کے آداب ہیں آج مولانا شیخ محمد صاحب کی حکایت سنی ہے سہارنپور میں ایکمرتبہ کسی شخص نے دعوت کی قبول کرلی بزرگ تھے شفقت سے قبول کرلی بعد کھانا کھانے کے وعظ کی درخواست کی بہت ناگوار ہوا مگر مولانا غصہ میں غل شور نہ کرتے تھے بہت ہی متانت اور وقار سے رہتے تھے مگر آٹھ آنہ نکالکر پیش کردئے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا فرمایا کہ یہ کھانے کی قیمت ہے جسکے زور پر وعظ کی درخواست کی حقیقت میں درخواست نہایت ہی بے محل تھی۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تو بزرگ وہ سمجھا جاتا ہے جو فرشتہ صفت ہو مطلب یہ کہ ناگوار بات اُسکو ناگوار نہ ہو غصہ کی بات پر اُسکو غصہ نہ آئے اُسکو کہتے ہیں کہ فرشتہ صفت ہیں لیجئے فرشتہ صفت بھی سن لیجئے حدیث شریف سن لو ترمذی کی حدیث ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ منظر قابل دیکھنے کا تھا کہ جب فرعون ڈوبنے کے وقت اللہ پر ایمان لا رہا تھا اور میں اُسکے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہا تھا کہ اسکے موتہ سے یہ نہ نکلے اس حدیث کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ فرشتہ کو بھی غصہ کے مستحق پر غصہ

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تمام تعلیمات و مجاہدات کا حاصل اور مقصود یہ ہے کہ بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے صحیح معنی میں پیدا ہو جائے اسی کے پیچھے طالبین نے سلطنتیں چھوڑ دیں اور ایسی چھوڑ کہ دل میں پھر خطرہ بھی نہیں آیا حضرت ابراہیم ابن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ جب انھوں نے

بلخ کی سلطنت چھوڑ رکھی ہے تو جنگل میں ایک جگہ نماز کا وقت ہو گیا تو ایک کنوئیں سے پانی کھینچنا چاہا تو ڈول میں بجائے پانی کے چاندی بھری ہوئی آئی اُسکو اولٹ کر پھر ڈول ڈالا تو اشرفی آئی پھر تیسری بار جواہرات آئے عرض کیا کہ اے اللہ میاں میں امتحان کی قابل تو نہیں مگر ان چیزوں کو تو چھوڑ کر آیا ہوں پھر پانی آیا اللہ اکبر کیا چیز پیدا ہو جاتی ہے قلب میں جس نے امارت بلخ کو تلخ کر دیا انکا ابتدائی واقعہ ترک سلطنت کا یہ ہوا کہ یہ پڑے ہوئے آرام فرما رہے تھے کہ چھت پر آہٹ معلوم ہوئی دریافت کیا کون کہا کہ میں ایک شخص ہوں جسکا اونٹ گم ہو گیا ہے اُسکو تلاش کر رہا ہوں کہا کہ بیوقوف چھت پر اونٹ کیسے مل سکتا ہے کہا کہ جب تخت پر خدا مل سکتا ہے تو چھت پر اونٹ کیوں نہیں مل سکتا اس سے ایک کھٹک پیدا ہو گئی اور سلطنت چھوڑ دی یہ ابراہیم ابن ادہم بلخی رح حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں بہت بڑے عالم ہیں محدث ہیں فقیہ ہیں نرے درویش ہی نہیں اور تبع تابعی بھی ہیں۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے مگر راجح تابعیت ہے۔

(ملفوظ ۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مقبولین سے نسبت ہونے کی بھی بڑی برکت ہوتی ہے خواہ حسی ہو یا معنوی ہو ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا فرمایا کہ ہماری طرف سے اپنے پیر کے سر پر ہاتھ رکھنا وہ ہماری اولاد میں سے ہیں صبح کو مرید نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب بیان کیا آپ نے سر آگے کر دیا کہ حکم کا امتثال کرو مرید جھجکا میرا ہاتھ اس قابل کہاں فرمایا کہ جھجکتے کیوں ہو یہ تو حکم کا امتثال ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایکبار بعض غلات کی وجہ سے مجھکو فاروقیت کی متعلق کچھ تردد ہو گیا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھ سے نسب کے متعلق پوچھا میں نے کہا سنا ہے کہ فاروقی ہیں اس شخص نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھکر آؤں میں ڈرا کہ کہیں گڑبڑی نہ ہو پھر خیال ہوا کہ اچھا ہے ایک طرف معاملہ ہو جاویگا میں نے کہا کہ ہاں پوچھ آؤ وہ دوڑ گیا اور دوڑا آیا اور کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ آیا ہوں فرماتے ہیں کہ ہاں ہماری اولاد میں سے ہے حافظ غلام مرتضی صاحب مجذوب سے والدہ صاحبہ کے متعلق عرض کیا گیا تھا انکے اولاد زندہ نہیں رہتی انھوں نے فرمایا کہ کیسے زندہ رہے عمر رض اور علی رض کی کھینچا تانی میں مر جاتے ہیں اب بار اولاد ہو تو علی کے سپرد کر دینا بڑا طویل قصہ ہے بنا اسکی یہ تھی کہ والد صاحب فاروقی تھیں اور والدہ علوی اور اب تک نام والد صاحب کے نام کے مناسب رکھے جاتے تھے مجذوب صاحب نے والدہ کے خاندان

کے مناسب نام تبلائے اس سپردگی میں اسی طرف اشارہ تھا اسمیں بھی تائید ہے فاروقیت کی گو اسمیں
انجیت نہیں مگر حجۃ کی تقویت ہے ۔

(ملفوظ ۶۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل اموال جو ہملوگوں کے ساتھ معاشرتی کوتاہیاں اور غلطیاں
کرتے ہیں انکی اس بے پروائی کیوجہ محض ملانوں کی کم وقعتی ہے کم عقلی نہیں میرے دل میں تو یہ بات تجربہ
سے جم گئی تھی بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ذراسی بات پر بگڑے مگر میری نظر اس بات کی منشا پر ہوتی
ہے۔ گو غلطی زیادہ ثقیل نہ ہو مگر جب منشا اسکا تذلیل وتحقیر ہوگا تو ظاہر ہے کہ ناگواری بھی شدید ہوگی

(ملفوظ ۶۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہوں تو غریب آدمی کوئی محکمہ میرے ہاتھ میں نہیں مگر اللہ
تعالی نے دل میں اصول ایسے پیدا فرما دیئے ہیں جن پر ایک سلطنت چل سکتی ہے اور اسکی رفتار میں ذرہ
برابر تنگی یا رکاوٹ نہیں ہوسکتی اور ان اصول کا ماخذ احکام شرعیہ ہیں اسلئے جی چاہتا ہے کہ سب امور
میں احکام اسلام کا نفاذ ہو اور شریعت کے موافق سب انتظامات ہوں

یکم ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۶۱۴) فرمایا کہ کل ایک صاحب نے بذریعہ خط اطلاع دی کہ میں ایک منی آرڈر بھیجونگا اور اس خط میں
منی آرڈر کی رقم کے متعلق تفصیل بھی درج تھی کہ کس کس مد میں کتنا کتنا روپیہ صرف کیا جائے میں نے
لکھدیا کہ میں آپ کے اس خط کو محفوظ نہیں رکھ سکتا اگر اس منی آرڈر کے کوپن میں یہ تفصیل درج ملی
میں اس منی آرڈر کو وصول کرونگا ورنہ واپس کردونگا اسی کے متعلق زبانی ارشاد فرمایا کہ پہلے میں ایسے
منی آرڈر ایسے خطوط کو محفوظ رکھ لیتا تھا مگر بارہا ایسا ہوا کہ خط مدت دراز تک رکھا رہا اور منی آرڈر نہ
کہیں کچھ کہیں کچھ لکھ تو دیتے ہیں کہ منی آرڈر بھیجونگا جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قریب ہی آجاویگا لیکن
پھر بھیجا ہے نہیں مجھے تو امانت رکھنے کی زحمت فضول ہی اٹھانی پڑی ان تجربوں کی بنا پر میں نے یہ معمول
مقرر کرلیا کہ صاف لکھدیتا ہوں کہ میں خط کو محفوظ نہیں رکھ سکتا اگر کوپن میں اس رقم کے متعلق
کافی تحریر نہ ہوئی تو منی آرڈر واپس کردیا جائیگا واقعی مجھکو تو خط کا یاد رکھنا یا مشاغل کثیرہ میں اسکا محفوظ
رکھنا بڑا مشکل ہے اور میں بحمد اللہ کسی کو دھوکا نہیں دیتا صاف لکھدیتا ہوں کہ مجھسے خط محفوظ نہیں

جاتا چنانچہ آج ہی ایسا ایک منی آرڈر آیا تھا جسکے کوپن میں کوئی تحریر نہیں موجود تھی اور اسکے متعلق کوئی خط بھی محفوظ نہ تھا اسکو میں نے واپس کردیا اگر واپس نکرتا تو اور کیا کرتا اتنا تو البتہ مجھے یاد آیا کہ کوئی خط اس رقم کے متعلق آیا تھا مگر مجھے تفصیل تو یاد نہیں رہ سکتی یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ مدرسہ کیلئے روپیہ بھیجنے کو لکھا تھا مگر میں محض اس شبہ کی بنا پر تو وصول نہیں کر سکتا تھا اگر بھیجنا ہو پھر باقاعدہ بھیجیں نہ معلوم یہ کیا حرکت ہے جبکہ کوپن میں کافی جگہ موجود ہے مگر اسپر ایک حرف نہیں لکھا کوپن میں تو اتنی گنجائش ہے کہ رقم کے متعلق جو لکھنا تھا لکھدیتے مگر ایسا نہیں کرتے یہ بھی ایک مرض ہے کہ علیحدہ کارڈ لفافہ بھیجیں گے اور اپنے نزدیک سمجھیں گے کہ یہ کافی ہو گیا مگر خود الگ خط بھیجنا بھی تو سبب ہو جاتا ہے کلفت کا اور جیسا ابھی بیان کیا کہ پھر مدت تک خبر نہیں لیتے اگر اس طرح ستاویں نہیں تو خیر خط کا محفوظ رکھنا بھی کیا مشکل تھا مگر دق جو کرتے ہیں پہلے پہلے میں نے ہر طرح اخلاق کا برتاؤ کیا مگر جب بدتمیزی کا بھی تحمل نہ ہوا تو میں نے بھی ضابطے تجویز کئے ایک صاحب نے کسی گاؤں سے جمعہ کے متعلق استفتا بھیجا تھا میں نے اسپر یہ دریافت کیا کہ وہاں بازار بھی ہے یا نہیں انھوں نے اس خط کو تو وہیں رکھ لیا اور ایک علیحدہ کارڈ میں لکھ بھیجا کہ یہاں بازار ہے میں نے لکھا کہ پہلا خط بھی تو بھیجنا چاہئے تھا کیونکہ بعضے اجزا اسمیں ہوں گے جو مجھے زبانی کیسے یاد رہ سکتے ہیں اب دیکھ لیجئے کچھ حد ہے اس بدتمیزی کی اپنی حرکتوں کو تو دیکھتے نہیں اور جب میں تنگ آکر ضابطے مقرر کر دیتا ہوں تو کہتے ہیں کہ صاحب بڑے بد اخلاق ہیں آپ ہی لوگوں نے مجھے ہوشیار کر دیا اسپر بعض ذہین لوگ کہتے ہیں کہ کیا ضرور ہے کہ سب ایسے ہی بدتمیز ہوں تو قانون عام کیوں مقرر کیا جاتا ہے لیکن جسکو واقعات پیش آچکے ہوں اسکو یہ کیا خبر کہ فلاں شخص ایسا نہیں ہے واقعات کی بنا پر قانون مقرر کیا جاتا ہے پھر جب قانون مقرر ہو گیا تو اب استثنا کی کیا وجہ بالخصوص جہاں بالکل مجہول حالت ہو جیسے کل وہ صاحب کچھ نذر پیش کر رہے تھے اور باوجود اس سمجھا دینے کے کہ میرا معمول نہیں کہ میں ایسے شخص سے ہدیہ لوں جس سے بے تکلفی نہ ہو پھر کیسی گڑبڑ کی میں نے بہت تجربوں کے بعد قواعد مقرر کئے ہیں جو اپنی اور دوسرونکی راحت کا سبب ہیں۔

(ملفوظ ۷۵۴) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب میں کسی کو کوئی فرمائش کرتا ہوں تو میرا قاعدہ ہے جسپر ایسے کم عقلوں کے واسطے خود بھی عمل کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی مشورۃ کہدیتا

ہوں کہ بات کہکر مخاطب سے اعادہ کرالینا چاہئے تاکہ غلط فہمی کا شبہ نہ رہے اور اصل بات یہ ہے ہر کام میں ہر بات میں سلیقہ کی ضرورت ہے سلیقہ سے طبیعت پر اچھا اثر ہوتا ہے اور بدسلیقگی سے طبیعت مکدر ہوتی ہے مگر آجکل یہ باتیں قریب قریب لوگوں میں مفقود ہیں سمجھانے پر بھی اثر نہیں ہوتا پھر جب آدمی کو خود اپنی اصلاح کی فکر نہ ہو دوسرا کیا اصلاح کرسکتا ہے۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت بھی عجیب چیز ہے اسکی بدولت انسان سب کچھ برداشت کرلیتا ہے محبوب کی تو خفگی بھی محبوب ہوتی ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

تسکو آتا ہے پیار پر غصہ ہمسکو غصہ پہ پیار آتا ہے

اہل محبت کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید حج کو گئے شاہ صاحب نے مرید سے کہا کہ جب مدینہ منورہ حاضر ہو تو روضۂ اقدس پر میرا بھی سلام عرض کرنا چنانچہ بعد فراغ حج مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور پیر کا سلام عرض کیا وہاں سے ارشاد ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا بھی سلام کہدینا جسکو ان مرید نے بھی سنا جب واپس آئے تو حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب نے پوچھا کہ ہمارا سلام بھی عرض کیا تھا انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کردیا تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے پیر سے ہمارا بھی سلام کہدینا شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہی الفاظ کہو جو وہاں سے ارشاد ہوئے ہیں عرض کیا کہ جب حضور کے الفاظ حضرت کو معلوم ہیں تو پھر میرے ہی کہنے کی کیا ضرورت ہے نیز میری زبان سے وہ الفاظ ادا ہونا سوءِ ادب ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ معلوم ہیں مگر سننے میں اور ہی مزا ہے اور بھائی تم خود تو نہیں کہتے وہ تو حضور کے ارشاد فرمائے ہوئے ہیں تمہارا ادا کرنا تو حضور ہی کا فرمانا ہے اسمیں بے ادبی کیا ہوتی بالآخر مرید نے وہی الفاظ ادا کردئے سنکر شاہ صاحب پر وجد کی حالت طاری ہوگئی اور کھڑے ہوکر بیساختہ زبان پر یہ شعر جاری ہوگیا کہ ؎

بدم گفتی وخرسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ میزیبد لب لعل شکر خارا

غرض محبت وہ چیز ہے کہ حضور نے بدعتی بھی فرمایا اور سلام بھی فرمایا اور شاہ صاحب پر حالت کیفی طاری ہوگئی اور بدعت سماع کو فرمایا اور سماع جامع شرائط صورۃً بدعت ہے حقیقت میں بدعت نہیں۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھسے ایک تاجر نے روایت کی ایک شخص نے جو بریلوی خانصاحب کا مرید تھا کلکتہ میں کہا تھا کہ کون کہتا ہے کہ اشرف علی دیوبندیوں میں سے ہے دیوبندی خواہ مخواہ اسکو اپنی

طرف منسوب کرتے ہیں وہ تو ہماری جماعت سے ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ میں سختی نہیں کرتا ہر چیز کو اُسکی حد پر رکھتا ہوں حتی کہ بریلوی مسلک کے متعلق بھی غصہ سے کام نہیں لیتا اس اعتدال سے وہ سمجھ گئے کہ یہ ہمارا ہم عقیدہ ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھکو اپنے رنگ پر سمجھتا ہے اور میں ہر ایک کے رنگ سے جدا ہوں اسپر ایک مثال عجیب فرمایا کرتے تھے کہ میری ایسی مثال ہے کہ جیسے پانی کہ اسمیں کوئی رنگ نہیں مگر جس رنگ کی بوتل میں بھر دو اُسکا وہی رنگ معلوم ہونے لگتا ہے میں اسپر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من، وز درونِ من نہ جست اسرار من،

(ملفوظ [۶۱]) ایک شخص نے آکر نہایت بلند آواز سے عرض کیا کہ میں ایک رقعہ لایا ہوں فلاں صاحب نے بھیجا ہے حضرت والا نے وہ رقعہ لے لیا اور مزاحاً فرمایا کہ رقعہ تو دکھا دیجیے اور رو کا (شور و غل) دیدیا پہلے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہ بھی بد سلیقگی کی بات ہے اتنے زور سے چیخا کہ جیسے اذان دیا کرتے ہیں اعتدال تو رہا ہی نہیں یا تو اسقدر آہستہ بولیں گے کہ کوئی سُن ہی نہ سکے یا کانوں کے پردے بھی پھاڑ دیں گے غرض افراط و تفریط سے خالی نہیں۔

یکم ذیقعدہ ۱۳۵۰ ہجری

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ [۶۱۹]) فرمایا کہ ایک رئیس کی بی بی کا خط آیا تھا اُسمیں اپنے پتہ کے ساتھ لکھا تھا کہ لیڈی فلاں میں نے لکھا کہ اگر تم بجائے لیڈی لفظ کے اہلخانہ لکھتیں یہ اچھا تھا پھر ایک مہینہ کے بعد خط آیا تھا اُسپر اہلخانہ فلاں لکھا تھا تو یہ بڑے شریف خاندان کی عورتوں کی حالت ہے اُن میں بھی جدید اثر آگیا ایسا ہی آج ایک خط آیا ہے اسمیں اپنے نام کے ساتھ مسٹر لکھا ہے کیا آفت ہے شریفوں میں بھی یہ بلا گھس گئی نئے الفاظ کو آجکل پسند کیا جاتا ہے کیا اُردو میں دلالت کیلئے الفاظ نہیں فنا ہو گئے۔

(ملفوظ [۶۲۰]) فرمایا کہ آج ایک رجسٹری آئی ہے اسمیں ایک استفتا آیا ہے لکھا ہے کہ یہ رضاعی رشتہ ہے اسکو ایک پیر نے جائز کر دیا ہے خدا معلوم لوگ ایسے جاہلوں سے مسائل پوچھتے ہی کیوں ہیں باوجود اسکے کہ آجکل علم کا زمانہ ہے کثرت سے علما ہیں مگر پھر بھی جاہلوں سے مسائل پوچھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ جب یہ پیر ہو گئے تو سب کچھ

ہو گئے سر بھی ہو گئے اور پیر بھی ہو گئے فرمایا کہ میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ بالکل حرام بالکل باطل اور یہ قول کہ مرضعہ کا دودھ ہندہ کی پیدائش کے زمانہ کا نہ تھا اسلئے زید و ہندہ رضاعی بھائی بہن نہیں ہوئے بالکل غلط بالکل باطل زید کو چاہئے کہ فوراً ہندہ کو جدا کر دے اور ان سبکو توبہ کرنا چاہئے مع پیر صاحب کے اور پیر صاحب سے ادب کے ساتھ کہنا چاہئے کہ پیر ہی رہیں مولوی نہ بنیں اور فتوے نہ دیا کریں ان کمبختوں نے لوگوں کے دین کا ناس کر دیا خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ بناتے ہیں یہاں اس نواح میں تو بفضلہ تعالیٰ ان گمراہوں کا پتہ نہیں چلتا اپنے بزرگوں کا اثر ہے یہاں سے اِدہر اُدہر جا کر دیکھئے کیا خرافات برپا ہے ایکمرتبہ بمبئی میں وعظ کا اتفاق ہوا مجھکو بڑا تردد ہوا کہ کیا بیان کروں اگر مسائل اختلافیہ بیان کرتا ہوں وحشت ہوگی متفق علیہ بیان کروں تو انکو سب جانتے ہیں یعنی نماز روزہ وغیرہ تو ضرورت کا بیان کونسا کیا جاوے پھر سوچکر میں نے آیۃ وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت اٰمنۃ مطمئنۃ الخ پڑھکر اسکا بیان کیا کہ اللہ نے آپکو بہت نعمتیں دی ہیں مگر آپ اُنکا شکر ادا نہیں کرتے یہ بیان اُن کے کبھی بڑوں نے بھی نہ سنا ہوگا اسکو میں نے بہت اچھی طرح ثابت کیا میں نے بیان کرنے میں ایک شرط یہ بھی لگائی تھی کہ عوام الناس کا وعظ میں اجتماع نہ ہو ہاں جو عالم اور خوش فہم ہوں اُنکو بلایا جاوے اسلئے کہ بڑے درجہ کے لوگ خواہ وہ دوسرے ہی مذہب کے ہوں عالی حوصلہ ہوتے ہیں اگر اُن کے خلاف بھی بیان کیا جاوے وہ ناگواری کا اثر نہیں لیتے اور یہ عوام الناس جاہل اکثر مفسد ہوتے ہیں خصوص بمبئی کے عوام الناس تو نہایت ہی مفسد ہیں ایسی جگہوں میں بیان کر کے دل خوش نہیں ہوتا اگر سامعین خالی الذہن ہوں نہ اعتقاد ہو نہ عناد ہو تو بھی مضائقہ نہیں مگر وہاں تو کثرت سے معاندین ہیں۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کہنے کی تو ایسی کوئی بات نہ تھی مگر ذکر آگیا اسلئے کہتا ہوں آج ایک لفافہ آیا ہے اسمیں جو جواب کیلئے لفافہ رکھا ہے اُس پر نئے قاعدہ کی رو سے پورے ٹکٹ نہیں ہیں اور جسوقت محصول بڑہا ہے میں نے ایکروپیہ کے ٹکٹ منگا کر رکھ لئے تھے اور یہ ابہ لوگوں کے جوابی کارڈ اور لفافوں پر چسپاں کرتا رہا اور یہ نیت کر لی تھی کہ جس روز پوری ڈاک میں ٹکٹ پورے آنے لگیں گے بچا اُس روز سے نہ لگاؤنگا سو جس روز ڈاک میں پورے ٹکٹ آئے ہیں اُس روز ایک ٹکٹ بچا ہوا تھا تو چونکہ ذہن میں ضرورت تھی ایکروپیہ خرچ کرنا بھی آسان تھا اور اب بعد رفع ضرورت یہاں دو پیسے بھی خرچ کرنا مشکل ہیں چنانچہ آج جو بچا ہوا ٹکٹ رکھا ہے اُسکے لگانے کو جی نہیں چاہتا اسلئے کہ سب جگہ محصول

بڑہنا معلوم ہو چکا تو اسکا خیال تو ہونا چاہئے مگر پھر بھی خیال نہ ہونا نہایت غفلت کی بات ہے بات یہ ہے کہ مزاج میں بفکری بہت ہے اور جسکو کبھی اتفاق سے ایسا موقع پیش آجائے وہ تو اس قسم کی رعایت کر سکتا ہے اور جسکو روزانہ اسی قسم کا سابقہ پڑتا ہو وہ رعایت نہیں کر سکتا۔

۲ ر ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ ہجری

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

(ملفوظ ۶۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایکمرتبہ نواب وقار الملک مجھکو علیگڈہ کالج میں لیگئے اور بیان کی درخواست کی وہاں کے طلبہ کی بھی کثرت سے درخواستیں تھیں میرا وہاں بیان ہوا میں بیان کے وقت سے پہلے ہی کالج میں پہنچ گیا تھا وہاں کے ارکان نے بعض مقامات کی سیر بھی کرائی منجملہ اسکے ایک کمرہ تھا جسمیں بجلی تھی اُسکا بھی معائنہ کیا جب بیان شروع ہوا تو دوران تقریر میں بجلی کے متعلق بھی کچھ تحقیق تھی اس باب میں جو حدیث آئی ہے وہ بھی بیان کیگئی پھر میں نے کہا کہ شاید آپ لوگونکو یہ شبہ ہو کہ برق کی حقیقت جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے اُسپر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے ہم نے خود برق بنالی ہے اسکی حقیقت تو وہ نہیں ہے میں نے جواب میں کہا کہ ممکن ہے برق کی دو قسمیں ہوں ایک سماوی اور ایک ارضی تو جسکی حقیقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کی وہ برق سماوی ہے اور جس برق کا آپکو مشاہدہ ہوا ہے وہ ارضی ہے سو اگر دونوں کی حقیقت مختلف ہو تو اسمیں تعارض کیا ہوا چونکہ ایسا قریب الفہم جواب اُنھوں نے کبھی سنا نہ تھا اُن لوگوں پر بیحد اثر تھا تمام وعظ سن لینے کے بعد کہا کہ ہمکو ایسے وعظ کی ضرورت ہے اور اسی طریق سے ہماری اصلاح کی ضرورت ہے کہ اصلاح بھی ہو جاوے اور ہمکو ناگوار بھی نہ ہو اور عام واعظین میں بعض تو ہمپر کفر کے فتوے دیتے ہیں جس سے ہمکو وحشت ہوتی ہے اور بعض ہماری ہاں میں ہاں ملاتے ہیں جس سے بجائے اصلاح کے ہمارا مرض بڑہتا ہے طلبہ کی خواہش تھی کہ یہ کالج میں آتا رہے تاکہ ہماری اصلاح ہو مگر کالج کے حامی ڈر گئے کہ اگر ایک دو دفعہ اور آگیا تو تمام کالج ہی کی کایا پلٹ ہو جائے گی پھر نہیں جانا ہوا۔

(ملفوظ ۶۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریز جنٹ نے جو نہایت اشتیاق سے مجھسے ملا تھا مجھسے

سوال کیا کہ آپنے قرآن شریف کی تفسیر لکھی ہے میں نے کہا کہ لکھی ہے کہنے لگا کہ آپکو کتنا روپیہ ملا میں نے کہا کہ ایک پیسہ بھی نہیں کہنے لگا کہ پھر تمکو کیا فائدہ ہوا میں نے کہا کہ ہمارے مذہب کی تعلیم ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی بھی ہے وہاں اسکا فائدہ ہوگا آجلہ فائدہ تو یہ ہے اور عاجلہ فائدہ یہ ہے کہ شائقین اسکو پڑھتے ہیں مجھکو دیکھکر مسرت ہوتی ہے آگے کچھ نہیں بولا یہ لوگ ذہین نہیں ہوتے اسلئے جلد گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

(ملفوظ ۶۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے بڑے القاب اور چکنے چپڑے الفاظ میں کیا رکھا ہے خلوص اور محبت ہو تو معمولی الفاظ بھی پیارے معلوم ہوتے ہیں دیکھ لیجئے اللہ تعالیٰ کا صرف نام سب لیتے ہیں کوئی بھی مخدومنا مکرمنا نہیں کہتا مکہ معظمہ میں شریف حسین تھے ایک معمولی بدوی آکر اس طرح پکارتا یا حسین یا حسین اور وہ نہایت خندہ پیشانی سے خوش خوش گفتگو کرتے تھے اگر یہ سادگی محبت سے ہو تو کیا حرج ہے بلکہ اچھا معلوم ہوتا ہے ایک بڑی بی تھیں میرے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دیا کرتی تھیں کہ بچے تو جیتا رہ تیری عمر بڑی ہو چونکہ محبت تھی اور سادگی سے ایسا برتاؤ کرتی تھیں انکی یہ ساری باتیں پیاری معلوم ہوتی تھیں ایک بار گھر میں سے کہا کہ برادری میں ایک یہی بڑی رہگئی ہیں جو تمکو پیار کرسکتی ہیں میرٹھ میں حاجی عبد الکریم رئیس تھے انکی عادت تھی اکثر بیٹا بیٹا کہا کرتے تھے ایک چمار آیا پرانی عمر کا آدمی تھا اسکو بھی بیٹا کہا اس چمار نے کہا کہ تمہارے باپ کی برابر تو میری عمر اور مجھکو بیٹا کہتے ہو حافظ صاحب بہت ہنسے تو اس کو بھی برا نہیں مانا غرض حافظ صاحب محبت سے ایسا کہتے تھے کوئی بھی برا نہ مانتا تھا اصل چیز محبت ہے تعظیم میں کیا رکھا ہے بلکہ زیادہ تعظیم تکریم تو ایک قسم کے حجاب ہیں یہ محبت کی سادگی تو ہمنے اپنے بزرگوں میں دیکھی بالکل اپنے کو مٹائے ہوئے تھے پھر تکلف کہاں رہتا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ اسد علی حقہ بہت پیتے تھے جب ضرورت ہوتی فرماتے کہ بیٹا قاسم حقہ بھرے مولانا کی یہ حالت تھی کہ فوراً حکم کی تعمیل فرماتے باوجود اسکے کہ مرید اور شاگرد سب موجود مگر کچھ پرواہ نہیں اگر کوئی کہتا بھی تو فرماتے کہ یہ تمہارا کام نہیں یہ میرا کام ہے۔ اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے اس انکسار اور فنا کا بالکل ہی اپنے کو مٹا دیا تھا مولوی معین الدین صاحب کہتے تھے کہ ایک ولائتی درویش آئے بڑے غصہ میں بھرے ہوئے نماز پڑھکر مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوگئے جب لوگ نماز پڑھکر نکلنے لگے مولانا کے والد بھی آئے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تم مولانا سے حقہ بھرواتا ہے آخر باپ تھے کہا کہ جی ہاں بھرواتا ہوں اُن درویش نے کہا

کبھی باپ ہونیکے بھرو سہ رہو تم جس وقت مولانا کو حقہ بھرنیکو کہتے ہو عاملان عرش کانپ اٹھتے ہیں اگر تمنے عنقریب توبہ نہ کی تو کوئی وبال نازل ہوگا پھر انہوں نے ایسی فرمائش نہیں کی۔ دوسرا واقعہ حضرت مولانا ہی کا ہے جلال آباد کے ایک خانصاحب حضرت کے مہمان ہوئے آدھی رات کو پلنگ پڑے ہوئے کروٹیں بدل رہے تھے مولانا بڑے ذہین تھے سمجھ گئے کہ غالباً حقے کے عادی ہیں مولانا اسی وقت محلہ سے حقہ مانگ کر لائے اور بھر کر چارپائی کے برابر میں لاکر رکھکر فرمایا کہ میں پیتا نہیں اسلئے بھرنا بھی نہیں آتا دیکھ لیجئے کسی چیز کی کمی بیشی ہو تو ٹھیک کردوں خانصاحب بیچارے پلنگ سے اتر کر الگ ہو گئے اور بڑی عذر معذرت کی فرمایا کہ تم مہمان ہو تمہارا حق ہے اسمیں شرمندگی اور محجوب ہونیکی کونسی بات ہے ان خانصاحب کے ساتھ ایک بازاری عورت بھی بے نکاحی اور یہ پہلے سے علماء کے معتقد نہ تھے یہ کہا کرتے تھے کہ سبکو دیکھ لیا ہے صبح ہی کو حضرت مولانا سے مُرید ہوگئے اور اس عورت کو بھی مرید کرایا .... اور نکاح پڑھوایا تو حضرت مولانا اسقدر منکسر المزاج تھے کہ اپنے مہمانوں تک کا حقہ بھرتے تھے بھلا باپ کا حقہ بھرنا تو کیسے چھوڑ سکتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ بڑا بننے میں کیا رکھا ہے بلکہ بعد تجربہ دین کیلئے تو مضر ہے ہی یہ بڑا بننا دنیا میں بھی مصائب کا نشانہ بناتا ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

خشمہا و چشمہا و رشکہا   بر سرت ریزد چو آب از مشکہا

غرض ضرورت محبت اور خلوص کی ہے بڑائی کی ضرورت نہیں ایکمرتبہ ایک گاؤں کا شخص مجھسے بیعت تھا اکثر میرے پاس آیا کرتا تھا ایک دن کہنے لگا کہ ہمارے گاؤں میں ایک فقیر آیا کرتا ہے اگر کہو تو اسکا طالب ہو جاؤں (یہ ایک اصطلاح ہے گاؤں والوں کی مرید کے بعد ایک درجہ نکالا ہے طالب کا) میں نے اسکو غصہ کے لہجے میں ڈانٹا اسلئے کہ وہ فقیر شریعت کا پابند نہ تھا ایک عرصہ کے بعد میں نے اس شخص سے مزاجاً پوچھا کہ اب بھی کسی کا طالب بنے گا نہایت محبت بھرے لہجے میں سادگی سے کہتا ہے کہ بس اب تو تیرا ہی پلہ (دامن) پکڑلیا مجھے اسوقت اسکا یہ کہنا بہت ہی پیارا معلوم ہوا اور یہ الفاظ کئی مرتبہ اسکی زبان سے کہلوائے ہر مرتبہ میں ایک نیا لطف آیا محبت میں کیسے ہی الفاظ ہوں پیارے معلوم ہوتے ہیں اور اسپر ملامت بھی نہیں ہو سکتی اسی کو مولانا رومی رحمہ فرماتے ہیں ؎

گفتگوئے عاشقاں در کار رب   جوشش عشقست نے ترک ادب

بے ادب تر نیست زوکس در جہاں،   باادب تر نیست زوکس در نہاں،

(**ملفوظ**[۶۲۲]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کو عوام کے تابع نہ ہو جانا چاہیئے اسمیں علاوہ انکی
ذلت کے دین کا بھی ضرر ہے مجھکو تو ہمیشہ اسکا خیال رہتا ہے کہ اہل علم کی اور علم دین کی دنیادار
کی نظر میں تحقیر نہ ہو یہی وجہ ہے کہ میں سبکی طرف سے فرض کفایہ ادا کرتا رہتا ہوں جسکی وجہ سے آئے
دن لوگوں سے لڑائی رہتی ہے اہل علم اور اہل دین کی حقارت گوارا نہ ہونے پر ایک لطیف واقعہ یاد
آگیا جب میں کانپور مدرسہ جامع العلوم میں تھا ایک طالب علم نے ایک طالب علم کی کتاب اور
کچھ اسباب دق کر نیکو اپنے حجرہ میں لیجا کر چھپا لیا مالک سامان نے اسکی اطلاع پولیس میں کردی دارو
تحقیقات کیلئے آگیا اور اسکے متعلق گفتگو ہوتی رہی - داروغہ مجھسے کہنے لگے کہ افسوس ہے کہ طالبعلم
بھی چوری کرتے ہیں میں نے کہا کہ طالب علم کبھی چوری نہیں کر سکتا کہنے لگے کہ مشاہدات کی تکذیب
دیکھئے یہی ایک واقعہ ہو گیا میں نے کہا اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ طالب علم نے چوری کی بلکہ کبھی جو
طالب علمی کرنے لگتے ہیں چور یہ سمجھتے ہیں کہ اس روپ میں مدرسہ کے اندر چوری سہولت سے ہو سکتی ہے
داروغہ جی نے ہنسکر کہا کہ صاحب مولویوں سے اللہ بچائے جدھر کو چاہے بات پھیر دیں تو اس واقعہ
میں بھی طالب علم کی تحقیر نہیں ہونے دی اور ہمیشہ اسی کو جی چاہتا ہے کہ اہل علم کی تحقیر نہ ہو کیونکہ
اگر عوام اہل علم سے بدگمان ہو جائیں تو اندیشہ ہے انکی گمراہی کا -

(**ملفوظ**[۶۲۳]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علم کے ساتھ تقوے کی سخت ضرورت ہے تقوے سے نور فہم
پیدا ہوتا ہے جو غیر متقی کو نصیب نہیں ہوتا دیکھئے کہ حضرات صحابہ میں اکثر وہ حضرات تھے جو نہ لکھنا
جانتے تھے نہ پڑھنا مگر بڑے بڑے شاہان دنیا جب مخاطبت کا اتفاق ہوا وہ تو انکی گفتگو سنکر
دنگ رہجاتے یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں اسلام کے قبل بھی ایک استعداد خاص پیدا کردی
تھی مگر ظہور تو اُسکا اتباع اور تقویٰ ہی کی بدولت ہوا اس استعداد پر ایک قصہ یاد آیا کہ حضرت مولانا
محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان فرماتے تھے کہ دو چچازاد بھائی سفر میں چلے آپسمیں
کوئی نزاع پیش آیا ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا قاتل کا چچا مقتول کا باپ تھا لوگ قاتل
کو پکڑ کر اسکے پاس لائے اور واقعہ بیان کیا غائت وقار سے اس شخص کی نشست کی ہیئت تک
نہیں بدلی اور بیساختہ کہا کہ میرے دو ہاتھ تھے ایک ہاتھ نے ایک ہاتھ کو کاٹ ڈالا تو کیا اس ہاتھ کو
میں کاٹ ڈالدوں مگر مقتول کی ماں کو صبر نہ آویگا اسلئے سو اونٹ ہمارے اصطبل سے کھولکر مقتول

کی ماں کو دیت میں دیدو اس تحمل کی کیا حد ہے اور واقعی اہل عرب میں کوئی بات تو تھی جب تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن میں بھیجا ان کے جذبات بڑے اچھے تھے بس قوت کے فعل میں آنے کی ضرورت رہتی حضور پر ایمان لاتے ہی تمام کمالات اُبل پڑے۔

۲ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ ہجری

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ[۶۲]) ایک لڑکے نے آکر تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ حضرت والا نے فرمایا کہ ابھی سے بد تمیزی کی باتیں سیکھنا شروع کردو اسوقت کے بگڑے ہوئے ساری عمر بھی سیدھے نہ ہوگے ایک صاحب نے عرض کیا معلوم ہوتا ہے کہ گھر والوں نے تعلیم نہیں دی فرمایا کہ بالکل غلط گھر والے ضرور کہتے ہیں کہ فلاں چیز کا تعویذ لے آؤ اس سے زیادہ بتلانے کی ضرورت نہیں کیونکہ سیدھی بات ہے اور سیدھی بات فطری ہوتی ہے اُسکے بتلانے کی کیا ضرورت البتہ ضرورت ٹیڑھی بات سکھلانے کی ہوتی ہے تو آج کل اگر تعلیم کرتے ہیں تو اُلٹی بات کی چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ ایک شخص مکان سے تعویذ لینے چلا اور یہ بھی اُسکے ذہن میں ہے کہ فلاں چیز کیلئے تعویذ کی ضرورت ہے اور فطری مقتضا ہے کہ وہ آتے ہی خود سب کہدیتا مگر اب اُسکو یہ سکھلایا جاتا ہے کہ جب تک نہ پوچھیں بولنا مت تو یہ بد تمیزیاں البتہ سکھلائی جاتی ہیں رہی سیدھی بات سو وہ اصلی چیز ہے اسمیں تعلیم کی کون ضرورت ہے غیر اصلی چیز میں تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے حضرت والا نے اُس لڑکے سے فرمایا کہ تمنے اسوقت بد تمیزی کی جس سے سخت طبیعت پریشان ہوئی اسلئے آدھ گھنٹہ کے بعد آؤ اور آکر پوری بات کہو اسمیں تعلیم بھی ہے اور دوسرے کی پریشانی بھی کم ہو جاویگی تب تعویذ ملیگا اور اگر پوری بات نہ کہو گے پھر بھی تعویذ نہ ملیگا اسوقت وہ لڑکا چلا گیا اور آدھ گھنٹہ کے بعد آکر پوری بات کہی تعویذ دیدیا گیا۔

(ملفوظ[۶۳]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انگریزی کی بدولت آدمیت بھی جاتی رہی حیوانیت کا غلبہ ہو رہا ہے اور دین بھی بالکل برباد ہو جاتا ہے جنکو اسکا احساس ہو گیا ہے وہ بچ بھی سکتے ہیں چنانچہ ایک شخص نے اپنے لڑکے کو انگریزی پڑھانی چاہی اور وہ لڑکا پڑھنا نہیں چاہتا تھا اُس لڑکے نے مجھ سے کہا میں نے تدبیر بتائی کہ تم فیل ہو جایا کرو وہ دو مرتبہ فیل ہو گیا باپ نے کہا کہ نالائق ہے جا عربی پڑھ مُلّا بن بس پیچھا چھوٹ

ایک خبط اس انگریزی داں طبقہ میں اکثر یہ ہو جاتا ہے کہ پڑھتے تو ہیں انگریزی اور دخل دیتے ہیں دین
میں باقی اللہ کے بندے بعضے ایسے بھی ہیں جو اسکا احساس بھی رکھتے ہیں اور اپنے غلطی کا اقرار کر لیتے ہیں
چنانچہ ایک مرتبہ مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب کانپوری نے وعظ بیان کیا وعظ میں ایک صدر اعلیٰ
صاحب بھی شریک تھے کسی شخص نے شاہ صاحب سے مسئلہ پوچھا شاہ صاحب نے مسئلہ کا جواب
دیدیا ایک شخص نے کہا کہ صدر اعلیٰ صاحب اسطرح بتلاتے ہیں مولوی صاحب نے بیدھڑک کہا کہ صدر
اعلیٰ گوہ کھاتے ہیں اب انکی تہذیب اور اہلیت دیکھئے کھڑے ہو کر کہا کہ مولانا واقعی سود کی ڈگری دینے
والے کو یہ منصب نہیں کہ دین میں دخل دے ۔ میں توبہ کرتا ہوں پھر انشاء اللہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا
اور یہ تمام شغف انگریزی سے صرف دنیوی عزت کیلئے ہے سو خود عزت دنیوی ہی کوئی چیز نہیں اصل
عزت آخرت کی ہے حتی کہ اگر ساری دنیا کسی کو حقیر سمجھے چاروں طرف سے اسکو دھولیں تھپیڑیں لگیں
ذلت ہو رسوائی ہو تب بھی کوئی چیز نہیں اگر خدا کے نزدیک پیارا اور محبوب ہو حضرت ابراہیم ابن
ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جہاز میں سفر کر رہے تھے اس جہاز میں ایک رئیس بھی سوار تھا اسکو تفریح
کی ضرورت ہوئی چند مسخرے ہمراہ تھے اب تلاش ہوئی کہ ایسا شخص ملے جسکو تختۂ مشق بنایا جائے تو تفریح
مکمل ہو سو ایسی حقیر اور پست حالت میں حضرت ابراہیم ابن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ ملے انھوں نے ان
ہی کو اپنی مذاق کا تختۂ مشق بنایا یہ کچھ نہیں بولے جب دیر ہو گئی تو غیرت خداوندی جوش میں آئی
الہام ہوا کہ اے ابراہیم اگر کہو تو ان سبکو ڈبو دوں عرض کیا کہ اے اللہ ان کے آنکھیں نہیں یہ مجھے
پہچانتے نہیں جیسے آپ میری بددعا انکے حق میں قبول فرما سکتے ہیں ایسے ہی میری دعا انکے حق میں
قبول فرما لیجئے میں دعا کرتا ہوں کہ انکو صاحب بصیرت بنا دیجئے تاکہ مجھکو پہچان سکیں حضرت ابراہیم
کی دعا قبول ہو گئی اور سب کے سب صاحب بصیرت ہو گئے قدموں میں جا پڑے صاحب نسبت ہوئے
اُنکے نزدیک حضرت ابراہیم رح صاحب ذلت تھے اور اللہ کے نزدیک صاحب عزت تھے یہ کتنی بڑی عزت
کہ مالک دو جہان مشورہ کریں کہ اگر کہو تو سبکو ڈبو دوں بس عزت یہ ہے باقی یہاں کی عزت سو اُسکی کیفیت
تو خواب کی سی ہے اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ مجھکو پکڑ کر حاکم کے سامنے لیگئے اور مجھکو سزا کا حکم ملا ذلت
تمام اسباب جمع ہیں مگر جب آنکھ کھلی تو کچھ بھی نہیں یا یہ دیکھے کہ میں ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو گیا اور
خدم ساتھ ہیں عزت کے تمام اسباب جمع ہیں مگر جب آنکھ کھلی تو کچھ بھی نہیں تو کیا ان دو خوابوں کا

اعتبار ہوگا ایسے خواب پر ایک حکایت یاد آئی کہ ایک شخص رات کو چارپائی پر پیشاب کرتا تھا بیوی نے کہا کہ تو بڈھا خرانٹ ہوکر چارپائی پر موتتا ہے اُس نے کہا کہ شیطان خواب میں لے جاتا ہے اور کسی جگہ بہلا کر کہتا ہے کہ پیشاب کرلے سو وہ ایسا کراتا ہے میاں بیوی مفلس بھی تھے بیوی نے کہا کہ جب شیطان سے تیری دوستی ہے وہ تو جنوں کا بادشاہ ہے اُس سے مال کیوں نہیں مانگتا اُس نے کہا کہ آج کہونگا غرضکہ رات کو بدستور شیطان خواب میں آیا اس نے کہا کہ خالی پھیکے لیجاتے ہو تمکو یہ خبر نہیں کہ ہم غریب ہیں تو کہیں سے مال دلواؤ تمکو تو تمام خزانوں کی خبر ہے شیطان نے کہا کہ پہلے سے تمنے کہا کیوں نہیں چلو میرے ساتھ جسقدر روپیہ کی ضرورت ہے لیلو یہ ساتھ ہو لیا ایک خزانہ پر لیجا کھڑا کیا اور وہاں سے ایک بڑا بھاری روپیہ کا توڑا کندھے پر رکھوا دیا اُسمیں وزن تھا زیادہ بوجھ کی وجہ سے پیشاب تو کیا پاخانہ بھی نکل گیا آنکھ کھلی تو دیکھا کہ نہ خزانہ ہے نہ روپیہ صرف پاخانہ ہے خواب میں تو خزانہ تھا اور بیداری میں پاخانہ ہو گیا اسی طرح جب اس عالم دنیا سے عالم آخرت کی طرف جاؤگے اور وہاں آنکھ کھلے گی تب معلوم ہوگا کہ وہاں جو خزانہ تھا یہاں پاخانہ ہے پھر اسکی ساتھ ہی یہ حالت کہ بیک بینی دوگوش۔ تن تنہا نہ کوئی یار نہ مددگار یہ تو یہاں کے متاع کی حقیقت نظر آوے گی اور جب وہاں کے درجات اور نعماء دیکھوگے تو وہی کہوگے جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دنیا میں ہماری کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی اور ہمکو یہ درجہ ملتا تو کیا خوب ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ اپنے اکثر بندوں کو دونوں جگہ راحت دیتے ہیں اور اگر کسی کو تکلیف بھی ہوتی تو وہ محض جسمانی تکلیف ہوتی ہے اور اُنکی یاد کرنے والونکو اُسمیں روحانی پریشانی نہیں ہوتی۔

ملفوظ (۶۲۹) (ملقب بہ الحرص علی الجاہ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آجکل تو بعض علماء بھی لیڈروں کے ہم خیال بنکر سلطنت کے خواہشمند ہیں اور زیادہ حیرت تو اسپر ہے کہ اس خواہش میں احکام کی مطلق پرواہ نہیں کرتے زمانہ تحریکات میں جو کچھ کیا گیا وہ اظہر من الشمس ہے اور احکام کے سامنے سلطنت تو کیا چیز ہے جنکے قلوب میں حق تعالیٰ اور اُسکے احکام کی محبت پیدا ہو چکی ہے اُنکی نظر میں تمام دنیا کا وجود مچھر کے پر کی برابر بھی نہیں اُن کے نزدیک تو اُسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے چھوٹے چھوٹے بچے مٹی یا ریت کے گھر بنا لیتے ہیں اور وہ اُسمیں سے کسی کا نام دیوان خانہ اور کسی کا بالاخانہ رکھتے ہیں تو عقلاء اُن بچوں پر ہنستے ہوئے گذرتے ہیں اور اُن سے کہتے ہیں کہ آؤ ہم تمکو حقیقی دیوان خانہ

اور بالاخانہ دکھائیں آنکو دیکھو اسی طرح خاصان حق اہل اللہ آپکے ان محلوں اور کوٹھی بنگلوں کو دیکھکر ہنستے ہیں اور آخرت کی ترغیب دیتے ہیں اور تمھاری اس فانی سلطنت کی حقیقت وہ ہے جو ایک بزرگ نے ایک بادشاہ کو بتلائی تھی یعنی بادشاہ سے دریافت کیا کہ اگر کسی موقع پر آپ جا رہے ہوں اور پانی پاس نہ ہو اور شدت پیاس سے جان پر بن رہی ہو ایسے وقت پر کوئی شخص ایک کٹورا پانی لیکر آئے اور یہ کہے کہ نصف سلطنت کے بدلے یہ کٹورا پانی کا فروخت کرتا ہوں تو آپ خرید لیں گے بادشاہ نے کہا کہ ضرور خرید لونگا پھر اُن بزرگ نے کہا کہ اگر اتفاق سے تمکو پیشاب کا بند لگجائے اور کوئی علاج مفید نہ ہو اور کوئی شخص یہ کہے کہ اگر نصف سلطنت دو تو یہ بند کھولدوں تو کیا کروگے بادشاہ نے کہا کہ نصف سلطنت دیدونگا ان بزرگ نے کہا کہ یہ حقیقت ہے تمھاری سلطنت کی کہ آدھی سلطنت کی قیمت ایک کٹورا پانی کا اور آدھی سلطنت کی قیمت ایک کٹورا پیشاب کا بس یہ ہے وہ سلطنت جسکے لئے آجکل کے عقلا اور اُن کے ہم خیال بعض مولوی سرگرداں اور پریشان حال ہیں اور آخرت کو بھی بھول گئے ہیں سلطنت حاصل کرنیکو یا ترقی کرنے کو منع نہیں کرتا خوب ترقی کرو اور خوب سلطنت اور حکومت کرو میں تو خود ترقی کو پسند کرتا ہوں مگر اسمیں کچھ شرط بھی تو ہے وہ یہ کہ احکام شریعت کو محفوظ کرتے ہوئے حدود اسلام پر نظر رکھتے ہوئے حاصل کرو البتہ اسکے عکس کے خلاف ہوں کیونکہ ایسی حکومت مسلمانوں کے کام کی نہیں ہوسکتی جسمیں پہلے احکام شرعیہ کو پامال کر دیا جائے سو ایسی سلطنت باعث ترقی نہیں ہوسکتی بلکہ باعث نحوست ہوگی مجھکو مقاصد سے اختلاف نہیں طریق کار سے اختلاف ہے میں یوں کہتا ہوں کہ سلطنت ہو یا حکومت مال ہو یا جاہ عزت ہو یا آبرو اگر تم خدا کے احکام کی حفاظت کرتے ہوئے اور اسکے کاربند رہتے ہوئے حاصل کرسکو تو تمکو ہزار بار مبارک اسلئے کہ اس صورت میں یہ چیزیں احکام اسلام کی اشاعت کا ذریعہ ہونگی اور اگر اسکے ساتھ اغراض فاسدہ وابستہ ہیں جیسا آجکل کے واقعات سے بالکل ظاہر ہے تو ایسی سلطنت اور حکومت پر لعنت ہزار بار لعنت ایسی چیز مبغوض ہے منحوس ہے مردود ہے جو خدا کی یاد سے غافل کردے یا احکام سے دور کردے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت کو پیش کرتے ہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اسکے ساتھ ہی وہ حضرات احکام اسلام پر کس طرح عاشق تھے اور کس سختی سے اُن کے پابند تھے عین قتال کے وقت جوش کی حالت میں بھی احکام کا ہوش رکھتے تھے مثلاً یہ مسئلہ ہے کہ اگر

(باقی آئندہ)

عین قتال کے وقت کسی کافر پر تلوار اُٹھاؤ جس نے تمہارے باپ بھائی بیٹے کو قتل کر دیا ہو اور وہ عین اُس حالت میں کلمہ پڑھ لے تو فوراً ہاتھ روک لو کیا اب کوئی ایسا کر سکتا ہے۔ رات دن کے معمولات اور معاملات میں تو حدود اور احکام کی پابندی کی ہی نہیں جاتی ایسے سخت وقت میں تو بھلا کون رعایت کر سکتا ہے۔ غرض ہر چیز کے کچھ حدود ہیں قواعد ہیں پہلے طبیعتوں کو ان کا خوگر بناؤ پھر میدان میں آؤ میں لقسیم عرض کرتا ہوں کہ پھر نصرت خداوندی تمہارے ساتھ ہو گی اور پھر تم سلف کی طرح تمام عالم پر حکومت کرو گے اور بدون احکام کی پابندی کے اختیار کئے حکومت یا سلطنت کا حاصل کرنا ایسا ہے جیسے بلا وضو کے نماز پڑھنا یا بدون منتر جانے ہوئے سانپ پکڑنا جسکا انجام ہلاکت ہے اور اگر بالفرض چند سے یہاں حکومت کم بھی لی تو آخرت کی زندگی تو برباد ہو جائیگی اصل چیز تو وہی ہے جس کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور وہ ایمان اور اعمال صالحہ ہیں ایمان کی حفاظت کرو اعمال صالحہ اختیار کرو پھر اسپر خوشخبری ہے بشارت ہے جسکو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ یہ بیان تو ان کیلئے تھا جو جاہ کے لئے حکومت اور سلطنت کے خواہاں اور جویاں ہیں باقی اہل اللہ اور خاصان حق جنکو تم نظر تحقیر سے دیکھتے ہو کہ وہ خستہ حالت میں ہیں میلے کچیلے ہیں بے سرو سامانی انکی رفیق ہے وہ ان چیزوں کی پروا بھی نہیں کرتے گو بضرورت سلطنت بھی حاصل کرلیں اور اس میں بھی کوشش کریں کہ اپنے کو اس سے علیحدہ رکھکر دوسرے کے سپرد کر دیں اور اگر بادل ناخواستہ ان کے ذمہ پڑ جاوے تو پھر اُسکے پورے حقوق ادا کریں۔ میں لقسم عرض کرتا ہوں کہ یہی حضرات کچھ ساتھ لیجانے والے ہیں تمنے جن سامانوں کو قبلہ وکعبہ بنا رکھا ہے وہ تم ہی کو مُبارک ہوں وہ تو ان سامانوں کو حجاب اور وبال جان خیال کرتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب ماہان ارمنی کے دربار میں اپنے اسیروں کو چھڑانے کے لئے تشریف لیگئے تو آپنے دربار کا فرش دیبا اور حریر کا اُٹھا کر پھینکدیا اور اسکے سوال پر جواب میں فرمایا کہ تیرے فرش سے ہمارے اللہ کا فرش افضل ہے۔ حضرت بشر حافی رح کا قصہ مشہور ہے کہ جب آپنے یہ آیۃ قرآن پاک کی سُنی والارض فرشنٰھا اُسیوقت اپنے پاؤں سے جوتے نکال کر پھینکدیئے کہ خدا کے فرش پر جوتے پہنکر چلنا خلاف ادب ہے (یہ غلبہ ہے حال کا جو خوبی ہے مگر حجت نہیں) اب سنیئے کہ تمام چرند پرند کو حکم ہو گیا کہ جس جس طرف بشر حافی رح کا گذر ہو کوئی بیٹ نہ کرنے پاویں۔ غرض ہماری عزت اس ظاہری سامان سے تھوڑا ہی ہے اگر عزت ہے تو بے سرو سامانی ہی میں ہے جو عبدیت سے سبب ہو اسی کو فرماتے ہیں ؎

زیر بارند درختاں کہ ثمر ہا دارند　　اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد
دلفریباں نباتی ہمہ زیور بستند　　دلبر ماست کہ با حسن خدا داد آمد

حضرت غوث پاکؒ کی خدمت میں بادشاہ سنجر نے ایک مرتبہ لکھکر بھیجا کہ معلوم ہوا کہ حضرت کی خدمت میں اکثر مجمع خدام کا رہتا ہے اگر اجازت ہو تو ایک حصہ ملک کا خدام کیلئے حضرت کی خدمت میں پیش کر دوں۔ حضرت نے جواب میں لکھ بھیجا ؎

چوں چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد　　در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب　　من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

ایک بزرگ کو کسی بادشاہ نے لکھا تھا کہ ہم مرغ کہاتے ہیں اور تم خشک روٹی ہم دیبا اور حریر پہنتے ہیں اور تم گدڑی اُڑھتے ہو تم بڑی مصیبت اور تکلیف میں ہو تم ہمارے پاس آجاؤ تو ہم تمہاری خدمت کریں گے اور یہاں پر تمکو کوئی تکلیف نہ ہوگی اُن بزرگ نے جواب میں لکھا کہ ؎

خوردن تو مرغ مسمی ومی　　طعمہ ما نانک جوین ما
پوشش تو اطلس و دیبا حریر　　بخیہ زدہ خرقہ پشمین ما

اور آخر میں فرماتے ہیں ؎

نیک ہمیں است کہ می بگذرد　　راحت تو محنتِ دوشین ما
باش کہ تا طبل قیامت زنند　　آن تو نیک آید و یا این ما

مطلب یہ ہے کہ اُس روز معلوم ہوگا کہ یہ حالت اچھی تھی یا وہ اور اصل بات تو یہ ہے کہ ان بادشاہوں کی یہ رائے کہ ان بزرگوں کو تکلیف میں سمجھتے تھے غلط تھی۔ ان حضرات کے قلوب میں ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ وہ سب سے مستغنی کر دیتی ہے۔ انتہت مقالۃ الحرص علے الجاہ۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مقام پر جو جدید مدرسہ بچوں کی تعلیم قرآن و دینیات کیلئے ہم لوگوں نے جاری کیا ہے اسپر لوگ ہنستے ہیں کہ یہ تو چھ مہینے کا ہے پھر نہ مدرسہ رہیگا نہ مدرسی۔ فرمایا کہ ہنسنے دیجئے آپ کا کیا ضرر ہے اگر ایک شخص کو ایک وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق ہو جائے تو ایک ہی وقت کی سہی ایک وقت کا تو فرض ادا ہوا نہ پڑھنے سے تو بہتر ہے۔ مولانا جامی رحؒ سے کسی نے کہا تہا کہ فلاں شخص ریا سے ذکر کرتا ہے فرمایا کرتا تو ہے تمکو تو ریاء سے بھی کبھی توفیق نہ ہوئی تمہارا کیا منہ ہے اعتراض کا حاصل جواب

یہ ہی کہ اول تو ریاء ہی کا ثبوت نہیں دوسرے ممکن ہے ریاء ہی سے عادت ہو جائے پھر عمل بلا ریاء ہونے لگے ایک مجتہد شیعی نے ایک مولوی صاحب سے نانوتہ میں کہا تھا آپ حضرات نے فلاں کام کیا تھا جسمیں خطرات بھی تھے آخر کیا نتیجہ نکلا بجز پریشانی کے۔ جواب میں مولوی صاحب نے یہ قطعہ پڑھ دیا ؎

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن ۔۔۔ بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منہ سے اپنے آپکو کہتا ہے عشق باز ۔۔۔ اے روسیاہ تجھسے تو یہ بھی نہ ہو سکا

اگر کوئی شخص تبلیغ کرے اور سو برس کی کوشش میں ایک شخص بے نمازی سے نمازی ہو جائے تو کوشش بیکار نہیں گئی کار آمد ہوئی کچھ تو ہوا تو کچھ نہ ہونے سے تو بہتر ہوا بلکہ میں تو توسّع کر کے کہتا ہوں کہ اگر ساری عمر کی کوشش کا بھی بظاہر کوئی نتیجہ نہ نکلے مثلاً ایک نمازی بھی نہ ہوا تب بھی کوشش بیکار نہیں کار آمد ہے۔ ظاہر کی قید میں نے اسلئے لگائی کہ باطن میں تو اس کا نفع ہو ہی رہا ہے یعنی ثواب مل رہا ہے مگر آجکل لوگوں کی عجیب حالت ہی جسکو ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ نہ آپ چلیں نہ دوسرے کو چلنے دیں حتیٰ کہ کام کرنے والے کو بددل کر دیتے ہیں اسپر ایک حکایت بیان فرمایا کرتے تھے کہ غدر کے زمانہ میں ایک میدان میں کچھ لاشیں پڑی ہوئی تھیں اُن میں ایک زخمی سپاہی بھی پڑا ہوا تھا اُس سپاہی کو خیال ہوا کہ دن تو جس طرح بھی ہوگا گذر جائیگا مگر تنہا شب کا کاٹنا مشکل پڑیگا مزاحاً فرمایا کہ اس سپاہی کو تنہائی کی ضرورت نہ تھی تنہا کی ضرورت تھی (یعنی کسی تن کی)، ایک لالہ جی اُس طرف سے گذر رہے تھے سپاہی نے آواز دی لالہ جی آواز سنکر گھبرائے کہ لاشوں میں کیسی آواز ہے اُس سپاہی نے کہا کہ ڈرو مت میں مرا نہیں زخمی ہو گیا ہوں اور میری کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہے اگر میں مر گیا یہ یوں ہی بیکار جائیگی تم کھول کر لیجاؤ تمہارے ہی کام آئیگی۔ لالہ جی کے روپیہ کا نام سنکر منہ میں پانی بھر آیا اور ڈرتے ڈرتے سپاہی کے قریب پہونچے سپاہی نے کہا کہ مجھ میں تو کھول کر دینے کی قوت نہیں تم خود کھول لو جب لالہ جی بالکل ہی قریب ہو گئے سپاہی نے برابر سے تلوار اُٹھا لالہ جی کے پیروں پر رسید کی گر پڑے پھر بھی ہمیانی ٹٹولی مگر وہاں کچھ بھی نہیں تب سپاہی سے پوچھا کہ یہ کیا کیا سپاہی نے کہا کہ لالہ جی بیوقوف ہوئے ہو میدان جنگ میں کوئی ہمیانی روپوں کی بھی باندھکر آیا کرتا ہے یہ تو ایک تدبیر تھی تمکو اپنے پاس رکھنے کی۔ شام قریب ہونے کو تھی خیال ہوا کہ رات کو دل گھبراویگا کس کو پاس رکھوں تم نظر آ گئے اب بات چیت میں رات گذر جائیگی۔ تب لالہ جی نے کہا کہ اوت کا اوت نہ آپ چلے نہ اور کو چلنے دے تو یہ زمانہ وہی ہے کہ نہ خود کوئی کام کریں نہ دوسروں کو کرنے دیں اگر خاموش ہی رہیں

تو اچھا ہے نہیں خاموش بھی نہیں بیٹھا جاتا بلکہ اور کام میں روڑے اٹکاتے ہیں

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق میں نکات اور لطائف ہیچ ہیں یہ سب باتیں طریق کی حقیقت سے بےخبری کی بدولت ہو رہی ہیں طریق تو اعمال ہے اور مقصود رضاءِ حق ہے یہ حقیقت ہے اس طریق کی ایسے ہی طالب میں صدق اور خلوص کی ضرورت ہے اگر یہ نہیں تو محروم رہیگا۔

(ملفوظ ۶۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب کوئی مجھسے علمی سوال کرتا ہو تو میرا معمول ہے کہ میں جواب سے پہلے امر کی تحقیق کر لیتا ہوں پھر بعد میں جواب دیتا ہوں ایک تو یہ کہ سائل کو علم کسقدر ہے دوسرے یہ اطمینان ہو کہ واقعی خلوص سے پوچھ رہا ہے اور اگر کوئی طالب علم سوال کرتا ہو تو اسکو یہ لکھتا ہوں کہ اپنے استادوں سے کیوں نہیں پوچھتے بعض ایسے ذہین ہوتے ہیں لکھتے ہیں کہ اساتذہ سے پوچھا تھا مگر شفا نہیں ہوئی میں لکھتا ہوں کہ انکی تقریر لکھو کہ انہوں نے کیا بیان کیا اور جو تم اُسکا مطلب سمجھے ہو وہ لکھو پھر جو شبہ ہو وہ لکھو تاکہ میں واقعہ اور فہم کا اندازہ کروں مگر پھر کوئی کچھ نہیں لکھتا اگر واقعی تحقیق کیا تھا پھر تردد رہا اور شفا نہ ہوئی تو لکھنا چاہیئے تھا محض ایک مشغلہ ہو کہ لاؤ بیٹھے ہوئے بلا ضرورت یہ بھی سہی سو یہاں یہ باتیں نہیں چلتیں پھر اسپر خفا ہوتے ہیں جی یوں چاہتا ہے کہ ضرورت کی موافق دوسرے کو تکلیف دیجاوے فضول باتوں سے خود بھی اجتناب رکھیں اور دوسرے کو بھی پریشان نہ کریں پھر ضرورت میں بھی استادوں کے وجود بھی تو عبث نہیں اُن سے استفادہ کرنا چاہیئے۔

۳ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۶۳۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر نفس کے ضروری حقوق میں یا عیال کے حقوق میں کسی قسم کی بھی کوتاہی کا احتمال ہو اس حالت میں یہاں قیام کرنا نافع نہیں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے میرے یہاں ہر چیز اپنی حد پر ہے۔ دہ در دہ معاملہ نہیں جیسے آجکل دکاندار مشائخ بسم پرستی کرتے ہیں اور دوسروں سے کراتے ہیں مجکو یہ باتیں پسند نہیں ہر بات صاف اور اپنی حد پر رہنا چاہیئے۔

(ملفوظ ۶۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجکو علماء کا یہ طرز ناپسند ہے کہ وہ سائل کے ہر سوال کے جواب

دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جواب دینے کے بھی تو کچھ شرائط ہیں آخر نماز اتنا بڑا رکن ہے دین کا مگر وہ بھی قیود اور شرائط سے خالی نہیں ان شرائط کا حاصل یہ ہے کہ اوّل یہ دیکھ لینا چاہئے کہ وہ سوال ضروری ہے یا غیر ضروری پھر اگر یہ بھی معلوم ہو جائے کہ فی نفسہ ضروری ہے تو پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ مشغلہ کے طور پر سوال کر رہا ہے یا واقع میں بھی اسکو ضرورت ہے اگر محض مشغلہ مقصود ہے اور عمل وغیرہ مقصود نہیں تو ایسے شخص کو ہرگز نہ جواب دیا جائے البتہ علم کا جو حصّہ فرض عین ہے وہ اس سے مستثنےٰ ہے غرض اس قسم کی باتوں کا خیال رکھنا علماء کو بہت ضروری ہے۔ علماء نے جان اصول کو چھوڑ دیا اس سے بہت مخلوق فضول میں مبتلا ہو گئی یہ ہی وجہ ہے کہ عوام الناس جاہل تک علماء کو اپنا تختہ مشق بنا لیتے ہیں اور مسائل دینیہ میں اپنے منصب کے خلاف دخل دیتے ہیں اور بلا ضرورت خواہ مخواہ علماء کو پریشان کرتے اور جھگڑوں میں پھنساتے ہیں اور علماء کے ایسا کرنے کا سبب اکثر جاہ ہے کہ جواب دینے سے زیادہ معتقد ہو جاویگا یا اور اغراض فاسدہ ہیں مثلاً یہ کہ ہمکو بدنام کریں گے یا اپنے دل میں سمجھیں گے کہ انہیں کچھ آتا جاتا نہیں یا مدرسہ کا چندہ بند کر دیں گے اسلئے ہر سوال کا جواب دینے کو تیار ہو جاتے ہیں سو یہ بھی اچھی خاصی مصیبت ہے معلوم بھی ہے کہ بڑے سے بڑے عالم محقق امام اور مجتہد کو بھی بعض مسائل پر لا ادری کہنے کے سوا کچھ نہیں بن پڑا خلاصہ یہ ہے کہ علماء کو سائل کا تابع نہ ہونا چاہئے بلکہ سائل کو اپنا تابع بنانا چاہئے ہاں جہاں سوال ضروری ہو اور طالب کو بھی فی الحقیقت ضرورت ہو وہاں اپنے اور کاموں کو چھوڑ کر بھی جواب دینا چاہئے اسلئے کہ وہاں دین کی ضرورت ہے حاصل یہ ہے کہ دین کے تابع خود بھی بنو اور دوسروں کو بھی بناؤ۔ دین کو کھیل اور محض تفریح مت بناؤ جیسا کہ ہو رہا ہے۔ مولانا عبدالقیوم صاحب مقیم بھوپال کا معمول تھا کہ فضول سوال کا جواب نہ دیا کرتے تھے اگر کوئی سوال کرتا کہ یہ مسئلہ کس حدیث میں ہے تو فرمایا کرتے کہ میں نو مسلم نہیں ہوں جو حدیث تلاش کرنے کی ضرورت پڑتی میرے آباؤ اجداد سب حضور کے زمانہ سے مسلمان چلے آ رہے ہیں ہم کو اپنے اُن بڑوں سے دین پہونچا ہے مطلب یہ تھا کہ یہ بتلانا چاہتے تھے کہ یہ سوال تیرا فضول ہے تو علماء کو یہ طرز اختیار کرنا چاہئے اور اس وقت کا جو طرز ہے وہ مُضر ہے اور اس میں بڑے مفاسد ہیں۔

(ملفوظ [۱۳۵]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے بیعت کا تعلق پیدا کرنا چاہا میں نے انکار کر دیا مگر تعلیم سے عذر نہیں کیا اور بیعت اسلئے نہیں کیا کہ مجھکو انکی حالت سے اندازہ ہو چکا تھا کہ اس

وقت جوش ہے اگر ہوش میں آجائیں اور پھر بھی یہی رائے رہے تب ٹھیک ہے ان کا اصرار تھا میں نے کہا آپ تو بیعت پر مُصر ہیں جو طبعًا و عُرفًا بہت قوی تعلق ہے میں تو تعلیم میں بھی یہ شرط لگاتا ہوں کہ اگر مجکو شُبہ پیدا ہو جائیگا تو میں خط و کتابت کو بھی قطعًا بند کر دونگا وہ اسکو منظور نہ کرتے تھے مگر اب وہ اعتقاد وغیرہ سب غائب ہو گیا خط و کتابت میں گڑبڑ شروع کی میں نے منع کر دیا کہ آیندہ خط و کتابت کی اجازت نہیں۔ مجکو اپنی رائے کے صائب ہونے پر مُسرّت ہوئی اب بتلائے کہ جو صاحب مشورے دیتے ہیں نرمی کرو اور یہ کرو وہ کرو میں اُن کے کہنے سے اپنے ان تجربات کو کیسے چھوڑ دوں۔

(ملفوظ ۶۳۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسکا تو خدانخواستہ قلب میں شُبہ بھی نہیں لوگ جانکر با قصد اور اہتمام سے اذیت پھونچاتے ہیں ہاں یہ یقینی ہے کہ عدم اذیت کا بھی اہتمام نہیں کرتے جسکا سبب صرف بیفکری ہے بس میں اسکی کوشش کرتا ہوں کہ فکر پیدا ہو اگر فکر سے کام لیں تو بہت کم غلطیاں ہوں۔

۳ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۶۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کی اصلاح کیلئے نرا صالح ہونا کافی نہیں بلکہ مصلح کی ضرورت جیسے مریض کو معالج کے تندرست کی ضرورت نہیں بلکہ اُسکے طبیب ہونے کی ضرورت ہے اسلئے کہ ہر تندرست طبیب نہیں ہوتا۔

(ملفوظ ۶۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجکو یہ ایسی پارٹی بندی پسند نہیں کہ ایک ہی خیال اور ایک ہی مشرب کے ہو کر نسبتوں سے فرق ظاہر کریں جیسے ایک صاحب نے اپنے نام کی ساتھ اشرفی لکھا تھا بلا ضرورت ایسی نسبتیں متضمّن مفاسد ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ چشتی قادری نقشبندی سہروردی یہ بھی تو ایک نسبت ہے فرمایا کہ وہاں تو اپنے مسلک اور مشرب کو اہل بدعت کے مسلک سے ممتاز کرنا اور یہاں جب ایک ہی مسلک اور مشرب ہے تو وہ مقصود نہیں ہو سکتا

(ملفوظ ۶۳۹) ایک صاحب کے لئے واسطہ کے ذریعے سے خط و کتابت کرنا حضرت والا نے تجویز فرمایا تھا اُن صاحب نے عرض کیا کہ واسطہ بننے پر کوئی راضی نہیں ہوتا فرمایا پھر میں کیا کروں ہاتھ جوڑو

پیر پکڑو اور راضی کرو غرض آپ کا کام ہے آپ کوشش کیجئے۔ میں اس کا کیا انتظام کروں میں تو خود اپنے کاموں کے لئے دوسروں کو مجبور نہیں کرتا دوسروں کیلئے تو کیا کسی کو کچھ کہوں اور مجبور کروں۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ سب پریشانیاں جیسی اس وقت ان صاحب کو ہو رہی ہیں یہ سبب بیفکری دور کرنے اور فکر پیدا کرنے میں معین ہوتی ہیں فرمایا کہ جی ہاں میری تو یہی نیت ہوتی ہے پھر فرمایا کہ بے اصول باتیں کر کے خود اپنے اوپر پابندیاں عائد کراتے ہیں اور ایک عجیب بات ہے کہ اپنے بے اصول برتاؤ کی تو خوب تاویلیں کر لیتے ہیں مگر میرے مواخذہ کی تاویل نہیں کرتے کیوں شکایتیں کرتے پھرتے ہیں حالانکہ ان کی سب بے تمیزیاں ہی مسبب ہیں اور میرا مواخذہ مسبب کیونکہ وہ بعد میں ہوتا ہے مثلاً میں سیدھی سیدھی بات پوچھتا ہوں اس میں چالاکیاں کرتے ہیں وہ یہاں چلتی نہیں جرح قدح ہوتی ہے بات بڑھ جاتی ہے پہلے تو ایک ہی بات ہوتی ہے گڑبڑ کرنے سے پھر کئی جمع ہو جاتی ہیں ایسی حرکتیں ہی کیوں کرتے ہیں جسکے تدارک کی ضرورت ہو اور میں ایسے امور کی سزا پہلے خود تجویز کر دیا کرتا تھا اسپر مجھے بدنام کیا کہ سختی کرتا ہے اب میں نے تجویز کرنا چھوڑ دیا۔ کہدیتا ہوں کہ خود تجویز کرو اب یہ عقلمند میری تجویز سے زیادہ سخت سزا تجویز کرتے ہیں مگر چونکہ اپنی تجویز ہوتی ہے اسلئے اسکو سخت خیال نہیں کرتے پھر میں اکثر اُس میں تخفیف کر دیتا ہوں تو غنیمت سمجھتے ہیں

۴ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک دوست کے مدعو کرنے پر حیدرآباد دکن گیا تھا وہاں پر تقریباً چودہ روز قیام رہا ایک صاحب نے مجھسے اپنے گھر میں کیلئے بیعت کرنے کی درخواست کی میں نے قبول کر لی چنانچہ اُنہوں نے ایک وقت مکان پر لیجانیکا متعین کیا اور اس وقت پر سواری لیکر آگئے۔ میں مکان پر پھونچا اور مردانہ میں جاکر بیٹھ گیا۔ پھر پردہ کرا کر گھر میں لیگئے اور ایک دالان میں بٹھلایا اور وہاں ہی سب عورتیں برقع اوڑھے ہوئے بیٹھی تھیں مجکو یہ بھی ناگوار ہوا مگر چونکہ خیر ضروری پردہ تھا اسلئے صبر کر کے بیٹھ گیا اب ان حضرت کو جوش اُٹھا اور رسوم مروجہ کا غلبہ ہوا جنکو آجکل کے رسمی اور جاہل پیروں نے جائز کر رکھا ہے وہ یہ کہ عورتوں سے کہا کہ منہ کھول دو میں نے سوچا کہ اگر اول ان سے

بحث کی تو عورتیں بے پردہ ہو چکیں گی اسلئے میں نے عورتوں سے کہا کہ ہرگز منہ مت کھولنا اب وہ بیچاری بڑی کشمکش میں اُدھر گھر کے مالک کا ایک حکم ادھر اسکے خلاف پیر کا ایک حکم کہنے لگے کہ وجہ اور کفین تو ستر نہیں میں نے کہا کہ ضرورت میں یا بلا ضرورت بھی کہنے لگے کہ یہاں پر تو ضرورت ہے میں نے کہا وہ ضرورت کیا ہے کہنے لگے کہ اگر آپ دیکھیں گے نہیں تو ان کی طرف توجہ کس طرح ہوگی۔ میں نے کہا کیا توجہ دیکھنے پر موقوف ہے آخر عورتوں سے کہا کہ اچھا بھائی یہ کیا کسی کی مانیں گے۔ اسکے بعد میں نے عورتوں کی طرف رومال بڑھا دیا کہ وہ پردہ میں سے اس کا گوشہ تھام لو۔ اسپر ان صاحب کو پھر جوش اُٹھا اور فرمانے لگے ہاتھ میں ہاتھ لیکر بیعت کیجئے میں نے کہا کہ حدیث شریف میں تصریح موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لیکر بیعت نہ فرماتے تھے کہنے لگے کہ اچھا صاحب یہ ہی سہی۔ غرض اللہ کے فضل سے میں ہی غالب رہا اور یہ شخص ماشاء اللہ عالم صوفی مصنف سب کچھ تھے مگر خدا ناس کرے ان رسوم کا ان میں وہ بھی مبتلا تھے۔ اور عام لوگ ان رسمی پیروں اور دکانداروں کی بدولت ان خرافات میں مبتلا ہیں جس سے اس طریق کی حقیقت تو بالکل ہی مستور ہو گئی اور ان بزرگ کا ان امور پر جو کچھ بھی اصرار تھا شرارت سے نہ تھا بلکہ انتہائی عقیدت اور خوش نیتی پر مبنی تھا جو حیدرآباد کے بڑے طبقہ کا جزو لاینفک ہو گیا ہے چنانچہ ماموں امداد علی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حیدرآباد کے فقرا تو دوزخی اور اُمراء جنتی اور اسکی وجہ بیان کیا کرتے تھے کہ فقراء تو امراء سے تعلق پیدا کرتے ہیں دُنیا کے واسطے اور امراء فقراء سے تعلق پیدا کرتے ہیں دین کے واسطے اور ظاہر ہے کہ دین کا طالب جنتی اور دنیا کا طالب دوزخی۔ اس خوش اعتقادی کی یہاں تک نوبت پہونچ گئی ہے کہ ایک پیر صاحب کی حکایت ہے کہ ایک عورت کا مجمع میں بیٹھے ہوئے جس میں اس کا خاوند بھی موجود تھا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور بوسہ لیا خاوند بیحیا کہتا ہے کہ ابتو تم متبرک ہو گئیں تم تک ہماری رسائی کہاں کیا ٹھکانا ہے اس بیحیائی اور گمراہی کا۔

(ملفوظ ۴۴۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سفر نہ کرنیکی میں نے قسم تھوڑا ہی کھائی ہے بلا کسی قید کے سفر کر سکتا ہوں کوئی مانع نہیں ہاں اپنی راحت کیواسطے سفر بند کیا ہے لیکن اگر کسی مصلحت کے سبب جی چاہے جا بھی سکتا ہوں اور اللہ کا شکر ہے کہ خود بدن کے اندر ایک ایسا عذر فرما دیا ورنہ اگر یہ عذر بھی نہ ہوتا تب بھی سفر بند ہی کرنا پڑتا بڑے فتنہ کا زمانہ ہے۔

(ملفوظ ۴۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے اکثر جاہل صوفی حظوظ نفسانیہ میں مبتلا ہیں۔ طریق کی

حقیقت سے بیخبر ہیں۔ کیفیات اور لذات کو مقصود سمجھتے ہیں سو ایسے لوگ بالکل کورے ہوتے ہیں میں تو کہا کرتا ہوں
کہ آجکل کے صوفی نہیں سوفی ہیں اور یہ آجکل کے اہل سماع اہل سماء نہیں اہل ارض ہیں ولکنہ اخلد الی الارض
کے مصداق ہیں۔ کانپور کی حکایت حافظ عبداللہ مہتمم جامع العلوم نے بیان کی تھی کہ سماع ہو رہا تھا ایک شخص کو
وجد شروع ہوا حالت وجد میں ایک پاس والے شخص نے امتحان کے لئے صاحب وجد کی چادر اُتار کر قوال کو
دیدی بس فوراً ہی وجد ختم ہو گیا اور چادر کی واپسی کا تقاضا کرنے لگے بڑا جھگڑا ہوا یہ انکے وجد کی حقیقت ہے محض
جھوٹے مکّار

ملفوظ (۴۲۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ شیعی لوگ ہر کام پر ہر بات پر استخارہ کرتے ہیں۔ ایک صاحب کا
کسی شیعی صاحب پر قرض چاہتا تھا انہوں نے اپنا قرض طلب کیا تو اسپر استخارہ دیکھا اور یہ کہا کہ ادا کرنے کے
لئے استخارہ نہیں آتا فرمایا کہ کبھی لینے کے وقت بھی استخارہ کیا ہوگا کہ اس وقت نہیں لیں گے استخارہ
نہیں آتا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ گورکھپور میں ایک شیعی رئیس تھے جب بیمار ہوتے طبیب کو بلاتے اور نسخہ کے
ہر جزو کے لئے استخارہ کرتے طبیب بہت پریشان ہوتے میں نے سنکر کہا کہ استخارہ کے لئے بھی تو استخارہ کرنا چاہئے تھا
کہ استخارہ کریں یا نہیں پھر اس استخارہ کیلئے بھی استخارہ کی ضرورت ہے پھر یہ ایک سلسلہ ہوگا جو لامتناہی ہوگا
اور قیامت تک بھی نسخہ مرتب نہیں ہو سکتا شاید یہ سمجھا ہوگا کہ ایمان اجمالی پر اکتفا کرنا چاہئے ایمان
مفصل کی ضرورت نہیں۔

ملفوظ (۴۲۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ قبروں کے پوجنے والے نہایت گڑبڑ کرتے
ہیں اچھی خاصی بت پرستی کرتے ہیں۔

ملفوظ (۴۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا بچپن تھا مگر الحمد للہ ایسے بزرگوں کی صحبت رہی کہ اُس وقت بھی
تہجد پڑھتا تھا چاہے بارش ہو رعد ہو برق ہو سب کچھ ہو مگر تہجد قضا نہ کرتا تھا وعظ سننے کا شوق تھا
وعظ کہنے کا شوق تھا یہ سب بزرگوں کی صحبت کا اثر تھا۔

ملفوظ (۴۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کام کرنا چاہئے اس غم میں نہ پڑنا چاہئے کہ میرے اندر شوق نہیں خوف
نہیں۔ کیفیات نہیں لذات نہیں انوار نہیں یہ سب چیزیں غیر مقصود ہیں ہاں مقصود کی معین ہو جاتی ہیں وہ بھی بعض
کے لئے اور بعض کی قید اسلئے لگائی کہ بعض کو یہ چیزیں مضر بھی ہوتی ہیں اور ہر حال میں سالک جن احوال و کیفیات کے
فقدان سے پریشان ہوتا ہے یہ فقدان کوئی نقص نہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ یہ بڑا کمال ہے کہ بدون

احوال اور کیفیات کے بھی مقاصد میں رسوخ حاصل ہو جائے۔ یہ بڑی نعمت ہے بڑی دولت ہے غرض بندہ کو بندہ بنکر رہنا چاہئے اور جس حال میں حق تعالیٰ رکھیں اسکو اپنے لئے مصلحت اور حکمت سمجھنا چاہئے۔ ایک ضروری بات سمجھ لینے کی یہ ہے کہ یہ چیزیں غیر اختیاری ہیں اختیاری نہیں اسلئے مامور بہ بھی نہیں۔ مامور بہ صرف اعمال ہیں اور ثمرہ ان کا رضائے حق۔ بس یہ حقیقت ہے اس طریق کی اب اسکا عکس لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ غیر مقصود کو مقصود اور مقصود کو غیر مقصود سمجھ رہے ہیں اور اسلئے غیر اختیاری چیزوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور وہ سبب ہو جاتا پریشانی کا اس ہی لئے میں سب سے اول اسکی کوشش کرتا ہوں کہ طالب صحیح راستہ پر پڑ جائے اور اپنے مقصود کو سمجھ لے پھر ساری عمر کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ پریشانی سے نجات ہو جاتی ہے گو اس حالت میں بھی ضرور ہی کہ سالک پر اکثر حزن و غم کے پہاڑ رہتے ہیں مگر وہ اور چیز ہے ایک پریشانی ہوتی ہے گمراہی کی کہ راستہ سے بھٹکتا ہے پھرتا ہے اور راہ نہیں ملتا یہ پریشانی تو مقصود کے تعیین سے رفع ہو جاتی ہے اور ایک پریشانی ہوتی ہے محبوب کے توارد تجلیات کی تو وہ حزن اور غم و پریشانی تو ایسی ہے کہ ہزاروں سکون اور راحتوں کو اُس پر قربان اس میں محب کو ہر ساعت یہ ہی خیال رہتا ہے کہ میں محبوب کا حق ادا نہیں کر سکا پھر جس وقت یہ شبہ ہو کہ انکی محبت یا طلب میں ذرہ برابر بھی کمی ہے تو اس پر حزن اور غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں اسکو فرماتے ہیں

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود   گر ز باغ دل خلالے کم بود

پھر یہ سب کچھ تو ہے مگر اس طریق میں ناکامی اور ناامیدی اور مایوسی کا نام و نشان نہیں قدم قدم پر تسلی موجود ہے بشرطیکہ منزل مقصود کی صحیح راہ معلوم ہو گئی ہو اسلئے کہ پھر تو صرف چلنا ہی باقی رہ جاتا ہے اور جسقدر چلتا ہے مقصود سے قرب ہی ہوتا جاتا ہے پھر تو اس شخص کو ناامیدی اور مایوسی کا وسوسہ بھی نہیں ہوتا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

کوئے نومیدی مرو کامیدہاست   سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

باقی خود محبت کے نشیب و فراز کی پریشانی یہ الگ چیز ہے من لم یذق لم یدر

۴ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۶۴۸ فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں بیعت کی درخواست کی تھی میں نے لکھا کہ

یہ نہ دیکھ لوں کہ تمکو طریق سے مناسبت بھی ہے یا نہیں اس وقت تک بیعت نہیں کر سکتا اور اس کا اندازہ موقوف ہے خطوط تعلیمی کے دیکھنے پر جنکا سلسلہ پہلے سے جاری ہے آج اُن کے خطوط آئے ہیں تریسٹھ خطوط ہیں ایک اچھی خاصی مسل ہے میں نے سبکو دیکھنے کی زحمت بھی گوارا کی دیکھنے پر معلوم ہوا کہ بالکل مناسبت نہیں ان خطوط سے معلوم ہوا کہ باوجود تنبیہات کے پھر بھی بہت گڑبڑ کی ہے اس کا سبب صرف فہم کی کمی ہے فہم نہیں معلوم ہوتا حتے کہ آخر کے خطوط میں بھی وہی گڑبڑ ہے حالانکہ اتنے دنوں میں تو مناسبت ہو جانا چاہئے تھا لوگ مجھکو تو بدنام کرتے ہیں مگر اپنے فہم کو نہیں دیکھتے۔ میں نے ان صاحب کو جواب لکھدیا ہے کہ سب خطوط دیکھکر معلوم ہوا کہ ابھی طریق سے مناسبت نہیں ہوئی معلوم نہیں اسکا سبب کیا ہے کم فہمی یا بیفکری سابقہ خطوط میں سے بعض میں تو میں نے جتلا بھی دیا ہے کہ تم سمجھتے ہی نہیں مگر پھر بھی خطوط میں گڑبڑ ہے الجھی ہوئی باتیں لکھی ہیں میں نہایت صاف بات لکھتا ہوں مگر پھر بھی لوگ اُلجھتے ہیں میری بات میں کبھی گنجلک نہیں ہوتی نہ تقریر میں نہ تحریر میں البتہ علمی تصنیفی مضامین میں میری تقریر ضرور ایسی ہوتی ہے جیسے کنز مگر وہ بھی صاف گو مختصر ہو مگر مبہم نہیں ہوتی ابہام اور چیز ہے اور اختصار اور چیز ہے۔

ملفوظ (۶۳۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس کھود کرید سے مقصود میرا یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ آیا مطلوب ان کے ذہن میں معلوم و مستحضر ہے یا نہیں کیونکہ طلب کی شرط اعظم مطلوب کی تعیین ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ آیا میں اسکو پورا کر سکتا ہوں یا نہیں اور یہ معلوم ہو جانے پر طرفین میں سے کسی کو دھوکا نہیں ہوتا۔ میں بات کو صاف ہی کرنا چاہتا ہوں خدانخواستہ مواخذہ بالذات تھوڑا ہی مقصود ہوتا ہے گو وہ مواخذہ ہوتا ہے مگر محض صورۃً مواخذہ ہوتا ہے اُس سے اصل مقصود صفائی ہوتی ہے۔ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ صاف بات کو بھی الجھاتے ہیں اور تاویلات کرنا شروع کر دیتے ہیں اسکی وجہ سے ناگواری کے سبب میرے لہجے میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے اُس تغیر کو خفگی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تو ایسا ہے کہ طبیب مریض کی بدپرہیزی پر مطلع ہو جائے اور وہ مریض طبیب کی خفگی سے بچنا چاہے اسلئے اس میں تاویلات اور تلبیس کرے تو صاحب بتلائے کہ اس سے طبیب کا نقصان ہے یا مریض کا۔ لوگ ذہانت سے کام نکالنا چاہتے ہیں اور اللہ کے فضل سے اور اپنے بزرگوں کی دعا، کی برکت سے وہ یہاں پر چلتی چلاتی نہیں حق و باطل صاف صاف نظر آنے لگتا ہے اسپر لوگ ناراض ہوتے ہیں بدنام کرتے ہیں اسی دوران تقریر میں ایک صاحب سے ان کی غلطی پر مواخذہ فرمایا کہ یہ حرکت کیوں ہوئی اسپر ان صاحب نے تاویلات شروع کر دیں ارشاد فرمایا

کہ ابھی ذکر ہورہا تھا تاویلات کے مذموم ہونیکا اور وہی حرکت موجود ہے اب آپ حضرات دیکھ رہے ہیں
کہ میری گفتگو انتہا درجہ کی صاف ہی کوئی گنجلک نہیں ابہام نہیں اشارہ کنایہ نہیں کوئی ایسی باریک بات
نہیں مگر دیکھ لیجئے کہ اسکو تاویلات کا جامہ پہنا کر کہاں سے کہاں پہونچادیں گے اپنی غلطی کے اقرار کا تو
لوگ سبق ہی نہیں پڑھے سب ایک مکتب کے تعلیم پائے ہوئے ہیں قسم کھا کر آتے ہیں کہ کبھی اپنی غلطی
اقرار نہ کریں گے اور کبھی سیدھی اور صاف بات نہ کہیں گے پھر تبلایئے ایسے نااہلوں کے جمع کرنے سے
فائدہ کیا اس میں میرا کوئی نفع ہے یا میری کوئی غرض ہے پوچھتا محض اس غرض سے ہوں کہ منشاء غلطی کا
ہو تو اصلاح کی تدبیر اختیار کروں مگر یہ لوگ اسکو بلی کے گوہ کی طرح چھپاتے ہیں سو میری جوتی سے مجکو
غرض ہے کہ میں ایسے بدفہموں کا تختۂ مشق بنوں اپنی اصلاح نہیں چاہتے جائیں اپنے گھر بلانے کون گیا
اور جب تک انسان خود اپنی اصلاح نہ چاہے بیچارے بزرگ اور عالم تو کیا ہستی اور وجود رکھتے ہیں ایسے
کی اصلاح نبی بھی نہیں کرسکے دیکھ لیجئے ابوطالب کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے مرتے دم تک
اور کوشش فرمائی کہ ایمان لے آئیں مگر چونکہ ابوطالب نے نہ چاہا کچھ بھی نہ ہوا اسکے بعد کسی کا کیا منہ ہے
کوئی بدون طالب کی طلب کے اصلاح کرسکے پھر حضرت والا نے ان صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ
اگر میری بات کا صاف اور معقول جواب نہیں دیسکتے یا دینا نہیں چاہتے تو مجلس سے اٹھ جایئے اور
تک جواب نہ دیں مجلس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں اور اب اگر جواب دینے کا ارادہ ہو تو کسی واسطہ سے
دیں میں براہ راست اب گفتگو نہ کروں گا اور یہ بھی ظاہر کئے دیتا ہوں کہ مجھکو جواب کا انتظار نہ
اگر تم اپنی مصلحت سمجھو اور جی بھی چاہے تو کسی واسطہ سے جواب دینا ورنہ معاملہ ختم اسپر وہ صاحب خاموش
رہے فرمایا کہ جو میں نے عرض کیا آپنے سن لیا عرض کیا کہ سن لیا فرمایا تو کم از کم ہاں نہ کا جواب تو آدمی کو
چاہئے تاکہ دوسرا بیفکر ہو جائے نواب نہ بننا چاہئے کیوں آپ لوگ ستاتے ہیں جایئے مسجد میں
بیٹھئے وہ صاحب اٹھکر چلے گئے فرمایا کہ اب آپ حضرات نے نقشہ دیکھ لیا یہ ہیں وہ باتیں جنپر مجکو
کیا جاتا ہے آخر میں بھی بشر ہوں تغیر کی بات پر تغیر ہوتا ہی ہے اور اگر تاویلات کا دروازہ کھولوں تو
اصلاح کی کیا صورت ہے اور مجکو یہ تو آسان ہے کہ اصلاح کا کام قطعاً چھوڑ دوں باقی یہ مجھسے نہیں
کہ آنے والوں کی چاپلوسی کروں اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کروں کہ حضور آپسے فلاں غلطی ہوئی آئندہ
سو یہ مجھسے نہیں ہوسکتا اگر اسکی برداشت نہیں تو اور کہیں جائیں کوئی ایک میں ہی تو مصلح نہیں ا

بگم کام تو کام ہی کے طریق سے ہوتا ہے۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں جسقدر اصول اور قواعد مرتب ہوئے وہ بعد تجربوں کے ہوئے ہیں مثلاً لوگ آتے ہیں اور استفتاء وغیرہ ساتھ لاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ فوراً جواب لکھدیا جائے اس میں اول تو یہ بات ہے کہ بعض مسئلہ ایسا ہوتا ہے کہ کتاب دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسرے یہ کہ جلدی میں اندیشہ ہے کہ ذہول کی سبب غلط جواب لکھا جائے۔ ایک دفعہ ایسا ہو چکا ہے کہ ایک شخص فتوی لکھوانے آیا میں نے لکھدیا اس میں غلطی ہوگئی یاد آنے پر اس قدر قلب پریشان اور مشوش ہوا کہ مسئلہ کی بات اب کیا ہو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں کا رہنے والا اور کس طرف کو گیا جب کچھ نہ بن پڑا دعاء کی تھوڑی دیر بعد دیکھتا ہوں کہ وہ شخص فتوی ہاتھ میں لئے آرہا ہے مجھکو اس وقت بڑی مسرت ہوئی اور خدا کے فضل کا شکر ادا کیا اُس شخص نے آکر کہا کہ مولوی جی اسپر آپنے مُہر تو کی ہی نہیں میں نے کہا کہ بھائی مُہر تو اب بھی نہ کروں گا مُہر میرے پاس ہے ہی نہیں ہاں مسئلہ غلط لکھا گیا تھا اُسکو صحیح کردوں گا غرض میں نے اسکو درست کردیا اور اس وقت سے یہ قاعدہ مقرر کردیا کہ استفتاء اور اُسکے ساتھ اپنا پتہ لکھکر لفافہ دیجاوے بذریعہ ڈاک بھیجدیا جائیگا مسائل کا نازک معاملہ ہے اس کے بعد سے ایسا نہیں کرتا کہ فوراً جواب لکھکر دیدوں اسکے علاوہ اس میں ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ جب تک کام لینے والا سر پر ہوتا ہے غور و فکر کا کام ہوتا نہیں ایک قسم کا تقاضا اور بوجھ سا قلب پر رہتا ہے کام لینے والے کے علاوہ چاہے جس قدر مجمع ہو اس قسم کا اثر نہیں ہوتا اس قسم کی باتیں وجدانی ہیں جو محض بیان سے دوسرے کی سمجھ میں نہیں آسکتیں کام کرنے والا ہی سمجھتا ہے۔ ایک شاعر لندن میں تھا مشہور شاعر ہے اسکے اشعار مقبول بہت تھے ایک شخص نے اُس شاعر سے کہا کہ اتنے ہزار روپیہ لیلو اور اس سال کے اندر جتنے اشعار لکھو سب دیدو اُس نے وعدہ کرلیا اُسی وقت سے آمد بند ہوگئی تب اس شاعر نے روپیہ لوٹا دیا اور کہا کہ میں ایسا وعدہ نہیں کرتا اُسی وقت سے آمد شروع ہوگئی اسکو تو کام کرنے والا ہی سمجھ سکتا ہے کہ کس چیز کا کیا اثر ہوتا ہے دوسرے کو کیا خبر۔ ایک شخص یہاں پر آکر بیٹھ گئے میں نے پوچھا کیسے بیٹھے ہو کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں میں نے کہا کہ اگر کوئی تم کو بیٹھکر دیکھے تو کیا تم کو تکلیف نہ ہوگی کہا کہ مجکو تو کوئی تکلیف نہ ہوگی میں نے کہا کہ میں تمہاری تکذیب نہیں کرتا تمکو نہ ہوتی ہوگی مگر مجھکو ہوتی ہے یہاں سے جائیے اسکو آپ نہیں سمجھتے میں سمجھتا ہوں خیر یہ تو انکی بے حسی تھی مگر

زیادہ تر دوسری چیز ہے یعنی قلت اعتناد اور قلت اہتمام اسکی فکر ہی نہیں کہ ہمسے دوسرے کو تکلیف نہ ہو میں تو رات دن مشاہدہ کر رہا ہوں مجھکو تو سخت مزاج کہتے ہیں مگر اپنی نرم مزاجی کو ملاحظہ نہیں فرماتے کہ بیفکری کے سبب ایذائیں دیتے ہیں غرض دنیا سے سلیقہ گم ہی ہو گیا نہ عربی خوانوں میں رہا نہ انگریزی خوانوں میں رہا بالکل مفقود ہی ہو گیا اور کچھ نہیں صرف بیفکری کا غلبہ ہو گیا ہے یہ سب اسی کے برکات ہیں اپنی طبیعت پر سوچنے کا بوجھ نہیں ڈالتے کہ دوسرے کو تکلیف نہ پہونچے۔

(**ملفوظ** ۸۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر آئے دن ایک نیا فتنہ پیدا ہوتا ہے اس وقت ایک بڑا فتنہ یہ پیدا ہوا ہے کہ خاوندوں کی زیادتی اور ظلم کے سبب عورتوں میں ارتداد شروع ہو گیا معلوم ہوا کہ قریب ہی زمانہ میں کئی ہزار عورتیں مرتد ہو چکیں بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ عورتوں کو جو مرد ستاتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں یا مرد مجنون ہو گیا ہے یا عنین ہے یا مفقود الخبر ہے اسکے متعلق اسلام میں کیا احکام ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں ایسی حالت میں مرد سے عورت کی نجات کیلئے کوئی صورت نہیں کوئی امام ابو حنیفہؒ پر اعتراض کرتا ہے کہ ان کے مذہب میں ان مشکلات کا کوئی حل نہیں ہم ان ہی وجوہ سے ایک رسالہ مرتب کرا رہا ہوں اب یہ سوال ہوتا ہے کہ جب تک وہ رسالہ تیار ہو اور اسکی اشاعت ہو اسوقت تک مظلومہ کس طرح زندگی بسر کرے میں جواب دیتا ہوں کہ اگر شرع میں نجات کی ایسی تدبیر نکل بھی آوے مگر شوہر عدالت میں چارہ جوئی کرے کیونکہ وہ تدبیر قانون میں منظور شدہ نہیں تو عورت کو قانون کی زد سے بچنے کی کیا صورت اور کیا تدبیر ہو گی اس کا کسی نے آجتک جواب نہیں دیا دوسروں ہی پر اعتراض کرنا آتا ہے اب جواب دیں یہ اسکا مصداق ہو گیا کہ میں الزام اُنکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا اب تک تو یہ شبہ تھا کہ علماء کے یہاں اس کا کوئی علاج نہیں علماء بتلا نہیں سکتے اب بحمد اللہ اس کا بھی جواب نکل آیا لیکن باوجود ایسے اعتراضات کے لغو ہونے کے باقی ہمیں پھر بھی اسکی ضرورت ہے کہ ہم نجات کی سبیل بتلائیں اس بتلانے کے بعد دو جماعت کا قصور رہ جاویگا ایک حکام کا کہ ایسا کوئی قانون نہیں بنایا کہ وہ مذہب کے بھی مطابق ہو اور ایک عوام کا کہ وہ کوشش کر کے اس شرعی تدبیر کو قانون میں کیوں نہیں داخل کرا لیتے جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ کئی ہزار عورتیں کوئی سبیل نہ ہونیکی وجہ سے مرتد ہو گئیں اس سے بیحد دل پر اثر ہوا اور اس رسالہ کی تکمیل کی ضرورت محسوس ہوئی اور چونکہ اس رسالہ میں بعضی تدابیر دوسرے ائمہ سے لیگئی ہیں اسلئے بعض علماء نے کہا کہ اس سے حنفیت جاتی رہیگی۔ میں نے کہا چاہے اسلامیت جاتی رہے مگر حنفیت نہ جائے بعض

نے کہا کہ مردوں کی قوامیت جاتی رہیگی میں نے کہا کہ چاہے عورتوں کی اسلامیت جاتی رہے۔ نیز میں نے کہا کہ کیا اسواسطے حکومت دی تھی کہ ظلم کیا کریں اگر ایسی حکومت جاتی رہے تو اُسکا جانا ہی اچھا الحمد للہ کہ وہ رسالہ تیار ہوکر چھپ گیا اسکا نام ہے الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ۔

(ملفوظ ۶۵۲) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے ایک دفتر بے معنے ہے اور روشنائی پھیکی میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ اتنا طویل مضمون پھر روشنائی بھی پھیکی جسکے پڑھنے میں وقت بھی زیادہ صرف ہوا اور آنکھیں بھی تو جس شخص کو بہت سا کام ہو وہ ایسی تکلیف برداشت نہیں کرسکتا۔ زبانی ارشاد فرمایا کہ دس آنہ کا کام ڈھائی آنہ میں نکالنا چاہتے ہیں اگر یہی مضمون چار لفافوں میں ہو تو شاید وہ بھی کفایت کرتے بعض لوگ بڑے ذہین ہوتے ہیں ایک شخص نے اس تطویل کا عذر لکھا تھا کہ صاحب اگر کسی کے پاس پیسہ نہ ہو میں نے لکھا کہ ہم سے منگالو مگر ہمارے پاس خط طریقہ ہی سے بھیجو چنانچہ انہوں نے ٹکٹ کے دام بھیجنے کو لکھا میں نے ایک روپیہ بھیجدیا اور یہ لکھدیا کہ جب یہ ختم ہو جائے پھر لکھو مگر ایک مرتبہ میں ایک روپیہ سے زائد نہ دونگا حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہر ایک عذر کا جواب قلب میں پیدا فرمادیا ہے۔

۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ
۷ بجے صبح یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۶۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری عادت مدعیان علم و فہم کی ساتھ معاملات کی گفتگو میں تسامح و رعایت کی نہیں اس سے انکو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ دبتا ہے اور اس خیال سے ان کا جہل بڑھتا ہے میں جبتک ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے درگذر کرتا ہوں کرتا ہوں مگر جس وقت گفتگو کے لئے متوجہ ہوتا ہوں اس وقت اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں۔ فلاں مدرسہ کے مجلس شوریٰ کے ارکان آئے ہوئے ہیں ان لوگوں نے اسکے قبل ایک دل آزار خط لکھا تھا اُسکے متعلق اُن سے گفتگو ہوئی اُنہوں نے چاہا تھا کہ مدرسہ کی دوسری جزیات میں گفتگو کریں میں نے منع کردیا اور صاف کہدیا کہ میں اس بیہودہ تحریر سے منقبض ہوا اور ہوں اور ہونگا اول اسکو صاف کیجئے اور میں نے انکو اجازت دی کہ اس میں گفتگو کرلی جائے اسپر جواب دیا گیا کہ جن صاحب کی طرف سے وہ تحریر آئی ہے اُن کا طرز تحریر ہی ایسا ہے باقی دل میں کوئی بات نہیں۔ میں نے کہا کہ میں اسکی تکذیب نہیں کرتا مگر باوجود اس علم کے کہ ایک شخص کی تحریر کا یہ طرز ہے پھر اُس سے کیوں لکھوایا۔

میں نے یہ بھی کہدیا کہ یہ معاملہ کی گفتگو ہے میں صاف صاف کہوں گا اور اس وقت میرا کلام آزادانہ ہوگا کہنے لگے کہ پھر اب اس کا کیا تدارک ہو میں نے کہا کہ میرا ہی معاملہ اور مجھ سے ہی تدارک کی تدبیر پوچھی جائے ہاں اگر کسی اور کا معاملہ ہوتا تو مجھے اس سوال کا مضائقہ نہ تھا میری غیرت کا اقتضا نہیں کہ میں اپنے متعلق تدارک کی تدبیر بتلاؤں۔ اس پر اُن ہی میں سے ایک صاحب نے سب کو مخاطب کرکے کہا کہ آپ لوگوں کو خود تدارک تجویز کرنا چاہیئے میں نے کہا کہ میں اتنی اور رعایت کر سکتا ہوں کہ جو تدارک آپ لوگ تجویز کریں گے اسکے کافی ہونے نہ ہونے کو میں ظاہر کردوں گا اور اصولاً تو صورت یہ ہونا چاہیئے کہ آپ تدارک بھی تجویز کریں اور اس کا اعلان بھی کریں اسوقت میں اپنی رائے کا اظہار کروں کہ یہ کافی ہوگئی یا نہیں بلکہ اور کوئی تدارک کیجئے مگر میں اعلان سے قبل ہی محض آپکی تجویز کے بعد ہی کافی ہونے نہ ہونے کو ظاہر کردوں گا اور یہ میرا تبرع اور احسان ہوگا اسکے بعد ایک صاحب کے ذہن میں وہی بات آئی جو میں تجویز کرتا یعنی یہ کہ اُس تحریر کا رد لکھا جاوے بس یہ تدارک کی کافی صورت ہے اور اس سے پہلے اور دو صورتیں بیان کی تھیں مجکو یاد نہیں اخیر صورت یہ تجویز ہوئی یعنی یہ کہ اُس غلطی کو چھپوا کر شائع کردیں اسکی نسبت مجھ سے سوال ہوا میں نے کہا کہ بالکل کافی ہے پھر اس پر سوال ہوا کہ رسالہ النُّور اور الہادی میں شائع کردیا جائے میں نے کہا کہ وہ رسالے تو میرے کہلاتے ہیں کہا کہ اخباروں میں شائع کرادیا جائے میں نے کہا کہ مجکو یہ بھی گوارا نہیں اسلئے کہ اخباروں کا زیادہ حصّہ نااہلوں اور بددینوں کے ہاتھ میں جاتا ہے میں اسکو گوارا نہیں کرسکتا کہ آپ دیندار حضرات کی بددینوں میں سبکی ہو ہاں ایک اور صورت ہے وہ یہ کہ مستقل چھپوا کر شائع کیجئے تقسیم کیجئے یہ بات تو ختم ہوگئی پھر میں نے یہ بھی کہدیا کہ مجھکو اسکے تدارک کے اعلان کا انتظار نہ ہوگا اگر جی چاہے اور یہاں سے جاکر دوسرے حضرات کے مشورہ کے بعد بھی یہی رائے رہے جو اس وقت طے ہوئی اور اس میں مدرسہ کی اور اپنی مصلحت بھی ہو تو شائع کیجئے ورنہ جانے دیجئے مگر مجکو بھی اپنے حال میں رہنے کی اجازت دینا پڑیگی اور یہ جو اس وقت میں نے کچھ کہا ہے محض آپکی اپنی وجہ سے اور آپکی خواہش پر ورنہ اس میں بھی میری کوئی غرض نہیں اسکے بعد مدرسہ کی سرپرستی کا مسئلہ پیش ہوا ایک صاحب نے کہا کہ میری ذاتی رائے ہے کہ کلی اختیارات سرپرست کو ہونے چاہئیں وہ جو مصلحت اور مناسب سمجھے احکام صادر کرے اسپر ایک صاحب نے کہا کہ اسکے معنے تو یہ ہیں کہ شوریٰ بالکل ہی حذف کردیا جائے۔ میں نے کہا کہ یہ معنے نہیں جو آپ سمجھے بلکہ مصلحت یہی ہو کہ شوریٰ ہو۔ خلفاء راشدین کا

16

بھی یہی معمول رہا کہ شوریٰ ہوتا تھا۔ خود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے باقی یہ کہ جب کل اختیارات ایک ہی کو ہوں گے پھر وہ کونسی مصلحت ہے جو شوریٰ میں ہے وہ مصلحت یہ ہے کہ کہ اس مختار مطلق کی نظر کو محیط بنا دیں اسلئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہر وقت ہر جزئی کو ایک شخص کی نظر محیط نہیں ہوتی اسلئے اس کی ضرورت ہے کہ سب اپنی اپنی رائے پیش کر دیا کریں تاکہ اس مختار مطلق کی نظر میں سب پہلو آجاویں پھر اسکے بعد یہ حق کسی کو نہ ہوگا کہ وہ سرپرست سے اس کا سوال کریں کہ یہ جو آپنے تجویز کی ہے اس میں کیا مصلحت اور کیا حکمت ہے اگر ایسا ہوا کہ وہ انہیں سمجھاویں یہ انہیں سمجھاویں تو یہ ایک مناظرہ کی سی صورت ہوگی اور ایسے معاملات جو ذوق اور وجدان کے ماتحت ہونے ہیں مناظرہ اور مکالمہ سے طے نہیں ہوا کرتیں ایک صاحب نے کہا کہ اگر بالکلیہ اختیارات سرپرست کو دیدئے جائیں تو ممکن ہے کہ کوئی اہل غرض آکر سرپرست کی رائے کو بدل دے۔ میں نے کہا کہ یہ تو اہل شوریٰ میں بھی احتمال ہے کہ کوئی اہل غرض آکر انکی رائے کو بدل دے اور ایسے کو سرپرست بنایا ہی کیوں جاوے جس سے اس قسم کا اندیشہ ہو اور شبہ ہو بلکہ ایسے کو سرپرست بنائے جہاں یہ شبہ نہ ہو اور اسپر اعتماد ہو اور وہ متدین ہو بس اسکو ایسے اختیارات دئے جائیں اور جس میں یہ باتیں نہ ہوں تو جو قواعد سابقہ سرپرست کے متعلق ہوں ان کو حذف کر کے دوسرے قواعد تجویز کر لئے جائیں اس سے سب شقوق کا فیصلہ ہو گیا اب یہ کام آپ صاحبوں کا ہے جسکو سرپرست بنایا جائے دیکھ لیا جاوے۔ اور یہ میں آپکو اطمینان دلائے دیتا ہوں کہ مجھکو شوق نہ سرپرستی کا اور نہ اختیارات کا جو کچھ ہے مدرسہ ہی کی مصلحت کیواسطے ہے ورنہ طبعی بات تو میری یہ ہے کہ میں بکھیڑوں سے گھبراتا ہوں خصوص ذمہ داری کے کاموں سے بس طبیعت آزادی اور یکسوئی کو چاہتی ہے میری اس تقریر کے بعد اس ہی مجلس میں میری سرپرستی کے متعلق گفتگو شروع کر دی میں نے کہا اپنے مستقر پر جا کر اسکو طے کیجئے اور اگر یہاں ہی طے کرنا ہے تو مجھکو اجازت دیجائے میں اس جگہ سے علیحدہ ہو جاؤں میں اس مجلس میں شرکت نہ کروں گا جس میں میرے متعلق گفتگو ہو اور بہتر وہ پہلی ہی شق ہے کہ وہاں ہی جا کر اسکو طے کریں تاکہ سب کی رائے اطمینان سے پیش ہو کر معاملہ طے ہو جائے ایسے کاموں میں جوش اور عجلت سے کام نہ لینا چاہئے قرائن سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ بات سبکی سمجھ میں آگئی۔

۱۷

میں نے یہ بھی کہا کہ میں نہ متعارف متواضع ہوں کہ خواہ مخواہ تکلف کی راہ سے اپنی نااہلیت کا دعویٰ یا اقرار کروں اور نہ بحمداللہ متکبر ہوں کہ خواہ مخواہ دعویٰ اہلیت کا کر کے بڑائی کی خواہش کروں میں دل سے

راضی ہوں کہ جسکو مدرسہ کیلئے مصلحت سمجھا جائے سرپرست بنائیں مقصود کام کا ہونا ہے کام ہونا چاہئے کام کرنے والا کوئی بھی ہو ہاں اسکو ضرور جی چاہتا ہے کہ مدرسہ اپنے بزرگوں کے مسلک پر رہے اسلئے کہ یہ اُنکی یادگار ہے اگر یہ بات مدرسہ میں سے جاتی رہی تو ہونا نہ ہونا برابر ہے اور میں اسکا بھی اطمینان دلاتا ہوں کہ میں اختلاف رائے سے دلگیر نہ ہونگا اب اسکی دعا کرتا ہوں کہ مدرسہ کے واسطے جو بہتر ہو اسپر سب کا اتفاق ہو جائے۔ بس مجلس گفتگو ختم ہوگئی۔

۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۶۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو کسی چیز پر بھی ناز نہ کرنا چاہئے محض اُن کے فضل پر نظر رکھنا چاہئے اگر ان کا فضل نہ ہو سب دھرا رہجاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ خط لکھکر اپنے دستخط کرنا چاہا مگر اپنا نام بھول گیا اور یہ ایسی عجیب بات ہے کہ اگر میں خود مولانا سے نہ سنتا تو راوی کی تکذیب کرتا بھلا کیا کوئی دعوی یا ناز کر سکتا جب انہوں نے بڑے عالم کو ایسی بات بھلا دی گئی جسکا بھولنا عادۃً محال ہے

(ملفوظ ۶۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ والد صاحب نے ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح کیواسطے جاڑے بھیجی اور ایک خط بھی اسکے ہمراہ آیا اُس میں لکھا تھا کہ کبھی کبھی اشرف علی کو بھی شریک فرمالیا کریں اُس ہی خط کے اخیر حصہ میں لکھتے ہیں کہ یہ میں نے بے سوچے لکھدیا تھا ایسا تنعم طالبعلمی کے خلاف مولانا نے مجھسے دریافت کیا کہ تمہارے والد کا خط ہے ایک ہی خط میں دو باتیں لکھی ہیں کونسی پر عمل کروں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آخر کی بات ناسخ ہوتی ہے اُسی پر عمل فرمایا جاوے۔ یہ حضرات باوجود اسکے کہ اُن میں بعضے دنیادار بھی تھے مگر عُرف اور رواج سے مغلوب نہ تھے صدق اور خلوص کا غلبہ تھا ورنہ ہدیہ کے متعلق یہ درخواست کہ اس میں سے میری اولاد کو بھی دیجئے عُرف سے کس قدر بعید ہے۔

(ملفوظ ۶۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت میانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری وفات کے بعد دیکھنا ہماری روشنی کسقدر پھیلی گی۔ (چنانچہ مشاہدہ ہے)

(ملفوظ ۶۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں تو خلوص اور تواضع کی قدر ہے اگر یہ نہیں تو پھر چاہے کچھ

ہی بڑا ہوا اسکی ذرہ برابر قدر نہیں ہوتی اور اُسکو سمجھ لینا چاہئے کہ میں محروم ہوں نہ کوئی نفع ہوا اور نہ ہو سکتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ وہ نفع اور عدم نفع کا امتیاز ہی نہ کرتا ہو جیسے بعض علمی اداروں میں تکبر اور ترفع کو خودداری سمجھتے ہیں اب اگر کسی کے یہاں رذائل ہی کمالات سمجھے جاتے ہوں اور باعث فخر ہوں اسکا کسی کے پاس کیا علاج اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ مریض اپنے امراض ہی کو کمال سمجھے اور اسپر فخر کرے تو طبیب بیچارہ کیا تیر لگائے گا مگر انجام اسکا ہلاکت ہی ہے۔

۶ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(۶۵۸) **ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں اپنے دوستوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں اور خود بھی اسپر عامل ہوں کہ حق تعالیٰ سے اپنی بہبود اور فلاح کی دعا کیا کریں اور یہ بڑا عمل ہے اور اس سے بڑا عمل یہ ہے کہ خدا کو راضی کرنیکی فکر میں لگ جائیں اگر مسلمان ایسا کریں تو چند روز میں انشاءاللہ کایا پلٹ ہو جائے حقیقی مالک ملک کے حق تعالیٰ ہی ہیں تو ملک جنکی ملک ہے اُنہیں سے مانگو اور اسکا صحیح طریق یہی ہے کہ انکو راضی کرو اور راضی کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ گذشتہ نافرمانیوں سے تائب ہو کر آئندہ کیلئے عزم اعمال صالحہ کا کرو دیکھو پھر کیا ہوتا ہے کیونکہ تدابیر بھی وہی ذہنوں میں پیدا فرماتے ہیں اور پھر ان تدابیر کو مؤثر بھی وہی بناتے ہیں تو انکو راضی رکھنے سے تدبیریں بھی صحیح اور مؤثر سمجھ میں آتی ہیں اور یہ بات یقین کے درجہ کی ہے کہ اگر مسلمان ایسا کریں تو اُنکے تمام مصائب اور آلام ختم ہو جائیں یہ مصائب کا سامنا خدا کو ناراض کرنے ہی کی بدولت ہو رہا ہے اور جو تدابیر اسوقت اختیار کر رکھی ہیں چونکہ ان کا اکثر حصہ غیر مشروع ہے اسلئے بجائے کسی کامیابی کے اور اُلٹی ذلت اور ناکامی گلو گیر ہو جاتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ شروع سلطنت کے زمانہ میں اس کا مشورہ ہوا تھا کہ ہندوستان کو تمدن بنانا چاہئے اور اُسکی تدبیر یہ نکالی کہ مذہبی حمیت کو برباد کر دینا چاہئے۔ بس میں اسی حمیت کو کہتا ہوں کہ اپنے اندر پیدا کرو پھر دیکھ لیجئے کیا اثر ہوتا ہے اس وقت کثرت سے لوگوں کو مذہب سے بیگانہ کر دیا گیا ہے یہ نہایت باریک حربہ ہے بس اسکے مقابلہ میں کرنیکا کام یہ ہے کہ مذہب کی اہمیت قلوب میں پیدا کی جاوے مگر مشکل یہ ہے کہ جو کام کرنے کے ہیں انکو تو مسلمان کرتے نہیں دوسرے جھگڑوں اور قصوں میں پڑ کر اپنا مال اپنی جان اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔

حقیقی تدابیر سے بھاگتے ہیں۔ صاحبو؟ اگر اعتقاد سے نہیں کرتے تو آزمانے ہی کے طریق پر کرکے دیکھ لو اسیکو فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش　　آزموں را یک زمانے خاک باش

ان رسمی تدابیر کو چھوڑو برسوں کرکے دیکھ لیں خاک نہ ہوا اب ذرا خاک میں سر رکھکر بھی دیکھ لو حکمت یونانی کا نسخہ تو بہت زمانہ تک استعمال کرلیا اب حکمت ایمانی کا نسخہ استعمال کرکے دیکھو انشاء اللہ تعالیٰ تمام امراض کافور ہو جائیں گے اور میں تدابیر ظاہرہ کا مخالف نہیں ہوں بشرطیکہ غیر مشروع نہ ہوں شکایت تو اسکی ہے کہ تدابیر ظاہری کے اس قدر پیچھے کیوں پڑ گئے کہ حقیقت سے بھی دور جا پڑے اسلئے ضرورت ہے کہ اب طب ایمانی کا نسخہ استعمال کرو فرماتے ہیں ؎

چند خوانی حکمت یونانیاں　　حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

خلاصہ یہ ہے کہ طبیب جسمانی کی تدابیر پر تو عمل کر چکے اور اسکا نتیجہ بھی دیکھ چکے اب طبیب روحانی یعنی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے نسخوں پر عمل کرکے دیکھو کیونکہ یہ مرض ان طبیبان ظاہری کی سمجھ سے باہر ہے تو ان کی تدبیر کیسے کافی ہوگی اسی کی نظیر میں مولانا فرماتے ہیں ؎

گفت ہر دارو کہ ایشان کردہ اند　　آن عمارت نیست ویران کردہ اند

بے خبر بودند از حالِ درون　　استعیذ اللہ مما یفترون

دیکھئے صحابہ کرام کی جمعیت کچھ ایسی زائد نہ تھی مادی اسباب پاس نہ تھے مگر طبیب روحانی کے نسخوں پر ان کا عمل تھا دیکھ لو کیا سے کیا کرکے دکھا گئے۔ یرموک میں جب اول روز لشکر اسلام کے مقابلہ میں جبلہ بن ایہم غسانی ساٹھ ہزار لشکر لیکر آیا ہے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اُسکے مقابلہ میں اول تیس آدمی پھر دوسروں کے کہنے سننے سے ساٹھ آدمی منتخب کرکے میدان میں لیگئے۔ جبلہ یہ سمجھا کہ خالدؓ صلح کیلئے آئے ہیں وہ دیکھکر ہنسا حضرت خالد بن ولیدؓ نے اعلان جنگ کر دیا شام تک تلوار چلی کفار کی ساٹھ ہزار جمعیت کو ہزیمت ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگے صحابہ میں سے پانچ یا چھ تو شہید ہوئے اور پانچ گرفتار ہوئے جب لاشیں بھی نہیں ملیں جب گرفتاری کا گمان ہوا۔ تو چھ لاکھ کے لشکر میں جو ماہان ارمنی کے زیر کمان تھا اُن گے چھوڑانے کیلئے سو سپاہیوں کیساتھ تشریف لیگئے اور ماہان کی اطلاع و اجازت کے بعد جب آگے بڑھے تو تخت کے قریب دیبا و زربر کا فرش تھا حضرت خالدؓ نے ساتھیوں سے

فرمایا کہ اسکو الٹ دو ماہان ارمنی نے کہا کہ میں نے تو آپ کی عزت کی اور حریر کا فرش بچھانیکا حکم دیا آپنے اوسکی کچھ قدر نہ کی آپنے فرمایا کہ والارض فرشنٰھا فنعم الماھدون خدا کا فرش تیرے فرش سے اچھا ہے ماہان ارمنی نے کہا کہ ہم اور تم بھائی بھائی ہو جائیں حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا کہ اسلام قبول کرلے ہم اور تو بھائی بھائی ہو جاوینگے اور اگر اسلام قبول نہ کریگا تو وہ دن مجکو قریب نظر آتا ہے کہ تیری گردن میں رسّی ہوگی اور لوگ کھینچکر تجکو امیرالمؤمنین کے سامنے کھڑا کرینگے یہ سنکر ماہان ارمنی آگ ہوگیا اور حکم دیا کہ انکو پکڑو حضرت خالد بن ولیدؓ نے تلوار کھینچکر ساتھیوں کی طرف دیکھکر فرمایا کہ تم بھی تیار ہو جاؤ اور اسکی جرار کرار فوج کی طرف نظر نہ کرو اور اس وقت آپس میں ایک دوسرے کو نہ دیکھو اب انشاءاللہ آب کوثر پر ملاقات ہوگی۔ بس ماہان ڈھیلا ہوگیا اور کہنے لگا میں تو ہنستا تھا۔ تو یہ کیا چیز تھی وہی حمیت مذہبی تھی بس اعدادین تدابیر سے اسکو مٹانا چاہتے ہیں اور اس کا یہ اثر ہوا کہ اب خود لوگ اپنا مذہب چھوڑ دینے پر آمادہ ہیں مگر پھر اعداء اعداء میں فرق ہے ایک قوم کی دشمنی آئین کے ساتھ ہو اور دوسری قوم کی صریح ظلم کی ساتھ۔ اگر کہیں ان کا تسلط ہو جائے تو یہ تو زبردستی مسلمانوں کو مرتد بنائیں اب باوجود حکومت نہ ہونے کے جہاں قدرت ہوتی ہے جبر کرتے ہیں جہاں جہاں انکی اکثریت اور کچھ قوت ہے اور مسلمانوں کی آبادی کم ہے انکو ارتداد پر مجبور کیا جاتا ہے

(**ملفوظ** ۵۵۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس زمانہ میں اکثر اہل حکومت کی نظر میں کام کرنے والوں کی قدر نہیں وفاداری کی قدر نہیں۔ بھائی مرحوم کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی رشوت خدا تعالیٰ کے خوف سے چھوڑے تو ٹھیک ہے اور اگر اس خیال سے چھوڑے کہ اہل حکومت خوش ہونگے وہ بڑا ہی بیوقوف ہے کوئی قدر نہیں اور ایسے اہل حکومت کی طرف سے جو کچھ پبلک کی راحت رسانی کا سامان کیا گیا اور کیا جارہا ہے اس میں بھی نیت بخیر نہیں جیسے مذہبی جوش کو برباد کرنے کی سعی اور کوشش کیجارہی ہے اس کا اثر قوت باطنی پر پڑا اور ظاہری قوت کو ان اسباب عیش اور راحت سے برباد کردیا جیسے ایک عورت کی حکایت ہے کہ سوتیلے بیٹے کو تو گود میں لے رکھا تھا اور اپنے بیٹے کی اُنگلی پکڑے ہوئے پیدل لئے جارہی تھی دیکھنے والوں نے کہا کہ کس قدر شفیق اور بے نفس طبیعت کی عورت ہے سوتیلے بیٹے کو گود میں اور اپنے کو پیدل لئے جارہی ہے اُس عورت نے سنکر کہا کہ اس میں بھی میری ایک حکمت ہے کہ یہ گود کا خوگر ہوکر اپاہج ہو جائے اور میرا بچہ چلنا سیکھ جائے اور تندرست رہے۔ یہی مثال خود غرض لوگوں کی ہے کہ انکی دوستی

کے پردہ میں دشمنی ہوتی ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علم کلام کو علماء نے ایسا مدون کیا کہ ساری دنیا کو بند کردیا کوئی آجتک اسکو نہیں توڑ سکا اسی طرح فقہاء نے احکام کی تدوین کی اور نصوص کے محامل کو ظاہر کیا مگر اغبیاء نے بجائے شکر گزاری کے اور اُلٹا اُنپر اعتراض کیا کہ یہ لوگ تاویلیں کر کے نصوص کو ترک کرتے ہیں چنانچہ ایک غیر مقلد نے دہلی میں وعظ کہا اس میں بیان کیا کہ قرآن وحدیث سب ظاہر ہے کہیں تاویل جائز نہیں ایک طالب علم مولوی عبدالحق تھے قصبہ جلال آباد کے اُنہوں نے کہا کیوں صاحب کہیں تاویل نہ کیجاویگی کہا کہ ہاں کہیں نہیں کی جاویگی اُنہوں نے کہا بہت اچھا تو میں کہتا ہوں کہ اس قاعدہ کی بناء پر تو کافر ہے کہنے لگا یہ کیوں اُنہوں نے کہا کہ قرآن میں ہے ومن کان فی ھذہٖ اعمی فھو فی الاٰخرۃ اعمی یہ غیر مقلد واعظ اندھا تھا کہنے لگا اس کا تو یہ مطلب نہیں بلکہ مجازی معنے مُراد ہیں اُنہوں نے کہا کہ یہ تو تاویل ہے اور تاویل بقول آپکے باطل ہے بڑا پریشان ہوا فرمایا کہ واقعی اگر ضرورت اور دلیل سے بھی تاویل نہ کیجاویگی تو ایسا ہوگا جیسے ایک شخص نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے اس شعر کا مطلب سمجھا تھا ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست   در پریشان حالی و در ماندگی

واقعہ یہ ہوا کہ اس شخص کا دوست کسی سے لڑ رہا تھا اور وہ بھی ہاتھ پانوٗ چلا رہا تھا اُس نے پہونچکر دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے جس سے بیچارے کی اچھی طرح مرمت ہوئی۔ کسی نے کہا کہ یہ کیا حرکت کی کہتا ہے کہ میں نے تو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی تعلیم پر عمل کیا ہے وہ فرما گئے ہیں ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست   در پریشاں حالی و در ماندگی

اگر تاویل سے بچیں تو کوئی کلام بھی دنیا میں صحیح معنے میں استعمال نہیں ہو سکتا اسی طرح کسی مطلق لفظ کو مقید پر محمول کرنا ایک قسم کا مجاز اور تاویل ہے مگر دلیل کی ضرورت سے اختیار کیا جاویگا۔ میں ایکمرتبہ علیگڈھ اپنے چھوٹے بھائی کے پاس مہمان تھا۔ نواب وقار الملک کی استدعا پر کالج میں گیا وہاں جمعہ بھی پڑھا وعظ بھی کہا وہاں کے پروفیسر نے سائینس کے کمرہ کی بھی سیر کرائی اس میں بجلی بھی تھی اُسکے افعال وخواص کا بھی مشاہدہ کیا اسکے بعد وعظ ہوا تو میں نے وعظ میں برق کے متعلق بھی یہ بیان کیا کہ آپ لوگوں کو کہیں یہ شبہ نہ ہو کہ بجلی تو ہمنے بھی پیدا کر لی ہے پھر جو حقیقت بجلی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے ہمارا یہ مشاہدہ اسکی نفی کرتا ہے۔ کیونکہ برق تو ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ برق کی

دو قسمیں ہیں ایک سماوی اور ایک ارضی۔ سو ارضی برق کی تو وہ حقیقت ہے جو تم سمجھے ہوا اور سماوی برق کی وہ حقیقت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی گو سماوی کی قید لفظوں میں مصرح نہیں مگر قرائن سے اس کا اعتبار کیا جاویگا۔ میرے اس بیان کا اُن لوگوں پر بیحد اثر ہوا اسلئے کہ ایسا قریب جواب اُنہوں نے کبھی نہ سنا تھا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ جو کچھ میں نے اس وقت بیان کیا برق کے متعلق اسکو توجیہ و تکلّف نہیں کہتے توضیح و تحقیق کہتے ہیں یعنی حقیقت کا اظہار جو شخص دونوں میں منافات سمجھتا تھا اسکو حقیقت سمجھادی۔

۶ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۶۶۱) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں ذکر و شغل اسلئے نہیں کرتا کہ کہیں تنگی معاش میں نہ مبتلا ہو جاؤں حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ خیال کیوں پیدا ہوا۔ اور زبانی ارشاد فرمایا کہ اس عقیدہ کے لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں کہ اللہ کا نام لینے سے افلاس آتا ہے استغفر اللہ۔ نعوذ باللہ۔ میں نے بھی ابھی کوئی جواب نہیں دیا اُس ہی سے اس خیال کی وجہ معلوم کی ہے دیکھئے کیا لکھتا ہے۔

(ملفوظ ۶۶۲) ایک گاؤں کا شخص آیا اور مجلس کے منتہا پر کھڑے ہو کر پاجامہ کے نیفے میں سے ایک بٹوا نکالا اس میں سے ایک پرچہ نکالا اسکے بعد حضرت والا کے قریب آکر بیٹھا حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ اتنی دیر تک وہاں کیوں آکر کھڑے رہے عرض کیا کہ بٹوا نکال کر پرچہ نکال رہا تھا فرمایا کہ لوگوں کے سر پر کھڑے ہو کر پاجامہ کو ٹٹولنا ڈھونڈنا اور بٹوا نکالنا بے شرمی کی بات ہے آئندہ ایسا نہ کرنا اسکی صورت یہ تھی کہ یہاں آنے سے پہلے باہر بٹوا نکال لیتے تب یہاں آتے آدمی کو تمیز سیکھنا چاہئے جانوروں میں رہکر جانور نہیں بننا چاہئے۔

(ملفوظ ۶۶۳) فرمایا کہ ایک صاحب کا پہلے خط آیا تھا اسکا جواب میں نے لکھا تھا کہ کیا ذکر و اشغال ہی مقصود ہیں یا اصلاح اعمال بھی آج اُن صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ سوال ہی میری سمجھ میں نہیں آیا۔ حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ پھر کس طرح سمجھاؤں کسی اور سے سمجھ لو۔ زبانی ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو اس طرف توجہ ہی نہیں اور وجہ اسکی بیفکری اور طریق سے بیگانگی ہے اور میرا مقصود سوالات سے پوچھنا ہی

تھوڑا ہی ہوتا ہے بلکہ بتلانا ہوتا ہے مگر اس طرز میں مصلحت یہ ہے کہ اس سے ذہن پر بار پڑتا ہے خود فکرو غور کرتا ہے اور خود چل پڑتا ہے میں اول ہی مرتبہ میں طالب کو کام میں لگا دیتا ہوں اور بیفکری سے ہٹا کر فکر کی طرف متوجہ کر دیتا ہوں جب تک خود دوڑ سکتے ہیں دوڑیں جب تھک جائیں گے گود میں اُٹھا کر راستہ طے کرا دیا جائیگا اگر خوب فکر کے بعد بھی ذہن نہ پھونچے پھر میں خود بتلا دیتا ہوں۔

(ملفوظ ۶۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں کسب کو دخل نہیں جذب کی ضرورت ہے البتہ خود جذب موقوف ہے اعمال پر۔ ہاں اس معنی کر کسب کو بھی دخیل کہا جا سکتا ہے کہ وہ اعمال اختیاری ہیں مگر یہ دخل بھی محض صورۃً ہے ورنہ ہمارے اعمال ہی کیا اسلئے میں پھر یہی کہوں گا کہ کسب کو دخل نہیں جذب ہی پر موقوف ہے بعض لوگ کہتے ہونگے یا خیال کرتے ہونگے کہ یہ اختیاری اور غیر اختیاری کے الفاظ خوب سیکھ لئے ہیں ہر جگہ جاری کر دئے جاتے ہیں مگر معلوم بھی ہے کہ اسکی بدولت ایک بہت سے خلجانوں سے نجات ملگئی۔ یہ تعلیم صدیوں سے گم ہو چکی تھی اسکی بدولت لوگ سخت پریشانیوں میں مبتلا تھے اب اگر کوئی کسی حالت کے نسبت پوچھنے پر لکھتا ہے کہ غیر اختیاری ہے تو میں لکھتا ہوں تو اُسکے درپے کیوں ہو اور اگر کہتا ہے کہ اختیاری ہے تو میں جواب دیتا ہوں کہ پھر ہم سے کیا پوچھتے ہو اختیار سے کام لو۔ بس مناقشہ ختم ہو جاتا ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ نصف سلوک ہے بلکہ اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو کل سلوک کہنا بھی میرے نزدیک بیجا نہ ہوگا۔

(ملفوظ ۶۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے لوگ اپنے مقصود کے ظاہر کرنے میں پریشان ہوتے ہیں اور بعضے انکی طرف سے یہ عذر کرتے ہیں کہ انکو تعلیم نہیں ہوئی۔ میں جواب میں یہ کہا کرتا ہوں کہ یہ امر تو فطری اور اصلی ہے کہ جس مقصود کو لیکر آوے اسکو بدون دریافت کئے ہوئے صاف صاف ظاہر کر دے۔ اس میں کسی تعلیم کی ضرورت نہیں تعلیم کی تو ٹیڑھی بات میں ضرورت ہے جسکو معمول بنا رکھا ہے۔ مثلاً آہستہ سے بولتے ہیں بدون دریافت کئے ہوئے کچھ نہیں کھلتے ان باتوں کی بیشک تعلیم کی ضرورت ہے اور سیدھی بات میں تعلیم کی کون ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۶۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک طالب خود نہ چاہے امراض کا علاج نہیں ہو سکتا اور نہ اخلاق کی اصلاح ہو سکتی ہے دیکھئے خود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ابو طالب ایمان لائیں مگر چونکہ ابو طالب نے خود نہیں چاہا کچھ بھی نہ ہوا اب کس ہادی اور مصلح کو دعوی ہو سکتا ہے کہ اُسکے چاہنے سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ نیز ارادہ کے علاوہ درستی اخلاق کیلئے طلب صادق اور خلوص کی بھی ضرورت ہے

۲۴

ورنہ قدم قدم پر پریشانی کا سامنا ہوتا ہے جسکا علاج وہی طلب خلوص ہے بدون اسکے وہ مشقتوں کی برداشت ہی نہیں کر سکتا اور ایسی حالت میں اس راہ میں قدم رکھنا ہی عبث ہے اب اگر کوئی شخص ڈاکٹر کے پاس اپریشن کیلئے جائے مگر یہ کہے کہ جہانتک اپریشن کی ضرورت ہو وہاں تک نشتر نہ جانے پائے اب بتلائیے کہ مادہ فاسد کس طرح نکلیگا اسکی بالکل وہی مثال ہے جیسی مولانا نے ایک حکایت کی صورت میں لکھی ہے کہ ایک شخص نے بدن گودنے والے سے کہا کہ میری کمر پر شیر کی تصویر بنا دے اُس نے سوئی لیکر جیسے ہی چبھوئی تو کہتا ہے کہ ارے یہ کیا بنا رہا ہے اُس نے کہا دُم بناتا ہوں کہنے لگا کہ کیا بے دُم کا شیر نہیں ہوتا اس دُم نے تو میرا دَم ہی نکالا ہوتا اُس نے وہاں سے چھوڑ کر دوسری طرف سوئی چبھوئی اُسنے پھر ایک آہ کی کہ اَب کیا بناتا ہے اُسنے کہا نہ پیٹ بناتا ہوں کہنے لگا کہ کیا یہ کھانا کھائیگا جو پیٹ کی ضرورت ہو اُسنے اُسے چھوڑ کر تیسری جگہ سوئی چبھوئی اُس نے کہا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ مُنہ بناتا ہوں کہا کہ ارے بھائی یہ تو تصویر ہے کوئی بولیگا تھوڑا ہی اسے بھی چھوڑ اُس نے اُسے بھی چھوڑا اور چوتھی جگہ سوئی چبھوئی پوچھا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ کان بناتا ہوں اُس نے کہا کہ شیر بوچا بھی ہوتا ہے اسی بھی چھوڑ اُس نے جھلا کر سوئی پھینکدی اور کہا جسکو مولانا رومی رحمہ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں ؎

شیر بے گوش و سر و اشکم کہ دید … ایں چنیں شیرے خدا ہم نافرید

یعنی ایسا شیر تو خدا نے بھی نہیں بنایا جسکے کوئی عضو ہی نہ ہو اور شیر ہو تو میں تو کیا بنا سکتا ہوں۔ آگے بطور ثمرہ اور نتیجہ کے فرماتے ہیں ؎

گر بہر زخمے تو پُر کینہ شوی … پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

یعنی جب تو ہر کو چنے پر چیختا اور پکارتا ہے اور برداشت نہیں کر سکتا مراد یہ کہ مصلح اور مرشد کی ہر تنبیہ پر تیرے نفس میں کدورت پیدا ہوتی ہے تو بدون مانجھے ہوئے صاف اور روشن کیسے ہو گا۔ اور اسی کو فرماتے ہیں ؎

چوں نداری طاقت سوزن زدن … پس تو از شیر ژیاں کم دم مزن

اس راہ میں قدم رکھنے کیلئے تو سب سے پہلی شرط یہ ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

در رہِ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں … شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

۲۵

ہو) ایک مرتبہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض زیارت حاضر ہوا

شب کو بے وقت پھونکا حضرت مولانا بہت خفا ہوئے اور مجھ پر ڈانٹ ڈپٹ کی مولانا نہ میرے استاد تھے
تھے نہ پیر کے پیر تھے حتیٰ کہ جس سلسلہ میں میں ہوں یعنی چشتیہ میں مولانا اُس سلسلہ میں بھی نہ تھے کیونکہ
مولانا کا سلسلہ نقشبندی تھا مگر مولانا کے خفا ہونیکا میرے دل پر ذرہ برابر ثقل نہ تھا۔ میں اپنے نفس
عین خفگی کیوقت خوش پاتا تھا اور ذرا کدورت یا نفرت محسوس نہ کرتا تھا اسپر میں نے حق تعالیٰ کا فضل
اور رحمت کا شکر ادا کیا یہ اللہ سے تعلق کی علامت ہے کہ اللہ والوں کی خفگی سے دلپر کوئی ناگوار اثر بھی
نہیں ہوا سو جب تک قلب میں خلوص نہ ہو طلب صادق نہ ہو ایسی چیزوں کی برداشت نہیں کر سکتا عاشق
کو اس مذہب کے اختیار کرنیکی ضرورت ہے جس کو کہا ہے ؎

یا مکن با پیلبانان دوستی | یا بنا کن خانہ برانداز پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی | یا فرو شو جامہ تقوی بہ نیل

اگر یہ نہیں تو جھوٹا دعوی ہے پھر تو اس دعوی کی اس سے زیادہ حقیقت نہیں جیسے خاتمہ مثنوی میں
ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص ایک عورت کے پیچھے ہولیا اُسنے پوچھا کہ تو میرے پیچھے کیوں آرہا ہے
اُسنے کہا کہ میں تجھپر عاشق ہو گیا ہوں اس عورت کہا کہ مجھ بد شکل پر عاشق ہو کر کیا لیگا میرے پیچھے میری
بہن مجھسے بہت زیادہ خوبصورت آرہی ہے وہ ہے عاشق ہونیکے قابل۔ بوالہوس تو تھا ہی فوراً پیچھے
لوٹا اور منہ پھیر کر دیکھنے لگا اُس عورت نے اسکے ایک دھول رسید کی اور کہا ؎

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی | در بیان دعویِ خود صادقی
پس چرا بر غیر افگندی نظر | این بود دعویِ عشق اے بے ہنر

یعنی تو اپنے دعوی میں جھوٹا ہے اگر تو عاشق ہوتا تو غیر پر نظر کیوں کرتا محبت تو وہ چیز ہے کہ جس دل
میں یہ ہوتی ہے محبوب کے سوا سب کو فنا کر دیتی ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت | ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

اور یہ وہ چیز ہے ؎

ہمہ شہر پُر ز خوبان منم و خیال ما ہے | چہ کنم کہ چشم بدبیں کند بہ کس نگاہے

جب عشق فانی کا یہ خاصہ ہے کہ غیر محبوب نظر سے فنا ہو جاتا ہے تو عشق باقی کا تو کیا پوچھنا اس میں تو خود
بھی اپنی نظر سے فنا ہو جاتا ہے حتے کہ کتے اور سور کو اپنے سے افضل سمجھنے لگتا ہے جسکی اصل حقیقت تو

تی اور وجدانی ہے مگر ایک ظاہری وجہ استدلالی بھی ہے کہ بہائم مامون العاقبۃ ہیں اور خود مامون
قبۃ نہیں۔ غرض فنا ہونا مٹنا خاک میں ملنا اس طریق کا اول قدم ہے اور آخر قدم تو جو ہے وہ جسکو
تعالیٰ عطا فرمادیں اور وہاں تک پہونچادیں اس میں کسب کو دخل نہیں محض موہبت و جذب کی
ورت ہے جو محض اُن کے فضل پر ہے۔

لفوظ ۶۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کوئی میرا معتقد ہو جاتا ہے تو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اسپر مجھکو
ب ہوتا ہے کہ مجھ میں تو کوئی چیز نہیں جس کی وجہ سے یہ میرا معتقد ہوا اور اگر معتقد نہ ہو تو اسپر کوئی تعجب نہیں
کیونکہ وہ تو میری حالت کا مقتضا بھی ہے

لفوظ ۶۶۸) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب فلاں مدرسہ کے ممبروں میں سے ہیں اُنہوں نے
ایک بیہودہ تحریر لکھی تھی باوجود اسکے کہ انکو تعلق اور محبت کا دعویٰ ہے چونکہ یہ تحریر اس دعوے کے
اُنکے قول اور فعل میں تعارض ہے اس سے ناگواری ہوتی ہے یہاں پر وہ اور دوسرے متعدد ممبر
تھے۔ میں نے صاف کہدیا کہ مجکو شکایت تھی اور ہے اور رہیگی میں منقبض تھا اور ہوں اور رہونگا
ب تک اس تحریر کا تدارک نہ ہوگا باقی مہمان ہونیکی حیثیت سے ان کا احترام بھی پورا کیا گیا تو میرے
ب میں دونوں چیزیں جمع تھیں شکایت اور رنج بھی اور اکرام و احترام بھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ میرے یہاں
ر چیز اپنی حد پر رہتی ہے اب یہ شبہ کہ دو چیزیں متضاد کیسے جمع ہو سکتی ہیں کیونکہ اول مستلزم ہے
اکے اعتقاد نقص کو اور ثانی استحضار عظمت کو تو میں جواب میں اسپر ایک مثال بیان کیا کرتا ہوں
۔ بزرگ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے عجیب مثال ہے کہ کسی جرم پر بھنگی کو شاہی حکم ہوا کہ شہزادہ کی
لگاؤ تو عین بید لگانے کے وقت کیا بھنگی یہ خیال کر سکتا ہے کہ میں شہزادے سے افضل ہوں
ر نہیں کر سکتا تو دیکھئے دونوں باتیں ایک وقت میں جمع ہو گئیں اسکا نقص اور جرم بھی اور اسکی عظمت
اپنے سے افضل ہونا بھی۔ یقیناً وہ بھنگی یہی سمجھے گا کہ بھنگی بھنگی ہی ہے شہزادہ شہزادہ ہی ہے۔
طرح مصلح میں بھی دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں اصلاح و احتساب بھی تواضع اور فنا بھی تو یہ تعجب
ا کہ دونوں کس طرح جمع ہوں غلطی ہیں۔ اور غیر محقق تو ایسے جمع کے مطالبہ پر گھبرائیگا اور یہ کہیگا

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ... باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

نہ محقق چونکہ جامع ہوتا ہے وہ کہیگا کہ تختہ بند بھی ہوا اور دریا میں بھی رہے پھر بھی دامن تر ہونے

سے بچ سکتا ہے اور راز اُس میں یہ ہے کہ وہ تختہ بندی محض صورۃً ہوتی ہے دوسرے کو ایسا توہم ہوتا ہے
ورنہ واقع میں ہاتھ پاؤں کھلے ہوتے ہیں یعنی قدرت ہوتی ہے تو جن چیزوں کو جمع کیا گیا ہے ان میں محض
ظاہراً تضاد ہے حقیقی تضاد نہیں اور یہی محمل ہے اس قول کا کہ محقق وہ شخص ہے جو جامع بین الاضداد
ہو۔ غرض واقع میں وہ چیزیں اضداد نہیں ہیں مگر عوام کی نظر میں اضداد نظر آتی ہیں اس ہی معنے میں تو
یہ کہا تھا کہ میرے اندر دونوں چیز جمع تھیں شکایت اور رنج بھی اور احترام بھی شکایت اور رنج بیہود
پر تھا اور احترام مہمان ہونیکی حیثیت سے تھا البتہ ان حقائق کے سمجھنے میں فہم صحیح کی ضرورت ہے۔

ملفوظ ۶۶۹ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اچھا کپڑا پہننے کو جی چاہے اچھا جوتا پہننے کو جی چاہے کیا
تکبر ہے۔ فرمایا یہ تکبر نہیں تکبر وہ ہے کہ حق کو رد کرکے لوگوں کو حقیر سمجھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
نے اس قسم کا سوال کیا حضور نے ایسا ہی جواب دیا کبھی تنگی نہیں فرمائی مگر لوگ خود تنگیوں میں پڑ
الحمد للہ یہاں تو قرآن و حدیث کے موافق تعلیم ہوتی ہے اسلئے بحمد اللہ کوئی تنگی نہیں اب اگر کوئی ا
کو تنگ کرے یا تنگ سمجھے تو اسکا کوئی علاج نہیں۔ یہاں تو جس طریق کی تعلیم ہے وہ بہت ہی سہ
ہے لیکن سہل نوالہ میں بھی منہ تو چلانا پڑیگا حلق سے نگلنا پڑیگا اب اگر اسکو بھی دشوار سمجھا جا
تو کیا علاج

ملفوظ ۶۷۰ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روحانیات میں اہل یورپ بالکل ٹھونس ہیں ہاں حسیا
میں ان کا دماغ خوب کام کرتا ہے اور علوم کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کا دماغ بنایا ہے
کیلئے اور کسیکے پاس نہ دماغ۔ دوسروں کے علوم سطحیات ہیں جن میں عمق نہیں مگر پھر بھی ہر طبقے
کچھ لوگ ذہین بھی ہوتے ہیں کمی بیشی کا فرق الگ رہا۔ میں نے ایک انگریز کا لکھا ہوا فیصلہ دیکھا۔
شیعہ سنیوں کا مقدمہ تبرے کے متعلق عدالت میں پیش ہوا تھا شیعوں کا وکیل کہتا ہے کہ ہمارے
یہاں تبرا کرنا عبادت ہے پھر جرم نہیں ہوسکتا۔ انگریز لکھتا ہے کہ ہمکو اس سے بحث نہیں اگر یہ عبادت
ہے تو اسکی جزا ممکن ہے کہ آخرت میں ملے مگر دنیا میں تو فلاں دفعہ تعزیرات ہند کی بھگتنا ہی ہو
اسلئے میں اتنے دنوں کی سزا کرتا ہوں۔

۷ ذلیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

۶۷۱
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی دیندار کو کہتا ہے کہ اس میں عقل نہیں بہت ہی ناگوار ہوتا ہے کیونکہ یہ خیال ہی غلط ہے دین کی وجہ سے عقل نہیں جاتی بلکہ اس زمانہ میں دین کی طرف اکثر متوجہ وہی ہوتے ہیں جن میں عقل کم ہوتی ہے وہ دنیا کا کوئی کام کر نہیں سکتے کہتے ہیں آؤ دین ہی کی طرف چلو اور جو عقل رکھتے ہیں وہ اسکو دنیا میں صرف کرتے ہیں یہ وجہ ہوگئی اس غلط فہمی کی ورنہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی کو دیکھ لیجئے کہ ان حضرات میں کس درجہ عقل تھی کہ انکے سامنے ارسطو اور افلاطون سب کی عقلیں گرد تھیں کیا دین اور عقل جمع نہیں ہو سکتیں اور انبیاء علیہم السلام تو بڑی چیز ہیں ان کے خادموں اور غلاموں کی عقلوں کے سامنے بڑے بڑے فلاسفر اور ریفارمر سر کے بل آ پڑے ہیں اور اس زمانہ میں بھی اہل دین ایسے ایسے موجود ہیں کہ دنیا کا بڑے سے بڑا عاقل اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور یہ حقیقی عاقل ایسے ہیں کہ جتنی عقل اُن میں بڑھتی جاتی ہے وہ دین کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے جاتے ہیں اور حقیقت میں دین کا تو خاصہ یہی ہے کہ اسکے اختیار کرنے سے عقل اور بڑھتی ہے وجہ یہ کہ دین کے اختیار کرنے سے نور پیدا ہوتا ہے اور اُس نور سے عقل کو ضیاء ہوتی ہے اور جس طرح دین سے عقل بڑھتی ہے اُسی طرح عقل سے دین بڑھتا ہے کیونکہ عقل کا فعل یہ ہے کہ ضرر اور نفع کو پہچانے پھر ضرر اور نفع کی دو قسمیں ہیں ایک آخرت کا اور ایک دنیا کا اور ایک کا فانی اور دوسرے کا باقی ہونا ظاہر ہے تو عقل صحیح کا فعل یہ ہوگا کہ وہ آخرت کے ضرر اور نفع کو دنیا کے نفع اور ضرر پر غالب رکھے تو عقل سے دین کا بڑھنا ثابت ہوگیا۔ پھر اس تلازم کے بعد دینداروں کو کم عقل کون کہہ سکتا ہے مگر عقل حقیقی میں گفتگو ہے باقی جو آجکل متعارف ہے اُس عقل کی نسبت مولٰنا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

ایک غلطی اور ہو جاتی ہے کہ عقل اور تجربہ کو ایک سمجھتے ہیں اسلئے دینداروں کو کم عقل سمجھتے ہیں حالانکہ عقلی باتیں اور ہیں تجربہ کی باتیں اور ہیں سو جن چیزوں کا تعلق تجربہ سے ہے اُس میں یہ حضرات اکثر ناواقف ہوتے ہیں۔ مثلاً گیہوں کس زمانہ میں بویا جاتا ہے اور زمین اسکی کسوقت تیار کیجاتی ہے اس کا عقل سے کیا تعلق۔ ایک بنئے نے ریل میں مجھسے پوچھا کہ آجکل آپکے یہاں گیہوں کا کیا بھاؤ ہے۔ میں نے کہا کہ مجھکو معلوم نہیں اسکو بڑا تعجب ہوا وجہ یہ کہ اُنکے یہاں تو اسکے سوا اور کوئی کام ہی نہیں اُن کے یہاں

عقل کی ایک بات بھی نہیں۔ شب و روز اکل کی فکر ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است — تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

تو ایسے واقعات میں تو خود معترضین ہی میں عقل کی کمی ہے دیکھئے چمار تجربہ رکھتا ہے چمڑے کے متعلق اور شناخت کرتا ہے ولسیرائے کو اگر چمڑا دکھایا جائے اور اُسکے متعلق کچھ پوچھے وہ انکار کرے کہ مجھکو اسکی حقیقت معلوم نہیں تو اس میں عقل کی کیا بات ہے۔ بس ایک چیز کا تجربہ نہیں۔ یہاں ایک شخص ہے وہ مدرسہ میں بہشتی زیور پڑھتا تھا حیض کا بیان جو آیا اُس نے بعض لوگوں نے مزاحاً کہا کہ تجھکو بھی حیض ہوتا ہے کہا کہ کوئی نہیں کہا کہ یہ تو بہت بُرا مرض ہے جلدی خبر لے اور حکیم صاحب سے جا کر کہو کہ مجکو یہ شکایت ہے وہ بھاگا ہوا گیا اور جا کر حکیم محمد ہاشم صاحب سے شکایت کی کہ حکیم صاحب مجھکو حیض نہیں ہوتا حکیم صاحب بھی ہنس پڑے۔ اب جن لوگوں نے یہ مذاق بنایا تھا وہ اسکو اسکی حماقت کے دلائل میں ذکر کرتے ہیں مگر یہ کوئی حماقت کی بات نہیں وہ حیض کا لغت اور اُسکے معنی اور محل وقوع نہیں جانتا تھا یہ چیزیں اسکو معلوم نہ تھیں تو کسی واقعہ کا معلوم نہ ہونا حماقت نہیں۔

(**ملفوظ** ۴۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب ایک نوجوان شوخ مزاج انگریزی تعلیم یافتہ نواب کا ایک قصہ سناتے تھے کہ ایک انگریز جو اردو بالکل نہ بولتا تھا اور نواب صاحب ایک جہاز میں سفر کر رہے تھے نواب صاحب یہ سمجھے ہوئے تھے کہ یہ اُردو نہیں سمجھتا اور ایسے اُمراء میں تہذیب بھی کم ہوتی ہے اور اسکا اصل منشا تکبر ہوتا ہے کہ کسی کو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ اُنہوں نے تمسخر سے اُس انگریز کا نام رکھا تھا اُلّو کا پٹھہ۔ اب اسکو بناتے تھے اور کہتے کہ آئیے اُلّو کے پٹھے وہ اُلّو کے پٹھے کے نام پر متغیر نہ ہوتا تھا تمام راستہ جہاز میں اس ہی لقب سے اسکو پکارتے رہے اور آپس میں یار دوستوں میں ہنستے رہے ان سب کو اسکے متغیر نہ ہونے سے پورا یقین ہو چکا تھا کہ یہ اردو کچھ نہیں جانتا۔ جب جہاز بمبئی آکر ٹھہرا اور اُترنے کی تیاری ہوئی تو وہ انگریز نواب صاحب کے سامنے کھڑا ہو کر اور نہایت ادب سے کہتا ہے کہ اُلّو کا پٹھا آداب بجالاتا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ تو اُردو سمجھتا ہے۔ بس گر ہی تو گئے کاٹو تو خون نہیں یہ حالت تھی کہ زمین پھٹ جائے اور ہم سما جائیں یہ اعلیٰ طبقہ میں شمار ہونے والے بیدار مغز مشہور ہیں انکی تہذیب کی یہ کیفیت ہے۔ فرمایا کہ بیداری کے بھی درجے ہیں کبھی بدخوابی کے درجہ تک پہونچکر دماغ بھی خراب ہو جاتا ہے اب یہ خرابی دماغ ہی کی تو باتیں ہیں۔ ایک تھانہ دار صاحب کا خط آیا تھا

اس میں پوچھا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے اسپر لکھا کہ علماء کو ایسا خشک نہ ہونا چاہئے مگر چونکہ جواب کیلئے ٹکٹ وغیرہ نہ آیا تھا انکو جواب نہ لکھ سکا اگر ٹکٹ ہوتا تو یہ لکھتا کہ جہلاء کو بھی اس قدر تر نہ ہونا چاہئے کہ تری میں ڈوب ہی جائیں۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر لوگ آتے ہیں تعویذ وغیرہ مانگتے ہیں مگر باستثناء قلیل کوئی پوری بات نہیں کہتا اُس پر میں متنبہ کر دیتا ہوں تو بدمزاجی میں بدنام کرتے ہیں۔ تو کیا ہم لوگ مٹی پتھر ہیں یہ لوگ کبھی کسی تھانہ دار یا تحصیلدار کے سامنے ایسا کر سکتے ہیں وہاں دیہاتی پن کہاں جاتا رہتا ہے بدتہذیبی سے بات کرنا حقیقت میں ستانا ہے۔ یہ سلسلہ گفتگو جاری ہی تھا کہ ایک دیہاتی شخص آیا آکر بیٹھ گیا خود کچھ نہیں کہا حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو عرض کیا فلاں جگہ سے آیا ہوں فرمایا اگر کوئی کام ہو تو کہو اسپر وہ شخص خاموش رہا اور حضرت والا کے چند بار دریافت فرمانے پر بہت آہستہ سے عرض کیا کہ ایک تعویذ کی ضرورت ہے فرمایا کہ موذی اس قدر پریشان کر کے اب کہتا ہے کیا پہلے سے زبان سل گئی تھی جب اچھی طرح ستالیا اور وہ بھی میرے کئی مرتبہ کے پوچھنے کے بعد کہ مجھسے کیا کام لینا ہے تب بولا وہ بھی ایسے طرز سے جیسے کوئی نواب بولتا ہے اب اس کا جواب یہ ہے کہ میں تعویذ گنڈے نہیں جانتا یہ کسی عامل کا کام ہے میں تو نماز روزہ کے مسائل جانتا ہوں۔ چل یہاں سے دور ہو بیہودہ۔ کام اپنا غرض اپنی اور نخرے دوسروں پر جیسے کوئی انکے باپ کا نوکر ہے کہ جیسا چاہا برتاؤ کیا اور پھر بولے بھی تو نواب صاحب نے ادھوری بات کہی یعنی یہ پھر بھی نہیں بتلایا کہ کس بات کا تعویذ۔ میں آخر کہانتک ان لوگوں کے اقوال افعال کی بیٹھا ہوا تاویل کیا کروں انہوں نے تو قسم کھالی ہے کہ کبھی کوئی سیدھی بات اور پوری بات نہ کہیں گے یہ ہیں وہ باتیں جنپر مجھکو بدنام کیا جاتا ہے کبھی ریل کے ٹکٹ گھر پر جاکر بھی پیسے رکھکر کھڑے ہو گئے ہوں اور اتنا ہی کہا ہو کہ ٹکٹ دیدو یا بابو کے پوچھنے کا انتظار کیا ہو یا بازار سودا لینے گئے ہوں اور دوکان پر چار آنہ پیسے رکھکر کھڑے ہو گئے ہوں اور سودے کا نام نہ لیا ہو اور بابو یا دوکاندار کے شکایت پر یہ کہدیا ہو کہ ہم میں قابلیت نہیں وہاں قابلیت کہاں سے آجاتی ہے۔

(**ملفوظ**) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپنے جو برتاؤ کیا ہے آپکی شکایت نہیں کیونکہ میں جس جماعت میں سے ہوں یعنی ملا لوگ اسکو تمام دنیا حقیر سمجھتی ہے حتیٰ کہ بھنگی اور چمار بھی اسلئے آپ کا قصور نہیں زمانہ کا رنگ اور رفتار ہی یہ ہے جس لایق میں تھا وہی آپنے برتاؤ کیا اگر دل میں

وقعت ہوتی تو ایسا نہ کرتے مثل تو ساری سامنے رکھدی وہ بھی ایسی جسکے سر نہ پیر اب اگر آپ سے سمجھنے کیلئے اسکے متعلق کچھ دریافت کرتا ہوں تو جواب ہی ندارد آخر کب تک تغیر نہ ہو تشریف لیجائیے اور آپکو اسکی اجازت دیتا ہوں کہ یہاں سے جاکر مجھکو خوب بدنام کیجئے عرض کیا کہ معاف کردیجئے گا فرمایا معاف ہے مگر کیا جو تکلیف تمنے پہونچائی ہے اس کا اظہار بھی نہ کروں اور کیا معافی سے اس کا اثر بھی جاتا رہتا ہے کسی کے سوئی چبھودی اور وہ چلانا شروع کرے اور معافی چاہنے پر معاف بھی کردے تو کیا معافی کے الفاظ سے اسکی سوزش بھی ختم ہو جائیگی اور حضرت حاجت تو وہ چیز ہے کہ بھنگی کے پاس بھی اگر حاجت لیکر جائے اُسکو بھی ذلیل نہ سمجھنا چاہئے۔ جناب مجھکو بدمزاجی میں بدنام کیا جاتا ہے مگر جیسی نرم مزاجی اور خوش مزاجی آپ چاہتے ہیں مجھسے نہیں ہوسکتی یہ تو اچھی خاصی غلامی ہے سو نرم مزاجی اور چیز ہے اور غلامی اور چیز ہے اب یہ صاحب جاکر کہیں گے کہ ذراسی بات تھی اس قدر خفا ہوا جی ہاں سوئی بھی ذراسی چبھوئی جاتی ہے اگر اُسکے چبھونے پر کوئی کہے آہ تو اسپر کہا جاتا ہے کہ اینٹ تھوڑا ہی ماری ہے جو آہ کرتے ہو خیر بھی ہے کہ اینٹ اندر نہیں گھسی تھی اور سوئی کھال کے اندر گھسی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ قصد تو غالباً اذیت پہونچانیکا نہ ہوگا فرمایا کہ میں اسکی تکذیب نہیں کرتا نہ حالاً نہ قالاً میں تو خود کہا کرتا ہوں کہ اذیت پہونچانیکا قصد تو نہیں ہوتا مگر اس کا بھی قصد اور اہتمام نہیں کہ دوسرے کو اذیت نہ پہونچے شکایت تو اسکی ہے۔

۳۲

۷ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

۶۷۵

(ملفوظ) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ مصلح محقق کی تعلیم اور تربیت میں شبہات کرنا یا دخل دینا سخت غلطی ہے جیسے طبیب حاذق کی تجویز اور علاج میں دخل دینا حماقت ہے بعض امور وجدانی اور ذوقی ہوتے ہیں جسکو معالج ہی سمجھ سکتا ہے دوسرا نہیں سمجھتا۔ ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آئے شیخ کو قرائن اور فراست سے معلوم ہوا کہ اس شخص کے قلب میں حُبِّ مال ہے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ مال ہے عرض کیا کہ سو دینار ہیں فرمایا ان کو پھینک کر آؤ وہ چلدیئے بلایا پوچھا کیا کروگے عرض کیا کسی کو دیدوں گا فرمایا نہیں اس سے تو نفس میں حظ ہوگا کہ ہم نے دوسرے کو نفع پہونچایا دریا میں ڈال کر

آؤ وہ چلدیئے پھر بلایا پوچھا کس طرح ڈالوگے۔ عرض کیا کہ ایک دم پھینک آؤں گا فرمایا نہیں ایک دینار روزانہ ڈالو مطلب شیخ کا یہ تھا کہ روزانہ نفس پر آرہ چلے۔ بعض اہل ظاہر مجھسے اسپر شبہ اور اعتراض کیا کہ یہ تو اضاعت ہے مال کی۔ میں نے کہا کہ اضاعت اُسے کہتے ہیں کہ جہاں کوئی نفع نہ ہو اور یہاں نفع ہے وہی جو شیخ نے تجویز کیا میں نے بحمداللہ اس کا جو جواب دیا ہے کسی کے کلام میں نہیں دیکھا۔ حضرت یہ لوگ بھی مجتہد ہیں حکیم ہیں انکو حق تعالیٰ ایک نور عطاء فرماتے ہیں جسکی وجہ سے ان کی نظر میں حقیقت آجاتی ہے۔ اسی سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانۂ تحریک خلافت میں مجھپر قسم قسم کے الزامات لگائے گئے۔ اور بعض عنایت فرماؤں نے دھمکی کے خطوط بھی لکھے کہ یا تو شریک ہوجاؤ ورنہ عنقریب تمہارے چراغ زندگی کو گل کردیا جائیگا۔ غرض ایک ہڑبونگ مچا ہوا تھا اسلئے کہ ایسے لوگوں کے قلب میں دین تھا نہ خدا کا خوف نہ کوئی قاعدہ اور آئین جو جی میں آیا کرلیا جو منہ میں آیا بک دیا۔ میں اُس زمانہ میں بھی حسب معمول جنگل جایا کرتا تھا اب بھی چلا جاتا ہوں۔ ایک دن ایک بوڑھا ہندو راجپوت جنگل میں ملا اُسنے کہا کہ میاں کچھ خبر بھی ہے کہ کیا ہورہا ہے یعنی تمہارے متعلق کیا کیا تجویزیں ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھکو اُس چیز کی بھی خبر ہے جسکی تمہیں خبر ہے اور ایک اور چیز کی بھی خبر ہے جسکی تمہیں خبر نہیں وہ یہ کہ بدون خدا کے حکم کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا تو وہ ہندو کہتا ہے کہ بس میاں تمہیں کچھ جوکھم یعنی خطرہ نہیں جہاں چاہو پھرو اسی طرح ان محققین کو سب چیزوں کی خبر ہے یعنی اسکی بھی جسکی معترض کو خبر ہے یعنی اشکال اور اسکی بھی جسکی معترض کو خبر نہیں یعنی جواب اس اصلاح مذکور کی نظیر میں۔ ایک حکایت یاد آگئی بڑے کام کی چیز ہے اگر کوئی اس سے منتفع ہو اگرچہ اُس حکایت میں اصلاح کی نیت نہ تھی محض انتقام تھا لیکن عبرت کیلئے تھوڑا اشتراک بھی کافی ہوتا ہے۔ ایک ولایتی سرحدی پٹھان ریل میں سفر کررہا تھا۔ جب گاڑی ٹونڈلہ میں ٹھری اُس پٹھان نے پلیٹ فارم پر کلی کی جسکی چھینٹیں ایک مغرور کافر کے پیروں پر پڑگئیں جو پلیٹ فارم پر کھڑا تھا اسکو غصہ آیا اور غصہ میں کہا کہ سور۔ بس جناب اتنا کہنا تھا کہ ولایتی نے گاڑی سے اتر کر اور اس کا کان پکڑ اور ریل کے ہر ڈبہ میں اس کا منہ دیکر کہا کہ کہو میں سور وہ مغرور ہر ڈبہ میں منہ دیکر کہتا تھا کہ میں سور۔ اس سے اسکی عمر بھر کے لئے اصلاح ہوگئی کہ پھر تو کسی کو سور کہا نہ ہوگا تو بعض دفعہ اصلاح اسی طرح ہوتی ہے۔ پھر ولایتی کی مناسبت سے فرمایا کہ بعضے سرحدی لوگ بڑے ہی سخت ہوتے ہیں انکی دوستی کا بھی اعتبار نہیں۔ قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی رحمہ اللہ کے پاس ایک سرحدی

۴۳

طالب علم پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جو وطن سے آیا تو قاری صاحب کے لئے ایک نئی دری لایا اُنہوں نے اسکو
طالب علم اور غریب سمجھکر لینے سے عذر کر دیا۔ چلا گیا دوسرے روز پھر لایا پھر عذر کر دیا تیسرے روز پھر لایا قا
صاحب نے یہ سمجھکر کہ اصرار کر رہا ہے دل آزاری نہ ہو دری لیلی اسپر وہ طالب کہتا ہے کہ الحمد للہ کہ آج دو
جانیں بچ گیا آج ہم چھرا لایا تھا کہ اگر آج تم نہ لیتا تو ہم ایک تمہارے اور ایک اپنے مار لیتا اور لینے
سے دو جانیں بچ گئیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طاعون کے متعلق ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ جراثیم سے ہوتا ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں اسکو وخز جن یعنی طعن جن کا اثر فرمایا ہے۔ تو اس میں کونسا
استبعاد ہے اگر حضور نے بھی ایک سبب کی خبر دیدی اور طاعون مجموعہ پر مرتب ہوتا ہو تو انکو کیا حق
اسکی تکذیب کا اور اب تو بڑے بڑے فلاسفر انگریز حقائق شرعیہ کی طرف آنے لگے ہیں اور ان کے ذہن
میں احکام اسلام کے مصالح خود بخود آنے لگے ہیں ایک بہت بڑے فلاسفر انگریز نے ڈھیلے سے
استنجا سکھلانے پر کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے حکیم تھے مگر ان احکام میں ہم منتظر نہ ہونگے
حکمت کے کہ اگر مصالح اور حکم معلوم ہوں گے تو مانیں گے ورنہ نہیں۔ یہ تو محض بددینی ہے اور یہ مرض
نیچریت کی بدولت پھیلا ہے یہ تو حکمتوں کے تلاش کرنے والوں کا مرض ہے اور ایک منکرین حکمت کا مرض
ہے وہ احکام کی حکمتیں سنکر کہتے ہیں یہ سب اعتقاد والوں کی گھڑت ہے زبردستی کی حکمتیں نکال لیتے
حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا خوب جواب فرمایا کہ نکلتی بھی وہی چیز ہے جو ہو
بھلا تم تو اپنے پیشواؤں کے کلام میں ایسی چیزیں نکال لو۔

(ملفوظ) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بزرگی کے لوازم میں سے یہ بھی سمجھ
ہیں کہ بزرگوں میں بے حسی بے غیرتی ہو کسی چیز سے متاثر نہ ہوں جماد کی طرح سب کے تابع رہیں۔ میں
کہا کرتا ہوں کہ بزرگوں کو بُت سمجھتے ہیں کہ اُنکی ساتھ جو چاہو برتاؤ کرو انکو حس ہی نہیں ہوتی اور
بے نفسی کہتے ہیں ان اغبیاء کو یہ خبر نہیں کہ بے نفسی اور چیز ہے بے حسی اور چیز ہے۔ امام شافعی رحمۃ
فرمایا ہے کہ جسکو غصہ دلایا جائے اور اسکو غصہ نہ آوے وہ حمار ہے اور جس سے معذرت کی جاوے
وہ معذرت کو قبول نہ کرے وہ شیطان ہے مطلب یہ کہ دونوں چیزوں سے متاثر ہونا یہ انسانیت ہے
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ جب کوئی کسی کی شکایت لکھتا ہے تو

اُسکی تحریر کو جسکی شکایت کی ہے اُسکے پاس بھیج دیتا ہوں اگر وہ تکذیب کرے تو شاکی کے قول کو حجت نہیں قرار دیتا اور معاملہ ختم کردیا جاتا ہے اور اگر وہ اسکی تصدیق کرے تو پھر اُس سے جواب طلب کرتا ہوں اور شریعت کا یہی حکم ہے۔ اور اگر کوئی شکایت کی ساتھ یہ بھی لکھے کہ اسکو یہ لکھدو تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا تمہاری تحریر اُسکے پاس بھیج دوں اس طریق میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔

۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۶۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں مئو ضلع اعظم گڈھ گیا تھا وہاں رات کو بعد عشاء بیان ہوا وہاں غیر مقلد بھی ہیں ایک شخص نے اثناء وعظ میں پرچہ دینا چاہا میں نے انکار کردیا۔ ایک صاحب کو بڑا ہی تعجب ہوا کہنے لگے بڑی ہی ہمت کی بات ہے ورنہ طبعی بات ہے کہ ایسا پرچہ پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ میں نے کہا جی نہیں بلکہ بڑی کم ہمتی کی بات ہے یہ احتمال تھا کہ شاید اُس میں کسی غیر مقلد کی طرف سے یا غیر مقلد کی نسبت کوئی بیہودہ مضمون ہو تو اگر ہمت ہوتی تو اسکو دیکھکر ضبط کرتا اب دیکھنے کی ہمت نہ کرنا یہ کمزوری کی دلیل ہے۔

(ملفوظ ۶۸۰) ایک صاحب کے خط کے سلسلہ میں اُن کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ خواب کسی واقعہ میں مؤثر نہیں ہوتا بلکہ واقعات کا اثر ہوتا ہے خواہ وہ واقعہ ماضی کا ہو یا مستقبل کا خواب کو اس میں دخل نہیں ہوتا بلکہ واقعات کو اس میں دخل ہوتا ہے۔ غرض واقعات کا وہ اثر ہوتا ہے نہ کہ واقعات میں مؤثر پھر جس واقعہ کا وہ اثر ہوتا ہے نہ وہ واقعہ یقینی نہ خواب کا اُس سے ارتباط یقینی مگر اس باب میں لوگوں نے بڑی گڑبڑ کر رکھی ہے بڑی چیز وحی ہے مگر افسوس آج کل خواب کے مقابلہ میں اُسکی بھی وقعت نہیں کی جاتی اگر خواب کسی کو نظر آجائے جیسی اُسکی وقعت ہوتی ہے ویسی وحی کی وقعت نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ مجھسے ایک مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے پاس ایک چیز ہے جو سینہ بسینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہم تک چلی آرہی ہے وہ میں تمکو دینا چاہتا ہوں میں نے ادب سے مگر صاف عرض کردیا کہ اگر وہ شریعت کے مطابق ہے تو میں لینے کو حاضر ہوں ورنہ مجھکو ضرورت نہیں تو وحی جس کا دوسرا نام شریعت ہے ایسی چیز ہے۔ والوں میں یا خلاف شریعت درویشی میں کیا رکھا ہے اصل چیز وحی ہے اور اس کا بیداری سے تعلق ہے

پھر فرمایا کہ اب یہ صاحب اس جواب سے کہ خواب میں کیا رکھا ہے یہ سمجھیں گے کہ ملّا ہے مگر سمجھیں اختیار رہے۔
ملّا ہی ہونا تو بڑی چیز ہے۔ مجھ سے تو جب کوئی خواب کی تعبیر پوچھتا ہے میں اکثر یہ شعر لکھ دیتا ہوں ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم ۔ چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

پھر خواب کے غیر مؤثر ہونے پر اور واقعہ مؤثرہ کے وقوع اور ارتباط کے غیر یقینی ہونے پر بطور تفریع کے فرمایا کہ
اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ میں جنّت میں ہوں تو اس سے کوئی قرب نہیں بڑھا ہاں اس سے ظن
یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیک کام کر رہا ہے اسی لئے حضور نے خواب کو مُبشّرات میں سے فرمایا ہے اور خواب
تو کیا چیز ہے حضور کو تو غیر مؤمن لوگوں نے بیداری میں دیکھا ہے مگر کیا ہوا بعضے اشد کافر رہے تو
خواب ہی میں دیکھ کر کون سا قُرب بڑھ سکتا ہے یا کونسے قرب کی دلیل ہے۔ ایک صاحب کے اس سوال
پر کہ کیا کافر بھی حضور کو خواب میں دیکھ سکتا ہے جواباً فرمایا کہ جب بیداری میں اس کا دیکھنا ممکن ہے تو خو
میں کیا امتناع ہے۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر کوئی مومن حضور کو خواب میں دیکھے فرمایا کہ علامت اچھی
ہے بڑی نعمت ہے خدا کی۔ عرض کیا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ حضور ہی ہیں فرمایا کہ علم ضروری کے طور پر اگر قلب
گواہی دیدے کہ یہ حضور ہیں تو بس کافی ہے عرض کیا کہ اکثر لوگوں نے حضور کو خواب میں دیکھا مگر مختلف
ہیئت میں۔ فرمایا کہ دیکھنے والے کی مثال آئینہ کی سی ہے جیسا آئینہ ہوتا ہے اس میں ویسی ہی چیز نظر آ
ہے کسی آئینہ میں لمبا منہ نظر آتا ہے کسی میں چوڑا تو یہ اختلاف مرایا کا ہے مرئی کا نہیں یہ توجیہ ہے اسکی
حضور کی صورت مبارکہ دیکھنے والے کے آئینہ میں نظر آئی کبھی دیکھنے والا حضور کو کسی خاص صورت میں دیکھ
اور وہاں وہ صورت اس شخص کی ہوتی ہے اور حضور کی ذات مبارکہ آئینہ ہوتا ہے یہ شخص غلطی سے اُسکو
حضور کی صورت سمجھتا ہے اور وہ خود اسکی صورت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضو
کو خواب میں اس شکل سے دیکھا کہ حضور روضہ مبارک میں بیٹھے ہوئے حقّہ پی رہے ہیں (نعوذ باللہ) میں نے
کہا کہ تمکو اپنی صورت حضور کے آئینہ میں نظر آئی ہے وہ شخص حقّہ پیتے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا شا
محمد اسحاق صاحب دہلوی نے خواب میں دیکھا کہ ایک چوراہہ ہے اس میں حضور کی لاش مبارک بے کفن کے
ہے لوگ آتے ہیں اور اس سے پاؤں لگاتے ہوئے چلے جاتے ہیں (نعوذ باللہ) اُن بزرگ نے فرمایا کہ معلوم
ہوتا ہے کہ اب اس ملک میں حضور کی شریعت کی پامالی ہونے والی ہے اس بناء پر وہ بزرگ ہندوستان
سے ہجرت فرما گئے تو یہاں بھی اسلام حضور کی صورت مبارکہ میں نظر آیا۔

(ملفوظ ۶۸۱) ایک صاحب نے مہر کا ترکہ تقسیم کرنے کے متعلق حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت کی بڑی ہمت ہے کہ اتنی بڑی رقم محض احتمال کی بناء پر تقسیم فرمائی۔ فرمایا کہ میری کیا ہمت ہے میں نے ابھی بیان کیا تھا کہ مال مفت دلِ بے رحم (مطلب یہ تھا کہ جس رقم سے دیا میرے دست و بازو کی مکسوبہ تو نہ تھی۔ ہدایا عطایا بے مشقت ملتے ہیں اس میں سے دیدیا کون بڑا کمال کیا۔ رہا احتمال سو میں احتمالی قرض سے بھی سبکدوش ہونا چاہا اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی سب آسان ہوگیا ایک تو یہ مدد کی کہ میرے دل میں ڈالا دوسرے یہ کہ رقم کا انتظام فرمادیا تیسرے یہ کہ ورثاء کا پتہ بہ آسانی چلوادیا حالانکہ ان کا بڑا طویل سلسلہ تھا اور پھر ان میں سے بڑی بڑی دور کے فاصلہ پر تھے حتیٰ کہ حجاز و حیدرآباد و بمبئی و لاہور وغیرہ۔

(نوٹ) واقعہ یہ تھا کہ صاحب ملفوظات کے والد ماجد نے آگے پیچھے چار نکاح کئے تھے اور یہ تحقیق نہ تھا کہ سب کے مہر ادا یا معاف ہوئے یا نہیں اگر یہ مہر واجب ہے ہوں تو مرحوم کے ترکہ میں سے ہر وارث کو جتنا حصہ ملا اُسی نسبت سے اُس وارث کے ذمہ مہر قرض ہوگیا اسکے تقسیم کے متعلق یہ ملفوظ ہے۔

۸؍ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۶۸۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ صاحب حاجت کو چاہیئے کہ خود سب ضروری قیود کا پابند ہو اور جس سے کام لینا ہے اسکو آزاد رکھے یہ ہے تربیت اصول کے موافق۔ انسان کو ہر کام میں اہتمام اور فکر ہونا چاہیئے۔ اس پر بھی اگر کوئی فروگذاشت ہوجائے تو یہ سمجھ لیتا ہوں کہ بشر ہے ہاں بے فکری اور بے پروائی سے ناگواری ہوتی ہے اور میں بلاوجہ تھوڑا ہی کسیکو کچھ کہتا ہوں۔ بیوجہ کہنا تو اس کا کام ہے کہ یا تو تکبر ہو دوسرے کی تحقیر کیلئے باتیں نکالا کرے یا دماغ میں خلل ہو وہ اُلٹی پلٹی ہانکا کرے الحمدللہ یہاں یہ دونوں باتیں نہیں۔ میں سب صاحبوں سے عرض کرتا ہوں کہ یہاں مجلس میں بیٹھکر کسی قسم کی بے اصول حرکت نہ کی جائے حتیٰ کہ میں اسکو بھی پسند نہیں کرتا کہ جس وقت میں کسی پر مواخذہ کروں کوئی شخص میری نُصرت اور تائید کرے گو اس میں معتوب کو سمجھانا ہی مقصود ہو اس میں چند مفاسد ہیں ایک تو اس میں میری اہانت ہے اسکے تو یہ معنے ہیں کہ تو اور تیری اصلاح کافی نہیں جب تک ہم بیچ میں جوڑ نہ لگائیں دوسرے اس میں آنے والوں کی تو رعایت کی کہ انکی تفہیم کی تکمیل کردی

اور میری مصلحتوں کی ذرہ برابر پروانہ کی گئی کیونکہ دوسرے کا دخل دینا میرے مصالح انتظامیہ کے بالکل خلاف ہے تیسرے دیکھنے والے اس دخل دینے والے کو میرا مقرب سمجھیں گے اور اس میں جو مفاسد ہیں وہ بیشمار ہیں اور بزرگوں کے درباروں میں شب و روز مشاہد ہیں۔

(ملفوظ ۴۸۳) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے ایک صاحب کی لڑکی کا رشتہ ہو رہا ہے لڑکے والوں نے انکو لکھا ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ شادی میں جلدی کرو تو کیا آپکی مصلحت حضور کی مصلحت سے بڑھی ہوئی ہے اب وہ بیچارے لڑکی والے لکھتے ہیں کہ کہیں اس وقت شادی نہ کرنا حضور کے حکم کے خلاف تو نہ ہوگا۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ ایسے امور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیداری کے ارشادات بھی محض مشورہ ہوتے تھے جنپر عمل کرنے میں انسان مختار ہوتا تھا وہ احکام تشریعیہ نہیں ہوتے تھے کہ لازم و واجب ہوں اور خواب تو بیداری سے بھی ضعیف ہے البتہ احیاناً امر جازم بھی ہوتا تھا جسکا علم قرائن قویہ سے ہو جاتا تھا اسپر عمل واجب تھا۔ پھر زبانی ارشاد فرمایا کہ ایک طالب علم نے چاہا کہ میں شرح جامی پڑھوں۔ مولانا دیو بندیؒ نے منع فرمایا اُس نے اگلے روز خواب بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تو شرح جامی پڑھ مولانا نے فرمایا کہ خواب کو تو ہم خود سمجھ لیں گے مگر تم شرح جامی نہیں پڑھ سکتے۔

(ملفوظ ۴۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ بڑے ذہین ہوتے ہیں ایک شخص نے کسی غلطی پر میرے مواخذہ کرنے پر کہا تھا کہ اسی واسطے تو یہاں آئے ہیں کہ غلطیوں کی اصلاح ہو میں نے کہا کہ کل کو حوض کی نالی میں پاخانہ پھر دینا اور کہنا کہ پیر جی ذرا آبدست لے دیجیو اور جب کوئی مواخذہ کرے تو کہدینا کہ غلطیوں ہی کی اصلاح کیلئے تو آئے ہیں میں نے یہ بھی کہا کہ یہاں اُن باتوں کی تعلیم ہوتی ہے جو تمہاری سمجھ میں نہ آسکیں اور جو غلطی تم نے کی ہے اسکو تم خود سمجھ سکتے تھے جیسے حوض کی نالی میں پائخانہ پھرنا کہ ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔

(ملفوظ ۴۸۵) ایک لڑکا مجلس میں آکر بیٹھا ایک صاحب نے آکر حضرت والا کو اطلاع دی کہ یہ پڑھنے سے جان بچا کر یہاں پر آبیٹھا ہے اُس سے پوچھا گیا تو اُس نے کہا کہ میں تعویذ لینے آیا ہوں حضرت والا نے فرمایا کہ اسکو لیجاؤ اور اسکے اُستاد سے کہو کہ کسی لڑکے کو بلا اجازت کے نہ آنے دیں اور جسکو اجازت دینا ہو ایک پرچہ پر صرف اپنا نام لکھدیا کریں اور اس سے کہو کہ یہ وہ پرچہ لیکر آیا کرے اگر ایسا نہ

ہوگا تو اس کی بات کی تصدیق نہ کی جاویگی۔

(ملفوظ ۶۸۶) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں زبانی ارشاد فرمایا کہ اگر پیچش کا مریض کہے کہ بھنا ہوا گوشت دیدو بچہ کہے کہ ہاتھ میں سانپ لوں گا تو کیا دیدینا چاہئے اسکو کیا خبر وہ کیا جانے نادان ہے اسی طرح ان کاتب خط کو کیا خبر کہ مصلحت کیا ہے ان کو چاہئے کہ وہ تابع بنیں میں ان کا تابع کیوں بنوں آپ ہی انصاف کیجئے جب مرض خود تجویز کر لیا اور نسخہ بھی خود ہی لکھ لیا اب مریض مریض ہی نہیں وہ تو خود مستقل طبیب ہے پھر اسکو طبیب کی کیا ضرورت۔

(ملفوظ ۶۸۷) ایک نووارد صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو فطری بات ہے کہ آتے ہی انسان بتلادے کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں اور یہاں کیوں آیا ہوں مگر انہوں نے ایسی موٹی بات میں بھی فروگذاشت کی تو اب ان کا طرز میرے طرز سے بعید میرا طرز ان کے طرز سے بعید پھر نباہ کیسے ہو لہذا عدم مناسبت کی صورت میں الگ کر دینا خضر علیہ السلام کی سنت ہے کہ انہوں نے عدم توافق کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کر دیا ھذا فراق بینی وبینک۔ اس معمول پر مجھے کوئی الزام نہیں دے سکتا نہ موسیٰ علیہ السلام سے کوئی بڑا ہو سکتا ہے۔

(ملفوظ ۶۸۸) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ میں تنبیہات میں نمونے دکھاتا ہوں لوگوں کی بیفکری کے معلوم ہوتا ہے کہ فکر ہے ہی نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ آجکل بیعت پر لوگوں کو زیادہ اصرار ہوتا ہے تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتے فرمایا میں اسی عقیدہ کی اصلاح چاہتا ہوں یہ بہت بڑی جہالت ہے کہ لوگ کام کو ضروری نہیں سمجھتے بیعت کو ضروری سمجھتے ہیں۔

(ملفوظ ۶۸۹) فرمایا کہ ایک صاحب کا استفتا آیا ہے جزم کی ساتھ لکھا ہے کہ حضور دستخط فرمادیں ان کو دوسرا احتمال ہی نہیں ہوا کہ شاید دستخط کے قابل نہ ہو۔ اب اگر ان کا تابع بن جاؤں تو حقیقت کا انکو کس طرح انکشاف ہو میں نے اس استفتے کے متعلق اُن سے چند سوالات کئے ہیں اگر جواب معقول دیا گیا تو دستخط کروں گا ورنہ نہیں۔ میں ایسے مضامین میں دو باتیں چاہتا ہوں ایک یہ کہ ضروری اور غیر ضروری میں لوگوں کو فرق معلوم ہو جائے غیر ضروری کی تفتیش کو چھوڑیں۔ دوسرے یہ چاہتا ہوں کہ حق واضح ہو جائے اور رسم مٹ جائے جیسے اکثر تقریظات میں رسم کا اتباع کیا جاتا ہے۔ نیز فتاوی میں مشاہیر کی موافقت بے بصیرت کر لی جاتی ہے مگر اکثر لوگ اس سے گھبراتے ہیں بھاگتے ہیں

اُسی رسم پرستی کی ظلمت اور کج راہی پر رہنا پسند کرتے ہیں اصلاح کی برداشت نہیں کرتے مولانا رومی ایسے ہی گریز کی نسبت فرماتے ہیں ؎

چوں بیک زخمے تو پُر کینہ شوی — پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
چوں نداری طاقت سوزن زدن — بس تو از شیر ژیاں ہم دم مزن

یہ استفتا ایک رشتہ کے متعلق ہے شادی کے قبل پسند ناپسند کے امتحان کے متعلق پوچھا ہے سواس باب میں انگریزوں کے یہاں جو اُصول ہیں وہ تو محض بددینی ہے مگر توافق و تناسب کا لڑکی اور لڑکے کے متعلق دیکھنا تو بہت ضروری ہے اسی واسطے حالات کی تحقیق کے علاوہ لڑکے کا لڑکی کو ایک نظر سے دیکھ لینا جبکہ نکاح کا ارادہ ہو کوئی حرج نہیں اسلئے کہ تمام عمر کا تعلق پیدا کرنا ہے اس میں بڑی حکمت ہے حدیث میں اس کی اجازت ہے۔ مگر یہ دیکھنا تحقیق کی نظر سے ہوگا تلذّذ کی نیت سے نہیں جیسے طبیب کو جائز ہے نبض دیکھنا محض اس نیت سے کہ نبض سے مزاج کی برودت اور حرارت وغیرہ معلوم ہو جائے نہ کہ تلذّذ کی غرض سے اور ایسی ہی ضرورتوں سے چہرہ کفین کا کھولنا جائز کر دیا گیا ہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں اگر دائی ہندنی بھی ہو تو ضرورت کی وجہ سے خاص مواقع دیکھ سکتی ہے اور غیر ضروری مواقع مثلاً سینہ وغیرہ نہیں دیکھ سکتی۔ بے پردگی کے حامیوں نے بعض جزئیات یاد کر لئے ہیں اپنی غرض باطل کیلئے انکو پیش کر دیتے ہیں ضرورت و عدم ضرورت کے فرق سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمنے جن بزرگوں کو دیکھا ہے اُنکے طرز پر چلنے کو جی چاہتا ہے اُن حضرات کے کمالات اور ترجیح کی یہ شان تھی ؎

شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد — بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

کسی کی خاطر سے یا کسی کی جاہ سے مال کی وجہ سے اُس طرز کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اسی طرز پر خاتمہ فرمادیں اور فلاں مدرسہ میں جو کمی آئی وہ ان حضرات کا طرز چھوڑنے ہی سے آئی۔ ویسے عمارت بھی بڑی ہے۔ کام کرنے والوں کے القاب بھی بڑے بڑے ہیں۔ روپیہ بھی بہت ہے مگر جو اصل چیز ہے یعنی وہی جسکو کہا ہے کہ آنے دارد وہی نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

(باقی آئندہ)

(ملفوظ ۶۹۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بے پردگی کے مفاسد کو دیکھ لیجئے اور ان مفاسد سے پردہ کی اہمیت کا اندازہ کر لیجئے یعنی یہ دیکھ لیجئے کہ زنا کتنی بڑی سخت چیز ہے جس پر رجم کر دینے کا حکم ہے اور وہ بے پردگی ہی پر مرتب ہوتا ہے۔ پس اس سے اندازہ ہوسکتا ہے پردہ کی اہمیت کا اسکے بعد اور زیادہ دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں جب زنا کا زیادہ سبب بے پردگی ہے اس وجہ سے پردہ کی کس قدر ضرورت ثابت ہوتی ہے البتہ اگر آج احکام اسلام کا جسمیں زنا کی سزا بھی ہے کوئی نافذ کرنیوالا ہوتا تو رعب سلطنت سے یہی لوگ جو بے پردگی کے حامی ہیں سب سے زیادہ پردہ کی حمایت کرتے۔ پس یہ لوگ صورت پرست ہیں حقیقت شناس نہیں اب میں اسکے مفاسد کا دوسرا مشاہدہ کراتا ہوں جن قوموں میں پردہ نہیں کس قدر فواحش میں مبتلا ہیں۔ غرض بے پردگی سے بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں مگر آجکل فساق فجار کا زمانہ ہے کوئی نہیں سنتا اگر سمجھاؤ اور بتلاؤ تو خود مجتہد اور مفسر بن بیٹھتے ہیں۔ کٹ حجتیاں کرتے ہیں۔

۹ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

(ملفوظ ۶۹۲) ایک صاحب نووارد حاضر ہوئے اور کچھ چیزیں بطور ہدیہ اپنے ہمراہ لائے تھے اس ہدیہ میں ایک ایسے صاحب کا بھی ہدیہ تھا کہ جنکو حضرت والا سے خصوصیت کا تعلق ہے ان آنے والے صاحب سے حضرت والا نے ضروری تعارف کے متعلق دریافت فرمانے پر بھی انہوں نے اپنا پورا تعارف نہیں کرایا۔ اسلئے حضرت والا نے ہدیہ قبول فرمانے سے عذر فرمادیا اور صاحب خصوصیت کا ہدیہ بھی واپس کر دیا اور فرمایا کہ پہلی ملاقات میں یا اسکے بعد بھی جب تک کہ باہم بے تکلفی پیدا نہ ہو کسی شخص کا ہدیہ قبول کرنا میرے معمول کے خلاف ہے اور آپنے تو عدم تعلق کے مانعیت کے علاوہ آتے ہی اذیت پہونچانا شروع کر دی اور مجھکو ستایا بھلا ایسے شخص کے ہدیہ سے کیا جی بھلا ہوسکتا ہے اور ان صاحب خصوصیت کے ہدیہ کی نسبت فرمایا کہ جن حضرات کو مجھسے خصوصیت کا تعلق ہو انکو بھی ایسے شخص کے ہاتھ ہدیہ بھیجنا نہ چاہئے جو پہلی مرتبہ آرہا ہو یہ اصول کے خلاف ہے اسلئے کہ نہ معلوم اس آنے والے کی مصلحت کی بناء پر اس سے کیا برتاؤ کیا جائے اور کیا معاملہ کیا جائے اور محسن کی وجہ سے واسطہ احسان کی بھی رعایت کرنا پڑتی ہے اور اس وجہ سے جانبین کی مصلحت برباد ہوتی ہے کیونکہ اس سے بعض اوقات اسکے اخلاق خراب ہوتے ہیں۔

پھر ان نو وارد کے متعلق فرمایا کہ یہاں تو صدق اور خلوص کی ضرورت ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ فلوس سے کام چلتا ہے۔ اسی لئے بیچارے ہدیہ لائے تھے بلکہ ان صاحب کو چاہئے تھا کہ جب پہلے سے مجھ سے خط و کتابت جاری ہے تو بجائے ہدیہ کے وہ خطوط اپنے ہمراہ لاتے اس سے بڑی سہولت ہوتی تعارف میں مدد ملتی اگر وہ خطوط دکھلا دیتے سے ان سوالات کی نوبت ہی نہ آتی مگر خدا ناس کرے اس بیفکری اور بدسلیقگی کا کہ اسکی بدولت لوگ بے اصول طریق اختیار کر کے خود سیدھے اور صاف معاملہ کو اُلجھا لیتے ہیں پھر مجھ کو بدنام کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بدون تعلق اور محبت کے کہیں جانا فضول ہے آدمی جس کے پاس جائے کم از کم دل میں اسکی محبت عظمت تو ہو ورنہ کیا فائدہ جانے سے۔ نیز میں چاہتا ہوں کہ بات بالکل صاف اور اس قدر صاف ہو کہ پھر گنجائش ہی نہ رہے صاف کرنے کی اور لوگ ہیں کہ وہ اسکو اس قدر خفا اور الجھن میں رکھنا چاہتے ہیں کہ صاف کو بھی گڑبڑ میں ڈال دیتے ہیں آخر نتیجہ اس کا لڑائی ہی ہے۔ یہ ہیں وہ معاملات جن پر مجھکو سخت مشہور کیا گیا ہے آپ لوگ دیکھ رہے تھے کہ میں نے ہر بات میں ان صاحب کو کتنی گنجائش اور وسعت دی کہ یہ بسہولت اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کر دیں مگر نہیں وہی اینچ پینچ۔ اتنا سفر کیا خرچ کیا سفر کی صعوبت برداشت کی تو کیا گھر سے بلا تعیین مقصود چلدئے تھے کیا یہ ذہن میں نہ تھا کہ میرا مقصود اس سفر سے کیا ہے سو جس مقصود کا اس وقت ارادہ کر کے اور قلب میں اس کا تعین کر کے چلے تھے وہی مجھ پر ظاہر کر دینا چاہئے تھا اور خود تو کیا ظاہر کرتے میرے دریافت کرنے پر بھی نہ بتلایا کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کون ہوں اور کیا کام کرتا ہوں اِدھر اُدھر کی ہانکنا شروع کر دیا۔ میری رعایت اور سہولت کی یہ قدر کی کہ اور الجھن پیدا کرتے رہے۔ جہاں تک پہونچے بات کو بڑھایا ہی گھٹایا نہیں۔ فرما کر ان سے فرمایا کہ اسلم یہ ہے کہ آپ اس وقت واپس وطن تشریف لیجاویں اور وہاں سے خط و کتابت کر کے معاملہ طے کریں بشرطیکہ آپ کا بھی جی چاہے ورنہ میری کوئی غرض نہیں نہ مجھکو انتظار ہوگا وہ صاحب مجلس سے اُٹھکر چلدیئے فرمایا ایسے ایسے کوڑ مغز یہاں آتے ہیں۔ میں نے تو ان کی شیروانی کی قدر کی تھی (یہ شیروانی پہنے ہوئے تھے اور معزز ہیئت میں تھے) مگر ان کے اخلاق گرگ جیسے نکلے شیروانی نہ نکلے (۳۱)

(گرگ اور شیر کے تقابل کا لطیفہ ہے)

(ملفوظ ۶۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض مرتبہ مجھے وسوسہ ہوتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہونگے کہ بڑا ہی متکبر ہے آنے والوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے مگر بحمد اللہ مجھ پر اس کا ذرہ برابر اثر نہیں جو چاہیں سمجھا کریں

میں سمجھنے والوں کی نظر میں مقبول ہونے کی غرض سے کوئی کام نہیں کرتا۔ آنے والوں کی مصلحت دیکھتا ہوں۔ اگر کوئی اسکو تکبر سمجھے میری جوتی سے۔ ان خیالات کی وجہ سے میں خدمت طالبین کے ضروری حقوق تلف کردوں یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ میں اسکو خیانت سمجھتا ہوں۔ میں نے علماء کے ایک مجمع میں بسبیل گفتگو کہا تھا کہ نہ میں متکبر ہوں نہ عرفی متواضع ایک سچ بولنے والا آدمی ہوں سچ بات کہتا ہوں کبھی اس میں تکبر کا رنگ ہوتا ہے اور کبھی تواضع کا مگر میری جو حالت ہے بالکل کھلم کھلا ہے میں اسکو چھپانا نہیں چاہتا اور چھپاؤں تو جب کہ کسی کو دھوکا دینا ہو استغفر اللہ۔ بس جنکو میری یہ حالت پسند ہو وہ مجھسے تعلق رکھیں اور میرے پاس آئیں۔ اور جنکو ناپسند ہو وہ نہ تعلق رکھیں اور نہ آئیں۔ میں کسی کو بلانے تھوڑا ہی جاتا ہوں کسی کے دکھلانے اور نیک نام بننے کی وجہ سے اصول صحیحہ کو نہیں چھوڑ سکتا یہ تو اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے۔ اس ہی قسم کے توہمات اور شبہات نے مشائخ اور علماء کو اصلاح سے باز رکھا ہے اور عوام کے اخلاق کو خراب اور برباد کیا ہے کیا یہ جماعتیں محض زیارت اور ہاتھ چومنے ہی کے واسطے ہیں اور کیا ان کا فرض منصبی صرف یہ ہی ہے ایسا طریق اختیار کرنا کہ جس میں اپنے اغراض اور مصالح کی بنا پر دوسروں کے اخلاق اور اعمال کو خراب اور برباد ہوتے دیکھکر بھی روک ٹوک نہ کیجاوے صریح خیانت ہے

۹۹۴ (ملفوظ) ایک صاحب کا حضرت والا سے بالکل مل کر بیٹھ جانیکا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ بہت زیادہ قریب بیٹھنے سے میری طبیعت گھبراتی ہے قلب پر ایک بوجھ سا معلوم ہونے لگتا ہے اس حالت میں یکسوئی سے کوئی کام نہیں کرسکتا حتے کہ جس زمانہ میں میں وعظ کہا کرتا تھا تو اپنے سامنے تھوڑی جگہ خالی چھوڑوا دیتا تھا بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ لوگ محبت کی وجہ سے اور اس خیال سے بھی کہ تقریر سننے میں آسانی ہوگی بہت قریب بیٹھ جاتے تھے تو وعظ کے مضامین کی آمد بند ہوجاتی تھی جب سے میں نے یہ معمول کرلیا تھا

۹۹۵ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک دیہاتی شخص ہدیۃً کچھہ کپڑا لایا جو ایک گٹھڑی کی صورت میں تھا۔ میں اس وقت ڈاک لکھ رہا تھا اس نے ڈاک کے خطوط پر وہ گٹھڑی رکھدی مجھکو ناگوار ہوا میں نے غصہ سے کہا کہ میرے سر پر رکھدے اس نے اس گٹھڑی کو اٹھا اور میرے سر پر رکھ اور اسکو تھام کر کھڑا ہوگیا تاکہ گر نہ جائے۔ فلاں مفتی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے وہ اسپر خفا ہونے لگے میں نے کہا کہ اس پر خفا ہوتے ہو یہ تو غیر مکلف ہے اور میں نے ہی تو کہا تھا کہ میرے سر پر رکھدے اس کا کیا قصور بلکہ حکم کی اطاعت کی ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک لڑکا چھوٹا سا جس کی عمر تقریباً پانچ یا چھ برس

کی ہوگی اپنے باپ کے ساتھ میرے مکان کے دروازہ پر کھڑا تھا میں نے اسکی بغلوں میں ہاتھ دیکر دروازہ
کی چوکی پر کھڑا کر دیا اور اس سے کہا کہ منہ پر تھپڑ مار اُس نے میرے ہی منہ پر چپت لگایا اسکے باپ اُس کو
ڈانٹنے لگے۔ میں نے کہا کہ تم اسپر ناحق خفا ہوتے ہو اس کا کوئی قصور نہیں۔ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ کس کے
منہ پر مار میرا ہی کلام ناتمام تھا میں ہی قصور وار ہوں اسکی کوئی خطا نہیں۔ ایک روز یہاں پر جو حافظ جی
قرآن کے مدرس ہیں وہ ایک بچے سے کہ رہے تھے کہ کان پکڑ مجھکو اپنا واقعہ یاد آ کر خیال ہوا کہ کہیں
حافظ صاحب ہی کے کان نہ پکڑلے اسلئے کہ کلام ناتمام ہے۔

(ملفوظ ۴۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے نیچری بھی قرآن شریف کی ایسی ہی تفسیر کرتے ہیں جیسے
ایک شخص نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے شعر کی تفسیر کی تھی قصہ یہ ہے کہ ایک شخص کی کسی سے لڑائی ہو ئی
مار بھی رہا تھا مار کھا بھی رہا تھا اتفاق سے اُس شخص کے ایک دوست صاحب بھی تشریف لے آئے اور آ کر
اپنے دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اب دوست صاحب کی خوب اچھی طرح مرمت ہوئی کسی نے پوچھا کہ
کیا حرکت تھی کہا کہ میں نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے فرمانے پر عمل کیا وہ فرماتے ہیں ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست ۔۔۔ در پریشاں حالی و در ماندگی

یہی حالت ان لوگوں کی تفسیر دانی کی ہے۔ یہاں پر ایک ڈپٹی کلکٹر آئے تھے وہ بھی نیچری خیال کے تھے
کہنے لگے کہ میں کچھ پوچھ سکتا ہوں۔ میں سمجھ گیا کہ کوئی اس ہی قسم کا سوال کریں گے جس خیال کے ہیں۔ یہ بھی
آجکل مرض عام ہے ان لوگوں میں کہ نصوص میں عقلی شبہات نکالتے ہیں۔ میں نے کہا پوچھئے مجھکو جو معلوم
ہو گا عرض کر دوں گا اُنہوں نے کہا کہ سود کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ یہ طرز سوال بھی نئی روشنی والوں
کا ہے کہ بجائے حکم شرعی کے خیال کو پوچھا کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میرا کیا خیال ہوتا آپکو معلوم ہے کہ میں فلسفی
شخص نہیں ہوں مذہبی شخص ہوں۔ قرآن و حدیث کا حکم ظاہر کر دینا میرا کام ہے قرآن و حدیث سے جواب
دوں گا۔ میرے اس جواب پر ان کے سوالات کا بہت بڑا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ پھر میں نے کہا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں
واحل اللہ البیع وحرم الربٰو۔ کہنے لگے کہ فلاں نظامی دہلوی تو اسکی یہ تفسیر کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ
قانون کی دفعات کی بنا پر فیصلے دیا کرتے ہیں آپ وہ قانون اور دفعات مجھے دیجئے میں اسکی شرح کروں گا آپ
اس شرح کی موافق فیصلے لکھا کریں پھر دیکھئے کہ گورنمنٹ سے آپ پر کیسی لتاڑ پڑتی ہے اور جواب طلب ہوتا ہے
اسپر آپ گورنمنٹ سے یہ کہدیں کہ فلاں شخص نے قانون کی یہ شرح کی ہے اور وہ عربی فارسی اردو سب

جانتا ہے۔ میں نے اُس شرح کے موافق یہ فیصلہ لکھا ہے۔ پھر دیکھئے کیا جواب ملیگا۔ یہی کہا جاویگا کہ زبان دانی اور چیز ہے قانون دانی اور چیز ہے۔ اسی طرح اس دہلوی شخص کی قرآن شریف کی تفسیر بھی ہے جیسی میں قانون کی شرح لکھوں پھر اس پر فرمایا کہ ایسی تفسیر اور شرح کی ایک مثال بڑے کام کی یاد آگئی۔ ایک سرحدی ایک اسٹیشن پر اُترا اور ایک گشمش کا بورا جسمیں قریب دو من کے وزن ہوگا بغل میں تھا بابو کو اپنا ٹکٹ دیا بابو نے دریافت کیا کہ خان اس بورے کا ٹکٹ یعنی بلٹی کہاں ہے۔ خان نے کہا کہ اس کا ٹکٹ بھی یہی ہے بابو نے کہا کہ پندرہ سیر سے زائد اسباب بدون بلٹی کے لیجانا قانون کے خلاف ہے تو خان کہتے ہیں گویا کہ قانون کی تفسیر بیان کر رہے ہیں کہ پندرہ سیر کا قانون ہندوستانی کیلئے ہے وہ اتنا ہی بوجھ اُٹھا سکتا ہے ہمارا یہی پندرہ سیر ہے دیکھو کیسی آسانی سے ہم اسکو بغل میں لئے کھڑا ہے یہ آپنے قانون کی شرح اور تفسیر کی تو حاصل یہ ہوا کہ اس قانون میں پندرہ سیر کا وزن مراد نہیں بلکہ مُراد یہ ہے کہ مسافر جتنا آسانی سے لیجا سکے تو کیا اسکو قانون کی تفسیر کہا جاسکتا ہے اور کیا یہ تفسیر قانون داں کے نزدیک مقبول ہے۔ اسی طرح غیر اہل فن کی قرآنی تفسیر ایسی ہی ہے جیسے اُس ولایتی خان نے قانون کی تفسیر کی تھی اور اگر کوئی قانون داں اسکو حقیقت سمجھائے تو بہت مشکل ہے۔ جب مخاطب کو فن سے مناسبت ہی نہیں تو اتنا کہدینا کافی ہے کہ تو احمق ہے تو کیا جانے قانون کیا چیز ہے اسکے بعد وہ ڈپٹی صاحب کہنے لگے کہ سود نہ لینے کی وجہ سے مسلمان تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور ترقی نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا کہ اگر ترقی کی ایسی ہی ضرورت ہے تو حرام سمجھکر بھی تو لے سکتے ہیں اس سے بھی ویسی ہی ترقی ہوگی۔ ترقی تو لینے پر موقوف ہے نہ کہ اعتقاد حلت پر کیونکہ ترقی کو کیا خبر کہ اس کا عقیدہ کیا ہے اسلئے اگر حرام سمجھکر لیں تب بھی ترقی ہوسکتی ہے اس صورت میں یہ ہوگا کہ جرم میں کسی قدر تخفیف ہو جائیگی۔ فرق یہ ہوگا کہ اگر حرام سمجھکر لیگا تو چور ڈاکو سمجھا جائیگا۔ سزا میں جیلخانہ یعنی محدود مدت کے لئے دوزخ میں جائیگا اور اگر حلال سمجھکر لیا یہ بغاوت ہوگی اسپر پھانسی کا حکم ہوگا یعنی غیر محدود مدت کیلئے دوزخ میں جائیگا یا دائم الحبس کیا جائیگا۔ ایک صاحب ان کے ہمراہ تھے اُن سے ڈپٹی صاحب کہنے لگے کہ دیکھئے یہ ہے اعلیٰ درجہ کا فلسفہ کہ سود لینے کی ایک گنجائش نکالدی۔ پھر فرمایا کہ سبحان اللہ خوب سمجھے۔ یہ گنجائش تو ایسی ہے جیسے ساحران موسیٰ کہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہمکو سحر کی اجازت فرما دی ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ القوا ما انتم ملقون کہ ڈالو جو تم کو ڈالنا ہے تو موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا جواز سحر کیلئے

تھوڑا ہی تھا بلکہ اس کا اظہار تھا کہ تم جو کچھ دکھلاتے ہو دکھلاؤ پھر میں بھی تم کو دکھاؤں گا۔ اسی طرح میرے جواب میں سُود کے حرام ہونے کا حکم اور اسکے نتیجہ عقوبت کا اظہار تھا لینے کیلئے تھوڑا ہی تھا۔ حرام ہونا خود دلیل ہے اُس کام سے منع کرنے کی۔ ایسی ٹیڑھی سمجھ کا کسکے پاس علاج ہے۔

۹ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(**ملفوظ** ۶۹۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی طرف سے جو مبلغین بیرونجات میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں اُن کے وعظ اور نصائح کا لوگوں پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اور لوگوں کو بہت بڑا نفع دین کا پہونچ رہا ہے۔ لوگ بھی ان کی ساتھ محبت اور مدارات سے پیش آتے ہیں اور کسی کو ذرا وحشت نہیں ہوتی مگر لوگوں پر یہ امر بڑا شاق ہوتا ہے کہ وہ کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے فرمایا کہ یہ جو اتنی خاطر مدارات ہے اور وحشت نہیں ہوتی یہ سب اسی کی برکت ہے کہ وہ کسی سے کچھ لیتے یا کھاتے نہیں اگر لیتے یا کھاتے تو یہ خاطر مدارات بھی نہ ہوتی اب تو شاق ہی گذرتا ہے مگر کھانے کے بعد شاخ اس میں نکلتی۔ ایکمرتبہ فلاں مبلغ صاحب کچھ روپے مدرسہ کے واسطے لائے اُن سے دریافت کیا گیا کہ یہ روپیہ کہاں سے اور کیوں لائے۔ اُنہوں نے کہا کہ لوگوں نے اصرار کر کے مدرسہ کے واسطے دیا ہے مجبور لے لینا پڑا میں نے اُن سے کہا کہ اس روپیہ کو واپس کرو اور ان سے کہدو کہ وہ خود آکر مدرسہ میں دیں مبلغ صاحب نے کہا کہ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کاروباری لوگ ہیں ہمکو فرصت نہیں ہوتی میں نے کہا کہ اُن سے کہو کہ وہ منی آرڈر کر دیا کریں اُنہوں نے کہا کہ فیس منی آرڈر کا بار ہوگا۔ میں نے کہا کہ جو رقم مدرسہ کو دینا چاہیں اسی میں سے فیس منی آرڈر وضع کر لیا کریں اگر کوئی شخص کام کرنا چاہے اسکے سیکڑوں راستے نکل آتے ہیں میں نے مبلغین سے کہدیا ہے کہ آپ لوگ مدرسہ کے لئے چندہ جمع کرنیکو نہیں رکھے گئے۔ تمہارا کام صرف لوگوں کو ہدایت کرنا اور مسائل دینیہ بتانا ہے۔ مدرسہ جدا چیز ہے اور تبلیغ کا کام جدا ہے فرمایا کہ یہ وعظ کا اثر اور مبلغ کی وقعت اسی کی برکت سے ہے کہ کسی سے لینے کھانے کا معاملہ نہیں رکھا گیا۔ آجکل مبلغین کو اسکی بڑی ضرورت ہے کہ وہ ان امور کی احتیاط رکھیں ورنہ وعظ میں جو تین چار گھنٹے دماغ صرف ہوتا ہے اور محنت پڑتی ہے سب بیکار جائیگا مقصود حاصل نہ ہوگا

۴۹۵

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پورب کے بعض اضلاع میں علماء کیلئے بہت کچھ لوگ تکلفات کرتے تھے۔ وہاں کے بعض علماء نے لوگوں کو اس قسم کی عادتیں ڈال رکھی تھیں اُدھر ایک مولوی صاحب تھے جو اچھی خاصی حکومت کرتے تھے اُن ہی مولوی صاحب کا واقعہ ہے کہ ایک مقام پر گئے کسی نے حاکم کے یہاں درخواست دیدی کہ فلاں مولوی صاحب آئے ہیں ان کے وعظ سے اندیشہ بلوہ کا ہے حاکم نے کوتوال کو حکم دیا کہ تم جاکر مولوی صاحب سے آنیکی وجہ معلوم کرو اور اس کا انتظام کرو کہ کوئی فساد نہ ہو۔ کوتوال مولوی صاحب کے پاس آیا مولوی صاحب نے صورت دیکھتے ہی خدام کو حکم دیا کہ اسکی داڑھی جو چڑھی ہوئی ہے اسکو اُتار دو اور گٹوں سے نیچا پاجامہ ہے اسکو کاٹ ڈالو فوراً کوتوال صاحب کی داڑھی اُتار دی گئی اور پاجامہ کے پائینچے کاٹ دئے گئے اور اسکے بعد مولوی صاحب نے فرمایا کہ جاؤ ہم تمکو کوئی جواب دینا نہیں چاہتے جب بلوہ ہوگا اس وقت گرفتار کرنے کیلئے آنا۔ وہ بیچارہ جان بچاکر بھاگا مگر ہمارے بزرگوں کا یہ طرز نہ تھا۔ غرض وہاں کا یہ رنگ تھا اور ایسے حضرات کیلئے خوب تکلفات ہوتے تھے۔ پھر جب سے میں اُن اطراف میں جانے لگا یہ تکلفات بہت کم ہوگئے۔ پہلے یہ حالت تھی کہ کوئی عالم پہونچ گیا تو اُسکے ساتھ پچاس پچاس آدمیوں کی دعوت ہوتی تھی۔ میں نے اس رسم کو اس ترکیب سے مٹایا کہ میں کہدیتا تھا کہ میں تنہا کھاؤں گا کسی کی ساتھ نہ کھاؤں گا اس حالت میں دوسروں کی مستقل دعوت کون کرتا۔ غریب لوگ اسپر بہت خوش ہوئے اسلئے کہ وہ بیچارے پچاس آدمیوں کی دعوت کی ہمت نہ رکھتے تھے مگر رسم سے مجبور تھے نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ دعوت کرکے اظہار محبت سے محروم رہتے اور ایک رسم تھی کہ واعظ صاحب کے چلنے کے وقت ایک شخص آگے آگے چلتا تھا راستہ صاف کرتا ہوا ہٹو بچو میرے ساتھ بھی اول یہی برتاؤ ہوا ہم غریب لوگ نہ ایسی باتیں خود کو پسند اور نہ اپنے بزرگوں کو ایسا کرتے دیکھا۔ میں نے اس کا انسداد اس طرح کیا کہ اول ان سے کہا کہ یہ کیا بے ادبی ہے آگے آگے مجھسے چلتے ہو کہنے لگے کہ راہ گیروں کی ہجوم سے آپ کو تکلیف ہوگی میں نے کہا کہ کیا راستہ آپکی یا میری ملک ہے اگر وہ نہ بچیں گے ہم بچ جائیں گے یہ رسم ختم ہوئی۔ ایک رسم یہ تھی کہ وہاں پر اکثر پالکی میں چلنا ہوتا تھا۔ میں پالکی میں بیٹھا ہوا جارہا تھا دیکھا کہ چند لوگ کچھ داہنے اور کچھ بائیں پالکی کی ساتھ دوڑ رہے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا حرکت ہے کہا کہ آپکے ساتھ رہنے کی وجہ سے دوڑ رہے ہیں شاید راستہ میں کوئی ضرورت ہو۔ میں نے کہا کہ تو اسکی کیا ضرورت ہے کہ برابر ہی میں دوڑو کیا پیچھے رہکر نہیں دوڑ سکتے

اس کہنے سے وہ سب پیچھے ہوگئے۔ تھوڑی دیر میں جو دیکھتا ہوں تو دوڑنے والوں میں سے ایک بھی نہ تھا وہ تو سب میرے دکھلانے کے واسطے دوڑ رہے تھے کہ ہم بھی ایسے جان نثار ہیں۔ یہ رسم بھی ختم ہوئی ایک مقام ہے ضلع اعظم گڈھ میں ندواسرائے۔ میں وہاں بلایا ہوا گیا تھا۔ وہاں کے زمیندار نے رخصت کے وقت رومال میں بندھے ہوئے غالباً دوسو روپیہ بطور نذرانہ پیش کئے میں نے دریافت کیا کہ کیا یہ آپ کی طرف سے ہے کہنے لگے کہ سب گاؤں کی طرف سے ہے۔ یہاں پر دستور ہے کہ جب کوئی عالم آتا ہے تو رخصت کے وقت گاؤں کی طرف سے نذرانہ دیا جاتا ہے میں نے دریافت کیا کہ وہ خود دیتے ہیں یا مانگنے پر دیتے ہیں کہا کہ اُن سے جمع کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں اسکو جائز نہیں سمجھتا یہ رقم جن جن کی ہے سب کو واپس کردی جائے اور کہدیا جائے کہ جسکو دینا ہو یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر فلاں مقام ہے آج وہاں ٹھیروں گا وہاں آکر دیں اسلئے کہ لینے والیکو تو معلوم ہو کہ فلاں شخص نے یہ چیز دی اگر قبول کرلی جاوے تو اسکو بھی خوشی ہو اور وہ بھی خوش ہو چنانچہ سب رقم واپس کردی گئی مگر اسکے بعد ایک بھی تو نہیں آیا یہ رسم بھی ختم ہوئی۔ بات یہ ہے کہ جن بزرگوں کی آنکھیں دیکھی ہیں یہ سب ان کی برکت ہے اُن حضرات کو اس ہی طرز پر دیکھا وہی باتیں پسند ہیں میرا اس میں کوئی کمال نہیں انہیں حضرات کی صحبت کی برکت ہے اور اسی کا یہ اثر ہے ؎

گلے خوشبوئے در حمام روزے	رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری	کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گل ناچیز بودم	ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشیں درمن اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اس مقام پر ایک اور بات بھی سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ میں نے جو کہا ہے کہ یہ سب بزرگوں کی برکت ہے سو چھوٹوں کو تو یہی سمجھنا چاہئے مگر بزرگوں کو یہ ناز نہ ہونا چاہئے کہ یہ ہماری ہی سب برکتیں ہیں ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ کبھی چھوٹوں کی بھی برکت ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ مجھکو مہمان ہونے کی حالت میں ایک صاحب جاہ ومال کے پاس شب کو سونے کا اتفاق ہوا اسی روز جماعت تو بڑی چیز ہے نماز فجر کی میں احتمال ہوا کہ ادا بھی ہوئی یا کہ قضا ہوگئی۔ اس روز چھوٹوں کی برکت محسوس ہوئی کہ جن کو ہم اپنا چھوٹا سمجھتے ہیں ان ہی کے ملے جلے رہنے کی یہ برکت ہے کہ نماز بھی وقت پر میسر ہو جاتی ہے۔ مجھے تو چھوٹوں کی برکت آنکھوں سے

نظر آتی ہے تو وہ ضابطہ سے چھوٹے ہیں ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑے ہوں۔

(ملفوظ ۴۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک تو ہے عدم قصد ایذاء اور ایک ہے قصد عدم ایذاء۔ لوگوں میں عدم قصد ایذاء تو متحقق ہے مگر قصد عدم ایذاء نہیں اس سے ایذاء ہوتی ہے جسکی وجہ محض بیفکری ہے۔ کیا کہوں میں تو دل سے یہ چاہتا ہوں کہ سب درست ہو جائیں۔ اس وجہ سے کبھی درشت بھی ہو جاتا ہوں جس میں نیت وہی درستی کی ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۵۰۰) فرمایا کہ عین عتاب کے وقت بھی مجھکو اس کا رنج ہوتا ہے کہ یہ غریب ناکام رہا۔ پھر اسکے بعد بھی طبعاً ندامت ہوتی ہے کہ میں نے ایسا برتاؤ کیوں کیا مگر عقلاً نہیں ہوتی۔ عقلاً تو یہ ہی اعتقاد ہوتا ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا کیونکہ اصلاح کا طریق وہی ہوتا ہے اسی لئے اپنی مصلحت طبعیہ پر اسکی مصلحت عقلیہ کو مقدم رکھتا ہوں اور باز پرس وغیرہ کر لیتا ہوں مگر اسکے ساتھ ہی دل میں اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ سے مواخذہ نہ ہو کہ ہمارے بندوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا تھا اس خیال کے آنے پر یہ بھی ارادہ کرتا ہوں کہ اپنا طرز بدل دوں مگر اصلاح کا دوسرا طریق سمجھ میں نہ آنیکے سبب پھر وہی برتاؤ کرنا پڑتا ہے جس میں طالب کی مصلحت اور اصلاح مضمر ہے۔ دوسری بات اسکے علاوہ یہ بھی ہے کہ بعض اوقات نہ معلوم عین وقت پر کیا ہو جاتا ہے اور اس وقت جو حالت ہوتی ہے اس کا غلبہ اس قدر ہو جاتا ہے کہ دوسرے پہلوؤں پر نظر نہیں جاتی بس اندر سے یہی تقاضا ہوتا ہے کہ فلاں حقیقت کو کس طرح اسکے دل میں ڈالدوں۔ حاصل یہ کہ میرے اس داروگیر کا منشا زیادہ تر آنے والی کی اصلاح ہے مگر اس کی یہ قدر کی جاتی ہے کہ مجھکو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت ہے ہاں صاحب مگر آپ بہت نرم ہیں کہ ستاتے ہیں۔ یہاں رہکر کوئی واقعات کو دیکھے تب حقیقت معلوم ہو کہ میں کیا برتاؤ کرتا ہوں اور آنے والے کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ دور بیٹھے رائے قائم کر لینا بہت سہل بات ہے مگر ہے انصاف کے خلاف اسلئے کہ دونوں طرف کی بات دیکھکر یا صحیح روایت سنکر فیصلہ دینا یہ انصاف کہا جا سکتا ہے

(ملفوظ ۵۰۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلاں قصبہ میں شریف خاندانوں کے لڑکے سرکاری اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ اچھی خاصی عمر کے لڑکے ہیں مگر کلمہ تک نہیں پڑھ سکتے نماز روزہ تو بڑی چیز ہے فرمایا ایسی حالت سنکر بیحد صدمہ ہوتا ہے آجکل اکثر امراء تعلیم انگریزی تو بچوں کو دلاتے ہیں مگر تعلیم دین کی طرف قطعاً توجہ نہیں کرتے یہ سمجھتے ہیں کہ علم دین پڑھکر سوائے مُلّا بننے کے اور کیا نتیجہ۔ فرمایا کہ الہ آباد میں ایک لڑکا دیکھا تھا۔ عمر تقریباً اسکی گیارہ بارہ سال کی ہوگی۔ بی۔ اے۔ کی جماعت میں تعلیم پا رہا تھا۔ مجھ سے بڑے

فخر سے کہا گیا کہ یہ عمر ہے اور یہ تعلیم۔ اتفاق سے میرے سامنے اس وقت قرآن مجید کا ایک اشتہار تھا
نمونہ کیلئے ایک طرف الحمد شریف لکھی ہوئی تھی اور ایک طرف اشتہار کا مضمون تھا میں نے اس لڑکے
کہا کہ اسکو پڑھو۔ اُس نے دیکھکر صاف انکار کیا کہ میں نہیں پڑھ سکتا میں نے کہا کہ ہجّے ہی کر کے پڑ
وہ یہ بھی نہ کر سکا۔ میں نے کہا کہ اچھا الگ الگ حروف ہی بتلادو اُسنے کہا کہ میں یہ بھی نہیں بتلا سکتا اور و
کیا کرے جب ایک چیز اسکو سکھلائی ہی نہیں گئی تو دنیوی تعلیم کس درجہ کی اور دینی تعلیم کس درجہ کی
فرمایا کہ میرے ایک ملنے والے تھے اسکندریہ میں جاکر اُنکا انتقال ہوا انہوں نے اپنے بچے کو انگ
زبان سکھانے کی غرض سے ایک انگریز عورت کے سپرد کر دیا تھا اور اس عورت کو تنخواہ دیتے تھے
اُن کے کوئی دوست ملنے آتے تھے تو وہ اس بچہ کو ان کے سامنے فخراً پیش کرتے تھے کہ دیکھئے با
اس بچہ نے ایک میم کی آغوش میں پرورش پائی ہے مگر اسکو کلمہ بھی یاد ہے اور کلمہ سنوا دیتے تھے۔
ان اُمراء کو دین سے اس قدر بُعد ہو گیا ہے کہ بالکل اس طرف التفات ہی نہیں پھر دوسروں پر اعترا
کہ علم دین پڑھکر بھیک مانگتے پھرتے ہیں میں پوچھتا ہوں کہ قصور کس کا ہے تمہارا یا ان بھیک منگ
جب علم دین بھیک مانگنے والے پڑھیں گے وہ تو بھیک ہی مانگیں گے۔ سو یہ تو انتخاب کی غلطی ہے۔ تم
بچوں کو علم دین کیوں نہیں پڑھاتے ہو تاکہ وہ بھیک نہ مانگیں اور بلند حوصلہ ہوں۔

نوٹ یہاں تک وہ ملفوظات جو ۱۷ شوال ۱۳۵۰ھ سے شروع ہوئے ہیں اور درمیان میں چھوٹ
تھے ختم ہو گئے ۱۲ مدیر

۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۷۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نہایت خوشدلی سے اپنے احباب کو اجازت دیتا ہوں ک
حضرات کو مجھ سے کشیدگی ہے اُن سے میری وجہ سے اپنے تعلقات کو نہ بدلیں اور نہ چھوڑیں بلکہ و
تعلقات رکھیں جیسے کہ پہلے سے آپس میں ہیں۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے میرے احباب
تعلقات میں بے لطفی ہو اور خدانخواستہ وہ کشیدگی والے بھی میرے دشمن نہیں۔ نیز پس پشت جو ک
کرتے ہوں یا کہتے ہوں مگر سامنے اگر وہ بھی نیازمندی ہی کا برتاؤ کرتے ہیں اور میں ا

مذاق کو سب حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت سمجھتا ہوں اور یہ اثر بھی اُن ہی کی دعاؤں کا ثمرہ ہے
الف سے مخالف بھی سامنے آکر سرنگوں ہو جاتا ہے ورنہ میرے اندر ایسی کوئی چیز نہیں جس کا یہ اثر ہو
یں کوئی علمی ہی قابلیت ہے نہ مالی ہی وجاہت ہے نہ کوئی جاہی قوت ہے ایک غریب آدمی ہوں غریب شیخزادہ
کا ہوں۔ پھر یہ جو کچھ نظر آرہا ہے سب حق تعالیٰ کا فضل اور حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت اور دعاؤں کا
ہے۔ اسی کی فرع ہے کہ میں اپنے دوستوں کو ہمیشہ اس معاملہ میں آزادی دیتا ہوں کہ وہ میری وجہ سے
یسے دوستوں سے جنکو مجھ سے کشیدگی ہے بے لطفی اور بے تعلقی نہ پیدا کریں اگر ان سے تعلقات
جاہیں مجھ پر بحمد اللہ ذرا اثر نہ ہوگا البتہ اسکے عکس پر تعجب نہیں کہ اثر ہو۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ حنفیت میں بہت ہی ڈھیلے تھے مگر اب یہ
لگے ہیں کہ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہانتک امام صاحب پہونچے وہاں تک کوئی
یں پہونچا ابن تیمیہ وابن القیم کے اب بھی بیحد معتقد ہیں مگر اب اس تغیر مذکور کے بعد انکی بھی کچھ
رعایت نہیں کرتے چنانچہ ابن القیم نے حنفیہ کے بعض فروع پر جو اعتراض کئے ہیں ان ہی
صاحب نے ان کا بڑے شد و مد سے جواب لکھا ہے اور واقعی بات یہ ہے کہ حنفیہ پر اکثر خواہ مخواہ
گمانی کرلی گئی ہے ورنہ بے غبار مسائل پر اعتراض عجیب بات ہے۔ مذہب حنفی کو بعضے نادان
سے بعید سمجھتے ہیں مگر مذہب میں اصل چیز اصول ہیں سو ان کے اصول کو دیکھا جائے تو سب
سے زیادہ اقرب الی الحدیث ہیں۔ ان ہی اصول کے توافق کی بناء پر میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ حنفیہ کے
ل پر نظر نہ کرنے سے انکو ہمیشہ بدنام کیا گیا ہے اسی طرح چشتیہ کے اصول پر نظر نہ کرنے سے انکو بھی
کیا گیا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ جب حضرات چشتیہ کے اس قدر پاکیزہ
ہیں پھر یہ بدنام کیوں ہیں۔ میں نے کہا کہ زیادہ تر سماع کی وجہ سے اگر یہ گانا نہ سنتے تو ان سے
کوئی بھی نیک نام مشہور نہ ہوتا مگر الحمد للہ کہ ہمارے سلسلہ کے قریب کے حضرات تو بالکل ہی نہ سنتے تھے
شاء اللہ ان سے نفع بھی بہت ہوا۔

(ملفوظ تتمہ سابق) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نقشبندیہ کے یہاں ذکر خفی ہے لطائف
غہ اور ایک مسئلہ ان کے یہاں تصور شیخ کا ہے اور یہ تصور اور لطائف مثل جزو طریق کے ہیں اور
منقول نہیں مگر کسی منقول کے مزاحم بھی نہیں اور چشتیہ کے یہاں گو غیر منقول مثل جزو طریق کی نہیں

ایک تفاوت اصول کا اس سے بھی معلوم ہو سکتا ہے

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ چشتیہ پر سب معترضین دلیر ہیں اس وجہ
کہ یہ جواب نہیں دیتے جیسے فلانے خان صاحب کہ مجھ سے تو لڑنے کو ہر وقت تیار تھے مگر مولوی مرتضیٰ
سے کبھی نہ لڑے اسلئے کہ وہ بولتے ہیں سو چشتیہ اسی لئے لوگوں کے زیادہ تختہ مشق ہے کہ یہ بولتے
اور بولیں ہی کیا ان کے اندر ایک چیز ایسی ہے جو کسی کے اندر اُس شان کی نہیں اور وہ شان فنا ہے اور
یہاں طریق میں یہ پہلا قدم ہے جو دوسروں کا منتہیٰ ہے۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگوں نے یہ مشہور کیا ہے کہ امام مہدی نقش
ہونگے فرمایا کہ یہ تو میں نے نہیں سنا البتہ بعض حنفیوں نے لکھا ہے کہ وہ حنفی ہونگے مگر یہ غلط ہے
ہوگا کہ امام مہدی کا اجتہاد امام صاحب کے اجتہاد پر منطبق ہو جائیگا باتیں دعوے کی دل کو نہیں لگتیں
تو ایک گونہ اہانت ہے امام مہدی علیہ السلام کی ان کا طرز صحابہ کا سا ہوگا وہ نہ نقشبندی ہونگے
نہ حنفی وہ تو دین کے ہر شعبہ میں خود مستقل شان رکھتے ہونگے۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق میں بعد تصحیح عقائد و اعمال ضرو
سب سے بڑی چیز محبت ہے اسکی بڑی سخت ضرورت ہے مراقبات سے بھی زیادہ تر یہی مقصود ہے
یکسوئی ہو اور یکسوئی سے محبت - اور سماع میں بھی یہی ہوتا ہے کہ اس سے یکسوئی ہو جاتی۔
یکسوئی کے ساتھ ایک ہیجان بھی ہوتا ہے مگر ہیجان اسی محبت کا ہوتا ہے جو پہلے سے ہو۔ اگر
تو اس کا ہیجان ہوتا ہے اور اگر مخلوق کی محبت ہے تو اس کا ہیجان اور - اسی لئے سماع کی
کو اجازت نہیں۔

(ملفوظ) ایک شخص کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ زیادہ تر جو تکلیف ہوتی ہے وہ
نہیں ہوتی بلکہ بیفکری سے تکلیف ہوتی ہے اگر فکر سے آدمی کام لے تو موٹی موٹی باتوں میں
ہو سکتی اور عقول میں تفاوت ضرور ہوتا ہے مگر اس قدر نہیں کہ فکر سے کام لینے کی حالت میں اس
کو تکلیف پہونچے مگر جب فکر ہی سے کام نہ لے تو پھر بہائم اور انسان میں فرق کیا رہجاتا ہے کیونکہ
فکر نہیں ہے یعنی دوسری جانب کا احتمال اسکے ذہن میں حاضر نہیں ہوتا سو آدمی کو چاہئے کہ جو
پہلے سوچ لے کہ نہ معلوم اس کا کوئی پہلو مصلحت کے خلاف ہو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میں

فرمایا کہ معاف سے خدانخواستہ کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا متنبہ بھی نہ کروں بدون تنبیہ کے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ایسی حرکت کرنا غلطی ہے۔ عرض کیا کہ میرے مقدر میں اسی طرح تھا فرمایا کہ یہ اور بھی نامعقول عذر ہے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ بولنے کا بھی مرض ہے محض بیہودہ ہو آپ کہتے ہیں کہ مقدر میں یہی تھا اسکے معنیٰ تو یہ ہیں کہ خدا ہی کی تجویز ایسی ہے میں مجبور ہوں۔ اپنے تبریہ کیلئے مقدر کو پیش کرنا کس قدر نالائق اور بیہودہ حرکت ہے۔ ابتک تو میں نے نہیں کہا تھا مگر اب کہتا ہوں کہ تمکو مجھسے مناسبت نہیں کہیں اور جاؤ۔

(ملفوظ ۹۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک دل ملا ہوا نہیں ہوتا خدمت لیتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔ غیرت آتی ہے دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے طبیعت مکدر ہوتی ہے مگر عام طور پر لوگ خدمت کو ادب سمجھتے ہیں گو اس سے اذیت ہی ہو۔ ادب کہتے ہیں راحت پہونچانے کو نہ خدمت کرنے کو یا پچھلے پیروں ہٹنے کو خوب سمجھ لو۔ بعضے ایسے کوڑ مغزوں اور بدفہموں سے واسطہ پڑتا ہے کہ جب آئیں گے ستاتے ہوئے اور میں جو ان باتوں کو ظاہر کر دیتا ہوں اسی وجہ سے بدنام ہوں دوسری جگہوں میں ایسے بدتمیزوں کی چاپلوسی اور دلجوئی کیجاتی ہے اور میرے یہاں بحمد اللہ بجائے دلجوئی کے دلشوئی ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۹۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو یہ مرض ہوتا ہے کہ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ سے بیعت و تلقین کا تعلق پیدا کر لو مجھکو اس سے بیحد نفرت ہے اس میں شبہ ہوتا ہے کہ شاید ان بزرگ نے اس کام کیلئے آدمی چھوڑ رکھے ہیں کہ بہکا بہکا کر لاؤ اسلئے مجھکو تو اس سے بڑی ہی غیرت آتی ہے اور علاوہ غیرت طبعی کے عقلاً بھی مضر ہے اور اس سے زیادہ کیا مضرت ہوگی کہ طالب کو مطلوب اور مطلوب کو طالب بنایا جاتا ہے۔ ایک ایسے ہی نادان معتقد نے اس سے بڑھکر یہ کیا کہ ایک مجنون کو یہاں پر بھیجدیا اور یقین دلایا کہ وہاں کے تعویذ سے اچھے ہو جاؤ گے اُس نے آکر مجھسے تعویذ مانگا چونکہ میں جنون کا تعویذ نہیں جانتا میں نے انکار کر دیا وہ خفا ہو کر چلا گیا اور قصبہ ہی میں ایک دکان پر بیٹھکر کہا کہ میں اوزار لایا ہوں قتل کرونگا مجھکو تعویذ نہیں دیا یہ مضرتیں ہیں بیہودہ باتوں میں دین کا بھی ضرر اور دنیا کا بھی ضرر۔ کسی غرض کیلئے کسی سے کسیکا نام لینا یہ بہت ہی بُرا طریقہ ہے۔ ایک خیر خواہ صاحب کو اس کا بہت شوق ہے وہ شب و روز اس ہی فکر میں رہتے ہیں کہ ساری دنیا کا تعلق یہاں ہو جائے۔ نیت تو بُری نہیں مگر طریقہ کار بُرا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ جس مقصود کیلئے آپ ایسا کرتے ہیں اس کا ایک بہت اچھا طریقہ ہے وہ یہ کہ میں پانچ چھ نام بتلائے دیتا ہوں طالب کو بجائے کسی ایک معین کے متعدد نام بتلائے جائیں پھر اس کا جس طرف

رجحان ہو۔ یہ طریق زیادہ بہتر اور نافع ہے۔ اس میں کوئی مفسدہ بھی نہیں۔ چونکہ وہ اہل فہم ہیں اُنہوں نے بھی سنکر اسکو پسند کیا اور انتخاب و ترجیح کا طریقہ بھی بتلادیا جائے وہ یہ کہ سب کے پاس اپنے حالات کے خطوط لکھو جس کا جواب شافی ہو اس سے تعلق پیدا کرلو۔ سو اس طرح کے مشورہ میں کوئی حرج نہیں تم خود تعیین مت کرو اس سے غیرت آتی ہے۔ نیز بوجہ مفاسد کے یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ یہ تعلق ہی بناء ہے آئندہ کے تمام معاملات کی اگر یہی ٹھیک نہ ہوئی تو پھر وہ مثل ہوجاویگی کہ ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

کچی یا ٹیڑھی بُنیاد رکھنا نہایت بُرا ہے ہمیشہ خرابی ہی رہیگی اور میں نے جو نئے آدمی کیلئے یہ قید تجویز کی ہے کہ چند روز یہاں پر آکر قیام کرو اور اس زمانہ قیام میں نہ مکاتبت کرو نہ مخاطبت اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ وہ آنیوالے مجھکو دیکھ لیں اور میں ان کو۔ اسکے بعد اگر مناسبت ہو طرفین میں تو پھر تعلق کی درخواست کا مضائقہ نہیں سو اس تجویز سے لوگوں کو بیحد نفع ہوا۔ اسی طرح ایک اور رسم ہو کہ سفارش لاتے ہیں یہ بھی بُرا ہے اس کا حاصل تو یہ ہے کہ دوسرے کو مقید کرنا اور کسی بڑے کے اثر سے مجبور کرنا سو یہ بہت وجوہ سے بُرا ہونیکے علاوہ ادب کے بھی خلاف ہے اس طریق میں ایسا واسطہ ٹھیک ہی نہیں بلاواسطہ ہی تعلق ٹھیک ہو کیونکہ ہر شخص سے جُدا معاملہ ہوتا ہو اسلئے کہ ہر شخص کی جُدا حالت ہوتی ہے تو سفارش میں آزادی نہیں رہتی۔ لیکن اس سے ہر واسطہ کا مضر ہونا نہ سمجھا جاوے بعض جگہ واسطہ رحمت ہوتا ہے اور عدم واسطہ خطرناک ہوتا ہے۔ جیسے علوم کہ وحی کے واسطے سے رحمت محضہ ہیں اور بدون اس واسطہ کے خطرناک و محتمل ابتلاء چنانچہ جو علم انبیاء کو بلاواسطہ ہوتا ہو اس میں اندیشہ ابتلاء کا ہوتا ہے اور وہ خطرناک ہوتا ہے اور جو بواسطہ وحی ہوتا ہو اس میں فقط رحمت ہوتی ہے کوئی اندیشہ اور خطرہ نہیں ہوتا یہ تو وحی کے واسطہ کی خاصیت ہے لیکن اگر محض استدلال عقلی کا واسطہ ہو اور اسکی صحت کی شہادت شرع سے نہ ہو وہ واسطہ محض لاشے و ناقابل اعتبار ہے مولانا اسی واسطہ کے متعلق فرماتے ہیں ؎

علم کان نبود ز حق بیواسطہ در نپاید ہمچو رنگ ماشطہ

خلاصہ یہ کہ نہ واسطہ کا وجود فی نفسہٖ مقصود ہے نہ واسطہ کا عدم۔ جہاں واسطہ کا وجود نافع ہو وہاں واسطہ مقصود ہے اور جہاں واسطہ کا عدم نافع ہو وہاں واسطہ کا عدم مقصود ہے تو حکم کا مدار نفع و ضرر ہے نہ کہ خود واسطہ کا وجود یا عدم۔ البتہ اگر الہام متأید بالشرع ہو اس تأید کے سبب وہ بھی رحمت ہے کیونکہ

اہل اللہ کا قلب صاف ہوتا ہے اُسپر واردات ہوتے ہیں یعنی ان کے قلب میں جو الہامات ہوتے ہیں وہ حق تعالیٰ کے خطاب خاص ہیں جاننے والے کہتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی بول رہا ہے یا بیٹھا ہوا بتلا رہا ہی مگر شرط اس میں وہی ہے کہ قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو ورنہ اسکو الہام رحمانی اور القاء ربانی نہ کہیں گے بلکہ اسکو حدیث النفس یا وسوسہ شیطانی سے تعبیر کریں گے۔ بعض کا الہام تو یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ ہر وقت الہام ہوتا ہے کہ یہ کرو یہ نہ کرو یہ مت کھاؤ یہ مت پیو اس سے ہدیہ لو اُس سے نہ لو اسکو بیعت کرو اسکو مت کرو اب اسکے مقتضا پر اگر وہ کسی کی درخواست قبول کرنے سے انکار کرتا ہے تو اسپر اعتراضات ہوتے ہیں کہ فلاں کو قبول کر لیا فلاں کو قبول نہیں کیا فلاں سے ہدیہ لیلیا فلاں سے نہیں لیا مگر اسپر جواب میں یہی کہنا پڑیگا ؎

درنیابد حال پختہ ہیچ خام ... پس سخن کوتاہ باید والسلام

(**ملفوظ** ۴۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل دُنیا بدفہموں سے پُر ہے یہ ایک عام اعتراض پیدا ہو گیا ہے کہ ملکر کام کرنا چاہئے اور چونکہ مولوی الگ رہتے ہیں اور کام کرنے والوں کی ساتھ شریک نہیں ہوتے اس وجہ سے ترقی نہیں ہوتی۔ اعتراض کر دینا تو آسان بات ہی مگر مشکل یہ ہی کہ شرکت کا کوئی معیار نہیں بتایا جاتا بدون معیار بتائے ہوئے علی الاطلاق اپنا تابع بنانا چاہتے ہو سو یہ تو واقعہ ہے کہ مولوی تمہارے تابع تو نہ بنیں گے اب رہا یہ کہ پھر ملکر کام کرنے کا طریقہ کیا ہے سو وہ میں عرض کرتا ہوں کہ وہ ملکر کام کرنے کی صورت یہ ہے کہ جو چیز تم کو معلوم نہیں یعنی احکام انکو تو تم ہم سے پوچھکر کرو اور جو ہمکو معلوم نہیں یعنی ملک کے واقعات وہ ہم تم سے پوچھکر اُسپر احکام بتلائیں یہ ہے شرکت کی صورت باقی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ علوم شرعیہ اور احکام شرعیہ میں بھی آپ ہی کی رائے مانی جاوے ظاہر ہے جیسا ہم قانون کے سمجھنے میں غلطی کر سکتے ہیں ایسے ہی آپ علم شریعت میں غلطی کریں گے اس کا فیصلہ آپ ہی کر لیں کہ جس نے اپنی ساری عمر دین کی خدمت میں صرف کر دی ہو وہ دین کو زیادہ سمجھیگا یا وہ شخص جسنے کبھی عمر بھر دین کی طرف رُخ بھی نہ کیا ہو۔ عجب بات ہے کہ مقدمات تو سب صحیح اور منتجہ غلط اور جن علماء نے تمہارے ساتھ تمہارے تابع ہو کر کام کیا انہوں نے ہی کونسا انعام پایا بلکہ خود اپنی آخرت کو خراب و برباد کیا۔

۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ قبر پر مُردہ کو دفن کرنیکے بعد سرہانے پائینتی کھڑے ہوکر اور قبر پر اُنگلی رکھکر سورہ بقرہ کا اول اور آخر پڑھتے ہیں اسکے متعلق کیا حکم ہے فرمایا کہ پڑھنا تو ثابت ہے مگر اُنگلی رکھکر پڑھنا ثابت نہیں۔ پھر عرض کیا کہ اسکے پڑھنے کے بعد قبر ہی پر کل حاضرین ہاتھ اُٹھاکر مُردہ کیلئے ایصال ثواب و دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ فرمایا ویسے ہی دعا کردینا اور ثواب پہنچادینا چاہئے ہاتھ نہیں اُٹھانا چاہئے۔ قبر کی طرف منہ کرکے اور ہاتھ اُٹھاکر دعاء کرنے کو فقہاء نے منع کیا ہے اس میں صاحب قبر سے استفادہ کا شُبہ ہوتا ہے ہاں قبر کی طرف پشت کرکے دعاء مانگنا جائز ہے۔ اسلام میں توحید کی بیحد حفاظت کی گئی ہے مگر لوگ خیال نہیں کرتے گڑبڑ کرتے ہیں ان ہی باتوں سے بدعات پیدا ہوگئی ہیں۔

(ملفوظ ۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بہت بڑے عالم نے جن کا اب انتقال ہوگیا دیوبند میں خود مجھسے یہ فرمایا کہ جب جلسہ میں بیان ہوا اس میں انگریزوں کی اطاعت اور فرمانبرداری اولی الامر منکم سے ثابت کیجائے مگر میں نے اس آیت سے اس کا بیان نہیں کیا اور اسکے بعد وہی عالم ان نئی تحریکات میں بڑے زور شور سے شریک ہیں نہیں معلوم آیت کی پہلی تفسیر صحیح تھی یا بعد کی تفسیر۔ عجب ہڑبونگ ہے نہ کوئی حدود ہیں نہ اصول محض بے ڈھنگا پن ہے جو جی میں آیا کرلیا جو منہ میں آیا کہدیا پھر مجھکو ایسی باتوں میں شرکت کی دعوت دیجاتی ہے۔ میں ان لوگوں کی نبضیں خوب پہچانتا ہوں اسی وجہ سے یہ لوگ مجھسے خفا ہیں۔ خیر ہوا کریں۔ میں احکام شرعیہ کے خلاف ایک انچ اِدھر اُدھر جانا نہیں چاہتا اور جاؤں بھی کس طرح جب بحمد اللہ شریعت میری طبیعت ثانیہ بن گئی ہو اور یہ محض حق تعالیٰ کا فضل ہے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے یہ میں نے فخراً بیان نہیں کیا بلکہ بطور تحدّث بالنعمۃ کے بیان کیا۔

(ملفوظ ۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض بزرگ بھولے ہوتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی بھولے نہیں ہوئے سب کے سب کامل العقل متیقظ ہوئے ہیں اگر وہ حضرات بھولے ہوتے تو بڑے بڑے کفار اُن کے سامنے پانی نہ بھرتے۔

۱۵
(ملفوظ) اسی سلسلہ میں فرمایا کہ بعضے بزرگ بھولے معلوم ہوتے ہیں مگر واقع میں نہایت دانشمند ہوتے ہیں اور بھولے کسی حالت کے غلبہ سے معلوم ہوتے ہیں چنانچہ حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی جو مکہ معظمہ میں مقیم تھے اُن کا واقعہ ہے کہ اُنکے پاس ایک تھیلی تھی جس میں روپیہ گنّی پیسے سب ایک ہی جگہ رکھتے تھے اور جب بازار جاتے تو اگر ایک پیسہ کا بھی سودا لینا ہوتا تب بھی پوری تھیلی لیجاتے اور سودا خرید کر پوری تھیلی کو دُکان پر لوٹ کر دُکاندار کو پیسہ دیتے اور بقیہ اُس میں اُٹھا کر بھر لیتے۔ ایک روز بازار سے تھیلی ہاتھ میں لئے واپس مکان کو جا رہے تھے جب مکان کے قریب ایک گلی میں داخل ہوئے ایک بدوی راستہ سے ساتھ ہو لیا تھا وہ تھیلی ہاتھ سے چھین اور چلدیا آپ نے پیچھے کو مُڑ کر بھی نہ دیکھا کہ کیا ہوا سیدھے مکان پر پہونچکر اور مکان کا دروازہ بند کر کے اندر سے کُنڈی لگا لی اب وہ بدوی تھیلی لئے چلا مگر جب اُس ہی گلی سے نکلنے کا ارادہ کرتا تب ہی لوٹ پھر کر اُسی گلی میں آجاتا ہے گویا راستہ بند ہو گیا سمجھ گیا کہ یہ وبال کسی بات کا ہے اور پریشان ہو کر تھیلی لوٹانے کیلئے واپس شیخ کے مکان پر آیا اور آواز دی یا شیخ یا شیخ اپنی تھیلی لیلو شیخ کوئی جواب ہی نہیں دیتے یہ پھر دوبارہ لیکر چلا پھر وہی صورت کہ راستہ بند پھر لوٹا اور شیخ کے مکان پہونچکر پکارا مگر جواب ندارد آخر اسنے ایک ترکیب کی کہ غل مچانا شروع کیا کہ دوڑو شیخ نے مجھپر بڑا ظلم کیا ہے سارا محلہ جمع ہو گیا پوچھا کیا معاملہ ہے کہا اس مکان میں جو شخص ہے اسنے مجھپر بڑا ظلم کیا ہے انہیں سامنے لاؤ تو بیان کروں لوگ انکی بزرگی کے معتقد تھے انکو ڈانٹا کہ کیا بکتا ہے وہ تو بڑے بزرگ ہیں کہا کہ ذرا کواڑ تو کھلواؤ میں ابھی بزرگی ظاہر کئے دیتا ہوں اہل محلہ نے بزرگ سے خوشامد کر کے کواڑ کھلوائے اور اس بدوی سے دریافت کیا کہ بتلاؤ انہوں نے کیا ظلم کیا ہے کہا کہ میں ان کے ہاتھ سے روپوں کی تھیلی لیکر بھاگا اب یہ مجھکو جانے نہیں دیتے جب جانیکا ارادہ کرتا ہوں راستہ بند نظر آتا ہے اور تھیلی بھی نہیں لیتے یہ ان بزرگ کا ظلم تھا، غرضیکہ یہ نہ جانے دیتے ہیں اور نہ اپنی تھیلی واپس لیتے ہیں یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے لوگوں نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ آپ اپنی تھیلی لیلیں فرمایا کہ یہ تھیلی اب میری نہیں رہی اسی کی ہو گئی وجہ یہ کہ جس وقت یہ میرے ہاتھ سے لیکر بھاگا تھا اسی وقت مجھکو یہ خیال ہوا کہ ایک مسلمان میرے سبب گنہگار رہوا اور دوزخ میں جاویگا اسلئے میں نے اسی وقت وہ تھیلی اسکو ہبہ کر دی اللہ اکبر ان حضرات کا بڑا ظرف ہوتا ہے یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ ایک مسلمان ایک لمحہ اور ایک منٹ کیلئے بھی

۱۷

خدا کا گنہگار ہے اور کل مال کا چلا جانا اور دیدینا گوارا کر لیا اور یہ ہبہ اصطلاحی تو نہ تھا کیونکہ اس میں
دوسرے کا قبول شرط ہے مگر اپنی نیت سے اسکو بری الذمہ کر دینے کو مجازاً ہبہ فرما دیا پھر فرمایا کہ یہ حکایت بیان
کرنے میں تو بہت ہی سہل ہے مگر کوئی کر بھی سکتا ہے۔ بس وہی کر سکتا ہے کہ جسکے دل میں کوئی اور
چیز ہو اُس چیز کے ہوتے ہوئے دو عالم بھی اسکی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ حضرت غوث اعظم
رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شاہ سنجر نے لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ ملک سنجر کا کچھ حصہ خانقاہ کے نام
کر دوں تاکہ اہل خانقاہ کو اور آپ کو کوئی تکلیف نہ رہے آپنے اُسکے جواب میں یہ لکھکر بھیجا ؎

چو چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد ۔۔۔ در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب ۔۔۔ من مُلک نیمروز بیک جو نمی خرم

پھر فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی اس عادت کا منشا ظاہراً تو بھولا پن ہے مگر واقع میں دوسری وجہ
یعنی متاع دنیا سے استغناء اور قلب کا عدم تعلق ورنہ انکی ذکاوت مشہور ہے۔

(ملفوظ ۴۹۹) اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہ بزرگ یعنی مولانا شاہ محمد یعقوب صاحبؒ حضرت شاہ عبدالعزیز
کے نواسے تھے امور دینیہ میں اس قدر دقیق النظر تھے کہ متعارف سفارش کرنا جو کہ ایک مسلمان کو راحت
پھونچانا ہے یہ تو مستحب ہے اور جس سے سفارش کی گئی ہے اسکو اگر قرینہ سے معلوم ہو کہ اسکو گرانی
تکلیف ہوئی تو تکلیف سے بچانا واجب ہے سو مستحب کیلئے واجب کو ترک نہیں کیا جا سکتا دیکھئے کیسی
دقیق نظر تھی۔

(ملفوظ ۵۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ تہائی قرآن شریف کی برابر
اس سے عام طور سے یہ سمجھا گیا ہے کہ اگر تین ۳ بار پڑھ لے تو پورے قرآن شریف پڑھنے کا ثواب
مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کیونکہ اس ثلث میں دو ۲ احتمال ہیں ایک یہ کہ مطلق ثلث مُراد ہو اور ا
ثلث متعین مُراد ہو مثلاً وہ آیات جن میں توحید کا بیان ہے اس مجموعہ کو ثلث قرآن اس اعتبار سے کہا جا
کہ قرآن شریف میں اُمہات مسائل تین ہیں۔ ایک توحید۔ ایک رسالت۔ ایک معاد اس اعتبار سے توحید
حصہ ثلث قرآن ہوا تو حدیث میں اگر کسی دلیل سے مطلق ثلث مراد ہوتا تو وہ لازم صحیح تھا کہ تین بار پڑھ
تین ثلث کا ثواب ملگیا اور تین ثلث کا مجموعہ پورا قرآن ہوا مگر اس کی کوئی دلیل نہیں بلکہ احتمال ہے کہ
ثلث متعین مراد ہو جو مشتمل ہے توحید پر۔ سو اس بناء پر اگر تین بار پڑھا تو صرف یہ لازم آیا کہ گویا

کو تین بار پڑھ لیا تو ایک حصہ کو چند بار پڑھنے سے کسی طرح لازم نہیں آتا کہ گویا پورا قرآن پڑھ لیا جیسے کسی نے ایک پارہ تیس مرتبہ پڑھ لیا تو کیا اسکے معنے یہ ہیں کہ اُس نے سارا قرآن شریف پڑھ لیا۔

(ملفوظ ۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے ایک دوست کہتے تھے کہ میں جبل پور رہا ہوں وہاں سے استفتے مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا منجملہ اور استفتوں کے ایک استفتا اس کا بھیجا کہ مولود شریف میں قیام کرنے کی اصل کیا ہے۔ حضرت مولانا نے جواب میں اسکی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ قیام ایک حرکت وجدیہ ہے اسکو صوفیہ خوب جانتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے کرتے کوئی بزرگ وجد و شوق میں کھڑے ہو گئے اور وجد کا ادب یہ ہے جسکو امام غزالی رحمہ نے بھی لکھا ہے کہ ایک کے قیام سے سب کھڑے ہو جائیں پھر بعض اہل دل کو یہ حرکت اچھی معلوم ہوئی وہ تواجد کے طور پر کھڑے ہونے لگے اسکے بعد عوام میں اس کا عام سلسلہ ہو گیا جو جہل کے سبب لزوم کے درجہ تک پہونچ گیا اس جواب سے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کے ایک قول کے معنے سمجھ میں آ گئے جسکو کالپی میں ایک معمر شخص نے میرے سامنے نقل کیا تھا کہ کسی نے حضرت شاہ صاحب سے اس قیام کی نسبت پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ شیخ مجلس کو دیکھنا چاہئے۔ اسکا یہی مطلب تھا کہ شیخ مجلس جو اس ذکر پر کھڑا ہوا ہے دیکھنا چاہئے کہ اگر وہ صاحب حال ہے تو اس کا یہ قیام وجد ہے جسمیں قوم کو موافقت کرنا ادب ہے اور اگر صاحب حال نہیں تو محض تصنع و رسم پرستی ہے اور لزوم مفاسد کے خوف کے مقام پر تواجد کی اجازت نہیں اس سے حضرت شاہ صاحب کی علمی شان کسدرجہ معلوم ہوتی ہے پھر افسوس کہ اسپر نواب صدیق حسن خانصاحب شاہ صاحب کی نسبت اپنی ایک کتاب میں جسکو میں نے دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ کان قلیل العلم کثیر العبادۃ بعض حضرات روایات کو علم سمجھتے ہیں

(ملفوظ ۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں شیخ کامل کی اتباع کی ضرورت ہے وہ اس راہ کا واقف ہوتا ہے وہ نفس اور شیطان کے مکائد سے آگاہ کرتا ہے شیخ کامل کے سر پر ہوتے ہوئے شیطان کچھ نہیں بگاڑ سکتا گو شیطان کے کید کے متعلق مشہور تو بہت کچھ ہے مگر حق تعالیٰ فرماتے ہیں ان کید الشیطان کان ضعیفا اور حدیث میں ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد یعنی ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے گراں ہے اسکو کسی نے خوب نظم کیا ہے ؎

فان فقیھا واحدا متورعا ۔۔۔ اشد علی الشیطان من الف عابد

یہ شدت اسلئے ہے کہ شیطان شرارت سے ایک بات دل میں ڈالتا ہے اور بڑی مشکل سے اسپر جماتا ہے

مگر سالک کے بیان کرنے پر شیخ نے اسکی شرارت اور مکر کو سمجھکر ظاہر کر دیا۔ شیطان نے سر پیٹ لیا کہ اسکے برسوں کے منصوبوں پر پانی پھر گیا مگر جواب لوگ اس دقیقہ کو نہیں جانتے وہ اسی خلجان اور الجھن میں رہتے ہیں کہ نہ معلوم شیطان کیا نقصان پہونچادے بات یہ ہے کہ اگر شیطان دشمنی کرے بھی اور ہے ہی دشمن مگر پھر بھی علم صحیح اور توکل کے ہوتے ہوئے کچھ نہیں کر سکتا اسکی مثال ان حضرات کے مقابلہ میں خربوزہ کی سی ہے اور وہ حضرات چھری ہیں اگر خربوزہ کوشش کر کے چھری پر گرے تو خربوزہ ہی کا نقصان ہوگا اسی طرح اگر یہ اہل اللہ کا دشمن بنے تو یہی خسارہ میں رہتا ہے اسی لئے اس راہ میں قدم رکھنا بدون شیخ کامل کے جو اسکے فریبوں کا خوب جاننے والا ہے خطرہ سے خالی نہیں اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ را تنہا مرو　　بے قلاؤزاندریں صحرا مرو

بدون شیخ کامل کے اس راہ میں قدم رکھنا ایسا ہے جیسا کہ بدون طبیب حاذق کے کوئی شخص اپنا علاج خود کرنا چاہے گو کتاب ہی دیکھکر کرے کیونکہ کتاب کو بھی طبیب ہی سمجھتا ہے۔

(ملفوظ [۴۲۰]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یوں تو تعجیل بیعت میں بہت سے مفاسد ہیں ہی مگر بڑی بات ہے کہ نفع موقوف ہے مناسبت پر اگر یہ نہیں کچھ بھی نہیں اور مناسبت کی تحقیق جلدی نہیں ہو سکتی ا تجربہ کی بناء پر دو شخصوں کو بیعت کرنے کیلئے کچھ انتظار نہیں کرتا ایک بیمار اور ایک عورت یہ دونوں ق رحم اور قابل رعایت ہیں۔

(ملفوظ [۴۲۱]) اوپر ہی سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جنگ بلقان کے زمانہ میں جب اڈریانوپل فتح ہو گیا ایک شخص نیم مولوی تھے اور خیر سے مجھسے بیعت بھی تھے میں نے بیعت کے وقت مریض سمجھکر جلدی قبول کر لیا میرے پاس آئے اس سے پہلے ان کا ایک خط بھی آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ عسائیت کا حامی ہے کہ وہ غالب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ میں نے ڈانٹا کہ بیعت کے بعد تمہاری یہ تو انہوں نے صاف کہا کہ مجھے تمسے کبھی مناسبت نہیں ہوئی اور بیعت تو اس امید پر کر لی تھی کہ برکت سے تندرست ہو جاؤنگا۔ میں نے کہا کہ خیر ساری عمر میں ایک شخص سچا ملا میں اس سچ کی کرتا ہوں اور چونکہ سچ کی جزا سچ ہے اسلئے میں بھی سچ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس کبھی مت آنا وہ نہیں آئے یہ حالت ہو گئی ہے بیعت کی اور طلب کی اسی لئے مصالح یا سفارش سے بیعت کرنے پسند نہیں کرتا۔ ایک بار میرے پاس دو شخص آئے ایک مراد آباد کے اور ایک سنبھل کے۔

نے کچھ گڑبڑ کی تو میں نے اُن سے کہا کہ جب تمہاری یہ حالت ہے تو تم آئے کیوں کہنے لگے انہوں نے یعنی مُراد آباد والے نے ترغیب دی تھی۔ دریافت کرنے پر اُنہوں نے بھی اپنے جُرم کا اقرار کیا۔ میں نے اسی وقت دونوں کو نکال دیا۔ دیکھئے اگر انکو محبت ہوتی تو پھر آتے نکال دینے سے ہوتا کیا ہے طالب کو چین کہاں قرار کہاں۔ یہ ایسے ہی لوگ اس مثل کے مصداق ہیں کہ عشق سعدی تا بزانو واقعی بعضوں کا عشق گھٹنوں تک ہوتا ہے (اس کا قصہ مشہور ہے) پہلے بزرگوں نے بڑے بڑے امتحان لئے ہیں۔ میں تو کوئی بھی امتحان نہیں لیتا ہوں میں تو شروع ہی سے تعلیم دیتا ہوں امتحان نہیں کرتا البتہ اس تعلیم ہی میں بعض اوقات امتحان بھی ہو جاتا ہے۔

تیتس ۴۲۲

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں عنایت فرماؤں کی تو مجھپر ہمیشہ ہی عنایت رہی ہیں یہ خواب ہی کا کیا کچھ کم چرچا ہوا تھا مگر خیر ہوا کرے ہوتا کیا ہے جس شخص کو حقیقت ہی نہ معلوم ہو اسکی کیا شکایت اس خواب والے پر جو مُصیبت گذری اسکی تو خبر نہیں بیٹھ گئے لعن وطعن کرنے خوب کہا ہے ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

البتہ معترض سے یہ شکایت ضرور ہے کہ مدت تک تو کوئی کھٹک نہ ہوئی جب ایک معاند نے سوچ ساچ کر ایک اعتراض نکالا جب سبکو ہوش آیا اس واقعہ میں اگر کھٹک تھی تو اول ہی بار ہونی چاہئے تھی یہ کیا کہ ایک مدت کے بعد ایک شخص کو توجہ ہوئی وہ بھی عناد سے تو کورانہ تقلید سے سب متوجہ ہو گئے میرے نزدیک تو اُس خواب والے کی حالت شیطانی حالت نہ تھی یہ میری رائے ہے گو واقع میں ہو۔ میں واقع کی نفی نہیں کرتا مگر میرے نزدیک نہ تھی بلکہ محمود حالت تھی البتہ قصد واختیار سے ایسے کلمات کہنا گو تاویل ہی سے ہوں بیشک ٹھیک نہیں۔ اس سے عوام کو وحشت ہوتی ہے اور عوام کو تو کیا کہا جائے خواص ہی کو اس طریق سے کونسی مناسبت ہے وہ بھی گڑبڑا جاتے ہیں اسلئے بہت احتیاط واجب ہے مگر جب ایک شخص پر کسی کی حالت کا غلبہ ہی ہو تو اب کیا کیا جائے جب وہ پوچھے گا تو جواب تو دیا ہی جائیگا مگر بدون مناسبت طریق اور مہارت فن کے ان جوابوں کا سمجھ میں آنا ضرور دشوار ہوتا ہے اسلئے معترض بھی معذور ہیں جبکہ وہ فن سے آشنا ہی نہیں۔

۴۲۳

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضی بات کسی موقع پر خوب ہی چسپاں ہو جاتی ہے ایک لڑکا تھا کانپور

کے مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ نہایت سیاہ فام اور دانت اسکے نہایت سفید چمکتے ہوئے اور وہ ہنستا بہت تھا اور بلند آواز سے ہنستا تھا تو میں اسکو چھیڑا کرتا اور جب وہ ہنستا میں کہا کرتا کہ فیہ ظلمٰت ورعد وبرق ظلمت تو اس کا رنگ اور رعد ہنسنے کی آواز اور برق دانت اور یہ تفسیر نہ تھی تشبیہ تھی۔ اسی طرح یہاں ایک حافظ تھے نابینا نہایت ہی سیاہ فام مگر کپڑے نہایت سفید پہنا کرتے تھے۔ ایک بار میں اپنے ماموں صاحب کی ساتھ جارہا تھا وہ حافظ صاحب سامنے آگئے تو ماموں صاحب کہا کرتے کہ میاں دیکھو رات کو دن لگے ہیں۔

(ملفوظ ۴۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک رئیس تھے یہاں کے رہنے والے غدر سے پہلے انتقال ہوچکا ہے بائیس گاؤں کے زمیندار تھے مگر معاشرت نہایت سادہ تھی چنانچہ جاڑوں میں روئی کا انگرکھا روئی کا پاجامہ روئی کا ٹوپ اور سخی بہت تھے پھر فرمایا کہ کبھی ایک سادگی کبر کی وجہ سے بھی ہوتی ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ بہت ہی متواضع ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کبر بصورت تواضع بھی ہوتا ہے نفس بڑا ہی مکار ہے۔ بڑے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ نفس سب کا مولوی ہے اپنی غرض کے لئے ایسی باتیں نکالتا ہے کہ بڑے سے بڑے عالم کو بھی نہیں سوجھ سکتیں بالخصوص ان لکھوں پڑھوں کا نفس تو اور بھی زیادہ بڑا ہاجن ہوتا ہے۔

۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۴۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کو تو جی یوں چاہتا ہے کہ اس طرح رہیں کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو کہ یہ کون ہیں اپنے بزرگوں کو اسی طرز پر دیکھا ہے عوام میں ملے جلے رہتے تھے کوئی امتیازی شان نہ تھی۔ آجکل ایک امتیازی شان زیادہ چپ رہنا بھی ہے اسلئے اہل علم کے لئے یہ طرز بھی ناپسند ہے کہ ہر وقت خود داری کی حفاظت میں رہیں۔

(ملفوظ ۴۲۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خلاصہ اس تمام فن کا دو الفاظ ہیں ہے ایک یہ کہ افعال ضروری اور مقصود ہیں۔ دوسرا یہ کہ انفعالات غیر ضروری اور غیر مقصود ہیں یہ نہایت ہی کام کی بات ہے اور تمام فن اس میں حل ہوگیا۔ مگر فلاں مولوی صاحب ندوی جنہوں نے طریق کی تحقیق کے لئے مجھسے کچھ خط وکتابت کی تھی اسکو سنکر خود طریق ہی سے گھبرا گئے اور لکھا کہ تمام مکاتبت سے معلوم ہوا کہ یہ فن

بڑا مشکل ہے حالانکہ یہ خلاصہ ہی بیّن دلیل ہے اسکے سہل ہونے کی مگر پھر سہل کو مشکل سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ چاہتے یہ ہیں کہ کچھہ کرنا نہ پڑے انکو مکاتبت سے یہ معلوم ہوا کہ اس میں کچھ کرنا بھی پڑیگا بس گھبرا گئے۔ اسکی ایسی مثال ہے جیسے بچہ دودھ بھی نہ پئے جو نہایت سہل ہے اور یوں کہے کہ مجھکو کچھ کرنا نہ پڑے بلکہ دوسرا ہی کسی طرح دودھ پلا دے حالانکہ جسکو ملا ہے کرنے ہی سے ملا ہے اور جہاں بدون کچھ کئے صورۃً کچھ ہوگیا ہے وہاں بھی پہلے کچھ کر لیا ہے تب ہی کچھ ملا ہے گو بعض جگہ کرنے والیکو بھی حقیقت معلوم نہ ہوئی ہو جیسے ایک شخص نے عنّت کی شرمندگی میں سنکھیا کھالیا مقدار مہلک تھی مگر مزاج اس قدر بارد تھا کہ اس کا متحمل ہوگیا اور عورت پر قادر ہوگیا مگر ایسا شاذ و نادر ہے بعض کو شبہ ہو جاتا ہے کہ اکثر اہل علم کو جلد نفع ہوتا ہے گو یا بے کئے ہی مقصود حاصل ہو جاتا ہے اس سے آپ یہ سمجھتے ہونگے کہ بدون مجاہدہ کے کام ہوگیا مگر ایسا ہرگز نہیں وہ جو دس برس یا بیس برس تک کتاب کو سامنے رکھکر آنکھیں سینکتے رہے ہیں اور تمام تمام شب اور تمام تمام دن رٹتے رہے ہیں یہ کیا تھوڑا مجاہدہ ہے۔ اسی مجاہدہ سے ان میں استعداد پیدا ہوگئی سو کام مجاہدہ ہی سے ہوا۔ اول مجاہدہ ہوا پھر مقصود کی اہلیت و استعداد پیدا ہوگئی اور کسی کامل کی توجہ سے وہ مستقل اور راسخ ہوگئی۔ باقی اگر نری توجہ سے کوئی کیفیت پیدا ہوگئی تو وہ بھی مستقل نہ ہوگی ایک عارضی ہوگی جیسے جبتک لحاف میں رہے گرمی ہے باہر نکلے پھر وہی ٹھنڈے کے ٹھنڈے کیونکہ وہ گرمی عارضی بات تھی اور ایک گرمی انڈے کے حلوے کہانے سے ہوئی تھی سو یہ گرمی مستقل ہوگی سو نری توجہ کوئی چیز نہیں بلکہ اصل چیز تربیت ہے سو اس میں عمل کی تعلیم لازم ہے اور بدون تربیت و مجاہدہ کے انسان قطب اور غوث تو ہو سکتا ہے مگر مقصود حاصل نہیں کر سکتا اور مجاہدہ بھی کوئی معین مدت کا نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ آدمی ساری عمر اسی اُدھیڑ بُن میں لگا رہے اور یہ لگا رہنا ہی بڑی دولت بڑی نعمت ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

اور عشاق کی تو مجاہدہ دائمی میں یہی شان ہوتی ہے کہ انکی ساری عمر رونے پیٹنے میں کٹتی ہے آنکھ سے یا دل سے جسکا چشمہ وہی عشق و محبّت ہے اسی کو کسی نے خوب کہا ہے ؎

یارب چہ چشمہ ایست محبّت کہ من ازاں یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

اور واقعی محبّت ایسی ہی عجیب چیز ہے کہ اس کا ایک قطرہ اخیر میں دریا سے بھی بڑھ جاتا ہے اس عاشق کو اگر قطبیت ملتی ہے تو کہتا ہے کہ حضرت معاف فرمایئے اسلئے کہ عاشق کو ان چیزوں سے کیا تعلق اسکی

تو یہ شان ہے ؎

هنیأ لأرباب النعیم نعیمهم　　　وللعاشق المسکین ما یتجرع

بعض اہل ظاہر نے ولا تلقوا بأیدیکم الی التهلكة سے استدلال کیا ہے ان مجاہدات اور ریاضات کی ممانعت پر کہ اس میں ہلاکت ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مجاہدہ ہلاکت ہے اسلئے اُس سے منع کرتے ہیں مگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم اسی سے ترغیب مجاہدہ پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ عشاق کے نزدیک ترک مجاہدہ ہلاکت ہے اسلئے وہ ترک سے منع کرتے ہیں عجیب لطیف جواب ہے غرض کام کرنا ضروری ٹھہرا مگر اخلاص کی ساتھ پھر اگر کوئی ملامت کرے یا ریاء وغیرہ کا شُبہ کرے پروا بھی نکرنا چاہئے اسپر ایک لطیفہ یاد آیا ایک نقشبندی کی ایک چشتی سے گفتگو ہوئی نقشبندی نے کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ تم ذکر جہر کرتے ہو چشتی نے کہا کہ ہمنے سنا ہے کہ تم ذکر خفی کرتے ہو۔ مطلب نقشبندی کا اعتراض کرنا تھا کہ جہر میں ریا واظہار ہے حتی کہ اُسکی خبر ہم تک پہونچ گئی اور چشتی کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ تمہارے خفی کی خبر ہم تک پہونچ گئی سو یہ بھی ریاء ہے تو ہم اور تم اس میں دونوں برابر ہو گئے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ذکر جہر کی تعلیم فرمائی اُس نے عرض کیا کہ حضرت اس میں تو ریاء ہو جاویگی ذکر خفی کر لیا کروں فرمایا کہ جی ہاں اس میں ریاء نہیں ہے کہ گردن جھکا کر بیٹھ گئے چاہے سو ہی رہے ہوں مگر دیکھنے والا سمجھے کہ نہ معلوم عرش کرسی کی سیر کر رہے ہیں یا لوح وقلم کی تو صاحب اظہار کا نام ریا نہیں ہے مقصد اظہار کا نام ریاء ہے اور اگر ریاء ایسی ہی سستی ہے تو اسلام کا اخفاء کیوں نہیں کرتے جو اصل جڑ ہے۔ ایک نقشبندی درویش سے میری گفتگو ہوئی وہ میری طالب علمی کا زمانہ تھا لڑکپن تھا انہوں نے کہا کہ ذکر جہر میں ریا ہے میں نے کہا کہ کیا اذان میں بھی ریاء ہے چُپ رہ گئے حالانکہ یہ جواب محض ایک طالبعلمانہ جواب تھا کیونکہ اس کا مقصود تو بدون جہر کے حاصل ہی نہیں ہو سکتا یعنی اعلان وقت نماز مگر لڑکپن کا زمانہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اذان سے مقصود صرف وقت کا اعلان ہی ہے یا ذکر بھی ہے فرمایا کہ دونوں ہیں ذکر بھی اعلان بھی اور خیر یہ قیل وقال تو نکتے ہیں مگر جہر میں اصل مصلحت یہ ہے کہ خطرات نہ آویں اسلئے ہلکے ہلکے آواز سے ہو تاکہ مقصود بھی حاصل ہو جاوے اور دوسروں کو بھی تکلیف نہ ہو قصد السبیل میں اسکی ضروری بحث بہت اچھی ہے اسکو دیکھ لیا جاوے۔

(ملفوظ ۲۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلدین بڑے ہی بے ادب ہوتے ہیں ان میں بیباکی

۲۴

بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ بعضوں کو دیکھا بالکل روکھے روکھے ہر بات میں کھرا پن چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذرا ملاحت نہیں یہ تو ظاہری رنگ ہے اور باطنی رنگ یہ کہ فہم میں عمق نہیں۔ اسپر ایک حکایت یاد آئی کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ معظمہ میں ایک غیر مقلد عالم کی گفتگو ہوئی حضرت نے ان سے پوچھ لیا تھا کہ مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ ہے یا نہیں اسپر وہ نہایت خشکی سے کہنے لگے کہ مدینہ منورہ جانا کچھ فرض تو نہیں جسکا اتنا اہتمام کیا جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ بیشک فتوے سے تو فرض نہیں مگر عشق و محبت کی رو سے تو فرض ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا معلوم بھی ہے کہ بناء ابراہیمی تو قبلہ ہو بناء داؤدی و سلیمانی قبلہ ہو اور حضور کی بناء قبلہ نہ ہو وہ ضرور قبلہ ہوتی مگر حضور کی شان عبدیت کے غلبہ سے حکمت الٰہیہ نے اسکو منظور نہیں فرمایا ورنہ سب قبلہ منسوخ ہوکر حضور ہی کی بناء قبلہ ہوتی۔ اسپر کہنے لگے کہ خیر تو حضور کی بناء یعنی مسجد نبوی کی زیارت کے قصد سے جانیکی فضیلت مُسَلَّم ہے باقی قبر شریف کی زیارت کا قصد سے سفر نکرنا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا اس مسجد میں تو شرف حضور ہی کے طفیل سے ہوا تو جسکی اصلی فضیلت ہو اسکا تو قصد جائز نہ ہو اور جسکی فضیلت فرعی ہو اسکا جائز ہو عجیب بات ہے یہ مکالمہ طویل تھا میں نے مختصر نقل کیا ہے اخیر میں وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ زیارت قبر شریف کے متعلق ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ایک شخص نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سفر زیارت قبور کے متعلق سوال کیا تھا آپنے کیسی عجیب سلامتی اور ادب کی بات فرمائی کہ اگر خود انسان احتیاط کرے تو کرے یعنی خود نہ جائے مگر منع کرنے میں دوسروں پر تشدد تو نہ کرنا چاہیئے۔ ہمارے حضرات کے اعتدال کا یہ طرز تھا افسوس پھر ان حضرات کو بدعتی بدنام کرتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتے ہیں اور بزرگوں کے مخالف ہیں استغفر اللہ ایسا الزام محض جہل اور بددینی ہے جو بڑی بلا ہے۔ غرض افراط اور تفریط سے دونوں طبقے خالی نہیں یعنی بدعتی اور غیر مقلد۔ میں ایک مرتبہ قنوج گیا ہوا تھا ایک غیر مقلد نے میری دعوت کی میں نے قبول کرلی بعض احباب نے منع کیا کہ خلاف احتیاط ہے۔ میں نے کہا کہ اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو ہمارے دین کا کیا نقصان ہے اُس کا دین تباہ ہو گا۔ مقصود میرے اس کہنے کا یہ ہے کہ ہم تو بلا وجہ بدگمانی کسی کی طرف نہیں کرتے اور یہ ہماری طرف بلا دلیل بدگمانی اور بدزبانی دونوں کرتے ہیں یہ کونسے دین اور عقل کی بات ہے۔

۴۲۵

(ملفوظ ۴۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک میں ایک لیڈر مولوی صاحب نے مجھسے بذریعہ خط تحریکی مسائل پر گفتگو کرنے کیلئے آنے کی اجازت چاہی میں نے لکھا کہ گفتگو سے دو مقصود ہو سکتے ہیں۔

افادہ یا استفادہ - اگر افادہ مقصود ہے تو وہ تبلیغ ہے اس میں میرا کام صرف استماع ہو گا میرے ذمہ جواب نہ ہو گا جواب کا مطالبہ نہ کیجئے - اور اگر استفادہ مقصود ہے تو استفادہ ہوتا ہے تردد کے بعد تو پہلے اپنے تردد کا اقرار کیجئے یعنی بذریعہ اشتہار اعلان کر دیجئے کہ مجھکو ابتک تردد نہ تھا مگر اب ہو گیا - جواب آیا جو چاہو سمجھو لو مگر مجھکو آنے دو - چنانچہ آئے اور خفیہ گفتگو کرنا چاہا - میں نے بعض مصالح سے اسکو پسند نہ کیا آخر خالی واپس چلے گئے - ایک واقعہ ایک اسکول کے ماسٹر کا ہے انہوں نے بعض شبہات روافض کا جواب چاہا میں نے لکھا کہ زبانی گفتگو کر لو انہوں نے آنے پر رضامندی ظاہر کی اور ایک یہ بیہودہ شرط لگائی کہ میں آپ کا کھانا نہ کھاؤں گا کیونکہ اس سے میں آپ کا نمک خوار ہو جاؤں گا پھر گفتگو نہ کر سکوں گا - بعضے آدمی بڑے ہی بدفہم ہوتے ہیں چنانچہ میں اس پر راضی ہو گیا اور اس شرط سے وست بردار ہو گئے - الحمد للہ شفا حاصل کر کے گئے - چلتے وقت میں نے انکو مخالفین کی کتابیں دیکھنے سے منع کر دیا - ایک واقعہ ایک غیر مقلد کی گفتگو کا ہے بہت سی قیل وقال کے بعد آخر میں میں نے ان سے یہ کہا کہ آپ لوگ میں دو مرض ہیں - ایک بدگمانی - ایک بدزبانی اگر یہ نہ ہو تو آدمی تحقیق کر کے اسکی سمجھ میں جو حق ہو بشرطیکہ نیت خراب نہ ہو اور اصول شریعت سے تجاوز نہ ہو اس پر عمل کرے اسکو کون برا کہتا ہے گو تقلید کے مسئلہ میں وہ اختلاف ہی رکھے مگر شیعوں کی طرح تبرائی بننا یہ کسی طرح دین نہیں اس سے تو صاف بد نیتی کا پتہ چلتا ہے یہ واقعہ قنوج کا ہے - اور وہاں ہی کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ میں ایک مرتبہ قنوج گیا وہاں کچھ لوگ غیر مقلد بھی ہیں - حنفی انکو جامع مسجد میں آنے نہیں دیتے تھے اور وہ وعظ سننے کیلئے آنا چاہتے تھے - میں نے کہا کہ آنے دو اور آمین بالجہر کی بھی اجازت دیدی کیونکہ اگر طبیعتوں میں سلامتی ہو فساد نہ ہو تو اختلافی اعمال میں ہمارا حرج ہی کیا ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ اکثر امور میں فساد اور شرارت کی جاتی ہے حتی کہ آمین بالجہر میں بھی نیت دوسروں کو مشتعل کرنے کی ہوتی ہے اسی لئے آمین بالجہر اس طرح کرتے ہیں گویا آمین کی اذان دیتے ہیں جو کہیں منقول نہیں غرض نماز جمعہ کے بعد احباب کے اصرار پر جامع مسجد میں بیان کیا گیا اور اس میں میں نے یہ بھی کہا تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی موافق اپنی بیویوں سے کہدو کہ اگر احکام کا اتباع نہ کرو گی تو ہم تم کو نہ رکھیں گے اور یہ محض زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ اگر وہ تائب نہ ہوں اور احکام کا اتباع نہ کریں تو اس سنت پر عمل کرو - یہ میں نے قصداً اسلئے کہا کہ معلوم ہوا کہ رسوم متعارفہ ان لوگوں کے گھروں میں ہیں تو مقصود میرا یہ تھا کہ آمین اور رفع یدین میں تو اتباع سنت کا دعوی ہے اور رسوم میں اس سنت پر عمل کیوں نہیں

میں اسکی قدر کرتا ہوں کہ یہ سنکر اپنے گھر جا کر حنفیوں نے تو نہیں کہا مگر غیر مقلدوں نے جاکر بالاتفاق کہدیا عورتوں کے کان کھل گئے اور اصلاح ہو گئی۔ اسی سلسلہ میں ایک غیر مقلد کا واقعہ یاد آیا کہ ان کا میرے پاس خط آیا کہ میں غیر مقلد ہوں اور بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے لکھا کہ یہ بتلاؤ کہ میری بھی تقلید کروگے یا نہیں بس گم ہو گئے۔ کیونکہ ایک شق پر تو مقلد بنتے ہیں اور دوسری شق پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب میرا کہنا نہ مانوگے تو بیعت کیسی اور اس لاجواب ہو جانے کی وجہ یہ تھی کہ ان صاحبوں میں سمجھ نہیں ہوتی یوں ہی اوپر اوپر چلتے ہیں ورنہ اس کا جواب بہت آسان تھا یوں لکھتے کہ تمہاری تقلید کروں گا اور اسپر جو شبہ ہوتا کہ امام صاحب کی تو تقلید کرتے نہیں اور میری کروگے اس کا یہ جواب دیتے کہ امام ابوحنیفہ رح کی تقلید تو احکام میں کرتے ہیں اور تمہاری تقلید تدابیر میں ہوگی مثل طبیب جسمانی کے کہ اسکی بتلائی ہوئی تدابیر پر عمل کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی اجتہادی ہیں مگر احکام تو نہیں لیکن یہ چیزیں ان کے ذہن میں کہاں آسکتی ہیں ایک نیچریوں کے مولوی صاحب سے علیگڈھ میں گفتگو ہوئی اُنہوں نے ایک حدیث کا راز پوچھا میں نے کہا احکام کے اسرار معلوم کرنے کی آخر غایت کیا ہے مقصود عمل ہے نہ کہ تحقیق اسرار گو اللہ کا شکر ہے کہ بزرگوں کی برکت سے بہت سی ایسی چیزیں بھی معلوم ہیں لیکن ہر چیز کے بتلانے پر میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز　　ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست

باقی اہل تحقیق اور اُن کے غلام اسکی پروا نہیں کرتے کہ نہ بتلانے پر یہ کیا سمجھیں گے کہ ان کو کچھ آتا نہیں۔ کچھ ہی سمجھا کریں ہاں کبھی کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکے اسرار اور راز بھی بیان کر دیتے ہیں ورنہ اصل مسلک ان کا وہی ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی　　بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

اور کسیکے معتقد غیر معتقد ہونے کی ان کو پرواہی کیسے ہوتی ان پر تو عشق و فنا اس قدر غالب ہوتا ہے کہ اُس سے ان حضرات کی شان ہی دوسری ہو جاتی ہے ان کی ہر چیز اور تمام احوال میں اسی محبت اور عشق کی شان جھلکتی ہے ان کی ہر ادا سے دوسرے ہی عالم کا پتہ چلتا ہے اور اسکے مصداق ہوتے ہیں

عشق آن شعلہ ست کو چوں بر فروخت　　ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

گلزار ابراہیم میں اسی کا ترجمہ ہے ؎

عشق کی آتش ہے ایسی بد بلا　　دے سوا معشوق کے سب کو جلا

غرض ان کی وہ حالت ہوتی ہے کہ سوائے ایک کے سب کو فنا کئے ہوئے ہوتے ہیں پھر ان کو کسی کے اعتقاد و عدم اعتقاد سے کیا بحث اسلئے بلا ضرورت وہ علوم کو ظاہر نہیں کرتے ورنہ ان کے علم کی تو یہ شان ہوتی ہے، جسکو مولانا فرماتے ہیں ؎

بینی اندر خود علوم انبیا — بے کتاب و بے معید و اوستا

اور اگر تم بھی ایسے اسرار معلوم کرنا چاہتے ہو تو اس کا یہ طریق نہیں ہے کہ ان حضرات کو پریشان کرو اور وہ کچھ بتلا بھی دیں تو اس سے کفایت نہیں ہوتی بلکہ اس کا بھی صرف یہی واحد طریق ہے جس طریق سے انکو یہ دولت ملی یعنی خدا اور رسول کے احکام کا اتباع کرو خدا کے برگزیدہ بنو اور اس اتباع کا صحیح طریق بزرگوں سے معلوم کرو انکی صحبت اختیار کرو اور صحبت تو بڑی چیز ہے ان کا تو چہرہ دیکھنے سے بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے اور یہی صحبت اس راہ کیلئے منزل مقصود کی اول سیڑھی ہے ان کا جلیس محروم نہیں رہتا اور اس کی برکت سے شبہات وغیرہ کافور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں اور سچ فرماتے ہیں ؎

اے لقاء تو جواب ہر سوال — مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

مگر اسکے نافع ہونے کی ایک شرط بھی ہے وہ ضرور یاد رہے اور وہ اخلاص و اعتقاد کیساتھ اتباع ہے اور اگر اتباع نہیں تو پھر محض صوری قرب کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص طبیب کے پاس بیٹھے مگر دوا نہ کرے اور کوئی سوال کرے کہ میاں طبیب کے دوست ہو کر بیمار رہتے ہو تو یہی جواب ہوگا کہ مرض کا ازالہ محض طبیب کے پاس بیٹھنے سے تھوڑا ہی ہو سکتا ہے اُسکے پاس بیٹھنے سے تو نسخہ معلوم ہو جائیگا وہ بھی اس وقت جبکہ تم اُسکے سامنے پھوٹکر اپنا سب حال کہو۔ باقی صحت تو نسخہ کے استعمال سے ہوگی اسی استعمال نسخہ کی نسبت مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو — پیش مردے کاملے پامال شو

(ملفوظ ۴۲۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل کے نیچری اور لیڈر اکثر عقل سے کورے ہیں جب عقل صحیح ہی نہیں پھر ایسی عقل میں احکام اسلام کیسے آویں عقل ہو تو بقدر ضرورت آویں بھی اجمالاً یا تفصیلاً پھر نماز نہیں روزہ نہیں زہد نہیں تقویٰ نہیں ان اعمال سے بھی عقل میں نور پیدا ہوتا ہے اسی ا[illegible] شبہ پر شبہ کہ ہماری عقل میں نہیں آتے۔ اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی اندھا کہے کہ ہمکو تو یہ نظر نہیں

کہ یہ چیز سفید ہے یا سُرخ تو اسپر یہی کہا جائیگا کہ اگر نگاہ ہو تو نظر آوے جب نگاہ ہی نہیں تو نظر کیسے آوے اسی طرح یہاں بھی جواب دیا جائیگا کہ عقل ہو تو عقل میں کچھ آوے جیسے اگر مشکیزہ یا پیالہ ہو تو اس میں پانی آوے اور جب یہ ہی نہ ہوں تو پانی کس چیز میں آوے قصور تو اپنا اور الزام اور اعتراض احکام اسلام پر جیسے ایک حبشی سفر میں چلا جارہا تھا دیکھا کہ رستہ میں ایک آئینہ پڑا ہے اسکو اُٹھا کر جو دیکھا تو اس میں ایک کالی بھیانک صورت موٹے موٹے ہونٹ بھدی اور بیٹھی ہوئی ناک عجب ایک بدصورت شکل نظر آئی اُس آئینہ کو دور پھینک کر مارا اور کہا کہ اگر ایسا بدصورت اور بدشکل نہ ہوتا تو تجھکو یہاں کون پھینک جاتا اب بتلائیے کہ کیا یہ آئینہ کا قصور تھا اُس میں کونسی ایسی چیز تھی کہ جسپر یہ الزام اور اعتراض کیا۔ جناب ہی کی صورت تھی جسکے یہ اوصاف خود ہی بیان کیئے اسی طرح احکام شریعت تو آئینہ ہیں اور بالکل بے غبار اور صاف شفاف صیقل شدہ ان میں کونسا نقص ہے سب نقص جناب ہی کے اندر ہیں۔ دوسری مثال غلط بینی کی اور سُنئے اکثر دیکھا ہوگا کہ جب سٹیشن پر دو گاڑیوں کا میل ہوتا ہے تو ایک پہلے چھوڑی جاتی ہے تو بعض اوقات جو گاڑی کھڑی ہے اُسکے مسافروں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چل رہی ہے اور چلنے والی گاڑی کھڑی ہے۔ تو چل تو رہا ہے اپنا دماغ اور دیوانے خود ہیں عقل اپنے اندر نہیں بدفہمی کوٹ کوٹ کر اپنے اندر بھری ہوئی ہے اور عیب ناک سمجھتے ہیں دوسروں کو۔ ایک تیسری مثال سُنئے مثلاً ایک شخص کہے کہ میاں تمام زمین آسمان گھوم رہے ہیں تمام درخت اور سڑک اور مکانات، حرکت میں ہیں اُس سے کہا جاویگا کہ بھائی تمہارا سر گھوم رہا ہے چکر تمہارے دماغ میں ہے تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے اسپر وہ کہے کہ کیا غضب ہے کہ تم میرے مشاہدہ کی تکذیب کرتے ہو اسپر حقیقت شناس کہے گا کہ تیرے مشاہدہ کی تکذیب نہیں مشاہدہ تیرا صحیح ہے مگر مشاہدہ کا آلہ ماؤف ہے تو جناب حقیقت کے عدم انکشاف پر انسان کچھ سی کچھ سمجھنے لگتا ہے اور دور حقیقت سے جا پڑتا ہے تو یہی حالت آجکل کے عقلاء کی ہے پھر اسپر دعوی ہے کہ ہم قوم کی کشتی کے ناخدا ہیں ایسوں ہی کی بدولت مسلمانوں کو نقصان پھونچ رہا ہے ہر روز ایک نیا لباس بدل کر پلیٹ فارموں اور ممبروں پر آ کھڑے ہوتے ہیں ہر روز ایک نئی قسم کا لیکچر ہوتا ہے ہر روز ایک نیا ترانہ اور نیا نغمہ سناتے ہیں جسمیں ترقی کیلئے بہت کچھ زور لگا چکے ہیں اور لگا رہے ہیں اور لگا دیں گے۔ مگر مسلمانوں کا بجائے ترقی کے تنزل ہی کی طرف رُخ جارہا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر مقصود ترقی ہے اور چاہتے ہو کہ قوم کی فلاح اور بہبود کا سامان ہو اور اُسیکے لئے تم یہ سب کچھ کر رہے ہو تو عقل کے دشمنوں جیسے

تم یہ مخترع تدابیر اختیار کر رہے ہو اور تجربہ سے غلط ثابت ہو رہی ہیں آخر خدا اور رسول کی تبلائی ہوئی تدا
سے تمکو کیوں ضد اور نفرت ہے اور انکو کیوں نہیں اختیار کرتے۔ چند روز کیلئے انکو بھی تو باعتقاد دین نہیں
بلکہ تدابیر ہی کا درجہ سمجھکر اختیار کر کے تو دیکھو یعنی اگر اس خیال سے اختیار کرنے کی ہمت نہ ہو کہ ان
دین میں کیا درجہ ہے اور اسپر خدا اور رسول کی خوشنودی ہوگی تو محض بطور امتحان ہی کے کر کے دیکھ لو
اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دلخراش   آزموں را ایک زمانے خاک باش

بہت دن بتوں کی پرستش کرتے ہوئے ہو گئے سوائے ذلت اور خواری کے کچھ پلے نہ پڑا اب در
خدا کو راضی کر کے اور ان کے سامنے ناک ماتھا رگڑ کر دیکھ لو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ چند دن
میں کایا پلٹ ہو جائیگی اسی کی تعلیم ہے ؎

چند خوانی حکمتِ یونانیاں   حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

اور وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ بات تحقیق کو پہونچ چکی ہے کہ بدون مشروع تدابیر کے اختیار کئے ہوئے
مسلمانوں کی فلاح اور بہبود مشکل بلکہ محال ہے اور یہ میرا دعویٰ بلا دلیل نہیں اور دلیل بھی ایسی کہ
جسکا تم مشاہدہ کر رہے ہو کہ اس وقت تک غیر مشروع تدابیر اختیار کرنے پر تمکو ناکامی ہی ناکامی رہی
غیر مشروع تدابیر میں خیر و برکت کہاں کیونکہ سب اسباب تو انہیں کے قبضہ قدرت میں ہیں بدون ان کی
مشیت کے نری تدابیر و اسباب سے ہوتا کیا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند   بامن و تو مردہ باحق زندہ اند

اور ان کی مشیت اہل ایمان کیلئے عادۃً بدون رضا کے ہوتی نہیں پھر کامیابی کہاں اگر تمنے یہ طریقہ
اختیار نہ کیا تو تمہاری ان تدابیر غیر مشروع پر یہ حالت ہوگی کہ بجائے کسی بہبود اور فلاح کے خسارہ
ہی خسارہ ہوگا۔ پس ترقی کی تدابیر بھی اہل دین ہی سے حاصل کرو وہی تمہارے سچے خیر خواہ ہیں او
ان سے حاصل نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ ابھی تمہاری فلاح اور بہبود کے دن نہیں آئے اور تدابیر کے
معلق بالمشیۃ ہونیکے ہزاروں واقعات ہیں کہ قاعدہ سے تدابیر صحیح مگر اثر کا ترتب ندارد۔
مولانا نے مثنوی میں پہلی حکایت میں اسی کا بیان فرمایا ہے کہ ایک بادشاہ ایک کنیزک پر عاشق تھا
بیمار ہوئی بادشاہ نے اپنی قلمرو کے تمام طبیبوں کو جمع کر لیا اور یہ کہا کہ اگر میری محبوبہ صحت یاب ہوگئی

میری بھی زندگی ہے ورنہ میری بھی موت ہے اسپر تمام اطبا اور ڈاکٹروں نے بالاتفاق عرض کیا جسکو مولانا فرماتے ہیں ؎

جملہ گفتندش کہ جانبازی کنیم / فہم گرد آریم انبازی کنیم
ہر یکے از ما مسیحے عالمے ست / ہر الم را در کف ما مرہمے ست

مولانا ان کی مادہ پرستی کو بیان فرماتے ہیں ؎

گر خدا خواہد نہ گفتند از بطر / پس خدا بنمود شان عجز بشر

اور اس پر جو نتیجہ ہوا اس کو فرماتے ہیں ؎

ہر چہ کردند از علاج و از دوا / رنج افزوں گشت حاجت ناروا
شربت و ادویہ و اسباب و / از طبیباں برد یکسر آبرو
از قضا سر کنگبیں صفرا فزود / روغن بادام خشکی می نمود

یعنی نفع کچھ نہ ہوا اور مرض میں ترقی ہی ہوتی رہی اسکے بعد بیان فرمایا ہے کہ کوئی بزرگ بابرکت تشریف لائے اور انہوں نے الہامی تدبیر کی اور کامیابی ہوگئی غرض تدابیر کی تاثیر موقوف ہے مشیت پر اور مشیت مسلمان کیلئے موقوف ہے رضا پر اسلئے کہتا ہوں کہ بدون حق جل علی شانہ کو راضی کئے ہوئے اور مشروع تدابیر کو اختیار رکئے ہوئے مسلمانوں کو فلاح اور بہبود میسر ہونا محال ہے اس کا صرف ایک ہی علاج ہے جو میں تم کو بتلا چکا کہ اللہ اور رسول کو راضی کرنیکی فکر اور مشروع تدابیر کو اختیار کرو اپنے دوست دشمن کو پہچانو سلیقہ اور طریقہ سے کام کرو اور جو کام بھی کرو متحد ہو کر کرو ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے اپنے کو چھوٹا سمجھے اور یہ چھوٹا سمجھنا ہی صورت اتفاق کی ہے اور آجکل کی یہ ساری خرابیاں بڑے بننے کی ہیں اور یہ سب ضروری تفصیل ہے تدابیر مشروعہ کی ان کو اختیار کرو۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ فتح اور نصرت تمہاری لونڈی غلام بنکر تمہارے ساتھ ہوگی۔ کیا تم نے اپنے سلف کے کارنامے نہیں سنے کہ مادیات کا ان کے پاس نام و نشان نہ تھا ہر طرح کی بے سروسامانی تھی مگر بڑے بڑے قیصر اور کسریٰ اور بڑی بڑی جماعتیں منظم غیر مسلم اقوام کی ان سے لرزاں اور ترساں تھیں آخر کیا چیز ان کے پاس تھی وہ صرف ایک ہی چیز تھی جسکا نام تعلق مع اللہ ہے ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق تھا بس سب اسکی برکت تھی۔ ہمارے اندر اسی کی کمی ہے اسلئے ذلیل و خوار ہیں حق تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں کہ صحیح طریق پر چلیں

اور دارین کی فلاح پر فائز ہوں۔

(ملفوظ ۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جیسے آجکل مدعی بیدار مغز ہیں اور ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں پہلے بھی ایسے گذر چکے ہیں۔ ایک بادشاہ کی حکایت ہے کہ اُس کا وزیر سے اس مسئلہ میں خلاف رہا کرتا تھا کہ مُلّانے عاقل ہوتے ہیں یا بے عقل۔ بادشاہ ان کا معتقد تھا۔ ایک دن بادشاہ حوض پر بیٹھے ہوئے تھے دیکھا کہ ایک طرف سے ایک خستہ حال شکستہ بال طالب علم بغل میں کتابیں دبائے آرہے ہیں بادشاہ نے امتحان کیلئے ان طالب علم کو بلایا اور وزیر سے سوال کیا کہ میاں وزیر یہ بتلاؤ کہ اس حوض میں کے کٹورے پانی آسکتا ہے۔ عرض کیا کہ حضور کٹورہ کو ماپ ماپ کر پانی حوض میں بھرا جائے تب شمار میں آسکتا ہے کہ کتنے کٹورے حوض میں آسکتا ہے۔ بادشاہ نے طالب علم سے کہا کہ مولوی صاحب آپ بھی یہ بتلا سکتے ہیں کہ اس حوض میں کے کٹورے پانی آسکتا ہے اُن طالب علم نے فی الفور جواب دیا کہ یہ سوال ہی مہمل ہے اول تعیین چاہئے کہ کٹورا کتنا بڑا ہے اگر وہ حوض کی برابر ہے تو ایک کٹورا پانی آویگا۔ اور نصف ہے تو دو کٹورے اسی طرح سے نسبت سے حساب لگالیجئے۔ تب بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ دیکھی بیدار مغزی۔ ایک آپ کا جواب ہے بالکل ناکافی۔ طالب علم نے ایک مختصر جواب میں سب جھگڑا ختم کردیا۔ بتلاؤ زیادہ عاقل کون ہے۔ ان مدعیوں کو یہ دھوکہ اسلئے ہوتا ہے کہ یہ تجربہ اور عقل کو ایک سمجھتے ہیں خود یہی بڑی غلطی ہے جسمیں ان کو ابتلاء ہورہا ہے۔ حالانکہ یہ دو چیزیں الگ الگ ہیں تجربہ اور چیز ہے عقل اور چیز ہے تو ان مُلّانوں کو چونکہ تجربہ کے کاموں سے سابقہ نہیں پڑتا اسلئے ان کو تجربہ نہیں ہوتا اور ویسے کامل العقل ہوتے ہیں۔ ایک بڑی دلیل ان کے عاقل ہونے کی یہ ہے کہ یہ بات عقل ہی کی تو ہے کہ انجام اور آخرت کی فکر ہے اور وہ عقل جسکو آجکل کے بیدار مغز عقل کہتے ہیں اُس سے بیشک ان صاحبوں کو بُعد ہے مگر وہ واقع میں بُعد ہی کی قابل بھی ہے مولانا اسیکو فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دور اندیش را — بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

ایسی عقل سے تو یہ دیوانگی ہی مُبارک ہے اسلئے کہ جو اپنے محبوب کے راستہ میں سدّ راہ ہو اُس سے زیادہ مبغوض اور منحوس اور کیا چیز ہوگی۔ کسی عاشق سے پوچھو اسی کو نقل فرماتے ہیں ؎

باز دیوانہ شدم من اے حبیب — باز سودائی شدم من اے طبیب

اور فرماتے ہیں ؎

۳۲

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد　　　مرعسس را دیدو در خانہ نہ شد

ان مدعیوں کا مبلغ پرواز محض تجربہ اور فیشن ہے۔ یہ تجربہ کو اور کوٹ پتلون پہن لینے کو عقل سمجھتے ہیں یہ تو کوئی عقل کی بات نہیں البتہ اسکو اکل کہہ سکتے ہیں ایسے لوگ عاقل کہلائے جانے کے قابل نہیں البتہ آکل ہیں کہ ہر وقت پیٹ بھرنے کی فکر ہی کا غلبہ رہتا ہے۔ پھر اسپر دوسروں پر بے عقلی کا الزام۔

ملفوظ ۱۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل زمانہ نہایت ہی پُر فتن ہے۔ اس میں تو لوگوں کے ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہیں چہار طرف سے بددین ملحد زندیق بنانیکی سعی اور کوشش کی جا رہی ہے اسلئے بزرگوں کی صحبت کی سخت ضرورت ہے اور اس موجودہ زمانہ کی حالت کو دیکھتے ہوئے میں تو خاصان حق کی صحبت کے فرض عین ہونیکا فتویٰ دیتا ہوں ان کے ساتھ وابستہ رہنے سے لوگ اپنے ایمانوں کو سلامت تو رکھ سکیں گے جو چیز شرط ہو دین اور ایمان کے حفاظت کا اسکے فرض عین ہونے میں کیا کسی کو شبہ ہوسکتا ہے۔

ملفوظ ۱۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب کوئی کام بیقاعدہ اور بے اصول کیا جائیگا اس کا انجام بجائے کسی منفعت اور نفع کے ضرر ہی ہوگا۔ آجکل اسی کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ عوام بھی قرآن کا ترجمہ خود دیکھتے ہیں کسی اُستاد سے نہیں پڑھتے۔ پھر اس میں فن نہ جاننے کی وجہ سے اگر شبہات پیدا ہوتے ہیں تو ان کو کسی جاننے والے سے پوچھتے بھی نہیں اس سے وہ شبہات ذہن نشین ہوجاتے ہیں اور اچھے خاصے ملحد ہوجاتے ہیں۔ ان سے کوئی یہ تو پوچھے کہ انگریزی جاننے کیواسطے کیوں استاد تلاش کرتے ہو اور کیوں برسوں وقت ضائع کرتے ہو۔ زبان میں مناسبت پیدا کرنیکے لئے تو صرف چھ ماہ کافی ہیں اور زیادہ سے زیادہ ایک سال رکھ لو یہ دس دس برس کیوں کالجوں اور اسکولوں میں دماغ مارتے ہو تو پھر قرآن شریف کیواسطے استاد اور وقت کی ضرورت کیوں نہیں۔ اِس میں اور اُس میں فرق کی کیا وجہ ہے۔ مشاہدہ شاہد ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ گو اُردو ہی میں ہو خود دیکھنا اور کسی استاد سے سبقاً سبقاً نہ پڑھنا بجائے ہدایت کے سبب گمراہی کا ہوجاتا ہے۔ دیکھئے اُردو میں تو اقلیدس بھی ہے اسکی شکلوں وغیرہ کو بدون اسکے ماہر اُستاد کے کیوں نہیں سمجھ لیا جاتا یقینی بات ہے کہ بدون استاد اور ماہر فن کے تو ہمیشہ غلطیاں ہی کرے گا جیسے ایک شخص نے اس شعر کا لفظی ترجمہ دیکھکر اجتہاد بگھارا تھا ؎

دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست　　　در پریشاں حالی و در ماندگی

اس شخص کو ایک جگہ ایک دوست کسی دوسرے شخص سے لڑتا ہوا ملا جو بقدر قدرت انتقام بھی لے رہا تھا

یہ جو بھوپنچے انہوں نے جاکر دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ بس اس احمق کی بدولت اس غریب کی خوب کافی مرمت ہوئی اور خوب زدوکوب کیا گیا۔ بعد میں اس دوست نے دریافت کیا کہ جناب یہ کیا حرکت تھی تو فرماتے ہیں کہ شیخ سعدیؒ جیسا تجربہ کار بزرگ اور دانشمند فرما گیا ہے کہ ؎

دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست در پریشان حالی و در ماندگی

غنیمت ہے دست کا ترجمہ ہاتھ ہی سمجھا کہیں دیکھ لیا ہوگا ورنہ دوست کا پاخانہ ہی اُٹھا کر لایا کرتا بس یہی حالت آجکل کے مدعیوں کی ہے جو قرآن کا ترجمہ دیکھکر خود اجتہاد کرتے ہیں وہ اجتہاد اس شعر کے سمجھنے والے سے کم نہیں ایسوں ہی کی بدولت یہ دین کی گت بنی ہے ان کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک بڑھیا کے گھر میں شاہی باز جاگرا۔ لمبی چونچ خم کھائے ہوئے اور بڑے بڑے پنجے دیکھکر کہنے لگی کہا۔ یہ کس طرح کھاتا ہوگا کیسے چلتا ہوگا چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے بیچارہ اپاہج ہوکر رہ گیا تو جس طرح اس بُڑھیا بدفہم بدعقل نے اُس باز کیساتھ خیرخواہی اور ہمدردی کی تھی ایسی ہی ان لوگوں کی خیرخواہی اور ہمدردی اسلام کیساتھ ہے اگر ایسے ہی مُجتہد اور عُقلاء ہونگے تو بس دین کا اللہ ہی حافظ ہے ان کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میرو سگ وزیر و موش را دیوان کنند این چنین ارکان دولت ملک را ویران کنند

(**ملفوظ ۴۳۳**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ایک مرض تو ان جدید تعلیم یافتوں میں خاص طور پر پھیل گیا ہے وہ یہ کہ احکام کی لِم اور اسرار معلوم کرنے کیلئے ہر وقت پیچھے پڑے رہتے ہیں جس کا منشاء یا حاصل احکام کا اتباع چھوڑکر اپنی رائے اور عقل کا اتباع ہے اگر کوئی حکم عقل میں آگیا اور رائے کے موافق ہوا تو وہ بھی عمل کے درجہ میں نہیں بلکہ تسلیم کے درجہ میں قبول کرلیا ورنہ صاف انکار حضرت مُجدد صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ احکام کے اسرار اور لِم معلوم کرنا مُرادف ہے انکار نبوّت کا یعنی یہ شخص اپنی طرف سے احکام اتباع کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنی عقل اور رائے کا اتباع کرتا ہے بڑے کام کی بات فرمائی حقیقت یہی ہے جو مجدد صاحب نے فرمائی۔ اور آجکل تو بہت لوگوں نے اپنی اس عقل اور رائے کو بھی ایک طاغوت کی رائے پر فنا کردیا ہے تو اسی کی اتباع کو باعث فلاح اور بہبود سمجھتے ہیں اللہ و رسول کے احکام قرآن وحدیث کو بھی اسکی رائے کے موافق ہونے پر تسلیم کرتے ہیں آپ ہی بتلائیں کہ کہانتک خاموشی اختیار کی جاسکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو فرمائیں وہ قابل عمل نہ ہو اور اسکو اس وقت تک تسلیم نہ کیا جائے جبتک کہ اسکے

اسرار اور لِم اور مصالح نہ معلوم ہوجائیں یا کوئی طاغوت اسکی موافقت نکرے اور وہ طاغوت جو بھی زبان سے بکدے وہ بلا چون وچرا قابل عمل قابل تسلیم ہوجاوے اور غضب یہ کہ اسکے زبان سے نکلے ہوئے مضمون کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کریں اور افسوس تو یہ ہے کہ اس مرض میں بعض مولوی بھی مُبتلا ہوگئے جنکو اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت میسّر نہیں ہوئی یا اگر میسّر ہوئی تو کبھی اُنہوں نے اپنی اصلاح کی فکر نہیں کی اور ویسے مولانا مقتدانا شیخ المشائخ سب کچھ ہیں۔ مگر یہ سب ظاہری ہی ٹیپ ٹاپ ہے دل میں کچھ اور ہی بھرا ہوا ہے اسیکو ایک حکیم فرماتے ہیں ؎

از بروں چوں گور کافر پُر حلل ۔۔۔ و اندروں قہر خدا ئے عز و جل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید ۔۔۔ وز درونت ننگ می دارد یزید

اور اصل بات وہی ہے جو میں کہا کرتا ہوں کہ بدون کسی کامل کی صحبت میں بیٹھے ہوئے اور بدون جوتیاں کھائے ہوئے انسانیت نہیں پیدا ہوتی نہ قلب میں دین راسخ ہوتا ہے جو لوگ اس سے محروم ہیں ایسے لوگوں کا کچھ اعتبار نہیں گھڑی میں کچھ گھڑی میں کچھ جیسا دیکھا ویسا ہی گانا بجانا شروع کردیا اب اس بدفہمی اور بدعقلی کی کوئی انتہا ہے کہ جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو وہ مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھا جاوے کون عاقل اسکو تسلیم کرسکتا ہے پھر سمجھانے والوں کو الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اب بتلاؤ کون دشمن ہے طاغوت کا ماننے والا یا نہ ماننے والا۔ کہتے ہیں کہ وہ طاغوت بڑا عاقل ہے کچھ خبر بھی ہے اگر وہ عاقل ہوتا تو سب سے پہلے آخرت کی فکر ہوتی یعنی ایمان لاتا اور اگر چالاکی کے معنے عقل ہے تو شیطان اس سے زیادہ عاقل ہے اس چالاکی کی بدولت دُنیا کا اکثر حصہ اسکی اتباع میں مصروف ہے میں تو ایسے عقلاء کو کہتا ہوں کہ عاقل نہیں آکل ہیں عقل سے ان لوگوں کو کیا تعلق البتہ اَکل کے امام ہیں ہر وقت پیٹ کے دھندے میں لگے ہوئے ہیں جیسے اکثر ہندو ہر وقت سُود بٹّے کی ہی فکر میں رہتے ہیں جسکی حقیقت دُنیا ہے اور دُنیا بھی ایسی کہ دوسروں کی دُنیا کو تباہ کرکے اپنی دنیا بناتے ہیں اسی لئے ان کو تو تم بھی عاقل نہیں کہتے بلکہ اور بُرا بھلا کہتے ہو اسلئے کہ جب ایک کے دو یا تین یا چار دینے پڑتے ہیں تو جھلاتے ہو اور کہتے ہو کہ انہوں نے مسلمانوں کی مالی حالت تباہ اور برباد کردی تو جو شخص مُلک کا خواستگار ہو جو میزان الکل ہے دنیا کی اسکو عاقل کیسے کہتے ہو۔ جب دو چار روپیہ سُود بٹے میں کمانے والیکو عاقل نہیں کہتے تو جو شخص لاکھ دو لاکھ روپیہ یا ایک صوبہ یا مُلک

کی فکر میں ہو اسکو عاقل کیسے کہتے ہو اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی آخر مطلوب تو دونوں کا دنیا
تو دونوں میں فرق کیا ہے ایک عاقل کیوں ہے اور دوسرا عاقل کیوں نہیں آگے اس سے ترقی کرکے کہتا ہوں
کہ صرف ہمارا ہی دعوی نہیں ہے ان دنیا داروں کے غیر عاقل ہونے کا بلکہ ان کا خود بھی اقرار ہے چنانچہ
اہل دنیا کا اپنے لئے خود مسلمہ مقولہ ہے جو اکثر زبان زد ہے کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے
اور نشہ کی خاصیت ہے کہ عقل کو زائل کر دیتا ہے تو یہ مسئلہ تمہارا تسلیم کردہ ہے تم خود اقراری مجرم ہو
کسی شخص کے پاس ایک ہزار روپیہ ہوا تو اس میں دس بوتلوں کا نشہ ہوگا تو دس بوتل کی نشہ کے
عقل کہاں۔ غرض جب بقول تمہارے ہی جو مہاجن یا ساہوکار دو چار روپیہ تم سے اینٹھنے کی فکر میں
اور مال کا تم کو نقصان پہونچائے وہ کم عقل اور تمہارا دشمن اور جو سارے ملک پر قبضہ کرنا چاہے اور
ایمان کو برباد کرنے کی فکر میں ہو وہ عاقل اور ہمدرد اور خیر خواہ دو چار روپیہ میں اور ملک میں جو نسبت
اُسی نسبت سے اسکو کم عقل بلکہ اور اس سے آگے سمجھنا چاہئے یعنی بد فہم بد عقل بد نیت بد دین وہ
مسلمانوں اور اسلام کا خیر خواہ ہو سکتا ہے جب تم خود اپنے دشمن ہو تو وہ کیا تمہارا دوست ہوگا
بنائی ہوئی بات اور رنگی ہوئی داڑھی کہیں چھپتی ہے۔ بڑے بڑے لیڈر مسلمانوں نے کیا کچھ اس کا
کیسا تھ نہیں کیا حتی کہ مفوے تو ایسے مشہور ہیں کہ ان سے تو کفر تک کی جھلک مارتی ہے اللہ معاف
مگر ان میں بعض نے آخر ساتھ چھوڑ دیا جبکہ اسکے اندرونی جذبات ان کو معلوم ہو گئے کہ یہ تو جا
دشمن ہے اسلام اور مسلمانوں کا۔ خیر یہ بھی غنیمت ہے اور سلامتی طبع کی دلیل ہے کہ یہ معلوم ہونے
تو انہوں نے ساتھ چھوڑ دیا ورنہ ابھی تک ایسے بد عقل اور فاسد دماغ کے بھی لوگ مسلمانوں
موجود ہیں کہ اسکو خیر خواہ اور ہمدرد ہی سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں عقل سے کام لو اپنے دوست اور دشمن
کو پہچانو ورنہ پچھتاؤ گے اور اب بھی پچھتا رہے ہو اسلئے کہ جو کچھ نقصان دنیا کا پہونچا وہ تو پہونچا
مگر ہزاروں مسلمانوں کے ایمان اس فتنہ کے زمانہ میں تباہ اور برباد ہو گئے جو مصداق ہو گئے
الدنیا والآخرہ کے توبہ کرو اور اگر کفریہ کلمات نکل گئے ہیں پھر تجدید ایمان کرو اور اپنے اللہ کی یاد کرو
جو کچھ اپنی حاجتیں اور ضرورتیں ہیں ان کے ہی سامنے پیش کرو اُس ہی دربار سے فضل ہوگا وہی تم کو
کچھ عطا فرماویں گے۔ ایسا کر کے تو دیکھو اگر اعتقاد سے نہیں تو بطور امتحان ہی سہی۔ بت پرستی تو کر کے دیکھ
ہزاروں کو خدا بنا کر دیکھ لیا اب ذرا اس طرف بھی ناک ماتھا رگڑ کر دیکھ لو آخر حرج کیا ہے مقصود تو فلاح

بھبود ہو۔ تو جیسے اور تدابیر اپنے مقصود کی کامیابی کیلئے اختیار کیں منجملہ اوروں کے ایک تدبیر یہ بھی سہی کہ خدا کو راضی کر کے بھی دیکھو آخر اسی تدبیر سے کیوں اعراض ہے بات کیا ہے اجی ایک مریض ہو وہ صحت کا طالب ہے تو طبیب سے ڈاکٹر سے علاج کراتا ہے ایک شخص کہتا ہے کہ میاں ہمارے پاس ایک تعویذ ہے ذرا اسکو بھی باندھ کر دیکھ لو۔ دیکھو تو ہوتا کیا ہے میاں مرض کے دور ہونے سے غرض ہے تو اس تدبیر میں کیا تم کو ہوا نظر آتا ہے اس سے کیوں وحشت ہے اور اگر اپنی نافرمانیوں کی کثرت پر نظر کر کے مایوسی ہو تو سمجھ لو کہ ان کی وہ شان رحمت ہے کہ ایک شخص بُت کے سامنے بیٹھا ہوا صنم صنم رٹ رہا تھا ایک مرتبہ بلا قصد بھولے سے صمد نکل گیا فوراً آواز آئی لبیک یا عبدی لبیک۔ بندے کیا چاہئے میں موجود ہوں بس سُنتے ہی اس شخص نے اُس بُت کے ایک لات ماری اور یہ کہا کہ کمبخت ساری عمر تیری پرستش میں ختم کر دی مگر کبھی بھی کچھ نہ ہوا آج بھولے سے اپنے حقیقی رب کا نام نکل گیا فوراً جواب آیا تو حضرت اُن کی تو شان ہی اور ہے کیوں اپنے پیدا کنندہ سے اعراض کرتے ہو اسکے سوا اور کوئی نہ نفع پہونچا سکتا ہے نہ نقصان ان ہی سے طلب کرو وہی حاجت روائی کریں گے ان کی ایک سکنڈ اور ایک منٹ کی رحمت تمکو مالا مال کر دیگی ذرا آؤ تو سہی بھاگتے کیوں ہو اور اگر اسلام کے قیود سے گھبراتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ مجازی بادشاہی کے قوانین کو دیکھ لیجئے اس میں کیا کچھ کم قیود ہیں آخر ان کی پابندی کرتے ہی ہو اور اگر ایسا ہی گھبرانا ہے تو کھانیکی پابندی بھی تو ایک قید ہے اسپر ممکن ہے کوئی بیدار مغز یہ فرمائیں کہ اسپر تو زندگانی دنیا کا مدار ہے یہ قید کیسے چھوڑی جا سکتی ہے۔ بس یہی ہم کہتے ہیں کہ جب اس کو اسلئے نہیں چھوڑتے کہ اسپر مدار حیات ہے اور یہ زندگانی دنیا کے اسباب میں سے ہے تو وہ چیزیں کیسے چھوڑدیں جنپر مدار ہے حیات آخرت کا۔ زندگانی دائمی کا دنیا سے صبر کیوں نہیں آخرت سے صبر کیوں ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ایکہ صبرت نیست از فرزند وزن	صبر چوں داری زرب ذوالمنن
ایکہ صبرت نیست از دنیائے دوں	صبر چوں داری زنعم الماہدون

اور اس توجہ و تعلق مع اللہ کا بس ایک ہی طریق ہے وہ یہ کہ قلب کو دوسروں سے خالی کرو پھر سب کچھ ہو سکتا ہے مگر خالی کرنے کے متعلق اس کا انتظار غلطی ہے کہ پہلے دنیا سے یا دنیا کے تعلقات سے قلب کو خالی کرلیں پھر تب یاد الٰہی میں مشغول ہونگے اسکی صحیح تدبیر یہ ہے کہ کام شروع کردو اس سے وہ آپ سے

آپ خالی ہوتا رہے گا مگر کام کا مؤثر ہونا محبت سے ہوتا ہے اسلئے پہلے حق تعالیٰ سے محبت پیدا کرو اور محبت پیدا کرنیکا طریق یہ ہے کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کرو ان کی صحبت سے قلب میں ایک آگ پیدا ہوگی جو سب ماسوا کو فنا کر دیگی اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

اور اگر اس تدبیر مذکور سے قلب کو خالی نہ کیا بلکہ تعلق مع اللہ کیساتھ ماسوی اللہ کے تعلقات مانعہ کو بھی جمع رکھنا چاہا تو سمجھ لو کہ قلب کیا ہوا مراد آباد اسٹیشن کا اسلامی مسافر خانہ ہوا کہ نگینہ والے بھی اس میں ہیں بچھراؤں والے بھی اس میں ہیں بریلی والے بھی سہارنپور والے بھی غرض قلب کیا سرا ہے جسکو دیکھو وہاں پر موجود ہے اور سب کا دار القیام بنا ہوا ہے۔ پس ہر مقصود کو اسکے صحیح طریقہ سے حاصل کرو

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جو کام خالص مذہبی ہوگا اسکی طرف اولاً اہل دنیا کو رغبت نہ ہوگی۔ پس جس کام کی طرف اولا اہل دنیا متوجہ ہوں وہ خالص مذہبی نہیں اور جسکی طرف اولاً اہل دین اہل تقوی متوجہ ہوں وہ خالص مذہبی اور خالص دین ہوگا۔ اس معیار پر یہ تحریکات خالص مذہبی اور دینی تحریکات نہ تھیں کیونکہ زیادہ اور غالب اس میں ایسے ہی طالب دنیا تھے جنکی نیت زیادہ اغراض دنیویہ کی تھی دین کی خدمت مقصود نہ تھی الا ماشاء اللہ یہی وجہ تھی کہ کسی کام میں نور نہ تھا خیر و برکت نہ تھی۔ زمانہ فتنہ ارتداد میں میرا ایک وعظ اینچولی ضلع میرٹھ میں ہوا تھا بعضے دیہات میں راجپوت مسلمان مرتد ہونے والے تھے اس وعظ میں ان لوگوں کو خصوصیت سے بلایا گیا تھا۔ اس تقریر میں میں نے اسکے متعلق بھی ایک مضمون بیان کیا تھا وہ مضمون یہ تھا کہ ان تحریکات میں شرکت کرنیوالوں نے فتنہ ارتداد کے زمانہ میں بذریعہ اشتہار یہ اعلان کیا تھا کہ یہ تحریک خالص مذہبی تحریک ہے اسلئے اس میں ہر شخص اور ہر طبقے کے لوگوں کو شریک ہونا چاہئے تو اس سے صاف اس کا اقرار نکلا کہ دوسری تحریکات خالص مذہبی تحریک نہ تھیں جادو وہ جو سر پر چڑھکر بولے۔ غرض خالص مذہبی اور دینی تحریک میں اہل دنیا شرکت نہیں کرتے ہاں نخالص تحریک اگر ہو تو اس میں وہ بھی شریک ہو جاتے ہیں اور یہ نخالص وہ نہیں جسکو گاؤں والے استعمال کرتے ہیں کہ یہ گھی نخالص ہے کیونکہ ان کا مقصود تو خالص بتلانا ہے مگر مگر وہ خالص کو نخالص بولتے ہیں سو یہ تحریکات ایسی نخالص نہ تھیں بلکہ بعضے غیر خالص تھیں یہ تھی وہ تحریک جس میں شرکت نہ رکھنے والوں کو فاسق فاجر کہا جاتا تھا اور اس تحریک کو فرض وواجب کہا جاتا تھا بس

اسکے متعلق بھی میں نے بسط کے ساتھ بیان کیا اس میں یہ بھی کہا کہ قاعدہ عقلیہ ونقلیہ ہے کہ جو تحریک مرکب ہو اسلامی اور غیر اسلامی سے وہ کبھی خالص اسلامی تحریک نہیں ہو سکتی اور نہ اس کو فرض و واجب کہا جا سکتا ہے اور اس تحریک کے اجزاء کو دیکھنے سے وہ اسی رنگ کی ثابت ہوئی ہے اور یہ بھی کہا کہ تم دوسروں کی ترقی کو دیکھکر کیوں للچاتے ہو تمکو تو اتنی بڑی دولت سے نوازا گیا ہے کہ جسکے سامنے تمام دنیا ومافیہا گرد ہیں وہ دولت ایمان کی ہے اگر تمام عالم کی حکومت بھی کسی کے ہاتھ آجائے مگر اس دولت کے سامنے محض بے حقیقت ہے سو اس ناپائدار اور فانی گندی دنیا کی نسبت تو مسلمانوں کی یہ شان ہونا چاہئے ؎

اے دل آں بہ خراب از مئے گلگوں باشی ... بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

تو حضرت اس دولت ایمان کے مقابلہ میں یہ دنیا مردار ناپائدار اور اسکی ترقی ہے ہی کیا بلا اور میں ترقی کو منع نہیں کرتا ترقی کرو مگر طریقہ کار وہ اختیار کرو جو مشروع ہو اس میں دنیوی کامیابی بھی ان شاء اللہ سامنے دست بستہ کھڑی ہے اور اگر خدانخواستہ یہ نہیں تو پھر ہم یہی کہیں گے کہ کس کے پیچھے اپنی عمر عزیز کو کھوتے ہو یہ کبھی وفا نہیں کر سکتی ہزاروں لاکھوں اس گرداب میں پھنسکر غرق ہو چکے اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن چکے اور عذاب الٰہی کو اپنی گردنوں پر لیگئے۔ فرعون نے کیا تھوڑی ترقی کی نمرود نے شداد نے قارون نے کیا کچھ کسر اُٹھا رکھی آخرت کو برباد کیا دنیا کو حاصل کیا نتیجہ جو کچھ ہے سامنے ہے خود تم ہی اسلامی حیثیت سے ان ترقی یافتوں کی ترقی کو مردود کہتے ہو اور ساتھ ہی ان کو بھی کہتے ہو جسکی اصل یہی ہے کہ ان کو وہ ترقی حدود سے تجاوز کر کے حاصل ہوئی خدا اور رسول کی مرضی کے خلاف ان کا طریقہ کار تھا۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ہر ترقی محمود نہیں ایک نظیر مادیات میں پیش کرتا ہوں کہ اگر ہر ترقی محمود ہو تو بعض اوقات انسان کے جسم پر بوجہ مرض کے ورم آجاتا ہے جس سے اسکی فربہی بڑھ جاتی ہے تو اسکو مذموم کیوں سمجھتے ہو اور طبیب اور ڈاکٹروں سے اُسکے ازالہ کی کیوں درخواست کرتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ ہر ترقی محمود نہیں بلکہ اُسکے اصول ہیں حدود ہیں چنانچہ اس مبحوث عنہ ترقی کے بھی کچھ شرعی اصول ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ مذہب اسلام میں جو ایک حصہ سیاسیات کا ہے وہ مدوّن ہے اُس تدوین کی موافق اسکو اختیار کرو وہ بہت کافی ہے اور وہ خالص مذہبی سیاست ہے اس میں گڑبڑ کرنے سے اور کتر بیونت سے کام لینا جائز نہیں۔ جیسا کہ آجکل کے طبائع میں یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ ہر جگہ اپنی رائے کو دخل دینا چاہتے ہیں اور اس دخل سے احکام میں نہ کوئی تغیر ہو سکتا ہے نہ احکام کو اس سے کوئی مضرت بلکہ اپنا ہی ضرر ہے

اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی مریض طبیب کے پاس جائے طبیب نبض دیکھکر نسخہ تجویز کرے یہ گھر آکر اس نسخہ میں کتر بونت کرے تو اس سے فن اور نسخہ کا کیا ضرر ضرر تو اس کا ہے اور یہ عمل جیسا کہ آجکل مرض ہو رہا ہے کہ احکام میں رائے دیکر اپنی مرضی کے مسائل گھڑ لیتے ہیں اس عمل کی اس سے زیادہ وقعت نہیں جیسے چند ڈاکو جمع ہو کر اور ڈکیتی کی دفعہ کو جو تعزیرات ہند میں جُرم ہے اسکے متعلق یہ پاس کرلیں کہ ہم دفعہ کو منسوخ یا مأول کرکے ڈاکہ کو جائز سمجھتے ہیں تو اس کا جو جواب عدالت سے ان لوگوں کو ملیگا وہی جواب ہم تمہارے اس عمل کا دیں گے بلکہ دینے سے پہلے ہی وہ جواب ہماری طرف سے سمجھ لیا جائے۔ اب یہ سنکر تو آنکھیں کھلی ہونگی کہ تمہارے اس عمل کا درجہ احکام اسلام کے مقابلہ میں ہے کیا تمہاری رائے ہی کیا اور تمہاری عقل ہی کیا اور ہو کس شمار میں چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ تمہاری حقیقت اس باب میں ان کیڑوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جو خردبین کے ذریعہ پانی کے اندر نظر آتے ہیں وہ اگر آپ ہی کے سامنے کھڑے ہو کر کہیں کہ فلاں قانون یا فلاں صنعت میں جو آپ کی یہ رائے ہے قابل تسلیم نہیں تو جو جواب انکو دوگے وہی ہماری طرف سے احکام کے مقابلہ میں اپنی رائے کے متعلق سمجھ لیا جائے اور جب احکام کی علوشان اور اپنی عقل کی نارسائی معلوم ہوگئی تو اب مولویوں پر یہ الزام کہ انکو احکام کے اسرار اور راز معلوم نہیں سراسر غلط ہے اسلئے کہ یہ قانون ساز نہیں جسکے لئے اسرار کا معلوم ہونا لازم ہے بلکہ قانون دان ہیں جسکے لئے علم اسرار لازم نہیں اسکو تو آپ بھی تسلیم کریں گے کہ اگر کسی وکیل سے تعزیرات ہند کی کسی دفعہ کے متعلق سوال کیا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے اگر وہ اپنے فن سے واقف ہے اور اس میں ماہر ہوگا یہی جواب دیگا کہ میرے ذمہ اس کا جواب نہیں اسلئے کہ میں واضع قوانین یعنی قانون ساز نہیں محض قانون داں ہوں یہ حکمت اور اسرار اور لِم واضع قوانین سے پوچھو اور اس جواب کو آپ بھی کافی شافی سمجھیں گے اور اس جواب کو ان کی علمی کمی نہ سمجھیں گے تو پھر مولویوں ہی کا ایسے جواب میں کیا قصور ہے یہ تو وکلاء اور بیرسٹر بھی نہیں بتلا سکتے بلکہ اگر انکو معلوم بھی ہو تب بھی تو تمکو کس قاعدہ سے اس سوال کا حق ہے اور اگر کہو گے ہے تو اس کا یہ جواب بالکل معقول ہوگا کہ جسطرح ہمکو حاصل ہوا اسی طرح تم بھی حاصل کرو کسی کی جوتیاں اُٹھاؤ دس برس تک کسی کے سامنے زانوئے ادب تہ کرو یوں تھوڑا ہی حاصل ہوتا ہے جیسے ایک خانصاحب کا قصہ ہے کہ انکو کسی شخص نے بتلا دیا کہ فلاں بزرگ کیمیا جانتے ہیں ان سے حاصل کرو ان کو اس کی علت تھی۔ گئے جاکر پوچھا کہ تم کیمیا جانتے ہو وہ بزرگ بڑے ظریف تھے کہدیا کہ ہاں جانتے ہیں کہا کہ ہمکو بتلا دو کہا نہیں بتلاتے

۴۰

(باقی آئندہ)

کوئی تمہارے باوا کے نوکر ہیں ہمنے برسوں جاننے والوں کی خدمتیں کیں تکلیفیں اُٹھائیں تب جاکر کچھ حاصل ہوا۔ تم بھی مدتوں ہماری جوتیاں سیدھی کرو اگر کبھی مزاج خوش ہوگا بتلادیں گے۔ خانصاحب بیچارے چپ رہ گئے۔ پھر کھانیکا وقت آیا جنگلی پتوں کی بھُجیا خانصاحب کے سامنے رکھی گئی بہت کوشش کی کہ حلق سے نیچے اُترے مگر وہ کہاں اترنے والی تھی خانصاحب نے کہا کہ یہ تو میں نہیں کھا سکتا نہ میرے بس کی ہے وہ بزرگ بولے کہ بس اس ہی بوتے پر گھر سے کیمیا سیکھنے چلے تھے یہ تو اسکی پہلی منزل ہے اس سے آگے ہزاروں اس سے بھی بڑھکر منزلیں ہیں ان سب کو طے کرنیکے بعد کہیں کیمیا کا پتہ چلیگا۔ خانصاحب بھاگ نکلے۔ پھر ساری عمر کیمیا کا نام نہیں لیا تو صاحب آپ بھی گھر میں بیٹھے ہوئے گدے قالینوں اور کرسیوں میزوں پر استراحت اور آرام فرماتے ہوئے احکام کے حکم اور اسرار پر مطلع ہونا چاہتے ہیں سو یہ بالکل غیر ممکن ہے اس کا یہ طریقہ نہیں ہے نہ اس سے یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ یہ علماء اسرار سے بیخبر ہیں انہیں وہ بھی ہیں کہ انکو سب کچھ معلوم ہے اسلئے عام طور پر آپ کو اس سمجھنے کا کچھ حق نہیں کہ انہیں کچھ آتا جاتا نہیں اور اگر یہ ہی سمجھو تو اُن کا کیا نقصان ہے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہو اور دوسرا شخص یہ کہے کہ تیرے پاس تو پائی بھی نہیں تو وہ تو اور خوش ہوگا کہ اچھا ہے یہی سمجھتا رہے تاکہ میرا مال محفوظ رہے تو اس کا کیا نقصان ہوا یہ تو زیادہ نفع کی صورت ہے۔ اسی طرح ایسے حضرات بھی ہیں کہ انکو اسرار معلوم بھی ہیں مگر نہیں بتلاتے کسی نے خوب کہا ہے ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

(ملفوظ ۴۳۵) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک دوسری ایذا ہے کہ اس طرح بولتے ہیں کہ جیسے کوئی والیِ مُلک نوّاب ہوتے ہیں کیا آواز بھی نہیں نکلتی جب میں سنوں ہی گا نہیں تو جواب کیا خاک دوں گا تم لوگوں کی عقلیں کہاں گئیں آخر میں کمبخت کہاں تک برداشت کروں اور کہاں تک ضبط کروں کوئی حد بھی ہے آپنے دیکھا میں نے کیسا سیدھا سوال کیا تھا اس کا تو جواب ندارد اور خود اپنی طرف سے مجذوبوں والی بڑ ہانکتے ہیں اور وہ بھی ایسے طریق سے کہ پورے طور سے کوئی سُن ہی نہ سکے یہ حرکت بھی ایک مرض کے ماتحت ہے وہ مرض کمبخت کبر کا ہے کہ زور سے بولوں گا تو بات کھلے گی ممکن ہے کہ بات ہوبے ڈھنگی تو اتنے لوگوں میں سُبکی ہوگی اسلئے آہستہ بولتے ہیں کہ دوسرا کوئی نہ سُن لے اور یہ گول مول ہی بات رہکر معاملہ ایک طرف ہو یہ ہے وہ بناء جو آہستہ بولنے کی

دل دل میں تعلیم دے رہی ہے اور ہاں یہ چادر سے منہ کیوں چھپا رکھا ہے جیسے چور ہوتے ہیں ایک تو
آپکی آواز ہی بہت بلند ہے اور اوپر سے اسکو چادر سے بھی لپیٹ دیا جس سے وہ اور بھی سمجھ میں نہیں آتی
یہ چادر لپیٹ کر منہ ڈھانپ کر بولنا یہ بھی آجکل علامت بزرگی کی ہے کیا کریں ویسے تو آدمیت سے کورے ہیں
اسکے چھپانے کیلئے ظاہری ٹیپ ٹاپ بناؤ سنگار میں بھی رہتے ہیں اور بولنے میں بھی اسکے چھپانے کی کو
کرتے ہیں۔ غرض ہر پہلو سے اپنے عیوب کو چھپاتے پھرتے ہیں مگر یہاں آکر قواعد کی برکت سے بحمد اللہ
راز فاش ہو جاتا ہے مزاحاً فرمایا اور دل قاشں (تراشیدہ) ہو جاتا ہے اگر یہ برتاؤ نہ ہو تو اصلاح کیسے
اور معلوم نہیں ساری دنیا ہی میں بدفہم لوگوں کی زیادہ آبادی ہے یا میرے ہی حصہ میں چھنٹ چھنٹکر آ
ہیں کیا کوئی مدرسہ ہے بدفہمی کا کہ اس میں تعلیم پاکر اور سند لیکر آتے ہیں اب اگر کچھ کہتا ہوں تو بدنام
ہوتا ہوں اور نہیں کہتا تو اصلاح نہیں ہوتی اور کہنے میں میری کوئی مصلحت تھوڑا ہی ہے ان ہی بیہو
کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں کہ یہ آدمی بنیں حیوانیت سے نکلیں اب اس موقع پر معترض حضرات آئیں ا
واقعہ مُرتّب دیکھکر فیصلہ کریں کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون اور یوں ہی گھر بیٹھے فیصلہ کر دینا کون مشکل
مجھکو بدخُلق کہتے ہیں ان موذیوں کے اخلاق حمیدہ کو بھی تو دیکھ لیا کریں اسپر اُن صاحب نے عرض کیا کہ
وجہ سے حضرت کو تکلیف پہونچی۔ میں معافی چاہتا ہوں فرمایا بس مہربانی کر کے چُپ ہی رہو۔ اب بھلا
کھُلی دیکھو کیسے صاف بولے نوّابی اور سرداری سب ختم ہو گئی بدون دار و گیر دماغ درست نہیں؛
یہ دار و گیر ان لوگوں کی غذا ہے میں ان کی نبضیں خوب پہچانتا ہوں یہ تجربہ کی باتیں ہیں جب یہ حالت ہے
میں کسی کے کہنے سننے سے اپنے طرز کو کیسے بدل دوں آپ ہی انصاف کریں کہ یہی صاحب تھوڑی
پہلے کیا تھے اور چند منٹ میں کیا ہو گئے۔ یہ فرماکر ان صاحب سے دریافت کیا کہ پہلے ہی اس طرح کیوں نہ
بولے تھے عرض کیا قصور ہوا معاف کر دیجئے اب ایسا نہ کروں گا فرمایا یہ میرے سوال کا جواب نہیں؛
معاف تو ہے اور آیندہ ایسا کروگے بھی نہیں مگر اس کا جواب دو کہ ایسا کیا کیوں۔ اس کا منشا کیا تھا
عرض کیا کہ واقعی دل میں یہی بات تھی جو حضرت نے فرمائی کہ اور لوگ نہ سُنیں کبھی مجھکو بدعقل اور بدتمیز
سمجھیں فرمایا لیجئے سُن لیجئے پھر دریافت فرمایا کہ کہیں اس میں تو جھوٹ نہیں بول رہے کہ میری خاطر سے
خلاف واقع کہدیا۔ عرض کیا کہ میں قسم کھاتا ہوں یہ ہی بات تھی فرمایا کہ خیر تمہاری اس سچائی کی وجہ
کہ تمنے اپنے مرض کا اقرار کر لیا تمکو خیرخواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم کو میں مصلح کا نام بتلائے دیتا ہوں

نی اصلاح کراؤ اور میرے پاس ویسے آنیکی اجازت ہے مگر یہاں آکر خاموش بیٹھے رہنا ہوگا مکاتبت
خاطبت کی قطعاً اجازت نہیں ہوگی اور آنے سے پہلے اجازت حاصل کرلینا ضروری ہوگا کبھی گڑبڑ کرو اور
سکی صورت یہ ہے کہ تم ایک پرچہ پر اپنا نام اور پورا پتہ اور اس واقعہ کا اجمالی ذکر اور یہ درخواست کہ مُصلح کا
پتہ بتلادیا جائے یہ سب اس پرچہ پر لکھکر بکس میں ڈال دینا (جو سہ دری میں لگا ہے) پھر اُس پرچہ کا
ب میں جواب دونگا جسپر مُصلح کا پتہ بھی لکھدوں گا وہ جواب کا پرچہ اور ایک اور پرچہ جسمیں یہ لکھنا کہ
جھ میں کبر کا مرض ہے اور میں اسکے (یعنی میرے) پاس گیا تھا اُسنے تمہارا پتہ بتلادیا اور مجھسے یہ غلطی
ہوئی تھی یہ سب صاف صاف لکھکر تجویز شدہ مصلح کے پاس بھیجدینا پھر وہاں سے جو تعلیم ہو اُسپر
مل کرنا اور اُن سے بیس بار خط وکتابت کرنے کے بعد وہ سب خطوط مجھکو دکھلانا اسکے بعد میں اسکو دیکھکر
پھر جو تمہارے لئے مناسب ہوگا تجویز کروں گا اس سے قبل مجھسے اصلاح کے معاملہ میں خط وکتابت نکرنا
ں اگر کبھی خیریت معلوم کرنے کو جی چاہے اسکی اجازت ہے مگر یہ شرط ہے کہ اس میں اور کوئی مضمون
نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ ان کے اقرار نے میرے دل سے ساری کُلفت دھودی اور فوراً میرا طرز بدل گیا اسپر مجھکو
سخت گیر اور بداخلاق کہتے ہیں کیا یہ بداخلاقی ہے جسکو آپ صاحبوں نے دیکھا۔

۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۴۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا جو قوم بے رحم اور خود غرض ہوگی اُن سے کوئی خوش نہیں ہوگا کیونکہ ان
اس بیرحمی کی وجہ سے اپنے اغراض کو مقدم رکھیں گے کسی کی رعایت نہ کریں گے اور اگر کہیں کریں گے بھی
تو اس میں بھی اپنی ہی غرض مضمر ہوگی خالص رعایت نہ ہوگی۔ ایک مولوی صاحب نے کہا تھا کہ بیرحم حکمراں
تو یں دو طرح کی ہیں بعض کی مثال تو دق کی سی ہے جسمیں مریض گُھل گُھل کر ختم ہوتا ہے اور دس پانچ
برس ٹہر کر مرجاتا ہے۔ اور بعض کی مثال ہیضہ کی سی ہے کہ چٹ پٹ معاملہ ختم۔

(ملفوظ ۴۳۷) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ حزب البحر میں اس وجہ سے نہیں پڑھتا کہ ایک مولوی صاحب نے
مجھسے یہ کہا تھا کہ میں بھی اسکو چھوڑنے والا ہوں اور وجہ یہ بیان کی کہ اسنے مجھکو مفلس بنادیا اسپر فرمایا
کہ اکثر لوگ حزب البحر اسلئے پڑھتے ہیں کہ غنا حاصل ہو غنا نہ ہوگا تو چھوڑنے کو تیار ہوگئے۔ خدا معلوم

کیسے مولوی ہیں جنکو اتنی بھی سمجھ نہیں آج کل مولوی بھی تو ہزاروں ہو گئے - پھر فرمایا کہ میں نے جواب یہ لکھا ہے
کہ اس سے افلاس تو نہیں ہوتا لیکن اس نیت سے پڑھنے سے اخلاص بھی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کا نام اخلاص
سے لینا چاہیئے

(**ملفوظ ۳۱۳**) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کپڑے کے مادہ کو زینت میں زیادہ دخل نہیں
زیادہ تر کپڑے کی صورت وہیئت سے زینت ہوتی ہے کپڑا خواہ کتنا ہی قیمتی ہو مگر اسکی ہیئت وتراش
تکلّف کی نہ ہوگی تو زینت نہ ہوگی - مجھکو قیمتی کپڑے سے نفرت نہیں بلکہ اسکی تراش وخراش سے نفرت -
اس بناؤ سنوار ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جنٹلمین یا بڑی شان والے ہیں اور یہ شان اکثر کپڑا
پہننے والے کے طرز ہی سے معلوم ہو جاتی ہے کہ اسکو اس سے تفاخر مقصود ہے یا نہیں - اور یہ تزیّن وتجمل
بھی آجکل کے فیشن میں داخل ہو گیا ہے گو کوٹ پتلون نہ ہو تقہ ہی لباس ہو مگر ہر لباس میں مادہ
قلب میں وہی ہے کہ ہر وقت سنوار بناؤ ہو اپنی دیکھ بھال ہو جیسے بازاری عورت جسکو ہر وقت
دکانداری ہی کا اہتمام رہتا ہے - غرض ہر ہیئت میں تو مادہ قلب میں وہی ہے جو کوٹ پتلون میں -
جسپر طرز وانداز نمایاں دلالت کرتی ہے اور اسی دلالت کی فرع ہے کہ ایک ہی چیز کا ایک شخص
میں اور ہے دوسرے میں اور اسی لئے میں جسکے لئے جو مناسب سمجھتا ہوں اسکو وہی تعلیم کرتا ہوں
ایک کی حالت پر دوسروں کی حالت کو قیاس کرنا سخت نادانی ہے جیسے بعضے لوگ بزرگوں کا لباس
دیکھکر خود بھی اسکی نقل کرنے لگتے ہیں مگر دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے - دو شخصوں کا ایک ہی فعل
دونوں کی ظاہری ایک ہی صورت ہے مگر زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے مولانا اسکو فرماتے ہیں ؎

گفت منصورے انا الحق گشت مست گفت فرعونے انا الحق گشت پست

لفظی صورت ایک ظاہر میں دونوں کا دعویٰ ایک مگر ایک مقبول اور ایک مردود - اسی وجہ سے مولانا
بھی فرماتے ہیں کہ اپنی حالت پر دوسروں کی حالت کو قیاس مت کرو ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

تو اہل اللہ اور خاصان حق کا کھانا پہننا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا ہنسنا رونا بولنا خاموش رہنا سب
ہی کیواسطے ہوتا ہے اور قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین کا مصداق ہوتا -
انکے اچھے لباس کو دیکھکر ان کے سامان کو دیکھکر نہ انپر معترض ہو نہ ہر موقع پر ان کی نقل کرو - اسی

پر جسکے لئے جو مناسب سمجھتا ہوں تعلیم کرتا ہوں سب کو ایک لکڑی نہیں ہانکتا۔ اور یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ کسی نعمت کا استعمال مذموم اور بُرا نہیں جسقدر اسکی طرف درجہ مقصودیت میں التفات کا رہنا بُرا ہے اسلئے کہ ایسا التفات تو منعم کی طرف ہونا چاہئے

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میرے یہاں تو بحمد اللہ طالب کی حالت کو دیکھکر اور اسکی ہر بات اور مصلحت پر نظر کرکے تعلیم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض بدفہم سمجھتے ہیں کہ ٹالتا ہے اور یہ اسلئے کہ خوگر تو دوسری طرز کے ہیں وہ رنگ نہیں دیکھتے ہیں تو شبہات کرتے ہیں۔ آجتک بیچاروں نے بزرگی کی اور ہی قسمیں سُنیں ہیں جو باتیں یہاں ہیں وہ کہاں کانوں میں پڑی ہیں۔ یہاں عرفی بزرگی اور ڈھونگ اور کود پھاند شور وغل اینٹھ مروڑ اُچھلنا کودنا کچھ نہیں صرف دو ہی چیزیں ہیں یعنی اعمال واجبہ کی ظاہری اور ان کی باطنی اصلاح بس یہاں صرف یہی ہے اور یہی اصل بھی ہے اور اسی کی تحصیل کے لئے مجاہدات اور ریاضات کئے جاتے ہیں کہ اعمال واجبہ کا قلب میں رسوخ ہوجائے بس صرف یہی مقصود ہے اور اسی کیلئے ضرورت ہے شیخ کامل کی تاکہ اسکی صحبت اور تعلیم پر عمل کرنے سے یہ اعمال واجبہ راسخ ہوجائیں کامل کی صحبت اسکے لئے شرط اور اکسیر ہے کیونکہ وہ اس راہ سے گذر چکا ہے وہ اس راہ کا واقف کار ہے اسکے پاس جاؤ اس سے تعلق پیدا کرو انشاء اللہ لوہے سے سونا بنجاؤ گے۔ پتھر سے لعل ہوجاؤ گے مولانا اسی کو فرماتے ہیں ؎

گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی چون بصاحبدل رسی گوہر شوی
نفس نتواں کشت اِلّا ظل پیر دامن آن نفس کُش راسخت گیر

لیکن اس اثر کیلئے ایک اور بھی شرط ہے وہ یہ کہ اس صحبت کے کچھ آداب ہیں انکو پورا کرو جنکا خلاصہ مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مردِ حال شو پیش مردے کاملے پامال شو

پامالی کی تفسیر یہ ہے کہ تم اپنے حالات سے اسکو آگاہ کرو اور اپنا کچّا چٹھا بیان کر ڈالو اسپر وہ مناسب تعلیم دیگا۔ کبھی آپریشن کی ضرورت بھی ہوگی ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوگی سب کچھ سننا پڑیگا اور اگر کہیں اسپر دل میں کدورت اور ناگواری پیدا ہوئی تو بس محرومی رہیگی اسی کو مولٰنا فرماتے ہیں ؎

گر بہر زخمے تو پُر کینہ شوی پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

اس راہ میں قدم رکھنے سے قبل سب باتوں کیلئے تیار رہنے کی ضرورت ہے اس طریق میں فنا و ذلت کو سر رکھکر ہر قسم کی جاہ اور عزت کو خیر باد کہکر آنا چاہئے پھر کامیابی ہی کامیابی ہے اور یہ سب اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے ہونیکی ضرورت ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرط اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

اور ایک دو دن کیلئے نہیں بلکہ ساری عمر کیلئے تیاری کرکے قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دم آخر دمے فارغ مباش

اگر کسی قدم پر پھونچکر بھی بھاگ نکلا اور برداشت نہ کر سکا تو بس ناکامی ہے تو ایسی حالت میں اس راہ میں قدم رکھنا ہی عبث اور فضول ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق
تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق

اور جس نے اس راہ میں صدق اور خلوص سے قدم رکھا تو اسکے لئے سب آسان کر دیا جاتا ہے اگرچہ وہ ہمکو مشکل معلوم ہو کیونکہ مشکل ہمارے لئے ہے ان کیلئے تو سب آسان ہے وہ صرف ہمارے صدق خلوص اور طلب کو دیکھتے ہیں پھر سب کام وہ خود ہی کر دیتے ہیں۔ بس ہمت سے چل کھڑے ہونیکی ضرورت ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

مطلب یہ ہے کہ تمام حجابات اور جو چیزیں اس راہ میں منزل مقصود تک پھونچنے میں موانع ہیں وہ سبکو دفع فرما دیتے ہیں کیونکہ وہ حقیقی موانع ہی نہیں ورنہ ان کے ہوتے ہوئے عبد وصول کا مکلف نہ ہوتا محض خیال ہی خیال ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست
جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست

اور اگر بالفرض محال مشکلات بھی ہوں تو وہ ہمارے ہی نزدیک تو مشکلات ہیں ان کے نزدیک کیا مشکل اور کیا دشوار سب آسان ہے اسیکو فرماتے ہیں ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست
باکریماں کارہا دشوار نیست

اور یوں تو دشوار کا آسان ہونا درحقیقت ان کی قدرت اور تصرف سے ہے کسی اسباب ہی کی

ضرورت نہیں۔ مگر بظاہر عالم اسباب میں تسلی طالب کیلئے اس کا ایک سبب عادی بھی ہے اور وہ عشق و محبت ہے کہ طالب صادق کو اول یہ عطا ہوتی ہے پھر اس عشق و محبت کی بدولت سخت سے سخت دشوار کام سہل معلوم ہونے لگتا ہے جو عاشق ہوگا وہ کبھی مایوس ہو کر نہیں بیٹھتا دیکھئے ایک مردار کتیا فاحشہ کے عشق میں انسان کیسے کیسے مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے اور وہ تو محبوب حقیقی ہیں انکی تلاش میں انکی راہ میں تو جسقدر مشکلات کا بھی سامنا ہو اور دشوار گذار گھاٹیوں کو طے کرنا پڑے انکی حقیقت ہی کیا ہے۔ مجنوں ہی کا قصہ دیکھ لیجئے کہ لیلیٰ کے عشق میں کیا کچھ گوارا نہیں کیا حضرت ادہم اس عشق ہی کی قوت سے موتی کی تلاش میں سمندر سینچنے پر تیار ہو گئے تیار کیا معنی سینچنا شروع کر دیا ظاہر ہے کہ اگر اپنی ساری عمر بھی ختم کر دیتے تب بھی دریا کو نہ سینچ سکتے مگر ہمت کی برکت سے اُس طرف سے امداد ہوئی سب آسان ہو گیا تو جب ان مجازی عاشقوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو کیا اپنے عاشق صادق کی نُصرت اور امداد نہ فرمائیں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے اور کیا اس عشق حقیقی کا درجہ اس مجازی سے بھی کم ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

عشق مولےٰ کے کم از لیلیٰ بود　　گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

مگر کامیابی کی شرط وہی ہے جو اوپر عرض کیگئی ہے کہ ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں　　شرط اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

اور یہی عشق ہی وہ چیز ہے کہ سبکو فنا کر دیتا ہے سوائے محبوب کے اور کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتا اسی کو فرماتے ہیں ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت　　ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

گلزار ابراہیم میں اسی کا ترجمہ ہے ؎

عشق کی آتش ہے ایسی بد بلا　　دے سوا معشوق کے سب کو جلا

باقی اس محبت کے پیدا کرنے کا طریق میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اہل اللہ کی محبت اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو ان کی محبت و صحبت کی برکت سے انشاء اللہ دل میں عشق و محبت کی آگ پیدا ہو جائیگی اور بدون اسکے تو کامیابی مشکل ہے ان کی صحبت سے وہ کیفیت قلب میں پیدا ہو جاویگی کہ اسکے بعد بزبان حال یہ کہنے لگو گے ؎

سرو دستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی　　　نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

(ملفوظ ۴۷۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جب مخاطب میں فہم نہیں ہوتا تو خطاب میں بڑی ہی کلفت ہوتی ہے میں تو اسی وجہ سے آجکل مناظرہ کرنیکو پسند نہیں کرتا کہ اکثر غیر فہیم مخاطب سے سابقہ پڑتا ہے مگر ضرورت اس سے مستثنیٰ ہے چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بضرورت اہل زریع سے تحریری گفتگو بھی فرمائی ہے۔ سرسید کے جواب میں بھی رسالہ تحریر فرمایا ہے سرسید نے اپنی ایک تحریر میں کسی شخص کے اس استفسار کے جواب میں کہ کسی عالم کو تمہارے سمجھانے کیلئے آمادہ کیا جاوے یہ شعر لکھا تھا ؎

کوئی ہمکو یہ تو سمجھاوے کہ سمجھائینگے کیا　　　حضرت ناصح جو آئیں دیدۂ و دل فرش راہ

جب مولانا کو وہ تحریر دکھلائی گئی تو مولانا نے جواب کیسا تھا اسی غزل کا یہ شعر لکھا ؎

ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا　　　بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک

پھر فرمایا کہ پہلے مجھکو مناظرہ سے بہت ہی شوق تھا ویسی ہی اب نفرت ہے اُس زمانۂ شوق میں ایک عیسائی لکچرار دیوبند میں آیا کرتا تھا میں اس وقت مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ آکر مدرسہ کے قریب تقریر کرنے لگا۔ طلبہ کا اور اہل قصبہ کا بڑا مجمع ہو گیا وہ عیسائی کھڑا ہوا اور ہاتھ میں انجیل لیکر حاضرین کو دکھا کر پوچھا کہ یہ کیا ہے مقصود یہ تھا کہ اگر یہ جواب ملا کہ یہ انجیل ہے تو یہ چونکہ مسلمان انجیل کو مانتے ہیں تو انپر حجت ہو جائیگی۔ اب اسپر مستقل گفتگو ہو گی کہ مجیب کہیگا کہ یہ منسوخ ہے وہ کہیگا غیر منسوخ ہے۔ ابھی جواب نہیں دیا گیا تھا کہ حکیم مشتاق احمد صاحب رکن مدرسہ آگئے اور طلبہ سے کہا کہ تم ہٹو یہ تمہارا کام نہیں ایسے جاہلوں سے مناظرہ کرنا ہمارا کام ہے۔ اسکے بعد اس سے فرمایا کہ میاں میں تمہارا جواب دوں گا پوچھو کیا پوچھتے ہو اُس نے بڑے زور سے کہا کہ یہ میرے ہاتھ میں کیا ہے وہی انجیل ہاتھ میں لے رہا تھا اُنہوں نے فرمایا کہ یہ ہے کدو اسنے اسپر برہم ہو کر کہا کہ تم بڑے گستاخ ہو فرمایا گستاخی کی کونسی بات ہے ہماری تو یہ ہی سمجھ میں آیا تم سے کہدیا اسکی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ تحریف کے بعد یہ کتاب اللہ نہیں جیسے کدو کتاب اللہ نہیں تو آجکل مناظروں میں اس قسم کے سوال اور جواب ہوتے ہیں اب اس صورت میں سوائے تضییع اوقات کے اور کچھ نہیں ہوتا جب تک مخاطب میں فہم نہ ہو گفتگو کرنا لاحاصل ہے اور یہ تو مناظرہ ہے جو اکثر فضول ہوتا ہے میں تو مسائل کے جواب میں بھی سائل کی حیثیت

کے موافق جواب دیتا ہوں گو اس سوال کا جواب نہ ہو چنانچہ ایک بار ایک صاحب نے مجھسے مسئلہ پوچھا تھا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا ایک بھتیجا ایک بھتیجی چھوڑے میراث کا کیا حکم ہے۔ میں نے جواب دیدیا کہ بھتیجا میراث پائیگا بھتیجی کو کچھ نہ ملیگا اسپر اُس نے سوال کیا کہ اسکی کیا وجہ وہ پٹواری تھے میں نے کہا کہ بستہ پٹوارگیری کا تو طاق میں رکھو اور طالب علمی شروع کرو تین برس کے بعد اس سمجھنے کی قابلیت پیدا ہوگی کہ اسکی کیا وجہ آپ بتلائیے ایسے بدفہم اور بدعقل لوگوں کا بجز اسکے کیا علاج۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ بچائے جہل اور حسد سے یہ دونوں بڑی ہی بُری بلا ہیں آدمی کو اندھا بنا دیتی ہیں حق ناحق کی کچھ تمیز نہیں رہتی جو جی میں آیا کر لیا جو منہ میں آیا بکدیا۔ بہشتی زیور پر اسی کی بدولت اعتراض کئے گئے بعض مقامات میں تو اسکو جلایا گیا میں نے سنکر کہا کہ یہ امام غزالی علیہ الرحمۃ کی سُنت ہے جو مجھکو نصیب ہوئی اُنپر بھی الزامات لگائے گئے اور اس کا سبب احیاء العلوم کتاب تھی۔ اس وقت کے بہت علماء نے آپ پر کفر کا فتوی دیا احیاء العلوم جلائی گئی وجہ یہ کہ احیاء العلوم میں ہر طبقے کے لوگوں کی غلطیاں بیان کر کے اصلاح کی گئی تھی انکو متنبہ کیا گیا تھا۔ بس یہی آپ کی دشمنی کا سبب تھا۔ ایسے لوگ ہمیشہ مصلح کے درپے ہوتے آئے ہیں اسلئے کہ وہ مصلح ایسے لوگوں کے ڈھونگ اور مکرو فریب سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے بس یہی دشمنی ہے پھر جب آدمی کسی کے درپے ہو جاتا ہے تو پھر اسکی نظر میں دوسرے کے کمالات بھی عیب بن جاتے ہیں اور بیچارے علماء اور بزرگ تو کیا چیز ہیں اور کس شمار میں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے دشمنی کا سبب صرف یہی ارشاد و ہدایت ہوا ورنہ کیا وہاں کوئی ملک یا باغ یا مکانات کی تقسیم ہو رہی تھی یا نعوذ باللہ انبیاء مال وجاہ کے طالب تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو خود کفار عرب نے جاہ و مال پیش کیا اور خدمت میں جاکر عرض کیا کہ اگر آپ کو حکومت کی ضرورت ہے تو ہم سب آپکو اپنا بادشاہ اور سردار بنانیکو تیار ہیں اگر مال کی ضرورت ہے تو ہم سب اپنی جائداد اور نقد سب پیش کرنیکو تیار ہیں۔ اگر خوبصورت لڑکیاں آپ چاہتے ہیں تو تمام عرب میں سے جنکو آپ پسند کریں نکاح کر سکتے ہیں مگر ہمارے لات وعزی کو بُرا نہ کہئے آپنے فرمایا کہ مجھکو ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں نہ اسکی خواہش میں کلمۃ الحق کا ضرور اعلان کروں گا اور ان سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم ایک پیدا کنندہ پر ایمان لاؤ اپنی حاجت اس سے طلب کرو اسی ہی کی بندگی اور عبادت کرو وہی قابل پرستش ہے غرض مصلحین سے مخالفت کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ سے اہل حق کیسا تھ اہل باطل یہی برتاؤ

کرتے آئے ہیں مجھکو اسکی کوئی شکایت نہیں جو چاہیں کریں جو جی میں آئے کہیں مگر میں اپنے مسلک اور طرز اصلاح کو چھوڑ نہیں سکتا اور یہ کچھ اصلاح ہی پر موقوف نہیں جب چار آدمیوں میں کسی کی شہرت ہوئی ہر چہار طرف سے بغض وحسد عداوت دشمنی کی بوچھاڑ پڑنی لگتی ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

چشمہا و خشمہا و رشکہا ‫ ‫ ‫ بر سرت ریزد چو آب از مشکہا

مگر مصلح کو حق تعالیٰ توفیق وہمت دیدیتے ہیں جس سے وہ یہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ حالت تو ہوتی ہی رہتی ہے لیکن جب او کھلی میں دیا سر پھر موسلوں کا کیا ڈر اسلئے ان باتوں کا اسپر کوئی اثر نہیں ہوتا وہ کسی کی پروا نہیں کرتا اسکو اپنے خیال سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ کہنے کی بات نہ تھی مگر تحقیق کی ضرورت سے کہتا ہوں کہ وہ مامور ہوتا ہے اُس کا منصب ہوتا ہے اگر وہ اس میں ذرا ڈھیل سے کام لے اسکی گردن ناپدی جائے اسلئے وہ معذور ہے ارشاد خلق اسکے سپرد ہے اس کا فرض منصبی ہے اور وہ کسی چیز کا طالب نہیں ہوتا وہ تو صرف ایک ہی چیز کا طالب ہے ایک ہی چیز اسکے پیش نظر ہے وہ چیز کیا ہے تعلق مع اللہ اسی بنیاد پر اسکے سب اقوال وافعال مبنی ہیں اب اسکے بعد اگر تمام عالم اسکو اس سے ہٹائے وہ نہیں ہٹ سکتا اور ہٹنے کی وجہ ہی کیا اسکی فنا واستغنا کی تو یہ شان ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم ‫ ‫ ‫ دستار نداریم غم پیچ نداریم

اس کے قلب میں ایک ایسی چیز رکھدی گئی ہے کہ وہ سب ماسوا کو فنا کردیتی ہے جس سے اس کی یہ شان ہوجاتی ہے ؎

اے دل آں بہ کہ خراب از مئے گلگون باشی ‫ ‫ ‫ بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی

(**ملفوظ** ۶۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بدعتی خصوص ان میں یہ جاہل صوفی نہایت بددین ہوتے ہیں بعضے تو کھلم کھلا فسق وفجور میں مبتلا ہوتے ہیں اور باوجود اپنی اس حالت کے دوسروں پر بہتان اور الزام رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوں کے مخالف ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ تم بہت متبع ہو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ ایک شخص مجھسے بیان کرتے تھے کہ لکھنؤ میں ایک مزار پر سماع ہو رہا تھا ڈھولک سارنگی کھڑک رہی اور بج رہی تھی نماز کا وقت آگیا ایک سارنگی نواز نمازی تھا وہ مع سارنگی مسجد میں آگیا۔ ایک شخص نے اعتراض کیا کہ ارے مسجد میں آلات معصیت لایا اس جلسہ میں ایک صوفی مولوی صاحب بھی تھے تو جواب میں کہتے ہیں کہ آپ جو آلہ زنا لئے ہوئے مسجد میں آئے۔ کیا بیہودہ جواب ہے کیا منفصل اور متصل چیز میں فرق نہیں

عقلاً بھی اور نقلاً بھی سنتے کہ عین نجاست بھی اگر اپنے معدن میں ہو اُسپر نجاست کا حکم نہیں کیا جاتا مثلاً پیشاب پاخانہ ہے کس کے اندر نہیں مگر اُسپر نجاست کا حکم نہیں کیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ جس چیز کو ان بزرگ نے آلہ معصیت کہا وہ آلہ معصیت ہی نہیں آلہ معصیت وہ ہے جو معصیت کیلئے وضع کیا جائے اور وہ معصیت کیلئے وضع نہیں کیا گیا چنانچہ ظاہر ہے۔ یہ ان کے دل میں وقعت ہے دین کی باتی بعضے اہل انصاف بھی ہوتے ہیں چنانچہ ایک صوفی منش کانپور کے رہنے والے الہ آباد میں ملے مجھسے کہنے لگے کہ آپ چشتی ہیں میں نے کہا جی ہاں۔ کہا کہ پھر سماع کے مخالف کیوں ہو میں نے کہا کہ پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیدیں یہ بتلائیے کہ اس طریق کی روح کیا ہے واقف شخص تھے کہنے لگے کہ مجاہدہ اور ٹھیک جواب دیا میں نے کہا کہ بالکل صحیح ہے اب یہ بتلائیے کہ مجاہدہ کی حقیقت کیا ہے کہا کہ نفس کے خلاف کرنا میں نے کہا کہ یہ بھی بالکل ٹھیک ہے اب آپ سچ بتلائیں کہ آپ کا سماع سننے کو جی چاہتا ہے کہا کہ چاہتا ہے۔ میں نے کہا اور ہمارا بھی جی چاہتا ہے مگر تم جی چاہا کرتے ہو اور ہم جی چاہا نہیں کرتے تو صاحب مجاہدہ تم ہوئے یا ہم صوفی تم ہوئے یا ہم درویش تم ہوئے یا ہم۔ سمجھدار آدمی تھے سمجھ گئے اور بہت مسرت ظاہر کی اور یہ کہا کہ آج حقیقت کا انکشاف ہوا ایک عرصہ تک غلطی میں ابتلا رہا اور مجھکو بہت کچھ دعائیں دیں واقعی اگر آدمی میں فہم ہو تو سب کچھ سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ خلوص ہو بدنیتی نہ ہو مگر آجکل تو بدنیت شریر فساق فجار مفسد زیادہ ہیں پہلے بدعتی لوگ بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے وہ اس قدر آزاد بیباک نہ ہوتے تھے۔ میں ایسوں سے بھی بکثرت ملا ہوں اور قریب قریب ان سب سے دعائیں لی ہیں۔ باقی اب تو بکثرت بددین ہیں ایک صوفی جاہل کی حکایت ایک دوست سے سنی ہے کہ ایک عورت مجلس سماع میں گا رہی تھی عین سماع کے اندر اسکو ایک تنہا مکان میں لیجاکر اُس سے منہ کالا کیا اور فارغ ہو کر پھر آکر بیٹھ گیا اور اپنے فعل کی توجیہ کرتا ہے کہ جب آگیا جوش نہ رہا ہوش دونوں جگہ چھوٹا سین استعمال کیا اتنا جاہل تھا پیٹ بھر کے اور معتقدین ہیں کہ اسپر بھی معتقد ہیں۔ اب بتلائیے یہ باتیں بھی اگر قابل ملامت نہیں تو کیا قابل تحسین ہیں اسپر اگر کوئی کچھ کہتا ہے تو اسکو بزرگوں کا دشمن اور دہابی بتلاتے ہیں ہاں صاحب یہ ہیں سُنی حنفی چشتی نامعقول بزرگوں کو بدنام کرنے والے۔ میں چونکہ ان کی نبضیں خوب پہچانتا ہوں ان کے ڈھونگ اور مکر و فریب سے مخلوق خدا کو آگاہ کرتا ہوں مجھپر آئے دن عنایتیں فرماتے رہتے ہیں مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب طریق بے غبار ہو گیا اب اہل عقل اور دانشمند لوگ ان کے پھندوں میں

نہیں پھنس سکتے باقی بدفہموں اور کوڑ مغزوں کا تو کسی زمانہ میں بھی اور کسی سے بھی علاج نہیں ہوا حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام بھی ایسوں کی اصلاح نہ کر سکے اور تو کسی کا کیا منہ ہے کہ وہ دعویٰ اصلاح کا کر سکے۔ اس چودھویں صدی میں مجھ جیسے دیہاتی شخص کی ضرورت تھی جو ان کے دغل اور مکر کو مخلوق پر ظاہر کرے یہ دین کے دشمن دین کے ڈاکو اپنی اغراض نفسانی کو پورا کرنیوالے پیٹ بھرنیوالے اس روپ میں مخلوق خدا کو گمراہ اور بد دین بنانے والے بہت دنوں پردہ میں رہے مگر الحمد للہ اب ان کا تمام تار پود بکھر گیا لوگوں کو معلوم ہو گیا حق و باطل میں امتیاز اظہر من الشمس و ابین من الامس ہو گیا گو مجھ کو برا بھلا بھی کہیں اور مجھ پر قسم قسم کے الزامات اور بہتان بھی باندھیں مگر ان کی تو روٹیوں میں کھنڈت پڑ ہی گئی اور لوگوں کی نظروں میں کرکری ہو ہی گئی یہی وجہ ہے کہ مجھ پر جھلاتے ہیں غرض ... ہیں مگر میں نے بھی بفضل ایزدی ان کے منہ سے شکار کو نکالدیا یہ میں فخراً بیان نہیں کرتا بلکہ حق تعالیٰ جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں میں بھی تحدث بالنعمۃ کے طریق پر اظہار کرتا ہوں اور اس ملامت پر بھی دل میں مسرور ہوں اور مکرر بلا کسی ملامت کے خوف کے کہتا ہوں اور حق تعالیٰ نے اظہار حق کرنے والوں کی شان بھی یہی بیان فرمائی ہے لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم کہ ایسے دھوکہ دینے والے لوگ دین کی راہ میں راہزن ہیں بد دین ہیں فاسق فاجر ہیں بہروپئے ہیں ان سے اپنے دین کو محفوظ رکھو ورنہ پچھتاؤ گے اور آخرت میں سوائے ندامت اور کف افسوس ملنے کے اور کوئی نتیجہ نہ ہوگا حق تعالیٰ سب کو فہم سلیم نصیب فرمائیں۔

(ملفوظ ۴۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگ تہمد (تہبند) ایسا باندھتے ہیں کہ ران کھل جاتی ہے فرمایا کہ اس کا حکم تو ظاہر ہے ستر بدن کھل جانے پر گنہگار ہوگا گھٹنوں سے ناف تک مرد کیلئے بدن ڈھانپنا واجب ہے۔ عرض کیا کہ کیسا لباس پہننا سنت ہے اسکی کوئی ہیئت اور مقدار خاص ہے فرمایا کہ یہ تو کوئی ضروری نہیں کہ شلوار ہو تو اس میں اتنا کپڑا ہو پاجامہ ہو تو وہ اتنے کپڑے کا ہو۔ رہا ہیئت سو سلف سے بزرگوں کا جو طرز چلا آرہا ہے اسی کی مشابہت رکھنا چاہئے۔ باقی یہ کوئی ضروری بات نہیں کہ عصا اتنا بڑا ہو کرتہ اتنا بڑا ہو عمامہ اتنا ہو۔ اور ضروری نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو یہ چیزیں استعمال فرماتے تھے وہ بنا بر عبادت نہیں تھیں بلکہ وہ عادت شریفہ تھی جسمیں آرام ملا اسکو اختیار فرمالیا ہاں تشبہ بالکفار سے احتراز کا حکم فرماتے تھے۔ غرض جس چیز کا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اہتمام نہ فرمایا ہو امتی کا اسکو اختیار کرنا تو علامت محبت کی ہے مگر اس کا خاص اہتمام نکرے کیونکہ وہ سنت قربات مقصودہ کے درجہ میں نہیں ہے یہ ہی وہ باتیں ہیں کہ جن مین فرق کرنا صرف مجتہد کا کام ہے اور ہر شخص مجتہد ہے نہیں اس وجہ سے لوگوں کو بدعت میں زیادہ ابتلا ہو گیا سُنّت اور بدعت میں فرق کرنا محقق ہی کا کام ہے غیر محقق تو ٹھوکریں ہی کھائیگا اور غیر منقولات کا تو ذکر ہی کیا ہے حضرت امام صاحب تو عبادات منقولہ میں بھی اس مقصودیت وعدم مقصودیت کا فرق کرتے ہیں۔ امام صاحب کی نظر کا عمق اس قدر ہے کہ دوسرے وہاں تک نہ پہونچ سکے اسی وجہ سے حنفیہ پر اعتراض ہے کہ منقولات میں بھی رائے لگاتے ہیں امام صاحب کا منقولات میں مقصود اور غیر مقصود کا فرق نکالنا بڑا ہی لطیف اور باریک علم ہے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے امام صاحب کا اس کو متعلق مسلک یہ ہے کہ جس چیز کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مقصود سمجھکر نہ کیا ہو اسکو مقصود سمجھکر کرنا نہ چاہئے کہ اس میں تغییر ہے مشروع کی باقی بے سمجھے اعتراض کر دینا کون مشکل کام ہے مگر آدمی سمجھنے کی طرف بھی توجہ کرے کہ آخر کہنے والا کہہ کیا رہا ہے اور اُس کا منشاء کیا ہے اور جو اعتراض سمجھکر ہوتا ہے اسکی نوعیت اور شان ہی جدا ہوتی ہے اور بے سمجھے جو اعتراض ہوتا ہے اسکی نوعیت اور شان جُدا جسکو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا سو ایسا شخص تو اعتراض ہی کریگا اور کیا کریگا خصوص یہ زمانہ تو اس قدر پُر فتن اور پُر آشوب ہے کہ ہر شخص قریب قریب آشوب چشم ہی کا مریض بنا ہوا ہے نظر کام ہی نہیں کرتی اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ مگر جنپر حق تعالیٰ کا فضل ہے اور انکو فہم سلیم اور عقل کامل عطاء فرمائی گئی ہے وہ بیشک سمجھ سکتے ہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کو بیٹھے بٹھلائے کوئی نہ کوئی مشغلہ ضرور چاہئے اور کچھ نہیں تو یہ ہی سہی کہ فضول سوال کر کر کے مولویوں ہی کو تختۂ مشق بنائیں جو چیزیں قابل اہتمام اور ضروری ہیں ان کا تو کہیں نام ونشان نہیں نہ انکی فکر بس غیر ضروری میں ابتلا ہو رہا ہے۔ اب ضروری غیر ضروری کی تفسیر سمجھو۔ جس چیز کا اپنے سے تعلق نہ ہو بس وہ غیر ضروری ہے۔ پس جو چیز ضروری ہو آدمی اس کا حکم معلوم کرے آج ہی خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ آجکل جو یہود اور نصرانی ہیں ان کی عورتوں سے نکاح بغیر مسلمان کئے ہوئے کیسا ہے جائز ہے یا نہیں۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ جو شخص نکاح کر رہا ہے اس سے کہو کہ وہ خود مسئلہ دریافت کرے اور جس عورت سے نکاح کرنا ہے اسکے عقیدے اُس سے

معلوم کر کے لکھو تب ہم مسئلہ بتائیں گے پھر فرمایا کہ اب جھلائیگا اور دل میں کہیگا کہ یہ پیسے بھی بیکا
ہی گئے اگر اور جگہ یہ سوال جاتا تو ایک رسالہ تصنیف کر کے جواب میں روانہ کیا جاتا یہاں سے یہ ر
اور ضابطہ کا جواب گیا تو بیچارہ کیا خوش ہو سکتا ہے گالیاں ہی دیگا خیر دیا کرے میں نے تو اس
آیندہ کیلئے بھی تعلیم دیدی ہے کہ غیر ضروری چیزوں میں آدمی کو اپنا وقت برباد کرنا نہ چاہئیے ا
پہلے آدمی ضروری باتوں سے تو فراغ حاصل کر لے اور وہ ضروری بات یہ ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کی
کرے معلوم ہوتا ہے ان سائل صاحب کی کسی سے گفتگو ہوئی ہوگی اسپر یہ تحقیقات شروع کر دی تاکہ جواب دکھ
دوسرے کو رسوا کریں عام مذاق یہی ہو رہا ہے کہ دوسروں پر تو اگر مکھی بھی بیٹھی ہو تو اعتراض ہ
اور اپنے جسم میں کیڑے پڑے ہوئے ہوں اسکی بھی فکر نہیں۔ اس قسم کے بہت سوال آتے ہیں۔ یہاں
جواب بھی ایسے ہی جاتے ہیں جسپر گالیاں ہی دیتے ہونگے۔ ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ یہ چھوٹ
کیوں ذلیل ہیں میں نے لکھا کہ دنیا میں یا آخرت میں۔ جواب آیا کہ شافی جواب نہ ملا اور کچھ اعتراض
لکھے تھے۔ میں نے لکھدیا کہ جہاں سے شفا ہو وہاں سے سوال کر لو۔ بیہودہ اپنا تابع بنانا چاہتے ہ

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر فطرت سلیمہ ہو تو ایک حکم بھی شریعت کا خلاف فطرت نہیں
اکثر لوگوں کی فطرت سلیمہ نہیں اسلئے ایسے لوگوں کو وہ احکام فطرت اور عقل کے خلاف معلوم ہوتے
جیسے بخار کے مریض کا ذائقہ فاسد ہو جانیکی وجہ سے اسکو زردہ پلاؤ قورمہ متنجن فیرینی بریانی
ذائقہ برا معلوم ہوتا ہے وہ کسی کو میٹھا کسی کو کڑوا کسی کو پھیکا بتلاتا ہے اور یہی چیزیں کسی تندرس
کھلائی جائیں وہ انکو خوش ذائقہ اور عمدہ بتلائیگا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں سب میں زیادہ آسان تصوف کو سمجھتا ہوں اور س
میں زیادہ مشکل فقہ کو سمجھتا ہوں مگر آجکل اکثر لوگوں کو فقہ ہی میں زیادہ دلیری ہے اس کا سبب ج
یا کم علمی ہے مجھکو تو مسئلہ بتلانے سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

(ملفوظ) ایک نو وارد صاحب نے حاضر ہو کر حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ بیعت میں
سے کام لینا مصلحت کے خلاف ہے سوچ سمجھکر دیکھ بھال کر بیعت ہونا مناسب ہے اور میں جس طرح ا
کیلئے مشورہ دیتا ہوں کہ بدوں دیکھے بھالے کسی سے بیعت نہ ہونا چاہئیے اسی طرح اپنے لئے بھی ا
ضابطہ کی پابندی کرتا ہوں کہ جلدی بیعت نہیں کرتا۔ اس میں طرفین کی مصلحت ہے اور وہ مصلحت

ہیں ہے بلکہ دینی ہے اور جب دینی ہے تو دنیا تو دین کی باندی لونڈی ہے وہ کہاں جدا ہو سکتی ہے وہ خود بخود حاصل ہو جائیگی اسلئے میں اس معاملہ میں آپکو خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عجلت سے کام نہ لیں یہ فرماکر دریافت فرمایا کہ جو کچھ میں نے کہا وہ آپنے سن لیا اب جو رائے قائم کی ہو مجھکو اس سے مطلع کر دیں عرض کیا کہ حضرت نے جو کچھ فرمایا بالکل ٹھیک فرمایا میں اسی مشورہ کے مطابق عمل کروں گا مقصود تو حضرت کی تعلیم پر عمل کرنا ہے اسپر حضرت والا نے فرمایا ماشاء اللہ فہم سلیم اسی کو کہتے ہیں۔ اب میں آپکو خوشی سے تعلیم کروں گا۔ اب یہ بتلائیں یہاں کتنے روز کے قیام کی نیت سے آئے ہو۔ عرض کیا کہ تین روز کی نیت ہے۔ فرمایا کہ یہ وقت تو ضروری تعلیم کیلئے کافی نہیں اسکی دوسری صورت یہ ہے کہ آپ وطن واپس ہوکر بذریعہ خط مجھکو اطلاع دیں اور اس وقت کی گفتگو کا خلاصہ اس میں تحریر کر دیں اور اپنے فرصت کے اوقات لکھدیں۔ میں جو مناسب ہوگا جواب میں لکھدوں گا۔ نیز اپنے امراض باطنی کو ایک ایک لکھکر الگ الگ علاج کی درخواست کریں ایکدم سب امراض نہ لکھیں جب ایک مرض کے متعلق تعلیم سے فراغ ہو جائے پھر دوسرے کو لکھیں۔ صحیح طریقہ علاج کا یہ ہے پھر فرمایا کہ بعض عنایت فرما مجھکو بد خلق اور سخت گیر کہتے ہیں سو دیکھ لیجئے ان صاحب کی ساتھ کونسا بد خلقی اور سخت گیری کا برتاؤ کیا۔ میں نے سیدھی سادی بات کہی انہوں نے معقول جواب دیا چلو چھٹی ہوئی پھر ان صاحب سے فرمایا کہ یہ بات اور آپ یاد رکھیں کہ اس زمانۂ قیام میں مجلس کے اندر خاموش بیٹھے رہیں مکاتبت مخاطبت کچھ نہ کریں اس سے انشاء اللہ بڑا فائدہ ہوگا۔ عرض کیا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ حضرت کی تعلیم کے سر مو خلاف نہ کروں گا۔ حضرت والا نے جوش کی حالت میں فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو منزل مقصود تک ضرور رسائی ہوگی محرومی نہ ہوگی میں دعا بھی کروں گا۔ آپکی سلامت طبع سے مجھکو بڑی مسرت ہوئی۔ بس میں آنے والوں سے صرف اتنی ہی بات چاہتا ہوں کہ ضروری ضروری اور سیدھی اور صاف بات کریں اور اپنے کام میں لگیں ایچ پیچ کرکے نہ اپنا وقت ضائع کریں اور نہ میرا۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں سب سے پہلے مقصود کا تعین ضروری ہے اور یہ موقوف ہے سمجھنے پر جس چیز کو آدمی سمجھیگا نہیں اسکی طلب ہی کیا کریگا اسلئے اول سمجھ لینے کی ضرورت ہے مگر آجکل بیعت کو ایک رسم کے درجہ میں سمجھکر اختیار کیا جاتا ہے یا بڑی دوڑ دوڑے تو برکت کے خیال سے سو بیعت سے بڑھکر برکت تو تلاوت قرآن میں ہے۔ نفلوں میں ہے قرآن پڑھا کرو۔ نفلیں پڑھا کرو۔ لیکن

واقع میں ہمارے یہاں تو بیعت سے یہ مقصود ہی نہیں بلکہ یہاں تو کام میں لگانا مقصود ہے فوج تھوڑا ہی بھرتی کرنی ہے یا نام کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے ہاں ایسے پیر بھی بکثرت ہیں کہ جہاں رجسٹر بنے ہوئے ہیں اور مریدوں کے نام درج ہوتے ہیں اُن سے فیس اینٹھی جاتی ہے۔ سالانہ اور ششماہی وصول ہوتے ہیں اور لنگر بازی بھی ایسی ہی جگہ ہو سکتی ہے جہاں ایسے پیر اور ایسے مرید اور ایسی آمدنی ہو۔ یہاں یہ باتیں کہاں اوّل تو ہم دیسے ہی غریب پھر جو آمدنی بھی ہو تو اس میں بھی چھان بین۔ غالباً ہفتہ میں ایک دو منی آرڈر واپس ہو جاتا ہے۔ میں خدانخواستہ دیوانہ یا پاگل تھوڑا ہی ہوں کہ مال اور جاہ دونوں کا اپنا نقصان کروں۔ مال کا نقصان تو یہ کہ پھر خفا ہو کر شاید نہ دیں اور جاہ کا نقصان یہ کہ غیر معتقد ہو جائیں مگر میں اسکو خیانت سمجھتا ہوں کہ اصول صحیحہ کے خلاف کروں ایسا کرنے سے اپنا بھلا تو بیشک ہو جائیگا پیٹ بھر جائیگا لیکن خدمت کرنیوالوں کا اس میں کیا نفع ہوا وہ تو جہل ہی میں مبتلا رہے اُن بدنصیبوں کا تو دین برباد ہوا مگر بجائے پابندی اصول کے آجکل بزرگی کی چند علامتیں ٹھہر گئی ہیں۔ یعنی نفلیں بکثرت پڑھنا۔ تسبیح ہاتھ میں رکھنا۔ گھٹنوں سے نیچا کرتہ اور ٹخنوں سے اونچا پاجامہ پہننا بس ختم ہوئی خواہ اندر کیسا ہی گندا ہو۔ اسکو ایک حکیم فرماتے ہیں ؎

از بروں چوں گور کافر پُر حلل	و اندروں قہر خدائے عز و جل
از بروں طعنہ زنی بر بایزید	وز درونت ننگ می دارد یزید

اور اسی کو حافظ فرماتے ہیں ؎

سبحہ برکف توبہ بر لب دل پُر از ذوق گناہ	معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

یاد رکھو محض صورت بنا لینے بدون اصلاح کے کچھ نہیں ہوتا اور اسی کی آجکل مطلق فکر نہیں اور فکر تو جب ہو جبکہ طریق کی حقیقت سے باخبر ہوں اسلئے میں سب سے اول یہ ہی سبق دیتا ہوں کہ پہلے مقصود کو معلوم کرو اسکے تعین کے بعد آگے چلو پھر آخر تک کوئی گنجلک اور اُلجھن پیدا نہ ہوگی ورنہ عمر بھر جہل یا پریشانی میں گرفتار رہیں گے ایسے لوگوں کے بکثرت خطوط بھی آتے ہیں اور بعضے یہاں آکر زبانی گفتگو بھی کرتے ہیں مگر تقریباً سب کے سب اسی جہل عظیم میں مبتلا ہیں۔ میں مقصود کا طریق بتلاتا ہوں مگر اِدھر اُدھر سے پھر پھرا کر نتیجہ بس پھر وہی بیعت۔ بھائی بیعت کوئی فرض ہے واجب ہے جو اُس پر اس قدر اصرار ہے میں نے اسی وجہ سے کہ حقیقت سے آگاہ ہو جاویں اب چند روز سے ایک اور قید کا اضافہ کیا ہے کہ یہاں پر

اُ اور زمانۂ قیام میں مُکاتبت مخاطبت کچھ نہ کرو مجلس میں خاموش بیٹھے ہوئے باتیں سنا کرو تاکہ طریق کی حقیقت تمکو معلوم ہو جائے مگر اسپر بھی بعض ایسے ذہین اور زندہ دل لوگ ہیں کہ خاموش بیٹھے رہنے کی شرط پر آتے ہیں اور پھر گڑبڑ کرتے ہیں۔ ان واقعات کو دیکھکر میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ یا تو لوگوں میں عقل کا قحط ہے یا مجھکو عقل کا ہیضہ اور قحط زدہ اور ہیضہ زدہ میں پھر بھی مناسبت نہ ہوئی اسلئے ایسوں سے صاف کہدیتا ہوں کہ کہیں اور جاکر تعلق پیدا کرلو مجھسے تمکو مناسبت نہیں اور یہ طریق بیحد نازک ہے اس میں بدون مناسبت ہرگز نفع نہیں ہو سکتا پھر بھی اس صفائی پر بھی اگر کوئی بُرا بھلا کہے بُرا مانے تو کہا کرے مانا کرے مجھے کسی کی غلامی نہیں ہو سکتی اگر کسی کو مجھسے تعلق ہے یا آئندہ تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسکو اس کا مصداق بنکر رہنا چاہئے جسکو عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

یا مکن با پیلبانان دوستی　　یا بنا کن خانہ بر انداز پیل

یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی　　یا فرو شو جامۂ تقوے بہ نیل

۱۷

۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۴۲۹) ایک نو وارد صاحب آکر کھڑے رہے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھکر کہو جو کچھ کہنا ہو وہ صاحب بیٹھ گئے اور بیٹھکر بھی کچھ نہیں کہا فرمایا کہ جو کچھ کہنا ہو کہہ لو مجھکو اور بھی کام ہیں پریشان کیوں کرتے ہو۔ اسپر بھی وہ صاحب خاموش رہے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کہا کیا سنا نہیں۔ عرض کیا کہ کچھ خیال نہیں لیا۔ فرمایا کہ تو اب ہو کام تو تمہارا اور پھر خیال بھی نہیں کرتے جاؤ چلو یہاں سے اپنے گھر جاؤ جب دل بُرا ہو جاتا ہے کام نہیں ہوا کرتا اب دیکھئے کہ اتنی دور سے آپ آئے اور یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ بدون سوچے گھر سے چلدئے ہوں کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں اور کس کام کو جا رہا ہوں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ بدون میرے پوچھے ہوئے کہدیتے مگر چند بار پوچھنے پر بھی اول تو جواب ندارد اور جواب دیا تو یہ کہ کچھ خیال نہیں اب اگر دوسرے کو تغیر نہ ہو تو اور کیا ہو بلکہ اگر اسپر بھی تغیر نہ ہو میں تو اسکو بھی خیال کرتا ہوں معاشرت کا ناس ہو گیا نہ دنیادار دنیا کے قاعدے سے ان ضروریات کو اپنے

ذمہ لازم سمجھتے ہیں اور نہ دیندار دین کے قاعدہ سے لازم سمجھتے ہیں جب یہ بات ہے تو پھر ہم بھی کسی
قاعدہ سے اپنے ذمہ لازم نہیں سمجھتے کیا ہم ہی کسی کے نوکر ہیں پھر ہم ہی پر کیا الزام ہے اور جس قاعدہ
سے ہم پر الزام ہو گا اُسی قاعدہ سے ہم بھی الزام دیں گے۔ اب ایک ہی بات کو کون لئے بیٹھا رہے اسی
کھرل کئے جائے اور مجلس آرائی کیا کرے یہ تو وہ کرے جسے اور کام نہ ہوں یہاں تو دوسرے ہی کاموں
سے فرصت نہیں اور وہ دوسرے کام بھی اپنے تھوڑا ہی ہیں وہ بھی خدمت خلق ہی ہے۔ اب مثلاً یہ ڈاک
ہی کام ہے کیا یہ میرا کام ہے یا تصنیف کا کام ہے کیا میرا کام ہے۔ اس پر بھی جب وہ شخص کچھ نہ بولا تو
فرمایا ارے اب بھی خاموش بیٹھا ہے موذی جواب کیوں نہیں دیتا۔ عرض کیا کہ مجھ سے غلطی ہوئی معاف
کر دیجئے فرمایا کہ معافی کو کیا میں تجھکو پھانسی دے رہا ہوں قتل کر رہا ہوں کوئی لٹھ یا تلوار میرے ہاتھ
میں ہے۔ چل اُٹھ چلتا بن بدفہم بیٹھے بٹھلائے قلب کو مکدر کیا پریشان کیا ان موذیوں کی حرکتوں کو
کوئی نہیں دیکھتا کہ یہ کیا حرکتیں یہاں آکر کرتے ہیں۔ آخر میں بھی تو بشر ہوں انسان ہوں کہانتک ضبط
کروں اور صبر بھی کر سکتا ہوں مگر ان بیہودوں کی آنکھیں کیسے کھلیں گی اور ان کی اصلاح کی اور کیا صورت
ہوگی یہ تو جہل ہی میں مبتلا رہیں گے اگر میرا یہ طرز اصلاح کسی کو ناپسند ہو یہاں نہ آئے اور کہیں
جائے میں تو صاف کہتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں، وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی — جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

اور حکایت و شکایت کے موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلہ — کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

میرے پاس اتنا فضول اور بیکار وقت نہیں کہ ایسے بیہودوں کی بیٹھا ہوا چاپلوسی کیا کروں۔
حکیم عبدالمجید خانصاحب مرحوم کے مطب میں قریب قریب تین سو چار سو مریض ہوتے تھے اگر ایک
ایک مریض کیلئے پانچ پانچ منٹ رکھے جائیں تو کتنا وقت درکار ہو وہ یہ کرتے تھے کہ نبض پر انگلی رکھی
شاگردوں سے نسخہ لکھوایا اور دیا۔ اس قدر ملکہ تھا امراض کی پہچان میں جو لوگ معتقد تھے وہ تو کمال
سمجھتے تھے اور جو لوگ معتقد نہ تھے وہ شکایت کرتے تھے کہ توجہ نہیں کرتے مگر حکیم صاحب کی یہ حالت تھی
کہ صورت دیکھکر تمام امراض کی حقیقت کو پہونچ جاتے تھے تو جو اتنا بڑا طبیب ہو اور اپنے فن کا ماہر
ہو اسکو حق ہے کہ وہ اپنے مطب سے ایسے بیہودہ لوگوں کو جو وقت ضائع کریں نکل جانیکا حکم کرے۔ اب وہ

کہانتک بیٹھا ہوا نسخہ اور فن کی ان کے سامنے شرح کیا کرے۔ بس ایسیوں کا تو ایک ہی علاج ہے کہ چلو لمبے بنو۔ زیادہ سے زیادہ پھر نہ آئیگا نہ آئے ایسے بدفہم کا نہ آنا ہی اچھا ہے۔ اور اگر آئیگا تو سمجھکر آئیگا آدمی بنکر آئیگا۔ باقی خدمت سے انکار کب ہے خدانخواستہ کسی سے کوئی ضد نہیں بغض نہیں عداوت نہیں مگر سلیقہ اور فہم کی تو ضرورت ہے بیفکری اور بے ڈھنگا پن کیا معنے۔ یہانپر بحمد اللہ ان ہی اصول کی برکت سے ایسیوں کے مزاج درست ہو جاتے ہیں کیونکہ للّو پتّو نہیں ہوتی اور صاحب اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہوتی ہے ہر ہر قدم پر روک ٹوک کی جاتی ہے۔ لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ آزاد چھوڑ دئے جائیں سو اگر آزادی ہی کا شوق ہے تو گھر ہی سے کیوں چلے تھے کیا کوئی بلانے گیا تھا۔ یہ فرماکر فرمایا کہ چلو اٹھو یہاں سے نکلو اور یہانپر کبھی مت آؤ وہ صاحب پھر بھی بیٹھے رہے فرمایا وہ مرض خیال نہ کرنیکا ابھی باقی معلوم ہوتا ہے وہ صاحب اٹھکر چلدیئے فرمایا کہ اگر جی چاہے تو کل بعد نماز ظہر آکر میری بات کا جواب دو اور اگر نہ چاہے تو اپنے گھر جاؤ۔ عرض کیا کہ کل جواب دونگا فرمایا کہ تمہاری زبانی نہ سنونگا یا تو کسی کے واسطہ سے گفتگو کرنا یا لکھکر بکس میں ڈالدینا۔ عرض کیا بہت اچھا۔ وہ صاحب چلے گئے۔ حضرت والا نے اہل مجلس کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اب سیدھے ہو گئے۔ مجھکو کوئی آنیوالوں سے نفرت یا بغض تھوڑا ہی ہے چاہتا یہ ہوں کہ ان کی اصلاح ہو جن امراض میں ابتلاء ہے ان سے نجات ہو۔ اور میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ ان آنیوالوں کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ شاید یہ ہی ذریعہ نجات ہو جائیں اور اپنے اس طرز پر مجھکو ناز نہیں۔ اس طرز کے استعمال کے بعد بھی حق تعالیٰ سے دعاء کرتا رہتا ہوں اور ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں حد سے تجاوز نہ ہو جاوے

(**ملفوظ** ۵۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو اس طریقہ سے سخت طبعی نفرت ہے کہ لوگوں کو ترغیب دیکر معتقد بنا کر کسیکے پاس بھیجتے ہیں جیسا بعض لوگوں کو اس کا مرض ہوتا ہے حتے کہ مادی امراض کے لوگوں تک کو بھیجدیتے ہیں جو نہایت ہی برا طریقہ ہے۔ ایک صاحب نے یہاں ایک مجنون کو بھیجدیا اُس نے آکر مجھسے تعویذ مانگا۔ میں جنون کا تعویذ جانتا نہیں میں نے انکار کردیا وہ یہاں سے چلا گیا اور واہی تباہی بکتا پھرتا تھا مشکل سے دفع ہوا۔

(**ملفوظ** ۵۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حکومت کی بڑی سخت ضرورت ہے بدون حکومت کے انتظام مشکل ہے۔ زیادہ گڑبڑ حکومت اسلامی نہ ہونیکی وجہ سے ہو رہی ہے ہر شخص آزاد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

زمانہ خلافت میں شام میں ایک شخص تھا وہ قرآن شریف کے متشابہات میں تحریف کرتا تھا۔ اس علاقہ پر
جو عامل مقرر تھے انکو اسکی گرفتاری کیلئے حکم بھیجدیا چنانچہ گرفتار ہو کر آیا آپ نے ستون سے بندھوا کر حکم دیا
کہ اسکے دماغ پر دُرّے لگاؤ۔ دو چار ہی دُرّے لگے تھے چیخ اُٹھا اور یہ عرض کیا کہ ساری عمر کبھی ایسا نہ
کروں گا۔ غرض دماغ درست ہو گیا سو بدون حکومت کے ایسے خردماغوں کا علاج مشکل ہے

(**ملفوظ ۵۲**) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعضے غیر مسلم بادشاہوں میں بھی بعضی خصلتیں ایسی
ہوتی ہیں کہ اُن سے دوسروں کو راحت پہونچتی ہے چنانچہ ملکہ وکٹوریہ ایک دانشمند عورت تھی طبیعت میں ایک خاص درجہ
کا حلم اور رعایت بھی تھی ایک خانصاحب پولیس کے جمعدار کا واقعہ ہے جو گلاؤٹھی میں سنا تھا اور وہ
مجھسے ملے بھی تھے کہ ایک حافظ جی ان کے شناسا ملکہ کے پاس لندن میں اردو سکھلانے پر ملازم تھے
اُنھوں نے ملکہ کی فرمائش پر وہاں سے ان کو ملکہ کی خدمتگاری کی ملازمت کیلئے بلایا جب یہ پہونچے
حافظ جی نے ان سے کہا کہ میں تمکو پیش کروں گا تو اس طرح آداب شاہی بجالانا اس میں یہ بھی تھا کہ جھک
کر سلام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے کہا کہ جھککر سلام کرنا شریعت کے خلاف ہے میں تو ایسا نکروں
حافظ جی نے کہا کہ تب تو یہاں پر تمہارا رہنا مشکل ہے انہوں نے کہا کہ جو کچھ بھی غرضکہ وہ خاموش
ہو گئے۔ ملکہ نے خود ہی ایک روز حافظ جی سے دریافت کیا کہ تم اُس ہندوستانی کو نہیں لائے انہوں نے
کہا کہ حضور ان کا دماغ درست نہیں دریافت کیا کیا بات ہے کہا کہ جھک کر سلام کرنے پر یوں
کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا حکم نہیں سوائے خدا کے دوسرے کیلئے مسلمان سر نہیں جھکا سکتا
ملکہ نے یہ سنکر کہا کہ ایسے شخص کا دماغ خراب بتلاتے ہو دماغ تمہارا خراب ہے وہ شخص قابل ملنے
ہے وہ مذہب کا پابند ہے اسکو ضرور ہمارے پاس لاؤ ہم ضرور ملاقات کریں گے وہ ساتھ لیگئے انہوں
نے جاتے ہی کہا السلام علیکم۔ ملکہ نے جواب دیا اور پھر بہت تسلی تشفی کے بعد ان کے سپرد یہ خدمت
کہ دستی گاڑی پر صبح شام ٹہلایا کرو۔ ایک مرتبہ وہ گاڑی اُلٹ گئی ملکہ گر گئی حاضرین دوڑ پڑے
اور اُٹھالیا مگر یہ جمعدار ڈر کے مارے اگلے روز نہیں گئے ملکہ کو معلوم ہوا تو تسلی کر بھیجی کہ تم نے عمداً
کچھ نہیں کیا اتفاقی غلطی ہو گئی ڈر کی بات نہیں۔ ایک مرتبہ میں نے ملکہ کو خواب میں دیکھا مجھسے یہ سوال
کیا کہ مجھکو اسلام کی حقانیت میں صرف ایک شبہ ہے اور کوئی شبہ نہیں وہ یہ کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نبی تھے اور نبی کی شان متانت اور وقار ہونا چاہئے اور مزاح وقار کے خلاف ہے

میں نے جواب دیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک ہیبت خداداد تھی اور منصب حضور کا تھا تبلیغ اور افادہ اور ہیبت لوگوں کو استفادہ سے مانع ہو سکتی تھی اُسکے لئے بے تکلفی کی ضرورت تھی۔ اس بے تکلفی پیدا کرنے کیلئے حضور قصداً مزاح فرماتے تھے تو جو مزاح مصلحت سے ہو وہ وقار کے خلاف نہیں پس اس سے یہ شُبہ بھی رفع ہو گیا۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مُرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ مجذوب تھے اُنہوں نے ملکہ کا نصیبن نام رکھ رکھا تھا شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ اسکے زمانہ میں نہایت ہی امن سکون سے حکومت رہی بعد میں فسادات کی گٹھریاں کھُل گئیں اسوقت صرف ایک فتنہ تھا کفر کا یہ فسادات کچھ نہ تھے شاید یہ وجہ ہو۔

(**ملفوظ** ۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں دشواری اسی وقت تک ہے کہ جبتک اسکی حقیقت سے بیخبری ہے اور حقیقت منکشف ہو جانے پر پھر اس سے زیادہ کوئی چیز آسان اور سہل نظر نہیں آتی۔ فن نہ معلوم ہونیکی وجہ سے جاہلوں نے تصوّف کو اس طرح لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ بجائے سہولت اور آسانی کے دشوار معلوم ہونے لگا اور بجائے رغبت کے اس سے وحشت پیدا ہو گئی۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ تصوّف کا فن صرف ایک مسئلہ پر ختم ہے اختیاری اور غیر اختیاری کی تقسیم۔ بس انسان اختیاری کو کرے اور غیر اختیاری کے درپے نہ ہو چلو چھٹی ہوئی۔ یہ ایک مختصر سی اور بیحد سہل بات ہے جو میں نے بیان کی اسپر مہر علی شاہ صاحب کا مقولہ یاد آیا جو ایک صاحب نے مجھسے بیان کیا تھا انہوں نے باوجود اختلاف مسلک کے فرمایا کہ فلاں شخص نے تصوّف کی خوب خدمت کی ہے آسان کر کے دکھلایا ہے (میں مُراد ہوں) بعضوں کو اس سہولت کے متعلق یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ تعبیر بھی سہل سمجھنا بھی سہل مگر عمل کرنا تو مشکل ہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عمل بھی کون مشکل ہے صرف ہمت یعنی عزم قوی کی ضرورت ہے اور اگر اشکال ایسا ہی سستا ہے تو کھانا بھی مشکل ہونا چاہئے اسلئے کہ بدون عزم کے وہ بھی حلق سے نیچے نہیں اترتا اور تصوّف کے حصول کی ایک تدبیر اس سے بھی سہل بتلاتا ہوں وہ یہ کہ اہل ہمت کی صحبت واطاعت اختیار کرے اسکو دیکھکر خود بخود ہمّت میں قوّت ہو جاوے گی۔ اور چونکہ وہ اس راہ کا واقف ہے وہ تمکو اس دشوار گذار راہ سے نکال کر لیجائیگا غلط روی سے جو دشواری ہوتی وہ بھی زائل ہو جاویگی اور ایسے شخص کی صحبت واطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے بدون راہبر اور واقف کار کے اس راہ میں قدم رکھنا ہر حال خطرہ سے خالی نہیں اسی کو فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ را تنہا مرو بے قلاؤز اندریں صحرا مرو

(ملفوظ ۵۵۴) ایک صاحب نے ایک طبی کالج کے طلباء کا ذکر کیا کہ بڑے ہی آزاد ہیں چھوٹے بڑے کی وہاں پر کوئی پرسش ہی نہیں استادوں کیساتھ مساوات کا برتاؤ ہے۔ فرمایا کہ اب تو چھوٹے بھی بڑوں کا اتنا ادب نہیں کرتے جتنا پہلے بڑے چھوٹوں کا ادب کرتے تھے اور آجکل نہ اُستاد کی پرواہ ہے نہ باپ کی نہ پیر کی عجیب گڑبڑ پھیل رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا سے خیر و برکت اُٹھتی چلی جارہی ہے جمہوریت جمہوریت گاتے پھرتے ہیں یہ سب اسکی نحوست ہے کہ نہ چھوٹے چھوٹے رہے نہ بڑے بڑے رہے اور علاوہ ان آثار کے خود مقصود کے اعتبار سے بھی یہ جمہوریت ایک کھیل ہے۔ جو قوت شوکت ہیبت شخصیت میں ہے جمہوریت میں خاک بھی نہیں اور ہو بھی کیسے مکوین سمجھتے ہیں کہ آج ایک پریسیڈنٹ ہے کل کو بدل دیا جائیگا یہ انتخاب کی برکات اور جمہوریت کے کرشمے ہیں اس میں نہ مستحکم انتظام ہو سکتا ہے نہ وزنی کام ہو سکتا ہے بخلاف شخصیت کے کہ وہ بڑی برکت کی چیز ہے مگر عجب عقلیں ہیں تجربہ کر رہے ہیں کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو رہا ہے مگر باز نہیں آتے اس بے حسی کا کسیکے پاس کیا علاج اور پھر اسپر بھی بس نہیں شخصیت کو خلاف حکمت بتلاتے ہیں عجیب تماشا ہے۔

(ملفوظ ۵۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلد بھی عجب چیز ہیں انکی عبادات میں بھی نیت فساد کی ہوتی ہے۔ اللہ کیواسطے وہ بھی نہیں ہوتی۔ آمین بالجہر بیشک سنّت ہے مگر انکا مقصود محض فساد کرنا ہوتا ہے پس اصل میں اس سے منع کیا جاتا ہے۔ ایک مقام پر ایسے ہی اختلاف میں ایک انگریز تحقیقات کیلئے متعین ہوا اس نے اپنے فیصلہ میں عجیب بات لکھی کہ آمین کی تین قسمیں ہیں۔ ایک آمین بالجہر یہ شافعیہ کا مذہب ہے اسکی تائید میں احادیث وارد ہیں۔ ایک آمین بالسّر یہ حنفیہ کا مذہب ہے اس میں بھی حدیثیں وارد ہیں۔ ایک آمین بالشّر یہ کسی امام کا مذہب نہیں اور نہ اس میں کوئی حدیث وارد ہے اسلئے اس سے منع کیا جانا چاہیے۔ غرض بعض کو عبادات میں بھی شر اور فساد ہی مقصود ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۵۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسیکو کوئی کیا کہہ سکتا ہے اور کیا سمجھ سکتا ہے حجاج بن یوسف جسکا ظلم مشہور ہے مگر باوجود اسکے اسوقت ظالموں کی یہ حالت تھی کہ ایک شب میں تین سو رکعت نفل پڑھنا اس کا معمول تھا یہ جسوقت مرنے لگا ہے تو کہتا ہے کہ اے اللہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نہیں بخشا جائیگا ہم تو جب جانیں جب ہمکو بخشدو۔ متقیوں کا بخشدینا کوئی عجیب بات نہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ یا کسی

دوسرے تابعی سے کسی نے جاکر کہا کہ وہ یہ کہکر مرا ہے فرمایا بڑا چالاک ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ میاں سے جنّت بھی لے مریگا۔ ایک شخص نے بعد مرجانیکے اسکو خواب میں دیکھا دریافت کیا کہ کیا حال ہے کہا کہ جسقدر مظلوم میں نے قتل کئے ہیں سب کے بدلے ایک ایک مرتبہ مجھکو قتل کیا گیا اور سعید بن جبیر کے بدلے ستّر مرتبہ قتل کیا گیا اور سخت تکلیف میں ہوں پوچھا کہ اب کیا خیال ہے کہا کہ وہی خیال ہے جو سب مسلمانوں کا خدا کے ساتھ ہے یعنی مغفرت کا امیدوار ہوں اور ضرور مغفرت ہوگی یہ خیال اس شخص کا ہے جو دنیا بھر کے نزدیک مبغوض اور مردود ہے وہ بھی خدا کی ذات سے ناامید نہیں ہوا اور یہ خیال تو آجکل کے بعضے لمبے لمبے وظیفوں کے پڑھنے والوں کا بھی خدا کیساتھ اتنا قوی نہیں اب بتلائیے کوئی کسیکو کیا نظر تحقیر سے دیکھے بس جی آدمی کو چاہئے کہ اپنی خیر منائے کیوں کسیکے درپے ہو اپنی ہی کیا خبر ہے کہ کیا معاملہ ہوگا۔

(**ملفوظ ۵۵۰**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے لوگوں کے قلوب میں عظمت تھی دین کی ابتو اس کی بہت کمی ہوگئی ہے پہلے فسّاق فجار کے قلوب میں بھی عظمت دین کی تھی اور اب وہ زمانہ ہے کہ بہت سے بڑے بڑے جُبّے قُبّے والے بڑے بڑے القاب والے اس دولت سے کورے ہیں۔

(**ملفوظ ۵۵۱**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصل چیز تو یہ ہے کہ قلب میں حق تعالیٰ کیساتھ صحیح تعلق ہو اور بقیہ سب کمالات اسکے الوان ہیں اور دوسری چیزیں اسی وقت پیدا ہوتی ہیں جبکہ اسپر کاربند ہو اور اس کا بھی ایک خاص طریقہ ہے اور کچھ خاص شرائط ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ شیخ کی تعلیم پر بےچوں وچرا عمل کرے شیخ اسی چیز کے پیدا کرنیکی غرض سے جسکے لئے جو مناسب سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے اقویا کیلئے ایک تجویز۔ ضعفاء کیلئے ایک تجویز مگر مقصود تمام تعلیم کا ایک ہی ہے۔ طالب کو چاہئے کہ جو اسکو تعلیم کیا جاوے اسی میں اپنی مصلحت سمجھے غرض اصل چیز تو وہی ہے جسکو میں پہلے بیان کرچکا ہوں یعنی صحیح معنے میں بندہ کا خدا تعالیٰ کیساتھ تعلق ہو جانا باقی اسکے علاوہ اس طریق میں جتنی چیزیں ہیں سب اسکی تدابیر ہیں جیسے طبیب جسمانی کا اصل مقصود تحصیل و تکمیل صحت ہے اور تفصیلی معالجات اسکی تدابیر

(**ملفوظ ۵۵۲**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چکّی پیسنے سے کام تھوڑا ہی بنتا ہے کام تو اُنکے فضل سے ہوتا ہے ہاں لگا رہنا شرط ہے چنانچہ محنت تو کسی کام میں میں نے بھی نہیں کی مگر جس کام کو کرتا ہوں اس سے کسی وقت دماغ خالی نہیں رہتا ہر وقت دماغ کام کرتا رہتا ہے اور بجس لوگوں کو اسکی خبر نہیں اسلئے وہ فضول چیزوں میں لگا کر ستاتے ہیں۔ دوسرا شخص اگر اتنا دماغی کام کرے اور اسکی ساتھ ذکی الحس بھی ہو تو چلا

اُٹھے اسلئے اپنی راحت کیلئے کچھ قوانین مقرر کئے ہیں اور اپنی راحت کیساتھ اس میں دوسرے کی بھی راحت ملحوظ ہوتی ہے اور اسکے خلاف کرنے پر جو عتاب ہوتا ہے وہ بھی حقیقت میں سزا نہیں ہے وہ بھی راحت ہی کا قانون ہے۔ اسی لئے میں جسپر خفا ہوتا ہوں اپنے سامنے سے ہٹا دیتا ہوں تاکہ قلب جلدی صاف ہو جاوے کیونکہ میری طبیعت ضعیف ہے جلدی متاثر ہو جاتی ہے اور یہ فطری چیز ہے چنانچہ بعض حضرات اکابر کو نماز میں پنکھا جھلا جاتا تھا مگر میں نے ضعف طبع کی وجہ سے منع کر رکھا ہے۔ کسی نے اُن اکابر میں سے بعض حضرات سے پوچھا کہ اس سے حضرت کا دل نہیں بٹتا فرمایا کہ ہمارا تو جی اور زیادہ لگتا ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لگتی ہے مگر میری طبیعت اس قدر ضعیف ہے کہ اگر کوئی نماز کے وقت میرے قریب بھی بیٹھ جاتا ہے اور مجھکو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ میرا منتظر ہے تو اس قدر طبیعت پر بوجھ ہوتا ہے کہ نماز بھی آئی گئی ہو جاتی ہے۔

(ملفوظ ۴۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ذوق یہ ہے کہ مسجد میں چار پائی بچھا کر لیٹنے کو ادب کے خلاف سمجھتا ہوں یہ ذوقی امور ہیں ولکل وجهة هو موليها۔

(ملفوظ ۴۶۳) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے صرف اپنے حالات لکھے ہیں اور ان حالات کے متعلق کوئی بات نہیں پوچھی جس سے معلوم ہوتا کہ ان حالات کے لکھنے سے یہ مقصود ہے۔ میں نے یہ جواب دیا ہے مہمل خط سے معلوم ہوتا ہے کہ طریق کی حقیقت سے بیخبر ہو اسلئے کوئی درخواست نہیں کی۔

(ملفوظ ۴۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس جدید تعلیم نے جسکو نئی روشنی سے تعبیر کرتے ہیں بڑی ہی گمراہی کا دروازہ کھول دیا۔ ایک صاحب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھی ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کامیابی کا بڑا راز یہ ہے کہ ان میں استقلال تھا اور اسکی زندہ نظیر گاندھی موجود ہے استغفر اللہ نعوذ باللہ سیرت نبوی پر کتاب اور نبی کو ایک مکذب نبوت سے تشبیہ کیا آفت ہے نہ معلوم کس قدر مسلمانوں نے یہ مضمون دیکھا ہوگا اور گمراہی میں پھنسے ہونگے اور اکثر بدعقل مسلمان بھی ایسوں ہی کا اتباع کرتے ہیں اور انکو اپنا رہبر اور پیشوا مانتے ہیں میرے پاس بھی وہ کتاب بھیجی گئی میں نے یہ لکھکر واپس کردی کہ میں ایسی کتاب کو اپنی ملک میں رکھنا نہیں چاہتا جسمیں اصل سیرت یعنی نبوت کے مکذب کی مدح ہو اس کا جواب آیا کہ زمانۂ جاہلیت میں اس ناچیز سے ایسی حرکت ہو گئی انہوں نے اپنے پہلے زمانہ کو جاہلیت سے تعبیر کیا غنیمت ہے کیونکہ اکثر میں آج کل ایک خاص مرض یہ بھی ہوتا ہے کہ اپنی بات کی پچ کرتے ہیں یہ سب خرابیاں جدید تعلیم کا اثر ہے اسیر کہتے ہیں کہ یہ نئی روشنی ہے جسمیں ہزاروں ظلمتیں بھری ہیں اور دین کی کمی تو ہے ہی

مگر دنیوی تہذیب کا بھی ان میں نام ونشان نہیں ہوتا - ایک صاحب یہاں پر آئے تھے ایک دو روز غالباً ٹھیرے تھے بوقت رخصت کہتے کہتے ہیں کہ میں اسٹیشن جا سکتا ہوں مہمل بات چند الفاظ ہیں جو رٹ رکھے ہیں وہ ہی ان کے مایۂ ناز ہیں ساری قابلیت ان ہی میں ختم ہے - میں نے کہا کہ اللہ نے آنکھیں دیں دیکھنے کو پیر دئے چلنے کو راستہ دیکھا ہوا ہے جا کیوں نہیں سکتے جا سکتے ہو۔

(ملفوظ ۶۳۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دوسروں کی کیا شکایت جب اپنے ہی بزرگوں کے نام لیوا پھسل گئے اس قدر انگریزیت اور نیچریت کا اس زمانہ میں غلبہ ہوا ہے کہ پرانے پرانے لوگ ڈھل مُل ہو گئے اب یہ آفت فلاں مدرسہ...... میں بھی پیدا ہو گئی ہے بعض لوگ میری سرپرستی سے منقبض ہیں میں نے اس ہی بناء پر استعفا دیدیا تھا مگر پھر آکر مجھکو مجبور کیا گیا میں نے مدرسہ کی مصلحت کی وجہ سے قبول کر لیا - اب معلوم ہوا کہ ممبران میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ دور سے بیٹھے بیٹھے ایک رائے کو ترجیح دیدیتا ہے اور واقعات صحیحہ دور سے معلوم نہیں ہو سکتے اسلئے انہوں نے میرے متعلق شرط رکھی تھی کہ وہ مجلس شوریٰ میں شرکت کیا کرے اور وقت پر مجھسے اس شرط کو ظاہر نہیں کیا گیا اسلئے مجھکو احباب سے شکایت ہے کہ مجھسے ضروری واقعات کو چھپایا گیا اور مجھسے یہ بیان کیا گیا کہ تمام ممبران دل سے چاہتے ہیں اور سب کی دل سے تمنّا ہے مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہ تھا اور اب مزید براں یہ معلوم ہوا کہ مدرسہ کا زیادہ حصّہ کانگریس میں شریک ہو چکا ہے اس قدر یہ باتیں سنکر دل کو قلق ہوتا ہے کہ یا اللہ بالکل ہی کایا پلٹ ہو گئی اپنے بزرگوں کے طرز اور مسلک کو بالکل ہی خیرباد کہدیا اور زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے بزرگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بس اگر یہ ہی رفتار ہے تو آگے کا اللہ ہی حافظ ہے - آئندہ آنیوالی نسلیں تو بالکل نیچریت کا شکار ہونگی حق تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں اور فہم سلیم عطاء فرمائیں۔

(ملفوظ ۶۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اب تو وہ زمانہ ہے کہ ہر شخص کی رفتار گفتار اور لباس سے انگریزیت جھلکتی ہے۔ سادگی کا نام ہی نہیں رہا زبان سے نصرانیت اور انگریزیت کی بُرائی کرتے ہیں اور دل میں وہی باتیں رچی ہیں ان ہی جیسا لباس ان ہی جیسی معاشرت اختیار کر رکھی ہے مجھے تو ایک عالم کا قول پسند آیا کہ یہ لوگ نصرانیوں کے مخالف ہیں اور نصرانیت کے حامی ہیں بات تو کام کی کہی واقعی یہی ہو رہا ہے غضب تو یہ ہے کہ اس فتنہ سے بعض علماء بھی نہ بچ سکے اور نصوص کے خلاف کرنا شروع کر دیا ان کا

طریقہ کار بالکل نصوص کے خلاف ہو رہا ہے لیکن کسی کا عمل تو حجت نہیں جب کوئی تدابیر منصوصہ کے خلاف اختیار کیجاویگی اسکو تو ممنوع ہی کہا جاویگا خصوص جبکہ وہ فعل عبث یا مضر بھی ہو تو اسکی حرمت میں پھر کیا شبہ ہوسکتا ہے وہاں تو الضرورات تبیح المحظورات کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ مثلاً ہڑتال ہے جلوس ہیں ان میں وقت کا ضائع ہونا روپیہ کا صرف ہونا حاجتمند لوگوں کو تکلیف ہونا نمازوں کا ضائع ہونا کیلے مفاسد ہیں تو یہ افعال کیسے جائز ہوسکتے ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر نیت امداد حق کی ہو فرمایا کہ ان باتوں سے حق کو کوئی امداد نہیں پہونچتی دوسرے نامشروع فعل نیت سے مشروع نہیں ہوجاتا۔ یہ تو محض جاہ طلبی ہے کہ جلسے ہو رہے ہیں جلوس نکل رہے ہیں گلوں میں ہار پڑ رہے ہیں اور یہ سب بد دینوں ہی سے سبق حاصل کئے ہیں اور سب یورپ ہی کی تقلید ہے اور مزاحاً فرمایا کہ ہار (مغلوبیت) تو پہلے ہی گلوگیر ہے پھر کامیابی (جیت کہاں)

(ملفوظ ۶۶۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر پچاس دنیوی مصلحتیں ہوں اور ایک دینی مفسدہ ہو تو مفسدہ ہی کو غالب سمجھا جاویگا۔ عرض کیا گیا کہ جن نصوص میں جہاد کا حکم ہے یا صبر کا اسکے اعتبار سے حکم منصوص کے ہوتے ہوئے اپنی رائے سے اسکے خلاف ایک طریقہ کا اختیار کرنا کہ نہ وہ جہاد ہے نہ صبر ہے یہ مسکوت عنہ ہوگا یا اسکو منہی عنہ کہیں گے۔ جواب فرمایا کہ باوجود ایسی ضرورتیں واقع ہونیکے متقدمین نے جب اسکو ترک کیا اختیار نہیں کیا تو یہ اجماع ہوگیا اسکے ترک پر اسلئے ممنوع ہوگا یہ احتمال بھی نہ رہا کہ نصوص کو مأول یا معلل کہہ لیا جاوے

۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

(ملفوظ ۶۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نیند بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے بعض اوقات شب کو نیند کم آتی ہے سونے کو جی ترستا رہتا ہے تمام شب بے چینی رہتی ہے مگر احیاناً ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ صبح کو بیٹھ گیا اور دفعۃً آنکھیں بند ہوگئیں پھر جو آنکھ کھلی تو اسوقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ دفعۃً دماغ میں سے کچھ غبار سا نکل گیا اس وقت طبیعت نہایت بشاشں ہوجاتی ہے تمام شب کا تکان دماغ کا جاتا رہتا ہے مگر آج تک یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کیا چیز ہے جو دماغ سے نکلجاتی ہے اور اُسکے نکلنے سے سکون ہوجاتا ہے طبیب

یہ بھی نہیں کہتے کہ دماغ کمزور ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ دماغ نہایت قوی ہے اور خود مجھکو بھی بفضلہ تعالیٰ کسی قسم کی کوئی دماغی شکایت نہیں معلوم ہوتی پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا بات ہے

(ملفوظ ۶۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت اور تیزی اور چیز ہے اور سمجھ اور چیز ہے دو مصنفوں کا نام لیا کہ اُن میں تقریر و تحریر کیوقت غصہ اسقدر ہے کہ بیتاب ہو جاتے ہیں مگر سمجھتے موٹی موٹی باتوں کو بھی نہیں ہاں تیز اس قدر ہیں کہ جب چلتے ہیں پھر نہیں دیکھتے کہ کوئی مریگا گریگا سامنے کوئی آدمی ہے یا جانور ہے یا راستہ ہے حتے کہ خصم کا قول نقل کرتے ہیں اور اسکی دلیل بھی نقل کرتے ہیں مگر اسپر جو رد لکھتے ہیں تو خود اس رد کی کوئی دلیل بیان نہیں کرتے عجیب بات ہے کہ ائمہ کی تقلید کو حرام کہتے ہیں اور دوسروں کو اپنا مقلد بنانا چاہتے ہیں اچھی زبردستی ہے - بھلا انکی ہی کون تقلید کریگا - غیر مقلدوں کے یہاں یہ دونوں حضرات مایۂ ناز ہیں مگر سمجھ سے کچھ کام نہیں لیتے یوں ہی اُڑاتے ہیں باقی ہمارے بزرگ ماشاءاللہ ہر شے کو اسکے حدود پر رکھتے ہیں ان ہی کی برکت ہے کہ ہم ان کے خدام بھی کسی امر میں غلو نہیں کرتے چنانچہ یہاں ایک طالب علم شافعی مذہب آئے تھے موپلوں کی قوم سے تھے زبان بھی عربی تھی نماز میں آمین بالجہر کہتے تھے مگر بہت دبی آواز سے میں نے انکو محض اس خیال سے کہ شاید یہاں کے ادب کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں کہلوا دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے سنت کو چھوڑا جائے بے تکلف آمین کہو مگر اس انداز سے جیسے اپنے شافعی بھائیوں سے کہتے تھے وہ اسپر بہت خوش ہوئے کہ یہاں اس قدر وسعت اور رعایت ہے جو کہیں نہیں دیکھی گئی -

(ملفوظ ۶۷۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ موپلوں کی قوم بڑی جوشیلی قوم ہے عربی النسل ہیں - زمانہ تحریکات میں اس قوم کو بعضے کم عقل لیڈروں نے تباہ اور برباد کر دیا خود تو جلسوں ہی پر اکتفا کیا اور ان بیچاروں کو حکومت سے لڑا دیا جوشیلی قوم تھی مقابلہ پر اڑ گئی اور یہ اُبھارنے والے دم دبا کر بھاگتے نظر آئے پھر بیچاروں کی جا کر خبر تک نہ لی حکومت نے خوب پیسا یہی حشر ہندوستان کا بنانے کو پھرتے تھے مگر اللہ نے اپنا فضل کیا اور ان لیڈروں کی کیا شکایت کیجاوے - بعض مولوی ایسے بدحواس ہوئے کہ انکو نہ دنیا کی خبر رہی اور نہ دین کی ایمان تک قربان اور نثار کرنے کو تیار ہو گئے اور ایک مولوی صاحب نے گاندھی کے عشق میں اپنے ایمان اور دین اور اس میں گذری ہوئی عمر کو اُسپر نثار کرنے کا اس شعر میں اقرار کر لیا ہے

عمرے کہ بآیات واحادیث گذشت رفتی و نثار بُت پرستی کردی

ایک لیڈر صاحب نے یہ کہا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی مستحق نبوت تھا حیرت ہے کہ ایسا کم فہم نبی ہوتا اگر ایسا فہیم ہوتا تو پہلے آخرت پر ایمان لاتا۔ پالیسی اور چیز ہے عقل اور چیز ہے دیکھئے حق تعالیٰ عورتوں کے متعلق فرماتے ہیں ان کیدکن عظیم ان کے مکر کو تو بڑا فرمایا اور حدیث میں انکو ناقص العقل فرمایا گیا تو چالاکی کو عقل سے کیا واسطہ۔

(ملفوظ ۶۶۹) ایک صاحب کی غلطی پر پھر اس غلطی کی اس معذرت پر کہ قاعدہ کی خبر نہ تھی مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایسے ہی تو بے خبر ہو بے خبری کا لفظ یاد کر لیا ایسی موٹی باتوں کی بھی خبر نہیں البتہ اصطلاحی بے خبری کا دعوے صحیح ہو سکتا ہے جس کے معنے ہیں بیفکری ورنہ مقدمات کی بھی خبر نتیجہ کی بھی خبر سب خبر ہے مگر غلطی اسلئے ہوتی ہے کہ ہم غریبوں کے نسبت یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ والے جو ہوتے ہیں انکو حس نہیں رہتی۔ بیحس ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ خود بیحس ہوتے ہیں اسلئے اوروں کو بھی بیحس خیال کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ انکو نہ کسی چیز سے تکلیف ہوتی ہے نہ انکو ادراک ہوتا ہے نہ اذیت پہونچتی ہے حاصل یہ کہ بت ہیں چاہے کوئی چار جوتے لگا جائے تب غریب کو حس نہیں اور چاہے کوئی چڑھا واچڑھا جائے تب حس نہیں خلاصہ یہ کہ اللہ والوں کو بُت سمجھتے ہیں۔ اور سمجھنے کا بھی کیا قصور ہے خود مشائخ ہی بیحس ہو گئے دکان گرم ہو رہی ہے چہار طرف پروانے جمع ہیں۔ بیچ میں شمع رکھی ہے مشیخت کی شان ظاہر ہو رہی ہے شیخ صاحب کو اسپر حظ ہو رہا ہے اور زیادہ اس وقت ایسے ہی ہیں جو محض دکان چمکانے کی وجہ سے اور حظ کی غرض سے لوگوں کے اجتماع کو پسند کرتے ہیں اور اس طمع میں لوگوں کی سب بدتمیزیاں برداشت کرتے ہیں مگر مجھکو تو ان باتوں سے سخت نفرت ہے نہ اپنے بزرگوں کا یہ طرز دیکھا نہ اپنے کو یہ پسند اپنے بزرگوں کی بیحد سادہ زندگی دیکھی اسلئے یہ نئی نئی باتیں بُری معلوم ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۶۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قوت متخیلہ پر بھی بعضے قوی آثار مرتب ہو جاتے ہیں سو اگر اس قوت کو وحی کے تابع بنا دیا یعنی جس محل میں وحی نے اذن ندیا ہو وہاں اسکو صرف نہ کیا تب تو خیریت ہے ورنہ گیا گذرا ہوا۔ اور اس قوت متخیلہ کے اعتبار سے صاحب قوت کی تین۳ قسمیں ہیں بعضوں میں یہ فطری ہوتی ہے اور قوی بھی ہوتی ہے۔ بعضوں میں فطری ہوتی ہے مگر ضعیف ہوتی ہے اور بعضوں میں فطری ہی نہیں ہوتی بلکہ خاص مشق کی ضرورت ہوتی ہے اور پہلے دونوں شخصوں کو اتنی مشقت نہیں ہوتی اور متعارف توجہ

بھی قوت متخیلہ ہی کا ایک طریق ہے مگر مشائخ چشتیہ اس متعارف توجہ کا التزام نہیں کرتے۔ بعض سلاسل میں اس کا خاص اہتمام ہے باقی اس کا ایک درجہ کہ سب مشائخ میں مشترک ہے کہ صحبت سے کسی کی اصلاح کی خواہش کی جاوے یہ ہر شیخ کو حاصل ہے اور اتنی ہی کافی بھی ہے۔

(ملفوظ ۵۲۱) ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت اگر میت کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہو تو اسکی طرف سے اگر ورثہ ادا کر دیں تو کیا وہ ادا ہو جائیگی۔ فرمایا کہ شریعت میں ادا ہو جانے کا وعدہ تو ہے نہیں لیکن اگر تبرعاً ایسا کریں تو کوئی حرج بھی نہیں اور کیا عجب کہ ادا ہی کے درجہ میں مقبول ہو جاوے مگر شرط یہ ہے کہ نابالغوں کے حصہ میں سے نہ ہو اور بالغوں کے حصہ میں بھی اجازت سے ہو یا کوئی اپنے پاس سے دیدے تو پھر کسی پہلو سے بھی نامناسب نہیں

(ملفوظ ۵۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون مناسبت کے کسی فن کی کامل تحقیق نہیں ہوتی پھر اپنے متعلق فرمایا کہ فقہ حدیث سے تو مجھے پوری مناسبت نہیں اور تفسیر سے گو پوری نہیں لیکن فقہ وحدیث کی نسبت بہت زائد ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ تصوّف سے کامل مناسبت ہے۔ میں جس قدر فقہ سے ڈرتا ہوں اور کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتا اور لوگ اس ہی میں دلیر ہیں اور واقعی فقہ کا باب نہایت ہی نازک ہے۔

(ملفوظ ۵۲۳) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ کیا حضرت مجدد وقت ہیں جیسا بہت لوگوں کا خیال ہے فرمایا کہ احتمال تو مجھکو بھی ہے مگر اس سے زائد نہیں۔ جزم اوروں کو بھی نہ کرنا چاہئے ظن کے درجہ کی گنجائش ہے باقی قطعی یقین کسی مجدد کا بھی نہیں ہوا جسپر جتنا اور جس درجہ کا بھی فضل ہو جاوے ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم (الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه)

(ملفوظ ۵۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بلی کی نسبت اکثر لوگوں سے روایتیں سنی ہیں کہ اسکو کبھی مکان کے اندر بند کر کے نہیں مارنا چاہئے یہ ضرور حملہ کرتی ہے اور نرخرہ ہی پر کرتی ہے کُتّے سے اس قدر خطرہ نہیں جسقدر بلّی سے خطرہ ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بلی کو مارنا جائز ہے فرمایا کہ اگر ستاوے مارنا جائز ہے مگر ترسانا جائز نہیں۔ فقہاء نے تو بڑی سخت قید لکھی ہے کہ جب مارنے کی ضرورت ہو ذبح کردے اور ترسانا تو کسی جاندار کو بھی نہیں چاہئے اس ہی لئے ذبیحہ کے متعلق حکم ہے کہ چھری تیز ہو اور ایک زندہ جانور کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جاوے۔

(ملفوظ ۵۲۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ صورت کہ کھیت اور باغ کے معاملات میں بہت دقیق اور غامض مسائل ہیں بلکہ فقہ کے اکثر ابواب نہایت ہی نازک ہیں اس میں ہر شخص کو فتوی دینے کی جرأت نہ کرنا چاہئے

(ملفوظ ۴۷۹) ایک صاحب نے حاضر ہو کر حضرت والا سے ایسے طرز کیساتھ مصافحہ کیا کہ ہاتھ میں ہاتھ بھی نہیں آیا صرف انامل سے مس ہو گیا اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کونسا طریق ہے مصافحہ کا جیسے کوئی شخص پالا چھوتا ہو۔ کیا ہو گیا تم لوگوں کو جو بات دیکھو نئی اور نرالی ہی ہوتی ہے کہاں تک ان لوگوں کی اصلاح کی جائے افراط و تفریط کا مرض ایسا عام ہو گیا ہے کہ ہر شخص کو اس میں ابتلاء ہو گیا عوام تو عوام خواص تک کو ان چیزوں میں ابتلاء ہو رہا ہے اور اعتدال تو بالکل ہی گم ہو گیا ہے اگر ادب کریں گے تو عبادت کے درجہ تک پہونچ جائیں گے اور اگر بے تکلفی اختیار کریں گے تو بیہودگی کے درجہ پر اتر آئیں گے آدمیت اور سلیقہ کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ پھر دریافت فرمایا کہ جس کام کو آئے ہو کہو۔ عرض کیا کہ بیعت ہونیکی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا مجھکو تم سے مناسبت نہیں تمکو کوئی نفع نہ ہو گا البتہ کسی دوسرے مصلح کا پتہ بتا سکتا ہوں بشرطیکہ تم پوچھو۔ عرض کیا کہ جسکو حضرت تجویز فرما دیں گے انہیں سے اصلاح کرا لوں گا فرمایا کہ یہ بات تو تم نے فہم کی کہی پہلی سب کوفت ایک دم ختم ہو گئی۔ اب تم مجھکو ایک پرچہ پر اپنا نام اور درخواست نشان مصلح بطور یادداشت لکھکر دیدینا میں غور کر کے اسپر مصلح کا نام اور پتہ لکھدوں گا اور بیس بار خط و کتابت کے بعد وہ تمام خطوط مجھکو دکھلانا اسکے بعد میں اگر مناسب سمجھوں گا بیعت بھی کر لوں گا عرض کیا کہ پرچہ لکھکر بکس میں ڈال دوں۔ فرمایا چاہے بکس میں ڈال دو یا لکھکر مجھکو دیدو جسمیں سہولت سمجھو وہ کر لو اختیار ہے۔ پھر اسکے بعد فرمایا کہ دیکھئے یہ میری سخت گیری اور بدخلقی ہے انہوں نے ایک بات بیڈھنگی کی اسپر مواخذہ کیا۔ دوسری بات فہم کی کہی پہلا اثر نہیں رہا ایک دم طبیعت بدل گئی یہ سب میرے امور فطری اور ذوقی اور وجدانی ہیں۔ سلیقہ اور تمیز سے کوئی خدمت لے آدھی رات خدمت کو حاضر ہوں البتہ بدسلیقگی اور بدتمیزی سے انقباض ہو جاتا ہے۔ پھر دریافت فرمایا کے روز قیام رہے گا عرض کیا کہ تین روز کی نیت سے آیا ہوں۔ فرمایا کہ اس زمانہ قیام میں علاوہ اس پرچہ کے جسکی میں نے اجازت دی ہے کہ مصلح کا پتہ تمکو لکھدوں گا اور کوئی مکاتبت مخاطبت نہ کرنا خاموش مجلس میں بیٹھے رہنا۔ عرض کیا بہت اچھا۔ فرمایا ماشاء اللہ ہیں فہیم آدمی نہ معلوم مصافحہ ہی میں کیوں ایسا طرز اختیار کیا تھا خیر سب درست ہو جائیں گے اگر فہم سلیم ہو اور فکر ہو تو سب کام آسان ہو جاتے ہیں۔ باقی میں جو کچھ کرتا ہوں یا کہتا ہوں اور ہر بات کی چھان بین کرتا ہوں کھود کرید کرتا ہوں جسکو لوگ بداخلاقی سے تعبیر کرتے ہیں میری اس بداخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے وہ خوش اخلاقی یہ ہے کہ میں چاہتا یہ ہوں کہ لوگوں کے اخلاق درست ہوں ۳

موجب اس کے خلاف کچھ لئے تعبیر کرتا ہوں اس کو بداخلاقی کہا جاتا ہے اور خلاف ہی بے عقلی سے کم ہوتا ہے

زبان تر ایسی حرکات کا منشا بیفکری ہوتا ہے فکر سے کام نہیں لیتے اگر فکر سے کام لیں تو دوسرے کو تکلیف ورا ذیت ہرگز نہ پہونچے۔ یاد رکھو دوسرے شخص کو وہی ہلکار کہہ سکتا ہے جو اپنے اوپر بوجھ اٹھائے چنانچہ بحمداللہ میں خود بوجھ اٹھاتا ہوں اور دوسروں کو ہلکار کہتا ہوں مگر جب دوسرا بالکل ہی بیفکر ہو جائے تو میں سوقت اسپر بھی کچھ بوجھ ڈالتا ہوں تاکہ اسکی اصلاح ہو۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل احکام کی حکمت اور اسرار معلوم کرنیکا مرض اکثر لوگوں میں عام ہوگیا ہے اور یہ دروازہ نیچریوں کی بدولت کھلا ہے وہ ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں حالانکہ وہ کسوٹی ہی کھوٹی ہے ایسی ہی عقل کے متعلق مولانا فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دور اندیش را　　　بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

غرض یہ سبق لوگوں نے نیچریوں سے حاصل کیا ہے اس سے بہت ہی بچنا چاہئے یہ نہایت ہی گستاخانہ طرز ہے۔ حضرت مجدد صاحبؒ کا قول ہے کہ احکام میں حکمتوں اور اسرار کا تلاش کرنا مرادف ہے انکار نبوت کا۔ ایسا شخص نبی کا اتباع نہیں کرتا بلکہ حکمت اور اپنی عقل کا اتباع کرتا ہے حالانکہ جب نبی کو نبی مان لیا پھر لم اور کیف کیسا اور سچ یہ ہے کہ حقوق اتباع کے جب ہی ادا ہوتے ہیں جب متبوع سے عشقی تعلق ہو۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عرصہ ہوا میں نے ہر پیشہ کے لوگوں سے وقتاً فوقتاً انفرادی صورت میں کہا تھا کہ ہر قسم کے معاملات جو کہ ذرائع معاش ہیں متعارف صورتیں ضبط کرلی جاویں اور میرے پاس بھیجدی جاویں میں بصورت رسالہ ان کے احکام شرعیہ کو لکھوں گا تاکہ حوادث وقتیہ کے احکام عام طور سے معلوم ہو جاویں اور ان میں بھی اسکی کوشش کروں گا کہ حتی الامکان وسعت دی جاوے خواہ دوسرے ہی امام کا قول لینا پڑے بشرطیکہ مذاہب اربعہ سے خروج نہ ہو اور اس وسعت کے اہتمام کی ضرورت یہ تھی کہ بعض صورتوں میں عام ابتلاء ہے اسلئے سہولت کی کوشش کی جاوے مگر کسی نے بھی میری اعانت نہ کی اب اگر ان معاملات کے ضبط کا بھی کچھ انتظام ہو جاوے مگر اتنی قوت نہیں رہی کہ اس خدمت کو انجام دے سکوں اور دوسروں کے سپرد کر کے اطمینان نہیں ہوتا اور اطمینان بھی ہو تو کام کرنیوالوں کے پیچھے پیچھے پھرے کہ ارے بھائی فلانا کام ہوگیا یا نہیں اور کب کروگے اس کلفت سے تو آدمی خود کام کرلے اس میں اتنا تعب اور کلفت نہیں ہوتی جسقدر اس احتیاج وانتظار میں ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ایک راز ہے

منجملہ اور رازوں کے میری عدم شرکت تحریک خلافت کا کیونکہ پرائے کندھے بندوق چلانے کا کیا بھروسہ
ہندی مقولہ ہے۔ پرائے کندھے رکھا جو آج نہ مو اکل مو ا (مرا) اور اس عدم اعتماد کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں
میں اتباع کا مادہ نہیں رہا اور بدون کسی کو اپنا بڑا بنائے اور اسکی اتباع کئے کامیابی مشکل بلکہ محال
اسلئے کہ ہر کام کیلئے ضرورت ہے حدود کی اصول کی اور یہ بدون کسی بڑے کے سر پر ہوئے ہونا دشوار
جب یہ نہیں تو ایسا بڑا کام کون سر دھرے اور یہ عدم اتباع اور اختلاف اس قدر عام ہوگیا ہے کہ پہلے
علماء ہی پر اعتراض تھا کہ باہم اختلاف کرتے ہیں آپس میں رسالہ بازی کرتے ہیں مگر اب ان تحریکات
میں خود معترضین کو جو کام کرنا پڑا تو انکی حقیقت بھی معلوم ہوگئی کہ ان میں کیسی گشتم گشتا اور فساد جھگڑے
اور رسالوں سے بھی آگے گذر کر اخبار بازی ہو رہی ہے اعتراض کرنا کون مشکل تھا مگر جب اپنے او پر
آکر پڑی تب حقیقت معلوم ہوگئی۔ یہ لوگ تو اپنے کو عقلاء زمانہ متصور کرتے ہیں پھر ان میں اختلاف کیا
ہے۔ تعجب ہے کہ علماء کا اختلاف اور رسالہ بازی تو مذموم تھی اور ان کا اختلاف اور اخبار بازی محمود ہے
ایک اعتراض یہ تھا علماء پر کہ مدارس و مساجد کے نام سے قوم سے روپیہ لیکر کھا جاتے ہیں اب تم بتلاؤ
تمنے کیا کیا۔ مولویوں نے تو شاید سو برس میں بھی اتنا نہ کھایا ہوگا جتنا تم نے ان تحریکات کے زمانہ میں
چند ہی برس کے اندر کھا کر دکھلا دیا بلکہ اگر واقعات کی تحقیق کی جاوے تو علماء پر تو زیادہ حصہ بہتان کا
ثابت ہوگا اور تمہارا واقعی ثابت ہوگا پھر اس فرق کے ہوتے ہوئے اپنی خیانت پر نظر کر کے علماء کو اپنے
پر قیاس کرنا بالکل اس تنبیہ کا محل ہوگا ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(ملفوظ ۴۷۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زیادہ تر سر سید ہی نے ہندوستان میں نیچریت
کی بنیاد ڈالی تھی گو اس سے پہلے بھی اس خیال کے لوگ تھے مگر بہت کم اس وقت یہ بات نہ تھی جو
کالج علیگڈھ کی بنیاد پڑنے کے بعد پیدا ہوگئی اور اس وقت یہ علماء ہی پر الزام تھا کہ یہ سر سید کے ہر
فعل کو بُری نظروں سے دیکھتے ہیں اور ترقی کے مانع ہیں مگر اس تحریک خلافت کے بعد خود وہاں ہی کے
تعلیم یافتہ جو آجکل بڑے لیڈر اور عقلاء کہلاتے ہیں ان سب نے تسلیم کر لیا کہ یہ انگریزیت اور دہریت
اور نیچریت اس علیگڈھ کالج کی بدولت ہندوستان میں پھیلی ہے اسکی بدولت لوگوں کے دین
و ایمان برباد ہوئے اور یہ اس وقت کہا گیا جبکہ وہاں پر ایک جلسہ قرار پایا تھا اور اس میں

حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدعو کیا گیا تھا - ان مہربانوں نے اپنے اغراض دنیوی کی وجہ سے حالت مرض میں بھی حضرت مولانا کو آرام نہیں کرنے دیا حکومت اور جاہ کا ایسا بھوت گردن پر سوار ہوا تھا اسی زمانہ میں بعضے ثقہ صورت حضرات کے نام سے بعضے مضامین حضرت مولانا کی طرف نسبت کر کے شائع کئے گئے تھے جسکی مولانا کو خبر بھی نہیں اوپر ہی اوپر گھڑ گھڑا کر حضرت کی طرف منسوب کر کے شائع کر دیا گیا تھا جسکے جعلی ہونیکا اسی جماعت کے بعض حضرات نے بعد میں اقرار کیا (ملاحظہ ہو اشرف السوانح باب نسبت و چہارم کا مضمون سادس) یہ دیانت اور تدین ہے - پھر اسپر دوسروں پر الزام تھا کہ یہ دشمن اسلام ہیں قوم فروش ہیں سی - آئی - ڈی سے تنخواہ پانے والے ہیں فاسق فاجر ہیں ان کا قتل تک جائز ہے انکے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے - بعض نے تو یہاں تک کہا کہ اگر ہمکو کامیابی ہو گئی اور حکومت مل گئی تو یہ جتنے لوگ تحریک سے علیحدہ ہیں ان کو ہندوستان سے نکال باہر کریں گے اور ٹکٹ دلوا کر جہاز میں سوار کر کے کہدیں گے کہ انگریزوں کیساتھ لندن میں جا کر آباد ہو - یہ خدائی کے دعوے تھے اچھی خاصی فرعونیت دماغوں میں سمائی ہوئی تھی - ملازمتوں کو حرام کہا - بدیشی کپڑے کو ناجائز قرار دیا - اب سب استعمال کر رہے ہیں وہ سور کی چربی اور گائے کی چربی جو اس وقت مانع استعمال تھی - یہ ثقہ لوگوں کا حال تھا جسکا درمیان میں ذکر آ گیا شروع سر سید کے حال سے ہوا تھا اب اسی کا بقیہ عرض کرتا ہوں کہ وہاں نصوص اور احادیث کا انکار، حضور کی معراج جسمانی کا انکار اور کثرت سے خرافات ہانکتے ہیں اسپر معتقدین کہتے ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد تھا نہ معلوم وہ خیر خواہی اور ہمدردی کونسی قسم کے مسلمانوں اور کونسی اسلام کی تھی - حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عالم میں تشریف لا کر جس اسلام کی تبلیغ کی اور جیسا مسلمان بنایا اس اسلام اور مسلمانوں کی تو اچھی خاصی دشمنی تھی جسوقت سر سید نے اس علیگڈھ کالج کی بنیاد ڈالی تو انہوں نے اپنے ایک خاص معتمد کو گنگوہ بھیجا اسلئے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کر کے مولانا کو یہ پیام پھونچاؤ کہ میں نے مسلمانوں کی فلاح اور بہبود و ترقی کیلئے ایک کالج کی بنیاد ڈالی ہے دوسری قومیں ترقی کر کے بہت آگے پھونچ چکی ہیں مسلمان پستی کی طرف جا رہے ہیں اگر آپ حضرات نے اسمیں میرا ہاتھ بٹایا تو میں بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا جو حقیقت میں مسلمانوں کی کامیابی ہے - غرضکہ وہ سفیر گنگوہ آئے اور حضرت مولانا کے پاس حاضر ہو کر بعد سلام مسنون کے سر سید کا

۳۳

پیام عرض کیا۔ حضرت مولانا نے سرسید کا پیام سنکر فرمایا کہ بھائی ہمتو آجتک مسلمانوں کی فلاح اور
اور ترقی کا زینہ اللہ اور رسول کی اتباع ہی ہیں سمجھتے رہے مگر آج معلوم ہوا کہ ان کی فلاح وبہبو
ترقی کا زینہ اور بھی کوئی ہے تو اسکے متعلق یہ ہے کہ میری ساری عمر قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ ع
وسلم میں گذری ہے مجھے ان چیزوں سے زیادہ مناسبت نہیں۔ حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ
علیہ کا نام لیا کہ وہ ان باتوں میں مبصر ہیں ان سے ملو وہ جو فرمائیں گے اس میں ہم انکی تقلید کرلیں
ہم تو مقلد ہیں۔ یہ مصاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور سرسید کا س
پیام اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جو گفتگو ہوئی تھی اور اسپر حضرت مولانا نے جو جواب دیا
سب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سنا دیا گیا حضرت مولانا نے سنتے ہی فی البدیہہ
کہ بات یہ ہے کہ کام کرنیوالے تین ۳ قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ انکی نیت تو اچھی ہے مگر عقل نہیں دو
وہ کہ عقل تو ہے مگر نیت اچھی نہیں تیسرے یہ کہ نہ نیت اچھی نہ عقل۔ سرسید کے متعلق ہم یہ تو کہ
سکتے کہ نیت اچھی نہیں مگر یہ ضرور کہیں گے کہ عقل نہیں اسلئے کہ جس زینہ سے مسلمانوں کو وہ معراج
پر لیجانا چاہتے ہیں اور ان کی فلاح اور بہبود کا سبب سمجھتے ہیں یہ ہی مسلمانوں کی پستی کا سبب ا
تنزل کا باعث ہوگا۔ اسپر ان مصاحب نے عرض کیا کہ جس چیز کی کمی کی شکایت حضرت نے سرسید کے ا
فرمائی ہے اسکو پورا کرنیکے لئے تو آپ حضرات کو شرکت کی دعوت دی جارہی ہے تاکہ تکمیل ہو
مقصود انجام کو پہونچ جائے یہ ایسی بات تھی کہ سوائے عارف کے دوسرا جواب نہیں دلیسکتا
حضرت مولانا نے فی البدیہہ جواب فرمایا کہ سنت اللہ یہ ہے کہ جس چیز کی بنا ڈالی جاتی ہے بانی کے
کا اثر ساتھ ساتھ اس میں ضرور ہوتا ہے سو چونکہ سرسید بنیاد ڈال چکے ان کے ہی خیالات کے آ
اس بناء میں ضرور ظاہر ہونگے اور اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک تلخ درخت کی پودہ قائم کر
ایک مٹکے میں شربت بھر کر اور ایک ولی کو وہاں بٹھلا کر ان سے عرض کیا جائے کہ اس شربت کو
درخت کی جڑ میں سینچا کرو سو جس وقت وہ درخت پھول پھل لائیگا سب تلخ ہونگے واقعی عجیب
بات فرمائی۔ میں نے اس تحریک کے زمانہ میں ایک موقع پر کہا تھا کہ جسکو تم اب پچاس برس
بعد سمجھے ہو کہ علیگڈھ کالج کی وجہ سے انگریزیت اور دہریت اور نیچریت پھیلی ہے لوگوں کے د
وایمان برباد ہوئے اسکو ایک مبصر پچاس برس پہلے کہہ چکے تھے اور اسی سے اس تحریک کا حقی

سمجھ سکتے ہیں کہ مولانا نے جو کام کرنیوالوں کی تین قسمیں بیان فرمائی تھیں ایک وہ کہ نیت تو اچھی ہے مگر عقل نہیں۔ دوسرے یہ کہ عقل تو ہے مگر نیت اچھی نہیں۔ تیسرے یہ کہ نہ نیت اچھی نہ عقل تو اس تحریک حاضرہ کا جو بانی اعظم ہے وہ دونوں صفات کا جامع ہے۔ نہ نیت اچھی نہ عقل اور ایک تیسری صفت مزید یہ کہ دین بھی نہیں۔ سرسید میں تو صرف ایک ہی کمی فرمائی تھی کہ عقل نہیں تو اسکی نحوست کا یہ اثر ہوا جو تمکو بھی تسلیم ہے اور جس میں یہ تینوں کمی ہوں اسکی ڈالی ہوئی بنیاد میں تو کہاں خیر اور سامان دین و ایمان اور کہاں فلاح اور بہبود حضرت مولانا کا یہ فرمانا کہ بانی کا اثر بناء میں ضرور ہوتا ہی اس تحریک میں کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو چکا کہ جو بھی شریک ہوا اسی رنگ میں رنگا گیا بڑوں بڑوں کے زہد اور تقوے دین و ایمان نماز روزہ سب بانی پر نثار ہو گئے۔ ایک مولوی صاحب نے تو یہانتک اثر لیا بانی کی شان میں یہ شعر لکھدیا کہ ؎

عمرے کہ بآیات واحادیث گذشت — رفتی و نثار بت پرستے کردی۔ اناللہ

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں قوم پالیسی اور چالاکی کے امام ہیں ہندوستانیوں نے تو ابھی الف۔ بے۔ سنتے ہی شروع کی ہے تو انکی تدابیر سے وہ کہاں ہاتھ آنے والے ہیں یہ کام تو ان ہی کو کوئی سیکھے بظاہر ان کی بقاء کے سامان اور تدابیر کافی ہیں لیکن اگر مشیت ہی اسکے خلاف ہو جاوے پھر کسی کی تدبیر و قدرت و قوت مشیت حق کے سامنے ایک مچھر کی برابر بھی وقعت نہیں رکھتی کسی کو اپنی تدبیر پر ناز نہیں کرنا چاہئے۔ مشیت کے سامنے کسی کی حقیقت ہی کیا ہے اور یہ سب کلام تو تدبیر کے موثر یا غیر موثر ہونے میں ہے اور ایک کلام مسلمان کیلئے اسکے جائز ہونے نہ ہونے میں ہے وہ یہ کہ تدبیر میں دوسرے مدبروں کی محض تقلید جائز نہیں بہت سی تدابیر غیر قومیں کر رہی ہیں مگر غیر مشروع ہونیکے سبب مسلمان کو اسکی اجازت نہیں مثلاً میں نے مولوی محمد محمود مرحوم تھانوی سے ایک واقعہ سنا ہے جسمیں عیسائیوں نے اپنی جاسوسوں کو تو اسلام کی نقل کی مشق کرائی تھی تاکہ ممالک اسلامیہ میں جاکر جاسوسی کر سکیں سو مسلمان کو اجازت نہیں کہ اس غرض سے اپنے مسلمان جاسوسوں کو عیسائیت کی مشق کرادیں کہ اپنے بیٹھے اقوال و افعال کفریہ کی مشق کیا کریں کہ ممالک غیر اسلامیہ میں جاکر جاسوسی کر سکیں وہ واقعہ یہ ہے کہ کسی انگریز حاکم اور مسلمان رئیس ہندوستان میں رہتے ہوئے دوستانہ تعلقات ہو گئے تھے جب ان سے وہ انگریز پنشنر ہو کر ولایت واپس گیا تو کچھ عرصہ کے بعد یہ ہندوستانی رئیس اتفاق سے

لندن گئے اس انگریز کے پاس ٹھہر گئے۔ اتفاق سے رمضان المبارک کا زمانہ قریب تھا انہوں نے اس انگریز سے یہ کہا کہ ہم ایسے وقت یہاں پر آئے کہ رمضان المبارک کا زمانہ قریب ہے اگر ہم اپنے ملک ہندوستان میں ہوتے تو نماز تراویح کا افطار و سحر کا خاص لطف رہتا اب یہاں چونکہ ہم تنہا ہیں ہمکو کوئی لطف نہ ہوگا۔ اس انگریز نے کہا کہ تم رمضان کو لطف سے گذارنا چاہتے ہو تو ہم انتظام کردینگے یہ بہت خوش ہوئے مگر تعجب میں تھے کہ آخر یہ انتظام کیا کریگا جب وہ دن آگیا انہوں نے انگریز سے کہا اسنے انکو کسی دوسرے مقام پر بھیجدیا اور کسی کو وہاں خط لکھدیا جب اس مقام پر پہونچے دیکھا نہایت زبردست اور خوبصورت ایک مسجد ہے ہر چہار طرف حجرے بنے ہیں ذاکرین کا مجمع ہے تلاوت قرآن اور ذکر میں مشغول ہیں یہ دیکھکر ان ہندوستانی رئیس کی آنکھیں کھل گئیں کہ یا اللہ یہ منظر تو کبھی ہندوستان میں بھی نہیں دیکھا تمام فرشتے صفت جمع ہیں باجماعت نماز پڑھی بعد ختم تراویح کے سبنے آرام کیا اور پھر دو بجتے ہی سب اُٹھ کھڑے ہوئے پھر وہی نفلیں ذکر و شغل تلاوت قرآن عجیب قابل دید منظر سحری کھائی۔ نماز فجر کی جماعت پڑھی۔ پھر شام کو افطار کا خاص اہتمام دیکھا۔ غرض تمام مہینہ رمضان المبارک کا ان کا اسی لطف سے گذرا۔ عید کا دن آگیا عید کی نماز باجماعت پڑھکر پھر اس انگریز کے پاس پہونچ گئے اور اسکو بہت دعائیں دیں اور کہا کہ صاحب یہ لطف تو ہمکو ہندوستان میں بھی نہیں حاصل ہوا عجیب لوگ ہیں سب کے سب خدارسیدہ اور ایک سے ایک بڑھکر زاہد اور عابد تہجد گذار یوں معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اللہ ہی انکی غذا ہوگیا وہ انگریز ہنسا اور کہا کہ یہ سب نصرانی ہیں اور یہ سب سی۔ آئی۔ ڈی کے لوگ ہیں یہاں پر انکو اسکی تعلیم کرائی جاتی ہے تاکہ ممالک اسلامیہ میں جاکر اس روپ میں رہ سکیں اور مخبری کا کام انجام دے سکیں یہ سنکر ان کے ہوش اُڑ گئے اور اس انگریز سے کہا کہ خدا تیرا بھلا کرے تو نے میری مہینہ بھر کی نماز ہی برباد کی اگر الگ ہی پڑھ لیتا تو فرض تو ذمہ نہ رہتا اب سب کیا کرایا برباد ہوا یہ واقعہ تو سلسلہ تدبیر میں بیان کیا گیا باقی جملہ معترضہ کے طور پر اسپر ایک مناسب تفریع بھی کرتا ہوں وہ یہ کہ ایسے ہی رنگ میں بعضے نیچری اور لیڈر بھی ہیں کہ حقیقت میں تو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن اور ظاہر میں خیر خواہ اور ہمدرد دوست نما دشمن ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اوپر کے سلسلہ میں ایک اور واقعہ تشبہ بالمسلمین کا یاد آیا گو دونوں واقعوں میں تشبہ کی غرض متحد نہیں وہ واقعہ میں نے جس زمانہ میں کانپور میں تھا ایک بزرگ مولوی دوست محمد صاحب کابلی سے سنا جو ایک مدرسہ میں مدرس تھے وہ قصہ یہ بیان کرتے تھے کہ ایک انگریز کلکٹر ہو کر آیا

آکر بعض علماء اور حفاظ کو بلایا نہایت احترام اور اعزاز سے پیش آیا اور حفاظ سے قرآن شریف سنانے کی فرمائش کی پھر علماء سے اس سنائے ہوئے حصہ کے ترجمہ کی فرمائش کی مگر کچھ محظوظ نہیں ہوا پھر خود اُسنے اجازت لیکر سورہ مریم کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ بھی کیا تھا قرآن شریف پڑھنے کیوقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ ممالک اسلامیہ کا مشاق قاری ہے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کا وہاں جی نہیں لگا اور کوشش کر کے جرمن کی سفارت پر چلا گیا۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کا رنگ الگ الگ ہوتا ہے مختلف الاحوال ہوتے ہیں جیسے باغ میں رنگ برنگ کے پھل اور پھول کے درخت ہوتے ہیں اور بزرگوں ہی پر کیا منحصر ہے خود حضرات انبیاء علیہم السلام مختلف الاحوال تھے چنانچہ اپنے بزرگوں میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ جدا تھا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں نرمی تھی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ میں انتظامی مادہ زیادہ تھا جس سے حضرت کے متعلق لوگوں کا خیال سختی کا تھا اسی طرح ان اصول و قواعد کی وجہ سے لوگ مجھکو سخت سمجھتے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ میں سخت نہیں ہوں الحمد للہ باوجود نرمی کے مضبوط ہوں جیسے ریشم کا رسہ کہ مضبوط تو اس قدر کہ اگر اُس سے ہاتھی کو باندھ دیا جاوے تو اسکو توڑ نہیں سکتا اور نرم اس قدر کہ جس طرف کو چاہو توڑ لو۔ موڑ لو۔ جہاں چاہو گرہ لگا لو۔ اور یہ جو آجکل کی نرمی ہے جسکو لوگ خوش اخلاقی سے تعبیر کرتے ہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کی بداخلاقی ہے کہ اس نرمی کی وجہ سے دوسروں کے اخلاق خراب ہوتے ہیں کیونکہ ان میں اصلاح کا نام و نشان نہیں اسلئے مجھکو اس متعارف خوش اخلاقی سے طبعی نفرت ہے۔ سو اگر کسیکو میرا یہ طرز ناپسند ہو وہ میرے پاس نہ آئے خوش اخلاقوں کے پاس جائے کیونکہ ایسے خوش اخلاق بھی دنیا میں بہت سے مشائخ اور پیر ہیں جو آنے والوں کی چاپلوسی اور خاطر مدارات کرتے ہیں جسکی اصلی غرض اپنی دکان کا جمانا ہے مزاحًا فرمایا کہ یہاں دو کاں (دو گوشں) کا اکھاڑنا ہے

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ملامت خلق کی وجہ سے کسی نیک کام کو چھوڑ دینا اسکی دلیل ہے کہ اسکے کام خلق کے رضاء کیواسطے ہوتے ہیں باقی اہل حق ہمیشہ بدون کسی کی ملامت اور خوف کے اظہار حق کرتے ہیں ان ہی کی شان میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم۔ دیکھیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعًا خیال تھا کہ ملامت ہوگی

مگر اسپر حق تعالیٰ نے فرمایا وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ ۔ البتہ ملامت سے قطع نظر کوئی دینی ضرر ہو وہاں خیالات عامہ کی رعایت کی جاویگی اسی لئے حطیم کو بیت اللہ میں داخل کرنے پر جو ملامت ہوتی اسکی رعایت فرمانے پر حق تعالیٰ نے کچھ نہیں فرمایا۔ غرض اہل اللہ کا جو فعل اور قول ہوتا ہے وہ محض اللہ کیواسطے ہوتا ہے کسی کی ملامت کا ذرہ برابر اسپر اثر نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ مولوی تراب صاحب لکھنوی اور مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری میں مولود شریف کے متعلق مکالمہ ہوا۔ مولوی تراب صاحب نے جو کہ اس عمل کے حامی تھے کہا کہ مولوی صاحب ابھی تک آپکا انکار چلا ہی جاتا ہے ۔ مفتی سعد اللہ صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب ابھی تک آپکا اصرار چلا ہی جاتا ہے مولوی تراب صاحب نے جواب دیا کہ مولوی صاحب ہمارے فعل کی بنا بجز محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کچھ نہیں مفتی سعد اللہ نے کہا کہ مولوی صاحب ہمارے فعل کی بنا بجز متابعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کچھ نہیں اسپر مولوی تراب صاحب نے کہا کہ الحمد للہ ہم اور تم دونوں انشاء اللہ ناجی ہیں یہ کوئی اختلاف مذموم نہیں تو منشا دونوں بزرگوں کے فعل کا محض دین تھا دنیوی مدح وقدح کی طرف التفات نہ تھا اور حدود شرعیہ سے باہر نہ ہوتے تھے لیکن اگر ان حدود سے خروج ہونے لگے تو پھر روکا جائیگا۔

(ملفوظ ۴۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ دیوبند یا نانوتہ میں ایک درویش جو بدعتی وضع کے تھے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو آئے۔ مولانا نے انکی خاص مدارات کی۔ اسکی اطلاع حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی سنکر فرمایا کہ اچھا نہیں کیا پھر اسکی اطلاع حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی سنکر فرمایا کہ مدارات تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کافروں تک کی فرمائی ہے وہ تو بدعتی ہی تھے اسکی اطلاع پھر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی فرمایا کہ کافر کی مدارات میں فتنہ نہیں بدعتی کی مدارات میں فتنہ ہے کہ عوام اسکے معتقد ہو جاوینگے۔ یہ خبر پھر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہونچی ناخوش ہو کر فرمایا کہ جاؤ بیٹھو تم کیوں بیچ میں اِدھر کی اُدھر کرتے پھرتے ہو۔ اور فی الواقع اس میں ترجیح حضرت مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کو ہے جسپر حضرت گنگوہی نے عمل فرمایا مگر کسی عارض مصلحت کی وجہ سے اسکے عکس پر بھی عمل کی گنجائش ہے ۔ چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کا طرز ذرا سہل تھا اور یہ اختلاف طرز عنوان کے درجہ میں ہوتا تھا معنون میں اتحاد تھا چنانچہ حضرت شاہ صاحب کا

عنوان نرم ہوتا تھا اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کا عنوان صاف - چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت میرے یہاں آباروا جداد سے تعزیہ بنتا چلا آتا ہے اور ایک تعزیہ گھر میں رکھا ہے اب اسکو کیا کروں فرمایا کرتا کیا جا کر جلادے توڑ دے وہ چلا گیا مگر پرانے اثر کی قوت سے ہمت نہ ہوئی۔ پھر حضرت شاہ صاحب کے پاس جا کر بھی یہی سوال عرض کیا فرمایا کہ چاقو سے اُسکے بند کاٹ ڈالو اسپر وہ راضی ہوگیا معنون ایک ہی ہے اس کا معدوم کرنا فرق صرف عنوان کا ہوگیا - ایک اور شخص حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس کاغذ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے میں کیا کروں فرمایا کرتا کیا پھاڑ دے اسکی ہمت نہ ہوئی پھر حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے پاس حاضر ہوا اور یہی عرض کیا آپ نے فرمایا کہ تصویر بے جان ہے اور جب خود صاحب تصویر بیجان ہو گئے تھے یعنی آپ کی وفات ہوئی تھی وہاں کیا معاملہ کیا گیا تھا عرض کیا غسل کفن دیکر مزار مبارک میں دفن کردیا گیا تھا فرمایا کہ تم بھی ایسا ہی کرو اس تصویر کو مشک اور گلاب سے خوب مل مل کر غسل دو نفیس کپڑے کا کفن دو اور کہیں احتیاط کے مقام پر دفن کر آؤ اُس نے ایسا ہی کردیا تو عنوان کس قدر لطیف ہے بات ایک ہی ہے یعنی تصویر کا محو کردینا مگر ہر موقع اس کا بھی نہیں محل پہچاننا یہ حکیم کا کام ہے

(ملفوظ ۵۳۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی شان محققانہ منتظمانہ تھی۔ ایک مرتبہ حضرت سے کسی شخص نے عرض کیا کہ فلاں پیر جی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکو سماع کی اجازت فرمادی ہے فرمایا کہ وہ پیر جی غلط کہتے ہیں اور اگر بالفرض وہ صحیح کہتے ہیں تو حضرت نے غلط فرمایا مگر یہ بات بھی ہر شخص نہیں کہہ سکتا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو زیبا تھا ان کا کہنا بے ادبی نہیں اور حضرت کو ان کا کہنا ناگوار بھی نہیں ہو سکتا تھا اور دوسرے کا کہنا خلاف ادب بھی ہوتا اور ناگوار بھی ہوتا جس مقام سے ایسا جواب ناشی ہوتا ہے وہ مقام ہر شخص کو تو نصیب نہیں مولانا خوب فرماتے ہیں ؎

ناز را روئے بباید ہمچو ورد — چوں نداری گرد بدخوئی مگرد
زشت باشد روی نا زیبا و ناز — عیب باشد چشم نابینا و باز
پیش یوسف نازش و خوبی مکن — جز نیاز و آہ یعقوبی مکن

چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش　　ہمچو او با گریہ و آشوب باش

یہ واقعہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحؒ کے مشرب اور حضرت مولانا رحؒ کے مسلک میں کسی قدر ظاہری اختلاف تھا اور ایسے اختلاف سے ظاہر بین لوگ بزرگوں کو دو سمجھتے ہیں مگر واقع میں وہ اختلاف حقیقی نہیں ہوتا اتحاد ہی ہوتا ہے بشکل تعدد۔ اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک استاد نے اپنے شاگرد سے کہا دیکھو فلاں طاق مین ایک بوتل رکھی ہے اسکو اٹھا لاؤ وہ احول تھا اسکو ایک کی دو نظر آئین واپس آکر دریافت کیا کہ کونسی اُٹھالاؤں انہوں نے کہا کہ دو نہیں ہیں ایک ہی ہے اُسنے اصرار کیا استاد نے کہا کہ ایک پھوڑ دو ایک لے آؤ۔ اُسنے جاکر جو ایک کو پھوڑا دونوں نظر سے غائب ہوگئیں وہ لوگ احول ہیں جو بزرگوں کو دو سمجھتے ہیں اسکو مولانا نے ایک قصہ میں فرمایا ہے ؎

شاہ احول کرد در راہ خدا　　آں دو دمساز خدائی را جدا

(ملفوظ ۴۸۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین ایسے صابون کے متعلق جس میں کوئی ناجائز جزو پڑتا ہو فرمایا کہ بہت علماء کی رائے ہے کہ وہ صابون بوجہ اس جزو کے انقلاب حقیقت کے طاہر ہو جاتا ہے مگر یہ میرے جی کو نہیں لگتا میرے نزدیک انقلاب یہ ہے کہ اسکے اوصاف و خواص بدل جائیں جیسے شراب کہ سرکہ ہو جانے کے بعد اسکے سب خواص بدل جاتے ہیں اور صابون میں اس جزو کے اوصاف و خواص باقی رہتے ہیں مگر جسکے جی کو ان علماء کا فتویٰ لگ جاوے اسکو عمل جائز ہے۔

۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۴۸۶) ایک نووارد صاحب نے بعد مصافحہ حضرت والا سے عرض کیا کہ میں کچھ اشیاء اور کچھ نقد بطور ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو پیش کروں۔ فرمایا کہ یہ تمہارے خوش فہمی کی بات ہے کہ تمنے اصول اور طریقہ سے کام لیا تمہاری اس سلیقہ کی بات سے دل کو مسرت ہوئی مگر میرا معمول یہ ہے کہ اول ملاقات مین ہدیہ نہیں لیتا ہون میں کیا کروں اسکے خلاف میں بہت کلفتیں اُٹھا چکا ہوں تلخ تجربے بھگت چکا ہوں ورنہ آتی ہوئی چیز کسکو بُری لگتی ہے مگر مجبور ہوں بلکہ انکار کرتے ہوئے جی بھی شرماتا ہے اور یہ بھی خوف ہوتا ہے کہ کہیں ناشکری نہ ہو۔ ایک شخص یہاں پر برادری میں سے تھے وہ ہمیشہ محبت کا

(باقی آئندہ)

دعویٰ کرتے تھے کبھی کھانے پینے کی چیز بھی بطور ہدیہ کے بھیجدیتے تھے۔ ایک مرتبہ مسئلہ پوچھا ترکہ کا مسئلہ تھا۔ میں نے بتلادیا اس میں اُن کا نقصان تھا اسپر یہ کہا کہ اتنا زمانہ خدمت کرتے ہوئے ہوگیا اب ہمارے کام کا وقت آیا تو ہمارے خلاف مسئلہ بتادیا۔ انصاف کیجئے جسکو ایسے واقعات پیش آچکے ہوں وہ اگر احتیاط نہ کرے تو اور کیا کرے۔ یہاں پر جسقدر قواعد اور ضوابط مقرر ہوئے ہیں وہ بہت سے تجربوں کے بعد ہوئے ہیں حکومت یا شان کی بناء پر نہیں بلکہ طرفین کی راحت رسانی مقصود ہے

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ مرض بھی عام ہوگیا ہے کہ خود کچھ نہیں کرتے محض دوسروں کو رائے دیتے ہیں۔ رائے دینا کون مشکل ہے۔ یہ تو بہت آسان بات ہے۔ اور خود کرنیکے وقت مُنہ چھپاتی ہیں اور یہ مرض اکثر نیچریوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ ان میں سے مجھکو جب کوئی رائے دیتا ہے میں اُسکی موافقت کرکے طریقہ عمل ایسا بتلاتا ہوں کہ انکو بھی اس میں کچھ کرنا پڑے بس سب ختم ہوجاتا ہے جسکو دیکھو رائے دہندہ مگر کام کرنیکے نام موت۔ یہ لوگ سب کام مولویوں ہی کے ذمہ سمجھتے ہیں کہ تدابیر بھی یہی سوچیں۔ چندہ بھی یہی جمع کریں۔ عملی جامہ بھی اسکو یہی پہنائیں۔ اور یہ شادی کے سے جوڑے رکھے ہوئے سجا کریں مگر یہاں ایسی باتیں چلتی نہیں چھپی ہوئی چوریاں پکڑی جاتی ہیں اسپر خفا ہوتے ہیں خیر خفا ہوا کریں ہم انکے نوکر تھوڑا ہی ہیں اصول کی موافق ہر جماعت اور ہر طبقہ پر کام تقسیم ہونا چاہئے یعنی ہر کام اُسکے اہل کے ذمہ ہو۔ علماء کا کام جسکے وہ اہل ہیں صرف یہ ہے کہ انسے حکم شرعی معلوم کرو اور اس سے آگے اگر چاہو گے تو وہ مشورہ بھی دیسکتے ہیں مگر فرض منصبی ان کا صرف حکم شرعی ظاہر کردینا ہے۔ باقی چندہ وغیرہ جمع کرنا یہ علماء کا کام نہیں یہ اہل مال کا کام ہے وہ خود دیکر دوسروں سے بھی لے سکتے ہیں سو طریقہ کام کا یہ ہے مگر ہم لوگوں میں کوئی ضابطہ ہی نہیں اور مسلمانوں کو جو اس وقت پریشانی ہو رہی ہے زیادہ تر اس کا سبب یہ بے ڈھنگا پن ہے۔ ان کے یہاں کسی کام کا نہ کوئی قاعدہ ہے نہ اصول جس طرف کو ایک جاتا ہے سب اُسی طرف کو چلدیتے ہیں اب دوسرے ضروری کاموں کو کون دیکھے کیونکہ سب تو ایک ہی کام میں لگ گئے اسلئے دوسرے کاموں میں گڑبڑ ہوجاتی ہے اگر اصول اور قاعدہ سے کام ہوں اور ایک کو بڑا بنا کر اپنی قوت کو ایک جگہ جمع کرلیں پھر دیکھیں ان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔

(ملفوظ ۴۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عام طور سے دین اور اہل دین کو نظر تحقیر سے دیکھا جاتا ہے جسکا منشا محض کبر ہے یہی وجہ ہے کہ میں ان اہل دنیا خصوص اہل مال کیساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہوں جسکو لوگ خشکی سمجھتے ہیں اور یہ کبر کا مرض تو اس وقت اپنے کو دیندار کہنے والوں تک میں سما گیا۔ ایک مولوی نے مجھکو ایک خط میں لکھا تھا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم بھی ایک مُخترع نماز پڑھتے ہو جسکا نام تراویح ہے سُنّت کیلئے مخترع کا الفاظ استعمال کیا۔ تراویح سُنّت ہے جو اصل کے اعتبار سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے اور بعض خصوصیات کے اعتبار سے خلفاء راشدین کی سُنّت ہے۔ میں نے اسپر مواخذہ کیا اسپر معافی کا خط آیا کہ معاف کر دو اور ساتھ ہی اپنے اس بیہودہ قول کی تاویل بھی لکھی۔ میں نے لکھا کہ آپ نے میری کوئی خطا نہیں کی شریعت کی خطا کی ہے اب اس کا تدارک یہ ہے کہ اول اصل واقعہ لکھیں اور پھر جو تاویل کی تھی وہ لکھیں اور پھر اس تاویل کا فاسد ہونا مع اسکے رد کے لکھیں پھر اسکو شائع کریں میں جسوقت یہ مجموعہ چھپا ہوا دیکھ لوں گا خود ایک خط انکو مبارکباد کا لکھوں گا کہ مبارک ہو کہ تم تائب ہو گئے اگر یہ نہیں تو میں ایسے شخص سے خطاب کرنا ہی نہیں چاہتا جسکے دل میں شریعت کی وقعت اور عظمت نہ ہو مجھکو جو غصہ آیا وہ طعن کی وجہ سے آیا پھر اسپر تاویل اور تاویل بھی فاسد۔ اگر اُنکی اس تحریر میں صرف اختلاف کا درجہ ہوتا یا طالبعلمانہ شبہ ہوتا اور رفع شبہ کے طریق پر پوچھتے تو میں جواب دیتا۔ یہ کیا نالائقی ہے کہ شریعت کیساتھ تمسخر اور اُسکی تنقیص کی جائے۔ ایسے شخص سے جب تک تائب نہ ہو میں تعلّق نہیں رکھ سکتا۔ کیا شریعت کو کھیل سمجھتے ہیں بدتمیز بدتہذیب جو منہ میں آیا بکدیا۔ دین تو بڑی چیز ہے اگر اہل دین اور بزرگوں ہی کی عظمت قلب میں ہو تو اُس سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے ایمان قوی ہوتا ہے ایمان میں رسوخ ہوتا ہے کیونکہ منشا اس عظمت کا دین ہے تو اہل دین کی تعظیم دین ہی کی تعظیم ہے گو بواسطہ سہی تو بلاواسطہ کا تو کیا پوچھنا اسوقت جو خیر و برکت دنیا سے اُٹھ گئی اس کا اصلی راز یہی ہے کہ دین اور اہل دین کی عظمت قلوب سے نکل گئی بدعملی بھی بُری چیز ہے مگر دین کی وقعت اور عظمت کا نہ ہونا یہ نہایت ہی خطرناک چیز ہے اس سے ایمان کے سلب ہو جانیکا اندیشہ ہے اسلئے جسکے قلب میں دینی عظمت نہ ہو اسکو جلد سے جلد توبہ اور اصلاح کرنے کی سخت ضرورت ہے

(ملفوظ ۴۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو لوگ تعویذ لینے آتے ہیں ان کا نام اسلئے پوچھتا ہوں

نام سے اکثر پتہ چل جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں یا ہندو تاکہ انکو تعویذ دوں یا گنڈا۔ یہاں ابھی تک ناموں میں اکثر امتیاز ہے اور پورب کے دیہات میں تو ناموں میں بھی امتیاز نہیں۔ میں ایک بار تبلیغ کیلئے گجنیر ضلع کانپور میں گیا تھا وہاں مسلمان رئیسوں سے ملاقات ہوئی ایک کا نام تھا نونسنگھ۔ دوسرے کا ادھار سنگھ۔ سو وہاں تو نام سے بھی امتیاز ہونا مشکل ہے یہ اطراف تو اپنے بزرگوں کی برکت کی وجہ سے پھر غنیمت ہیں ذرا ادھر اُدھر نکلکر دیکھو تب حقیقت معلوم ہو کہ کیا رنگ ہے اور اب تو اس طرف بھی گڑبڑ شروع ہوگئی ایسا زہریلا اثر پھیلا ہے حق تعالیٰ ہی محافظ ہیں اس وقت تو ایمان ہی کے لالے پڑ رہے ہیں تقویٰ اور طہارت تو خواب وخیال ہی کے درجہ میں رہگیا ہے۔

(**ملفوظ**) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ بہت سی غلطیوں کا پاس ہی رہنے سے ازالہ ہوتا ہے، خط وکتابت سے کیا ہوتا ہے محض خط وکتابت سے یہی پتہ نہیں چلتا کہ طالب نے اپنے ذہن میں جسکو اصلاح کیلئے انتخاب کیا ہے وہ صحیح بھی ہے یا نہیں بعض اوقات پیر کا انتخاب غلط ہوتا ہے تو مرید ہو کر پچھتاتے ہیں جو بہت ہی بڑی بات ہے بلکہ اگر میں مثلاً کسی کو مرید کر کے پچھتاؤں تو وہ اتنا برا نہیں جتنا کوئی مرید ہو کر پچھتائے کہ یہ زیادہ برا ہے تو مرید ہونیوالوں کو زیادہ احتیاط چاہئے مگر عجیب معاملہ ہے کہ جو احتیاط ان کا کام ہے میں ان لوگوں کو بتاتا ہوں جتلاتا ہوں بجائے احسان ماننے کے اور خوش ہونیکے اُلٹا برا مانتے ہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یا تو لوگوں میں فہم کا قحط ہے یا مجھکو عقل کا ہیضہ ہے اور ظاہر ہے کہ قحط زدہ اور ہیضہ زدہ میں مناسبت نہیں ہو سکتی اور اس طریق میں نفع موقوف ہے مناسبت پر ایسے لوگوں کو میں تو صاف کہدیتا ہوں کہ کہیں اور جاکر تعلق پیدا کرو اصلاح کراؤ کیونکہ اصلاح کرانا فرض ہے اور مجھسے تعلق پیدا کرنا فرض وواجب نہیں تمکو مجھسے مناسبت نہیں مجھکو فوج بھرتی کرنا نہیں۔ میرے یہاں رجسٹر نہیں جس میں نام کا اندراج کروں یہاں تو یہ حالت ہے کہ باستثناء ان لوگوں کے جو یہاں کثرت سے آتے جاتے ہیں مکاتبت مخاطبت رکھتے ہیں وہ تو یاد رہتے ہیں ورنہ یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ ان کا مجھسے بیعت کا تعلق بھی ہے یا نہیں خدانخواستہ دکانداری یا مجلس آرائی تھوڑا ہی مقصود ہے ایسے بھی بکثرت پیر ہیں جنکے یہاں یہی مشغلہ ہے مجھکو بحمد اللہ ایسی باتوں سے طبعی نفرت ہے میں نے اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا ہے یہی پسند ہے اللہ کا شکر ہے کہ یہاں ہر کام آنیوالوں کی مصلحت اور مقصود کے ماتحت کیا جاتا ہی اپنی مصلحت اور غرض سے

کوئی کام نہیں ہوتا مدتوں کے بعد بحمد اللہ طریق زندہ ہوا ہے اب پھر لوگ اسکو گڈ مڈ کرنا چاہتے ہیں مگر اب ایسا ہونا انشاء اللہ تعالیٰ مشکل ہے بحمد اللہ تعالیٰ طریق بے غبار ہو چکا۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل دہریت اور الحاد کا زمانہ ہے۔ ممالک اسلامیہ میں جنکے ہاتھ میں حکومت ہے وہ ہی احکام اسلام کی کیا وقعت کر رہے ہیں۔ انگورہ میں پردہ قانوناً جرم ہے پردہ کرنے پر سزا ہوتی ہے ساٹھ برس کی عورت تو مستثنیٰ ہے باقی سب بے پردہ۔ جن راوی نے مجھسے یہ روایت نقل کی وہ قسطنطنیہ گئے تھے یہ یاد نہیں رہا کہ انگورہ بھی اپنا جانا بیان کرتے تھے یا نہیں اور حکمت اس تفصیل میں یہ بیان کرتے تھے کہ ساٹھ برس کی عورت کو تو پردہ کی پرانی عادت ہے اور وہ پک گئی ہے اب اگر اس کا پردہ توڑ دیا تو اسکو مخالفت ہوگی اور جو نو عمر لڑکیاں ہیں یہ ابھی عادی نہیں ان کے پردہ توڑنے میں سہولت ہے میں نے یہ بات ایک مولوی صاحب سے بیان کی کہ یہ کیا الٹی بات ہے وہ بڑے ذہین اور ظریف ہیں وہ کہنے لگے کہ نہیں الٹی نہیں یہ تو سیدھی بات ہے اسلئے کہ ساٹھ برس کی عورت کو دیکھنے سے جی خوش نہیں ہوتا بلکہ اور طبیعت منقبض ہوتی ہے اسلئے اس کا پردہ ہی مناسب ہے اور جوان کو دیکھکر دل خوش ہوتا ہے اسلئے اسکو بے پردہ کیا گیا۔ امان اللہ خان کو ذرا دسترسی ہوئی تھی کیا گل کھلائے۔ ہاتھ کے ہاتھ گل کھلا نیکا تماشہ بھی دیکھ لیا کہ چراغ ہی گل ہو گیا تمام بیدار مغزی جاہ حشم فوج پلٹن تاج و تخت حکومت شوکت عزت سلطنت ایک آن واحد میں سب خاک میں مل گیا یوں نہیں سمجھتے کہ اسلام اور احکام اسلام کی پائمالی اپنی ہی پائمالی ہے آجکل ایسوں ہی کو بیدار مغز سمجھا جاتا ہے جو احکام اسلام کو پامال کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں سوراج سوراج کے ترانے گائے جا رہے ہیں، اول تو ہندوستان میں سوراج کا بظاہر ملنا مشکل معلوم ہوتا ہے اور اگر مل بھی گیا تو یہ مشکل ہے کہ مسلمانوں کا غلبہ ہو اور اگر یہ بھی ہو گیا تو ایسے مسلمانوں کا غلبہ ہوگا جو تم سے بزور شمشیر اپنی مرضی کے موافق فتویٰ لکھوائیں گے انگریزوں کی تو آج تک ایسا کرنے کی ہمت نہیں ہوئی جو کچھ بھی کرتے ہیں تدابیر سے اور بد دین لوگوں کو لالچ دیکر کرتے ہیں اُن کے ذریعہ سے اپنے اغراض اور بقاء سلطنت کی صورتیں نکالتے رہتے ہیں مگر یہ نام کے مسلمان حکومت ملنے سے یہ سمجھیں گے کہ دین ہمارا مذہب ہمارا۔ اسلام ہمارا۔ مولوی ہمارے پھر کیا وجہ کہ ہمارے خلاف فتویٰ دیں اور جو ہم چاہیں وہ نہ لکھیں۔ اور ابھی تو کچھ ملا ملایا بھی نہیں اسی پر تحریف دین میں کیا کچھ کسر چھوڑی ہے ایک طاغوت کو امام بنا لیا قرآن و حدیث سے اسکے ہر قول

کی تائید کرنیکی کوشش کرنے لگے۔ حقیقت سے آگاہ کرنے والوں پر یا خاموش رہنے والوں پر کونسا حربہ نہیں استعمال کیا۔ قسم قسم کے بہتان اور الزام جنکے نہ سر نہ پاؤں اُنکے سر تھوپے گئے مگر آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ حق ہی کو غلبہ ہوا قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

(ملفوظ) فرمایا کہ آج ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ محض اللہ کی رضا کیواسطے چالیس روزے رکھوں اور ایسی جگہ رہوں جہاں کوئی نہ آوے۔ یہ جواب دیا گیا۔ دو چیزیں اسکی مانع ہیں ایک مشقت ناقابل تحمل دوسرے شہرت اسکو دیکھ لیا جاوے۔ پھر فرمایا کہ اسکی ضرورت ہی کیا ہے نہ معلوم لوگ مخلوق سے نفرت کیوں کرتے ہیں کیا کوئی کھائے لیتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بزرگ مشہور ہو جائیں گے کہ چلّہ کھینچ رہے ہیں اور یہ بڑا فتنہ ہے۔ ایک دفعہ فلاں مولوی صاحب نے مجھسے کہا تھا کہ جی چاہتا ہے کہ گمنام جگہ میں رہوں جہاں کوئی نہ پہچانتا ہو۔ میں نے کہا کہ اسکی ضرورت ہی کیا ہے اپنے بڑوں کے پاس رہنے میں بھی کون پہچانتا ہے اگر الگ رہوگے بزرگ مشہور ہو جاؤگے جو بڑا فتنہ ہے خیر اسی میں ہے کہ اپنے بزرگوں کے پاس پڑے رہو دیوبند ہی میں رہو۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں خداداد ہیبت تھی جب مدرسہ میں آکر بیٹھ جاتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سارا مدرسہ انوار جلال سے بھرا ہوا ہے یہ چیزیں خداداد ہوتی ہیں کسی کے کسب کو اس میں دخل نہیں۔ بننے بنانے سے یہ چیزیں حاصل نہیں ہوتیں یہ عطاء حق ہے جسکو بھی عطاء فرمادیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سب سے بدتر میرے نزدیک یہ حرکت ہے کہ لوگوں کو بہلا پھسلا کر کسی کا معتقد بنا کر لانا۔ ایک مولوی صاحب کو اس باب میں بڑا غلو ہے اُنہوں نے مجھسے کہا تھا کہ اس سے لوگوں کو صحیح راستہ کی طرف ہدایت ہو جائے حرج کیا ہے۔ میں نے کہا کہ نیت تو بری نہیں مگر عقل سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ عقل سلیم کی رو سے اس کا بہترین طریق یہ ہے کہ پانچ چھ بزرگوں کے نام لے دیا کرو ایک میں حصر نہ کیا کرو اسکے خلاف میں بہت مفاسد ہیں آگے یہ سوال رہا کہ ان پانچ چھ میں انتخاب کا معیار کیا ہے سو اس بارہ میں یہ مشورہ دیا کرو کہ ان سب جگہ وہ اپنی حالت لکھکر اصلاح کا سوال کرے جہاں سے اسکے مذاق کی موافق تسلی بخش جواب آئے وہاں رجوع کرے بس یہ طریق اس سے بدرجہا احسن ہے کہ طالب کو ایک شخص کا نام لیکر اس سے تعلق رکھنے کی ترغیب دیجائے۔

اور صاحب اپنا اپنا ذوق ہے مجھکو تو ایسی ترغیب سے غیرت معلوم ہوتی ہے اور یہ امور میرے ذوقی اور فطری ہیں میں مجبور ہوں اگر دوسروں کو اس کا احساس نہ ہو یہ جدا بات ہے۔

(ملفوظ ۷۹۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکلکشا کہنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ اگر مشکلات کونیہ مراد ہیں تب تو جائز نہیں اگر مشکلات علمیہ مراد ہیں تو جائز ہے جیسا کہ شیخ سعدی رح نے فرمایا ہے ؎

کسے مشکلے برد پیش علی رض مگر مشکلش را کند منجلی

اور ان حضرات کو جو شیعی امام کہتے ہیں تو اس معنے کر نہیں کہتے جیسے امام ابو حنیفہ یعنی امام دین اس سے تو ہمکو بھی انکار نہیں بلکہ امام بمعنے خلافت اور وہ بھی اس معنے کر جسکی حضرات خلفاء سے نفی کرتے ہیں ہمکو اس سے انکار ہے۔

۲۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۷۹۶) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے پڑھکر یہ معلوم ہوا کہ اس شخص کے دماغ میں خبط ہے بہشتی زیور کے ان مسائل پر اعتراض کیا ہے جو عورتوں کے متعلق ہیں اور مشورہ دیا ہے کہ ان مسائل کو کتاب سے نکال دیا جاوے اسلئے کہ شرمناک مسائل ہیں یہ مشورہ دیکر اپنے دل میں کہتا ہو گا کہ ملانوں کو بھی تہذیب کی وہ بات نہ سوجھی جو ہمکو سوجھی۔ طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی انگریزی تعلیم یافتہ ان ہی جیسے محاورات خط میں استعمال کئے ہیں یہ اس قسم کا خناس ان بد دماغوں کے اندر بھرا ہے جب کوئی کام نہیں تو بیٹھے ہوئے یہی مشغلہ سہی۔ میں بھی انشاءاللہ ایسا ہی جواب دوں گا جس سے ان کی طبیعت خوش ہو جائیگی۔ یہ نامعقول لڑکیوں کو ڈاکٹری کی تعلیم دلواتے ہیں انکو تجربہ کرایا جاتا ہے اسپر کبھی اعتراض نہ سوجھا۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا تو ضروری چیز ہے اور دین غیر ضروری اور ضروری کیلئے سب گوارا کیا جاتا ہے ان سے کوئی پوچھے کیا صحابہ کے زمانہ میں یہ مسائل نہ تھے اور کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عورتیں ایسے مسائل نہ پوچھتی تھیں۔ نیز یہ مسائل تو فقہی ہیں جو فقہ کی کتابوں میں منقول ہیں ان سے بھی ان مسائل کو نکال دینا چاہئے۔ ممکن ہے اسپر یہ شبہ ہو کہ

کتابیں تو عربی میں ہیں انکو کون عورت پڑھتی ہے۔ میں کہتا ہوں اول تو عرب کی عورتوں کیلئے عربی ایسی ہی ہے جیسا یہاں کی عورتوں کیلئے اردو۔ دوسرے اگر عورتیں عربی پڑھنا شروع کردیں اس وقت کیا کہو گے پھر کیا تمہاری طرح ساری دنیا جاہل ہی ہے اب بھی ایسی عورتیں بہت ہونگی جو عربی پڑھ سکتی ہونگی تو اس وقت کیا کرو گے اور یہ شبہ تو تمکو ابھی ہوا ہے پہلے زمانہ میں تو کثرت سے عربی کی تعلیم یافتہ ہوتی تھیں اور اُن کیلئے عربی ایسی ہی تھی جیسی ہمارے لئے اردو اسوقت کسیکو یہ اعتراض نہ سوجھا تم ہی بڑے روشن دماغ ہوا اور سب کے دماغوں میں اندھیرا ہی ہے اور دینی کتابوں کا تو انکو انتظام سوجھ رہا ہے مگر یہ جو انگریزی کی تعلیم ہورہی ہے اور عورتوں کے متعلق بے پردگی کی کوشش کی جارہی ہے پروفیسری اور ڈاکٹری کی تعلیم عورتوں کو دی جارہی ہے اسکا انہوں نے کیا انتظام سوچا ہے۔ بد دینوں کو دین ہی میں ساری احتیاطیں سوجھتی ہیں بات وہی ہے جو میں کہہ چکا ہوں کہ دین کو غیر ضروری اور دنیا کو ضروری سمجھتے ہیں اگر دنیا کی طرح دین کو بھی ضروری سمجھتے تو کبھی اعتراض ہی دل میں پیدا نہ ہوتا۔ اب ان واقعات کو پیش نظر رکھکر کیا کوئی مشورہ دلیسکتا ہے کہ ان بیہودوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جاوے اگر ان کو محض خیر خواہی مقصود ہوتی اور تہذیب سے بزعم خود اسکے نامناسب ہونے پر مطلع کیا جاتا تو اس کا عنوان اور تھا اور اس کا جواب بھی ویسا ہی ہوتا یہ تو محض شرارت ہے سو اسکا جواب بھی ایسا ہی ہوگا۔ اب میں ان کے خط کا جواب لکھتا ہوں یہ فرماکر جواب تحریر کرکے اہل مجلس کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں نے جواب لکھدیا ہے کہ لڑکیوں کو ناول پڑھائے جاتے ہیں کبھی اسپر بھی شبہ ہوا۔ فن موسیقی سکھایا جاتا ہے اسپر شبہ نہ ہوا۔ پردہ اُٹھایا جاتا ہے اسپر شبہ نہ ہوا۔ تھیٹروں میں لڑکیوں کو لیجاتے ہیں وہاں ہر قسم کی تصویریں عاشقی معشوقی کی دکھائی جاتی ہیں وہاں شبہ نہ ہوا اور اگر ہوا تو اسکے ازالہ کی کیا تدابیر سوچیں اور کس اخبار یا اشتہار کے ذریعہ اس سے اظہار نفرت کیا یا کسکو بذریعہ خط اس مذموم حرکات کی اطلاع دی۔ پہلے اس سے مطلع کرو تب میں بہشتی زیور کے اعتراض کا جواب دوں گا۔ اسپر فرمایا کہ ایسے خرد ماغوں کو ایسا ہی جواب دینا چاہئے تاکہ معلوم ہو کہ خالی ہم ہی خرد ماغ نہیں مولویوں میں بھی اسپ دماغ ہیں۔ اور جب مخاطب کوڑ مغز اور بد فہم ہو تو وہاں حکیمانہ جواب کارآمد نہیں ہوتا۔ حاکمانہ جواب نافع ہوتا ہے۔ یہی طرز قرآن پاک کا ہے۔ شیطان کے سجدہ نہ کرنے پر حق تعالیٰ کو اسکے مقدمات کا حکیمانہ جواب کیا مشکل تھا جسکا حاصل یہ ہوتا کہ مخلوق من النار کا مخلوق من الطین سے افضل ہونا غیر مسلم ہے مگر چونکہ

مخاطب کوڑ مغز اور بدفہم تھا حاکمانہ شان سے کام لیا اور پھر نفس جواب بھی اس وقت ضروری ہے جب تبلیغ نہ ہوئی ہو یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ اسکو معلوم نہیں ہے اس وقت واجب ہے کہ وہاں تبلیغ کردی جاوے اور اگر معلوم ہو کہ تبلیغ ہو چکی تو پھر مطلق جواب ہی واجب نہیں۔

(ملفوظ ۹۹ع) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تمام کمالات کے جامع تھے۔ قرآن شریف نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ حضرت کے پیچھے نماز میں اس قدر جی لگتا تھا کہ جی یہ چاہتا تھا کہ سلسلہ قرارت کا ختم نہ ہو حضرت کی عجیب شان تھی۔ مجھکو مولانا سے بہت ہی مناسبت تھی میں نے اول طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مولانا ہی سے بیعت کی درخواست کی تھی مگر جب حضرت مولانا نے طالب علمی کی وجہ سے بیعت نہیں فرمایا اسکے بعد اتفاقاً حضرت حج کو تشریف لیجا رہے تھے۔ میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک عریضہ لکھا اور اس میں حضرت مولانا گنگوہی کی شکایت بیعت نہ کرنے کی لکھی اور حضرت مولانا کو وہ عریضہ دیا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش فرمادیں۔ حضرت مولانا نے لیجا کر وہ عریضہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم ہی پڑھکر سنا دو۔ مولانا نے پڑھکر سنایا پھر آپس میں کچھ گفتگو ہو کر حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ ہمنے تمکو بیعت کر لیا۔ بعد فراغ علم اگر شغل کرنا چاہو گے تو مولانا گنگوہی یا مولانا محمد یعقوب صاحب سے دریافت کر لینا مگر شغل علم کو کبھی ترک مت کرنا یہ کتنی بڑی عنایت ہوئی اور الحمد للہ مجھپر بزرگوں کی نظر عنایت ہی رہی بس یہی ایک ذخیرہ ہے ورنہ عمل وغیرہ تو جیسے کچھ ہیں وہ معلوم ہیں تو گویا اپنی کمائی کبھی نہیں ہوئی ہمیشہ مفت خوری ہی میں گذری اور جیسے یہاں گذری ویسے ہی اُمید وہاں گذر جانیکی ہے۔ اہل اللہ اور خاصان حق کی محبت اور عنایت بڑی نعمت ہے۔ یہ خالی کبھی نہیں جاتی۔

(ملفوظ ۱۰۰ع) فرمایا کہ آج ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ وساوس زیادہ آتے ہیں اُن کیلئے کوئی وظیفہ بتلا اب بتلائیے کہ یہ وظائف کا کام ہے یہ اس طریق سے بیخبری کی دلیل ہے جبتک انسان کو حقیقت کی خبر ایسے ہی بے تکی ہانکا کرتا ہے۔ ایک صاحب کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ قلب میں وساوس آتے ہیں اسکے واسطے کوئی ورد بتلا دو۔ یہ صاحب ایک بہت بڑے شیخ سے مُرید ہیں اور یہ آجتک خبر نہ ہوئی کہ وساوس کا علاج کہیں اوراد یا وظائف سے ہوتا ہے اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں نری بیعت سے کام نہیں چلتا جبتک کسی محقق کے پاس نہ رہے۔ ان مفید تعلیمات پر مجھپر سختی کا الزام لگایا جاتا ہے بدنام کیا جاتا ہے کہ بڑا

ہر شے میں ضابطہ برتتا ہے گویا آج کل یہ بھی جرم ہے کہ ناواقفوں کو واقف بناؤں بیخبروں کو خبردار بناؤں ظلمت سے اور جہل سے نکالکر نور اور ہدایت کی طرف لاؤں لیکن اگر کسیکو اس سے ناگواری ہے تو پھر میرے پاس آتے ہی کیوں ہو۔ میں بلانے کب گیا تھا۔ کیا اب اصلاح کا طریق تم سے سیکھوں جب تمہاری رائے میں مجھکو اتنی بھی تمیز نہیں کہ طریق اصلاح کیا ہے تو پھر میرے پاس کیوں آتے ہو اور مجھسے تعلق پیدا کرنیکی کیوں کوشش کرتے ہو مجھکو چھوڑو اور بہت دربار دنیا میں موجود ہیں وہاں جاؤ وہ تمہاری مرضی کے موافق تمہارے ساتھ برتاؤ کریں گے وہاں جاکر ان سے خدمت لو وہ تمہاری ہر قسم کی رعایتیں کریں گے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ وہ شیخ ہیں میں میخ ہوں یعنی لوہے کی طرح سخت۔ وہاں برکت ہے۔ یہاں حرکت ہے وہاں دلجوئی ہے یہاں دلشوئی ہے۔ دھوبی کے یہاں میلے کپڑے لیجاتے ہو اگر وہ اس خوش اخلاقی سے کام لے جسکو تم خوش اخلاقی سمجھتے ہو یعنی وہ میلے کپڑوں کو موجودہ حالت میں نہایت احتیاط سے تہ کر کے اور ان کی سلوٹ وغیرہ نکالکر استری کر کے تمہارے حوالہ کردے کیا کہوگے یہی کہوگے کہ بھائی تمہارے پاس تو اسواسطے لائے تھے کہ انکو بھگوکر اور ریہی لگاکر خم پر چڑھاکر نیچے آگ جلاکر خوب پکاتے پھر انکو تالاب پر لیجاکر اور اس کا ایک طرف کا سرا پکڑ کر تختہ پر سر سے اونچا اٹھاکر زور سے دیر تک مارتے اور اسپر بھی اگر میل رہ جانے کا خیال ہوتا تو ڈنڈے سے اس کی خبر لیتے یہ تمنے کیا کیا تمہارے پاس کپڑے اسلئے تھوڑا ہی لائے تھے سو جو تم دھوبی سے کہوگے اسکو ہی یہاں سمجھ لو۔ اگر یہ نہیں تو بس ہو چکی اصلاح اور ہو چکی دلشوئی۔ بس ہمیشہ دلجوئی ہی میں رہنا مگر آدمیت اور انسانیت تو اس طرح پیدا ہو نہیں سکتی۔ اور جب اس طریق کی برداشت نہیں تو گھر ہی سے کیوں چلے تھے عشق اور محبت کا دعویٰ کر کے گریز کیسا اسکو مولانا فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی زعشق تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

اور فرماتے ہیں ؎

گر بہر زخمے تو پُر کینہ شوی پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(ملفوظ ۷۹۹) ایک لڑکا اپنے گھر سے یہاں بھاگ آیا تھا اسکے ورثاء لینے کیواسطے آئے اسپر حضرت والا نے لڑکے سے فرمایا کہ میاں بھاگ کر آئے اور یہاں ظاہر بھی نہ کیا۔ بھاگنے کی کیا وجہ ہوئی عرض کیا اسکے والدین اسکو انگریزی پڑھانا چاہتے ہیں اور اسکو شوق دینیات کے پڑھنے کا ہے فرمایا میاں آئندہ

بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ ترکیب میں بتلادوں گا بے بھاگے ہی کام ہوجائیگا۔ ایک اور لڑکے کو اسی طرح میں
ترکیب بتلائی تھی وہ یہ کہ سبق مت یاد کرو اور اگر اس خیال سے یاد کرو کہ استاد ماریگا تو یہ تدبیر کرو کہ امتحان
کیوقت غلط سلط ہانکنا شروع کردو۔ جب سال پہ فیل ہوتے رہوگے سمجھیں گے کہ نالائق ہے اسکو عربی پڑھانا
آج کل عربی کیلئے نالائقوں کو تجویز کیا جاتا ہے بس یہ تدبیر بہت سہل ہے بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ اہل دین
پر بدفہموں کا اعتراض ہو کہ یہ لوگ بیوقوف ہوتے ہیں اپنی بیوقوفی پر کبھی نظر نہیں گئی کہ علم دین پڑھانے
کیلئے انتخاب ہی ان بچوں کا کرتے ہیں جو کُند ذہن اور بیوقوف ہوتے ہیں تو پھر وہ عاقل کہاں سے ہوجاوینگے
سو یہ تو اپنی ہی غلطی ہے

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے مشائخ اور پیر اپنی دکانیں جمانیکی غرض سے اسکے متمنی
زیادہ ہیں کہ اہل ثروت اہل جاہ اہل مال ان کے مُرید بنیں اور ان کو دیکھکر لوگ دوسروں کو بھی ایسا ہی
سمجھتے ہیں چنانچہ ایک صاحب نے میرے متعلق کہا تھا کہ غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ ڈپٹی مُرید ہوگئے۔ میں نے سنکر
کہا کہ میں نے مُرید کرلیا تم غنیمت سمجھو۔ میں غریبوں کو تو مُرید کرلیتا ہوں اور ان امراء کو اول تو کرتا ہی نہیں
اور اگر کرتا بھی ہوں تو ان کو جن کے اندر شان فنا اور خلوص دیکھتا ہوں یہ اس طریق میں داخل ہونیکا
پہلا قدم ہے کہ فناء کا غلبہ ہو اور جگہ تو پہلے مجاہدات ریاضات ہیں اور بعد میں فناء۔ یہاں پہلے فناء ہے
بعد میں اور سب کچھ۔ اپنے بزرگوں کو اسی رنگ میں دیکھا کہ جامع کمالات تھے مگر کسی کو پتہ بھی نہ چلتا تھا کہ یہ
مولوی اور شیخ بھی ہیں یا نہیں۔ بس یہی طرز دیکھا اور یہی پسند ہے۔ آج ہی ایک خط آیا ہے لکھا ہے
کہ فلاں حافظ صاحب بچوں کو مارتے نہیں خود پٹنے کو تیار ہوجاتے ہیں یہ فناء کے غلبہ کا اثر تھا۔ میں
کہتا ہوں کہ مارنے سے مقصود کیا ہے کہ رعب ہو ہیبت ہو تاکہ سبق یاد کرلیں تو یہ مقصود تو ہاتھ جوڑنے
سے اس سے بھی زیادہ حاصل ہوسکتا ہے۔ گنگوہ میں ایک حافظ صاحب تھے وہ بچوں کو مار کر پھر ان سے
بدلہ لینے کی درخواست کیا کرتے تھے۔ اور یہ صورت بچوں کے لئے باعتبار تربیت و تعلیم اخلاق کے تو
مفید ہے کہ وہ تواضع سیکھیں گے ان میں رعونت اور کبر نہ پیدا ہوگا مگر ان ہی کیلئے مفید ہوگا جو سلیم الطبع ہیں
ورنہ مُضر ہے کہ بے ادب اور گستاخ ہوجاوینگے اب اس کا اندازہ ذوق اور وجدان پر ہے کہ کسکے ساتھ
کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے یہ تو دینی معلموں کا ذکر ہے باقی یہ جو آجکل کے اسکول اور کالج ہیں تو کہا کرتا ہوں
کہ یہ کالج نہیں فالج ہیں کیونکہ دین کی حس تو ان میں تعلیم پاکر رہتی نہیں۔ ایک شخص نے لکھا تھا کہ اب میرا

خیال ہے کہ میں اپنے لڑکے کو جامع ملیہ دہلی میں داخل کردوں۔ میں نے لکھا کہ وہ ملیہ نہیں کبھی بھول کر بھی وہاں داخل نہ کرنا۔ علیگڈھ کالج اتنا مضر نہیں جتنا یہ جامع ملیہ ہے کیونکہ وہ لوگ دین میں دخل نہیں دیتے اپنے کو مقتدا نہیں سمجھتے اور جامع ملیہ والے ندوہ کی طرح اپنے کو مقتدا سمجھتے ہیں۔ ایک فرق یہی دیکھ لیجئے کہ علیگڈھ والوں نے اس کا نام رکھا کالج جس سے کسی کو دھوکہ نہیں ہو سکتا اور اس کا نام رکھا گیا جامع ملیہ جسکے نام ہی سے مقتدائیت کا دعویٰ ٹپکتا ہے حالانکہ وہاں ملت کا پتہ بھی نہیں البتہ ہاں ایک معنی کر بیشک جامع ملیہ ہے یعنی تمام مذاہب ملیہ یہودیت نصرانیت ہندویت مجوسیت سب کا جامع ہے۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت کا زمانہ نہایت ہی پر فتن زمانہ تھا بڑے بڑے پھسل گئے عجب ایک ہڑبونگ مچا ہوا تھا حق و باطل میں بھی امتیاز نہ رہا تھا۔ اول اول جبکہ کسی شق کی کوئی دلیل ذہن میں نہ تھی بڑی کشمکش رہی کیونکہ اہم مسئلہ تھا۔ پھر اس میں اپنے بعضے بزرگ بھی شریک تھے تو اتنی جلدی اس میں کیسے شرح صدر ہو سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا امداد فرمائی سب سے اول یہ بات سمجھ میں آئی تھی کہ اگر کوئی کام کیا بھی جاوے تو کس کے بھروسہ مسلمانوں میں اس وقت دونوں قوتیں مفقود ہیں نہ تو مالی ہی حالت درست ہے نہ ایمانی اور روحانی ہی قوت ان کے اندر ہے تو ایسی حالت میں شرکت کرنا اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے جسکے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ پھر اسکے بعد ان لوگوں کا طریق کار دیکھا تب معلوم ہوا کہ کثرت سے اس میں وہ لوگ شریک ہیں کہ دین ہی مقصود نہیں محض دنیاوی اغراض پیش نظر ہیں نیز اسکی ساتھ ہی ہندوؤں سے ایسا اتحاد کر رہے ہیں کہ جیسے ہندو واصل ہیں اور مسلمان تابع پھر یہ دیکھکر تو اس تحریک سے انقباض کا درجہ پیدا ہو گیا اس وقت اکثر کو حدود کی قطعاً پروا نہ تھی۔ مسائل شرعیہ کو کھیل بنا رکھا تھا اور قرآن و حدیث کو ایک طاغوت کے اقوال کا تختۂ مشق بنا دیا گیا تھا اور چونکہ اس تحریک کا بانی وہ طاغوت ہی تھا جو بدنیت بد دین ہے پھر اس تحریک میں خیر و برکت کہاں بھلا جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو پھر وہ مسلمانوں اور اسلام کا ہمدرد بھی ہو عجیب معمّا ہے ان لوگوں کی عقلیں خدا معلوم کہاں جاتی رہی تھیں دیکھئے آخر اسکے جذبات کا پتہ اب تو چل ہی گیا حقیقت کا انکشاف ہو گیا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا کس قدر ہمدرد اور خیر خواہ ہے اسی پر دوسروں پر الزام تھا کہ تحریک میں شرکت نہیں کی۔ ہمکو تو آج تجربہ کے بعد اسکی بدنیتی معلوم ہوئی مگر دوسروں کو اول ہی روز

حق تعالیٰ نے معلوم کرادی تھی تمکو اسوقت معلوم ہوا کہ جب ہزاروں مسلمانوں کا مال اور ایمان برباد کرا چکے
اور جنہیر فضل ابتدا ہی تھا وہ پہلے ہی دن سمجھ گئے تھے کہ یہ بدنیت بددین اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے اور
موٹی بات ہے کہ جو شخص اپنا دوست نہ ہو اور جسکو اتنی بھی عقل نہ ہو کہ وہ اپنے انجام کو سمجھ سکے وہ دوسروں
کو کیا فلاح اور بہبود کا مشورہ دے سکتا ہے اگر یہ طاغوت عاقل ہوتا جیسا کہ مشہور کیا گیا تو پہلے تو اپنے انجام
اور عاقبت کی فکر کرتا۔ زیادہ افسوس اُن اہل علم پر ہے جنہوں نے خود بھی اُس کا اتباع کیا اور بہت مسلمانوں
کو اسکی اتباع اور اقتدا کی ترغیب دی۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا اب بھی جلدی ہی صبح ہو گئی ورنہ معلوم
نہیں کہانتک نوبت پہنچتی۔ پہلے دجال کے متعلق شبہ ہوا کرتا تھا کہ ایمان والا کون اُس بددین کا فرا پر ایمان
لاسکتا ہے مگر دیکھی آنکھوں اس طاغوت ہی سے ہزاروں کے ایمان خراب اور برباد کر دیئے وہ دجال تو
پھر اس سے بڑا ہوگا۔ ایک دوسرے دشمن اسلام کیساتھ بعض مسلمانوں نے جو معاملہ کیا اس میں ان مسلمانوں
کو شرم نہ آئی کہ مسلمانوں کے مجمع میں اسکو ممبر پر بٹھلا کر مسلمانوں کا مرکز بنایا بعض اہل کفر کیساتھ یہ معاملہ
کیا کہ اسکی جے بولی پھر بعض نے غضب کیا کہ جے کی تفسیر کی کہ جے بمعنے فتح کے ہے یہ معنون کو ڈھونڈتے
پھرتے ہیں اگر یہ معنے ہوں بھی مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ اہل کفر کا یہ شعار بھی ہے یا نہیں اور وہ اسکو مذہبی شعار
سمجھکر کن موقعوں پر استعمال کرتے ہیں اگر ایسا ہی توسع ہے تو جنیؤ اور زنار کی حقیقت بھی صرف ایک
تاگا ہے اسکو بھی استعمال کیجئے اور سر پر چوٹی ہندو رکھتے ہیں اسکی حقیقت بھی سر کے بیچ کے بالوں
کا بڑھا لینا ہے اس میں بھی کیا [illegible] بقول [illegible] قشقہ بھی پیشانی پر لگا لیجئے اسلئے
اسکی حقیقت صرف ایک رنگ ہے۔ اب کیا رکھا ہے کیا یہ ایک بات ہو تو کہوں پھر ان اعداء دین
کا استقبال اور اللہ اکبر کے نعرے۔ کیا اس سے اللہ تعالیٰ کے نام کی بیحرمتی نہیں ہوئی پھر مولویوں پر
اعتراض ہے کہ یہ لوگ بیٹھے ہوئے لوگوں کو کافر بنایا کرتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ کافر تو تم خود بنتے ہو
یہ تو صرف بتایا کرتے ہیں۔ بنانے اور بتانے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ سو یہ بتاتے ہیں تا کی ساتھ
بناتے نہیں نون کی ساتھ صرف ایک نقطہ کا فرق ہے کافر بنانا تو اسکو کہتے ہیں جیسے مسلمان بنانا یعنی
مسلمان ہونیکی ترغیب دیکر مسلمان بناتے ہیں اسی طرح کفر کی ترغیب دینے کہ کافر ہو جاؤ۔ بنانے کے
یہ معنے ہیں سو اس طرح کون مولوی کسی کو کافر بناتا ہے۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے طبیب کے پاس مریض
جاتا ہے اور وہ مرض کی تشخیص کرکے اطلاع کرتا ہے تو اس اطلاع سے تو وہ مریض کے اندر مرض پیدا

نہیں کرتا جسکو مرض کا بنا نا کہا جاسکے بلکہ نبض دیکھکر بتاتا ہے کہ یہ مرض اسکے اندر ہے۔ اعتراض کے جواب کے بعد میں پھر کہتا ہوں کہ یہ طاغوت بدعقل بدنیت بدفہم بددین ہے۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ مسلمانوں کو اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ اب رہا یہ سوال کہ اگر وہ ایسا ہے تو کثرت سے یہ لوگ اُسکے مطیع اور فرمانبردار کیوں ہیں اسکے دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ شیطان کے کیا کچھ کم لوگ مطیع و فرمانبردار ہیں اکثر حصہ مخلوق کا اس کا مُطیع ہے تو یہ کوئی معیار مقبولیت اور مردودیت کا نہیں حدیث شریف میں آیا ہے جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بعض نبی ایسے ہوئے ہیں کہ ان کیساتھ صرف ایک امتی ہوا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ شیطان کیساتھ لاکھوں کروڑوں لوگ ہونگے تو یہ کوئی مقبولیت اور مردودیت کی دلیل نہیں۔ دوسرا جواب اس سے لطیف ہے وہ یہ کہ وہ اُس چیز کی دعوت دے رہا اور اُس طرف بلا رہا ہے کہ جسکے تم پہلے سے متلاشی ہو سو چونکہ وہ تمہاری مرغوبہ اور محبوبہ دنیا کی طرف مدعو کر رہا ہے اسلئے تم اس طرف بدحواس ہو کر اسکی طرف چلے جارہے ہو اور انبیاء کی دعوت خلاف نفس کی طرف ہے اسلئے اُن کے متبعین قلیل ہیں خلاصہ یہ کہ انبیاء علیہم السّلام کا اصلی منصب اس فانی ناپائدار دنیا سے نفرت دلانا ہے اور شیطان و نفس کا کام اسکی طرف بلانا اور اس میں پھسانا ہے یعنی خدا سے بندہ کو الگ کر دینا اور ان کے تعلق کو خراب کر دینا یہ شیطان و نفس کا اصل فرض منصبی ہے۔ اب ان جوابوں کے بعد میں کہتا ہوں کہ مسلمان کا کمال تو یہ ہے کہ وہ احکام اسلام کی پابندی کرتے ہوئے کامیابی کی کوشش کرے اگر یہ بات نہیں اور اسلام اور احکام کو پامال کر کے ترقی اور کامیابی حاصل کی تو وہ مسلمانوں کی ترقی تھوڑا ہی ہوگی۔ ایسی ترقی تو فرعون نے شداد نے نمرود نے ہامان نے قارون نے بھی کی ہے۔ یہ سب ترقی یافتہ تھے ان کی ترقی کو مذموم کیوں کہتے ہو اس ہی لئے تو کہ انہوں نے حدود سے گذر کر ترقی کی تو اس صورت میں تمہاری ترقی اور انکی ترقی میں فرق کیا ہوا۔ اور اگر ایمان اور اسلام ہی کو خیرباد کہکر ترقی کرنا چاہتے ہو تو ہندوؤں کیساتھ ملکر تو بہت کچھ قربان کرنیکے بعد مال جاہ کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہو اور وہ بھی محتمل ہے تو اس سے عیسائیت ہی کو کیوں نہیں قبول کر لیتے اسلئے کہ بنی بنائی حکومت مال جاہ عزت آبرو سب کچھ ایک سکنڈ اور ایک منٹ میں ملجائیگی ایک تو یہ فرق ہے عیسائیت اور ہندویت میں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ہندوؤں کی قوم عالی حوصلہ نہیں ان کے وعدہ وعید کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ غدر کے زمانہ میں جو کچھ ہوا تھا ہندو

مسلمانوں کے اتفاق سے ہوا تھا مگر جب وقت آکر پڑا تو ہندو حکومت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑے ہو گئے اور مخبریاں کر کے ہزار دں نوّاب اور رئیس مسلمانوں کو نذر دار کرا دیا اور مسلمانوں کو تباہ اور برباد کرا دیا ان کا یہ بھی اعتبار نہیں کہ تم ایمان اسلام مال جان عزّت آبرو ان کے ساتھ ملکر قربان کرو اور یہ وعدہ وفا کریں۔ انگریزوں سے اگر دشمنی کی بنا یہ ہے کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں تو ہندو اُن سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ واقعات کو دیکھ لیجئے کہ مسلمانوں کی بدولت سالہا سال کی مُردہ کانگریس زندہ ہو گئی۔ مسلمانوں نے جانی قربانیاں کیں انکو پیچھے رکھا خود پیش پیش رہے انگریزوں کو اپنا دشمن بنایا ان کی وجہ سے مسلمانوں کے ہزاروں بچّے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو گئیں مگر نتیجہ میں شدھی کا مسئلہ سامنے آیا اور پھر ہر چہار جانب جہاں مسلمانوں کے بستیوں میں دو چار گھر آباد تھے اور ہندوؤں کی کثرت تھی بہانے نکال نکال کر مسلمانوں کو قتل و غارت کیا اور یہ اوس حالت میں ہے کہ ان کی آبادی اور مسلمانوں کی آبادی۔۔۔ محکوم ہونے میں مساوات ہے ان میں کوئی قوت بصورت حکومت نہیں اگر انگریزوں کی طرح انکو قوت حاصل ہوتی تو ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک بچہ زندہ نہ چھوڑتے یہ واقعات اور مشاہدات ہیں جن کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اسپر بھی کوئی ہٹ دھرمی کرے اور نہ سمجھے تو بہ کہا جائیگا (ع) جو اسپر بھی وہ نا سمجھے تو اُس بُت کو خدا سمجھے۔ ان واقعات کے بعد انگریزوں سے دشمنی اور ہندوؤں سے دوستی اس کا صاف مصداق ہے فر من المطر وقر تحت المیزاب یعنی بارش سے تو بھاگا اور پرنالہ کے نیچے جا کھڑا ہو گیا بتلایئے یہ کونسی عقل کی بات ہے مجھکو تو ان لیڈروں سے کوئی شکایت نہیں اسلئے کہ وہ عالم نہیں بڑی شکایت اہل علم سے ہے کہ انہوں نے دین کو ذریعہ بنایا دنیا حاصل کرنے اور ان لیڈروں کا تو کیا ذکر ہے یہ تو ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ مُلک میں آئے دن ایک نیا مسئلہ در پیش ہوتا رہے تاکہ ان کی آدُ بھگت ہوتی رہے یہ مسلمانوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں اپنے کو قوم کا ذمہ دار سمجھتے ہیں مسلمانوں کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے یہ ان کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں مگر حالت یہ ہے کہ جس قدر یہ ترقی ترقی گاتے پھرتے ہیں اسی قدر مسلمانوں کا تنزل آئے دن بڑھتا جاتا ہے پچاس برس سے زائد تو یہ گیت سُنتے ہوئے ہمکو ہو گئے پھر نہ اس ترقی کے کچھ اصول ہیں نہ حدود۔ میں نے تو لکھنؤ میں اپنے وعظ کے اندر اسکو بیان کیا تھا اس میں نئے تعلیم یافتہ لوگوں کا بہت مجمع اس میں بیرسٹر اور وکلاء بھی تھے۔ میں نے کہا تھا کہ آخر ترقی ترقی گاتے پھرتے ہو اسکے کچھ حدود و اصول

بھی ہیں یا نہیں یا ہر ترقی آپ کے نزدیک محمود ہے اگر یہ بات ہے تو ایک شخص کے جسم پر مرض کی وجہ سے ورم آجاتا ہے جس سے اسکی فربہی بڑھ جاتی ہے تو یہ بھی ایک ترقی ہے تو اُسکے ازالہ کی فرمائش ڈاکٹروں اور طبیبوں سے کیوں کرتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ ہر ترقی محمود نہیں بلکہ بعض ترقی مذموم بھی ہوتی ہے تو قانون دینی میں وہی مذموم ہوگی جو احکام سے تجاوز کر کے حاصل کی جائے اگر حدود کی قید نہیں تو پھر گورنمنٹ پر کیوں اعتراض نہیں کرتے جیسے مولویوں پر کرتے ہو کہ یہ مانع ترقی ہیں گورنمنٹ بھی مانع ترقی ہے۔ میں بتلاتا ہوں ڈکیتی کو جُرم قرار دیا چوری کو جُرم قرار دیا حالانکہ ان اسباب سے ایک شب میں لاکھوں روپیہ حاصل کر سکتے ہیں۔ تو کیا یہ قانون تعزیرات ہند مانع ترقی نہیں۔ اس کا جو جواب تم ہمکو دوگے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جاوے۔

(ملفوظ ۶۲۳) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ جو آجکل حکومت کے مقابلہ کیواسطے لوگوں نے تدابیر اختیار کر رکھی ہیں انکے متعلق شرعی حکم کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ سوال ہی مُہمل ہے ان تدابیر کا کچھ نام بھی ہے یا نہیں واقعہ کی صورت بیان کر کے حکم معلوم کرنا چاہیئے تھا۔ اسکے تو یہ معنے ہوئے کہ مجھکو علم غیب ہے کہ جو صورت تمہارے ذہن میں ہے اس کا مجھکو بھی علم ہے۔ یا یہ کہ مجھکو تمام صورتوں کا علم ہے پھر اسکے بھی دو معنے ہوسے ایک تو یہ کہ مجھکو تمام صورتوں کا حکم بیان کرنا چاہیئے کیونکہ اگر ایک بھی بیان سے رہ گئی تو نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپنے اخیر میں کہدیا کہ ان میں اس صورت کا حکم نہیں معلوم ہوا جسکو میں معلوم کرنا چاہتا تھا دوسرے یہ معنے ہوئے کہ گویا میرا مشغلہ یہی ہے کہ تمام شقوق کی تحقیق کیا کروں اور پھر ان کا حکم ظاہر کیا کروں آپ تو ایک ٹکا بھر زبان ہلا کر نواب بنکر بیٹھ گئے اب میں تعمیل حکم کی انجام دہی میں مصروف کار ہوں کیا بدتمیزی اور بدتہذیبی کی بات ہے۔ تمکو سوال پورا کرنا چاہیئے تھا اس وقت تمنے یہ مہمل سوال کر کے قلب کو پریشان کیا اگر آدمی کو بولنے کی تمیز نہ ہو تو خاموش ہی بیٹھا رہے کونسا یہ سوال فرض وواجب تھا اور کہاں کے آپ اتنے بڑے مرجع العالم مُفتی ہیں کہ لوگ آپکے پاس استفتے بھیجکر ان صورتوں کا حکم معلوم کیا کرتے ہیں۔ اس وقت دو حرکتیں آپسے صادر ہوئیں ایک تو یہ کہ سوال مہمل کیا دوسرے یہ کہ میں کس وقت سے اسوقت تک بول رہا ہوں مگر آپکی زبان ہی سل گئی نہ ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں دوسروں کو تکلیف اور اذیت پہونچا کر اب چپ شاہ بنے بیٹھے ہو اگر پہلے ہی سے چُپ رہتے تو کیا قاضی گلا کرتا مگر یہ ضرور ہے کہ اس وقت جو آپکے تبحر علمی کا اور قابلیت کا انکشاف لوگوں پر ہوا ہے ہوتا۔ یہ کبر کا مرض بھی نہایت ہی خبیث مرض ہے اور یہ مرض ناشی

ہوتا ہے حماقت اور جہل سے۔ ہمیشہ سوال میں اس کا خیال رکھئے کہ پہلے اس صورت مسئول عنہا کو ظاہر کرنا چاہئے پھر اس کا حکم معلوم کرنا چاہئے ان ہی اصولی باتوں کی پابندی کی وجہ سے تو میں بد خلق اور سخت مشہور ہوا ہوں مگر یہ میری طبعی باتیں ہیں کہ میں نہ خود گول مول اور ادھوری باتیں کرتا ہوں نہ دوسروں سے پسند کرتا ہوں۔ یہ ہی میری لوگوں سے لڑائی ہے آپ خود ہی انصاف کریں کہ اس تحریک حاضرہ میں بہت سی صورتیں ہیں بعض پر جواز کا حکم ہے بعض پر عدم جواز کا۔ اب مجھکو کیا معلوم کہ آپ کونسی تدبیر اور کونسی صورت کا حکم معلوم کرنا چاہتے ہیں آخر آدمی کچھ تو تدبر سے کام لے۔ عرض کیا کہ فی الحقیقت مجھ سے غلطی ہوئی آئندہ اس کا خیال رکھوں گا اور حضرت والا سے معافی کا خواستگار ہوں۔ فرمایا معاف ہے مگر کیا معاف کر دینے اور معافی چاہ لینے میں یہ بھی اثر ہے کہ وہ تکلیف رفع ہو جائیگی جو اس وقت تمنے ایک مہمل سوال کر کے پہونچائی اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے کے سوئی چبھوئے وہ اسپر چلائے اور یہ اس سے معافی چاہے تو کیا معاف کر دینے پر اس سوئی کی سوزش کا اثر بھی جاتا رہے گا۔ خیر اسکو چھوڑیئے اب یہ سوال کرتا ہوں کہ اس غلطی کا سبب بیفکری ہے یا بدفہمی۔ عرض کیا کہ بیفکری سبب ہے میں نے بغیر سوچے سمجھے سوال کر دیا اب آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا نہ ہوگا فرمایا کہ خیر اس کا تو انسداد اور علاج ہو سکتا ہے اسلئے کہ فکر تو اختیاری ہے اگر اس کا سبب بدفہمی ہوتا تو چونکہ وہ غیر اختیاری ہے اس کا علاج قریب بہ محال تھا اسی لئے میں بدفہموں کو نکال باہر کرتا ہوں اسلئے کہ ایسے شخص سے کبھی مناسبت نہیں ہو سکتی آئندہ ایسے مہمل سوال سے احتیاط رکھئے گا اور یہ میں اپنے ہی واسطے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ ہر شخص سے ہر بات پوری کہنا چاہئے یہ ہمیشہ یاد رکھنے کی بات ہے۔ خیر آپکے اس اقرار سے ایک گونہ ہیجان میں سکون ضرور ہو گیا اور میں نے بھی کہنا کیونکہ میرا یہ مقصد و اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں اسلئے میں اسپر قادر تھا کہ ضبط کر لوں گو ضبط پر تکلیف ضرور ہوگی مگر ضبط کرنے سے تمکو اپنی غلطیاں اور حماقتوں کا کیسے علم ہوتا اور اصلاح کی کیا صورت ہوتی۔ اور صاحب اصلاح تو اصلاح ہی کے طرق سے ہو سکتی ہے ہاتھ جوڑ کر تو کہا جاتا نہیں اگر اصلاح کو سختی سمجھا جاوے تو پھر میں یہ کہوں گا کہ اس طریق میں قدم رکھنے سے پہلے ہر چیز اور ہر سختی کیلئے تیار ہونا چاہئے اس طریق میں تو مجنون جیسی حالت بنا کر آنا چاہئے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ مجنون بیچارا تو ایک عورت ہی پر عاشق تھا اور یہ خدا کا عاشق بنتا ہے اسلئے اس سے کہیں زیادہ شدائد کیلئے تیاری کر کے اس طرف آنا چاہئے کیا خدا کا عشق لیلیٰ کے عشق سے بھی کم ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق مولے کے کم از لیلی بود — گوئے گشتن بہر او اولے بود

غرض اس راہ میں قدم رکھنے کی شرط یہ ہے جسکو حضرت حافظ رح فرماتے ہیں ؎

در رہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجان — شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

اور اگر اس راہ میں قدم رکھکر سختی کی برداشت نہ کر سکا تو بس پھر محرومی ہی ہوگی اور یہ بھی تو سوچنا چاہئیے کہ کہا تھا کسنے کہ تو اس طرف آ۔ محبت کا دعوی ہی کیوں کیا تھا یہ کیسا عشق ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی زعشق — تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

اور شدائد کی ناگواری پر فرماتے ہیں ؎

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی — پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

ان کے عاشق کی تو یہ حالت ہونی چاہئیے کہ ؎

عاشق بدنام کو پروائے ننگ ونام کیا — اور جو خود ناکام ہو اسکو کسی سے کام کیا

اور خود عشق ہی ایسی چیز ہے کہ وہ سوائے محبوب کے اور کسی کو چھوڑتا ہی نہیں سبکو فنا کر دیتا ہے جیسا مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق آن شعلہ است کو چوں بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

گلزار ابراہیم میں اسی کا ترجمہ کیا ہے ؎

عشق کی آتش ہے ایسی بد بلا — دے سوا معشوق کے سب کو جلا

(**ملفوظ** ۸۳۱) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو آجکل جو لوگوں نے حکومت کے مقابلہ کیلئے تدابیر اختیار کر رکھی ہیں اسکے متعلق کچھ سوال کروں۔ فرمایا اجازت ہے خدانخواستہ مجھکو حکم ظاہر کرنے سے اعراض تھوڑا ہی ہے ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ سلیقہ اور تمیز سے سوال کیا جائے۔ اگر تہذیب کی رعایت ہو میں تو اپنے کو اہل علم کا خادم سمجھتا ہوں خصوص جبکہ یہ علمی افادہ واستفادہ ہے تو اس سے کیا انکار ہو سکتا ہے۔ عرض کیا کہ جتنے مقابلہ کیلئے جاتے ہیں اور گرفتار ہوتے ہیں خاموش مقابلہ کرتے ہیں اگر حکومت کی طرف سے تشدد بھی ہو تب بھی جواب نہیں دیا جاتا ان صورتوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے۔ فرمایا کہ عقلی دو ہی احتمال ہیں یا تو مقابلہ کی قوت ہے یا قوت نہیں اگر قوت ہے تو گرفتار ہونیکے کیا معنے مقابلہ کرنا چاہئیے اور جب مقابلہ نہیں کر سکتے تو یہ صورت عدم قوت کی ہے جیسا کہ

ظاہر ہے تو عدم قوت کی حالت میں قصداً ایسی صورت اختیار کرینگی کہ خود ضرب و حبس میں مبتلا ہو شریعت اجازت نہیں دیتی بلکہ بجائے ایسے مخترع مقابلہ کے مکارہ پر صبر سے کام لینا چاہیئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر قوت ہے مقابلہ کرو اگر قوت نہیں صبر کرو ان دو صورتوں کے علاوہ تیسری کوئی صورت منقول نہیں عرض کیا کہ تو کیا ان تدابیر کو مسکوت عنہ کہا جائیگا۔ فرمایا کہ مسکوت عنہ وہ ہوگا کہ جس چیز کی ضرورت خیر القرون میں واقع نہ ہوئی ہو بلکہ خیر القرون کے بعد اسکی حاجت پیش آئی ہو وہ مسکوت عنہ ہوگی اس میں البتہ بعد کے علماء کو اجتہاد کی گنجائش ہوگی باقی جس چیز کی خیر القرون میں ضرورت پیش آئی ہو اور باوجود ضرورت پیش آنیکے یہ تدابیر خاص اختیار نہ کی گئیں اسکو مسکوت عنہ نہ کہیں گے منہی عنہ کہیں گے اس میں پچھلوں کو اجتہاد کی گنجائش نہیں اب اس قاعدہ کے بعد سمجھو کہ خیر القرون میں زیادہ وقت اسی قسم کا گذرا اور بہت زیادہ ضرورتیں مخالفین کے مقابلہ کی پیش آئیں مگر باوجود ضرورت کے اور ضرورت بھی سخت ضرورت پھر بھی ان تدابیر کو اختیار نہیں کیا گیا تو یہ تدابیر منہی عنہ ہونگی نہ کہ مسکوت عنہ جسکا حاصل یہ ہے کہ دواعی کے پیش آنے پر وہ حضرات یہ تدابیر اختیار کر سکتے تھے مگر پھر بھی اختیار نہیں کیں تو ان تدابیر کو شریعت کے خلاف کہا جائیگا پہلی مشروع تدبیر کی شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک امام ہو سردار ہو امیر ہو بدون اسکی تنظیم اور حفاظت حدود کی کوئی صورت نہیں چنانچہ اس وقت سب میں بڑی وجہ ناکامی کی یہی ہوئی کہ مسلمانوں کے سر پر کوئی بڑا نہیں نہ مسلمانوں کی قوت کسی مرکز پر جمع ہے اور نہ ہو سکتی ہے جبتک کہ بالاتفاق ایک کو بڑا نہ بنالیں اگر امام ہو تو سب کام ٹھیک ہو سکتے اُسکے حکم سے میدان میں جاویں اگر جان بھی جاتی رہے تو کوئی حرج نہیں اور یہ کیا کہ بیٹھے بیٹھے جاکر قتل ہو جاویں یہ کوئی انسانیت ہے اصل بات وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ خیر القرون میں دو ہی صورتیں تھیں کہ قوت کے وقت مقابلہ اور عدم قوت کیوقت صبر اسکے سوا سب من گھڑت تدابیر ہیں اسلئے ان میں خیر و برکت نہیں ہو سکتی اور جب خیر و برکت نہ ہو اور مسلمان ظاہراً کامیاب بھی ہو جائیں تو اس کامیابی پر کیا خوشی جو اللہ اور رسول کی مرضی کے خلاف تدابیر اختیار کر کے کامیابی حاصل کی جاوے اور حسی کامیابی کا ہو جانا تو کوئی کمال کی بات نہیں اسلئے کہ ایسی کامیابی کافروں کو بھی ہو جاتی ہے اور مسلمانوں کی اصل کامیابی تو وہ ہے کہ چاہے غلامی ہو مگر خدا راضی ہو اور اگر حکومت ہوئی اور انکی مرضی کے خلاف ہوئی وہ راضی نہ ہوئے تو فرعون کی حکومت اور تمہاری حکومت میں کیا فرق ہوا بس ان کے راضی کرنے کی فکر کرو

اُن سے صحیح معنوں میں تعلق کو جوڑو اسلام اور احکام اسلام کی پابندی کرو ان بتوں کا اتباع تو بہت دن کرکے دیکھ لیا اب خدا کے سامنے سر رکھکر اور اس سے اپنی حاجت اور ضروریات کو مانگ کر بھی دیکھو کہ کیا ہوتا ہے اسیکو مولانا فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دلخراش — آزموں را یک زمانے خاک باش

ذرا کرکے تو دیکھو خواہ آزمائش ہی کے طریق پر سہی آخر اور تدبیریں بھی کر رہے ہو اسیکے کرنے میں کیوں سر کٹتا ہے منجملہ اور تدابیر کے اسکو بھی ایک تدبیر ہی سمجھ لو ان شاء اللہ تعالیٰ اسکے کرنے میں کامیابی کی یقینی اُمید ہے

(ملفوظ ۵۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھپر تو عنایت فرماؤں کی ہمیشہ عنایتیں ہی رہتی ہیں ایک صاحب کا جنپر گورنمنٹ کے خلاف کسی تقریر پر مقدمہ قائم تھا کراچی میں جج کے اجلاس میں بیان ہوا جب سزا کا حکم ہوا تو اُن بزرگ نے میرے ایک فتوی کا حوالہ دیکر کہا کہ اُس نے بھی تو یہی فتوی دیا ہے اسپر مقدمہ کیوں نہیں قایم کیا جاتا۔ جج نے جواب دیا کہ انکی نیت فتوے سے احکام مذہبی کا ظاہر کرنا ہے اور تمہاری نیت اضرار ہے سلطنت کا اسلئے وہ جرم نہیں یہ جُرم ہے پھر فرمایا ہمسے تو اگر جارج پنجم بھی مسئلہ پوچھینگے تو انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ ہی بتلائیں گے احکام مذہبی میں تحریف کیسے کر سکتے ہیں اگر وہ کسی کے خلاف ہو تو اس کا سائل ذمہ دار ہے ہمسے کیوں پوچھا۔ یہاں پر تو جو بھی حالت ہے صاف ہے پالیسی وغیرہ کچھ نہیں۔ بعض حکام ضلع نے زمانہ تحریک خلافت میں لکھا کہ جو کتابیں آپکے یہاں تحریک کے متعلق چھپی ہیں وہ بھیجدو میں نے ایک کو بھی نہیں بھیجیں اور لکھدیا کہ ہم تاجر نہیں ایسی فرمائش تاجروں کو لکھو ایسے جوابوں کی وجہ سے ہمکو انگریز تو اپنا دوست سمجھتے نہیں مگر یہ بزرگوار کہتے ہیں کہ اُن کے دوست ہیں۔ عجیب بات ہے کہ وہ اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور یہ اپنا دشمن سمجھتے ہیں ایک معنے کر دونوں صحیح سمجھتے ہیں اسلئے کہ ان کا سمجھنا تو اس وجہ سے ہے کہ غیر مسلم اور مسلم میں دشمنی تو ہو ہی گی اور یہ اس وجہ سے دشمن سمجھتے ہیں کہ ہمارے طرز سے انکے اغراض دنیوی کو ٹھیس لگتی ہے مگر انکی ہاں میں ہاں تو وہ ملائے جو دین میں تحریف کو روا رکھے غرضکہ اہل دنیا چاہے کافر ہوں یا مسلمان سب اپنا دشمن سمجھتے ہیں مگر سمجھا کریں ہمارا کیا کر سکتے ہیں حق تعالیٰ کا فضل شامل حال چاہئے انکی کون بیٹھا ہوا چاپلوسی کیا کرے۔

(ملفوظ ۵۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل طریق زیادہ تر ان جاہل پیروں کی بدولت بدنام ہوا انکو

توسوائے روپیہ پیسہ اینٹھنے اور مجلس گرم رکھنے کے دوسرا کوئی کام نہیں۔ انہوں نے گمراہ کردیا اللہ کی مخلوق کو۔ مگر اب بحمد اللہ بہت کچھ اصلاح ہوچکی ہے اور طریق صحیح واضح ہوچکا ہے اب لوگ مشکل ہی سے انکے پھندے میں پھنستے ہیں یہ ہی وجہ ہے مجھپر ان کے جھلانے کی مگر جھلایا کریں اور بدنام کیا کریں اس سے ہوتا کیا ہے البتہ ان میں جو اہل حق اور اہل علم مشائخ ہیں ان سے یہ شکایت ضرور ہے کہ ان کے اخلاق متعارفہ کی بدولت لوگ خراب ہوئے۔ انکا یہ طرز اصلاح کے باب میں مجھکو تو کسی طرح پسند نہیں اور یہ ممکن ہے کہ جسطرح مجھے ان کا طرز پسند نہیں ان کو میرا طرز پسند نہ ہو تو میں صاف کہتا ہوں کہ اس حالت میں میرے پاس نہ آیا کریں میں کسی کی خوشی یا ناراضی کی وجہ سے اپنا طرز نہیں بدل سکتا۔ اگر میں اپنا طرز بدلنا چاہوں تو بدل سکتا ہوں اور بیہودگیوں اور بدتمیزیوں کو برداشت کرسکتا ہوں بلکہ مجھکو اس میں ایک معنی کر جسمانی راحت بھی ہے کہ قیل و قال سے بچا رہوں گو خلاف اصول ہونے سے کچھ روحانی تکلیف ضرور ہو لیکن اس تبدیل پر ان کی تو اصلاح نہیں ہوسکتی انکو تو جہل سے نجات نہیں مل سکتی دوسرے میں ایسے سکوت کو خیانت سمجھتا ہوں کیونکہ اس میں آنیوالے کی مصلحت تو کچھ بھی نہ رہی محض اپنی ہی مصلحت رہی کہ یہ برا مانیگا غیر معتقد ہو جائیگا کچھ نذرانہ وغیرہ نہ دیگا بدنام کرتا ہوا پھرے گا اور اب اگر وہ اس تعلیم اور روک ٹوک کی وجہ سے جو کہ اسکی ہی مصلحت سے کیا جاتا ہے اعراض کرے اور غیر معتقد ہو یا بدنام کرے ہماری جوتی سے اگر اسکو یہ طرز پسند نہیں تو آیا کیوں بلانے کون گیا تھا۔ یہاں پر آنیوالوں کو تو اس کا مصداق بنکر آنا چاہئے اور تعلق رکھنے والوں کو ایسا ہو کر رہنا چاہئے۔ جسکو حافظ فرماتے ہیں ؎

یا مکن با پیلبانان دوستی | یا بنا کن خانہ بر انداز پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی | یا فروشو جامۂ تقوے بہ نیل

مدتوں سے یہ طریق مردہ ہوچکا تھا لوگ ہزار ہا قسم کی غلطیوں میں مبتلا ہوچکے تھے اسکو شریعت مقدسہ سے ایک جداگانہ چیز سمجھ بیٹھے تھے اب الحمد للہ بالکل صاف بے غبار ہوچکا صدیوں کیلئے اصلاح ہوچکی اور پھر جب گڑبڑ ہوجائیگی پھر کوئی اللہ کا بندہ پیدا ہوجائیگا جو تجدید کردیگا

(**ملفوظ**) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں تو بہت ہی رعائتیں کی جاتی ہیں شیخ اکبر کا ایک رسالہ ہے آداب الشیخ والمرید مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے اس کا ترجمہ شائع کیا ہے اسکو دیکھ کر پتہ چلا کہ حضرت کا مسلک اور طرز نہایت نرم اور ڈھیلا ہے۔ مزاحاً جواب فرمایا کہ تم

ڈھیلا (بیائی معروف) بتلاتے ہو اور لوگ ڈھیلا (بیائی مجہول) بتاتے ہیں کہ سخت ہے۔ اس رسالہ کو ایک مولوی صاحب نے دیکھکر مجھسے کہا تھا کہ اسکو دیکھکر تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مشائخ طالبوں سے بڑی سختی سے کام لیتے تھے اور آپکے یہاں تو بڑے سے بڑے کام بھی سہولت سے ہو جاتے ہیں چنانچہ اس رسالہ میں شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ شیخ کو چاہئے کہ آپس میں مریدوں کو نہ ملنے دے واقعی بڑے کام کی بات فرمائی حقیقت میں شیخ اکبر ہی ہیں اسلئے کہ آپس میں ملکر بیٹھکر سوائے اسکے کہ وقت کو ضائع کریں اور ایران کی توران کی ہانکیں نتیجہ کچھ نہیں۔ کہیں شاعری ہو رہی ہے لطیفے ہو رہے ہیں راز اور اسرار بیان کئے جا رہے ہیں اور اس قسم کی باتیں اس طریق میں بالکل سدّ راہ ہیں اور خصوص مبتدی کیلئے تو سم قاتل ہیں اسلئے کہ اس میں ضرورت ہے یکسوئی کی مزاحاً فرمایا کہ چاہے پاس ایک سوئی نہ ہو مگر یکسوئی ہو۔ نیز اس طریق میں اوقات کا انضباط اور پابندی ضروری چیز ہے اس سے ایک خاص برکت ہوتی ہے اور کام ہوتا رہتا ہے اور ان مجالس کی بدولت نہ ذکر رہتا ہے نہ شغل نہ فکر نہ غور نہ مراقبہ نہ مکاشفہ نہ تلاوت قرآن نہ نفلیں نہ توجہ الی اللہ کچھ نہیں رہتا صرف مجالس ہی مجالس رہ جاتی ہیں اور اسوقت کثرت سے یہی ہو بھی رہا ہے حالانکہ طالب کی شان یہ ہونا چاہئے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

۸۰۷ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان تحریکات حاضرہ میں مصالح سے زائد مفاسد ہیں اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک مفسدہ ہو اور پچاس مصلحت ہوں وہاں مفسدہ غالب سمجھا جائیگا نہ کہ جہاں مفاسد غالب ہوں وہاں جواز کا حکم کیسے ہو سکتا ہے طیب اور خبیث کا مجموعہ خبیث ہی ہوگا

۸۰۸ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمکو **موالاتی** بتایا جاتا ہے حالانکہ ہم انگریزوں سے آج تک بھی نہیں ملے اور یہ **غیر موالاتی** کہلاتے ہیں کہ شب و روز اُن سے خلا ملا رکھتے ہیں تعلیم بھی حاصل کی تو انگریزی۔ صورت اور شکل لباس طرز معاشرت کھانا پینا اُٹھنا بیٹھنا بولنا چالنا سب انگریزی یہ عجیب ترک موالات ہے۔ زمانہ تحریک میں ایک بہت بڑا الزام ہمارے سر یہ رکھا گیا تھا کہ تمہاری تحریرات سے انگریزوں نے نفع اُٹھایا۔ ان کو رسالوں کی صورت میں ہزاروں چھپوا کر سرحد پر بذریعہ ہوائی جہاز تقسیم کیا گیا۔ اس کا ہمسے کیا تعلق دوسروں کا فعل اور ہمپر الزام اس بدفہمی کا کسی کے پاس

کیا علاج ہو سکتا ہے ہمنے تو اپنے بھائیون کو مادی اور شرعی مفسدہ اور مضرت سے بچایا۔ اسکو کوئی اپنی غرض فاسد میں استعمال کرے ہم اُسکے ذمہ دار کیسے ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید ہی کو لیجئے ہدایت کیلئے نازل ہوا۔ مگر اہل باطل نے اس سے باطل کی تائید میں کام لیا تو اس کا ذمہ دار کون ہے۔ ایک ثقہ شخص نے بیان کیا کہ جسوقت **ندوہ** کی بنیاد ڈالی گئی تو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرکت کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ ندوہ کے مقاصد سے ایک یہ بھی ہے کہ حکومت کا مقابلہ کریں فرمایا کہ اگر ندوہ کا یہ بھی مقصد ہے تو میں کبھی اپنی جماعت کو شرکت کی اجازت نہ دوں گا اور انکو پامال نہ کراؤں گا۔ یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے جہاد بالسیف بھی کیا تھا اُنکی یہ رائے تھی بخلاف اسکے ان ناعاقبت اندیش لیڈروں نے مالابار میں جاکر موپلون کی قوم کو اشتعال دیکر حکومت سے لڑا دیا ان کا جو کچھ انجام ہوا ظاہر ہے۔ پھر جب ان پر وقت پڑا ان بیچاروں کی نہ کسی لیڈر نے خبر لی اور نہ ان کے ہم خیال مولوی ہی ان کی امداد کو پہونچے ایسی ہی صورت یہ لوگ ہندوستان کی بنانا چاہتے تھے کہ عوام مسلمانوں کو پھنسا دیتے اور خود انگریزوں کیساتھ ملجاتے اب یہ عوام ہی گرفتار ہو کر جیلخانوں میں جاتے پھانسیاں پاتے ان کے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوتیں مگر نہ کوئی ان کا خبر گیراں ہوتا اور نہ پرسان حال اسلئے کہ ان میں نہ کوئی تنظیم ہے نہ کوئی ضابطہ اور قاعدہ۔ دین و دنیا دونوں کو برباد کیا مگر اللہ رسول کے احکام کے خلاف کیا احکام اسلام کو پامال کیا۔ مسائل شرعیہ کی بیحرمتی کی اہل حق پر بہتان لگائے کیا ملا سوائے خسران اور حرمان کے پھر اسپر دعویٰ کہ ہم عقلا ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ عاقل نہیں آکل ہیں عقل کی ایک بات بھی نہیں ہر وقت آکل کی فکر ہے۔ اگر نصرانیون سے اللہ و رسول کیواسطے ان کی جنگ ہوتی تو اُن سے زیادہ دشمن اسلام یعنی ہندوؤں کو بغل میں نہ لیتے سب سے الگ رہکر کام کرتے تدابیر مشروعہ پر عمل کرتے حدود کا تحفظ کرتے پھر دیکھتے کہ نُصرت حق کیساساتھ دیتی اور اگر اس حالت میں بالفرض محال سب کے سب بھی مٹ جاتے فنا ہو جاتے تب بھی ناکامی نہ تھی اسلئے کہ آخرت کا سنور جانا مسلمان کی اصل کامیابی ہے مگر یہاں تو مقاصد ہی اور ہیں۔ دلون میں ولولے اور نیتیں ہی کچھ اور ہیں کچھ نقشے جمائے بیٹھے ہیں۔ میں انکی نبضیں بحمد اللہ بفضل ایزدی خوب پہچانتا ہون سُن لیجئے وہ مقاصد کیا ہیں وہ یہ ہیں کہ حکومت ہاتھ آئیگی کوئی بادشاہ بنے گا کوئی ویسرائے کوئی گورنر کوئی کمشنر کوئی کلکٹر خوب مال وجاہ کے مالک ہونگے اور ولولے وہ یہ ہیں کہ ان چیزوں کے یعنی ہمارے

مقاصد کے اندر جو سدّ راہ ہیں یعنی احکام شرعیہ ان کا خاص انتظام کریں گے یعنی اپنی اغراض کی مطابق اُن میں تاویل کرینگے اور متعین یہ ہیں کہ ان احکام کے بتلانیوالے اور ان کے خلاف روک ٹوک کرنیوالے فتوی دینے والے جو مولوی مُلّا ہیں انکو ٹھیک کریں گے پھر جب یہ سب کام ہوجائیگا پھر آزادی سے بسر ہوگی جو اس مثل کا مصداق ہوگی بُڈھا مرے یا جوان اپنی ہتھیا سے کام مُردہ بہشت میں جائے یا دوزخ میں اپنے حلوے مانڈوں سے کام یہ تو پُرانا مقولہ ہے بجائے اسکے یوں کہنا چاہئے کہ اپنے کیک بسکٹ انڈوں سے کام۔ ایک حکمران نے یہ سب کر کے مزا دیکھ لیا حکومت دے بیٹھا۔ یہ اللہ و رسول کے احکام کی پائمالی شریعت مقدسہ کی بیحرمتی بلا وجہ اہل حق اور اہل علم کا قتل خالی کیسے جاتا اب گدا گری کرتا پھرتا ہے اور اسکے تخت پر کوئی اور ہی حکمراں بنا بیٹھا ہے۔ تم تو نئی حکومت حاصل کرنا چاہتے ہو وہاں آبائی اجدادی حکومت تھی اسکو ان خیالات کی بدولت دے بیٹھا تو نئی حکومت تو تم کیسے حاصل کرلوگے۔ یہ مسلمان سلاطین اہل اقتدار کی حالت ہے۔ ایسی حالت میں کوئی کسی کے بھروسہ کیا کام کرے۔ عاجز عوام تو بیچارے کیا کرسکتے ہیں جب خواص پر اعتماد نہیں۔ جب سلاطین کی یہ حالت ہو کہ وہ اپنے حدود میں احکام اسلام کا تحفّظ تو کیا کرتے بر عکس پامالی کرتے ہیں۔ اسی طرح علماء کی یہ حالت کہ مسائل میں تحریف سے کام لیتے ہیں اور رؤسا، اور نوابوں کو ان چیزوں میں دلچسپی ہے ہی نہیں انہوں نے تو دین سے اسقدر روگردانی اختیار کی ہے کہ اپنے بچوں تک کو علم دین کی طرف آنے بھی نہیں دیتے۔ رہے عوام تو وہ ان کے تابع ہیں۔ اب کام کرنیوالا کون رہ گیا بس مسلمانوں کی یہ حالت دیکھکر کسی ایسے کام میں قدم رکھنے کو جی نہیں چاہتا جسکا تعلق ان جماعتوں سے ہو کیونکہ یہ سب کے سب بیکار ہیں۔ اور قدرت حق میں تو سب کچھ ہے مگر بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی گردش ختم ہونیکا ابھی زمانہ نہیں آیا۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان تحریکات میں شرکت کرنے والوں پر جو مجھکو غُصّہ ہے اس کا اصلی سبب انکی محبّت ہے اس طرح سے کہ اپنے ہوکر پھر حدود سے تجاوز ایسا کیوں کرتے ہیں۔ مجھکو مقاصد شرعیہ اور سلطنت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کی امداد اور تحفظ سے خدا نہ کرے کیسے اختلاف ہوسکتا ہے۔ اختلاف صرف طریق کار سے ہے کہ وہ ایسا اختیار کیا گیا کہ جس میں احکام شرعیہ کی پامالی کی گئی ہے فلاں مولوی صاحب نے مجھسے پوچھا تھا کہ میں بڑی مشکل میں ہوں۔ میں کیا کروں میں

اپنے دو بڑوں کے بیچ میں ہوں ایک میں مراد تھا اور ایک حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ مُراد
تھے۔ میں نے کہا کہ مولانا ہمارے سب کے بڑے ہیں مولانا ہی کے فرمانے پر عمل کرنا چاہئیے اور اگر میں
تنہا ہوتا تو میں خود بھی حضرت مولانا کیساتھ ہولیتا مگر چونکہ میری وجہ سے اور مخلوق خدا کے پھنس
جانیکا اندیشہ ہے اور میں اس وقت تک اسکے انجام کو سمجھا نہیں نہ مجھکو شرح صدر ہوا کہ یہ تحریک
مسلمانوں کیلئے مفید ہے اسلئے میں معذور ہوں ورنہ میں بھی مولانا ہی کا اتباع کر لیتا۔ اب مجھکو یہ
خوف ہے کہ اگر بدون سوچے سمجھے اور شرح صدر ہوئے میں شرکت کر لوں اور قیامت کے روز حق تعالیٰ
سوال فرمائیں کہ جس مسئلہ کو تو سمجھا نہیں تھا اس میں شرکت کر کے ہماری مخلوق کو کیسے پھنسا دیا تو
میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا۔ بعض لوگوں نے تحریک خلافت ہی کے زمانہ میں مجھسے کہا کہ
تمہیر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ انکی وجہ سے لاکھوں کام کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ورنہ ہم کامیاب ہو جا
میں نے کہا کہ وہ لوگ غلط سمجھے میری وجہ سے لاکھوں نہیں بیٹھے میں ہی لاکھوں کی وجہ سے بیٹھا ہوں
میں مقاصد شرعیہ کے بحمد اللہ خلاف نہ تھا مجھکو اختلاف طریق کار سے تھا جو احکام شرعیہ کے خلاف

۲۴

اختیار کیا گیا تھا اور مذاق عام یہی ہو رہا ہے جو کام کر رہے ہیں اسی طرح کر رہے ہیں جو بیٹھے ہیں و
بھی اگر کرتے اسی طرح کرتے یہ وجہ ہے میرے تقاعد کی نہ یہ کہ مقصود صحیح سے خدا نکرے مجھکو اختلاف
ہے اگر یہ بات ہوتی تو ان کو کیوں اجازت دیتا۔ فلاں مولوی..... صاحب سے پوچھ لو کہ میں نے انکو شرکت
کی اور مولانا کے اتباع کی اجازت دی یا نہیں سو ان کو کیوں اجازت دیتا۔ باقی اسپر بھی اگر کسی کو بغض
حسد ہی ہو اور خواہ مخواہ بہتان لگائے تو اس کا میرے پاس کیا علاج مگر ایسی دھمکیوں میں آکر میں
انشاء اللہ تعالیٰ مقاصد شرعیہ اور اصول شرعیہ کو نہیں چھوڑ سکتا اگر تمام عالم بھی ایک طرف ہو جا
تو بفضل ایزدی احکام شرعیہ اور اصول شرعیہ کے خلاف قدم نہیں اُٹھا سکتا اسلئے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر
احسان ہے کہ شریعت ایک درجہ میری فطرت اور طبیعت بن گئی ہے میں اسکے خلاف پر عادۃً قادر
ہی نہیں اگر دوسرے خاص جذبات سے مجبور ہیں تو میں اس جذبہ سے مجبور ہوں۔ اب اسپر اگر کو ئی
خوش رہے تو فبہا اور ناخوش رہے تب فبہا۔ مان لو میں نکمّا ہوں بیکار ہوں نہ ملک کے کام آیا
نہ قوم کے کام آیا تو مجھکو چھوڑ دو اور میں تو اس موقع پر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں جو اس حالت پر بالکل
چسپاں ہے ؎

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کم خالی * چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

ملفوظ ۱۰۱۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب سے (جو بہت روز تک میرے پاس رہے اور تحریکات کے بعد مجھ سے بالکل بے تعلق ہو گئے گو میری طرف سے ممانعت نہ تھی) بہت عرصہ کے بعد میرانہ ملاقات ہوئی۔ میں نے پہچانا بھی نہیں۔ اوّل مسجد میں ملاقات ہوئی ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ ساتھ ساتھ مکان تک آئے نہ پہچاننے کی وجہ سے میں نے نہ کوئی بات کی نہ زیادہ التفات کیا جب مکان پر پہونچکر میرے پاس بیٹھ گئے اور انہوں نے خود کچھ خیریت وغیرہ دریافت کی تب میں نے پہچانا کہ یہ فلاں مولوی صاحب ہیں۔ پھر فلاں مدرسہ کے معاملات شروع ہو گئے اس میں لجنہ والوں کی ساتھ انہوں نے بڑا حصہ لیا مدرسہ کے خلاف اور اس درمیان میں آتے جاتے بھی تھے میں نے انکو ایک خط لکھا کہ میں تم سے سوقت تک نہ ملوں گا جبتک کہ تم بذریعہ اشتہار اپنی غلطی کا اعتراف شائع نہ کرو اور اس کا تدارک نہ کرو تب سے آنا جانا ضابطہ سے بند ہو گیا۔ مجھکو خدانخواستہ کسی سے بغض نہیں عناد نہیں وہ اگر اب بھی اس شرط کو پورا کر دیں میں پھر خادم ہوں مگر خلاف اصول میں ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتا کوئی لونڈیوں کا کھیل تھوڑا ہی ہے میرے یہاں تو بحمد اللہ بڑی وسعت ہے ذرا تنگی نہیں کوئی یہاں رہکر دیکھے تو معلوم ہو باقی دور بیٹھے بیٹھے بدون تحقیق اگر کوئی رائے زنی کیا کرے اور فتوے لگایا کرے میرے پاس اس کا کیا علاج۔

(ملفوظ) ۱۰۲۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایسے لوگ تو کثرت سے ہیں کہ جو ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک سے گھبراتے ہیں مگر وہ لوگ بھی ہیں جو خود اسکی درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بھی برتاؤ رکھا جائے بعض لوگوں کے خطوط آتے ہیں کہ فلاں بزرگ سے ہمارا تعلق ہے مگر جی چاہتا ہے کہ آپ سے تعلق ہو میں لکھتا ہوں کہ وہاں سے تعلق کیوں چھوڑتے ہو لکھتے ہیں کہ وہاں ڈانٹ ڈپٹ نہیں اور بدون اسکی اصلاح نہیں ہوتی۔ اور یہ بات واقع میں بھی ہے۔ اسپر ایک شخص کا واقعہ یاد آ گیا کہ اس نے مجھ سے تنہائی میں اپنی حالت بیان کی کہ مجھکو ایک گوالن سے عشق ہو گیا ہے میں دودھ اسی وجہ سے لیتا ہوں اس بہانے سے اسکو دیکھ لیتا ہوں حالانکہ دودھ کی مجھکو ضرورت نہیں۔ میں نے کہا کہ وہاں جاؤ مت اسکو دیکھو مت اس محلہ سے بھی کبھی نہ گذرو ہمت اور قوت سے کام لو یہی اس کا علاج ہے کہا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا اس کہنے پر میں نے اسکے ایک دھول رسید کی اور کہا کہ نکل یہاں سے نالایق وہ شخص چلا گیا مجھکو

بعد میں خیال بھی ہوا کہ اس سے نہ کوئی تعلق تھا نہ واقفیت تھی ایسا کیوں کیا مگر قریب ایک سال کے بعد وہ شخص فلاں مولوی صاحب سے ملا ان کو پہچان کر یہاں کی خیریت معلوم کی اور اپنا قصہ بیان کیا کہ میں شخص ہوں انہوں نے دریافت کیا کہ اس حالت میں کوئی فرق ہوا۔ کہنے لگا کہ اس دھول نے اکسیر کا کام دیا بجائے عشق کے اس عورت سے مجھ کو نفرت کا درجہ پیدا ہو گیا اور قطعاً اس مرض کا قلب سے ازالہ ہو گیا ایک دوسرے شخص کا واقعہ ہے کہ انکی کسی غلطی پر میں نے ڈانٹ ڈپٹ کی تو انھوں نے ایک دوسرے صاحب سے کہا کہ دس برس کے مجاہدہ سے بھی مجھکو وہ نفع نہ ہوتا جو چند منٹ کی ڈانٹ سے حاصل ہوا ایک اور ذاکر شاغل صاحب کا واقعہ ہے کہ وہ مقیم تھے اور کئی بار وساوس کی شکایت کر چکے تھے میں تسلی کر دیتا تھا ایک روز میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جی چاہتا ہے کہ میں نصرانی ہو جاؤں میں نے سنکر ایک دھول رسید کی اور کہا کہ جا نالائق جو جی میں آوے وہی کر۔ اسلام کو ایسے بیہودوں کی ضرورت نہیں اسوقت یہ ہی ذہن میں آیا اُن صاحب نے اور لوگوں سے بیان کیا کہ ایک ہی دھول میں میرا خیال کا ازالہ ہو گیا اور تمام وساوس کا سدِّ باب ہو گیا۔ ان واقعات میں خاص ایک بات ہے کہ اس وقت جو تدبیر حق تعالیٰ قلب میں ڈالدیتے ہیں وہی مفید ہوتی ہے اور وہ منجانب اللہ ہوتی ہے نا حقیقت شناس لوگ ویسے ہی باتیں بنانے پھرتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں ایک بات ان معاملات کے متعلق میں یہ کہا کرتا ہوں کہ میرے مزاج میں شدت نہیں حدّت ہے مزاج قدرۃً تیز ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں پیدا کیا گیا اب اُس اثر کو کیسے مٹادوں غیر اختیاری چیز باقی الحمدللہ سختی نہیں البتہ لہجہ میرا مردانہ ہوتا ہے زنانہ نہیں ہوتا اور بعضے شیوخ کی زنانی بولی ہوتی ہے جسکا نام عوام نے خوش خلقی رکھا ہے اسپر لفظی مناسبت سے ایک ہنسی کا قصہ یاد آگیا۔ ایک قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ریل میں سفر کر رہے تھے ایک گاؤں کے شخص کو جو اس ڈبہ میں سوار تھا معلوم ہوا کہ یہ کوئی بہت بڑے قاری ہیں تو اُسنے قاری صاحب سے قرآن سننے کی درخواست کی۔ قاری صاحب نے اپنے اخلاق سے کچھ قرآن شریف سُنایا تو وہ گاؤں والا سنکر کچھ خوش نہ ہوا وجہ اسکی یہ تھی کہ پانی پت میں تجوید سے قرآن شریف پڑھنے کا اہتمام ہے لہجہ وغیرہ کا کوئی اہتمام نہیں سادگی سے پڑھتے ہیں اسلئے اُسنے دیکھا کہ انکے پڑھنے میں کوئی خاص بات تو ہے نہیں سننے والا لوٹ پوٹ تو ہوا نہیں۔ اب اس گاؤں والے کا خبط سنئے کہ قاری صاحب سے کہتا ہے کہ کچھ میں بھی سناؤں

دریہ کہکر خود بھی قرآن شریف پڑھکر سنایا تو اس طرف سے بھی کوئی داد نہ ملی اور اس کا احتمال ہی کب تھا تو
ب وہ قاری صاحب سے خود کہتا ہے کہ جیسا (تو ن) یعنی تو پڑھے ہے ویسا ہی میں پڑھون ہون (پھر ک)
رق یہ ہے کہ تو (جنانی) زنانی بولی میں پڑھے ہے اور میں مردانی میں۔ سلیس آواز کو زنانی بولی سے تشبیہ
ی اور موٹی آواز کو مردانی بولی سے تو بوقت تنبیہ میرا لہجہ بھی دیہاتی مردانہ ہوتا ہے نازک زنانہ نہیں ہوتا
سلئے لوگ سمجھتے ہین کہ سخت ہے اگر یہی مضامین نرمی سے کہوں تو کسیکو بھی ناگوار نہ ہو مگر اسکا جو اثر
مقصود ہے یعنی ثمرہ اور نفع وہ مردانہ ہی لہجہ پر موقوف ہے ہاتھ جوڑکر میٹھی میٹھی باتین بنانے سے اصلاح
تھوڑا ہی ہوسکتی ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج ایک خط آیا ہے انہوں نے اپنے کچھ حالات لکھکر تعلیم چاہی تھی
میں نے اس سے پہلے کچھ سوالات کئے تھے اُن کا جواب آیا ہے لکھا ہے کہ کوئی سہل علاج اور تدبیر تحریر
فرمائی جاوے دیکھئے یہ طالب ہیں قدم رکھنے سے قبل ہی سہولت کی درخواست کر رہے ہین اگر کوئی شخص
سی عورت پر عاشق ہو جاوے اور وہ اس عورت سے درخواست کرے کہ اگر بسہولت تم مجھسے مل سکو تو مین اسکی
تدبیر کرون ورنہ دوسرے کام مین لگون تو وہ کیا جواب دیگی اور یہ طالب صاحب تو خدا کے عاشق ہو کر سہولت
ڈھونڈتے ہین۔ مجنون کو دیکھئے کہ لیلے کے عشق مین کیا حال ہوگیا تھا تو کیا خدا کا عشق لیلی کے عشق سے بھی
کم ہے اسی کو مولانا فرماتے ہین ؎

عشق مولی کے کم از لیلی بود | گوئے گشتن بہر او اولی بود

یہ آجکل کے طالب ہین یہ ہین وہ باتین جنکی وجہ سے مین کہود کرید کرتا ہون تاکہ معلوم تو ہو کہ اُسکے جذبات
خیالات ہیں کیا جسپر مجھکو سخت کہا جاتا ہے اور شکی اور وہمی سمجھتے ہین کیا یہ وہم کی باتین ہیں مجھکو بحمداللہ
تجربہ ہے تجربات کی بناء پر ایسا کرتا ہون۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جہاد نفس من وجہ جہاد کفار سے بھی زیادہ سخت ہے وہاں تو یہ
ہے کہ ایک بار تلوار لگی چلو خاتمہ ہوا اور یہاں ہر دم اور ہر وقت اور ہر سانس پر آرہ چلتا ہے اسیکو فرماتے ہین ؎

کشتگان خنجر تسلیم را | ہر زمان از غیب جانے دیگرست

جو لوگ جہاد نفس مین مشغول ہین ان پر جو گذرتی ہے اسکو وہی جانتے ہیں قبر کا حال مردہ ہی کو معلوم
ہے ان کی یہ حالت ہوتی ہے جسکو کہا گیا ہے ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست　　حال شیرائے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

اور یہ جہاد محض عشاق کی شان ہے کہ وہ ہر وقت نفس کشی میں رہتے ہین اسکی خواہشوں کو پامال کرتے رہتے ہیں دباتے رہتے ہین بس اس مین جو انکی حالت ہوتی ہے اسکو دوسرا کیا سمجھ سکتا ہے دل مین زخم اور گھاؤ ہو جاتے ہین کسی نے خوب کہا ہے ؎

درون سینۂ من زخم بے نشان زدہٗ　　بہ حیرتم کہ عجب تیر بے کمان زدہٗ

تیر تو لگتا نظر نہین آتا مگر زخم اور گھاؤ موجود ہے۔

(ملفوظ ۱۴۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل متانت جسکا نام ہے یہ کبر سے ناشی ہے اس کا دنیا ہی مین بڑا سخت عذاب آدمی کو ہوتا ہے ہر وقت اسی فکر مین رہتا ہے کہ اس سے لوگ غیر معتقد نہ ہو جاویں اسکی بزرگی بے رونق نہ ہو جائے الحمدللہ اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے قطعًا وہاں اس کا نام نہ تھا بلکہ ان بزرگوں کے بعد پانی پت میں مولوی غوث علی شاہ صاحب بھی غنیمت تھے گو بعض امور مین اپنے بزرگوں کے مسلک پر نہ تھے مگر نہایت سادہ اور بے تکلف تھے کچھ شریر لوگوں نے جمع ہو کر ایک کسبی عورت کو بہکایا کہ جب مولوی صاحب کے پاس بہت مجمع ہو اسوقت ایک مُرغ لیجانا اور جاکر کہنا کہ مولوی صاحب اسکو حلال کر دو وہ شرمندہ ہوں گے اور بعضوں کو شبہ تعلق کا ہو جاویگا چنانچہ اس عورت نے اسی طرح ایک مُرغ لیجا کر کہا کہ حضرت اسکو حلال کر دو اسوقت بڑا مجمع تھا مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں کہ بی کہیں اور جاؤ میں نے تو ساری عمر کبھی نہ حلال کیا نہ حرام کیا یہ اشارہ تھا نکاح نہ کرنے کی طرف وہ عورت بڑی شرمندہ ہوئی اور چلتی بنی۔ ایک شخص مولوی صاحب موصوف کے پاس دس روپیہ لیکر آیا اور کہا کہ بھائی نے یہ روپیہ بھیجین ہیں اور رسید لینے کو لکھا ہے فرمایا کہ بھائی رشوت کی رسید نہیں ہوا کرتی اس شخص نے کہا کہ حضرت نے اسکو رشوت کیسے فرمایا۔ فرمایا کہ میاں رشوت تو ہے ہی یوں کون دیتا ہے سمجھتے ہین کہ ہمارے متعلق کچھ اللہ میاں سے کہدین گے بس تم جیسے سرشتہ دار کو دیتے ہو اسی طرح ہمکو بھی دیتے ہو سو یہ رشوت ہی تو ہوئی۔ غرض مخدومانہ مدعیانہ باتین نہ تھین

(ملفوظ ۱۴۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ علم تو خدا نے مسلمانون ہی کو دیا ہے یہ دولت نہ ہندؤں کو نصیب نہ اہل یورپ کو۔ مین ایک مرتبہ بھوپال گیا انگریزی خوان لڑکوں کے اصرار پر میں نے کالج مین بیان کیا۔ ایک مرہٹہ بڑی بڑی ڈگریان ولایت سے حاصل کر کے آیا تھا وہ اس وقت

کالج مین پرنسپل تھا وہ بھی وعظ مین شریک ہوا بعد ختم وعظ لوگون سے کہا کہ میں نے ولایت میں بڑے بڑے لیکچراروں کو دیکھا جو نوٹ لکھکر لاتے ہین مگر پھر بھی اس شان اور اس ربط اور ایسے دلائل کیساتھ تقریر کرتے نہین جیسا اس شخص کو دیکھا کہ مسلسل چار گھنٹے بولتا رہا اور کہیں نہ ربط ٹوٹا نہ تقریر میں ذرا الجھن ہوئی پھر جو دعوی کیا اسکو دلیل سے ثابت کر دکھلایا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک کتاب ہے سامنے جسکو پڑھ رہا ہے میں نے سنکر کہا کہ بیچارے نے ابھی دیکھا کیا ہے میں تو ایک معمولی طالب علم ہون اہل علم کی اگر تقریرین سنے گا تب پتہ چلیگا۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بڑے بڑے متکبر یہان آتے ہیں مگر بحمد اللہ سب آکر ڈھیلے ہو جاتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ مین اخلاق متعارفہ سے کام نہیں لیتا مخاطب کا جیسا مزاج دیکھتا ہون ویسا ہی نسخہ تجویز کرتا ہون جیسے طبیب جسمانی کہ اگر مریض کو شاہترہ اور چرائتہ بیخ حنظل کی ضرورت ہوتی ہے اسکے لئے وہی تجویز کرتا ہے اگر مربی سیب مربہ آملہ کی ضرورت ہوتی ہے وہی تجویز کرتا ہے۔ مرغے کی ایک ہی ٹانگ پر عمل نہیں کرتا۔ آخر میں حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہوگئی تھی، ایک صاحب مجھسے حضرت کا قول نقل کرتے تھے کہ متکبرین کو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے ایسے لوگون کا وہان ہی علاج ہوتا ہے حالانکہ مولانا اسقدر وسیع الاخلاق تھے کہ نظیر ملنا مشکل ہے مگر متکبرین کے متعلق حضرت کی بھی یہی رائے تھی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنکا اخلاق ضرب المثل ہی اپنی جماعت سے فرمایا کرتے تھے کہ جسکا پیر ٹرانہ ہو اس مرید کی اصلاح نہیں ہو سکتی یہ تو زندوں کی رائے ہیں اب اہل برزخ کی سنئے۔ مولوی ظفر احمد صاحب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہین انھون نے خواب مین حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور عرض کیا کہ حضرت میرے لئے دعا فرما دیجئے کہ مین صاحب نسبت ہو جاؤن حضرت نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کراؤ اور وہ بھی اپنے ماموں سے اس سے مراد مین ہون غرض مُردون اور زندوں کی سب کی یہی رائے ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ آج کل جو ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک کے اصلاح مشکل ہے۔ آدمی ولی بزرگ قطب غوث ابدال سب کچھ بن سکتا ہی مگر انسانیت اور آدمیت مشکل ہے وہ بدون کسی کامل کی جوتیاں کہائے اسکی صحبت میں رہے نصیب نہین ہوتی۔ میں تو اکثر کہا کرتا ہون کہ بزرگی ولایت قطبیت غوثیت اگر لینا ہو تو یہان پر مت آؤ کہین اور جاؤ اور اگر انسان بننا اور آدمی بننا ہو یہان پر آؤ مگر آجکل لوگ اسی سے گھبراتے ہین۔

(**ملفوظ** ۱۸۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ بدنام کرنے سے کیا ہوتا ہے بدنام کیا کرین بگاڑ کیا سکتے ہین بالخصوص چشتی تو نہ کسی کے بدنام کرنے کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ کسی کے نیک نام کرنے کی یہ تو عاشق ہین عاشق کو ان باتوں کی کیا پرواہ وہ تو پہلے سب چیزوں کو آگ لگاکر اور فنا کرکے طریق میں قدم رکھتے ہین ان کا تو مذہب ہی دوسرا ہے یہ زندہ مُردہ ہوتے ہیں اسی کو کہتے ہین ؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں ما نمی خواہیم ننگ و نام را

اور یہ تو بزبان حال اور ببانگ دُہل یہ کہتے ہین ؎

عاشق بدنام کو پروائے ننگ ونام کیا اور جو خود ناکام ہو اسکو کسی سے کام کیا

ہین علوم کا تو نقشبندیوں کے معتقد ہون کیونکہ ان مین بڑے بڑے علماء گذرے ہین چشتیوں میں اس قدر علماء نہین گذرے مگر جانباز چشتیون مین زیادہ ہوئے ہین یہ بات دوسرون مین اس درجہ کی نہیں یہ خاص عشقی شان ان ہی مین ہے یہی وجہ ہے کہ اہل ظاہر کی نظر مین چشتی زیادہ بدنام ہین۔ اور عشق ہے ہی ایسی چیز کہ ماسوا کو سب کو فنا کردیتی ہے بس ایک ہی چیز نظروں مین رہجاتی ہے ان حضرات چشتیہ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیدا ابھی اس عالم میں ہوئے اور ظاہراً رہے بھی اسی عالم مین مگر حقیقۃً وہ دوسرے ہی عالم مین رہتے تھے۔

۲۵ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(**ملفوظ** ۱۸۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ عشق خوبصورتی پر تھوڑا ہی موقوف ہے وہ تو مناسبت کی وجہ سے ایک خاص تعلق پیدا ہوجاتا ہے حُسن وجمال پر موقوف نہیں تناسب پر موقوف ہے پھر تو کچھ ہوا کرے وہ دل سے نہیں نکل سکتا اور آجکل تو اکثر میں نفس کی شرارت ہے۔ عشق نہیں ہے فسق ہے جبتک شباب رہتا ہے یہ نشہ رہتا ہے سو یہ کوئی محبت نہیں یہ تو شہوت پرستی ہے نیز اگر چار وقت کھانیکو نہ ملے سب ختم تو آجکل کا یہ عشق گندم کہانے کا فساد ہے اسیکو فرماتے ہیں ؎

این نہ عشق ست آنکہ در مردم بود این فساد خوردن گندم بود

عشق تو اسکو کہتے ہین جیسا مجنون کا تھا کہ باوجود اسکے کہ لیلیٰ بوڑھی ہوگئی تھی مگر اسکی وہی محبت رہی۔

کبھی اہل شہوت کو بھی یہ حالت پیش آئی ہے غرض نہایت خطرناک چیز ہے اسلئے اس کا علاج نہایت ضروری ہے وہ علاج یہ ہے کہ اس میں جو فعل اختیاری ہے جیسے دیکھنا باتیں کرنا قصداً خیال کرنا اسکو ترک کرنا چاہئے۔ بزرگوں کے حالات پڑھا کریں یعنی ان کی حکایات و قصص۔ کبھی بہت غلبہ ہو تو کسی کریہ المنظر شخص کا تصور کر لیا کریں پہلے تو میں یہ بتلا دیتا تھا کہ محبوب سے لڑ پڑو مگر تجربہ سے بعض جگہ یہ مضر ثابت ہوا کیونکہ محبوب کی ناراضی سے اس قدر قلق ہوا کہ جان تک گنوا دینے کو تیار ہو گیا حتٰے کہ ایسی حالت میں خودکشی واقع ہو گئی ادھر تو محبوب کی جدائی اُدھر ناراضی اس طرح سے بعض جگہ یہ مضر ثابت ہوا اسلئے اب یہ علاج نہیں بتاتا بلکہ اوپر والا علاج بتلاتا ہوں ۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں کہ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ قرب سے سکون ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ ملنے سے جو سکون ہوتا ہے وہاں عارض کی وجہ سے ہیجان کم ہو جاتا ہے جسکو سکون سمجھا جاتا ہے مگر اسکے بعد پھر جب جدائی ہوگی اسوقت جو ہیجان ہوگا وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت ہوگا اس میں بعض کو یہ غلطی ہوتی ہے کہ محض نظر کو جس میں بدفعلی کا خیال نہ ہو پاک محبت سمجھتے ہیں مگر یہ خیال محض غلط ہے اہل شہوت کے حسب تصریح اہل تحقیق تین درجے ہیں قوم ینظرون وقوم یلمسون وقوم یفعلون اور بعض جگہ فعل پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے اس کا خیال غالب نہیں ہوتا اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ ہم شہوت سے مبرا ہیں اور محض صاحب نظر ہیں سو یہ بالکل غلط ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کسی فاقہ زدہ یا روزہ دار کے سامنے کھانا ہو اور وہ حسی یا شرعی قدرت نہ ہونیکی وجہ سے اُسکی طرف التفات نہ کرے تو کیا اسکو اشتیاق نہیں مگر عارض کے سبب اس کا ظہور نہیں ہوا اور یہ عشق جسکو میں فسق سے تعبیر کر رہا ہوں علاوہ قبح شرعی کے قبیح عقلی بھی تو ہے کیونکہ اس میں انتہائی مقصود وہ جگہ ہے کہ اگر محبوب کی صورت نہ دیکھے اور پہلے ہی سے وہ مقام سامنے کر دیا جائے تو تھوک کر کھڑا ہو جائے چنانچہ دہلی کے ایک شاعر ایک بھنگن پر عاشق ہو گئے بالآخر وہ ملگئی جب پاس پہونچے تو اس قدر نفرت ہوئی کہ اُٹھکر بھاگ گئے اور پھر کبھی اس کا خیال بھی نہیں آیا لطیف المزاج تھے اس وقت یہ تصور غالب ہو گیا کہ یہ بھنگن ہے پاخانہ اُٹھانیوالی بس اس تصور سے طبیعت کو نفرت ہو گئی اور ان اہل عشق میں بعضے تو ایسے ہیں کہ انکو لڑکوں کی طرف میلان ہوتا ہے عورتوں کی طرف نہیں ہوتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ انکو عورتوں کی طرف میلان ہوتا ہے لڑکوں کی طرف نہیں ہوتا اور بعض کو دونوں طرف ہوتا ہے تو ان اہل عشاق کی تین قسمیں ہوئیں اور یہ سب قسمیں

فُسّاق ہیں اور آثار کے اعتبار سے یہ مرض سب امراض سے اشد ہے اور نہایت ہی خبیث اور مبغوض و مردود مرض ہے جس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

(ملفوظ ۵۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اللہ کا ہمیشہ فضل شامل حال رہا کہ کبھی کسی مخالف سے مخالف نے بھی سامنے کوئی بدتہذیبی نہیں کی۔ کانپور میں جب میں اول اول گیا تو چند احباب کی فرمائش پر بیان کیا اور اس بیان میں مولود مروجہ کا بدعت ہونا قولاً و فعلاً ثابت کیا سامعین کثرت سے اس ہی خیال کے لوگ تھے مگر کوئی ناگواری کی بات پیش نہیں آئی البتہ ان لوگوں کو رنج ضرور ہوا مگر کسی نے مخالفت کا قصد نہیں کیا اسکی وجہ یہ تھی کہ عنوان بیان کا تحقیق کی صورت میں تھا گفتگو میں تہذیب اور دوسروں کی رعایت کرتے ہوئے حق کو ظاہر کیا دوسرے یہ کہ اپنی غرض کچھ نہ تھی کوئی اپنی مصلحت نہ تھی۔ تحقیق دین کی غایت اور سننے والوں کی مصلحت تھی۔ اسی لئے زمانہ قیام کانپور میں بدعتی امرا تک محبت کرتے اور خدمت کرتے تھے بڑی بڑی رقمیں دیتے تھے اس کا ظاہری سبب ان سے طمع کا نہ ہونا تھا۔ ایک معتد بہ زمانہ اس طرح گذرا کہ عمل مولد میں ان کا خلاف کرتا رہا۔ میں جسوقت حج کو گیا تو واقعات سنکر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نرمی کی ضرورت ہے اسلئے بعض اوقات عمل میں بھی ان کی موافقت کرتا رہا۔ ایک زمانہ دراز اسپر گذرا اسکے بعد تجربہ سے وہ پہلا ہی طریق نافع ثابت ہوا جسپر الحمدللہ اب تک قایم ہوں۔ غرض کسی حالت میں بھی اہل بدعت کو کبھی مجھسے نفرت کا درجہ نہیں ہوا گو مسلک کا اختلاف ضرور رہا حقیقۃً تو ہر زمانہ میں اور صورۃً بھی بعض زمانوں میں۔

(ملفوظ ۵۲۰) ایک صاحب نے سوال کیا کہ مدعی اپنے حق کا عدالت میں مدعی علیہ پر دعوی کرتا ہے اور مدعی کا جو اُسپر صرفہ ہوگا وہ مدعا علیہ کے ذمہ ہوگا یا نہیں۔ فرمایا کہ مولانا سعد اللہ صاحب رامپوری کا تو یہ فتویٰ ہے کہ اسکے ذمہ نہیں اور میری اصلی رائے بھی یہی ہے۔ اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اور مولانا رشید احمد صاحب کا فتویٰ ہے کہ مدعا علیہ کے ذمّہ واجب ہے کیونکہ اسکی تمرّد سے مدعی کو نقصان پھونچا اگر یہ ایسا نہ کرتا اور مدعی کا حق ادا کر دیتا تو اُسکو کیا ضرورت تھی اس نقصان کے برداشت کرنے کی سو موذیوں کو ایذا سے روکنے کا یہی ذریعہ ہو سکتا ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کچھ نہ دینا پڑیگا تو بڑا! تمرّد بڑھ جائے۔

(ملفوظ ۸۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پرانے زمانہ میں دنیادار لوگ تو دنیا کو دین پر مقدم رکھتے تھے مگر اب تو علماء ہی سب سے زیادہ ڈوبنے لگے پہلے لوگوں میں پھر حمیت اور غیرت تھی اب یہ چیزیں مفقود ہیں۔ ہمارے خاندان میں ایک بڑی بی کہا کرتی تھیں کہ بھائی پہلے کوئی کا ڈر تھا کہ ایسا کرینگے تو کوئی یوں کہیگا اور خدا کا ڈر تو اس وقت بھی کم ہی تھا مگر اب تو کوئی کو بھی کوئی (چاہ) میں ڈال دیا بیباک ہو گئے آزاد ہو گئے نہ خدا کا ڈر رہا نہ کوئی کا ڈر۔ ایک لڑکی سے غلطی ہو گئی تھی وہ کنواری تھی لغزش سے حمل قرار پا گیا تھا اسکی نانی آئی اور الگ لیجا کر کہا کہ بیٹی میں کل کو تجھے غسل دینے آؤنگی۔ بس رات کو لڑکی نے سنکھیا کھا لیا ختم ہو گئی صبح کو وہ غسل دینے آئیں اگر دیکھا معاملہ ختم ہے یہ کیفیت تھی غیرت اور حمیت کی اگرچہ بری شکل میں اس کا ظہور ہوا غرض غلطیاں تو پہلے بھی ہوتی تھیں مگر اسکی ساتھ غیرت بھی تھی۔ اب تو غیرت کا نام و نشان بھی نہیں رہا۔ بیحیائی پر کمر باندھ رکھی ہے۔

(ملفوظ ۸۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میں اپنے نفس کیواسطے کچھ نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ میرا کوئی ظاہری دشمن نہیں۔ نہ میں غریبوں کو حقیر سمجھتا ہوں نہ امراء کی خوشامد کرتا ہوں یہی وجہ ہے کہ باوجود ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک کے سبکو گرویدگی ہوتی ہے اور یوں کوئی کوڑمغز اور بدفہم اگر برسر پرخاش ہو یہ دوسری بات ہے اور وہ بھی غیبت کی صورت میں باقی اہل فہم سب کچھ گوارا کرتے ہیں اور تعلق کے منقطع ہونیکو اپنے لئے موت سے بڑھکر سمجھتے ہیں یہ سب فضل خداوندی ہے

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۸۲۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض جگہ دستور ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اسکے عزیز واقارب قبر پر بیٹھکر کچھ پڑھتے ہیں فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

(ملفوظ ۸۲۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بعض لوگوں نے سماع موتی پر اس سے استدلال کیا ہے کہ قبرستان میں جا کر سلام کرنا وارد ہے تو میت اگر نہ سنتا تو سلام سے کیا حاصل تھا دوسرے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ایک امر تعبدی ہے جس سے مقصود میت کا اکرام اور اسکے لئے دعا ہو ہے اور یہ نفع سننے پر موقوف نہیں اگر کسی کو سلام کیا جائے اور وہ نہ سنیں تب بھی نفع ہے اسلئے

کہ دعاء ہے اور دعا کا نفع سننے پر موقوف نہین۔ اسی طرح یہ چیزین یعنی غسل دینا اچھا اور صاف کفن دینا اچھی قبر کھودوانا یہ سب مسلمان میت کا اکرام ہی تو ہے۔

(ملفوظ ۸۲۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اس روح کو برزخ مین دوسرا جسد عطاء ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس جسد سے بھی تعلق رہتا ہے اور قبر کا سوال و جواب اس جسد مثالی کی ساتھ ہوتا ہے جو وہان عطاء ہوتا ہے اور اس جسد عنصری سے تعلق رہنے کا ایسا درجہ ہے جیسے کوئی رضائی اُتار کر رکھدے اور دوسری اوڑھ لے تو اب چلنا پھرنا تو اس دوسری کی ساتھ ہوتا ہے مگر ایک گونہ تعلق اس پہلی سے بھی رہتا ہے تو روح کو وہاں اس جسد مثالی کیساتھ ہوگی مگر تعلق اس جسد عنصری کی ساتھ بھی ہوگا۔ اب اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اگر کسی میت کو شیر کہا لے یا بھیڑیا کہا لے یا آگ مین جلجائے کیا تب بھی حساب ہوگا سو یہ حساب اس ہی جسد مثالی کی ساتھ ہوگا جو عالم برزخ مین عطاء ہوگا۔

(ملفوظ ۸۲۶) ایک صاحب نے سوال کیا کہ عالم برزخ مین اس جسد عنصری پر عذاب وغیرہ ہوگا یا مثالی پر۔ فرمایا کہ مثالی جسد پر باقی دوزخ مین اس ہی جسد عنصری پر عذاب ہوگا۔ عرض کیا کہ جنت مین یہی جسد عنصری ہوگا یا مثالی جسد ہوگا۔ فرمایا کہ یہی جسد عنصری ہوگا۔ عرض کیا کہ تو کیا جنت دوزخ مین مثالی جسد نہ ہوگا صرف عنصری ہی ہوگا فرمایا مثالی بھی ہوگا اور اب دنیا مین بھی ہے۔ چنانچہ جسوقت روح نکلتی ہے تو وہ مع مثالی جسد کے نکلتی ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے موتی ایک ڈبہ مین ہین اور ڈبہ صندوق مین ہے تو موتی کو جسوقت نکالا جاتا ہے تو ڈبہ اور موتی دونوں ساتھ ہوتے ہین۔ اسی طرح روح اور مثالی جسد کو اس جسد سے معًا نکال لیا جاتا ہے۔

(ملفوظ ۸۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگون کی صحبت اکسیر اعظم ہے بدون اسکے کچھہ نہیں ہوتا خواہ اپنے کو کیسا ہی بڑا سمجھے ہمنے اپنے بزرگون کو دیکھا ہے کہ ایک کلمہ کہدیا ساری عمر کیلئے قلب پر نقش ہوگیا اب انفکاک محال عادی ہے قلب کے اندر گہس جاتا ہے یہ حالت ہے اُسکے اکسیر ہونے کی اور یہ چیز اگر بچپن ہی سے میسر ہو جاوے تو اور زیادہ عجیب ہے پھر وہ چاشنی ساری عمر رہیگی۔ مولانا فتح محمد صاحب میرے استاد تھے انکی صحبت بچپن مین مل گئی اُسنے سب کام بنا دیا الحمد للہ دل مین اسی وقت

ہی کی تربیت اور تعلیم کا اثر ہے دیکھنے میں مولانا فتح محمد صاحب بہت سادہ تھے کسی کمال باطنی کا شبہ بھی نہ ہوتا تھا مگر دل اللہ کی محبت سے خشیت سے لبریز تھا اب تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نرے پڑھنے پڑھانے سے کچھ نہیں ہوتا جبتک کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت میں نہ رہے اسی کو مولانا فرماتے ہین اور خوب فرماتے ہین ؎

گر ملک باشد سیہ ہستش ورق بے عنایات حق وخاصان حق

(ملفوظ ۹۲۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ حُبّ جاہ اور کبر کا مرض بھی دنیا اور دین دونون کو برباد کرنیوالا ہے اور یہ مرض حماقت سے ناشی ہے - فلان مولوی صاحب یہانپر رہتے تھے - مدرسہ دیوبند پر فتوی لگایا تھا کہ حیدر آباد دکن سے جو مدرسہ کو آمدنی ہے یہ بالکل حرام ہے - یا اب وہی جناب ایک رافضی کی سفارش سے اُسی حیدر آباد دکن سے وظیفہ پارہے ہین وہ بھی بہت خوشامدوں کے بعد وہ سب تقوی طہارت نذر ریاست ہو گیا اللہ بچائے اپنے قہر سے انسان کو چاہئے کہ اپنی کسی حالت پر ناز نہ کرے ہماری حقیقت ہی کیا ہے بلکہ ہمارا وجود ہی کیا ہے اور کسکو کیا خبر ہے کہ کل کو کیا ہونے والا ہے بس نیاز پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے اسی مین خیر ہے ایسے متقی اور پرہیز گاروں سے کہ جنکی ظاہری وضع تو نیکون کی سی ہے اور دل کی یہ حالت ہے کہ فرعونیت سے پُر ہے رند ہی ہزار درجہ اچھے ہین بس ان لوگون کی وہی حالت ہے جسکو کوئی صاحب فرماتے ہین ؎

از بروں چون گور کافر پرُ حلل واندرون قہر خدائے عزوجل
از برون طعنہ زنی بر بایزید ور درونت ننگ می دارد یزید

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۹۲۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ بعض نے نفی سماع موتی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے انک لا تسمع الموتی مگر یہ استدلال بالکل ناتمام ہے اسلئے کہ اس آیت مین موتی سے مُراد تشبیہاً کفار ہین پس اس سے اتنا ثابت ہوا کہ جیسے کافر نہیں سنتے ایسے ہی مُردے بھی نہیں

سننے اور ظاہر ہے کہ کافرون کا نہ سننا بایں معنے ہے کہ ایسا نہیں سنتے کہ سنکر قبول کر لین پس اسی طرح مُردے بھی ایسا نہیں سنتے کہ سنکر قبول کرلیں مثلاً کوئی جاکر قبرستان مین تبلیغ کرنے لگے تو وہ سنکر اُسپر عمل کرنے لگین پس اس معنے کر نہیں سنتے حاصل یہ کہ یہان دو چیزین ہین ایک مشبہ بہ یعنی موتیٰ اور ایک مشبہ یعنی کفار سو مشبہ بہ کے سماع مین تو اختلاف ہے ہی مگر مشبہ کے سماع کا مشاہدہ ہے کہ مطلق سماع ثابت ہے اور سماع قبول منفی ہے پس تصحیح تشبیہ کیلئے غیر مشاہد کو مشاہد کی طرف راجع کرینگے یعنی عدم سماع موتیٰ کا ویسا ہی ہے جیسے عدم سماع کفار کا اب آیت کا مطلب بے غبار ہوگیا اور کوئی شبہ نہین رہا۔

۸۳۰ (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اگر کوئی شخص فہیم ہو اور عقل سلیم رکھتا ہو تو شیخ کی تھوڑی سی تعلیم کے بعد طریق کی حقیقت کو سمجھکر خلوت مین بیٹھ جائے اور کام مین لگ جائے انشاءاللہ تعالیٰ وہ تھوڑی سی تعلیم کفایت کریگی باقی بدفہم اور بدعقل کو دفتر کے دفتر بھی کفایت نہیں کر سکتے اسکو مدت دراز تک کام مین لگا رہنا ضروری ہے اور ہر حال مین کام کی فکر شرط ہے مگر اسوقت بڑے بڑے دیندارون کو دیکھا ہے کہ بیفکری کے مرض مین مُبتلا ہین یہ سمجھتے ہین کہ وقت پر کام ہو جائیگا ابھی جلدی کیا ہے مگر ایسا سمجھنے والا ہمیشہ ٹوٹے مین رہتا ہے۔ بھائی آخر ہو کب جائیگا جب کرو ہی گے نہین۔ کیون ان باتون مین پڑکر اوقات ضائع کرتے ہو یہ سب نفس کی شرارت ہے جو آج کے کام کو کل پر ٹالتا ہے پھر جب اگلی کل آتی ہے پھر وہی سبق دوہراتا ہے ساری عمر اسی طرح ختم ہو جاتی ہے اسیکو ایک بزرگ فرماتے ہین ؎

ہر شبے گویم کہ فردا ترک این سودا کنم　　　باز چون فردا شود امروز را فردا کنم

۸۳۱ (**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ مسجد یا مدرسہ کی رقم کسی کو قرض دینے مین علاوہ عدم جواز کے فضیحتا بڑا ہے اس مین بہت مفاسد ہین ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ اس مین دشمنی باہم پیدا ہو جاتی ہے مقروض سے جب تقاضا کیا جاتا ہے اسکو خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس کا ذاتی روپیہ ہے جو مجھپر اس قدر تقاضا کرتا ہے مین بھی اس کی طرح ایک مسلمان ہون مین اور یہ برابر ہین جب موقع ہوگا مین خود صرف کر دونگا۔ بلکہ اگر فی نفسہ جائز بھی ہوتا تب بھی ان مفاسد کی وجہ سے روکنا چاہئے تھا

۸۳۲ (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ تقریباً عرصہ ایک سال سے ایک رسالہ کی ترتیب دے رہا ہون

مراد حیلہ ناجزہ ہے جو ایک مدت دراز کے بعد الحمد للہ تیار ہو کر شائع ہو گیا) اس وقت تک تیار نہیں ہو سکا اور اسکی وجہ وہی ہے جو میں کہا کرتا ہوں کہ دوسروں کے ہاتھ کے کام پر کیا بھروسہ آجکل سستی اور غفلت کا زمانہ ہے اور اس مرض میں علماء تک کو ابتلاء ہے آجکل وہ رسالہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ گیا ہوا ہے وہاں کے علماء سے بعض جزئیات میں فتوی طلب کیا ہے مگر اس وقت تک کچھ پتہ نہیں۔ کام لینے والوں کی سستی ہے یا کام کرنے والوں کی اور اس رسالہ کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ بعض اطراف میں آجکل عورتیں بکثرت مرتد ہو رہی ہیں مردوں کی غفلت اور ظلم کرنے کی وجہ سے پریشان ہو کر مرتد ہو جاتی ہیں محض اسلئے کہ اسکے ظلم سے نجات پائیں اس رسالہ میں بعض فروع میں دوسری مجتہدین کے قول پر فتوی حاصل کر کے مسلمان حاکم کے ذریعہ سے نافذ کرنے کی تجویز کی رائے دیگئی ہے اس کے متعلق یہاں پر متعدد مشاہیر علماء حنفیہ سے مشورہ کیا اور یہ چاہا کہ اسپر بصورت فتوی دستخط کر دیں ان میں سے بعض نے تو قبول کر لیا اور بعض نے یہ کہا کہ اس رسالہ کا حاصل تو تقلید کو چھوڑ کر غیر مقلدی کی گنجائش دینا ہے۔ میں نے کہا کہ خواہ اسلام چھوٹ جائے ایمان برباد اور غارت ہو جائے مگر حنفیت نہ چھوٹے اور جب کوئی مرتد ہو گیا تو کیا پھر بھی وہ حنفی ہی رہیگا۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر کوئی معصیت میں بھی مبتلا ہے مگر کفر سے بچا رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کفر میں مبتلا ہو جائے۔ نیز اگر دنیا میں سب غیر مقلد بھی ہو جائیں مگر رہیں مسلمان تو حرج ہی کیا ہے مسلمان تو ہونگے۔ اللہ تعالی کفر سے بچائے اور یہ ارتداد تو کفر اصلی سے بھی آگے بڑھا ہوا درجہ ہے غرض اس رسالہ کا حاصل یہی ہے کہ مرد سے ایسی مظلوم عورتوں کو شریعت کے موافق الگ کرا دیا جائے اس میں اسکے مسائل اور اصول اور طریق منضبط کر دئے گئے ہیں اور چونکہ بعض مسائل میں وہ دوسرے اماموں کے یہاں زیادہ گنجائش ہے ان مسائل کو بھی لے لیا گیا ہے انشاء اللہ تعالی یہ رسالہ بہت مفید ثابت ہو گا اور اس سے ارتداد کا دروازہ بند ہو جائیگا اور نفاذ کی صورت ذہن میں یہ ہے کہ ممبران کونسل سے اس رسالہ کو کانسل میں پیش کرا کر منظور کرا لیا جائے جس سے وہ قانون ہو جائے اگر ایسا ہو گیا تو اسکے نفاذ میں بڑی سہولت ہو جاوے گی اور پھر افتراق کے خوف سے عورتوں کی ساتھ عدل کے خلاف پھر کیسکی ہمت بھی مشکل ہی سے ہو گی۔

(**ملفوظ** ۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری تو جو کچھ بھی حالت ہے وہ کھلی ہوئی ہے میری ہر بات

بحمد اللہ صاف ہوتی ہے اس میں کوئی پالیسی وغیرہ نہیں ہوتی اسی وجہ سے بعضے لوگ مجھسے ناراض ہیں میں معاملات کو صاف رکھتا ہوں دوسروں سے بھی یہی چاہتا ہوں اور لوگوں کی عام عادت اسکے ہے وہ سیدھی سادی اور صاف بات کو بھی اینچ پینچ کرکے الجھا دیتے ہیں میں اسپر متنبہ کرتا ہوں بس یہی لڑائی ہے اور یہی بنا میرے بدنام کرنے کی ہے ورنہ میں کسی سے کچھ مانگتا نہیں کسیکو ستاتا نہیں ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اصول صحیحہ کا میں بھی پابند رہوں اور تم بھی رہو اس طرز کے مفید ہونے کی تائید میں یہ دیکھ لیجئے کہ عرب کی اصلاح بڑے سے بڑا عاقل بھی کم از کم سو ڈیڑھ سو برس سے پہلے نہیں کر سکتا تھا مگر حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ہی روز میں کایا پلٹ کردی جو قلوب ظلمتوں سے پُر تھے اور بتوں کی پرستش اور کفر شرک کا مرکز بنے ہوئے تھے انکو نور سے معمور اور خدا کی عبادت اور توحید و رسالت کا مرکز بنا دیا اس کا اصلی راز یہی ہے کہ اصول نہایت صحیح تھے اور پھر حضور کی ہر حالت کھلی ہوئی تھی حتے کہ جن واقعات کا تعلق ازواج مطہرات سے تھا وہ بھی کسی پر مخفی نہ تھا حضور نے کبھی اسکی پروا نہیں کی کہ کوئی معترض و مخالف کیا کہیگا یہی وجہ ہے کہ جو حضرات بھی آپکی حالت کو دیکھکر ایمان لائے وہ خود بھی نہایت پختہ اور جانباز ثابت ہوئے اور دوسروں کیلئے ایسے مفید ثابت ہوئے کہ تمام عالم کے اندر اسلام کا سکہ جما دیا یہ سب برکت اسکی تھی کہ اُن حضرات کے سب کام اصول صحیحہ سے تھے جن میں ایک اصل عظیم یہ تھی کہ ان حضرات نے محض زبانی جمع خرچ نہیں رکھا بلکہ مقصد کو عملی جامہ پہنا کر دکھلایا کہتے کم تھے اور کرتے زیادہ تھے۔ برخلاف اسکے آجکل لوگ یہ چاہتے ہیں کہ نرے وعظوں اور لیکچروں سے مسلمانوں کی اصلاح کرلیں اور ان گرتے ہوئے مسلمانوں کو سنبھالیں کام بہت اچھا ہے نیت بہت نیک مگر طریق کار غلط۔ بدون عملی جامہ پہنائے اور بدون تدابیر صحیحہ پر عمل کئے اور کرائے کچھ نہیں ہو سکتا اگر نرے وعظوں اور لیکچروں سے کام ہوا کرتا تو اسکو تو کرکے دیکھ چکے کیا نتیجہ برآمد ہوا اگر کسی کو اس طرف التفات ہی نہیں محض زبانی عملدرآمد ہو رہا ہے پھر اگر کہا جاتا ہے کہ تم خود تو عمل کرکے دکھلاؤ یعنی پہلے اپنی اصلاح کرو کیونکہ تمہارا نہ ظاہر ٹھیک ہے نہ باطن نہ صورت نہ سیرۃ اور مسلمانوں کے رہبر اور مقتدا بنتے ہو تو جواب میں کہتے ہیں کہ آپ ذاتیات پر حملہ کرتے ہیں۔ ارے پہلے مانسو تم تو اللہ اور رسول کے احکام پر حملہ کرو بجائے احکام الٰہیہ کے اپنے دماغ سے تراشی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کیلئے دنیا کو مجبور کرو اسلام اور احکام اسلام کی پائمالی کرو مگر دوسرا تمہاری کسی حالت پر بھی لوٹ نہ سے

اس حالت میں تمہین دوسرون ہی کے کہنے کا کیا حق ہے دوسرا ہی تمہاری کیون ماننے لگا وہ بھی یہی کہکر الگ ہو جائیگا کہ میری ذاتیات سے آپکو کیا بحث چلو چھٹی ہوئی ایسی موٹی بات نہین سمجھتے آدمی کچھ تو عقل سے کام لے۔ بس ایسون ہی کی بدولت اسلام اور مسلمان بدنام ہوئے ان کی بڑی دوڑ یہ ہوتی ہے کہ کوئی جلسہ کرلیا دو چار رزولیوشن پاس کرلیا۔ کہلا ضرر تو اس کا یہ ہوا کہ ملک تباہ اور برباد ہو گیا۔ امن کا تو نام نہیں رہا ہر شخص متشوش اور پریشان نظر آتا ہے مگران خانہ ساز لیڈرون کی بلا سے یہ تو اپنے نام نہاد عہدون پر خوش ہین ایسے ہی جماعت کی نسبت کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند
این چنین ارکان دولت ملک را ویران کنند

(**ملفوظ** ۳۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمدللہ مین خود بھی اپنی حالت سے بیفکر نہین ہون ہر وقت اپنی اصلاح کی فکر مین لگا رہتا ہون اور جب کسی دوسرے کی غلطی پر مواخذہ کرتا ہون یا متنبہ کرتا ہون اسپر بھی مجھپر خود ایک خوف کا غلبہ ہوتا ہے کہ اگر تجھپر مواخذہ ہو تو کیا کرے اور باوجود اسکے پھر دوسرے کیلئے جو کچھ علاج تجویز کرتا ہون وہ اسی کی اصلاح کیلئے ورنہ ادنی معذرت سے دل فوراً نرم ہو جاتا ہے اسلئے مجھکو بھی تو خوف لگا رہتا ہے کہ کہین حق تعالیٰ اسی طرح مجھسے مواخذہ فرمائین اور مین معذرت کرون اور وہ قبول نہ ہو تو پھر مواخذہ کا کیا جواب دیسکتا ہون اور سوچتا ہون کہ جب حق تعالیٰ کے یہان توبہ اور معذرت قبول ہوتی ہے تو بندون کی کیا حقیقت اور کیا وجود ہے کہ وہ قبول نہ کرین ان سب تصورات کی ساتھ پھر جو میں کچھ مواخذہ کرتا ہون یا متنبہ کرتا ہون وہ اکثر دل کی نفرت سے نہین ہوتی بلکہ محض لہجے کی تیزی ہوتی ہے اور جو آثار سے ایک غصہ کی سی کیفیت ظاہر ہوتی ہے وہ بمصلحت اصلاح میرے قصد سے ہوتی ہے کوئی اضطراری کیفیت نہین ہوتی اگر مین چاہون تو ضبط بھی کرسکتا ہون مگر ضبط کرنے سے دوسری کی اصلاح نہ ہوگی۔ غرض یہ سب کچھ دوسرون ہی کی مصلحت سے کرتا ہون اس مین میری کوئی خاص مصلحت نہین ہوتی اور یون بشر ہون کبھی مغلوب بھی ہو جاتا ہون اور اخیر بات تو یہ ہے کہ مین صاف کہتا ہون کہ اگر میرا یہ مجموعی طرز کسی کو پسند نہ ہو تو بھائی یہان مت آؤ اور کہین جاؤ جہان تمہاری خدمت گذاری اور نازبرداری ہوتی ہو یہان آکر تو یہی گت بنے گی مین بالکل خادم ہون مگر طریقہ سے خدمت لو اور بے طریقہ کام لینا چاہو تو مین کسی کا نوکر نہین غلام نہیں کسیکو گھیرتا نہیں کسی سے کوئی طلب نہین طمع نہین حرص نہین جس خدمت کے قابل ہون آپ کے سامنے موجود ہون اور واقع مین مین کچھ نہ سہی مگر تم تو کچھ سمجھکر

آتے ہو اور اپنی غرض سے آتے ہو اسلئے تمکو یہ حق نہین کہ آئے تو اصلاح کیلئے اور باتین کرو ہیر پھیر کی یا در رکھو جبتک صاف بات نہ کہوگے اور حالت نہ بیان کروگے مجھکو پتہ کیسے چلیگا بس یہی میری لڑائی ہے ورنہ کوئی زمین یا مکان یا باغ کی تقسیم تھوڑا ہی ہو رہی ہے اور مین اسکو خیانت سمجھتا ہون کہ غلطی دیکھون اور نظر انداز کر دون تمہارا کام اصلاح کیلئے آنیکا تھا تم تو اپنا کام کر چکے اور میرا کام اصلاح کا ہے تو مین اس سے کیون درگذر کرون کیا وجہ۔

۲۷ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۵۳۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ ضرورت کی چیز وقت پر قلب مین ڈال دیتے ہین یہ سب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کی برکت ہے ورنہ مجھکو علم تو کچھ ہے نہین۔ **کانپور** مین جس مدرسہ مین مین تھا یہ مدرسہ جامع مسجد مین تھا **جامع العلوم** اس کا نام تھا جب اوّل وہان مقرر ہوا ہون اس وقت عمر بھی اتنی تھوڑی تھی کہ اکثر بڑی عمر کے طلباء مجھسے پڑھتے ہوئے بوجہ کم عمری کے جھجک تے تھے اس زمانہ مین ایک معاملہ طلاق اور نفقہ کا عدالت مین کئی سال سے پڑا ہوا تھا اسکے متعلق مختلف تنقیحات تھین انگریز جنٹ کے یہان مقدمہ تھا اسکے متعلق عدالت مین ایک فتوی بھی داخل ہوا تھا جسپر بہت سے علماء کے دستخط تھے اور میرے بھی دستخط تھے۔ اُسنے فتوی دیکھکر فریقین سے کہا کہ اتنے زمانہ سے یہ معاملہ عدالت مین ہے اور یہ شرعی معاملہ ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم اس مسئلہ کا فیصلہ فتوی کی موافق کرالو اورصورت اُسکی اس انگریز حاکم نے یہ تجویز کی کہ جس عالم پر طرفین راضی ہوجائین اور اس کا فتوے تسلیم کرلین ان کا بیان عدالت مین ہو جائے اور اسی کے مطابق عدالت سے حکم نافذ کردیا جائے دونون فریق اسپر رضامند ہو گئے۔ رہا یہ کہ وہ کون ایسا عالم ہے جسپر دونون فریق متفق اور رضامند ہون تو فتوے والے علماء کے نام دونوں فریق کو سنائے گئے اب کسی مفتی پر تو ایک فریق رضامند ہوا دوسرا نہین ہوا اور کسی پر دوسرا رضامند ہوا پہلا نہین ہوا مین بھی اسوقت کانپور ہی تھا میری عمر اس وقت بہت کم تھی میرا نام بھی لیا گیا تو دونون فریق میرے نام پر متفق ہو گئے حاکم نے میرے نام سمن جاری کردیا۔ تاریخ مقررہ پر عدالت مین گیا۔ مین کسی واقعہ کا گواہ نہ تھا صرف مسائل کی تحقیق مقصود تھی جسوقت

(باقی آئندہ)

احاطۂ کچہری مین پہونچا تمام وکلا، بیرسٹر جمع ہو گئے اور دریافت کیا کہ آپ کہان - درخواست کنندہ فریق کے وکیل صاحب بھی اسوقت کچہری مین موجود تھے - مین نے اُنکی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان حضرت کی عنایت ہے سب نے ملکر اس امر کی کوشش کی کہ میری شہادت نہ ہو ان وکیل کو تمام مجمع نے مجبور کیا کہ ایک درخواست دو کہ ہم انکی شہادت نہین چاہتے اُنھوں نے مجبور ہو کر طوعًا و کرہًا درخواست دیدی کہ ہم انکی شہادت نہیں چاہتے اور ساتھ ہی حاکم سے یہ بھی کہدیا کہ وہ اس وقت احاطۂ کچہری میں موجود ہین - حاکم نے کہا کہ ہم ضابطہ سے تو کچھ کہہ نہین سکتے اسلئے کہ درخواست بھی گذر چکی اب مستثنی کرنا واجب ہے ہمکو کوئی حق نہین رہا بلکہ اگر وہ سمن پر بھی نہ آتے تب بھی مین ضابطہ کی کارروائی نہ کرتا مگر مشورۃً کہتا ہون کہ اگر وہ اپنا بیان دیدین تو اچھا ہے - دو مسلمانون کا جھگڑا ہے شریعت کا مسئلہ ہے یہ معاملہ طے ہو جائیگا بشرطیکہ بخوشی منظور کر لین لوگون نے مجھسے کہا مجھکو بھی خیال ہوا کہ مسلمانون کا معاملہ ہے پریشان ہین اچھا ہے طے ہو جائیگا - مین نے منظور کر لیا اب حاکم کی تہذیب دیکھئے حکم دیا کہ اور گواہون کی طرح پکارا نہ جائے اور اجلاس تک پیادہ نہ آئین سواری میں آئین جہانتک ہماری سواری آتی ہے وہان تک سواری آئے اور حلف نہ دیا جائے غرضکہ مین پہونچا اور سواری سے اُتر کر اجلاس پر پہونچگیا حاکم نے دیکھکر اجلاس کے کٹہرہ کے اندر بلالیا اور اردلی کو حکم دیا کہ کرسی لاؤ مجھکو اس کا علم نہ تھا - مین دونون کہنیان میز پر رکھکر کھڑا ہو گیا - بیان شروع ہوا اسوقت فضل خداوندی کا مشاہدہ کر رہا تھا مجھکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مدرسہ ہے اجلاس نہین اور ایک طالب علم سوال کر رہا ہے مین جواب دے رہا ہون - تمام اجلاس کا کمرہ وکلاء اور بیرسٹرون سے پُر تھا اسلئے کہ تمام کچہری مین شہرت ہو گئی تھی کہ اُس کا آج بیان ہے پہلا سوال عدالت کی طرف سے یہ ہوا کہ تمہارا نام کیا ہے باپ کا کیا نام ہے میں نے بتلا دیا - اسکے بعد سوال ہوا کہ آپ عالم ہین مین نے اپنے دل مین کہا کہ یہ اچھا سوال ہوا اگر کہتا ہون کہ نہین تو یہ الشیائی مذاق کو کیا جانے کہیگا کہ سمن کی تعمیل غلط ہوئی اُسپر عالم لکھا ہے دوسرے یہ کہ اسکی نظر مین اپنی ایک قسم کی اہانت بھی ہو گی کہیگا کہ آنے کی تکلیف ہی کیون گوارا کی جائیے - اور اگر کہتا ہون کہ عالم ہون تو اپنے مذاق اور مسلک کے خلاف - مین نے کہا کہ ہان مسلمان ایسا ہی سمجھتے ہین یہ لکھ لیا گیا - دوسرا سوال اس سے بڑھکر ہوا وہ یہ کہ کیا سب مسلمان آپکو مانتے ہین پھر سوچ مین پڑا اگر کہتا ہون کہ نہیں تو اپنی سبکی اور اہانت غیر مسلم کے سامنے ہوتی ہے جسکو جی گوارا نہ کرتا تھا دوسرے یہ کہ اس کہنے کا مقدمہ پر اثر پڑیگا کسی نہ کسی فریق کے خلاف ہوگا اسکو اس کہنے کی گنجایش ہو گی کہ وہ تو خود ہی کہہ رہے ہین کہ سب نہین مانتے سو لہذا ہم بھی نہین مانتے -

اور اگر کہتا ہون کہ سب مسلمان مانتے ہین تو آئے دن کانپور مین ہندو مسلمانوں میں جھگڑے فساد ہوتے رہتے ہیں میرا یہ اقرار عدالت مین درج رہے گا کوئی حاکم کہیگا کہ تمکو سب ملانتے ہین تو تم ہی اس کا انتظام کرو تم ہی سب مسلمانوں کے ذمّہ دار ہو۔ میں نے کہا کہ ماننے کے دو۲ معنے ہین۔ ایک تصدیق کرنا یعنی سچّا سمجھنا اور ایک تسلیم کرنا یعنی کہنا ماننا تو تصدیق کے درجہ مین تو کوئی مسلمان ہمارے بتلائے ہوئے مسئلہ کو جھوٹ نہین کہہ سکتا۔ رہا تسلیم کا درجہ سو ہماری حکومت تو ہے نہین صرف اعتقاد پر مدار ہے سو کوئی مانتاہے کوئی نہیں مانتا۔ اسکے بعد نفس مسئلہ پر بیان ہوا۔ جب میں بیان دیکر اجلاس سے باہر آیا تمام بیرسٹر وکلا نے جمع ہو چہار طرف سے گھیر لیا کہنے لگے کہ عجیب وغریب جواب ہوئے۔ دوسرے سوال مین ہم بھی چکّر مین تھے واقعی وہ سوال خلجان سے خالی نہ تھا مگر جواب بھی ایسا ہوا کہ ہماری سمجھ مین بھی نہ آیا تھا۔ مین نے کہا کہ یہ سب عربی مدارس کی برکت ہے وہان طلبہ اس قسم کے احتمالات نکالا کرتے ہین یہ بات انگریزی پڑھنے یا انگریزی اسکولون مین تعلیم پانے سے تھوڑا ہی حاصل ہوسکتی ہے اور کوئی عربی خوان اگر اس قسم کے پہلوؤن تک پھونچ سکے تو اسکی وجہ تجربہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعضے آدمی درسی کتابین سمجھکر نہین پڑھتے ورنہ آگے کسی چیز کی ضرورت نہ رہے مگر آجکل عربی طلبہ بھی سمجھکر نہین پڑھتے طوطے کی طرح کتابین رٹ لیتے ہین اسلئے ان مین سمجھ پیدا نہیں ہوتی اور واقعی یہ جو بزرگوں نے درسی کتابین انتخاب کی ہین ان مین سب کچھ ہے۔ یہ واقعہ میں نے اسکی تائید مین بیان کیا تھا کہ اوپر کہا تھا کہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ ضرورت کی چیز وقت پر قلب مین ڈال دیتے ہین دیکھئے اس حاکم کے اس سوال پر کہ کیا سب مسلمان آپکو مانتے ہین کیسا جامع جواب قلب مین ڈالدیا۔ ایک دوسرا واقعہ اسی قبیل کا ہے وہ یہ کہ یہان پر وقف بل کے متعلق ایک وفد آیا تھا جو نو شخصون پر مشتمل تھا سب انگریزی خوان بڑے بڑے بیرسٹر وکلا منتخب شدہ تھے اُن سے گفتگو ہوئی آنے سے قبل اول تو ان کا ایک خط آیا کہ ہم فلان تاریخ کو تھانہ بھون پھونچین گے یہ وفد تمام مشاہیر علماء سے ملاقات کرتا ہوا پھر رہا تھا اوقاف کے متعلق مسئلہ شرعی کی تحقیق کرنا ان کا مقصود تھا۔ مین نے ایک رئیس سے جو کونسل کے ممبر بھی ہین اور وفد کے رکن بھی تھے بذریعہ خط معلوم کیا کہ اس وفد کی قانونی حیثیت کیا ہے اُنہوں نے لکھا کہ یہی حیثیت ہے کہ وہ سرکار کے فرستادہ ہین کہ وقف بل کے متعلق علماء کی رائے معلوم کرین۔ میرا یہ معلوم کرنا اس غرض سے تھا کہ جس درجہ کی ان کی حیثیت ہے اُس حق کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ رہجائے عدل کی حقیقت یہی ہے غرضکہ وہ تاریخ آگئی جس مین اُنہوں نے تھانہ بھون آنیکو لکھا تھا یہ بھی معلوم ہوا کہ مدرسہ سہارنپور اور مدرسہ دیوبند

علماء سے بھی گفتگو اس مسئلہ پر ہو چکی ہے آخر مین تھانہ بھون کو ر کہا تھا یہاں پر اتفاق سے اس روز دو
حب سرکاری عہدہ دار بھی پہلے سے قیام کئے ہوئے تھے جن کا مجھسے دوستی کا تعلق ہے۔ایک ڈپٹی کلکٹر تھے
ایک اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس میں نے ان دونوں کو بھی جلسہ مین شریک ہونیکی اجازت دیدی اور اپنے
ن اعزہ کو اسٹیشن پر بھیجدیا کہ تم جاکر لے آؤ اور ٹھیرنے کے متعلق مولوی شبیر علی کا مکان تجویز کیا۔
ب وہ آگئے مین نے کہلا کر بھیجا کہ کھانا آپ میرے یہاں کھائیں گے اُنہوں نے قبول کر لیا اور مین نے یہ
کہلا کر بھیجا کہ اول اس کام سے فراغ مناسب ہے جس غرض سے سفر کیا گیا اسکے بعد کھانا نوش کیجئے یہ سب
ہو کر مین خود انکے فرودگاہ پر پہونچا اور ملاقات کر کے گفتگو کیلئے سب بیٹھ گئے۔میں نے صدر وفد کو ایک
ہ پر چند شرائط بطور اصول موضوعہ کے لکھکر پیش کر دیں کہ بوقت گفتگو یہ شرائط پیش نظر رہین اول یہ کہ
ل کیوقت جو بات یاد ہو گی عرض کر دون گا نہ یاد ہو گی فوری جواب سے عذر کر دون گا البتہ اگر کوئی تحریری
داشت لکھکر دیدی جاویگی بعد میں جواب بھیجدیا جاویگا۔دوسرے یہ کہ صرف مسائل پوچھنے کا حق ہوگا
ں پوچھنے کا حق نہ ہوگا۔دلائل پوچھنے کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص عدالت مین حاکم سے پوچھے
س قانون کی دلیل کیا ہے تو اس کا جو جواب حاکم دیگا وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جائے۔تیسرے یہ کہ
یات مین گفتگو کرنیکا حق نہ ہوگا۔صرف نقلیات میں گفتگو کا حق ہوگا۔میں اگر شامی درمختار۔عالمگیری کا
سئلہ بیان کروں تو اس سوال کا حق نہ ہوگا کہ اسکی حکمت عقلی کیا ہے اسلئے کہ ہم مقلد ہین اور مسئلہ منقول
۔چوتھے یہ کہ ایک صاحب کو گفتگو کیلئے منتخب کر لیا جائے سب کے بولنے مین گڑبڑ ہو گی ہاں اسکی اجازت
کہ دوسرے اصحاب انکی امداد کرین یعنی اُنسے کہدین جو کہنا ہو مجھسے خطاب نہ کرین۔غرض اس پرچہ مین
قسم کے اصول موضوعہ کی یادداشت تھی اور وہ اصول موضوعہ ایسے مضبوط تھے کہ بجز تسلیم کے ان کا کوئی
ب نہ تھا ان ہی سے بہت باتوں کا جواب ہو گیا تھا اور مین نے جو انکو خانقاہ مین نہین بلایا اسکی وجہ یہ
کہ اگر انکو خانقاہ مین بلاتا تو مجھکو ان کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا پڑتا اور اگر مین انکے پاس جاؤں گا وہ میری
ظیم کو کھڑے ہونگے دوسرے اگر وہ یہان پر آئین گے تو میں ان کی وجہ سے محبوس ہون گا اور میں جاؤنگا تو
میری وجہ سے محبوس رہین گے یعنی اگر وہ میرے پاس آئین گے وہ آزاد رہین گے اور میں پابند اور اگر
ں اُن کے پاس جاون گا تو مین آزاد ہون گا اور وہ پابند مین جب چاہون گا اُٹھکر چلدونگا۔ایک یہ کہ
کے پاس میرے جانے سے ان کے دل مین مسرت اور قدر ہو گی کہ ہمارا اتنا اکرام کیا کہ ہمارے پاس قصد

کرکے آیا اور اُنہون نے جو اپنے آمد کی اطلاع کی ساتھ سوالات بھیجے تھے اُن میں ایک سوال بڑا ٹیڑھا تھا اُسکے
متعلق یہانپر مین نے وقت سے پہلے بھی بعض اہل علم احباب سے مشورہ کیا تھا کہ اگر یہ سوال ہوا تو کیا جواب ہوگا
کسی کی سمجھ مین جواب نہ آیا۔ سب چکر میں تھے اور خود میری بھی سمجھ مین نہ آیا تھا مین نے دعا بھی کی تھی کہ
خدا کرے یہ سوال ہی نہ ہو مگر اُنہوں نے وہ سوال بھی کیا اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ فوراً جواب قلب پر وارد
ہوگیا۔ اس واقعہ کے نقل کرنے سے میرا مقصود یہی جزو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وقت پر کیسی تائید فرماتے
ہین وہ سوال وجواب آگے معلوم ہوگا اب گفتگو شروع ہوتی ہے۔ خلاصہ مقصود اس وفد کا یہ تھا کہ اوقاف کے
متولی بہت خیانت کرتے ہین ہم ایسا قانون بنانا چاہتے ہین کہ جسکی رو سے اوقاف کا حساب کتاب گورنمنٹ لیا
کرے اور گورنمنٹ ہی کے ہاتھ مین سب انتظام رہے آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہین اس طرف سے گفتگو کیلئے ایک بیرسٹر
ہائی کورٹ کے جو جرح میں بہت ممتاز اور مشہور شخص ہین منتخب ہوئے اُنہون نے یہی سوال کیا۔ میں نے کہا
کہ گورنمنٹ کو اس مین مداخلت کرنا ہرگز جائز نہین اسلئے کہ یہ دیانات محضہ سے ہے جیسے نماز روزہ میں دخل دینا
گورنمنٹ کو جائز نہین اسی طرح اس مین بھی جائز نہین۔ اہنون نے کہا کہ یہ قیاس صحیح نہین اسلئے کہ یہ مالیات مین سے
ہے اور نماز روزہ مالیات سے نہین۔ میں نے کہا کہ اچھا زکوۃ اور حج تو مالیات سے ہیں اس میں دخل دینا کب جائز ہے
اسپر انہون نے طویل سکوت کے بعد کہا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر منکر ہوگیا۔ بیوی نے
عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور گواہ پیش کرکے طلاق کو ثابت کر دیا تو اب ظاہر ہے کہ اس مین بغیر گورنمنٹ کی امداد کے
اور بدون عدالت مین جائے چھٹکارا نہیں ہوسکتا حالانکہ نکاح اور طلاق دیانات محضہ سے ہین۔ یہی تھا وہ سوال
جس کا جواب ذہن مین باوجود غور اور دوسرے اہل علم سے استمداد کے نہ آیا تھا۔ مگر عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے
مدد فرمائی سوال کے ساتھ ہی جواب ذہن مین القاء فرمادیا۔ مین نے کہا کہ آپنے غور نہین فرمایا یہ معاملہ مرکب ہے
دو چیزون سے ایک دیانات محضہ سے ہے یعنی طلاق اور ایک اس کا ثمرہ یعنی طلاق کے بعد اس عورت کو
حق آزادی حاصل ہوگیا مگر عورت کے اس حق آزادی مین خاوند مزاحمت کر رہا ہے۔ مقصود اس مین گورنمنٹ
سے مدد لینا ہے۔ مقصود بالذات طلاق دینے یا لینے مین گورنمنٹ سے مدد نہیں لی گئی اور حق آزادی دیانات محضہ
نہین بلکہ وہ ایک حسی معاملہ ہے۔ غرض ایک چیز تو ہے ثبوت طلاق اور یہ دیانت ہے اور ایک چیز ہے ضرر جو شوہر
کے انکار سے اس عورت کو پہونچا اور وہ معاملہ ہے سو گورنمنٹ سے دیانت مین مدد نہیں لی بلکہ معاملہ مین مدد
لی ہے۔ اسپر اُنہون نے کہا کہ وقف بھی گو دیانات محضہ سے ہے مگر متولی کی بددیانتی اور بدانتظامی کی وجہ سے

جو مساکین کو ضرر پہونچ رہا ہے اُس مین گورنمنٹ سے مدد لینا چاہتے ہین پس یہان بھی ایک فوت نفع وقف ہے اور ایک دفع مضرت تو دفع مضرت کیلئے ہم گورنمنٹ سے مدد لیتے ہین۔ کیونکہ اس مین بھی اس عورت کی طرح غرباء مساکین کو ضرر پہونچ رہا ہے۔ مین نے کہا کہ آپنے غور نہین فرمایا اس میں مساکین کا ضرر نہین اسلئے کہ ان کا حق پہلے سے متعین نہین اور وہاں اس عورت کا حق متعین ہو چکا تھا تو اس صورت مین عورت کا تو ضرر ہے مساکین کا کوئی ضرر نہین ہان عدم النفع ہے کہ ایک نفع مالی انکو نہین پہونچا اور فوت جلب منفعت اور چیز ہے اور لحوق مضرت اور چیز ہے یہ دونون الگ الگ ہین اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ میں آپکو سو روپیہ کا نوٹ دینا چاہتا تھا کسی نے منع کر دیا تو اس مین آپ کا ضرر نہین ہوا البتہ عدم النفع ہوا ہان اگر کوئی شخص آپ کی جیب سے سو روپیہ کا نوٹ نکال لے یہ بیشک ضرر ہے اس تقریر پر چہار طرف سے خود اُن کے رفیقون کی زبان سے سبحان اللہ سبحان اللہ نکلا اور سب نے یہ کہا کہ عدم النفع اور ضرر کا فرق کبھی ساری عمر بھی نہ سنا تھا آج کانوں میں پڑا۔ علاوہ تقریر کے اسپر بھی بہت متعجب تھے کہ بوقت گفتگو طبیعت پر کسی کی وجاہت کا بالکل اثر نہ تھا اور ایک یہ کہ تقریر مین ربط نہین چھوٹا۔ نیز تہذیب اعلی درجہ کی ملحوظ رہی اور مزاج مین ذرا تغیر نہیں ہوا۔ اس گفتگو کے ختم ہونے پر مین تو اُٹھکر چلا آیا مگر بعض احباب بیٹھے رہے ارکان وفد نے ان سے کہا کہ ہم تمام جگہون کے مشاہیر علماء سے گفتگو کرتے آرہے ہین مگر یہ لطف کہین بھی نہ آیا اور نہ ایسی تحقیقات سنین ہمکو یہ آجتک خبر نہ تھی کہ علماء میں بھی اس دماغ کے لوگ موجود ہین ایسا جامع شخص ہماری نظر سے نہین گذرا اور خاص بات یہ دیکھی کہ ہر دعوے کیساتھ ایسی دلیل موجود تھی جسکا کوئی جواب ہمارے پاس نہ تھا ہمنے کسیکو ایسا جامع نہین پایا اس وفد مین بعض بیرسٹر و وکلاء شیعی بھی تھے اور وہ شاعر بھی تھے اُنہوں نے کہا کہ علوم اور تحقیقات تو عجیب و غریب تھے ہی مگر ہمتو یہ دیکھ رہے تھے کہ اتنی دیر گفتگو ہوئی مگر کوئی لفظ تہذیب کے خلاف اس شخص کی زبان سے نہین نکلا۔ غرضکہ ہر شخص محظوظ اور خوش تھا۔ مین نے یہ سنکر راوی سے کہا کہ انہون نے ابھی علماء دیکھے کہاں ہین میں تو علماء کی جوتیون کی گرد کی برابر بھی نہین اگر علماء کو دیکھین تو معلوم ہو کہ علماء کی کیا شان ہوتی ہے۔ خیر جو کچھ بھی ہوا اللہ کا شکر ہے کہ طالب علمون کی آبرو رکھ لی اور وہ تو یہ چیزین دیکھ رہے تھے۔ اور مین گفتگو کیوقت یہ دیکھ رہا تھا کہ انکے قلب پر دین کی عظمت کس قدر ہے اگر دین کی عظمت کسی کے قلب مین ہو مگر سوء عمل تو مجھکو اس سے نفرت نہین ہوتی ہان بدعملی کی حالت پر رنج ضرور ہوتا ہے اور اس عظمت کا درجہ اعمال

سے اسلئے بڑہا ہوا ہے کہ اعمال کی اصلاح تو ایک منٹ مین ہوسکتی ہے مگر قلب میں عظمت اور وقعت دین کی پیدا ہو جانا یہ اکتساب سے نہین ہوتا یہ محض عطاء حق ہے ۔ تجربات اور غور و فکر کے بعد یہی سمجھہ مین آیا کہ یہ محض عطاء حق ہے اس مین اکتساب کو دخل نہین وہ جسکو بھی اپنی رحمت کاملہ سے اس دولت سے سرفراز فرماوین بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے اور مین اس وفد کو لینے کیواسطے تو اسٹیشن پر نہین گیا تھا مگر رخصت کیوقت جب وہ لوگ اسٹیشن پر پہونچ گئے میں بھی کچھ دیر بعد پہونچ گیا دور سے دیکھکر دوڑے اور بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کیون تکلیف کی میں نے کہا کہ مین تو لینے بھی جاتا لیکن قصدًا اسلئے نہین گیا کہ اگر اسوقت جاتا تو وہ آپ کی جاہ کا اثر سمجھا جاتا اور اب رخصت کیوقت آنا جاہ کا اثر ہے اسپر بھی سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے ۔ غرض یہان سے بظاہر بہت خوش گئے اور مسئلہ کے متعلق بھی ظاہرًا خوب اچھی طرح سمجھہ گئے آگے الغیب عند اللہ اور حضرت یہ سب اللہ کی طرف سے ہے کسی کی کیا ہستی اور کیا وجود سب ان ہی کا فضل ہے اور اپنے بزرگون کی دعاء کی برکت ورنہ یہاں تو نہ کچھ علم ہے نہ عمل ہے ۔

(ملفوظ ۷۳۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل تو جنکو تقدس کا دعویٰ ہے اُن مین بھی وہ باتین نہیں جو پہلے سلاطین مین تھین ۔ مین ان ہی چیزون کو سب کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہون اور سب مین دیکھنا چاہتا ہون اور ان سب سے مراد وہ ہین جو مجھسے محبت کا دعوی رکہتے ہین اور اپنا تعلق مجھسے رکھنا چاہتے ہین اور وہ دو چیزین ہین ایک تو دنیا سے بے رغبتی اور ایک خدا سے صحیح تعلق ۔ سلطان شمس الدین التمش نے حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین کہلا کر بھیجا کہ اگر حضرت اجازت فرمائین تو خرچ اخراجات کیلئے خانقاہ کے نام کچھ وقف کر دون اسپر قطب صاحب نے کہلا کر بھیجا کہ ہم کو تم سے محبت ہے اور اسلئے ہم یون سمجھتے تھے کہ تمکو ہم سے محبت ہوگی ۔ ہمارا گمان غلط نکلا اگر تمکو ہمسے محبت ہوتی تو ہمارے لئے ایسی چیز تجویز نہ کرتے جو خدا کے نزدیک مبغوض ہے یعنی دنیا جس وقت حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو خدام کو وصیت کی کہ ہمارے جنازہ کی نماز وہ پڑہائے جسکی تمام عمر قبل عصر کی نفلین قضا نہ ہوئی ہون اور کبھی غیر محرم عورت پر نظر نہ کی ہو پھر انتقال ہوگیا جب جنازہ تیار ہوکر باہر آیا تمام علماء اور مشائخ کا کثرت سے مجمع تھا حضرت کے خدام نے اعلان کیا کہ حضرت یہ وصیت فرما گئے ہین ۔ سب خاموش تھے نہ کوئی علماء مین اس صفت کا تھا اور نہ مشائخ مین اسوقت سلطان شمس الدین نے کہا کہ قطب صاحب نے مجھے رسوا کیا یہ دولت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے باوجود بادشاہ ہونیکے غیر محرم پر تمام عمر نظر نہین کی کیا ٹھکانا ہے کیا خبر ہے کسی کو کسی کی کہ

اس کا خدا کیسا تھ کیا تعلق ہے - ایک خانصاحب تھے لکھنؤ مین - دنیا بھر کی بازیاں از قبیل فسق وفجور انکے اندر موجود تھین جب کوئی کہتا کہ خانصاحب اب عمر رسیدہ ہوگئے قبر مین جانیکا وقت قریب آگیا ابتو توبہ کرلو نماز پڑہو - روزہ رکہو پوچہتے کہ نماز پڑہکر روزہ رکہکر کیا ملیگا لوگ کہتے کہ جنت ملیگی - خانصاحب کہتے کہ جنت کے واسطے اتنی مشقت - میاں کوئی وقت آویگا ایک ہاتھ ادہر اور ایک ہاتھ اُدھر کائی سی پھٹ جاویگی - کھٹ سے جنت مین جاکھڑے ہونگے - جنت مین جانا کون مشکل کام ہے اسکو کوئی نہ سمجھتا جسوقت مولوی امیر علی صاحب ہنومان گڑہی پر جہاد کیلئے تشریف لیگئے ہین بہت مسلمان تیار ہوگئے خانصاحب بھی مولوی صاحب کے پاس پہونچے اور عرض کیا کہ مولوی صاحب ہم جیسے گنہگارون کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمالین گے - مولوی صاحب نے فرمایا کہ خانصاحب مانع کون ہے - خانصاحب صافہ باندھ اور ہاتھ مین تلوار لے میدان مین پہونچے ایک ہاتھ اِدھر اور ایک ہاتھ اُدھر چلانا شروع کردیا ایک کثیر تعداد کافرون کو ختم کردیا کسی کافر کا ہاتھ خانصاحب پر پڑ گیا - بس کائی سی پھٹ گئی اور کھٹ سے سیدھے جنت مین جاکھڑے ہوئے دیکھئے بظاہر تو فاسق تھے مگر باطن مین عاشق تھے اسی کو فرماتے مین

ے مابرون را ننگریم و قال را ــــــ ما درون را بنگریم و حال را

اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی حسین چہرہ پر سیاہ پوڈر مل دے تو یہ عارضی کالک ہے حقیقت مین تو حسین ہی ہے تو اسی طرح بعضون کا اس قسم کا یہ عارضی ابتلاء ہوتا ہے مگر قلب مین خدا کی محبت ہوتی ہے اور یہی محبت وہ چیز ہے کہ کبھی نہ کبھی کام بنادیتی ہے -

(**ملفوظ** ۸۳۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ایسے ایسے بدفہم لوگ بھی دنیا مین آباد ہین ایک شخص نے اعتراض کیا تھا کہ تمنے کتاب کا نام تو رکہا اصلاح الرسوم مگر اس مین بجائے اصلاح رسوم کا ابطال ہے تمنے اس نام مین بڑا دھوکا دیا - مین نے جواب دیا کہ ہر چیز کی اصلاح جُدا ہے مرض کی یہی اصلاح ہے کہ اس کا ازالہ کردیا جائے

(**ملفوظ** ۸۳۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ہندوستان مین بعضے انگریزون نے بیوفا قومون کو بڑہایا اور وفادارون کو گھٹایا مگر اس کا جو نتیجہ ہوا اسکو دیکھکر اپنے کئے پر خود پشیمان ہین اور اب ان کو گھٹانا چاہتے ہین خواہ وہ خواہش پوری ہو یا نہ ہو - اس خواہش کی ایک ذمہ دار حاکم نے ایک مثال بھی بیان کی - گورکھپور مین ایک ریاست ہے وہان پر ایک حاکم اعلیٰ تے دورہ مین منیجر ریاست سے بوقت ملاقات کچھ ملک کی سیاسی حالت پر گفتگو کی اور ایک حکایت بیان کی کہ ایک راہب درویش ایک حجرہ مین رہتے تھے ایک چوہیا نے اس حجرہ مین بچے دئے اور تو سب بھاگ گئے ایک بچہ رہ گیا وہ بزرگ اسکو دودھ وغیرہ

پلا دیتے۔ایک روز بزرگ نے دیکھا کہ وہ بچہ آزردہ بیٹھا ہے۔بزرگ نے وجہ آزردگی کی دریافت کی اُسنے بیان کیا کہ آج ایک بہت بڑا چوہا میرے پیچھے پڑگیا تھا آج تو جسطرح ممکن ہوا جان بچالی مگر تابکے ایک روز وہ ضرور مجھپر غالب آجائیگا اور مجھکو ہلاک کردیگا۔بزرگ نے کہا کہ پھر تو کیا چاہتا ہے کہا کہ مجھکو بلی بنادو بزرگ نے خدا کی جناب مین دعا کی اور اسکے اوپر ہاتھ پھیرا وہ بلی ہوگئی دو چار روز کے بعد دیکھا کہ وہ بلی غمگین بیٹھی ہے بزرگ نے پھر وجہ دریافت کی کہا کہ آج مین محلہ مین گئی تھی ایک کتا سر ہوگیا بمشکل جان بچا کر بھاگی اگر یہی صورت رہی تو کب تک جان بچے گی۔بزرگ نے کہا کیا چاہتی ہے کہا کہ مجھکو کتا بنادو بزرگ نے دعا کی اور اسپر ہاتھ پھیرا اب بجائے بلی کے کتا بن گیا۔دس پانچ روز کے بعد دیکھا کہ پھر رنجیدہ بیٹھا ہے۔بزرگ نے وجہ معلوم کی کہا کہ آج مین جنگل چلا گیا تھا آج ایک بھیڑیا مجھپر حملہ آور ہوا بزرگ نے کہا کہ پھر تو کیا چاہتا ہے کہا کہ مجھکو بھیڑیا بنادو بزرگ نے دعا کی اور اسپر ہاتھ پھیرا وہ بجائے کتے کے بھیڑیا ہوگیا۔پانچ سات یوم کے بعد دیکھا کہ پھر مغموم بیٹھا ہے بزرگ نے وجہ دریافت کی کہا کہ آج مین جنگل مین گیا تو ایک شیر پھاڑ کھانیکو دوڑا بزرگ نے کہا کہ پھر تو کیا چاہتا ہے کہا کہ مجھکو شیر بنادو بزرگ نے دعا کی اور اسپر ہاتھ پھیرا بجائے بھیڑیئے کے شیر ہوگیا یہ شیر ہوکر جنگل پھونچا تو وہی شیر اسکو ملا جو بھیڑیا ہونیکی حالت مین ملا تھا اس جنگلی شیر نے اس شیر سے کہا کہ کیون رے بہروپیئے خوب روپ بدلتا ہے۔تجھ مین اور مجھ مین اب بھی فرق ہے تو ایک انسان کا بنایا ہوا شیر ہے اور مین خدا کا بنایا ہوا شیر ہون دیکھ مین تجھکو ابھی حقیقت دکھلاتا ہون اسنے کہا کہ کسی صورت سے میری جان چھوڑ بھی سکتے ہو کہا کہ ہان چھوڑ سکتا ہون اس شرط سے کہ پہلے اُسے ختم کرکے آ کہ جسنے قدرت خداوندی مین دخل دیا گو تصرف ہی کا سہی اور تجھکو چوہے سے شیر بنایا یہ جنگل سے لوٹا اور بزرگ کے حجرہ پر گیا۔بزرگ نے دیکھا کہ آج تو لوک پنجے نکالے آرہا ہے دریافت کیا کہ آج یہ کیا رنگ ہے کہا کہ تمکو ختم کرونگا۔بزرگ نے کہا کہ سابقہ احسانات کہان گئے کہا کہ احسانات ایسی تیسی مین جائین میری اپنی ہی جان کو بن رہی ہے وہی شیر ملا تھا جو بھیڑیا ہونیکی حالت مین ملا تھا اُسنے اسی شرط پر چھوڑا ہے کہ جسنے قدرت خداوندی مین دخل دیا ہے کہ تجھکو چوہے سے شیر بنایا پہلے اسکو ختم کرکے آ تب تجھکو چھوڑ سکتا ہون۔بزرگ نے کہا کہ یہ بات ہے تو آؤ بھائی بیٹھو ذرا دم لو جو نیت ہے وہ بھی پوری کرلینا یہ شیر بیٹھ گیا۔بزرگ نے موقع پاکر دعا کی اور اسپر ہاتھ پھیرا تو بجائے شیر کے وہی چوہا رہ گئی معاملہ ختم یہ حکایت بیان کرکے اس حاکم نے

کہا کہ یہ ہمارا ہی قصور ہے کہ ہمنے ان بیوفاؤں کو بڑھا بڑھا کر یہاں تک لے آئے جسکے صلہ مین آج وہ ہمارے مقابلہ پر ہیں۔ واقع مین یہ قوم نہایت احسان فراموش ہے۔ مسلمانوں کو تو اس ہی سے سبق حاصل کر لینا چاہئے کہ انگریزوں کی خدمات کے صلہ مین جو ان کے ساتھ برتاؤ کیا ظاہر ہے اور تمہارے ساتھ بھی چند مرتبہ کر چکے ہیں مگر تم بھلا دیتے ہو۔ دیکھو غدر مین سب کے مشورہ سے ہوا تھا جو کچھ بھی ہوا مگر وقت پر مسلمانوں کو تباہ اور برباد کرا دیا۔ بڑے بڑے نواب اور رئیس مسلمان ان کی بدولت تختہ پر سوار ہو گئے خوب مخبریاں کین۔ اب تحریک کانگریس مین مسلمانون نے حصّہ لیا قربانیان کین اس کا صلہ شدھی کے مسئلہ سے ادا کیا اور آئے دن کے واقعات شاھد ہین کہ ہر جگہ پر مسلمانوں کو جہان ان کی قلیل آبادی دیکھی پریشان کر دیا مگر ان سب باتون کے ہوتے ہوئے بھی بعض بد فہم اور کم سمجھ مسلمان انکو اپنا دوست سمجھکر انکی بغلون مین جا کر گھستے ہین۔ ان ناعاقبت اندیشوں کو معلوم بھی ہے کہ بزرگون کا مقولہ ہے نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے اور جو نادان بھی ہو اور دشمن بھی تب تو کیا کہنا ہے اور یہ تو بے بس ہین اگر ان کو پوری قدرت ہوتی تو ہندوستان مین مسلمانون کی ساتھ معلوم نہیں کیا کرتے اور اس عدم قدرت کی حالت مین مسلمانوں کی ساتھ جو کچھ اطراف ہندوستان میں ہو رہا ہے ظاہر ہے اور یہ سب مسلمانون کے غیر منظّم ہونے کی بدولت ہے اور ان سب خرابیون کی اصل جڑ یہ کمبخت جمہوریت ہے چنانچہ اسی بناء پر مقامی حکام کو انفرادی اختیارات نہین۔ یہان سے ملک کی موجودہ حالت لکھکر بھیجتے ہین ایک تو دہان خبر پہونچنے کیلئے وقت کی ضرورت پھر وہاں جو سیاسی جماعت ہے معاملہ اُسکے سپرد ہوا فیصلہ کیلئے تاریخین مقرر ہوئین بحثین ہوئین پھر کثرت رائے سے فیصلہ ہوا اب جو یہاں سے خبر بھیجنے کے فضا کی موافق طے ہوا اس وقت تک یہان کی حالت بدل گئی اور اسلئے وہ تازہ احکام اسوقت کے مناسب نہیں رہے بس ملک تو تباہ ہوا مگر ان کی جمہوریت نہ تباہ ہوئی۔ ہزارہا لاکھون مسلمان موت کے گھاٹ اُتار دئے گئے اگر مسلمان ایسا کرتے تو کہا جاتا کہ وحشیانہ حرکت ہے اور دوسرے کریں تو یہ فعل مدبرانہ عاقلانہ ہے۔ مین پھر یہی کہون گا کہ یہ ساری خرابی جمہوریت کی ہے اگر شخصیت ہوتی دن کے دن احکام کا نفاذ ہو سکتا تھا ملک کا انتظام ہو سکتا تھا بدون شخصیت کے نہ کام ہو سکتا ہے نہ انتظام یہ تجربہ کی بات ہے جس درجہ مسلمانوں کیساتھ اس وقت ظُلم روا رکھا گیا اگر مسلمان ایسا کرتے تو تمام ملک کے غیر مسلم باشندے چیخ اُٹھتے مگر مسلمان اس گئے گذرے زمانہ مین بھی بلند حوصلہ ہین اور باوجود ان سب باتون کے خدا پر بھروسہ کئے بیٹھے ہین۔ صبر و استقلال سے کام

لے رہے ہیں اور یہ حدود سے گذر کر اب بھی ظلم نہیں کرنا چاہتے - ایسی ظلم کی باتین کفر کیساتھ توجمع ہو سکتی ہین ایمان کیساتھ ان کا جمع ہونا مشکل ہے انکو پھر خوف آخرت ہے اور جس قدر بیوفاؤن کی ساتھ حکومت نے رعایتیں کیں اگر مسلمانون کیساتھ کرتی تو یہ احسان سے دب کر سر بھی نہ اُٹھاتے مسلمانون کی قوم احسان فراموش نہیں مُحسن کُش نہیں یہ بھی تجربہ ہے مسلمانوں کی قوم اگر مار کہاتی ہے تو احسان سے ورنہ اور کوئی تھیاران پر کارگر نہیں -

(**ملفوظ** ۳۹۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین جو ایسے کامون مین شرکت نہین کرتا کہ جن سے دوسروں کا بھی تعلق ہو اسکی اصلی وجہ تو یہی ہے کہ ایسے کامون مین اکثر حدود شرعیہ سے تجاوز کرکے چلنا پڑتا ہے لیکن ایک درجہ مین ایک دوسری وجہ بھی ہے کہ دوسرون کو کام سپرد کرکے اطمینان نہین ہوتا کہ یہ انجام کو پھونچ جائیگا دوسرون کے سپرد کرکے انجام پا جانا آجکل عادۃً امر محال ہوگیا ہے - معمولی معمولی کامون مین میں رات دن مشاہدہ اس کا کرتا ہون یہ میرا تجربہ ہے اس وجہ سے جماعت کی ساتھ کام کرنے سے طبیعت کھٹی ہوگئی اور یہ طے کرلیا کہ جس کام کا دوسرون سے تعلق ہو اور بدون دوسرے کی شرکت اور اعانت کے مین خود نہ کرسکون اس مین قدم نہین رکھتا اب یہی ایک کام تھا کہ مردوں کی غفلت اور ظلم سے عاجز آ کر جو عورتین کثرت سے مُرتد ہو رہی ہین اسکے متعلق ایک رسالہ ترتیب دیا ہے جسکا نام **حیلہ ناجزہ** ہے سال بھر سے زائد ہوگیا آجتک تکمیل کو نہین پھونچ سکا (الحمد للہ اس ملفوظ کے نظر اصلاحی کیوقت مکمل ہوکر شائع ہوگیا) وجہ وہی ہے جسکو مین کہہ رہا ہوں کہ اس مین دوسرون سے بھی بعض باتین متعلق ہین دوسروں کو اتنا اہتمام نہین اور عام حالت ہو رہی ہے کہ کام میں تو مدد دینے والے بہت کم - ہان بے سوچے سمجھے اعتراض جتنے چاہے کرالو چنانچہ اس رسالہ کے متعلق بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہتے ہین کہ اس رسالہ کا حاصل تو یہ ہوا کہ حنفیت کو چھوڑ دو - منشا اس اعتراض کا یہ ہے کہ اس مین بعض صورتوں میں دوسرے ائمہ کے مذاہب پر بھی فتوی دیا گیا ہے مین کہتا ہون کہ حنفیت نہ چھوٹے چاہے اسلام چھوٹ جائے - جب اسلام اور ایمان ہی جاتا رہا تو اب وہ کیا ہوگا حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی مقلد یا غیر مقلد - دیکھئے کیا عقلین ہین - اگر یہ فتوی لیا جائے کہ ایک شخص مرتد ہوتا ہے یا غیر مقلدی اختیار کرتا ہے تو شرعاً کیا حکم ہے تو اسپر فتوی کیا دیتے ہو - باقی میرا مقلد یا غیر مقلد ہونا رسالہ سے کیا پوچھتے ہو فلاں غیر مقلد مولوی صاحب سے پوچھو کہ وہ مجھکو غیر مقلد سمجھتے ہین یا غیر مقلدون کا دشمن

اس کا قصہ یہ ہے کہ خواجہ عزیز الحسن صاحب کے ایک عزیز غیر مقلد ہین اُنہون نے میرا وعظ لکھنؤ مین سنا انکو نفع ہوا۔ اُنہوں نے ان مولوی صاحب سے خط لکھکر پوچھا کہ مجھکو فلان شخص کے وعظ سے نفع ہوا ہے اگر چند روز اُسکے پاس رہون تو کیسا ہے (اس سے مُراد مین ہون) اُنہون نے لکہا کہ اس شخص کی صحبت میں برکت ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھنا کہ یہ شخص اہل حدیث کا سخت دشمن ہے۔ اب معلوم ہوا کہ مین کیسا غیر مقلد ہون۔ تتمہ قصہ کا یہ ہے کہ مین نے یہ سنکر کہا کہ ان مولوی صاحب کی عقلمندی تو ملاحظہ ہو کہ اگر اہل حدیث حق پر ہین تو اُن کے دشمن کی صحبت مین برکت کیسی اس مین تو ظلمت ہوگی ہان اگر اہل حدیث کے وہ معنے ہون جو قاری عبد الرحمٰن صاحبؒ پانی پتی فرمایا کرتے تھے کہ یہ اہل حدیث تو ہین مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہین بلکہ حدیث النفس تو البتہ ایسے اہل حدیث النفس کے مخالف کی صحبت مین بیشک برکت ہوگی جب یہ حضرات ایسی موٹی بات کو بھی نہ سمجھے تو حدیث تو کیا خاک سمجھتے ہونگے۔

(**ملفوظ**) ایک طالب علم کی شنیع حرکت پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ مان لیا کہ تم نے کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہین کیا اور نہ نیت تھی مگر ایسی صورت بھی کیون اختیار کی کہ جس سے متہم ہوئے اور لوگون کو شبہ کرنیکا اور متہم کرنے کا موقع ملا۔ حدیث مین آیا ہے کہ لا ینبغی للمومن ان یذل نفسہ یعنی اپنے نفسوں کو ذلیل مت کرو۔ اور یہ رسوائی تو سب سے بڑھکر ذلت اور خواری ہے۔ تم لوگون کو کیا ہوگیا کیون تمہارے قلوب سے خوف خدا اُٹھ گیا نامعقولو تم کو اسکی قطعاً پروا نہین کہ گناہ ہوگا خدا ناراض ہوگا یا کوئی اپنا بڑا سنکر خفا ہوگا اور مزاحاً فرمایا کہ گو تمنے خِفا کیلئے بہت کوشش کی مگر معلوم ہو ہی گیا اور اگر خِفا بھی ہو جاتا تب بھی بندہ ہی سے تو خِفا ہوتا مگر خدا تو دیکھ رہا ہے اسکی کچھ پروا نہین۔ لوگون کو غیرت ہی نہین حیا ہی نہیں۔ اب داخلہ میں اسکی بھی ضرورت ہوا کرے گی کہ طلبہ جو یہانپر آئین ان کا نکاح بھی ہوگیا ہو اور بیوی بھی ساتھ آئے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اچھی چیز کے دیکھنے کو جی چاہتا ہی ہے چنانچہ کوئی مکان حسین ہو اسکو دیکھکر جی خوش ہوتا ہے کوئی باغ حسین ہو اسکو دیکھکر جی خوش ہوتا ہے کوئی کپڑا خوبصورت ہو اسکے دیکھنے کو جی چاہتا ہے مگر لڑکوں کے دیکھنے کا یہ درجہ تھوڑا ہی ہے شرم تو نہین آتی ایسی باتین کرتے ہوئے چلو اٹھو یہان سے نالائق۔ میں اس کے متعلق صحیح ذرائع سے اور تحقیق کر لون پھر تمہارے متعلق کچھ تجویز کرون گا تم لوگون کو ذرا خوف خدا نہین۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ معاملہ کی صفائی نہایت ہی برکت اور راحت کی چیز ہے۔ مین تو نصف سلوک معاملہ کی صفائی مین سمجھتا ہون۔ بھائی اکبر علی صاحب مرحوم جب شبیر علی یہان پڑھتے تھے اسکے اخراجات

کیلئے خرچ بھیجتے تھے۔ مین پیسہ پیسہ کا حساب لکھکر بھیجتا تھا تو اسپر ایک مرتبہ بھائی مرحوم کو ناگواری ہوئی اور لکھا کہ اس مین اجنبیت معلوم ہوتی ہے ایسا کیون کرتے ہو۔ مین نے لکھا کہ بھائی تم سمجھتے نہین مثلاً ایک مرتبہ تمنے چار مہینہ کا خرچ انداز کر کے پچاس روپیہ بھیجے اور وہ یہان پر دو مہینے مین صرف ہو گئے اسلئے کہ کتا کپڑا ہے دوا دارو ہے پھر مینے یہان سے اطلاع کی تو تمکو وسوسہ کے درجہ مین شبہ ہو سکتا ہے کہ چار ماہ کا خرچ بھیجا تھا کیا ہوا دو ہی مہینے مین صرف ہو گیا تو ایسی صورت کیون اختیار کی جاوے جو شبہ یا وسوسہ پیدا کرے گو تم اُس وسوسہ پر عمل نہ کرو مگر وسوسہ اور شبہ تو ہو سکتا ہے اسپر سمجھ گئے اور لکھا کہ تم صحیح سمجھے مین ہی غلطی پر تھا فہم بھی بڑی چیز ہے ایک ہی مرتبہ مین سمجھ گئے۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حدیث مین جو آیا ہے ایاکم وفساد ذات البین کہ آپس مین جھگڑا مت کرو اس مین آپس کی نا اتفاقی وفساد کی خرابی وضرر پر مطلع فرمایا ہے مگر اس مین بھی ایک بڑی غلطی ہو رہی ہے کہ اہل حق سے کہتے ہین کہ اہل باطل سے اتحاد رکھو فساد کا لفظ خود بتلا رہا ہے کہ اہل باطل کو حکم ہے کہ تم اہل حق سے فساد مت کرو اسلئے کہ فساد تو باطل مین ہے نہ کہ حق مین۔ ان استدلال والون کو حدود کی بھی خبر نہین بس یہ دیکھ لیا کہ قرآن مین حکم ہے ولا تفرقوا کہ افتراق نہ کرو مگر اس سے پہلا جملہ نہین پڑھا حق تعالیٰ فرماتے ہین واعتصموا بحبل اللہ جمیعا یعنی حبل اللہ پر متفق رہو اس سے تفرق نہ کرو تو مفسدہ ہے جو حبل اللہ سے الگ ہو۔ یہ استدلال ایسا ہی ہے جیسے لا تقربوا الصلوٰۃ اور آگے نہ دیکھا کہ وانتم سکاریٰ ایک جگہ سیاق پر نظر نہ کی ایک جگہ سباق پر نظر نہ کی (بالتحتانیۃ و بالموحدۃ)

(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ مُردہ کے ایصال ثواب کو کون منع کرتا ہے ہان صحیح طریقہ بتلایا جاتا ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ مقصود تو ثواب ہے اور ثواب موقوف ہے خلوص پر اور رسم کے اتباع اور تفاخر مین خلوص کہان بس منع کرنے کا حاصل یہی ہے اور خلوص کی حالت مین بھی ایک صورت کو دوسری صورت پر ترجیح ہے بیان اس کا یہ ہے کہ ثواب کھانے کپڑے نقد سب کا ہو سکتا ہے اب آگے دو صورتین ہین۔ ایک تو یہ کہ مخفی طریق سے اہل حاجت کو پہونچا دیا جائے خدمت کر دی جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کھانا پکایا جائے اور لوگون کو کھلایا جائے تو اس دوسری صورت سے پہلی صورت افضل ہے جبکہ دوسری صورت مین بھی خلوص ہو اور اگر خلوص نہ ہو ریا و تفاخر ہی ہو پھر تو ظاہر ہے کہ دوسری صورت

بالکل ہی لغو اور فضول ہے صرف بھی ہوا اور میت کو ثواب نہ پہونچا تو کیا اسکو منع نہ کیا جاوے اس کا فیصلہ آپ خود کر سکتے ہین اور آجکل یہی غالب عادت ہے عام طور پر یہی خیال ہوتا ہے کہ اگر کچھ نہ کیا تو لوگ کہین گے کہ میان فلان کے ورثہ نے کچھ بھی نہ کیا اسی وجہ سے مخفی طریق سے صرف کرنے کو جی قبول نہین کرتا کہ صرف بھی ہوا اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوا تو اس صورت مین ظاہر ہے کہ ایصال ثواب کیسے ہوا اور اگر یہ ریاء کی نیت نہیں بلکہ خلوص ہے تب بھی مشورہ یہی ہے کہ مخفی طریق سے اہل حاجت اور ضرورت مند محتاج لوگون کی امداد کر دی جائے اگر پانچ سیر غلہ پکا کر مستحقین کو کھلانا ہے تو اگر وہ کسی کو بدون پکائے ہوئے دیدیا جاوے تو یہ زیادہ اچھا ہے اس مین مساکین کا زیادہ نفع ہے اور خلوص نیت کے بعد بھی ایک بات اور بھی ہے جسکا لحاظ خصوصیت کی ساتھ اہل اثر کو زیادہ رکھنا چاہئے وہ یہ کہ ایک شخص تو سمجھدار ہے اُسنے اپنی نیت کو درست کر لیا اور ریا اور تفاخر کی نیت سے عمل نہین کیا مگر دوسرے جو اُس سے استدلال کرینگے تو سب کی نیت مین خلوص نہین ہوتا تو ایسے شخص کو وہ طرز اور طریق دیکھکر یہ بات ہاتھ آئیگی کہ فلان نے بھی تو ایسا کیا تھا اگر ہم بھی کرین تو حرج کیا ہے تو مخلص کا فعل غیر مخلص کیلئے سبب ہو گیا اسلئے اس ایہام سے بچنا چاہئے۔ ان سب باتون کو دیکھ لیا جاوے اور اکثر بدعات اسی طرح جاری ہوئین اسلئے بہتر طریق وہی ہے کہ مخفی طریق پر خدمت کر دی جائے کہ اس مین ان مفاسد کی گنجایش ہی نہین۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل عام طور پر مروّج ہے کہ مساجد مین اشتہارات کیواڑون پر چسپان کر دئے جاتے ہین یہ بھی ایسا ہی ہے جیسا مساجد مین بیع کرنا یا تجارت کا اعلان کرنا جسکے باب مین حدیث ہے ان المساجد لم تبن لھذا۔ افسوس ہے مساجد اللہ کی اس زمانہ مین بڑی بیوقعتی اور بیحرمتی کی جا رہی ہے۔ ہر قسم کے جلسے اور پنچائتین تمام دنیا بھر کے قصے جھگڑے مساجد ہی مین طے ہوتے ہین اس سے سخت اجتناب کی ضرورت ہے۔ ہمارے حیدر آبادی ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو دو چیزون کی بڑی رعایت ہے ایک مساجد کی اور ایک عورتون کی اور وجہ اس کی یہ بیان کیا کرتے تھے کہ ان کا کوئی ذمہ دار نہین۔ بڑے کام کی بات فرمائی دیکھئے فی زمانا عورتون پر بڑے ظلم کئے جا رہے ہین ان کے حقوق کی قطعاً رعایت نہین کیجاتی بڑی بیرحمی اور بے دردی کی بات ہے مین تو کہا کرتا ہون کہ ہندوستان کی عورتین بمقابلہ دوسرے ممالک کے حورین ہین۔ اگر خاوند چھوڑ کر چلا جائے اور دس برس کے بعد پردیس سے آئے تو مکان کے جس کونے مین چھوڑ کر

گیا تھا وہین آکر دیکھ لیگا۔ یہ انکے اندر خاص بات ہے اسلئے خاص ضرورت ہے کہ ان کے حقوق کی پوری رعایت
کی جائے حق تعالیٰ فرماتے ہین وعاشروھن بالمعروف (ترجمہ اوران عورتون کیساتھ خوبی کیساتھ گذران
کیا کرو) اسکے بعد فرماتے ہین فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراہ اور بڑی
خیران کا عفیف ہونا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ جو پھوڑ سمجھی جاتی ہین وہ اکثر عفیف ہوتی ہین اوراس کا یہ مطلب
نہین کہ جتنی سلیقہ والیان ہین وہ عفیف نہین بلکہ جتنی پھوڑ ہین وہ سب تقریباً عفیف ہین ۔ منجملہ ان حقوق کے
کے ایک یہ بھی ہے کہ باہر سے جسوقت گھر جائے تو خوشدلی اور بشاشت کیساتھ داخل ہو کیونکہ گھر والون
کو اس سے بڑی وحشت اور تکلیف ہوتی ہے کہ منہ چڑھائے پیشانی مین بل پڑے ہوئے داخل ہو وہ
بیچارے سہم جاتے ہین کہ دیکھئے کیا عتاب نازل ہو اسلئے اتنا ضرور چاہئے کہ متانت کے جسقدر جیہ پر آدمی باہر
رہے گھر میں اس درجہ پر نہ رہے ۔ اور مین نے جوان عورتون کو حُور کہا ہے اُسکی شرح یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے
قرآن پاک مین حورون کی شان میں فرمایا ہے فیھن قاصرات الطرف اور بالکل یہی شان ہندوستان
کی اکثر عورتون کی ہے کہ دوسرے مرد پر انکی نگاہ بھی نہین جاتی بلکہ اس سے بڑھکر ذہن بھی نہیں جاتا اسی طرح
انکی صفت مین ارشاد ہے المحصنٰت الغافلات المومنات یعنی یہ فواحش سے غافل اور محض بے خبر ہیں
اور یون مرد بھی کثرت سے فواحش سے بچتے ہین مگر خاص طور کی غفلت انہین کی شان مین ہے اور مردون
کی مدح مین غافلین نہین فرمایا کیونکہ مردون کیلئے بیداری ہی خوبی کی بات ہے کہ بدون بیداری کے انتظام کا
کام نہین ہوتا اور عورتون کا زیور یہی غفلت ہے اور اب تم نئی نئی تعلیم دیکر انکو بیدار کرنا چاہتے ہو تو یہ اس
نص قرآنی کی مصادمت ہے اوران کا عفیف ہونا اس حدتک ثابت ہے کہ فقہاء نے ایک جزئیہ لکھا ہے کہ
مرد اپنی بیوی سے ہمبستری کرے اوراس مین غیر عورت کا خیال کرے تو وہ ہمبستری جائز نہین مگر اس کے
مقابل کہیں اس کا ذکر نہین کیا کہ اگر عورت بوقت ہمبستری غیر مرد کا خیال کرلے تو اسکو ذکر نہ فرمانا مین دلیل
اسکی کہ عورت کو ایسا خیال ہی نہین آتا اسلئے اسکے ذکر کی ضرورت نہ ہوئی ۔

(**ملفوظ** [۸۴۵]) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مشائخ نے دو چیزون کو اس طریق مین سخت راہزن قرار دیا ہے
ملاطفۃ المردان والرفق بالنسوان ۔ مگر آجکل بڑے بڑے مکار دین کے ڈاکو امردون کو ساتھ لئے
پھرتے ہین اور واہی تباہی توجیہ اور تاویلین کرتے ہین ۔ شیخ سعدی ان لوگون کی توجیہ کہ ماپاک بازیم جو
نقل کرکے خوب فرماتے ہین ؎ مجھسے پوچھو میں پُرانا خرانٹ ہوں سارے جہان کو دیکھے ہوئے ہون آ

ع زین ہمہ ... نادیدہ کی ... روزگار ... بات ... کم

اس کا مفسدہ بیان فرمایا ہے بات یہ ہے کہ وجدان کا ادراک صاحب وجدان ہی کر سکتا ہے۔

(**ملفوظ** ۸۲۶) ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حق تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا ہے کہ میں ضرور بناؤں گا زمین میں ایک نائب۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ کیا آپ ایسے لوگوں کو زمین میں پیدا کریں گے جو فساد کریں گے اس میں اور خونریزیاں کریں گے اور ہم برابر آپ کی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا انی اعلم ما لا تعلمون (یعنی میں جانتا ہوں اس بات کو جسکو تم نہیں جانتے) تو یہ مجمل جواب دیا اسکے بعد آدم علیہ السلام کو اسماء بتلا دئے اور ملائکہ سے فرمایا انبئونی باسماء ھؤلاء ان کنتم صادقین۔ فرشتوں نے عرض کیا سبحنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ حق تعالیٰ نے فرمایا یا آدم انبئھم باسمائھم فلما انبأھم باسمائھم الخ یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر فرشتوں کو بھی بتلا دیا جاتا تو انکو بھی یہ علم حاصل ہو جاتا تو اس میں آدم علیہ السلام کی کیا فضیلت ثابت ہوئی۔ جواب میں فرمایا کہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ فرشتوں سے اخفاء کیا گیا مگر فرشتوں میں خاص اُن علوم کی استعداد نہ تھی اسلئے باوجود علانیہ تعلیم کے بھی ان علوم کو نہیں سمجھ سکتے تھے جیسے استاد اقلیدس کے کسی دعوے کی تقریر دو طالب علموں کے سامنے کرے مگر جسکو مناسبت ہے وہ تو سمجھے گا دوسرا نہیں سمجھے گا اگر کہا جاوے فلما انبأھم باسمائھم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی علم اسماء کی استعداد تھی اس کا جواب یہ ہے کہ انباء محض اخبار روایت کو کہتے ہیں جسکا درجہ تعلیم سے کم ہے پس اس سے علم حقائق اسماء کا حاصل ہو جانا لازم نہیں آتا حاصل یہ کہ علم اسماء کی استعداد بشر کی ساتھ خاص تھی فرشتوں کے اندر وہ استعداد ہی نہ تھی اب رہا یہ سوال کہ فرشتوں میں وہ استعداد رکھدیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بشر میں رکھنا اور فرشتوں میں نہ رکھنا یہ حکمت ہے جسپر کوئی اعتراض ہی نہیں ہو سکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ فرشتہ جیسا فرشتہ ہے ویسا ہی ہے اور آدمی جیسا آدمی ہے ویسا ہی ہے۔ اسوقت یہ تفاوت ہوگا جسکا منشا اختلاف استعداد ہے جسکو مختلف محل میں مختلف پیدا کرنا محض حکمت ہے۔ ایک بدعقیدہ صوفی نے اس سوال کے جواب میں یہ غضب کیا ہے اور اسکو لکھ بھی دیا اور وہ رسالہ چھپ بھی گیا یہاں مدرسہ میں ہے۔ یہ لکھا ہے کہ وہ استعداد غیر مخلوق اور قدیم اور مقتضا ذات ممکن کا ہے اسواسطے یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک میں استعداد رکھی ایک میں نہیں رکھی اس شخص نے اپنے زعم میں خدا تعالیٰ کو اعتراض سے بچایا ہے مگر بیچارا خود ہی نہیں سمجھا۔ اب ایک سوال اور رہا وہ یہ کہ جب فرشتے آدم علیہ السلام کے اخبار سے بھی نہیں سمجھے تو فرشتوں کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو یہ علم حاصل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تقریر کی قوت سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سمجھ کر کہہ رہا ہے گو اس

تقریر کو کوئی نہ سمجھے یہ ایسا ہے کہ جیسے اقلیدس کا ماہر اقلیدس کی شکل بیان کرے تو اسکو سمجھیگا تو وہی جو پہلے سے مبادی سے باخبر ہے اور جو مبادی ہی سے بے خبر ہے وہ سمجھیگا تو نہین مگر اتنا سمجھہ لیگا کہ یہ سمجھکر کہہ رہا ہے آگے اس مین قصور سمجھنے والیکا ہے کہ نہین سمجھا۔

(**ملفوظ** ۸۴۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میرے ایک دوست حج کو گئے تھے اُنہون نے سلطان ابن سعود کے سامنے میرا ایک رسالہ ہے **التشرف** اسکو پیش کیا۔ سلطان ابن سعود نے رسالہ کو دیکھکر کہا ھذا یوافقنا سو اگر اس رنگ کا تصوف پیش کیا جائے تو نہ نجدی کوئی انکار کر سکتا ہے اور نہ وہابی اور نہ کوئی اور البتہ ہندوستان کے بعضے غیر مقلد شاید پھر بھی انکار کرین۔

(**ملفوظ** ۸۴۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا خواب مین صورت شیخ مین شیطان نہین آسکتا فرمایا کہ حدیث مین تو ہے نہیں مگر بعض صوفیہ کا قول ہے کہ شیخ کی صورت مین نہین آتا۔ اسپر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ چونکہ شیخ فنافی الرسول ہوتا ہے شاید اسکی یہ وجہ ہو فرمایا کہ اس دعوے کے یہ مقدمات ہین سو مقدمات مین سے اگر ایک مین بھی کچھہ خدشہ ہو جائے تو پھر کچھہ بھی نہیں۔ اسی طرح محض کتابین دیکھنے سے بھی کچھہ نہیں ہوتا۔ زائد سے زائد معلومات بڑھ جاوینگی مگر فن سے واقفیت اور مہارت یہ غیر ممکن ہے جبتک کہ کسی اہل فن کی صحبت میسر نہ آئی ہو اس ہی وجہ سے مین ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ طب کی کتابیں مریض کیلئے نہیں لکھی گئین کہ وہ ان کو دیکھکر اپنا علاج کر لیا کرے بلکہ طبیب کیلئے لکھی گئین ہیں مریض کو بدون طبیب کا دامن پکڑے ہوئے مفر نہین۔

(**ملفوظ** ۸۴۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ جو آجکل بعضے آدمی عملیات کی قبیل سے وظیفے پڑھتے ہین اور بڑے بڑے مجاہدے کرتے ہین۔ کہین ترک حیوانات ہے۔ سوتے کم ہین۔ کہاتے کم ہین حتے کہ طبی اصول کی موافق ان تغیرات سے بیمار ہوتے ہین تو اسپر کہتے ہین کہ آیت لوٹ گئی کیا عجیب تحقیق ہے۔ بہلا کہین آیت بھی لوٹا کرتی ہے وہ تو خود سیدہی ہے اور دوسرون کو بھی سیدہا کر دیتی ہے۔ دماغ تو اپنا لوٹا اور الزام آیت پر یہ سب دماغ کی خشکی اور توہمات کے آثار ہوتے ہین۔

(**ملفوظ** ۸۵۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اصلاح کے بعض خاص طرق کی اُس زمانہ مین ضرورت نہ تھی مگر اب ضرورت ہے۔ اُس زمانہ مین طبیعتون کے اندر سلامت تھی اب نفوس مین شرارت ہے اس ہی لئے مین نے اپنے بزرگون سے جدا اصلاح کے متعلق نئی بدعت (بدعت لغۃً کہا) جاری کی ہے۔ روک ٹوک معاقبہ

نا سبہ دار وگیر مواخذہ کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ مین بدون اس طرز کے اصلاح مشکل ہے اور یہی چیز میرے بدنام ہونے کا سبب ہوئی مگر بلا سے مین بدنام ہون تم ہی نیک نام سہی لیکن میری یہی بدنامی تو تمہاری نیک نامی کا سبب ہوئی میری بد اخلاقی تمہاری خوش اخلاقی کا سبب ہوئی یہی مین چاہتا ہون کہ کسی طرف سے مین ہی وقایہ رہوں مجھکو میرے حال پر چھوڑ دو اور تم نیک نام اور خوش اخلاق رہو۔ مین کسی کی وجہ سے اپنے مسلک کو بدل نہیں سکتا اگر یہ طرز پسند نہیں تو میرے پاس نہ آؤ بُلانے کون جاتا ہے۔

(**ملفوظ** ۵۸۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ہمارے بزرگون کو بدعتی لوگ وہابی کہتے ہین۔ نہ معلوم یہ نسبت کہانسے تراشی اور اسکی دلیل کیا ہے اس لقب کے متعلق ایک لطیفہ یاد آیا۔ بریلی مین ایک مولوی صاحب تھے مولوی محمد یعقوب صاحب وہ ہمارے مولانا مملوک علی صاحب کے شاگرد تھے ان سے ایک غالی بدعتی مولوی صاحب نے کہا کہ تم وہابی کہنے سے کیون بُرا مانتے ہو وہابی تو اللہ والیکو کہتے ہین اُنہون نے کہا بہت اچھا ہم آپکو کافر کہا کرین گے تم بھی اس مین یہ تاویل کرلیا کرو کہ حق تعالیٰ فرماتے ہین فمن یکفر بالطاغوت و یؤمن باللہ تو کیا تم اسپر بُرا نہ مانوگے ضرور مانوگے اسلئے کہ ہم اس نیت سے تھوڑا ہی کہین گے اسی طرح تم بھی ہمکو اس نیت سے تھوڑا ہی کہتے ہو اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

(**ملفوظ** ۵۸۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ایک بدعقل بدعتی نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر احتجاج کیا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بعض مکتوبات مین قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ مین کچھ نہیں تو وہ بدعتی صاحب فرماتے ہین کہ ہم تو مولانا کو سچا سمجھتے ہین خصوص جبکہ وہ قسم بھی کھا رہے ہین اسلئے ہم بھی ایسا ہی سمجھتے ہین کہ وہ کچھ نہیں یہ تم ہی کو مبارک ہو کہ مولانا کو صاحب کمال اعتقاد کرتے ہو اور انکو جھوٹا سمجھتے ہو یہ حالت ہے بعض کے شرارت یا بیہودہ پن کی اور اس مین تماشا یہ ہوا کہ اپنی ہی جماعت کے ایک عالم صاحب کو اسپر شبہ ہوگیا کہ مولانا کو ہمتو صاحب کمال سمجھتے ہین تو انکے اس قول کے کیا معنے ہون گے۔ مجھسے اس شبہ کے متعلق سوال کیا مین نے کہا کہ تعجب ہے آپ کو شبہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ کمالات دو قسم کے ہین ایک کمالات واقعیہ حاصلہ۔ ایک کمالات متوقعہ غیر حاصلہ سو حضرت کا ارشاد تو کمالات متوقعہ اور غیر حاصلہ کے متعلق ہے اور کمالات واقعیہ اور حاصلہ کی نفی نہیں فرماتے۔ حاصل یہ کہ کمالات واقعہ بمقابلہ کمالات متوقعہ کے گو یا کمال معتدبہا ہی نہیں اور وہ ابھی حاصل نہیں کیونکہ عارفین کے کمالات مین ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اسلئے فرماتے ہین کہ میں کچھ نہیں۔ اور ہم جو حضرت کے معتقد ہین وہ اعتقاد کمالات واقعیہ اور حاصلہ کی بناء پر ہے۔ یہ جواب سنکر بہت خوش ہوئے کہ واقعی اب کوئی شبہ

نہین رہا- باقی اس بدعتی کا یہ کہنا کہ ہم مولانا کو سچا سمجھتے ہین کہ واقع مین بھی کچھ نہیں محض شرارت ہے-
کیا مولانا کے سچا سمجھنے کی بس یہی ایک بات تھی-

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ جو آجکل ملک مین تحریک آزادی کی چل رہی ہے اس مین جو لوگ کام
کرنیوالے ہین باستثناء بعض مخلصین کے اکثر کو کام کرنا مقصود نہین محض نام چاہتے ہین- چاہتے یہ ہین کہ
ہم تو کرسی صدارت پر بیٹھے رہیں اور دوسرے جانین دیتے رہین اور میران تحریکات سے جدا رہنا علاوہ
عدم انطباق اصول شرعی کے ایک اس سبب سے بھی ہے کہ کس کے بھروسہ کام کرے لوگ خود تو جان بچا
ہین دوسرون کو پھنساتے ہین- انکے ادعائی جذبات اور واقعی حالات کو دیکھکر یہ شعر یاد آتا ہے ؎

نہ خنجر اُٹھیگا نہ تلوار اُن سے ۔۔۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہین

ان مشاہدات واقعات کا کوئی انکار نہیں کرسکتا- ان بزرگون نے لوگون کو ہندوستان سے ہجرت کرا
اور خود نہین چلو گھر ہے اور سوال کرنے پر کہتے تھے کہ اگر ہم بھی چلے جائین گے تو ہجرت کون کرائیگا- موپل
کو اشتعال دلا کر فنا اور تباہ و برباد کرادیا- عربی النسل شجاع تھے جوش مین آگئے لڑ مرے ان لیڈر
پھر جا کر بیچارون کی خبر بھی نہ لی- کیا کام کرنے والون کی یہی باتین ہوا کرتی ہین اپنے چاء بسکٹ کیک مک
فسٹ کلاس کے سفر نہ چھوٹیں قوم تباہ ہو یا برباد- ہندو کچلین یا انگریز مُرن بہشت مین جائے یا دوز
مین پیر جی کو اپنے حلوے مانڈون سے کام- غیرت وحمیت دین کا نام نہین بس زبانی بگھارتے پھرتے

(**ملفوظ**) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے اس سے پہلے خط مین اُنہون نے لکھا تھا کہ مین مجملاً اپنے مریض
ہونے سے تو واقف ہون مگر تعیین مرض کی خبر نہین ایک طویل خط ایسی ہی مہمل باتون سے بھرا تھا- مین نے جو
مین لکھدیا تھا کہ اس قدر بحر طویل لکھکر ایذا دی اور حاصل کچھ بھی نہیں آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرے
غصہ کا مرض ہے اب راہ پر آئے کہ مرض کی بھی خبر ہو گئی اور خبر تو پہلے بھی تھی- کیا اپنا مرض انسان کو معل
نہ ہو- مگر لوگ بیفکری سے بے تمیزی کی باتین کرنے لگتے ہین جو آدمیت کے خلاف ہے اور یہ درجہ بیعت
پہلے سیکھنے کا ہے اسکی تعلیم شیخ کے ذمہ نہین ان خرافات کیواسطے شیخ نہین- دیکھئے اگر کوئی شخص حوض پر
کھولکر بیٹھ جائے کہ پیر جی ذرا میری آبدست لے دو اور وہ اسپر کہے کہ یہ کیا بد تمیزی ہے اور وہ یہ جواب د
کہ تمہارے پاس تمیز ہی سیکھنے تو آئے ہین تو کیا یہ جواب نہ دیا جاویگا کہ ایسی تمیز سکھانا شیخ کے ذمہ نہ
اس سے معلوم ہوا کہ موٹی موٹی باتین پہلے سے سیکھ کر شیخ کے پاس آنا چاہئے البتہ جو باتین دقیق

انکی تعلیم شیخ کا منصب ہے - اور موٹی باتوں مین غلطی کرنے کا سبب بے عقلی نہین بلکہ بیفکری ہے جسکا علاج بالکل اختیاری ہے اگر ذرا بھی فکر سے کام لین تو اس قسم کی کوتاہیان اور غلطیان اور بدتمیزیان اول تو ہون ہی نہین یا بہت ہی کم صادر ہون مگر یہ مرض بیفکری کا اسوقت عام ہو گیا ہے اور قریب قریب عوام وخواص سبکو اس مین ابتلا ہے اسنے لوگون کو خراب اور تباہ کر دیا مین زیادہ تو فکر ہی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہون -

(ملفوظ ۵۵۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ مولانا رومی نے معتزلہ کا مذہب لکھا ہے کہ تجربہ سے عقول مین تفاوت ہو جاتا ہے اور اہل حق کا قول لکھا ہے کہ عقل فطری چیز ہے فطرۃً ایک کی عقل سے دوسرے کی عقل مین تفاوت ہوتا ہے فطرت ہی سے کسی مین زائد ہوتی ہے کسی مین کم -

(ملفوظ ۵۵۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مطلوبیت کے خواص جدا ہین طالبیت کے جدا - مطلب یہ ہے کہ بعض شیوخ طالب اور مرید کی ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہین کہ دیکھنے والیکو شبہ ہوتا ہے کہ شیخ اپنی اغراض مین اس کا محتاج ہے اسلئے اسکی رعایت کرتا ہے سو یہ تو طالب کو مطلوب بنانا ہے بس اس طرح طالب کو مطلوب بنانے سے مجھے طبعًا غیرت آتی ہے مین کیا کرون - چنانچہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ **الالقاء** ہمارے نام جاری کر دو - یہ بھی تو نہین لکھا کہ جاری کرا دو - مین نے جواب مین لکھدیا ہے کہ دہلی جاکر جب مین الالقاء کی تجارت کرون گا اسوقت یہ فرمایش بھیجنا اب اگر یہ جواب نہ دیتا تو بتلائیے کیا دیتا مجھسے للّو پتّو نہین آتی -

(ملفوظ ۵۵۷) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا کانپور سے اس مین دریافت کیا تھا کہ **یوم عید میلاد النبی** کرنا کیسا ہے - مین نے جواب مین لکھدیا کہ کیا خیر القرون مین اسکی کوئی نظیر پائی جاتی ہے یہ اسلئے لکھا کہ اگر بدعت لکھدیتا تو بدعت کے لفظ سے لوگ گھبراتے ہین اب اس سے جواب بھی ہو گیا اور انہین پر سوال باقی رہا دیکھون کیا لکھتے ہین -

۲۹ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۵۵۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ شاہان سلف باوجود اسکے کہ بعض کا دینداروں مین شمار نہین مگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی عظمت اور احترام انکی رگ رگ مین رچا ہوا تھا خواہ جزئیات مین کچھ لغزش ہو جاتی ہو - ایک مرتبہ نور جہان قلعہ کی چھت پر سیر کر رہی تھی ایک دھوبی جارہا تھا اس نے

کہیں اوپر دیکھ لیا نور جہان کو غیرت آئی اور اُسکے گولی ماردی۔ اسکے بعد دربار شروع ہوگیا اہل مقدمہ آنے شروع ہوگئے منجملہ اور اہل مقدمہ کے ایک دھوبن آئی جو بدحواس تھی دریافت کرنے پر کہا کہ حضور قلعہ سے گولی چلی اور میرے خاوند کے لگی وہ مرگیا اب میں بیوہ ہون میرا انصاف کرو۔ بادشاہ نے نور جہاں سے پوچھا۔ نور جہان نے کہا کہ میری ہی گولی سے مرا ہے۔ بادشاہ نے دھوبن سے کہا کہ اسنے تمکو بیوہ کیا ہے گردن جھکا کر کہا کہ یہ تلوار رکھی ہے تم میری گردن اُڑا کر اسکو بیوہ کردو اس دھوبن نے معاف کردیا۔ کیا ٹھکانا ہے کسقدر عدل مزاج مین تھا گو خاص یہ ہیئت انتقام کی قواعد پر منطبق نہین مگر مادہ عدل کا رسوخ تو اس سے ثابت ہوتا ہے اور یہ وہ بادشاہ ہے جسکا شمار دیندارون مین نہین اور یہ واقعات بادشاہون کے ہین جو دنیادار بلکہ فاسق فاجر کہلاتے ہین یہ حکایت الامان اخبار ۳ اگست ۱۹۳۲ء دہلی نے شائع کی ہے اور ایک ہندو کی تاریخ سے حوالہ دیکر لکھی ہے اسپر بھی متعصب مصنفین شاہان اسلام پر بہتان باندھتے ہین۔ اصل تو یہ ہے کہ یہ مصنفین اسلام ہی کے دشمن ہین بعض قومین چاہتی یہ ہین کہ اسلام ہی دنیا مین نہ رہے۔ رات دن کے واقعات مشاہد ہین ہر محکمہ اور ہر دفاتر مین مسلمانون کو جسطرح تنگ کر رکھا ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہین ہے۔ ایک شخص مجھسے کہتے تھے کہ ان لیڈرون وغیرہ کو جو کہ مخالف قومون سے اتحاد گانٹھتے پھرتے ہین کیا خبر انکو ان سے سابقہ ہی کیا پڑتا ہے ہمسے کوئی پوچھے کہ انکی وجہ سے ہم کن مصائب اور پریشانیوں کا شکار بنے ہوئے ہین۔ اور کوئی فریاد سننے والا نہیں بعضے حکام بھی ان کی حرکات کو خوب اچھی طرح جانتے ہین مگر چشم پوشی کرتے ہین پھر اسپر فرمایا کہ معلوم نہین یہ اسقدر مرعوب کیون ہین۔ بس جی دونون ایک ہی ہین فرق تھوڑا کا سلسلہ ہے۔

(**ملفوظ** ۹۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ ضروری ضروری کام سب ختم ہوگئے ایک دو باقی رہگیا ہے وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ پورا ہوجائیگا اب کام کم کردینے کا ارادہ ہے اب تحمل بھی نہین ہوتا ابتو اسکی دعا کیجئے کہ اسکے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نام لینے کی توفیق عطاء فرماوین۔ مین ساری دنیا کو تعلیم کرتا ہون مگر مجھکو اسوقت تک بھی کوئی فارغ وقت اسکے لئے نہین ملا۔

(**ملفوظ** ۹۹۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اور لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت کچھ کام ہوگیا اور یہ برکت مشاغل و تعلقات سے جدا رہنے کی ہے ورنہ اگر مثلاً مین تجارت کرتا جیسے بعض مصنفین اپنی کتابین چھپوا کر فروخت کرتے ہین تو اس قدر رسائل جمع نہ ہوتے اور میرے شایع نہ کرنے پر خاص خدا تعالیٰ کا

یہ فضل ہے کہ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ کسی کا کلام اُسکی حیات ہی میں اس کثرت سے شائع ہوا ہو۔ تجارت پر ایک قصہ یاد آیا ایک شخص نے خط لکھا کہ اہل باطل کی فلان کتاب کا جواب لکھدو مین نے جواب مین لکھا کہ مجکو تو فرصت نہیں تم خرچ برداشت کرو تو مین کسی عالم سے حق المحنت دیکر لکھوا دون اسپر اُسنے لکھا کہ خدا کا خوف کرو اس قدر دین فروش مت بنو۔ کتابین چھاپ چھاپ کر اتنا تو روپیہ کمایا اور پھر بھی قناعت نہین ایک کتاب لکھنے کی درخواست کی اُسپر بھی روپیہ مانگا جاتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ بہت دن کی بات ہے فرمایا کہ جی ہان بہت دن کی بات ہے لیکن اگر ابھی کی ہوتی تب بھی ایسا جواب دینا کیا گناہ تھا کسی کا اجارہ ہے ایسا جواب دینا ایک شخص کی رائے ہے اس کا اظہار کرتا ہے اس مین کسیکو کیا دخل کہ ایسا جواب مناسب نہ تھا دوسرا جواب مناسب تھا

(ملفوظ ۱۱۱۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ایک قصبہ ہے جرتھاول۔ وہان میرے ایک سسرالی عزیز قتل ہو گئے تھے اسلئے میں وہان پر گیا تھا انکی تجہیز وتکفین مین شریک ہوا جب دفن کرکے واپس ہوئے تو مین ان کے مکان کی ڈہوڑی مین بیٹھا تھا۔ مکان مین سے عورتوں کے رونے اور جزع فزع کے الفاظ جو کان مین پڑے بس ان الفاظ نے میرے قلب کا ستیاناس کردیا اختلاج ہوگیا اور اختلاج سے ضعف اور ضعف سے ایک منکر وسوسہ مُسلط ہوگیا جسکے دفع مین پریشانی بڑھ گئی اتفاق سے ایک اور عزیز کے مکوہ کے سبب گنگوہ جانا ہوا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا فرمایا کہ یہ حالت قبض کی ہے اسکے دفع مین زیادہ تندھی نہ کرنا چاہئے اس سے زیادہ تسلط ہوجاتا ہے جب زیادہ پریشانی ہوئی تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ سفر کرو تاکہ خیالات دوسری طرف متوجہ ہون اور واقعی ایسی حالت مین سفر بھی مفید ہوتا ہے۔ دل بٹتا ہے فرحت ہوتی ہے اس کا خود مجھکو تجربہ ہوا۔ اس حالت سے بہت پہلے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ سے رخصت کے وقت فرمایا تھا کہ تمکو ایک حالت پیش آویگی اس مین جلدی نہ کرنا اگر حضرت کی یہ وصیت نہ ہوتی تو معلوم نہیں میں پریشانی مین کیا کر گذرتا ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس بلا سے نجات دی۔ ایک بار اور بھی دوسرے اسباب سے قلب مین ایک آگ پیدا ہوگئی تھی حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا حضرت نے تسلی کے بعض الفاظ ایک حاجی کے ہاتھ کہلا بھیجے ظہر کیوقت وہ الفاظ پھونچے تھے مغرب تک سکون ہوگیا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی خاصیت رکھی ہے الفاظ مین بھی بعضی خاصیتین ہین۔ اس تاثیر عنوان کی اصل سے بھی بہت سے مسائل تربیت کے متعلق نکلتے ہیں اور بڑے اشکالات حل ہوتے ہین

چنانچہ اسپر ایک واقعہ یاد آیا جو اسی پر مبنی ہے کہ عنوان کو بعض مقاصد مین بڑا دخل ہوتا ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ ایکمرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس مین ایک طالب علم نے جو اسوقت موجز مین شریک تھے مولانا سے ایک قصہ ریاست رامپور کا بیان کیا کہ ایک شیخ تھے پیری مُریدی کیا کرتے تھے اُنپر ایک حالت طاری ہوئی جس میں وہ یوں سمجھہ گئے کہ مین شیطان ہوگیا وہان اسوقت مولوی شاہ ارشاد حسین صاحب موجود تھے اتفاقاً وہ پیر صاحب اُنکے پاس بھی آئے اسوقت مولوی صاحب درس میں مشغول تھے ان پیر صاحب سے حسب عادۃ عامہ سوال کیا آپ کون ہین اُنہوں نے کہا کہ شیطان ہوں۔ مولوی صاحب نے جواب میں کہا کہ اگر شیطان ہو تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ وہ فوراً وہان سے اُٹھ آئے ان الفاظ نے اور بھی انکا دل توڑ دیا اور خودکشی کا ارادہ کرلیا ایک مُرید سے کہا کہ میں چونکہ شیطان اور مردود ہوگیا ہوں اسلئے اپنے وجود سے دنیا کو پاک کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی گردن جُدا کرتا ہوں اسکے بعد تم دیکھ لینا اگر کھال الجھی رہجائے اسکو جُدا کردینا غرضکہ پیر صاحب نے ایک خلوت گاہ میں جاکر خودکشی کرلی اور بقیہ کھال کو مرید نے جُدا کردیا جس حالت میں مرید کھال جُدا کررہا تھا کسی نے دیکھ لیا۔ پولیس میں اطلاع ہوگئی پولیس نے آکر گرفتار کرلیا چالان ہوگیا اُسنے کہا کہ میں خود چاہتا ہوں کہ میرا قصہ بھی ختم ہو پیر کے بعد زندگی تلخ ہوگی۔ یہ خبر مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کو بھی پہونچی۔ اُن کا بیان ہوا کہ ابتداء واقعہ کی کیا ہوئی تب اُس مرید کی جان بچی۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنکر فرمایا کہ اگر مجھکو یہ معاملہ پیش آتا تو میں کہتا کہ اگر تم شیطان ہو تو کیا ہوا نسبت تو اب بھی قطع نہیں ہوئی اسلئے کہ شیطان بھی تو ان ہی کا ہے تو اس سے وہ قبض جاتا رہتا۔ اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ وہ نسبت تو شیطان کو حاصل نہیں جو مطلوب ہے پھر اس سے تسلّی کیسے ہوتی اس کا جواب اُسی اصل سے ہو سکتا ہے جو بیان کررہا ہوں کہ کبھی محض عنوان سے علاج ہو جاتا ہے جسکو مبصر ہی سمجھ سکتا ہے کہ اس شخص کی استعداد کی خصوصیت سے یہ عنوان نافع ہوجاویگا ہر شخص کی سمجھ مین نہین آسکتا۔ سو یہاں پر گو نسبت مطلوبہ حاصل نہ ہو مگر خود اس عنوان سے ایک تسلّی ہو جاتی۔ اسی اصل کی ایک فرع اور یاد آئی۔ ایک شخص نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت عمل پر دوام میسّر نہین ہوتا کبھی ہوتا ہے کبھی نہین ہوتا فرمایا کہ یہ بھی تو ایک قسم کا دوام ہی ہے کہ کبھی ہوا اور کبھی نہ ہوا اس مجموعہ پر تو دوام ہے کبھی ایسے عنوانات سے طالب کی تشفی ہو جاتی ہے طبیب ہی معالجہ کے اُصول کو جانتا ہے کہ یہ عنوان مفید ہوگا اس تسلی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس سے مریض کا

دل بڑھتا ہے اور عمل سہل ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے دوام مطلوب بھی میسر ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا ہی کی ایک تقریر سے ایک حدیث میں اس کا ماخذ سمجھ میں آگیا وہ حدیث یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی منافق کے جنازہ کی نماز پڑھائی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ادب کی ساتھ اختلاف کیا اور عرض کیا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم حضور نے جواب ارشاد فرمایا خیرنی فاخترت یعنی مجھکو اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا بلکہ اختیار دیا ہے اور فرمایا سازید علی السبعین یعنی میں ستر سے زیادہ استغفار کرلوں گا۔ اب یہاں پر دو اشکال ہیں۔ ایک اشکال یہ ہے کہ حضور تو اہل زبان ہیں اور افصح العرب اس درجہ کے ہیں کہ کفار خدا تعالیٰ کے کلام کی فصاحت و بلاغت کو حضور کی طرف نسبت کرتے تھے کہ یہ آپ کا کلام ہے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ استغفر لھم او لا تستغفر لھم تخییر کیلئے نہیں بلکہ تسویہ کیلئے ہے جسکی تصریح سورہ منافقون میں کردیگئی ہے سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم اسی طرح سبعین تحدید کیلئے نہیں تکثیر کیلئے ہے چنانچہ سورہ منافقین ہی میں اسکی بھی تصریح ہے بدون عدد کے لن یغفر اللہ لھم واقع ہے جب معمولی اہل زبان اسکو سمجھ سکتا ہے تو حضور نے تخییر و تحدید کیسے سمجھی۔ اس کا جواب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے یہ ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت رحمت کی وجہ سے لفظوں سے تمسک فرمایا معنے کی طرف التفات نہیں فرمایا تو اس جواب تمسک بالالفاظ کا وہی حاصل ہوا کہ آپنے عنوان سے کام لیا۔ اسی لئے میں نے کہا تھا کہ اس قاعدہ کا ماخذ مولانا کی تقریر سے ایک حدیث میں سمجھ میں آگیا۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ عالم ہونا بھی آسان فاضل ہونا بھی آسان مگر محقق ہونا مشکل ہے ظاہر علوم کے متعلق بھی اور باطنی علوم کے متعلق بھی۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور لطیف جواب سنا گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں ایک بار مولانا کی خدمت میں حاضر تھا مولانا اکثر افادہ کی غرض سے بہت دیر دیر تک کلام فرمایا کرتے تھے راوی کہتے ہیں مجھکو شبہ ہوا کہ کتابوں میں تو لکھا ہے کہ زیادہ بولنا اچھا نہیں اور حضرت بہت بولتے ہیں اور حضرت مولانا سے یہ شبہ ظاہر بھی فرمایا حضرت مولانا نے فرمایا کہ تقلیل کلام فی نفسہ مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ فضول کلام نہ ہو مگر مبتدی کو جو تقلیل کلام کی تعلیم کی جاتی ہے وہ اسلئے کہ وہ فضول کلام سے بھی رک نہیں سکتا جب تک اسکو ضد کامل پر نہ لایا جاوے یعنی ترک کلام پر یا ایسی تقلیل پر جو قریب ترک کلام کے ہو اور اسپر ایک عجیب مثال فرمائی کہ دیکھو کاغذ کو جب موڑ کر رکھتے ہیں اور پھر سیدھا کرنا چاہتے ہیں تو سیدھا کرنیکے لئے اُلٹی طرف اتنا ہی

موڑتے ہین اس سے وہ اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے اگر پہلے ہی سیدھا کرکے چھوڑ دیں وہ پھر مُڑ جاویگا یہ ہے محقق ہونیکی بات۔ پھر اس تذکرہ سے محظوظ ہوکر فرمایا کہ لوگ کہتے ہین کہ شراب مین نشہ ہوتا ہے مگر اتنا نہیں ہوتا جتنا اپنے بزرگون کے تذکرہ میں ہوتا ہے کیونکہ وہ دیرپا نہیں اور یہ عمر بھر نہیں اُترتا۔

(ملفوظ[۸۶۲]) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ایک صوفی ملے اموال کی مذمت اولاد کی مذمت کرنے لگے اور استدلال میں یہ آیت پڑھی انما اموالکم واولادکم فتنۃ میں نے کہا فتنہ کا یہ مطلب تھوڑا ہی ہے جو آپ کا ہے کہ یہ چیزین ہر حال مین مُضر ہین دوسرے اس سے پہلے قرآن مین یہ بھی تو ہے ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم تو بیوی کو علی الاطلاق مذموم کیون نہین سمجھتے حَسِین ہی کیون تلاش کیجاتی ہے جیسی بھی ملجائے چاہے اندھی ہو کانی ہو چڑیل ہو سڑیل چیچک منہ داغ ہو اُسپر راضی رہنا چاہئے۔ یہ غیر محقق لوگ ایسی ہی باتین لئے پھرتے ہین۔ محقق کا تو یہ مشرب ہے کہ خدا تعالی کی نعمتون کی قدر کرتے ہین اور اذن شرعی کے بعد اُس سے استغناء و اعراض نہین کرتے جہاں رغبت کا حکم ہو اُسپر عمل کرتے ہین کہ ؎

چوں طمع خواہد زمن سُلطان دین | خاک برفرق قناعت بعد ازین

بات یہ ہے کہ نعمت ملنے کے وقت کسی کی نظر نعمت پر ہے اور کسی کی منعم پر اور غیر محقق اس فرق کو نہیں سمجھتا اسلئے وہ نعمت سے استغناء ظاہر کرتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عارف کو ان دنیوی نعمتون مین جنت کی نعمتون کا مشاہدہ ہوتا ہے اسلئے اسکی رغبت کرتے ہین۔ فقہاء کے ایک فتوے سے اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ شریعت نے مَردون کیلئے چار انگل حریر کو جائز رکھا ہے اس مین فقہاء نے یہی حکمت بیان کی ہے کہ وہ حریر جنت کا نمونہ ہوجاوے یعنی تاکہ وہ داعی ہو طلب نعماء جنت کی طرف اور اس سے اسکے اسباب تحصیل یعنی اعمال صالحہ کا اہتمام پیدا ہو۔

(ملفوظ[۸۶۳]) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اپنے پاس اعمال وغیرہ کا تو کچھ ذخیرہ نہین صرف بزرگون کی دعا اور محبت ہی ہے۔ مین جب حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین جاتا تو فرماتے کہ تو جب آتا ہے دل زندہ ہوجاتا ہے یا تازہ ہوجاتا ہے ان میں سے ایک لفظ تھا اپنے بزرگوں کا محبت کرنا خوش رہنا خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس کا ہر شخص کو اہتمام رکھنا چاہئے۔

(ملفوظ[۸۶۴]) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بزرگون کے کلام مین ایک خاص شوکت ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام

کی شان تو بہت ہی رفیع ہے مگر ان حضرات اہل اللہ کے کلام مین بھی ایک عجیب کیفیت ہوتی ہے جو کسی اور کے کلام میں نہیں ہوتی چنانچہ خود ان کے کلام کے رنگ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے کبھی پالیسی وغیرہ سے کام نہیں لیا یہی وجہ ہے کہ اس کا بہت جلد اثر ہوتا ہے۔ اب نقال لوگ چاہتے ہیں کہ نرے لیکچروں اور وعظوں سے مسلمانوں کی حالت سنبھال لین یہ کیسے ممکن ہے بدون خلوص اور عمل کے کلام مین برکت اور اثر کا ہونا عادۃً محال ہے بدون اخلاص اور قول کو عملی جامہ پہنائے کچھ نہیں ہو سکتا سو اس کی طرف کسیکو بھی التفات نہیں محض زبانی عملدرآمد ہو رہا ہے بلکہ الفاظ بھی ان کے پاس گنے چنے ہی ہیں بس انکو ہی رٹتے رہتے ہین معنے سے وہ بھی عاری۔ الفاظ پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ اتفاق سے ایک مولوی صاحب کی ملاقات ایک انگریز سے ہوئی۔ اس انگریز نے کہا گنگ۔ مولوی صاحب نے کہا سنگ قافیہ ملا دیا۔ جن صاحب کی معرفت اس انگریز نے ملاقات کی کوشش کی تھی اُن سے مولوی صاحب نے کہا کہ کیا واہیات آدمی سے مُلاقات کرائی جس نے ایک لغو حرکت کی اُنہون نے کہا کہ وہ تو آپ کی تعریف کرتا تھا کہ مولوی صاحب بہت بڑا عالم ہے ہمنے پوچھا تھا کہ گنگ دریا کہان سے نکلا ہے اُسنے کہا کہ پہاڑون سے۔ سنگ کے یہ معنے سمجھا بس اسی رنگ کے ان لوگوں کے علوم ہین جنپر ان کو ناز ہے پھر اسپر دعوی قرآن وحدیث کے سمجھنے کا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام مین اصالۃً اور ان کے ورثہ مین ارثاً یہی بات تو تھی کہ علم بھی کامل تھا اور عقل بھی اور پھر اسپر ہر کام اللہ کیواسطے ہوتا تھا خلوص سے ہوتا تھا تو یہ چیزین اپنے اندر پیدا کرو۔

(ملفوظ ۹۶۵) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ عین غلطی پر تنبیہ اور مواخذہ کرنے کی حالت مین بھی مجھپر خود ایک خوف کا غلبہ ہوتا ہے کہ میرے افعال بھی تو سب قابل مواخذہ کے ہین اسی لئے جہان کسی نے طریقہ کی موافق معذرت کی فوراً نرم ہو جاتا ہون اسلئے کہ مجھکو بھی تو خوف ہے کہ کہین حق تعالی اسی طرح مجھسے مواخذہ فرمائیں اور معذرت بھی قبول نہ ہو تو پھر مین ہی کیا جواب دیسکتا ہون اور مواخذہ کا جو ظاہری کچھ اثر رہتا بھی ہے وہ بھی مخاطب ہی کی مصلحت اور خیر خواہی سے اور اگر تعلق نہ ہوتا تو اسکو تجویز اور تدابیر کیون بتاتا اور اصلاح کیون کرتا۔ ہان یہ ضرور ہے کہ مواخذہ کیوقت لہجہ تیز ہو جاتا ہے سو یہ میری فطری بات ہے۔ مگر آجکل صرف نرمی سے بولنے کو اخلاق سمجھتے ہین چاہے اسکا حاصل کتنی ہی ایذا کی بات ہو مگر ہو نرم۔ ہمارے ضلع کے ایک کلکٹر کی حکایت ہے کہ معتوب کیلئے اردلی کو بہت نرمی اور تہذیب سے حکم دیتا کہ آپ کا کان پکڑ کر باہر نکالدو لہجہ نہایت نرمی کا ہوتا تھا سو وہ خلیق مشہور ہوتا۔ کیا خرافات ہے یہ تو اور بھی زیادہ تکلیف دہ بات ہے کہ بات تو نرم اور سزا سخت سو

مجھ میں اس قسم کے اخلاق مروجہ نہیں نہ مجھکو یہ پسند۔ سو اگر کسیکو میرا یہ طرز ناپسند ہو وہ نہ آئے۔ میں ایسے ہی موقع پر یہ شعر پڑھا کرتا ہون ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی — جسکو ہو جان و دل عزیز اُسکی گلی میں جائے کیون

(ملفوظ ۸۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیا کے جو علوم کشفیہ ہین وہ ان احکام کے سامنے جو بذریعہ وحی کی پھونچے ہیں کوئی حقیقت نہیں رکھتے ان احکام کو چھوڑ کر کشفیات میں خوض کرنا نہایت مضر ہے مثلاً..... وحدۃ الوجود ہی کا مسئلہ ہے یا ایسے ہی مسائل ہیں بلا ضرورت ان کی تقریر کرنا خصوص عوام کے سامنے سخت مضر ہے اسی کو فرماتے ہین ؎

ظالم آن قومیکہ چشماں دوختند — از سخنہا عالمے را سوختند

ان کو تو جس حالت ابہام پر ہیں ایسے ہی رہنے دینا چاہئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے ابھموا ما ابھم اللہ تعالیٰ یعنی جس چیز کو خدا نے مبہم رکھا ہے تم بھی مبہم رکھو بڑی حکمت کی بات ارشاد فرمائی مگر اسکے برعکس آجکل ان مسائل مین بڑے غلو سے کام لیا جا رہا ہے۔

(ملفوظ ۸۶۷) ایک مولوی صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب سوال کرنا بھی نہیں آتا تو بولے ہی کیون تھے اور کیا میرے پاس آپ یہان پر مسائل فقہی کی تحقیقات کیلئے تشریف لائے ہین کیا اس کام کیلئے مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارنپور آپکے نزدیک ناکافی ہین جو اسکے لئے یہان آنیکی ضرورت ہوئی آپنے خواہ مخواہ بولکر ایذا پھونچائی جب بولنے کا سلیقہ نہین۔ معلوم نہین آپ لوگون کو کیا ہو گیا آخر فہم کیا ہوا اسی لئے مین کہا کرتا ہون کہ نری کتابین پڑھنے سے کچھ نہین ہوتا جبتک کسی کی جوتیان سیدھی نہ کی ہون۔ عرض کیا کہ میں معافی چاہتا ہون اور آئندہ ایسی بات سے احتیاط رکھون گا۔ فرمایا معاف ہے۔ آئندہ ضرور ایسی باتون کا خیال رہے اور اس وقت سے جب تک آپ کا قیام ہے ہرگز مجلس میں بیٹھکر نہ بولین نہ کسی قسم کا سوال کرین خاموش رہین اگر آپ اپنا کچھ نفع چاہتے ہین۔ زیادہ تحقیق کرنیوالے اکثر محروم رہتے ہین حاصل صرف ان کو ہوتا ہے جو اپنے کو مٹا کر رہتے ہین

۲۹ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۸۶۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جو فعل سبب ہو معصیت سے بچنے کا اُسپر بھی اجر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے ہمبستر ہوتا ہے اسکو ثواب ملتا ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ اس مین ثواب کی کیا بات ہے فرمایا کہ اگر بُرے کام مین لگتا تو گناہ ہوتا اب بُرے کام سے بچا تو ثواب ملیگا مگر عوام ایسی باتون کو نہین سمجھتے۔

(ملفوظ ۸۶۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب چیز ہے توضیح مین حکایت لکھی ہے کہ بازار مین ایک لونڈی نہایت حسین بِکْ رہی تھی ایک طالب علم دیکھکر فریفتہ ہو گئے مگر کرین کیا پلے کچھ تھا نہین اور قیمت بہت زیادہ۔ ترکیب یہ کی کہ ایک رئیس دوست سے گھوڑا جوڑا لیکر سوار ہو کر پانچ چار شاگردون کو ساتھ لیکر رئیسانہ ٹھاٹ سے سوداگر کی دُکان پر پھونچے اور اس لونڈی کو خرید کر اُسی مجلس مین آزاد کر کے نکاح کر لیا اور لیکر چلدئے بڑے آدمی سے کون کہہ سکتا ہے کہ پہلے قیمت دیدو تب بیع کرونگا۔ اب صرف روپیہ قرض رہا جب ہوگا ادا کر دینگے عجیب ترکیب کی۔

۳۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۸۷۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ پہلے مسلمان نہایت ہی قوی الایمان اور شجاع ہوتے تھے محمد بن قاسم نے جسوقت ہندوستان پر چڑھائی کی کم وبیش غالبًا کُل چھ ہزار کے قریب آدمی تھے اور ان کی عمر اسوقت سترہ برس کی تھی اور بڑے بڑے بوڑھے تجربہ کار لوگ لشکر مین ہمراہ تھے مگر سب ان کی اطاعت کرتے تھے اور اس وقت تمام ہندوستان مین کفر ہی کفر تھا ہر چہار طرف رجواڑے بھرے پڑے تھے مگر فتح پر فتح ہوتی رہی اور قلعہ پر قلعہ قبضہ مین آتے رہے پھر ان کو نہ کوئی کافی رسد پھونچا سکتا تھا نہ کمک پھونچ سکتی تھی اللہ اکبر کیسے متوکل لوگ تھے کچھ پرواہی نہ تھی سوائے ایک ذات پاک کے اور کسی پر نظر نہ تھی بڑے ہی قوی الایمان لوگ تھے اگر ایسے نہ ہوتے تو آج جو کچھ ہندوستان مین شعائر اسلام اور احکام اسلام کی پیروی کرنیوالے ہین یہ کہان نظر آتے یہ سب اُن حضرات کی خلوص نیت کے ثمرات ہین اور اسکے برعکس ایک آجکل کام کرنیوالے پیدا ہوئے ہین۔ جن کے قلوب اغراض سے پُر ہین جاہ عزت کے دلدادہ حکومت اور دولت کے طالب دین واسلام کے دشمن یعنی دوست نما دشمن۔ ملک ایسون ہی

کی بدولت مصائب کا شکار بنا ہوا ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہین ان کی باگ
ان کے ہاتھ مین ہے ہزارون مسلمانون کے ایمان برباد کرادئے۔ طواغیت مشرکین دشمنان اسلام و
دشمنان توحید اور رسالت کو مسلمانون کا ہمدرد اور خیرخواہ بتایا انکی ہر بات کو جو ان کے منہ سے نکلی
قرآن وحدیث سے ثابت کرنیکی کوشش کی اس حماقت او بدفہمی کی کوئی انتہا ہے۔ ان اعداء اسلام کے
مکر وفریب سے جنہون نے مسلمانون کو بچانیکی کوشش کی اور آگاہ کیا انپر قسم قسم کے الزامات اور بہتان
باندھے گئے آخر جب اُن مین سے بعض کی ساتھ رہکر اور اسکے جذبات دیکھکر کہ واقعی یہ اسلام اور مسلمانون
کا سخت دشمن ہے مگر اسوقت جبکہ ہزاروں مسلمانوں کی جان وایمان تباہ اور برباد کرا چکے تب اسکا
ساتھ چھوڑا اور اسپر بھی ابتک بعض بدفہم مسلمان اسکو اسلام اور مسلمانوں کا ہمدرد اور خیرخواہ سمجھ رہے
ہین کیا ٹھکانا ہے اس غباوت کا۔ مین تو کہا کرتا ہوں کہ وہ چالاک اور مکار ہے عقل سے اسکو واسطہ نہین۔
عاقل اگر ہوتا تو پہلے آخرت کی فکر کرتا۔ دیکھئے قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتے ہین ان کیدکن عظیم ط
اس مین عورتوں کے مکر کو عظیم فرمایا اور حدیث مین ہے کہ عورتین ناقص العقل ہین تو معلوم ہوا کہ مکر اور چیز ہے او
عقل اور چیز ہے۔ ایسے شخص کا بس نہین چلتا اگر بس ہو اور قوت ہو تو ایسا شخص تو مسلمانوں کے بچہ بچہ
کو ذبح کرادے اور جو کچھ اس وقت تک واقعات مسلمانون کو پیش آئے یہ سب ایسون ہی کی سازش
اور تنظیم کا نتیجہ ہے۔ اب کوئی نہ سنے اور نہ سمجھے تو اس کا کیا علاج۔ افسوس تو مسلمانون کی حالت پر ہے
کہ انکو اپنے دوست اور دشمن کی پہچان نہین۔ بدنیت بددین بداخلاق لوگون کی اتباع مین فلاح
ڈھونڈتے ہو اے مسلمانوں یاد رکھو تمہاری فلاح اور بہبودی صرف حق تعالیٰ کی اتباع اور جناب
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی مین ہے کیون دربدر گداگری کرتے پھرتے ہو تمہارے گھر مین
خود خزانہ مدفون ہے تمکو خبر نہین۔ تمہاری مثال اس بچے کی سی ہے کہ جسکے نام سے بنک مین ایک لاکھ ر
جمع ہے مگر اسکو معلوم نہیں۔ تمہارے پاس ایک اتنی بڑی دولت ہے کہ تمام عالم کے غیر مسلم اگرچہ وہ
ہفت اقلیم کی سلطنت اور خزائن کے بھی مالک ہون مگر اُس دولت کی گرد کو نہین پہونچ سکتے جس سے
تمکو خداوند جل جلالہ نے نوازا ہے وہ دولت دولت ایمان ہے اسکی قدر کرو اسکی قوت کے جو ذرائع ا
قسمیں ہین انکو اختیار اور استعمال کرو اور وہ اعمال صالحہ ہین پھر دیکھو چند روز مین کیا سے کیا ہوتا ہے اور اعتقاد
سے نہ سہی بطور امتحان ہی کے کر کے دیکھ لیا اسکو فرماتے ہین سہ

سالہا تو سنگ بودی دل خراش　　آزموں را یک زمانے خاک باش

پھر خاک ہو جانیکے بعد تو یہ حالت ہوگی ؎

در بہاران کے شود سر سبز سنگ　　خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

(ملفوظ ۸۷۱) ایک دیہاتی شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے لڑکے کو فلان مرض ہے اور یہ اسکی حالت ہے حضرت ایک تعویذ دیدین۔ فرمایا کہ طبیب سے علاج کراؤ یہ تعویذ گنڈون کا کام نہیں۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ ان دیہاتیون مین یہ ایک خاص مرض ہے کہ ہر مرض کو تو یہ اوپرا اثر (یعنی آسیب) سمجھتے ہین اور بجز تعویذ گنڈون کے اور کوئی علاج نہین کرتے۔ اب بعض اہل الرأی کے خیال مین تو یہ رائی ہے کہ کچھ پڑھ دیا ہوتا کوئی تعویذ گنڈا بنا دیا ہوتا اسکی تسلی ہو جاتی مگر لوگ ایک پہلو کو دیکھتے ہین دوسرے پہلو کو نہیں دیکھتے وہ دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ شخص اسکی وجہ سے اصل علاج سے بیفکر ہو جائیگا اگر واقع مین مرض ہی ہوا تو وہ بڑھ جائیگا اور میری اس تنبیہ سے کہ یہ مرض ہے دوسرے عامل کو بھی تلاش نہ کریگا اور اصل علاج کی طرف متوجہ ہو جائیگا۔

(ملفوظ ۸۷۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مکان سے میت کا جنازہ اُٹھانے سے قبل مکان ہی پر ایصال ثواب کیلئے کچھ تقسیم کر دیا جائے تو کیسا ہے فرمایا بہت مناسب ہے۔ عرض کیا کہ ہمارے یہان رسم ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر کچھ تقسیم کرتے ہین اور نماز جنازہ ایک خاص مقام پر ہوتی ہے وہان تقسیم کرتے ہین۔ فرمایا وہان تقسیم کرنا اکثر ریا و تفاخر کی نیت سے ہوتا ہے اسلئے مکان ہی پر تقسیم کرنا مناسب ہے اور وہ بھی احتمندون کو پہونچا دیا جائے۔ اسکے بعد فرمایا کہ بعضی بدعت اور سنت مین فرق کرنا نہایت ہی مشکل ہے بخصوص عوام کو اور یہی وجہ ہے کہ بدعت مین لوگون کو زیادہ ابتلاء ہو گیا ہے اور بعض دفعہ سنت غیر مقصودہ اور مقصودہ مین خلط ہو جاتا ہے۔ ہر چیز کو اپنے درجہ پر رکھنا بڑے مبصر کا کام ہے ایک بزرگ نے حدیث مین یہ دیکھکر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ جو کی روٹی بے چھانے آٹے کی کھاتے تھے اپنے مریدین سے فرمایا کہ آج سے ہم سنت کیموافق آٹے کی روٹی پکوا کر کھایا کرین گے بدون چھانے آٹا گوندھکر پکاؤ چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر روٹی کھاکر سب کے پیٹ مین درد ہو گیا اُن بزرگ سے عرض کیا گیا فرمایا کہ چونکہ ہم نے عملاً حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ مساوات کا دعوی کیا اسلئے یہ بات ہوئی اب سے حسب عادۃ چھانا کرو۔ دیکھئے اہل اللہ کے ادب کی یہ حالت ہے کہ سنت مقصودہ وغیر مقصودہ مین امتیاز

بھی فرمادیا اور اس فرق مین بھی کیسا ادب کا عنوان اختیار فرمایا - مین اسلئے کہتا ہون کہ سنت پر عمل اور امتیاز پھر اُسکی ساتھ ادب وحفظ حدود سب سے زیادہ مشکل کام ہے خواص بھی سب فرق نہین کر سکتے اور عوام تو کیا فرق کر سکتے -

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ادب حقیقی اور رعایت حقوق جسکو اصل ادب کہتے ہین وہ اہل اللہ کو میسّر ہے اور لوگ تو صرف زبانی ہی جمع خرچ رکھتے ہین اور ادب کی حقیقت سے محض بیخبر اور ناآشنا ہین - اسپر ایک قصہ بیان فرمایا حضرت شاہ ابو المعالی کے یہان اُن کے پیر شیخ محمد صادق صاحب محبوب الٰہی مہمان ہوئے - شاہ صاحب موجود نہ تھے انکی بیوی نے کچھ کھانیکا انتظام کرنا چاہا مگر گھر مین کچھ نہ تھا اور اُس روز گھر مین فاقہ تھا - اُن بیچاری نے محلہ مین پڑوس مین کسیکو بھیجا کہ کہین سے کچھ ملجائے وہ خادم کئی بار آیا گیا شیخ نے اس آدمی سے دریافت کیا کہ تم بار بار کہان آتے جاتے ہو جو بات تھی اُسنے کہدی شاہ صاحب نے ایک روپیہ دیا کہ اسکے گندم منگالو چنانچہ گندم لائے گئے - آپنے گھر میں سے ایک مٹکی منگاکر اس مین گندم بھر کر اور ایک تعویذ لکھکر اس مین رکھہ دیا اور فرمایا کہ جسقدر ضرورت ہوا کرے اس میں سے نکال لیا کرو اور کبھی مٹکی کو لوٹنا مت اور نہ اس مین سے تعویذ نکالنا یہ فرماکر خود چلدئے گھر مین کھانے پکانے کی رونق ہوگئی دس پانچ روز کے بعد شاہ ابو المعالی صاحب مکان پر تشریف لائے دیکھا کہ گھر میں رونق ہورہی ہے وجہ دریافت کی - بیوی نے کہا کہ حضرت شیخ آئے تھے وہ ایک روپیہ کے گندم ایک مٹکی مین بھر کر اور ایک تعویذ لکھکر اس مین رکھہ گئے ہین اس سے یہ سب کام چل رہے ہین - اب شاہ صاحب کو خیال ہوا کہ تعویذ رہتا ہے تو توکل کے خلاف اور اگر نہین رکھتا تو شیخ کے عطیہ سے اعراض - فرمایا کہ حضرت کے اس تبرک یعنی تعویذ کے تو ہم مستحق ہین یہ مٹکی اور مکان اُسکے مستحق نہین یہ کہہ کر اور مٹکی منگا اسکو تُوٹ کر تعویذ تو ٹوپی مین رکھ لیا اور اناج خیرات کردیا - دیکھئے توکل اور شیخ کے تبرک دونون کے ادب کو کیسے جمع کیا واقعی اہل اللہ ادب کے پُتلے ہین پھر ادب کی تفسیر کی کہ ادب کہتے ہین رعایت حقوق کو مگر آجکل ادب تعظیم وتکریم کو اور سامنے نہ بولنے کو اور نیچی گردن کرکے اوپر نہ اُٹھانے کو اور پچھلے پیرون ہٹنے کو ادب سمجھتے ہین جو سب ڈھونگ ہے - اصل چیز خلوص اور فکر ہے ان سے سب کام ٹھیک ہوجاتا ہے مگر آجکل یہی دونون چیزین لوگون مین مفقود ہین - ادب اور خلوص پر ایک اور واقعہ یاد آگیا - دیوبند مین ایک صاحب تھے دیوانجی اللہ دیا - اُنھون نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے

بیعت کی درخواست کی حضرت مولانا نے فرمایا کہ گنگوہ جاکر مولانا سے بیعت ہو جاؤ۔ عرض کیا بہت اچھا۔ گنگوہ پہونچے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر دیوبند آگئے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پھر بیعت کی درخواست کی مولانا نے فرمایا کہ میں نے تو تم سے کہا تھا کہ گنگوہ جاکر مولانا سے بیعت ہو جاؤ۔ عرض کیا مین بیعت ہو آیا اور جہان جہان آپ فرمائین گے وہان جاکر بیعت ہو آؤن گا مگر دل سے بیعت ہون گا آپ ہی سے۔ کیا ٹھکانا ہے اس تعلق اور محبت کا آخر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرمالیا۔ دیکھئے کیا لطیف ادب اور اطاعت ہے۔ ایک اور واقعہ یاد آگیا بلگرام کے ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ اُن کے مرید جو شاگرد بھی تھے حاضر ہوئے دیکھا کہ شیخ کا چہرہ مضمحل ہے قرینہ سے معلوم ہوا کہ کئی وقت کا فاقہ ہے اُٹھکر چلے گئے مکان پر گئے اور بہت سا کھانا اور کچھ نقد خوان مین لگا کر لیکر آئے اور پیش کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ تمہارا ہدیہ ایسے وقت مین آیا ہے کہ مجھے اُسکی حاجت ہے مگر اس وقت لینا سنت کے خلاف ہے اسلئے کہ حدیث مین یہ قید ہے ما اتاك من غیر اشراف نفس فخذہ اور یہان یہ شرط نہین پائی گئی کیونکہ جس وقت تم اُٹھکر گئے تھے مجھے احتمال ہوا کہ شاید کچھ لینے جارہے ہو اور اس احتمال کی وجہ سے مجھکو انتظار رہا تو ہدیہ ایسے وقت آیا اسلئے مین نہین لے سکتا۔ مُرید نے عرض کیا کہ بہت اچھا حضرت جیسے خوشی ہو یہ کہہ اور ہدیہ اُٹھا اور لیکر چلدئے۔ لوگون نے بڑے دانت پیسے کہ یہ کیسا ہدیہ لایا کچھ بھی تو اصرار نہ کیا کہتے ہی لیکر چلدیا مگر جب نظر سے اوجھل ہو گیا تو پھر لیکر آگیا کہ لیجئے حضرت اب تو انتظار نہ رہا تھا اب قبول فرمالیجئے اب تبلایئے دوسرا ایسا کر سکتا ہے ہرگز نہین کر سکتا جنکے قلب مین ادب اور اطاعت کا نور ہو وہی کر سکتے ہین۔ بس یہ ہی حقیقی ادب۔ مین سچ عرض کرتا ہون کہ بادشاہون کا ادب آسان ہے اور اہل اللہ کا ادب مشکل ہے۔ ایک شخص شاعر جونپور کے یہان پر آئے تھے اُنہون نے یہان سے جاکر ایک رسالہ بطور سفرنامہ کے لکھا تھا اس مین یہ بھی لکھا تھا کہ جو تہذیب ہمنے ساری عمر کی کوشش مین حاصل کی تھی وہ وہان جاکر بدتہذیبی ثابت ہوئی

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ عارفین کا مذاق ہی جدا ہوتا ہے وہ مذاق غیر عارف کی سمجھ ہی مین آنا مشکل ہے یہ حضرات نہ فقر کو چھپاوین نہ غنا کو چھپاوین نہ نقائص کو چھپاوین نہ عبادت کو چھپاوین غیر عارف کے نزدیک تو عبادت کا ظاہر کرنا ریا ہے اور عارفین کے نزدیک قصداً اخفاء عبادت ریا ہے کیونکہ اگر سب ماسوا نظر سے غائب ہوتے تو یہ بات ہی کیون قلب مین پیدا ہوتی کہ کوئی دیکھ نہ لے ان سے اخفا کرنا چاہئے

یہ نظر تو غیر اللہ پر ہوئی۔ سو عارف کی نظر مین سب ایسے ہوتے ہین جیسے مسجد کے لوٹے چٹائی وغیرہ کہ ان کے سامنے نہ اظہار عبادت کا کوئی قصد کرتا ہے نہ اخفاء کا

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اس راہ مین ہزارون راہزن اور ڈاکو مخلوق خدا کو گمراہ کرتے پھرتے ہین انہون نے جہل کے سبب تصوف کو ایسی بھنیانک صورت مین لوگون کے سامنے پیش کیا ہے کہ بجائے رغبت کے اس سے نفرت پیدا ہو گئی مگر الحمد للہ اسوقت طریق بے غبار ہو گیا ہے اور ان مکارون کی دکانداریان پھیکی پڑ گئین اب انکے پھندون مین جاہلون کا بھی آنا آسان نہیں اور یہ سب برکت اس صفائی کی ہے جسکو لوگ تشدد کہتے ہین اگر یہ تشدد ہی ہو تب بھی اس چودھوین صدی میں ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ مین ہون لٹھ۔

یکم ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ تمسخر سے کسی شخص کی کسی ہئیت یا حالت کا نقل کرنا اس سے مقصود اسکی تحقیر ہوتی ہے جو عند اللہ بُری بات ہے ایسی حرکت سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے ایسا کرنے کا سبب خدا سے بیخوف ہونا ہے میں نے ایسے بھی بہت لوگ دیکھے ہین کہ کسی کے ہکلانے کی نقل کی اور خود ہکلے ہو گئے بڑے خوف کی بات ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ روزی کا مدار عقل پر نہین ہے محض عطاء حق ہے ایسے لاکھون ہزارون ہین کہ وہ بیوقوف ہین مگر ان کو رزق عقل والون سے ہزارون درجہ زائد مل رہا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہین ان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر اس کا ملنا غیر اختیاری ہے اختیار مین نہین بعض لوگ ساری عمر حالت افلاس مین گذار جاتے ہین اگر کسیکو وسعت رزق میسر ہو جائے بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے قدر کرنا چاہئے اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ کفران نعمت نہ ہو جائے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ مشہور ہے کہ بزرگون کے پاس خالی جاوے خالی آوے فرمایا بات تو ٹھیک ہے مگر اسکے معنے یہ ہین کہ خالی جاوے خلوص سے اور خالی آوے فیوض سے

اب خلوص کی جگہ لوگون نے فلوس کرلیا کہ خالی جاوے فلوس سے اور خالی آوے فیوض سے یہ کانداری کی باتین ہین ان کہانے کمانے والون کی بھی عجیب باتین ہین - ہر چیز مین اپنے مطلب کی بات نکال لیتے ہین اور ہر چیز مین تصرف کرتے ہین اپنی ہی محبوب چیز کو اسمین بھی ٹھونس دیا - وہی مثال صادق آتی ہے کہ کسی نے کسی بھوکے سے پوچھا تھا کہ ایک اور ایک کیا ہوا اُسنے کہا کہ دو روٹیان -

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل لوگ انگریزی کے بہت دلدادہ تھے اور سمجھتے تھے کہ بدون انگریزی حاصل کئے روٹیان ملنا مشکل ہے - اب ہزارون لاکھون بی - اے - ایف - اے جوتیان چٹخاتے پھرتے ہین کوئی دھیلے کو بھی نہین پوچھتا - اکثر انگریزی خوانون کے میرے پاس خطوط آتے ہین جن مین پریشانیان لکھی ہوتی ہین - علم دین اور علم دنیا کا اگر تقابل کیا جائے تب معلوم ہو کہ دنیا بھی دین ہی مین سہولت سے ملتی ہے - دیکھئے علم دنیا کا تو نصاب خاص ہے اسکے قبل محض ناکارہ جس سے دنیا بھی نہین ملتی اور علم دین کا کوئی نصاب نہیں وہ قلیل بھی دنیا ملنے کیلئے کار آمد ہے دیکھئے ادنیٰ درجہ تعلیم دین کا آذان ہے جو پانچ منٹ میں یاد ہوسکتی ہے اور پھر ساری عمر خود اپنی اور اپنے کنبہ کی گذر کیلئے کافی ہے - یہ شخص کسی گاؤن یا قصبہ مین جا پھونچے اور کسی خالی مسجد مین وقت پر اذان دینا شروع کردے کسی سے نہ کچھ کہے نہ سنے دو چار روز مین بستی والون یا محلہ والون کو خود رحم آئیگا کہ بھائی بیچارے نیک آدمی معلوم ہوتے ہین انہیں کو مسجد مین رکھہ لو - لیجئے ہوگیا تقرر اور اگر کچھ ان کو ذرا سی بھی عقل ہے تو پھر سارا گاؤن اطاعت کرنے لگے گا اور کوئی کام بدون میانجی سے پوچھے نہ کرین گے چلو اچھی خاصی حکومت بھی ہاتھ مین آگئی -

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ جی ہان اس انگریزی تعلیم یافتہ طبقے مین اکثر تہذیب کا نام ونشان نہین ہوتا اس تعلیم کا اثر ہی یہ ہے جبکہ اسکے ساتھ علم دین نہ ہو یا کسی اللہ والے کی صحبت میسر نہ ہوئی ہو - ایک صاحب ولایت سے بیرسٹری پاس کرکے آئے - تاریخ آمد سے اطلاع دی بعض احباب اسٹیشن پر پھونچے باپ بھی بیچارے پدری شفقت کی جوش مین اسٹیشن پر پھونچ گئے جسوقت گاڑی اسٹیشن پر پھونچی اور صاحب بہادر گاڑی سے اترے تو باپ سے مصافحہ کرنے میں ہتک ہے کہ ول بڈھا تم اچھا ہے باپ اسوقت گالیان دین اور واپس آگئے - تہذیب کی یہ حالت ہوتی ہے جسپر نازان ہین کہ ہم مہذب ہین - مہذب تو خاک نہین ہان معذب ہین اور معذب بھی بکسر ذال

کہ دوسرون کو تکلیف پھونچاتے ہین۔

(ملفوظ ۴۸۱) ایک صاحب نے ایک تحریری استفتاء پیش کیا۔ حضرت والا نے ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ میں نے دیکھ لیا ہے۔ اس کا جواب لکھکر کسکو دون۔ عرض کیا کہ مین خود آکر لیجاؤن گا۔ فرمایا یہ تو اسوقت ہوسکتا ہے جبکہ میں وقت متعین کردون کہ فلان وقت لیجانا نہ معلوم کب فرصت ملے اور کب اس کا جواب لکھا جائے اور آپ جس وقت آوین وہ تیار نہ ہو۔ میں اس معاملہ میں بڑی احتیاط سے کام لیتا ہون۔ بعض لوگ تو ایسی جرأت کرتے ہیں کہ زبانی سوال کرنے پر فوراً سائل کو جواب دیدیتے ہین۔ اس مین بعض اوقات یہ خرابی ہوتی ہے کہ سائل کے دل میں ایک بات ہوتی ہے مگر کافی الفاظ نہ ہونیکی وجہ سے وہ اس سے ادا نہین ہوسکی اور جواب ملگیا بعد مین معلوم ہوتا ہے کہ اس مین ایک جزو اور بھی تھا جسکو مسئلہ مین دخل تھا اور وہ اسوقت اسکے دل مین تھا جو بعد مین ظاہر ہوا اور سوال مین اُس جزو کے نہ ہونیکی وجہ سے وہ فتوی غلط ہوگیا مگر وہ سائل دوسروں کے سامنے سوال دوسری طرح نقل کرتا ہے جس سے وہ جواب اسپر منطبق نہین ہوتا اسلئے میں نے یہ معمول کرلیا ہے کہ مین کہدیتا ہون کہ لکھواکر لاؤ تاکہ اگر کسی کو دکھلا دے تو وہ سوال موجود پر جواب کو منطبق تو پادے پھر وہ جب لکھواکر لاتا ہے تو اسکے سامنے جواب نہیں لکھتا اسکی وجہ یہ ہے کہ قلب پر ایک تقاضا سا ہوتا ہے عجلت مین نہ معلوم کیا لکھا جائے۔ آجکل لوگ اس مین قطعاً احتیاط نہین کرتے۔ بڑے احتیاط کی ضرورت ہے۔ ان باتون کی وجہ سے مجھکو لوگ شکّی اور وہمی کہتے ہیں اور بدنام کرتے ہین۔ یہ احتیاط کرنا کیا کوئی معصیت ہے جسپر بدنام کیا جاتا ہے بلکہ معصیت کا اندیشہ تو عجلت اور بداحتیاطی میں زیادہ ہے

(ملفوظ ۴۸۲) ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت ایک زمین میں مکان کی بُنیاد کھودی گئی اس مین تین یا چار قبرین پرانی نکل آئین اس صورت مین وہان مکان بنا سکتے ہین یا نہین فرمایا کہ جب بہت پرانی قبر ہوجاتی ہے مکان بنا سکتے ہین مُردون سے نہیں ڈرنا چاہئیے مردوں سے ڈرا کرتے ہیں۔

(ملفوظ ۴۸۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اخلاق رذیلہ اپنی ذات سے مذموم نہین بُرے محل مین صرف کرنا مذموم ہے۔ مثلاً شہوت ہے غضب ہے کیا یہ اپنی ذات مین مذموم ہین ہرگز نہیں بلکہ ان مین حکمت ہے جبکا ظہور محل مین صرف کرنے اور غیر محل سے روکنے پر ہوتا ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسیکو فرماتے ہین ؎

شہوت دنیا مثال گلخن است کہ ازو حمام تقوی روشن است

بلکہ جس شخص کے اندر جس قدر شہوت توی ہوتی ہے اسکے احتساب سے اور زیادہ نور پیدا ہوتا ہے اور ایسے شخص کے احتساب سے جسکے اندر شہوت کمزور ہے ویسا نور نہین پیدا ہوتا کیونکہ قرب خداوندی افعال اختیاریہ سے حاصل ہوتا ہے تو اختیار کا استعمال جسقدر اشق ہوگا اُتنا ہی قرب زائد ہوگا اسلئے رذائل کے ازالہ کی ضرورت نہین صرف امالہ کی ضرورت ہے کہ غیر محل سے پھیر کر محل مین صرف کرے۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل صحبت اہل اللہ کو مین قریب قریب فرض عین کہتا ہون کیونکہ یہ زمانہ بہت ہی پُر فتن ہے بدون اسکے ایمان کا محفوظ رہنا مشکل ہے اور جو چیز ہر شخص کیلئے ایمان کے محفوظ رہنے کی شرط ہو اسکے فرض عین ہونے مین کیا شُبہ ہو سکتا ہے اور اسمین کوئی کیا اعتراض کر سکتا ہے

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آج ایک صاحب کا گنگوہ سے خط آیا ہے لکہا ہے کہ یہ معلوم ہوا کہ آپنے قصبہ جلال آباد سے جُبہ والون کو بلایا اور بوقت زیارت بیہوش ہو کر گر گئے یہ کہانتک صحیح ہے۔ فرمایا کہ یہان پر ایک صاحب ہین جُبہ والون کو اُنہون نے بلایا اور مشہور یہ ہوگیا کہ مین نے بلایا مین تو تبرکات کے ایسے اہتمام کو پسند نہین کرتا کہ دور دور سے بلاکر زیارت کیجاوے کہ یہ افراط ہے اسیطرح تفریط بھی پسند نہین اسیواسطے مین نے ایک رسالہ جبہ کے متعلق لکھدیا ہے اس مین افراط و تفریط اور درجہ اعتدال کو صاف صاف ظاہر کر دیا ہے اور بوجہ اختلاف اقوال کے ایک عجیب مثال سے اُسکے درجہ احترام کو ظاہر کیا ہے وہ مثال یہ ہے کہ جیسے کسی کا سید ہونا مختلف فیہ ہو تو اسکا بھی ادب تو کرین گے مگر نافی سیادت پر نکیر نہین کرتے اور مثبت پر اعتراض نہین کرتے۔ نیز درجات احترام کے متعلق یہ سمجہنا چاہئے کہ اول درجہ کے احترام کے قابل تو احکام ہین ان کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اجزاء مبارکہ ان کے بعد حضرات صحابہ کرام و اہل بیت اور ان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ملبوس شریف تو ہر چیز کو اپنے اپنے درجہ پر رکہنا چاہئے اور اکثر کو اس حفظ حدود کا قایم رکہنا بڑا مشکل کام ہے اس حفظ حدود پر ایک واقعہ یاد آیا جب حضرت شاہ محمد اسحق صاحب نے ہجرت کر کے تشریف لیجانیکا ارادہ فرمایا اسوقت اُنکے ایک شاگرد اجمیر مین تھے انکو لکھا کہ ہم عرب کو جارہے ہین اور اجمیر راستہ مین ہے اور خیال یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے مزار کی زیارت کرتے ہوئے جائین ان شاگرد نے لکھا کہ مین یہان پر انسداد بدعت کیلئے دور دراز سے قبرون کی

زیارت کیلئے سفر کرنے کو منع کرتا ہون اگر آپ یہان تشریف لائے تو میری تمام محنت برباد جائیگی اور انتظام شریعت سب درہم برہم ہو جائیگا لوگ یہ ہی سمجھین گے کہ آپ اسی ارادہ سے یہان تشریف لا رہے ہین اسلئے یہان تشریف لانا مناسب نہین۔ حضرت شاہ صاحب نے جواب مین تحریر فرمایا کہ جو کچھ تم لکھ رہے ہو بالکل ٹھیک ہے لیکن حضرت ہمارے مشائخ مین سے ہین ہم سے صبر نہین ہو سکتا کہ مزار راستہ مین ہو اور ہم زیارت نکرین باقی جو تمنے لکھا ہے وہ بھی ضروری قابل رعایت چیز ہے تو اس کا انتظام یہ ہو سکتا ہے کہ مین تو وہان آؤن اور زیارت کرون اور تم اُس ہی تاریخ مین اپنے وعظ کا اعلان کر دینا اور اس مین قبرون کی زیارت کیلئے سفر کرنے کی مذمت کرنا اور مین مجمع عام مین اس بیان کی تصدیق کر دون گا اور کہدون گا کہ مجھسے اس سفر مین غلطی ہوئی کیا ٹھکانا ہے اس بے نفسی اور اللہ ورسول کے عشق کا۔ یہ حضرات ہین جو اُن کیواسطے جان ومال وآبرو سب فدا کر دیتے ہین۔ کیسی خوبصورتی سے خواجہ صاحب کے عشق کو اور شریعت مقدسہ کی مصلحت اور انتظام کو جمع کر دیا۔ کیا دوسرا ایسا کر سکتا تھا۔ یہ فہم ان ہی حضرات کو عطا ہوتا ہے۔ یہ حضرات جامع ہوتے ہین۔ زاہد خشک اور اہل ظاہر ان چیزون کو سمجھ بھی نہین سکتے بس اعتراض ہی کرنا جانتے ہین اور ان کے پاس ہے ہی کیا سوائے اعتراضات کے اور یہ سب چیزین کسی کامل کی جوتیان سیدھی کرنے ہی سے نصیب ہو سکتی ہین۔ نری کتابون کے پڑھنے سے بھی کچھ نہین ہوتا جبتک کسی کی صحبت مین نہ رہا ہو۔

(**ملفوظ** ۱۱۲۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اعتراض کر دینا کون مشکل کام ہے لیکن ہمیشہ اہل باطل منہ ہی کی کھاتے رہے۔ ایک مولوی صاحب سے ایک شیعی نے کہا کہ جتنے نئے فرقے مرزائی۔ چکڑالوی وغیرہ نکلتے ہین یہ سب سنیون ہی مین سے نکلتے ہین اور شیعون مین سے کوئی فرقہ بھی نکلتے نہین سنا مولوی صاحب نے کہا کہ جو آپنے فرمایا بالکل صحیح ہے مگر اسکی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ یہ تو آپ تسلیم کرینگے کہ شیطان اپنا وقت بیکار تو کھوتا نہین ہمیشہ گمراہ کرنے کی فکر مین لگا رہتا ہے شیعی نے کہا کہ یہ سچی بات ہے مولوی صاحب نے کہا کہ جب یہ تسلیم ہے تو اب سنئے کہ شیعون کو تو انتہاء مرکز گمراہی پر پھونچا کر بیفکر ہو گیا آگے کوئی درجہ گمراہی کا رہا ہی نہین اور سنیون کو حق پر سمجھتا ہے اسلئے ہمارے ہی پیچھے پڑا رہتا ہے اُس شیعی سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ ان مولوی صاحب کو شیعون سے بیحد نفرت ہے اس قدر کہ بعض جگہ غلو کی صورت بھی ہو جاتی ہے۔ ایک روز کہنے لگے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کے واسطے

لڑے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ غلط ہے وہ حضرات دنیا کے طالب ہرگز نہ تھے بہت سے بہت یون کہہ سکتے ہیں کہ سلطنت کیلئے لڑے تھے مگر اُس سلطنت کی طلب کیون تھی محض ابقاء شریعت اور حفاظت دین کیلئے کیونکہ ہر سلطنت تو دنیا نہیں آیت الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ الخ اسکی واضح دلیل ہے۔ اسی سلسلہ سلطنت وشہادت مین فرمایا کہ اودھ کی سلطنت کی تباہی اُسی روز شروع ہوئی جس روز مولوی امیر علی صاحب شہید ہوئے ہین ان کے مقابلہ مین اودہ کی سلطنت کا لشکر بھی تھا سنا ہے کہ جس روز ان کی شہادت ہوئی کسی نے بطور تفاول کے دیوان حافظ دیکھا یہ شعر نکلا ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را — چندان امان ندا دکہ شب را سحر کند

اسکے بعد جب پارلیمنٹ مین اودھ کی سلطنت کے انتزاع کا مشورہ طے ہوا ہے وہ عین وہی تاریخ شہادت کی تھی۔ اللہ والون سے جنگ کرنا حقیقت مین خدا سے جنگ کرنا ہے۔ ان کو اکیلا نہین سمجھنا چاہیے انکے ساتھ بڑی زبردست قوت ہوتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو بھی شیعون ہی نے شہید کیا ہے سُنا ہے کہ جس روز مرزا صاحب شہید ہوئے ہین اُس روز صبح ہی سے یہ شعر بار بار آپکی زبان پر جاری ہوتا تھا ؎

سر جدا کرد از تنم یارے کہ با ما یار بود — قصہ کوتہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

(ملفوظ ۸۸۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مسلمانون کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ عشق ہے۔ دوسرے مذاہب کے پیشوا بھی اسکے معترف ہین۔ ایک پادری نے لکھا ہے کہ جس قدر عشق مسلمانون کو اپنے پیغمبر سے ہے کسی دوسرے مذہبی شخص کو اپنے مقتداؤن سے نہین اور جس قدر اپنی مذہبی کتاب یعنی قرآن کا عشق اور احترام مسلمانون کو ہے کسی عیسائی کو انجیل کا نہین اور یہی ادب بڑی چیز ہے اور بے ادبی نہایت ہی بُری چیز۔ بے ادب ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ اسکو فرماتے ہین ؎

از خدا جوئیم توفیق ادب — بے ادب محروم گشت از فضل رب

(ملفوظ ۸۸۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام خصوص خلفائے راشدین کی شان مین گستاخی اور بے ادبی کرنا عند اللہ نہایت ہی مبغوض اور مردود فعل ہے۔ گستاخ اور بے ادب کبھی مقصود تک راہ نہین پا سکتا کبھی صورت تک مسخ ہو جاتی ہے۔ بعض گستاخ فرقے اس باب مین بہت دلیر اور جری ہین۔ ہندوؤن کے چہرہ پر بھی وہ ظلمت اور بے رونقی نہین جو ان گستاخون کے چہرون پر ہوتی ہے۔

جسکا راز یہ ہے کہ کفر ایک باطنی لعنت ہے اس کا اثر باطن پر زیادہ ہوتا ہے اور گستاخی ایک ظاہری بیہودگی ہے اس کا اثر ظاہر پر زیادہ ہوتا ہے اور یہ سب بے ادبی اور گستاخیون کے ثمرات ہین اور ان گستاخون مین سے بعض کے چہروں اور پیشانیون پر گو سجدون کے نشان نمایان ہوتے ہین مگر ساتھ ہی کھرّاپن بھی ہوتا ہے جسکو دیکھکر وحشت ہوتی ہے ملاحت نہیں ہوتی۔

(ملفوظ ۶۹۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حضرات چشتیہ کو کم فہمون نے زیادہ بدنام کیا ہے کہ ان کے بہت سے افعال خلاف سنت ہین۔ بات یہ ہے کہ یہ حضرات عشاق ہین غلبۂ حال مین کسی ایسی بات کا صدور ہو جاتا تھا جو بظاہر سُنّت کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور حقیقت اسکی دوسری ہوتی تھی اسی غلبہ حال کے باب مین فرماتے ہین ؎

گفتگوئے عاشقان در کار رب　　جوشش عشق ست نے ترک ادب

اسلئے یہ حضرات معذور تھے۔ ایک چشتی بزرگ سے کسی شخص نے عرض کیا کہ حضرت سماع آپکے لئے تو جائز ہے فرمایا کہ جو چیز شریعت مین حرام ہے وہ سب کیلئے حرام ہے احترام شریعت کی یہ حالت تھی ایک روز حضرت سلطان نظام الاولیاء نے فرمایا کہ اسوقت ہم کچھ سنین گے مگر اتفاق سے کوئی سنانیوالا نہین ملا۔ فرمایا مولانا حمید الدین صاحب کے مکتوب نکالو وہ نکالے گئے فرمایا یہی پڑھکر سناؤ سنایا گیا۔ اُس مکتوب کے شروع مین تھا از خاکپائے درویشاں گرد راہ ایشاں بس یہ سنکر وجد ہو گیا تین دن وجد رہا۔ نماز کے وقت ہوش ہو جاتا تھا اور پھر وہی کیفیت ہو جاتی تھی کوئی ایسا شورش کا مضمون بھی نہ تھا صرف تواضع انکسار و شکستگی کا مضمون تھا اسپر بھی ان حضرات کو لوگ بدنام کرتے ہین۔ مین جس وقت مکہ معظمہ سے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت سے آیا ہون تو ایک ایسی حالت طاری تھی کہ اُس مین اکثر یہ شعر میرا وظیفہ تھا ؎

اے بادشہ خوبان داد از غم تنہائی　　دل تو بجان آمد وقت ست کہ باز آئی

اے درد تو درماں بر بستر ناکامی　　وے یاد توام مونس در گوشۂ تنہائی

یہ پڑھتا تھا اور مزے لیتا تھا بدون اسکے چین نہ تھا۔ اکابر پر حال بھی قوی ہوتا ہے جسمین معذوری ہوتی ہے اور معذور پر ملامت نہین۔

(ملفوظ ۶۹۹۔) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل ان دکاندار جہلاء صوفیوں نے اللہ کی مخلوق کو گمراہ کر دیا

انکی اور صادق کی ایسی مثال ہے گو فحش مثال ہے مگر ہے منطبق جیسے ایک بازاری عورت اور ایک گھرستن سو ون بازاری عورت کتنا سامان کرتی ہے لوگون کے پھنسانیکا اور قسم قسم کے روپ بدلتی ہے۔ ناز و انداز دکھلاتی ہے پوڈر ملتی ہے اور شب و روز اسی کی فکر مین رہتی ہے کہ اسکو لاؤ اُسکو لاؤ بخلاف گھرستن کے کہ ایک ہی پر اکتفا کئے بیٹھے رہتی ہے جسمین ایک استغناء ناز کی شان ہوتی ہے اسکو فرماتے ہین ؎

اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد　زیر بار ند درختان کہ ثمرہا دارند

دلبر ماست کہ با حُسن خداداد آمد　دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند

(ملفوظ ۸۹۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین الحمد للہ ہمیشہ مسائل کی رعایت کرتا ہون سائل کی رعایت نہین کرتا اس ہی وجہ سے مجھکو بدنام کیا جاتا ہے اسوقت چاہتے یہ ہین کہ احکام ہمارے تابع ہون کسقدر ظلم ہے بس مین ایسون کے دماغ درست کرتا ہون اسلئے بدنام ہون۔

(ملفوظ ۸۹۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ایک استفتاء آیا تھا اس مین سوال تھا کہ حضور کے روضۂ مبارک کو شہید کرنا واجب ہے یا باقی رکھنا چاہئے۔ مین سخت پریشان ہوا ضابطہ کا جواب تو یہ ہی تھا کہ مقابر مقابر سب ایک۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور دل مین ایک فرق ڈالدیا۔ اس فرق کی بناء پر مین نے جواب لکھا کہ نصوص مین ممانعت بناء علی القبر کی ہے قبر فی البناء کی ممانعت نہین اور روضہ مبارک مفہوم ثانی کا مصداق ہے نہ کہ مفہوم اول کا پھر حضرات صحابہ و تابعین نے اُس ..... کو بلانکیر باقی و محفوظ رکھا لہذا اس کا انہدام واجب کیا جائز بھی نہین خلاصہ یہ کہ وہ بناء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی وجہ سے نہین بنائی گئی بلکہ خود حضور صلے اللہ علیہ کو بناء سابق مین دفن کیا گیا۔ پھر صحابہ و تابعین و اتباع تابعین نے برابر اسکی حفاظت کی۔ جب یہ مضمون النور مین شائع ہوا اور بمبئی مین حکیم محمد سعید صاحب کے پاس گیا انکے پاس ایک بدعتی مولوی نے دیکھا اسکو وجد ہوگیا اور کہنے لگا کہ واقعی جواب یہ ہے مگر مجھکو اسپر ناز نہین میری حقیقت ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ جس سے چاہین اپنا کام لے لین۔

(ملفوظ ۸۹۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مجھکو عبث اور فضول سے ہمیشہ نفرت ہے بعض لوگون کی عادت ہوتی ہے کہ خطوط مین اشعار لکھا کرتے ہین۔ مین نے تو اپنے احباب کو خطوط مین اشعار لکھنے کو منع کر دیتا ہون کہ اکثر فضول ہوتے ہین یا اگر مضمون بھی فضول نہ ہوا تب بھی بندی انکو فضول موقع پر لکھتا ہے

آج بھی ایک خط ایسا ہی آیا ہے مین نے لکھدیا ہے کہ چونکہ آپکے پرچہ مین بہت ہی تکلف کی تحریر ہے اسلئے آیندہ ایسا تکلف نہ کیا جاوے ایسی باتین عُرفا بڑی جگون میں کہپتی ہین۔ مین تو ایک معمولی طالبعلم ہون جسکی سیدھی سادی زندگی ہے اور ایسی ہی باتین پسند بھی ہین۔

(**ملفوظ**۹۹۴) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ میری اس نازک حالت پر رحم فرماوین میری مدد فرماوین انکو بیعت پر بہت اِصرار ہے مطلب اس لکھنے سے یہ ہے کہ اس عنوان سے رحم آجاوے اور مجھکو بیعت کرلین۔ مین نے لکھدیا ہے کہ دیر جو کر رہا ہون مدد ہی تو کر رہا ہون کہ جہل سے نکال رہا ہون

(**ملفوظ**۹۹۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اہل علم کیلئے یہ بات بہت ہی ناپسند ہے کہ وہ امراء سے خلط کرین اسلئے کہ غرباء کو جو کسی مصلح سے نفع ہوجاتا ہے امراء سے ملکر وہ بھی آیا گیا ہوجاتا ہے قلوب پر مصلح کا وہ اثر نہین رہتا۔ مجھکو حیدر آباد دکن مین ایک دوست نے مدعو کیا تھا تقریبًا چودہ روز قیام رہا جسوقت یہان سے حیدر آباد دکن کیلئے سفر کا ارادہ کیا تو ایک خاص ضرورت سے اسوقت دیوبند بھی جانا ہوا تو بعض احباب خاص اہل علم نے مشورہ دیا کہ نوّاب صاحب سے ملاقات ضروری ہے۔ مین نے کسی کو کوئی جواب نہین دیا دل مین جو بات تھی اسکو ظاہر نہین کیا غرض وہان پر پہونچکر غالبًا پانچ سات ہی روز گذرے تھے کہ فلان نواز جنگ صاحب کا ایک پرچہ آیا جس مین لکھا تھا کہ ایک عرصہ سے مجھکو زیارت کا اشتیاق تھا مگر بدقسمتی سے تھانہ بھون کی حاضری نصیب نہ ہوئی۔ خوش قسمتی ہم لوگون کی کہ حضرت کا ورود اس شہر مین ہوگیا۔ مین برائے زیارت حاضر ہونا چاہتا ہون اور مجھکو فلان فلان وقت اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملتی ہے (مطلب یہ ہے کہ اسکی رعایت سے مجھکو وقت ملاقات کا بتلایا جاوے) مین ان صاحب سے واقف نہ تھا اسوقت مجلس مین بہت سے جنگ اور دولہ جمع تھے۔ مین نے اُن سے سوال کیا کہ یہ کون صاحب ہین۔ اُن مین سے ایک صاحب نے کہ وہ بھی ایک بہت بڑے عہدے پر ممتاز تھے بتلایا کہ یہ نوّاب صاحب کی ناک کے بال ہین۔ ارکان سلطنت مین سے ہین۔ میں نے اُس پرچہ کے جواب مین لکھا کہ آپکے پرچہ کے مضمون کو پڑہکر بیحد مسرت ہوئی اسلئے کہ آپکے دل مین دین اور اہل دین کی عظمت اور محبت ہے۔ مگر نیچے کی سطر پڑہکر افسوس کی بھی کوئی حد باقی نہین رہی سلئے کہ اس مین فہم سے کام نہین لیا گیا جس سے ملنے کو زیارت کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا اسکو تو اپنے اوقات فرصت بتلاکر پابند کیا گیا اور خود آزاد رہے۔ یہ کونسی تہذیب اور فہم کی بات ہے۔ جو شخص پرچہ

(باقی آیندہ)

۴۰

بلکر آیا تھا واپس ہوگیا کوئی دس منٹ کے بعد جواب لیکر آیا اس مین لکھا تھا کہ فی الحقیقت غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ بات میری بدفہمی کی ہے معافی کا خواستگار ہون حضرت والا ہی اپنی ملاقات کے اوقات تحریر فرماوین - مین نے لکھا کہ اب بھی پورے فہم سے کام نہین لیا گیا - مُردہ بدست زندہ کی طرح مہمان میزبان کے ہاتھ مین ہوتا ہے اسلئے سفر مین اوقات کا ضبط ہونا غیر اختیاری ہے آپ ساتھ رہین جسوقت مجھکو فارغ دیکھین ملاقات کرلین - اس میرے جواب پر جواب آیا کہ بدفہمی پر بدفہمی ہوتی چلی جارہی ہے مین اب نہ تو اپنے اوقات کو ظاہر کرتا ہون اور نہ حضرت سے معلوم کرتا ہون جسوقت فرصت ہوگی حاضر خدمت ہوکر زیارت سے مشرف ہوجاؤنگا - اگر آپکو فرصت نہ ہوئی لوٹ آؤنگا - مین نے اس کا یہ جواب لکھا کہ اب پورے فہم سے کام لیا گیا جس سے اس قدر مسرّت ہوئی کہ پہلے تو آپ کا میری زیارت کو جی چاہ رہا تھا اب میرا آپ کی زیارت کو جی چاہنے لگا اگر آپکو فرصت ہو آپ تشریف لے آوین ورنہ مجھکو اجازت فرمائیے مین خود حاضر ہوجاؤن - یہ جواب لکھکر مین نے اہل مجلس کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ یہ میرا طرز اسلئے تھا کہ یہ دنیا کے لوگ جسقدر بڑے ہین اہل دین کو بیوقوف سمجھتے ہین انکو یہ دکھلانا تھا کہ اہل علم اور اہل دین کی یہ شان ہے تو پہلے تو تذلّل سے بچنا مقصود تھا مگر جب وہ اپنی کوتاہی تسلیم کرچکے تو اب کھچنا تکبّر تھا اللہ کا شکر ہے کہ دونون سے محفوظ رہا - کوئی پندرہ ہی منٹ غالباً گذرے تھے کہ خود وہی صاحب آگئے - اہل مجلس مین سے بعض لوگون نے دور سے دیکھکر کہا کہ فلان صاحب آرہے ہین مین اسوقت ڈاک لکھ رہا تھا برابر لکھتا رہا جسوقت اُنہون نے مجلس پر پہونچکر کہا السلام علیکم تب مین نے سلام کا جواب دیا اور کھڑے ہوکر مصافحہ کیا - بیچارے بہت ہی مہذّب تھے دوزانو ہوکر سامنے بیٹھ گئے - مین نے اپنی برابر جگہ دیکر کہا بھی کہ اس طرف آجایئے اسپر کہا کہ مجھکو یہیں پر آرام ملیگا کچھ دیر تک میرے سوال پر نواب صاحب کی بیدار مغزی اور انتظام سلطنت کے واقعات بیان کرتے رہے اسکے بعد کہا کہ اگر نواب صاحب سے ملاقات ہوجائے تو بہت مناسب ہے - مین نے سوال کیا کہ یہ آپکی خواہش ہے یا نواب صاحب کی - اس میرے سوال پر کچھ سکوت کے بعد کہا کہ میری ہی خواہش ہے - مین نے سوال کیا کہ جسوقت آپنے ملاقات کے مناسب نامناسب ہونے پر غور فرمایا ہوگا اسپر بھی ضرور غور فرمایا ہوگا کہ ملاقات سے نفع کس کا ہے کہا کہ نواب صاحب کا - مین نے کہا کہ نفع تو نواب صاحب کا اور ملاقات کی ترغیب مجھکو دی جارہی ہے طالب کو مطلوب اور مطلوب کو طالب بنایا جارہا ہے - مین اگر ملاقات کو گیا تو مین طالب اور وہ مطلوب ہونگے اسپر کوئی جواب نہیں دیا - مین نے کہا

کہ اب مین خود اسکے متعلق عرض کرتا ہون اور وہ یہ کہ اس صورت مین کہ مین ملاقات کو جاؤن مضرت ہی مضرت ہے نفع کچھ نہین یہ تو مین پہلے ہی عرض کر چکا کہ مین اگر ملاقات کو گیا تو وہ مطلوب اور مین طالب ہون گا تو اس صورت مین انکو تو مجھسے کوئی نفع نہ ہوگا ہان ان سے مجھکو کچھ نفع ہو سکتا ہے اسلئے کہ جو چیز انکے پاس ہے وہ مجھکو ملیگی یعنی دنیا اور جو میرے پاس ہے وہ انکو نہ ملیگا یعنی دین لیکن ان کے پاس جو چیز ہے وہ بقدر ضرورت بحمد اللہ میرے پاس بھی ہے اور جو چیز میرے پاس ہے وہ بقدر ضرورت بھی ان کے پاس نہیں تو انکو چاہئے کہ وہ مجھسے ملاقات کرین مجھے ضرورت ان سے ملاقات کی نہین۔ اور اگر مین گیا بھی اور جو ان کے پاس ہے وہ مجھکو مل بھی گئی تو اس صورت مین ایک خاص ضرر یہی ہے وہ یہ کہ اگر قبول کرتا ہون اپنے مسلک کے خلاف اگر نہین قبول کرتا آداب شاہی کے خلاف کیونکہ قبول نہ کرنے مین انکی سبکی اور اہانت ہوگی اور چونکہ اس وقت مین انکے حدود مین ہون وہ اسکی پاداش مین جو چاہین میرے لئے تجویز کر سکتے ہین تو نواب صاحب کا کوئی نفع نہ ہوگا اور میرا نقصان ہوگا۔ ایک یہ کہ امراء کی ملاقات کیلئے عرفاً شرط ہے کہ وہ معزز لباس کیساتھ ملاقات کی جاوے جیسے چوغہ پٹکا وغیرہ۔ سو ایسا لباس نہ میرے بزرگون نے کبھی اختیار کیا اور نہ مین خود استعمال کرتا ہون اور نہ اسکو پسند کرتا ہون تو مین کیون اپنی اچھی خاصی جان کو مصیبت مین پھنساؤن۔ ایک یہ کہ مین اگر ملاقات کو گیا تو مجھکو انکے قواعد کی پابندی کرنا ہوگی اور اگر وہ میرے پاس آئے تو انکو میرے قواعد کی پابندی کرنا ہوگی سو انکو تو یون ضرورت نہین کہ وہ سلطان ہین اور مجھکو یون ضرورت نہین کہ مین مُلّا ہون وہ بھی آزاد مین بھی آزاد مین اپنی آزاد جان کو وہان جاکر کیون مصیبت مین پھنساؤن کسی نے خوب کہا ہے ؎

تمہیں غیرون سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کم خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

نیز یہ امر بھی شان سلاطین کے خلاف ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مدعو کئے ہوئے شخص سے ملاقات کرین اسمین کم ہمت لوگ انکو تنگدلی کی طرف منسوب کرینگے کہ فلان شخص نے مدعو کیا تھا نواب صاحب نے بھی ملاقات کر لی۔ اس مین انکی اہانت ہے کہ کیا خود نہیں مدعو کر سکتے تھے تو اسکو بھی جی گوارا نہیں کرتا خلاصہ یہ کہ خیر اسی مین ہے کہ نہ مین اُنکے پاس ملاقات کو جاؤن اور نہ وہ میرے پاس اس نیت سے آئین اگر ان کا جی چاہے تو تھانہ بھون سے مجھکو بلالین مین خاص شرائط طے کرکے آجاؤن گا کچھ عذر نہ ہوگا یہ سنکر نواز جنگ صاحب کی آنکھین کھُل گئین اور یہ کہا کہ ان چیزون پر تو ہم لوگون کی نظر بھی نہین پہونچ سکی۔ غرضکہ امراء سے علماء کا خلط کرنا اسمین

امراء کا تو کوئی نفع نہیں اور اہل علم کے اور غرباء کے دین کا نقصان ہوتا ہے اسلئے علماء کیلئے میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔

(ملفوظ ۸۹۶) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں فاتحہ کا نہ قائل ہوں نہ عامل ہوں ہاں میلاد فی القیام کا قائل ہوں مگر مجتنب رہتا ہوں۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ قیام فی المیلاد میں اور فاتحہ میں فرق کیا ہے۔ اسپر فرمایا کہ میں نے اپنی طرف سے کوئی شرح نہیں کی۔ جب فرق نکالنے بیٹھیں گے یا تو فاتحہ کے بھی قائل ہو جائیں گے اور نہیں تو میلاد فی القیام کو بھی چھوڑ دیں گے۔ دیکھئے اسپر کیا جواب آتا ہے میں بچوں کی طرح سے تعلیم کرتا ہوں یعنی جیسے وہ سبق میں خود حرف نکالتے ہیں اُستاد خود نہیں بتلاتے میں بھی نہیں بتلاتا اُن ہی سے نکلواتا ہوں محض اسلئے کہ آیندہ کیلئے استعداد قوی ہو طبیعت کو فکر اور غور کی عادت ہو بس اس ہی لئے مجھکو بدنام کیا جاتا ہے کہ خشک ہے، اور مجھکو اسکی شکایت ہے کہ تم اس قدر تر ہو کہ تری میں ڈوب ہی مرے ہو۔

(ملفوظ ۸۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ غیر ضروری بلکہ غیر اختیاری باتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایسا کوئی عمل بتلا دیا جائے کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے۔ یہ امر غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری کے پیچھے پڑنے سے اندیشہ باطنی ضرر کا ہے اور وہ ضرر یہ ہے کہ ایسی چیزیں موجب تشویش قلب ہو جاتی ہیں اور تشویش اس طریق میں سخت مخل مقصود ہے دوسرے اگر زیارت ہو بھی جائے تو بیداری میں تو ہوگی نہیں خواب میں ہوگی اور خواب میں ہونے سے نفع مقصود کیا ہوا کیونکہ اس سے کوئی اصلاح تو ہو نہیں سکتی جو کہ اصل مقصود ہے یوں مطلق زیارت حضور کی بلاشبہ برکت کی چیز ہے مگر اس زیارت سے جبکہ اصلاح نہ ہو مقصود نفع کیا ہوا۔ آخر کیا کفار عرب کو حضور کی زیارت نہیں ہوئی مگر نفع کیا ہوا۔ بعض لوگوں پر محبت کا غلبہ ہوتا ہے اور اس اشتیاق کا داعی وہی محبت ہے مگر نری محبت سے بھی کیا ہوتا ہے جبتک کہ اطاعت نہ ہو دیکھئے ابوطالب کو حضور سے کس درجہ محبت تھی اور حضور کو بھی اُن سے تھی مگر ایمان نہ لائے باوجود حضور کی کوشش کے بھی بوقت انتقال کلمہ نہ پڑھا پھر کیا نتیجہ ہوا وجہ یہ کہ وہ محبت محض طبعی تھی جو کام نہ آئی اصل کار آمد چیز محبت عقلی ہے جو معین اتباع ہوتی ہے مگر آجکل ان حدود کی لوگوں میں رعایت ہی نہیں رہی۔

(ملفوظ ۸۹۸) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ابہام بیحد ناگوار ہوتا ہے اس سے

اس سے بیحد تکلیف ہوتی ہے بہت ہی اذیت کی چیز ہے بڑا بار رہوتا ہے قلب مشوش ہوتا ہے اس سے دوسر
بہت تکلیف ہوتی ہے مگر اس وقت عام عادت ہو گئی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ لوگ قصد کرتے ہیں ایذا کا۔
قصد تو ایذا کا نہیں کرتے مگر وہ کام کرتے ہیں جو سبب ہوتا ہے ایذاء کا اور وہ کام قصد سے ہوتا ہے اب
ابہام کا موجب ایذا ہونا اگر آپکو معلوم نہیں تو نہایت بے حسی ہے اور اگر معلوم ہے تو آپنے اسکو اختیار کیوں
کیا" کا سبب محض بے پروائی اور بیفکری ہے اگر نہ محبت ہو نہ عقیدت ہو نہ خوف ہو یہ اسباب ہو سکتے
ہیں بے پروائی کے اگر ان میں سے ایک بھی ہو تو کبھی بے پروائی نہیں ہو سکتی۔ میں کمبخت کیا چیز ہوں کہ میں
اس کا انتظار کروں کہ مجھسے محبت ہو خود حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی طبعی محبت کرنا فرض نہیں اور غیر
انبیاء سے تو نہ عقلی محبت فرض نہ طبعی محبت فرض اس صورت میں میں ایسی چیز کا دوسروں سے کیسے طالب ہو سکتا
ہوں کہ مجھسے محبت کرو۔ چاہتا صرف یہ ہوں کہ اذیت نہ پہونچائیں اور جو شخص خود خشکی کا برتاؤ کرتا ہو سب
میں اسپر یہ احتمال کرنا کہ وہ دوسروں کی محبت کا منتظر ہوگا کیا یہ اسکی ناگواری کا سبب نہ ہوگا اور اس سے اسکی
اذیت نہ ہوگی۔ میرے اس طرز آزادی کو دیکھکر فلاں نظامی نے تو چھاپ دیا کہ یہ جو طرز اختیار کر رکھا ہے اس سے
طریق کی اشاعت نہیں ہو سکتی۔ میں نے سنکر کہا کہ تمہارے یہاں ہو گی کہ یہ طرز مانع اشاعت طریق ہے
ہمارے یہاں تو یہی تدبیر اشاعت طریق کی ہے کیا میں اس طرز کو چھوڑ کر طریق کو ذلیل کر دوں۔ طریق کو طالب
اور مخلوق کو مطلوب بناؤں یہ مجھسے نہیں ہو سکتا مجھکو غیرت آتی ہے اور یہ سب امور میرے فطری ہیں میں انکے
خلاف پر قادر نہیں ہوں لوگ چاہتے یہ ہیں کہ تابع بنکر خدمت کرے تو کیا میں ان کا نوکر ہوں غلام ہوں۔
خدمت سے انکار نہیں آدھی رات بھی خدمت کو تیار ہوں۔ خادم ہوں مجھسے خدمت لو مگر طریق سے کسی کا غلام
نہیں ہوں جو مجھپر حکومت کرکے یا مجھکو تابع بنا کر خدمت لینا چاہتے ہو۔ اور میں واقع میں گو حقیر سہی ذلیل سہی
گنہگار سہی سب ہی کچھ سہی مگر دوسروں کو اور خصوص ان کو جو محبت کا دعوی کرکے آتے ہیں عقیدت لیکر آتے ہیں
انکو کیا حق ہے کہ وہ میری ساتھ ایسا برتاؤ کریں۔ ۵ر ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۰ھ کی میری پیدائش ہے تو اس حساب سے
۴ر ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ کو اکہتر سال کی عمر ہو جائیگی تو آخر اتنی عمر کے تجربات بھی تو کوئی چیز ہیں۔ میں ان کو
کسطرح چھوڑ دوں اور دوسروں کے کہنے پر چلنے لگوں اگر کسیکو میرا یہ طرز ناپسند ہے تو میرے پاس مت آؤ
جہاں چاپلوسی ہو اور خاطر تواضع ہو وہاں جاؤ ایسے بھی دنیا میں بہت ملیں گے۔ میں کسی کی وجہ سے اپنے طرز
اور مسلک کو نہیں چھوڑ سکتا۔ کج طبع لوگوں کی اصلاح بدوں اس طرز کے ہو نہیں سکتی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب

رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس مرید کا پیر شر انہ ہو اسکی اصلاح نہین ہوسکتی۔ آخر مین آکر حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی جو کہ مجسّم اخلاق تھے یہ رائے ہوگئی تھی کہ ایسے متکبرون کو تھانہ بھون بھیجا جائے وہین ان کا دماغ درست ہوسکتا ہے یہ تو زندون کی رائین ہین۔ اب اہل برزخ کی رائے سنو۔ مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے بیعت ہین۔ ایک مرتبہ انہون نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب مین دیکھا۔ عرض کیا کہ حضرت دعاء فرمادیجئے کہ مین صاحب نسبت ہوجاؤن فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے اور وہ اصلاح اپنے ماموں سے کراؤ۔ زندون کی مُردون کی سب کی یہی رائے ہے کہ آجکل اصلاح بدون اس طرز کے نہین ہوسکتی۔ آدمی ولی بن سکتا ہے۔ بزرگ بن سکتا ہے۔ قطب بن سکتا ہے غوث ابدال سب کچھ بن سکتا ہے لیکن آدمیت انسانیت اور چیز ہے اور وہ بدون کسی کی جوتیان سیدھی کئے ہوئے بلکہ جوتیان کہائے ہوئے پیدا نہین ہوسکتی اور اسپر بھی بس نہین بلکہ اسکی ساتھ اسکی بھی ضرورت ہے کہ اپنے مصلح کے سامنے جاکر سب اپنا کچا چٹھا کھول کر رکھدے پھر ان کی تعلیم پر عمل کرے اسوقت منزل مقصود پر پھونچ سکتا ہے اسیکو مولانا فرماتے ہین ؎

قال را بگذار مرد حال شو ۔۔۔ پیش مرد کاملے پامال شو

پھر ان کی تعلیم پر جو عمل کیا جاویگا اس مین ہر ناگوار کو گوارا کرنا پڑے گا یعنی اگر اپنے دعوے مین صادق ہے اور اس راہ مین قدم رکھا ہے تو سب سے پہلے اسکی ضرورت ہے کہ ہر چیز کیلئے تیار ہوجاوے اسیکو عارف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

یا مکن با پیلبانان دوستی ۔۔۔ یا بنا کن خانہ بر انداز پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی ۔۔۔ یا فرو شو جامۂ تقوے بہ نیل

پھر اسپر انشاء اللہ تعالیٰ فضل مرتب ہے جسکو حق تعالےٰ فرماتے ہین والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جاھدوا کا حاصل یہ چیزین ہین۔ غور و فکر و دعا و التجا و سعی خدا کے سامنے الحاح و زاری تواضع و انکسار عجز و خاکساری تکبر اور نخوت کو دماغ سے نکال کر پھینکدینا اسکے بعد انشاء اللہ تعالیٰ مقصود مین کچھ دیر نہ ہوگی اگر یہ طریقہ اعتقاد سے اختیار نہین کرتے تو ذرا بطور امتحان ہی کے کرکے دیکھلو اسیکو مولانا فرماتے ہین ؎

فہم خاطر تیز کردن نیست راہ ۔۔۔ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا دردے دوا آنجا رود ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

بہت مدت سے دوسری طرف لگے ہوئے تھے اب ذرا اس طرف متوجہ ہوکر تو دیکھو کیا ملتا ہے۔ مولانا اسکو فرماتے ہین اور خوب ہی فرماتے ہین سبحان اللہ ؎

سالہا تو سنگ بودی دلخراش آزمون را یک زمانے خاک باش
در بہاراں کے شود سر سبز سنگ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

۸۹۹ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل درویشی کے لباس مین ہزارون راہزن اور ڈاکو مخلوق کے دین پر ڈاکہ مارتے پھرتے ہین۔ قسم قسم کے شعبدے اور طلسم دکھا دکھا کر پھنساتے پھرتے ہین۔ ادہر لوگون مین بھی عقل اور فہم کا اس قدر قحط ہوگیا ہے کہ ایسے ڈاکون کو درویش اور بزرگ سمجھکر ان کے ہاتھون پر اپنے ایمان اور دین کو خراب و برباد کرتے ہین۔ بھوپال مین ایک ایسے ہی درویش پہونچے۔ بڑے بڑے دنیادارون کو اپنے تصرف سے جذب کرتے پھرتے تھے۔ اس زمانہ مین وہانپر حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حافظ محمد یوسف صاحب تحصیلدار بھی تھے ان کے پاس بھی وہ درویش پہونچے اور جاکر ایک کونے مین کھڑے ہوکر توجہ سے تصرف شروع کیا حافظ صاحب کو اس کا احساس ہوگیا اور اسکی طرف متوجہ ہوکر یہ شعر پڑہا ؎

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار مین مجنون کہ اس نواح مین سودا برہنہ پا بھی ہے

شعر پڑہنا تھا کہ دہڑام سے زمین پر گر پڑا بیہوش ہوگیا ہوش آنے پر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا اور یہ کہا کہ مین بھی حضور کا شغال رنگین ہون رحم فرمائیے معاف فرمایئے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ جاؤ کیون مخلوق کو گمراہ کرتے پھرتے ہو۔ ان باتون کو چھوڑو۔ اتباع سنت اختیار کرو پھر فرمایا کہ ایسے تصرفات مشق سے حاصل ہوسکتے ہین۔ اس کا بزرگی سے کیا تعلق یہ مسمریزم والے بھی کر لیتے ہین اصل چیز احکام کا اتباع ہے بلکہ بعض اوقات یہ چیزین منزل مقصود سے بعید کر دیتی ہین اگر مضر مقصود بھی نہ ہون مگر مقصود تو کسی حال مین نہین درجہ مقصود یت مین نہ کشف کوئی چیز ہے نہ کرامت نہ تصرف نہ کیفیت ان مین سے اگر کوئی چیز بھی نہ ہو مگر اتباع سنت ہو۔ بس مقصود حاصل ہے

۹۰۰ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مشغول الی اللہ کو فضول چیزون کی فرصت کہان۔ ایک مردار

عورت پر کوئی عاشق ہو جائے اس مین سب کچھ بھول جاتا ہے مگر یہ لوگ درویشی کا دعوی کرتے ہین اور ہزارون فضولیات مین انکو ابتلاء رہتا ہے۔ کانپور مین ایک ایسے ہی درویش نے دو سال مین ایک خرقہ اسطرح بنایا کہ درزیون سے رنگ برنگ کے ٹکڑے جمع کر کر کے انکو جوڑا اہتمام کی بھی کوئی حد ہے ایک صاحب کے سوال پر فرمایا کہ اہتمام اور چیز ہے قصد اور چیز ہے ان دونون مین لوگ فرق نہین کرتے یہ الگ الگ دو چیزین ہین۔ بزرگون کی ریس کرتے ہین کہ بزرگون نے خرقہ پہنا ہے تو کیا اُنہون نے ایسے تکلف سے بنایا بھی ہے چند الفاظ یاد کر رکھے ہین اور ان کو بزرگون کی طرف منسوب کر دیتے ہین۔ اور حقیقت کی کچھ تحقیق نہین کرتے۔

عالیٰ
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اصلاح اور تبلیغ کا کام نہایت ہی سخت ہے ہر شخص اس کا اہل نہین ہوتا اس کام کو وہی کر سکتا ہے جسکو حق تعالیٰ نے اس کا اہل بنایا ہو۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا یہی راز ہے کہ اہل سے تبلیغ کا کام لیا وہ حضرات نہایت عالی ظرف تھے ورنہ دوسرا تو ایک دن مین مایوس ہو کر اس کام سے بیٹھ جائے۔ مگر حضرات انبیاء علیہم السلام نے اپنی ساری عمر ین اسی مین صرف فرمادین اور وہی عالی ہمتی رہی دوسرے کا کیا حوصلہ ہے اور آپ یہین دیکھ لیجئے کہ لوگ ستاتے ہین۔ میرے اصول اور قواعد کی وجہ سے بیحد خفا ہین برا بھلا بھی کہتے ہین۔ جب زیادہ گڑبڑ کرتے ہین مین تنگ آکر تعلق چھوڑ دیتا ہون۔ نباہ کی ہمت نہین ہوتی حالانکہ تھوڑا سا غبار بھی نکال لیتا ہون چنانچہ اگر ایسے شخص کا خط آتا ہے تو جواب مین کچھ لکھ پڑھکر دل ٹھنڈا کر لیتا ہون اگر سامنے ہوتا ہے ڈانٹ ڈپٹ کر لیتا ہون شفاء غیظ کے بعد بھی بعض اوقات قلب پر ایسا اثر رہتا ہے کہ آیندہ اس سے خطاب کی ہمت نہین ہوتی مگر حضرات انبیاء علیہم السلام کے صبر کو دیکھیے کہ سب کچھ سنتے تھے اور سب کچھ سہتے تھے اور پھر اصلاح اور تبلیغ کرتے تھے کیا ٹھکانا ہے اس عالی ظرفی کا اس سے ان حضرات کی شان معلوم ہوتی ہے۔ فی الحقیقت یہ کام ان ہی حضرات کا تھا ہم تو ایک دن کی تبلیغ مین مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہین۔ حضرت نوح علیہ السلام سب سے بڑی عمر والے نبی ہین۔ انہون نے نوسو برس تبلیغ اور اصلاح کی اسمین صرف تقریباً اسّی مسلمان ہوئے مگر ایک دن آپ کو مایوسی نہین ہوئی اسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

نوح نہ صد سال دعوت می نمود | دمبدم انکار قومش می فزود

ہیچ از دعوت عنان واپس کشید ہیچ اندر غار خاموشی خزید

ع۹۰۲ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی قدس سرہ کی عجیب شان ہے۔ آپکے گھر اکثر فاقہ کی نوبت رہتی تھی کبھی بیوی کہتین کہ اب برداشت نہین کچھ انتظام کیجئے فرماتے انتظام ہورہا ہے دریافت کرتین کہان۔ فرماتے جنت مین۔ اس کہنے پر وہ راضی ہوجاتین کیا ٹھکانا ہے اس قوت ایمانیہ کا۔ حضرت کی بیوی کے پاس ایک چاندی کا ہار تھا حضرت جب مکان مین تشریف لاتے تو فرماتے کہ مکان مین سے دنیا کی بو آتی ہے مطلب یہ تھا کہ ہماری گھر مین مال ودولت نہ ہونا چاہئے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ کے یہان ایک بزرگ مہمان تشریف لائے ان سے بیوی صاحبہ نے شکایت کی کہ ایک ہار میرے پاس ہے۔ مین نے اس خیال سے رکھا ہے کہ شاید رکن الدین (صاحبزادہ) کی شادی مین دو چار مہمان آجائین تو انکو فاقہ کی تکلیف نہ ہو مگر شیخ اسکے پیچھے پڑے ہوئے ہین اور مجھکو دق کرتے ہین انکو منع کر دیجئے۔ شیخ نے انسے فرمایا کہ میان تمہین اپنی دنیا مین سے بو آتی ہے یا ساری مخلوق کی دنیا مین سے بو آتی ہے آج سے انکو دق نہ کیجئیگا کیا آپنے ساری دنیا کا ٹھیکہ لیا ہے۔ اسکے بعد سے حضرت شیخ نے اس ہار کے متعلق بیوی سے کچھ نہین فرمایا۔ یہ حالت تھی بزرگون کے احترام اور اتباع کی آجکل یہ باتین مفقود بلکہ قریب قریب معدوم کے ہین۔

ع۹۰۳ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ تارکان دنیا کی اولاد کو اکثر اتنی دنیا دی گئی کہ وہ صاحب ثروت صاحب عزت صاحب جاہ صاحب مال ہوئے مگر فطری یا نسلی اثر جو اللہ نے انکو دیا ہے وہ ان مین پھر بھی باقی رہتا ہے اور وہ اثر اس قدر ہے کہ حضرت شیخ عبدالقدوس رح کی اولاد مین ایک صاحب اچھے رئیس تھے مگر کھانا کھاتے ہوئے ان کے کان مین ایک سپیرے کی بین کی آواز پڑ گئی کھانا چھوڑ اسکے قدمون مین جا پڑے تڑپنے لگے جو مناسبت فطری خلقی اللہ کی دی ہوئی ہوتی ہے اس کا اثر رہتا ہی ہے۔ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح فطری تواضع کی ساتھ خوش پوشاک بھی بہت تھے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کے مزاج مین تکلف ہے مگر واقع مین لطافت تھی۔ اب مولانا کے فطری تواضع کا واقعہ سنئے۔ ایک روز دیکھا گیا کہ مولانا نے بجائے کسی کپڑے وغیرہ کے بان کی رسی کا کمر بند ڈال رکھا ہے۔ پوچھنے پر فرمایا اس وقت جلدی تھی کون تلاش کرتا۔ اصل مقصود اس سے بھی حاصل ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی رح کے مزاج مین بیحد لطافت تھی ہر لطیف چیز پسند تھی مگر فطری تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدل سفر کر کے گنگوہ پہونچے جماعت کھڑی

ہو چکی تھی۔ نماز شروع ہونے کو تھی کہ لوگون نے دیکھکر خوشی مین کہا کہ مولانا آگئے مولانا آگئے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مصلے پر پھونچ چکے تھے یہ سنکر نگاہ اُٹھا کر مولانا کو دیکھا تو مصلے سے واپس ہو کر صف مین آکھڑے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نماز پڑہانے کیلئے فرمایا مولانا سیدھے مصلّے پر پھونچے چونکہ پیدل سفر کر کے تشریف لیگئے تھے پاجامہ کے پائنچے چڑھے ہوئے تھے اور پیر گرد آلود تھے مگر غایت سادگی سے اسی ہیئت مین مصلے کی طرف چلے جب حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی محاذات مین پھونچے تو مولانا نے صف مین سے آگے بڑھکر اپنے رومال سے پہلے پیرون کی گرد صاف کی اور پھر پائنچے اتارے اور فرمایا اب نماز پڑہائیے۔ اور خود واپس صف مین آکھڑے ہوئے۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے نماز پڑہائی حالانکہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جیسے استاد کا ادب کرتے ہین اسکے بعد حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ کسی سے فرمایا کہ مجکو اس سے بیحد مسرت ہوئی کہ مولانا نے میری خدمت سے انکار نہین فرمایا قبول فرمالی سچ تو یہ ہے کہ ایسے حضرات اور ایسی جماعت نظر سے نہین گذری جنہون نے عالم کی سیاحت کی ہے وہ کہتے ہین کہ عالم مین ایسی جماعت نہین۔ سو مین نے تو ان حضرات کو دیکھا ہے ان حضرات کی طرز معاشرت میری آنکھون مین ہے اسلئے وہی باتین پسند ہین اور اسلئے آجکل کے جو یہ لوگ باتین بناتے پھرتے ہین میری نظر مین یہ ایک طفل مکتب کی برابر بھی وقعت نہین رکھتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناسمجھ بچے ہین۔ کہیل کود کرتے پھرتے ہین اور سچ تو یہ ہے کہ ابتو اپنے بزرگون سے نسبت ہونے کا نام ہی نام رہگیا ہے کام ان کا سا ایک بھی نہین۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ سلف مین تو اس جاہ اور عزّت کے متعلق اس کی کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح اس سے جان بچے اور کہین بھاگ جاوین مگر آجکل اسی کے طالب ہین مگر کیا اس جاہ کیلئے اپنے ہاتھون مصیبت مین پڑنا کوئی اجر ہے ثواب ہے۔ ایک مولوی صاحب سے ان تحریکات حاضرہ کی شرکت کے متعلق گفتگو ہوئی تو اُنہون نے یہ حکمت بیان کی کہ اگر ہندوستان کو کچھ حقوق مل گئے تو ہندو کہین گے کہ تم نے کونسی قربانی کی تھی جو حقوق مانگتے ہو بس نامشروع افعال مین یہ حکمت ہوگئی استغفر اللہ۔ تعجب ہے کیا علم دین بھی فاسد خیال کے تابع ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت مین زیادہ تر عوام کی گمراہی کا موجب ان اہل علم ہی کی شرکت ان تحریکات مین ہوئی۔

(ملفوظ ۹۰۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بعض فساق فجار بھی ذہین ہوتے ہین اپنے معائب اور معاصی کی بھی نہایت لطیف توجیہ کرتے ہین جس سے دوسرون کو دھوکہ ہو جاتا ہے۔ ایک شخص پیران کلیر مین ایک عورت کو لیکر ایک مکان مین اپنا منہ کالا کر رہا تھا اتفاق سے اور بھی مسافر آگئے انکو بھی ٹھیرنے کیلئے مکان کی ضرورت تھی اسنے اس مکان کی اندر سے کنڈی لگا رکھی تھی ان لوگون نے دستک دی تو آپ اندر سے کہتا ہے کہ میان یہان جگہ کہان یہان خود ہی آدمی پر آدمی پڑا ہے دیکھیے لیجئے کیسا سچا آدمی تھا جھوٹ نہین بولا کیسی ذہانت کا جواب ہے۔ ایک جگہ مجلس سماع ہو رہی تھی۔ گانے والی شیخ مجلس کی مریدنی تھی۔ شیخ پر وجد طاری ہوا تو اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف الگ ایک مکان مین لیگئے اور اس سے اپنا منہ کالا کیا اور آکر مجمع مین اپنے اس خبیث فعل کی یہ توجیہ کی کہ جب آگیا جوش پھر نہ رہا ہوس۔ دونون جگہ چھوٹا سین بولا جاہل بھی پیٹ بھر کر ہی تھے اور مزاحًا فرمایا کہ پیٹ بھرنے ہی کی وجہ سے تو یہ مستیان سوجھتی ہین مگر اب بھی پیر رہے پیر رہے مرید مرید بدھے اور جب غے انڈے حلوے مانڈے اڑاتے ہین اور شادی نہ کرنے کو ترک دنیا سے تعبیر کرتے ہین تو آخر یہ ذخیرہ کہان نکلے ضرور ان بدمعاشیون مین ابتلا ہوگا۔ مین نے ایسون ہی کے ڈھونگ کو مخلوق پر ظاہر کیا انکی مکاریان اور چالاکیان لوگون پر کھولین اس بنا پر مجھ سے خفا ہین ناراض ہین خیر ہوا کرین۔ اب تو بحمد اللہ طریق اس قدر صاف اور واضح ہو چکا ہے کہ جاہلون کو بھی بہکانا آسان نہین۔ بڑا حصہ بہکانے کا اس حیلہ سے تھا کہ طریقت الگ چیز ہے سو بحمد اللہ تعالیٰ عام لوگون پر بھی ظاہر ہو گیا کہ طریق کوئی جداگانہ چیز نہین ہے وہ عین شریعت ہے صرف اصطلاحًا ظاہری اعمال کا نام شریعت ہو گیا اور باطن کے اعمال کا نام طریقت یہ اصطلاح مین دو نام ہین مگر حقیقت مین ایک ہی چیز ہے لیکن ہر حقیقت کے سمجھنے کیلئے توجہ اور فکر کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے کام لے تو ہر بات مین سمجھ آجاتی ہے کوئی ضروری چیز اسلام مین ایسی نہین ہے کہ انسان اسکو نہ سمجھ سکے باقی دقائق اور غوامض وہ مقاصد اسلام سے بھی نہین جنکی بناء پر کوئی یہ دعوی کر سکے کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے جسکو کہکر کوئی جان بچالے۔

(ملفوظ ۹۰۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل یہ کاتب لوگ بھی بڑی ہی گڑبڑ کرتے ہین اور اس کا سبب کم علمی ہے میری رائے مین نہایت ضروری ہے کہ کاتب اہل علم ہونے چاہئین میری ایک کتاب چھپی تھی اس مین باری تعالیٰ کی صفات مین عموم قدرت لکھا تھا اسکو کاتب صاحب نے لکھا عدم قدرت۔ مین نے دیکھکر کہا کہ تم لوگ اور گالیان دلواتے ہو۔ اس کا تو پہلے سے مجھ پر الزام ہے ہی کہ رسول کی تنقیص کرتے ہین نعوذ باللہ منہ۔ اب

کہیں گے اللہ میاں کی بھی تنقیص شروع کردی نعوذ باللہ منہ کیونکہ بہت سے عنایت فرما ہروقت تاک مین لگے رہتے ہین - ایک کاتب نے صغائر کبائر کو لکھا تھا صغاٹر کباٹر- آپ ہمزہ کو ط سمجھے اور گڑبڑ کرتے تو یہ لوگ ہین مگر سر پڑتی ہے مصنفین کے اسلئے میری رائے ہے کہ کاتب اہل علم ہون پھر اس قسم کی گڑبڑ ہرگز نہ ہو-

۲ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۹۰۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آج صبح بعد نماز فجر ہی ایک صاحب کا پرچہ لیٹر بکس سے نکلا نہایت ہی بیہودہ تحریر تھی پڑھکر نہایت ہی طبیعت مکدر ہوئی - مین بیچارا تو کیا چیز ہون محض ایک گنہگار آدمی ہون - بزرگ نہین - صاحب ریاضت نہین - صاحب مجاہدہ نہین مگر یہ باتین تو صاحب مجاہدہ صاحب ریاضت بھی برداشت نہین کرسکتا مین تو پھر بہت برداشت کرتا ہون - چنانچہ باوجود کاتب پرچہ کے اسقدر بیہودگی کے مین نے انکو صحیح راہ بتلایا وہ یہ کہ اپنی اصلاح کیلئے کسی اور سے تعلق پیدا کرلین اور مین نے یہ بھی لکھدیا ہے کہ اگر تم پوچھوگے تو مین کسی مصلح کا نام بھی بتلادون گا اسپر کوئی جواب نہین دیا اسپر مجھکو زیادہ تغیر ہوا مگر مین پھر بھی مصلح کا نام بتلانے کیلئے تیار ہون - افسوس ہے فہم کا اس درجہ قحط ہوگیا ہے کہ جسکا کوئی حد وحساب نہین - آخر کہانتک آدمی برداشت کرے - خود تو بجس ہین ہی دوسرون کو بھی بجس بنانا چاہتے ہین شرم نہین آتی ان لوگون کو اس کی فکر ہی نہین کہ اپنے سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے جو جی مین آیا کرلیا جو منہ مین آیا بکدیا - جو قلم مین آیا لکھ مارا - فکر اور غور کا نام نہین جیسے سانڈ آزاد ہوتے ہین - بس یہ حالت ہے آزادی اور بیفکری کی - حدیث شریف مین کامل اسلام کا مدار اسپر رکھا ہے کہ ہاتھ سے زبان سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو ان بیہودون نے چند چیزون کو دین کی فہرست مین درج کرکے اور تمام تعلیمات اسلام کو دین کی فہرست سے خارج ہی کردیا - وہ چند چیزین جو دین کی فہرست مین درج ہین یہ ہین - نماز روزہ حج زکوۃ تہجد اشراق چاشت صلوۃ الاوابین اور اگر صوفی ہوئے تو ذکر و شغل بھی - بس ہوگئے قطب الاقطاب معاشرت کو تو دین کی فہرست سے خارج ہی سمجھتے ہین - بالکل یہ سمجھتے ہین کہ اسکو دین سے کیا تعلق حالانکہ دین کا بڑا حصہ ہے اور جس طرح نماز روزہ وغیرہ فرض ہین یہ بھی فرض ہے مگر دیکھا یہ جاتا ہے کہ کہین نہ اسکی تعلیم ہے نہ اسکا تذکرہ اور اہتمام - حتے کہ مشائخ کے یہان بھی بس یہی چند چیزین تعلیم ہوتی ہین جن کا مین ذکر کرچکا ہون

اب الحمد للہ صدیون کے بعد طریق کی حقیقت واضح ہوئی اور روز روشن کی طرح مخلوق پر ظاہر ہو گئی پھر اسکو اپنے اغراض فاسدہ کی وجہ سے ناپید کرنا چاہتے ہین مگر اب یہ انشاء اللہ تعالیٰ غیر ممکن ہے اب بفضل خداوندی صدیون تک کسی نئی کوشش کی ضرورت نہیں اور جب ہوگی وہ اپنے دین کے محافظ ہین وہ اپنے کسی اور بندہ کو پیدا فرمادین گے سو اس حالت مین کہ فضل آلہی سے اس طریق کا احیاء ہو گیا مین کس طرح ایسے بدفہمون کی خاطر اپنے اصول و قواعد اور اپنے طرز اور مسلک کو چھوڑ دون۔ مجھ ہی کو تو معلوم ہے کہ یہ اصول اور قواعد کس طرح منضبط اور مدوّن ہوئے ہین ان کی تاسیس کے اسباب بیان کرون تو ایک اچھا خاصہ رسالہ تیار ہو جائے اب ان لوگون کو خبر نہین اسلئے یہ اپنی ہی باتین بناتے پھرتے ہین اور ایسی بیہودہ تحریر اور بے جوڑ باتین کر کے دنیوی اغراض حاصل کرنا چاہتے ہین اور دین کو اس کا واسطہ بنانا چاہتے ہین جو سخت قبیح ہے۔ مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ قرضدار تھے مریدین وغیرہ نے بہت چاہا کہ ہم چندہ کر کے ادا کر دین فرمایا کہ یہ بے غیرتی مجھسے نہین ہو سکتی ہان اتنا تو گوارا کر سکتا ہون کہ ایک شخص تنہا ادا کر دے ایک ہی کا احسان ہو باقی یہ صورت کہ تھوڑا تھوڑا جمع کیا جائے یہ کسی طرح گوارا نہین ہو سکتا غرض ہر شے مین حدود ہین مگر آجکل حدود چھوڑ کر دکانداروں نے طریق کو بدنام کر دیا کہانتک کوئی اصلاح کرے کثرت سے گمراہ کرنے والے کمر باندھے پھرتے ہین

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین تو یہانتک خیال رکھتا ہون کہ لفافہ مین جو خط رکھتا ہون اس مین بھی اس کا خیال رہتا ہے کہ کہین نشیب اور کہین فراز نہ رہے مناسبت کیساتھ کاغذ موڑ کر رکھتا ہون یوں جی چاہتا ہے کہ کسیکو ذرا بھی الجھن نہ ہو۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل کے عُشّاق اکثر فساق ہین عشق اور ہی چیز ہے ابتو فسق کا نام عشق رکھ لیا ہے محض بوالہوس ہین یہ گندم کہانیکا فساد ہے اسی کو ایک حکیم فرماتے ہین ؎

این نہ عشقست آنکہ در مردم بود — این فساد خوردن گندم بود

(ملفوظ ۹۱۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل جسکو دیکھو الا ماشاء اللہ بڑا بننے کی فکر مین ہے اور یہ مرض الیسا عام ہوا ہے کہ مشائخ اور علماء تک کو اس مین ابتلا ہے۔ پہلے حضرات اسکے ایہام سے بچتے تھے اور ایہام تک کا تدارک کرتے تھے چنانچہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور شدت شوق مین یہ اشعار پڑھے ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا تقبل الارض عنی وھی نائبتی

فھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت فامدد یمینک کے تحظی بھا شفتی

فوراً ہی حضور کا دست مبارک مزار مبارک سے باہر ظاہر ہو گیا۔ انہوں نے دوڑ کر بوسہ دیا اور بیہوش ہو گئے اس وقت حضور کے دست مبارک کے نور سے سورج بھی ماند ہو گیا تھا لکھا ہے کہ اسوقت نوے ہزار آدمی کا مجمع تھا جس میں بڑے بڑے قطب اور غوث ابدال اوتاد بھی موجود تھے۔ حاضرین میں سے ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ اسوقت تمکو کچھ رشک ہوا تھا۔ اُن بزرگ نے جواب دیا کہ میں بیچارا کیا چیز ہوں اسوقت تو فرشتے رشک کر رہے تھے۔ پھر جسوقت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوش آیا اندیشہ ہوا کہ میں کہیں مخلوق کی نظر میں بڑا نہ ہو جاؤں تو تمام نوے ہزار کے مجمع کو اللہ کی قسم دیکر فرمایا کہ میں زمین پر لیٹتا ہوں سب میرے اوپر سے پھاند کر جائیں۔ کثرت سے لوگ ایسے بھی تھے جو اسی طرح گذرے مگر بعضے بزرگ ایسے بھی تھے جنہوں نے یہ کہا کہ ہم اگر ایسا کرتے تو ہم پر خدا کا قہر نازل ہو جاتا یہ ہے۔ بزرگوں کی شان کیا ٹھکانا ہے اس فنا اور بے نفسی کا کہ ساتھ کے ساتھ نفس کا علاج بھی کیسا سخت کیا۔ آجکل کے مشائخ جو اپنے غوائل سے بیفکر ہیں اس سے سبق حاصل کریں

(ملفوظ ۹۱۱) فرمایا کہ کل ایک غیر مقلد کا ایک سوال آیا ہے اس کا میں پہلے جواب دے چکا ہوں اس جواب کا تو کوئی ذکر نہیں کیا پھر وہی سوال کر دیا۔ چاہئے یہ تھا کہ میرے جواب پر اول گفتگو کرتے یہ سب بیضا بطگیاں ہیں ان لوگوں کی۔ اور اس سوال میں میری کتاب کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی کتر بیونت کی ہے بیچ میں سے عبارت ہی اُڑا دی۔ ان سائل صاحب کا یہ دین ہے اور اسپر دعوی ہے عامل بالحدیث ہونیکا میں تو کہا کرتا ہوں کہ ان میں اکثر کی طبیعتوں میں فساد ہے اگر دین ہو اور نیت اچھی ہو تو اختلاف میں کوئی حرج نہیں اور نہ اس سے روکا جاتا ہے کہ تحقیق نہ کریں مگر دین تو مقصود ہی نہیں محض تعصب ہے۔

(ملفوظ ۹۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ بڑے عادل ہوتے ہیں ہر چیز میں عدل و اعتدال کو پسند کرتے ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانان رحمۃ اللہ علیہ حالانکہ بہت ہی نازک مزاج تھے مگر ان کے عدل کا واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ایک روز اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ تم اپنے بچوں کو لاؤ ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ مرید بیچارے سمجھے کہ حضرت نازک مزاج ہیں اور بچے شوخ ہوتے ہیں ممکن ہے کہ ان کی بے ڈھنگی حرکات سے حضرت کو تکلیف ہو۔ ٹال گئے کچھ روز کے بعد پھر فرمایا کہ میاں ہمنے تم سے بچوں کو لانے کیلئے کہا تھا تم لائے نہیں

مُریدنے پھر ٹال دیا۔ کچھ روز کے بعد پھر یہی فرمایا تب مرید سمجھے کہ جان بچے گی نہین انہون نے بچون کو نہلا دہلا صاف کپڑے پہنا اور حضرت کے مزاج کے مناسب ضروری آداب تعلیم کرکے حضرت شیخ کی خدمت مین حاضر کیا۔ حضرت مرزا صاحب نے ان لڑکون کو بہت بے تکلف بنانا چاہا مگر وہ گردن جھکائے آنکھین نیچے کئے بیٹھے رہے۔ حضرت نے ان کے باپ سے فرمایا کہ میان ہم نے تمسے کہا تھا کہ اپنے بچون کو لانا۔ عرض کیا کہ حضرت یہ حاضر تو ہین فرمایا کہ یہ بچے ہین یہ تو تمہارے بھی باوا ہین۔ بچے تو ایسے ہوتے کہ کوئی ہماری کمر پر سوار ہوجاتا کوئی ہمارا عمامہ لے بھاگتا۔ دیکھئے یہ حضرات کیسے عادل ہوتے ہین طبیعت کے تابع نہین ہوتے اصول کے تابع ہوتے ہین اسلئے اگر بڑے عمر والے کوئی حرکت کرتے تو انپر دار وگیر کرتے اور بچون نے شوخی نہیں کی تو اسکی شکایت کی کتنے بڑے عدل کی بات ہے

(ملفوظ ۹۱۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حضرات چشتیہ کی شان ہی جدا ہے ان مین شان فنا کا غلبہ ہوتا ہے محویت ہوتی ہے ان کے قلب سے سب زائد چیزین ھباءً منثورا ہوجاتی ہین۔ ماسوا سے سب ذہول ہوجاتا ہے۔ اسیواسطے مین نے اس گروہ کا نام بجائے اولیا اور بزرگ کے عشاق رکھا ہے کیونکہ عشق کے جو کاروبار ہین وہ ان حضرات مین نمایان طور پر پائے جاتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب رح ردولوی نے غالبًا بیس برس تک جامع مسجد مین باجماعت نماز پڑھی مگر جامع مسجد کا راستہ تک یاد نہین ہوا۔ بختیار نام خادم حق حق کہتا ہوا آگے آگے چلتا تھا یہ اس آواز پر جامع مسجد پہونچتے تھے اور عجیب بات یہ کہ یہ تو حالت استغراق اور محویت کی تھی مگر ساتھ ہی اتباع کی یہ حالت تھی کہ نماز جامع مسجد مین باجماعت ادا فرماتے تھے۔ آجکل کے بعضے اہل ظاہر زاہد خشک ان حضرات پر معترض ہوتے ہین۔ بڑی خطرناک بات ہے اس سے اندیشہ آخرت کے خراب ہوجانیکا ہے جو شخص اس راہ سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ بعض احوال مین ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ تمام تر توجہ دوسری طرف ہوجاتی ہے اس مین محویت ہوجاتی ہے اسلئے دوسری چیزین نظر مین نہین رہتین۔ اس حالت مین وہ معذور مجبور ہین۔ چنانچہ بعض عبارتین میری ہی پہلی لکھی ہوئی اب خود میری ہی سمجھ مین نہین آتین آج ہی کا واقعہ ہے کہ ایک فتویٰ میرا ہی لکھا ہوا نکل آیا بڑے غور سے فکر سے بار بار دیکھا تب سمجھ مین آیا یہ معترضین محض نحوی ہین اگر محوی ہوجائین تو پھر انکو کوئی اعتراض نہ ہو اور صاحب یہ تو خدا تعالیٰ کا عشق ہے اس طرف کی محویت ہے اس طرف کا استغراق ہے اسکے سامنے دوسری چیزین کیا نظر مین رہ سکتین۔ کسی عورت مردار پر کوئی عاشق ہوجاتا ہے اسکی نظر سے سب چیزین اوجھل

ہوجاتی ہین - مجنون ہی کو دیکھ لیجئے کہ لیلیٰ کے عشق مین کیا کچھ نہ ہوگیا تھا تو کیا خدا کی محبت خدا کا عشق اس سے بھی گیا گذرا - اسیکو مولانا فرماتے ہین ؎

عشق مولے اکے کم از لیلیٰ بود　　گوئے گشتن بہر او اولی بود

حضرت عشق تو وہ چیز ہے کہ جب کسی دل مین آکر گھر کرلیتا ہے تو اسکی یہ حالت ہوجاتی ہے جسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

عشق آن شعلہ است کو چون برفروخت　　ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق براند　　در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت　　مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

(ملفوظ ۹۱۴) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ انسانیت تو دنیا مین سے رخصت ہی ہوتی چلی جاتی ہے محض نفلون کا پڑہنا اور تسبیح کا ہاتھ مین لینا بھی یہی دو کام جانتے ہین - معلوم نہین کیا یہ جانورون مین رہے ہین آدمیت انسانیت قریب قریب مفقود ہی ہوگئی - مین نے کونسی ایسی باریک بات کا سوال کیا تھا جس کا جواب نہین دیسکے اچھی خاصی سیدھی سادی بات کو اینچ پینچ کر کے خود بھی پریشان ہوئے اور مجھکو بھی بیٹھے بٹھلائے اذیت پھونچائی - یہی وجہ لوگون کی محرومی کی ہے کیونکہ نفع موقوف ہے بشاشت اور انشراح قلب پر اور جب آتے ہی ستانا شروع کردیا اذیت پھونچائی تو پھر کیا خاک نفع ہو - اگر سو برس بھی صحبت مین رہے تب بھی اس صورت مین خاک نفع نہ ہوگا - بلکہ اگر پہلے سے بھی کچھ نفع ہوا ہو وہ بھی اسوقت سلب ہوجاتا ہے مگر اس کا ذرا اہتمام نہین بس جو آتا ہے اور جسکو دیکھو ایک ہی مشین کے نکلے ہوئے آتے ہین خدا معلوم بدفہمی کی تعلیم کا کوئی خاص اسکول ہے جہان تعلیم پاکر آتے ہین یا سارے بدفہم میرے ہی حصہ مین آگئے ہین مین تو اکثر کہا کرتا ہون کہ یا تو ان کو فہم کا قحط ہے یا مجھکو فہم کا ہیضہ تو اس حالت مین بھی قحط زدہ اور ہیضہ زدہ مین مناسبت نہین ہوسکتی اب بتلائے جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ یہ کون ہے کہان سے آیا ہے کس غرض سے آیا ہے اسوقت تک مین کیا خدمت کرون کہ آنیوالے مختلف اغراض لیکر آتے ہین - مین اپنی طرف سے ایک شق کو کیسے متعین کرسکتا ہون اور یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ اس شخص کی کس درجہ کی تعلیم ہے - خورد و نوش کا کیا انتظام کیا ہے یہانپر کتنا قیام ہوگا اور یہ سب مین اسلئے معلوم کرنا چاہتا ہون کہ ہر بات کی رعایت کرتے ہوئے مشورہ اور تعلیم دے سکون مگر اس مین بھی گڑبڑ کرتے ہین اینچ پینچ سے

کام لیتے ہین ایسا برتاؤ کرتے ہین کہ جیسے صاحب غرض کیساتھ کوئی کیا کرتا ہے نیز آنے والون مین بعض اہل علم ہوتے ہین انکی رعایت سے علمی مضمون بیان کردیتا ہون مگر یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ معلوم ہو مین اپنا ادب نہین چاہتا تعظیم نہین چاہتا مگر اتنا تو میرا حق ضرور ہے کہ آکر مجھے ستاوین نہین میرا مقصود ہر بات سے یہ ہوتا ہے کہ مین نفع پہونچاؤن اور نفع موقوف ہے مناسبت پر اور مناسبت عادۃً موقوف ہے پورے تعارف اور علم حالات پر تو نفع کی اولین شرط خاص تعارف ہوا۔ مگر آجکل پیرون کو بُت سمجھ رکھا ہے کہ بُت کی طرح بحس ہوتے ہین جیسے بُت پر اگر کوئی چڑھاوا چڑھائے تب کچھ نہین بولتا اور اگر اُسکے جوتے لگائین تب کچھ نہین بولتا۔ بس بحس ہوکر تسبیح ہاتھ مین لئے گردن جھکائے آنکھین بند کئے بیٹھا ہے تب وہ پیر ہے سو یہان یہ باتین کہان یہان تو گہن کی چوٹ پڑتی ہے تب ٹیڑھا پن نکلتا ہے۔ مین تو کہا کرتا ہون کہ اور شیخ ہین مین مسیخ ہون اور جگہ برکت ہے میرے یہان حرکت ہے اور جگہ دلجوئی ہوتی ہے میرے یہان دلشوئی ہوتی ہے اگر میرا یہ طرز اصلاح کسی کو ناپسند ہے تو وہ نہ آوے میرے پاس بلانے کون جاتا ہے اسی کے متعلق اکثر یہ پڑھا کرتا ہون ؎

ہان وہ نہین وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی   جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی مین جائے کیون

۹۱۵ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ تو وہ راہ ہے کہ اگر ساری عمر بھی اس مین کھپادے اور اسی مین لگا رہے پھر اسکے بعد بھی فضل ہوجائے تو سب کچھ مل گیا اسلئے کہ ہماری کیا عبادت اور کیا زہد و تقوی محض انکے فضل ہی پر مدار ہے اور وہ فضل تو فرما ہی دیتے ہین مگر لگا رہنا عادۃً شرط ہے۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

اندرین رہ می تراش و می خراش   تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

تا دم آخر دمے آخر بود   کہ عنایت با تو صاحب سر بود

۹۱۶ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آدمی سچا ہو اس مین مکر و فریب نہ ہو بس یہ ادا مجھکو پسند ہے جسمین بھی یہ ادا ہو۔ اور متعارف اینچ پینچ اور مکر و فریب سے مجھکو طبعی نفرت ہے مگر آجکل یہ محاسن مین داخل ہوگئے ہین کہا جاتا ہے کہ بہت ہوشیار ہین۔ بیدار مغز ہین مگر مکاری اور چالاکی کو بیدار مغزی سے کیا تعلق ہے

۹۱۷ (ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ انگریزی خوان تو پہلے ہی سے آزاد اور بیفکر ہین مگر اب عربی خوان بھی اسی نئے طرز کے شکار ہوگئے۔ بس اب تو عربی خوان ہون یا انگریزی خوان عوام ہون

یا خواص سب ایک ہی حالت پر اور ایک راستہ پر چلے جا رہے ہین اور ان سب کی ان موذی حرکات کا منشاٗ بیفکری ہے اگر فکر اور غور سے کام لین تو کبھی ایک سے دوسرے کو اذیت یا تکلیف نہین پہونچ سکتی مگر فکر اور غور کی انکو ضرورت ہی کیا۔ اسکی ضرورت تو جب ہو جب دین اور آخرت کی فکر ہو۔ عام طور سے ایسی آزادی اور حریت کا سبق پڑ رہا ہے کہ خدا تعالیٰ سے اور ان کے احکام سے بھی آزاد ہو گئے جس غلامی سے نکلنے کیلئے یہ سبق یاد کیا تھا اسکی زنجیرون سے پھر بھی نجات نہ ملی اگر خدا کے غلام ہوتے انشاء اللہ پھر سب سے آزاد ہوتے مگر ان سے تو تعلق پہلے منقطع کر لیا اب پریشان پھر کرین یہ ان تحریکات کی بدولت الحاد و بیحریت کا بڑا اور بُرا زہریلا اثر پھیل گیا اور زیادہ تر یہ اثر اہل علم کی شرکت سے ہوا۔ ان لیڈرون کی تو کوئی سننے والا تھا نہیں عوام مسلمان بیچارے ان علماء ہی کی وجہ سے پھنسے مذہبی جذبہ تو ایسی چیز ہے کہ آدمی جان تک دیدیتا ہے اور قطعاً پروا نہین کرتا۔ موپلون کو دیکھ لیجئے ان لیڈرون کی بدولت ان کا کیا حشر ہوا۔ عربی النسل قوم تھی۔ تقریرون سے ان مین اشتعال پیدا ہو گیا لڑ بیٹھے کچلے گئے۔ بیچارے مدتون تک بھی نہین سنبھل سکتے۔

۲ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۹۱۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اگر سچے طالب اور مخلص سے کوتاہی بھی ہو جاتی ہے تو ناگواری نہین ہوتی اور جس مین طلب و اخلاص بھی نہ ہون پھر اوپر سے ہو بے پروائی اور بیفکری تو اسکو کیسے کوئی گوارا کر سکتا ہے۔ مگر آج کل طبائع مین بہت ہی بے پروائی اور بیفکری بڑھ گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر غلطیوں اور بدتمیزیون کا صدور رہوتا ہے اور اس کا تحمل نہین ہوتا۔

(ملفوظ ۹۱۹) فرمایا کہ رنگون سے ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک شخص دوسری جماعت باطلہ مین تھا اب اُسنے رجوع کر لیا اور آپ کی کتابین بھی دیکھتا ہے بہت زیادہ آپ سے عقیدتمند ہے اسلئے اسی عریضہ کے ذریعے سے اسکو غلامی کا شرف بخشین اور بیعت فرما کر سلسلہ مین داخل فرما دین۔ یہ شخص مقدمہ جاریہ مین بھی زیادہ کوشان ہے اور اہل حق کی طرف سے گواہ بھی ہے۔ مین نے لکھدیا کہ آپکے نزدیک یہ وجوہ تعجیل بیعت کے مقتضیات ہین اور میرے نزدیک یہ وجوہ تاخیر بیعت کے مقتضیات ہین کیونکہ اس سے

معلوم ہوا کہ صاحب الرای ہے اور رائے کا بدل جانا مستبعد نہین اسلئے بہت انتظار کی حاجت ہے۔ مگر آجکل لوگون کو بیعت پر زیادہ اصرار ہے اور کام کی جو بات ہے وہ محبت کا تعلق اور تعلیم کا اتباع ہے اسکے بعد اگر بیعت بھی کرلی جاوے تو مضائقہ نہین۔

(**ملفوظ** ۹۲۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اگر مرید کو شیخ سے محبت ہو تو اُسکے سامنے کبھی تاویلین یا اینچ پیچ نہین کرسکتا محبت وہ چیز ہے کہ ایسی سب باتون کو فنا کردیتی ہے۔ تاویلین کرنا بالکل مرادف ہے عدم محبت کا مگر لوگ ایسی باتون کو معلوم کرنا بھی نہین چاہتے سنکر خفا ہوتے ہین۔

(**ملفوظ** ۹۲۱) فرمایا کہ آج ایک صاحب کا خط آیا ہے اس مین ایک عجیب اور نئی درخواست لکھی ہے۔ ایسی درخواست کسی نے آجتک نہین کی تھی لکھتے ہین کہ مین آپ کا معتقد ہون اور بہت زیادہ عقیدت رکھتا ہون اسلئے یہ عرض ہے کہ مین قرضدار ہون آپ مجھکو کیمیا کا نسخہ بتلادین اگر آپنے جواب جلدی نہ دیا تو میرا دل پھٹ جائیگا۔ مین نے لکھدیا ہے کہ مین وعدہ کرتا ہون اگر کسی نے مجھے سکھادیا تو مین تمکو سکھادونگا اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کارڈ مین وقت مقرر کرکے کہ اتنے وقت تک اگر کسی نے سکھادیا تو مجھکو اطلاع کردی جائے میرے پاس رکھدو اگر اس وقت تک مجھکو کسی نے بتلادیا تو مین تمکو اطلاع کردونگا اسی سلسلہ مین فرمایا کہ کہین یہ شعر سن لیا ہے نہ معلوم کسنے لکھ مارا ہے کہ ؎

کیمیا و ریمیا و سیمیا　　　این نباشد جز بذات اولیا

یہان پر اولیا سے مراد اس قسم کے اولیا ہین جن کا سبق ہے اولیا (یعنی او فلان شخص روپیہ پیسہ لیا ہے آ) فضول چیزون کے پیچھے پڑکر لوگ اپنے بیش بہا وقت کو بیکار کھوتے ہین تقدیر مین جسقدر ملنے والا ہے وہ تو مل ہی کر رہے گا۔ حدیث شریف مین آیا کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے دنیا ناک رگڑتی ہوئی اس کے قدمون مین آکر پڑتی ہے بس انسان کو چاہئے کہ آخرت کی فکر مین لگے۔

۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(**ملفوظ** ۹۲۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ میرے یہاں صاحب حاجت اور ضرورت مند کے لئے کوئی وقت متعین نہین جس وقت حاجت لائے حتی الوسع پورا کردیتا ہون اگرچہ آدھی رات گئے

مین کہا کرتا ہون کہ میری بداخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے۔ مین طبعاً خود سب کی رعایت کرتا ہون پھر جب مین دوسرون کی رعایت کرون اور وہ اسکی قدر نہ کرین اور میری کوئی رعایت نہ کرین تو بتلائے کہ اگر ناگواری نہ ہو تو اور کیا ہو مزاحاً فرمایا کہ جب وہ ناگواری کی بات کرتے ہین مین بھی ناگ وار ہو جاتا ہون (مراد مشابہ سانپ کے)

۹۲۳ (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جسکے قلب مین اہل اللہ کی اور دین کی عظمت ہو یہ ضرور ایک روز رنگ لاکر رہتی ہے خالی نہیں جاتی یہ خدا کی بڑی نعمت اور بڑی دولت ہے۔

۹۲۴ (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اس طریق مین سب سے بدتر اور رہزن اور سم قاتل مخلوق کو ستانا اور اُسپر ظلم کرنا ہے خواہ کسی عنوان اور کسی طریق سے ہو اسلئے اس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے۔

۹۲۵ (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ چھوٹے بچون کی حرکات چونکہ بیساختہ اور سادگی کی ساتھ ہوتی ہین مجھکو بہت پیاری معلوم ہوتی ہین۔ ایک روز ایک بچہ نے چھیڑنے پر مجھکو کوسا کہ اللہ کرکے بڑے ابّا مرجان۔ مین نے کہا کہ تو اپنے دل مین بڑا خوش ہوا ہوگا کہ مین نے بڑی بد دعا دی مگر واقع مین یہ تو دعا ہے۔ یہ کہنا ایسا ہے جیسے کوئی مسافر سفر مین ہو اور کسی بیابان دشت خار مین پریشان ہو اسکو کوئی کہے کہ اللہ کرکے یہ اپنے گھر پھونچ جا تو یہ کوسنا نہین دعاء ہے موت کیوقت مومن کو اگر طبعی تکلیف بھی ہو مگر اسکے ساتھ ہی عقلی خوشی بھی ہوتی ہے یہ دونون ایک وقت مین جمع ہو سکتی ہین جیسے اپریشن کے وقت طبعی الم اور عقلی خوشی ایک وقت مین جمع ہوتی ہین اور موت کیوقت بعض عشاق کی طبعاً بھی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ مشتاقانہ یہ کہتے ہین سه

خرم آن روز کزین منزل ویران بروم   راحت جان طلبم وزپئے جانان بروم

۹۲۶ (**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ یہ جو آجکل پختہ قبرین بناتے ہین یہ لوگ میت پر جو رحمت کے اسباب ہوتے ان مین سے ایک سبب کو کم کر دیتے ہین ایک حدیث مین ہے کہ کوئی نبی کسی مقبرہ سے گذرے بعض اموات کو معذب دیکھا پھر ایک مدت کے بعد جو گذر ہوا تو مغفور پایا وجہ پوچھی ارشاد ہوا کہ عذاب کی وجہ تو اعمال بد تھے مگر جب ان کے کفن گل گئے ہڈیان بوسیدہ ہو گئین قبرین منہدم ہو گئین اس حالت پر ہمکو رحم آیا ہمنے بخشدیا۔ پھر عقلی طور سمجھو کہ جب خود ہی نہ رہے اب پختہ قبر ہی مین کیا رکھا ہے اور پختہ قبر تو محض بیکار ہے اہل فناء کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ بعضی برکات کی غیر ضروری

چیزون سے بھی بلکہ بعض اوقات غلبہ حال مین بعض ضروری چیزون سے بھی انکو دلچسپی نہین رہتی -
مولوی غوث علی شاہ صاحب پانی پتی نے عین جان کندنی کیوقت جب لوگون نے اُن سے کہا کہ آپکو
کہان دفن کرین مخدوم صاحب مین یا قلندر صاحب مین جواب مین فرمایا کہ مین نے سب کے تلوے سہلائے
اب مجھکو نہ ضرورت مخدوم صاحب کی نہ قلندر صاحب کی مجھکو صرف جوار رحمت کافی ہے میری لاش
کو کفن دیکر ایک چٹیل میدان مین رکھدینا تاکہ چیل کوّے میری لاش کو کھائین اوران کا پیٹ بھرجا
شاید اسی سے حق تعالیٰ میری نجات فرمادین -

(ملفوظ ۹۲۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کی عمر غالباً چالیس سال کی
بھی نہین ہوئی مولانا گو باقاعدہ کسی شیخ کے پاس نہین رہے مگر رات دن چونکہ کتاب و سنت کی خدمت
مین مشغول رہتے تھے اسکی یہ سب برکت تھی جو ان کے حالات سے ظاہر ہے جس مین بڑی نعمت مقبولین
سے محبت تھی - چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بیمار ہوئے تو ایک روز فرمایا کہ ککڑیون
کو جی چاہتا ہے انکو خبر ہوگئی بڑے اہتمام کیساتھ لکھنؤ سے ککڑیان بھیجین جسوقت مولانا نے
تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر مین مولانا کی ساتھ موافقت نہین کی بجز مولانا عبدالحی
صاحبؒ کے مولانا کو ہمارے بزرگون سے بیحد عقیدت اور محبت تھی -

(ملفوظ ۹۲۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اکثر ریاستوں کے لوگون مین اب تک بھی سادگی خلوص مروّت
اور محبت ہے مگر جہان انگریزی کا غلبہ ہے وہان نہ ادب ہے نہ خلوص نہ مروّت نہ سادگی ہر شخص فرعون
بے سامان نظر آتا ہے - ریاستون کی سادگی پر ایک واقعہ یاد آیا جس سے علماء کی سادگی کی ساتھ
والیان ملک تک کی سادگی ظاہر ہوتی ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا عبدالقیوم صاحب جو بھوپال مین تشریف
رکھتے تھے ایک مرتبہ بیگم صاحبہ ان کی زیارت کیلئے حاضر ہوئین جب رخصت ہونے لگین مولانا نے
بیگم صاحب کے جوتے سیدھے کرکے رکھدیئے - بیگم صاحبہ بہت شرمائین اور عرض کیا کہ مجھکو آپنے گنہگار
کیا - مولوی صاحب نے کہا کہ مین نے آپ کو بزرگ سمجھکر جوتیان سیدھی کی ہین - بیگم صاحب نے کہا کہ مجھکو آپنے
بزرگ کیسے سمجھا مولوی صاحب نے کہا کہ مجھکو آپکے شہر مین اتنا عرصہ وعظ کہتے اور نکاح بیوگان کی
ترغیب دیتے ہوگیا مگر اب تک ایک نکاح بھی نہین ہوا یہ تو میری بزرگی تھی اب آپ اپنی بزرگی آزماکر
دیکھ لیجئے کہ بس اسکے متعلق ایک عام حکم دیدین پھر دیکھین اگر ایک بیوہ بھی نکاح سے رہجائے اس سے

آپکی اور میری بزرگی معلوم ہو جائیگی۔ بیگم صاحبہ سمجھدار اور دیندار تھین۔ اگلے ہی روز صبح کو دربار مین بیٹھکر ایک دم حکم دیدیا اور ایک مناسب مدت معین کر کے اعلان کردیا کہ اس مدت کے اندر کوئی بیوہ نکاح ثانی سے باقی نرہنے پاوے ورنہ سزا ہوگی۔ جناب ہفتہ ہی دو ہفتہ کے اندر اندر تمام بیواؤن کے نکاح ہو گئے۔ مولوی صاحب کی تدبیر کیسی کارآمد ہوئی دیکھئے اس واقعہ مین رئیسہ کی سادگی تو یہ کہ ایک عالم کی زیارت کو خود آئین اور مولانا کی سادگی یہ کہ ان کی جوتیان سیدھی کر کے رکھدین اور یہ مولانا تھے بڑے ظریف کسی نے ان سے مسئلہ پوچھا مولوی صاحب نے مسئلہ کا جواب دیدیا اُسنے حدیث سے دلیل طلب کی فرمایا مین تو مسلم نہین ہون کہ حدیثین دیکھکر عمل شروع کیا ہو۔ میرے آبا و اجداد سب مسلمان تھے انکو جس طرح کرتے دیکھا کرنے لگا۔ اسی طرح انہون نے اپنے بڑون کو کرتے دیکھا۔ بس اسیطرح سلسلہ آرہا ہے۔ باقی حدیث کا طلب کرنا تو مسلمون کا کام ہے۔ عجیب گہری بات فرمائی یہ غیر مقلدون پر تعریض تھی کہ باوجود قوت اجتہاد نہ ہونے کے بزرگون کی تقلید نہین کرتے۔

(ملفوظ ۹۲۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ابتو ایک ریاست کا قصہ سنا ہے کہ وہان رئیس کا خانساماں ایک ایک یوربین ہے ان پورب والون مین جان نثاری اور انس کا مادہ نہین ہوتا بخلاف ہندوستانی کے کہ وہ جان نثار اور مونس ہوتے ہین معلوم ہوا کہ وہ انگریز خانساماں معین وقت تک تو نواب صاحب کے کہانیکا انتظار کرتا ہے اسکے بعد باورچیخانہ بند کر کے چلدیتا ہے یہ لوگ روکھے ہوتے ہین۔

۴ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۹۳۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل کثرت سے مسلمانون کے عقیدے بھی خراب ہو گئے ہین بزرگون کو مختار کل سمجھتے ہین جو عقیدے ہندؤن کے تھے وہ مسلمانوں کے بھی ہو گئے کتنے بڑے ظلم کی بات ہے۔ ایک مولوی صاحب تھے تو قدرے متشدد مگر ایک بات بڑے کام کی کہی کہ...... اگر کسی بزرگ کو اعتقاد سے تو بندہ ہی سمجھے مگر معاملہ اللہ کا سا کرے۔ وہ بھی شرک مین داخل ہے اور اس معاملہ سے جیسے حق تعالیٰ ناراض ہون گے خود وہ بزرگ بھی ناخوش ہون گے جیسے حاکم کو جس ہیئت سے سلام کرنے کا قاعدہ ہے اگر اُس ہیئت سے کوئی شخص اجلاس پر سررشتہ دار کو سلام کرے تو

حاکم کو تو ناگوار ہو ہی گا مگر سررشتہ دار کو بھی یقینا ناگوار ہو گا۔

(ملفوظ ۹۳۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ فارسی گو شرعی زبان نہین عربی کی طرح مگر دین کا ایک بڑا حصہ بالخصوص تصوّف کا اس زبان مین ترجمہ ہو چکا ہے اسلئے دین سے ایک گونہ تلبّس ہونے کی وجہ اسکی تحصیل کی ایک درجہ مین ضرورت ہے آجکل یہ بڑی کوتاہی ہے کہ فارسی کو بالکل ہی لوگون نے چھوڑ حتی کہ علماء تک نے اسکو چھوڑ دیا پڑھتے نہین۔ پھر فارسی مین تصوف کے ذخیرہ ہونے کے سلسلہ فرمایا کہ مین نے ایسی ہی کتابون سے ملتقط کر کے ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام بھی عجیب ذہن مین آیا السنة الجلیة فی الچشتیة العلیة۔ اس رسالہ مین ان ہی حضرات کے اقوال و افعال سے شریعت کی ضرورت ثابت کی ہے تاکہ اُن حضرات کو سنت کا مخالف سمجھکر ان کی شان مین گستاخی نہ کرین اگر ایک ایک نسخہ اس رسالہ کا تمام سجادون کے نام بھیجدیا جاوے تو بہت نفع ہو۔ پھر خاص چشتیہ کے متعلق فرمایا کہ جیسے حنفیہ بدنام ہین کہ یہ کتاب و سنت کے خلاف ہین حالانکہ سب مین زیادہ یہی حدیث کے متبع ہین ایسے ہی چشتیہ بدنام ہین کہ شریعت کے خلاف ہین اور ان کے اقوال افعال خلاف سنت ہین حالانکہ تتبع سے یہ حضرات سب سے زیادہ متبع شریعت ہین اور بھلا جن حضرات نے اپنی جان مال آبرو سب خدا اور رسول پر فدا کر دی ہو کیا وہی شریعت کے خلاف ہون گے۔ پھر اتباع شریعت کی اہمیت کے متعلق فرمایا کہ حضرت اویس قرنی ساری عمر ماں کی خدمت کرتے رہے اور حضور کی زیارت نہ کر سکے کیونکہ حضور کی زیارت فرض نہ تھی اور ماں کی خدمت فرض تھی اس فرض کیلئے ساری عمر آتش فراق مین جلتے رہے دیکھ لیجئے اتباع شریعت کس درجہ واجب الاہتمام ہے۔

(ملفوظ ۹۳۲) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ تمکو خود کہنا چاہئے تھا کہ مین فلان غرض سے آیا ہون۔ میرے پوچھنے کا انتظار کیا معنے مجھکو اس قدر فراغ کہان۔ اگر پوچھنا میرے ذمہ ہو تو مجھکو ہر وقت سب کامون سے معطل ہو کر فارغ رہنا چاہئے کیونکہ یہان پر تو ہر وقت ہی آدمی آتے رہتے ہین تو ہر وقت مجھکو بیکار اور فارغ رہنا چاہئے کیونکہ اس صورت مین اگر مین کسی دوسرے کام مین مشغول ہون اور اسیوقت دوسرا آدمی آجائے تو اسکی طرف متوجہ ہو جاؤن تو گویا بس اسی ایک کام کا ہو جاؤن تو یہ کیا نامعقول حرکت ہے خدا معلوم لوگون کی سمجھ کیا ہوئی۔

(ملفوظ ۹۳۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جسقدر کوئی زیادہ انگریزی پڑھا ہوا ہوتا ہی

اسی قدر تہذیب سے دور ہوتا ہے۔ یہ مشاہدہ ہے اور اسکے مقابل جس قدر عربی زیادہ پڑھا ہوا ہوگا اسی قدر زیادہ مہذب ہو گا۔ مگر انگریزی خوان اور عربی خوان کے اس موازنہ مین یہ ضرور ملحوظ رہے کہ جس درجہ کا ایک انگریزی دان ہو اسی درجہ کا دوسرا عربی دان ہو یہ نہ ہو کہ عربی دان تو چھوٹے طبقہ کا ہو اور انگریزی دان عالی خاندان اور سید ہو بلکہ وہ انگریزی دان بھی چھوٹے ہی طبقہ کا ہونا چاہیئے اور اگر وہ انگریزی دان رئیس اور سید ہو تو یہ عربی خوان بھی رئیس اور سید ہی ہو تب موازنہ کر لیجیئے۔ میرے دعوے کی حقیقت معلوم ہو جائیگی مجھکو تو ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ہے اب موازنہ مین لوگ یہ بے انصافی کرتے ہین کہ انگریزی دان تو ایک شہری اور عالی خاندان لیتے ہین اور عربی دان ایک دیہاتی چھوٹے طبقہ کا لیتے ہین اور موازنہ کر کے کہتے ہین کہ دیکھیئے عربی خوان بد تہذیب اور پست خیال ہوتے ہین اور انگریزی خوان مہذب اور بلند خیال ہوتے ہین

(ملفوظ ۹۳۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین اپنا ادب نہین کراتا اپنی تعظیم نہین کراتا۔ ابتداءً ڈانتا نہین مارتا نہین۔ ہان بضرورت یہ کرتا ہون جیسے ایک پیر نے ایک سانپ کو مشورہ دیا تھا۔ ضرب المثل کے طور پر ایک قصہ ہے ایک سانپ کسی پیر کا مرید ہو گیا تھا تمام جنگل مین سانپ کے مرید ہونے کی خبر مشہور ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ اسنے کسیکو کاٹنے سے توبہ کر لی ہے اب جانورون نے ستانا شروع کیا اور وہ صبر کرتا تھا۔ ایک روز پیر صاحب کا ادھر گذر ہوا دیکھا سانپ تمام زخمی ہو رہا ہے۔ مکھیان لپٹ رہی ہین چینوٹیان چمٹ رہی ہین۔ پیر نے پوچھا کیا حال ہے عرض کیا حضرت یہ سب بیعت کی برکت ہے سب جنگل مین میری توبہ کی خبر ہو گئی سب مطمئن ہو گئے کہ یہ کسیکو کچھ کہے گا نہین اسلیئے سب جانور ستانے لگے۔ پیر نے فرمایا کہ ارے نادان مین نے کاٹنے ڈسنے سے توبہ کرائی تھی یا پھنکارنے سے بھی ذرا پھنکار دیا کر اپنی حفاظت کیلئے پھنکارنا ضروری چیز ہے تو مین بھی مخاطب کی بد تمیزی سے بچنے کیلئے پھنکار دیتا ہون اسکی ضرورت ہے اگر ایسا نہ کرون تو چہار طرف سے اس قدر ہجوم ہو جائے کہ ضروری کامون سے بھی رہجاؤن

(ملفوظ ۹۳۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حیوٰۃ المسلمین مین آٹھوین روح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مین ہے اگر اسکو روزانہ پڑھ لیا جایا کرے تو ایک بڑے پیمانہ پر حضور کی محبت اور متابعت ان شاء اللہ تعالیٰ پیدا ہو جائیگی۔ بعض لوگون کے خطوط آتے ہین کہ ہم پڑھتے ہین بیحد نفع ہوا۔

۹۳۶
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ مجھکو ہر کام ہر بات مین ہر شخص کی مصلحت اور رعایت مدنظر رہتی ہے حتےٰ کہ اگر دو مبلغ ایک ساتھ کہین بھیجتا ہون تو خرچ دونون کو الگ الگ دیتا ہون تا کہ ایک کو دوسرے کی محتاجی نہ ہو۔ اگر باہم کھٹ پٹ ہو جاوے تو دونوں الگ ہو جاوین ایک دوسرے کو پریشان نہ کر سکے اور جب تک اجتماع رہے بشاشت سے رہے ایسے معمولات پر بعضے بُرا مانتے ہین کیا یہ بُرا ماننے کی بات ہے ظالمو قدر کرنا چاہیئے کہ سب کی مصلحت اور راحت کا کسقدر خیال رکھتا ہون۔

۹۳۷
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب ہی ذات تھی مدعیان محبت نے تو مولانا کو پہچانا ہی نہین اور اسی نہ پہچاننے کی وجہ سے پُرانے پُرانے لوگ جو قبرون مین پیر لٹکائے بیٹھے ہین اور ثقہ ہین وہ شیخ العالم کو شیخ الہند کہتے ہین۔ ہمارے اعتقاد مین تو وہ شیخ الہند والسند والعرب والعجم ہین۔

۹۳۸
(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ میری رائے ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ بھی بلا توسط کسی تفسیر کے مثل دوسرے متون کتابون کے محقق استاذ سے سبقًا سبقًا پڑھنا چاہیئے ایسا نہ ہونے سے طلبہ کو قرآن مجید سے مناسبت نہین ہوتی اور بڑی گڑبڑ ہوتی ہے یہ خود ایک مستقل مقصود ہے۔ اہل مدارس کو اس طرف توجہ کرنا چاہیئے۔

۹۳۹
(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اگر کسی ظالم کے مقابلہ مین قدرت ہو تو ضرب بضرب پر عمل ہو۔ اگر قدرت نہ ہو تو صبر بصبر پر عمل ہو یہ بیچ کی صورت جسکو ستیہ گرہ کہا جاتا ہے اس کا کوئی ماخذ سمجھ مین نہین آتا۔

۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

۹۴۰
(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ عیدین مین نہ قبل الخطبہ نہ بعد الخطبہ دعا منقول تو ہے نہین لیکن اگر کہین معمول ہو مگر التزام نہ ہو تو کلیات شرعیہ کی بناء پر کوئی حرج بھی نہین ایسی چیزون کی بحث مین نہ پڑنا چاہیئے جسمین شرعًا وسعت ہے اہتمام کی لائق اور بہت باتین ہین لوگ ان کے چھوڑنے پر آمادہ نہین جن مین کھلم کھلا دین کی تحریف کر رہے ہین۔

(ملفوظ ۵۱۹) ایک سلسلہ گفتگو مین جو تبرکات کے متعلق تھی فرمایا اگر غیر محترم کا کوئی احترام کرے یہ بُرا نہین بشرطیکہ حد کے اندر ہو اور اگر محترم کا احترام نہ کرے یہ بُرا ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کی حد پر رکھنا چاہیئے۔

(ملفوظ ۵۲۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اللہ کا فضل ہے مجھکو کبھی ڈھونگ کرنا آیا ہی نہین اور اگر آتا اور کرتا بھی تو ظاہر پرستون کی نظر مین جن کا آج خاص غلبہ ہے میری بڑی امتیازی شان ہو جاتی مگر اب کچھ بھی نہین اسلئے مختلف فیہ مسئلہ ہو رہا ہون مگر اپنے بزرگون کا یہی طرز دیکھا اور یہی پسند ہے

(ملفوظ ۵۲۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کے آنے سے پہلے ہندوستان کی نہایت گندگی کی حالت تھی۔ پیشوا بھی سلاطین بھی سارے ہی بندہ شہوت غضب بنے ہوئے تھے اور اسکے مقابلہ مین یہ زمانہ مہذب ڈاکوؤن کا ہے جسکے سبب اب پہلے سے بھی زیادہ حالت خراب ہے اور یہ ایسے مہذب ہین جنکو مین معذب کہا کرتا ہون۔ گذشتہ جاہلیت کا زمانہ کفر کے زور شور کا تھا اب الحاد کا زور ہے لیکن کفر خالص مین جو برنگ مذہب ہو ایک قوت بھی ہوتی ہے مگر الحاد مین یہ بھی نہین ہوتی بلکہ اس سے آدمی بزدل ہو جاتا ہے اسلئے کہ اسکے قلب کا کوئی مرکز نہین اسلئے الحاد نہایت ہی بُری چیز ہے۔

(ملفوظ ۵۲۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ ایسی فضول باتین یا تو انکو یاد رہین جن کا حافظہ قوی ہو یا جن کو دلچسپی ہو یہان دونون باتین نہین اب یاد رہنے کی کیا صورت ہے۔

(ملفوظ ۵۲۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بعض بزرگون کو دیکھا ہے کہ اپنے معتقدین کے اس قدر معتقد ہوتے ہین کہ وہ جو بھی کہدین آمنا و صدقنا کہکر اسپر عمل شروع کر دیتے ہین مگر الحمد للہ ہمارے حضرات اس سے منزہ ہین مگر اتنا تفاوت ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو پوری شکایت سنکر فرما دیتے کہ تم غلط کہتے ہو وہ شخص ایسا نہین مین اسکو خوب جانتا ہون اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ شروع ہی سے نہ سنتے تھے۔ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سنتے تھے اور کچھ نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا حضرت پر کسی کی شکایت سنکر کچھ اثر ہوتا ہے فرمایا ہوتا ہے اور وہ اثر یہ ہوتا ہے کہ مین سمجھ جاتا ہون کہ ان دونون مین لڑائی ہے۔ پھر اپنا مذاق بیان کیا کہ میرے یہان احتمال تو ہو جاتا ہے مگر اسکو زبان سے نکالنا یا اسپر جزم کرنا یا

یا اسکے اقتضاء پر عمل کرنا بحمد اللہ تعالیٰ یہ نہیں ہوتا۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اگر کوئی منکرات سنکر نبی کی جانب دونون احتمال ہون تو معصیت ہے اور اگر غیر نبی پر دونون جانب احتمال ہو تو معصیت نہین البتہ بُرے پہلو پر عمل جائز نہین نہ اعتقاداً نہ قولاً نہ فعلاً البتہ اگر بمصلحت زجر کہدے کہ مین سزا دینے مین زیادہ تحقیق بھی نہ کرون گا تو کہدینا جائز ہے مگر اسپر عمل جائز نہین اسپر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت یاد آئی ایک موقع پر زجر کیلئے یہ فرمایا کہ مین انتظاماً بھی پیٹ دون گا اور اس انتظام کے متعلق ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ مین فوج کے لوگ بازار مین سودا خریدنے جاتے اور وہان کسی بات پر دوکاندار سے جھگڑا ہو جاتا۔ عدالت مین مقدمہ آتا اکثر فوجی کی زیادتی ثابت ہوتی اسکو سزا ہو جاتی کسی مخبر نے بادشاہ سے شکایت کی کہ حضور تمام جیلخانہ فوجیون سے بھر گیا اور سب قصہ سنایا سنکر حکم فرمایا کہ اب سے ایسے مقدمات ہمارے پاس بھیجدئے جایا کرین۔ ایسا ہی ہوا اب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیا کہ جہان جھگڑا ہوا مجرم کی ساتھ اس موقع کے اردگرد کے پچاس پچاس دکانداروں کو سزا کر دی بس جنگ موقوف ہوگئی وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے تو سب تماشا دیکھتے تھے صلح کوئی نہین کراتا تھا اسکے بعد سے جب کبھی جھگڑا شروع ہوتا تمام بازار والے کھڑے ہوکر جھگڑے کو بند کرا دیتے کہ میان ہم بھی تمہاری ساتھ جائین گے بس امن ہوگیا۔ مگر مولانا نے یہ محض زجر کیلئے فرما دیا باقی کبھی اسپر عمل نہین کیا اور ایک موقع پر شکایت کے بعد عمل بھی جائز ہے اور وہ موقع وہ ہے جہان وہ عمل بدون شکایت بھی جائز ہے جیسا حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھنے کے متعلق شکایت سننے کے بعد باوجودیکہ تحقیق سے واقعہ غلط معلوم ہوا مگر پھر بھی اس مصلحت سے معزول فرما دیا کہ امیر اور مامور مین اختلاف رہنا بہت سے مفاسد کا پیش خیمہ ہو جاتا ہے سو ظاہر ہے کہ کسیکو معزول کر دینا بدون کسی سبب خاص کے جائز ہے۔

(ملفوظ ۱۰۰۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مفید اور مستفید مین توافق و مناسبت نہ ہو تو استفادہ کا نظام خراب ہو جاتا ہے اور اس وقت اسلم یہی ہے کہ علیحدگی ہو جاوے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام نے اسی اصل پر علیحدہ فرما دیا ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نعوذ باللہ کونسی معصیت کی تھی پس بنا وہی عدم مناسبت تھی یہان بھی وہی اوپر والے ملفوظ کی قید ہے کہ جہان بلا کسی وجہ کے بھی علیحدہ کرنا جائز ہو سو یہ احتیاط کا پہلو ہے

(**ملفوظ** ۹۸۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اکثر مشائخ کے یہان کچھ مقربین رہتے ہین وہ جس سے چاہین شیخ کو راضی کردین جس سے چاہین ناراض کردین مگر بحمد اللہ ہمارے حضرات کے یہاں کسی کو اتنا دخل نہ تھا نہ محض روایات کا اثر ہوتا تھا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہان حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اسقدر شکایتین ہوئین کہ مولانا کو اپنے متعلق اندیشہ ہوگیا تھا کہ کہین حضرت خفا نہ ہو جائین مگر حضرت نے میرے ہاتھ کہلا کر بھیجا کہ مین نے جو کچھ ضیاء القلوب مین لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے میرا وہ الہام بدلا نہین اور مجھکو تم سے اللہ کیلئے محبت ہے اور جیسے اللہ کو بقاء ہے ویسی ہی حب فی اللہ کو بھی بقاء ہے تم بیفکر رہو مجھپر ان شکایتون کا کچھ اثر نہین پھر اسی سلسلہ مین اپنے مجمع کے دوسرے بزرگون کے مختلف ابواب کے واقعات بیان فرمائے۔ ایک واقعہ مدرسہ والون کا اور حاجی عابد حسین صاحب کا بیان کیا کہ جب حاجی صاحب میں اور مدرسہ والوں مین اختلاف ہوا بیچ والون نے یہانتک کہا کہ مدرسہ والے مولود کو حرام کہتے ہیں یہ سنکر حاجی صاحب نے فرمایا کہ پھر اب تو ضروری ہوگیا تاکہ مدرسہ والون کی علانیہ مخالفت ہو جاوے۔ ایک مرتبہ اسی زمانہ مین میرا دیوبند جانا ہوا اور یہ اختلاف دیکھکر پریشان ہوا کہ حاجی صاحب سے ملون یا نہ ملون۔ آخر مین نے حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حافظ احمد صاحب سے عرض کیا کہ مین مدرسہ مین رہا ہون اور اس زمانہ مین حاجی عابد حسین کی خدمت مین بھی آنا جانا تھا اب نہ ملنا بیمروتی ہے لیکن بشرط جواز سو اگر ان سے ملنا شرعاً جائز ہو تو مین مل لون حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ضرور مل لو اس مین ایک حکمت بھی ہے وہ یہ کہ مخالفت کم ہو جائیگی دیکھئے اختلاف کی حالت مین حضرت مولانا نے کس قدر رعایت فرمائی۔ دوسرا واقعہ ایک طالب علم کا حاجی عابد حسین صاحب کی ساتھ بیان فرمایا۔ اسنے حاجی صاحب کو دکاندار۔ مکار منہ پر کہا اس وقت حاجی صاحب خاموش ہو گئے اور رات کو حاجی صاحب اس طالب علم کے حجرہ پر گئے اور معافی چاہی اور فرمایا تم عالم نائب رسول ہو تمہارا ناراض ہونا رسول کا ناراض ہونا ہے مجھسے راضی ہو جاؤ۔ حضرت زبان سے حکایت بیان کردینا تو آسان ہے مگر ذرا دل کو ٹٹول کر دیکھو ایسا کر بھی سکتے ہو۔ یہ حالت تھی ان بزرگون کی تیسرا واقعہ حضرت مولانا فتح محمد صاحب نے ان ہی حاجی صاحب کا بیان کیا کہ ایک ڈپٹی صاحب حاجی صاحب کی خدمت مین ایسے وقت حاضر ہوئے کہ حاجی صاحب اٹھکر حجرہ بند کرکے چلدئے تھے ڈپٹی صاحب سامنے آگئے تو ان سے کھڑے کھڑے بات کی اتنے مین مولانا فتح محمد صاحب جو اسوقت مدرسہ کے معمولی طالب علم تھے کچھ عرض کرنے کیلئے پہونچے تو حاجی صاحب

اپنی نشست کی جگہ پڑھے کہ بیٹھکر کہے جو کہنا ہو۔ مولانا نے عذر کیا کہ مین پھر آجاؤن گا فرمایا شاید ڈپٹی صاحب کی ساتھ جو معاملہ کیا گیا اس سے آپ کو دھوکہ ہوا ہو گا مگر کہان سگ دنیا اور کہان آپ نائب رسول ظاہر ہے کہ یہ بات بلا بزرگی کے ہو نہین سکتی۔ اللہ اور رسول کی عظمت کس درجہ قلب مین تھی۔ حقیقت مین یہ مجمع ہی عجیب و غریب تھا۔ چوتھا واقعہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کا بیان فرمایا کہ مولانا طالب علمون کو توجہ دیا کرتے تھے یہ واقعہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے سُنا۔ ناراض ہو کر فرمایا کہ یہ لوگ یہان پڑھنے آئے ہین یا فقیر بننے آئے ہین مولانا نے توجہ بند کر دی۔ واقعی یہ حضرات حکیم ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ مین نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مثنوی کا سبق پڑھنا چاہا مجھپر بہت عنایت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب نے سُن لیا مجھکو بُلا کر پوچھا۔ سُنا ہے کہ حضرت مولانا سے تم مثنوی پڑھنا چاہتے ہو۔ مین نے عرض کیا کہ جی ہان فرمایا کہ مولانا کو مدرسہ مین بیٹھا رہنے دو ورنہ جنگلون مین چڑھ جائینگے یہ ارشاد بھی حکیم ہونے پر مبنی تھا۔ فرمایا کہ وہ وقت بھی عجیب تھا مدرسہ کی در و دیوار سے اللہ اللہ نکلتا معلوم ہوتا تھا جدہر دیکھو بزرگ ہی بزرگ نظر آتے تھے اسوقت گو عدد مین مجمع کم تھا کم تو بیشک کم ہی تھا مگر کیف زیادہ تھا۔ اب سب کچھ ہے مگر وہ بات نہیں۔ اب ماشاء اللہ تعمیر بھی بہت بڑی ہے کتب خانہ بھی بہت بڑا ہے آمدنی بھی بہت زیادہ ہے مجمع بھی کثرت سے ہے مگر وہ چیز جو اسوقت تھی وہ نہین گویا جسد ہے روح نہین۔ بس اس وقت سارا مدرسہ خانقاہ بنا ہوا تھا۔

۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۹۴۸) فرمایا کہ پہلے ایک صاحب کا خط آیا تھا۔ اس مین کچھ حالات لکھے تھے۔ مین نے اُسپر لکھا تھا کہ پھر مجھسے کیا چاہتے ہو۔ آج جواب مین ایک شعر لکھتے ہین وہ یہ ہے ؂

نہ پوچھو کہ مین تم سے کیا چاہتا ہون — مین تم سے تمہاری رضا چاہتا ہون

مین نے جواب مین لکھدیا ہے کہ بہتر اب میں کچھ نہین پوچھتا جانے دو قصہ ختم کرو تمہارے ہی اس کہنے پر عمل کرتا ہون کہ نہ پوچھو تو بس نہین پوچھتا۔ اسپر فرمایا کہ کیا کام کرنے کا یہی طریقہ ہے محض مسخرہ پن ہے۔ شاعری بگھارنی شروع کر دی کیا طالب کی یہی شان ہوتی ہے۔

(**ملفوظ** ۹۴۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ذوق بہت ہی ذہین شاعر تھا ان کا نام ابراہیم تھا مرنے کے وقت کسی نے کہا آپ اپنی تاریخ خود ہی کہتے جایئے ہم تاریخ گو کی تلاش مین کہان پریشان پھرین گے ذہانت دیکھئے فی البدیہہ کہتے ہیں کہ ہماری تاریخ تو شیخ سعدی کہہ گئے ہین بلغ العلی بکمالہ کیا ٹھکانا ہے اس ذہانت کا۔

(**ملفوظ** ۹۵۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مجھکو ستانے والے دو قسم کے لوگ ہین۔ ایک دوست اور ایک دشمن۔ سو دشمن سے تو صبر ہو سکتا ہے۔ فلان خانصاحب نے مجھکو ہمیشہ گالیان دین مگر کبھی ذرہ برابر بھی قلب پر اثر نہین ہوا لیکن دوست سے صبر نہین ہو سکتا کہ معتقد اور طالب ہو کر تو آوین خواہ دین کے یا دنیا کے اور پھر پریشان کرین اسکی موافقت کرتے ہوئے غیرت آتی ہے کہ طالب کو مطلوب بنایا جائے حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور کے دروازہ پر آئے حضور نے دریافت فرمایا کون۔ عرض کیا انا یعنی مین اسپر حضور خفا ہوئے حالانکہ یہ ہو سکتا تھا کہ حضور باہر تشریف لاکر دیکھ لیتے مگر ایسا نہین ہوا۔ اس واقعہ کو سنکر مجھکو رعایت و موافقت کا مشورہ دینے والے حضور کے برتاؤ کے متعلق کیا کہین گے حالانکہ اعداء کے معاملات مین حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کس درجہ کا صبر فرمایا۔ ان مدعیان محبت کی حماقت تو ملاحظہ ہو کہ معتقد بھی بنتے ہین اور میرے مصلحانہ تنبیہ پر اعتراض بھی کرتے ہین یہ دونون جمع کیسے ہو گئے البتہ مین اگر شریعت کے خلاف کچھ کرتا ہون تو اسپر یہ حق ضرور ہے کہ مجھکو ٹوکین مطلع کرین مگر تمیز کے ساتھ مہذب طریقہ کے ساتھ نہ کہ اعتراض کے لہجہ مین کیونکہ دعوے اعتقاد کیساتھ اعتراضات جمع نہین ہو سکتے۔

۶ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

(**ملفوظ** ۹۵۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ زمانہ آج کل بڑا ہی پر فتن زمانہ ہے تدین کا تو نام ہی لوگون مین نہین رہا الا ماشاءاللہ بدون تحقیق جو جی مین آتا ہے کہہ ڈالتے ہین۔ گنگوہ سے جبہ موجودہ جلال آباد کے متعلق سوالات آئے ہین۔ وہان پر دو جماعتین ہو گئین۔ ایک کو اثبات مین غلو ہے۔ ایک کو نفی مین عموماً خود مجتہد اور محقق بننے کو جی چاہتا ہے دوسرے کے اتباع سے عار آتی ہے۔ مین خدام جبہ کو اپنے شغف سے

کبھی نہین بلاتا مگر گھر والے ایک جائز فرمائش کرتے ہین مین منع نہین کرتا۔ نہ مین نے اب جلال آباد سے یہان بلایا ایک اور صاحب ہین انہون نے بلایا تھا مین خود اس درجہ غلو کو پسند نہین کرتا کہ دور دور سے بلاکر زیارت کا اہتمام کیا جاوے۔ دوسرے اگر مین ایسا کرون بھی تو میرا فعل حجت نہین اگر مین فرضاً حد سے آگے بڑھتا ہون بُرا کرتا ہون میرے تقلید کے پیچھے کیون پڑ گئے۔ مجھسے شرعی حکم معلوم کرو پوچھو اور عمل کرو مگر لوگون کو ایک مشغلہ ہاتھ آجاتا ہے اسی خط مین ایک مضمون یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سنا ہے کہ تم زیارت کیوقت بیہوش ہوکر گر گئے یہ بھی محض جھوٹ ہے مین نہ گرا نہ پڑا غیر محققین کا تو یہ مذاق ہے کہ معدوم کو موجود کر لیتے ہین اور محققین کا یہ مذاق ہے کہ اگر کسی مین کوئی نقص موجود بھی ہو حُسن ظن سے تاویل کر کے اسکو معدوم کر دیتے ہین چنانچہ ایک مرتبہ صبح کیوقت مین حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین حاضر تھا کچھ سماع کا ذکر آگیا۔ مین نے عرض کیا کہ ابتو فلان مولوی صاحب کو سماع مین بہت ہی غلو ہوگیا ہے سفر مین بھی قوال ساتھ رہتے ہین حضرت کچھ نہیں بولے مین سمجھا کہ حضرت خوش ہوئے ہون گے کیونکہ سماع خود حضرت کے مذاق کے خلاف تھا مگر عصر کے بعد حضرت نے سماع کے متعلق ایک تقریر فرمائی اور فرمایا کہ مین فلان مولوی صاحب کو معذور سمجھتا ہون دیکھئے حضرت نے تاویل کر کے نقص سے ان کا کیسا تنزیہ فرمادیا۔

(ملفوظ ۹۵۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین اختلاف سے بُرا نہین مانتا البتہ تہذیب کے خلاف کرنے سے بُرا مانتا باقی اختلاف کا مجھپر بحمداللہ ذرہ برابر اثر نہین ہوتا۔

(ملفوظ ۹۵۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مجھکو ایک یہ بات بہت ہی ناپسند ہے کہ دوسرون کو بہکا بہکا کر اپنے کیلئے لاتے ہین بڑی غیرت معلوم ہوتی ہے۔ قریب ہی زمانہ ہوا کہ ایک مولوی صاحب نے جامعہ ملیہ والون کو یہان کھینچنا شروع کیا مجھکو بیحد ناگوار ہوا۔ مین نے منع کر دیا بلکہ وہان ایک دوسرا امر بھی طبعاً مانع ہے یہ کہ اُن مین اور ہم مین زمین آسمان کا فرق ہے۔ جامعہ ملیہ والے ہمسے بہت دور ہین۔ ہان محمد علی مرحوم سے باوجودیکہ وہ اسکے بانی ہین مجھکو محبت ہے ایک تو وہ نہایت مہذب و خوش نیت تھے دوسرے اس وجہ سے بھی کہ وضوح حق کے بعد اہل باطل کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین جو کسی خان صاحب کے متعلق تھا فرمایا کہ وہ تو مہتمم ہین انکو تو ضرورت ہے مدارات کی مگر مجھکو کیا ضرورت ہے مدارات کی مین اہانت بھی خدانخواستہ کسی کی نہین کرتا مجھکو یہ بھی گوارا نہین۔

(ملفوظ ۹۵۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین کسی کی امانت رکھتا ہون اور نہ کسی کے فیصلہ مین پڑتا ہون د

مجتنب رہتا ہون۔ اپنا معمول قولاً و عملاً ظاہر کر دینے کیلئے ایسی ہی صفائی کی ضرورت ہے اور یہی بات اکثر لوگون مین نہیں ہے۔ اسیکو مین روتا ہون اسکے بعد امانت کے قصہ سے مجتنب رہنے کی مناسبت سے فرمایا کہ مین جسوقت ڈہاکہ گیا تو نواب صاحب نے سوال کیا کہ مدرسہ دیوبند اور سہارنپور سے اکثر روئداد مین آتی ہین سو یہ مدارس کیسے ہیں۔ مین نے کہا کہ مدارس اسلامیہ کو جیسا ہونا چاہئے ویسے ہین یہ الفاظ اسقدر جامع اور موثر تھے کہ انہون نے ایک معقول رقم تجویز کر کے میرے سپرد کرنا چاہی مگر مجھکو ہاتھ مین لیتے ہوئے طبعاً شرم معلوم ہوئی۔ باوجودیکہ یہ اپنے ہی مدرسہ ہین اور انکار کرنے مین مدرسون کا نقصان تھا اسلئے مین نے یہ کہا کہ سفر مین حفاظت رقم کی مشکل ہے آپ بیمہ کے ذریعہ سے دونون جگہ بھیجدیجئے چنانچہ یہی ہوا۔ میرے نزدیک مولویون کو مالیات مین پڑنا مناسب نہین اور یہ بھی واقعہ ہے کہ احباب کو جو مجھپر اس قدر اعتماد ہے اسکی زیادہ یہی وجہ ہے کہ وہ سمجھتے ہین کہ یہ ان قصّون مین نہین پڑتا۔

۹۵۵ (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ روپیہ مین چونکہ تصویر ہوتی ہے اسلئے وہ کوئی احترام کی چیز نہین مگر چونکہ اس مین ایک دوسری حیثیت بھی ہوتی ہے اور وہ حیثیت اس کا خدا کی نعمت ہونا ہے اسلئے جس ہاتھ مین روپیہ ہوتا ہے مین اس ہاتھ مین جوتہ نہین لیتا کیونکہ خدا کی نعمت کی قدر کرنا چاہئے۔ اسکے قابل قدر ہونے کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ اس زمانہ مین خصوصیت کی ساتھ اسکی بھی ضرورت ہے کہ کچھ نقد اپنے پاس جمع رکھے تاکہ حاجت کیوقت تنگی اور تشویش نہ ہو اور اس تنگی سے دین مین خلل نہ ہو تو روپیہ کو حفاظت دین کا ذریعہ بنانا اسکی اعلیٰ درجہ کی قدر دانی ہے مگر اسکے یہ معنے نہین کہ اسقدر قدر کرو کہ دین کی بیقدری ہونے لگے۔ اگر دونون کو جمع نہ کر سکو تو پھر اسکو دین پر نثار کر دو اور اگر جمع کر سکو کرو تو اسکی شرط یہی ہے کہ دین محفوظ رہے حقوق واجبہ ادا ہوتے رہین ورنہ پھر وہ مال وبال جان بلکہ وبال ایمان ہو جائیگا حاصل یہ کہ خوشی سے دونون کو جمع کرو مگر حدود سے تجاوز نہ ہو حقوق کا خیال رہے۔ پھر مال رکھنے کی اور اسکے طلب کرنے کی اجازت ہے بلکہ بعض حالتون مین ضروری ہے۔ یہ اسباب معاش وہ چیز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بھوک مین دعا کی تھی رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ اور اس حیثیت سے معاش کا طلب کرنا منافی زہد نہین بلکہ مطلوب ہے اور اس سے استغنا خلاف ادب ہے خوب فرمایا ہے ؎

چون طمع خواہد زمن سلطان دین خاک بر فرق قناعت بعد ازین

خلاصہ یہ کہ نعمت کی قدر ہونی چاہئے مگر نہ اتنی کہ منعم کی بیقدری ہونے لگے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ اس کا راز فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ عاشق احسانی ہین عاشق ذاتی وعاشق صفاتی نہین۔ جب تک آرام مین رہتے ہین کچھ محبت رہتی ہے اور تکلیف مین کچھ بھی نہین رہتا یہی مذاق فطری جب زیادہ بگڑ جاتا ہے تو پھر وہ حالت ہو جاتی ہے جسکو فرماتے ہین۔ فاما الانسان اذا ما ابتلاہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن۔ واما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن اور نعمت مال کی بیقدری کی ۲ دو صورتین ہین ایک اسراف دوسرے بخل اسی لئے اسراف کی بھی ممانعت ہے۔ اور بخل کی بھی ممانعت ہے یعنی غیر مستحق کو تو پھونچا دیا جو اسراف مین ہوتا ہے یا مستحق کو بھی نہین پھونچایا جو بخل مین ہوتا ہے دونون صورتون مین نعمت آلہی کی بیقدری کی پھر بخل اور اسراف مین بھی ایک فرق ہے یعنی بخل بھی برا ہے مگر اسراف اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ اسراف بعض اوقات افلاس کا سبب ہو جاتا ہے اور افلاس کفر کا۔ بخل سے کفر نہین ہوتا اسلئے مین عوام کے خیال کے خلاف اسراف کو زیادہ برا سمجھتا ہون جسکی وجہ ظاہر ہے کہ بخیل کو حاجات مین پریشانی نہین ہوتی اور مسرف کو ہو جاتی ہے اس .... پریشانی مین اپنا دین چھوڑ دیتا ہے

۳۱ **(ملفوظ)** ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل عورتون کے حقوق مین نہایت ہی کوتاہی ہو رہی ہے جو بڑے ظلم اور بے دردی کی بات ہے اپنی عفیف وشریف بیویون کی چھوٹی چھوٹی بے تمیزیون سے تنگ ہوتے ہین اور تنگ ہو کر ان کے حقوق ضائع کرتے ہین بڑی بے سمجھی کی بات ہے یہ نہین سمجھتے کہ جسقدر بدتمیز عورتین ہین سب عفیف ہین۔ مین تو کہا کرتا ہون کہ یہ ایک ہی صفت ایسی ہے کہ اسکے سامنے اور سب چیزین گرد ہین ۔ اس عفت کی صفت مین ہندوستان کی شریف عورتین حورین ہین اگر انکو گھر مین چھوڑ کر کہین غائب ہو جاؤ اور اس حالت میں نہ تو ان کو خرچ دو نہ ان کی خبر لو نہ انکو اپنی خبر دو لیکن اگر تم بیس برس کے بعد دفعۃً آجاؤ تو جس کونے مین اس مظلومہ کو چھوڑ گئے تھے وہین پڑی دیکھو گے عورتون میں یہ ایک ایسی اعلی درجہ کی صفت ہے جسکی نسبت حق تعالی عموم الفاظ مین فرماتے ہین۔ فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ اور بس یہ نہین کہتا کہ پھوڑپن عفت کی شرط ہے ایسا نہین عفت اور سلیقہ دونون جمع ہو سکتے ہین لیکن پھوڑپن اور عدم عفت عادۃً ایک جگہ جمع نہین ہو سکتے وہ اپنی عفت مین جس قدر مست ہے کہ اسکو تکلف اور تصنع اور عرفی سلیقہ کے اظہار کی ضرورت نہین بخلاف غیر عفیف کے کہ اس کا اصل سرمایہ ہی مکروفریب سے مرد کو لبھانا ہے

ناواقف نے اس کا نام سلیقہ رکھا ہے اور اسپر غش ہے اسپر ایک حکایت یاد آئی ایک شخص کی بیوی نہایت حسین تھی مگر اس شخص کا تعلق ایک بازاری عورت سے تھا ایک روز بیوی نے اپنی خادمہ سے کہا کہ ایک تو یہ بات دیکھ کر آ کہ کیا وہ عورت مجھسے زیادہ خوبصورت ہے دوسرے یہ دیکھنا کہ یہ اسکی کس بات پر مر رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ نہایت بدشکل عورت ہے اور یہ کہ جب یہ پہونچتا ہے تو وہ پانچ سات جوتیان سر پر لگا کر کہتی ہے کہ بھڑوے تو اب تک کہان تھا بیوی نے کہا کہ آج آنے دو مین ٹھیک کرونگی پھر معاف کرالونگی غرض وہ گھر آیا بیوی نے جوتہ ہاتھ مین اور چار پانچ کھوپری پر رسید کئے اور کہا بھڑوے تو اب تک تھا کہان۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ بس گھر مین اسکی کمی تھی جب گھر مین یہ لطف موجود ہے اب باہر کبھی نہین جاؤنگا۔

(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ معبّر ہونا بزرگی کی لوازم مین سے نہین۔ ابوجہل بڑا معبّر تھا۔ پس جس طرح بزرگ کا طبیب ہونا ضروری نہین ایسے ہی بزرگ کا معبّر ہونا ضروری نہین۔ دو چیزون مین مناسبت معلوم ہو جائے یہ حقیقت ہے تعبیر کی) اور یہ ایک مستقل فن ہے بزرگی سے اسکو کوئی تعلق نہین۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خواب کی تعبیر دی حضور نے فرمایا کہ کچھ صحیح اور کچھ غلط ہے۔ اگر یہ بزرگی کے لوازم سے ہوتی تو حضرت صدیق رضؓ سے زیادہ کون بزرگ ہوگا۔ پھر استطراداً بعضی تعبیرون کا ذکر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین خواب مین اپنے دانت ٹوٹ جانے کو بیان کیا۔ فرمایا دانت سخت ہوتا ہے تمہاری سختی دور ہو جائیگی۔ ایک اور شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ مین نے فلان بزرگ کو دیکھا ہے کہ برہنہ ہین حضرت نے فرمایا کہ مجمع مین ایسا خواب بیان نہین کیا کرتے۔ نہ معلوم لوگون کے ذہنون مین کیا کیا آیا ہوگا سمجھے ہونگے کہ وہ تقوے سے عاری تھے۔ حالانکہ تعبیر مین یہ دنیا سے بے تعلقی کی طرف اشارہ ہے پھر فرمایا کہ مجھکو تو اس فن سے بالکل ہی مناسبت نہین۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ خواب مین رکھا کیا ہے بیداری کی باتین ٹھیک ہونی چاہئین۔ مگر آجکل لوگون کو اس مین بیحد انہماک ہو گیا ہے

۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۹۵۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین تو کہا کرتا ہون کہ آج کل بدعتی لوگ اکثر بد دین ہوتے ہین دوسرون پر تو الزام ہے کہ یہ بزرگون کی اہانت کرتے ہین اور اپنی حرکات کو نہین دیکھتے کہ ہم کیا کرتے ہین۔ ایک صاحب نے حنفیہ کے دلائل مین ایک حدیث کی کتاب لکھی ہے اس مین یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بخاری سے بھی زیادہ صحیح ہے۔ کیا یہ بزرگون کی تنقیص اور اہانت نہین ہے۔ حقیقت مین ان کے دل مین علماء کی قطعاً وقعت نہین وجہ یہ کہ بدعت سے قلب مین قساوت اور ظلمت پیدا ہو جاتی ہے۔ کتنی بڑی گستاخی اور بے ادبی کی بات ہے۔ جرأت تو دیکھئے کہ یہ کتاب بخاری سے بھی اصح ہے۔ یہ کتاب میرے پاس بھی تقریظ کیلئے بھیجی گئی تھی مین نے انکار لکھکر واپس کر دی۔

(ملفوظ ۹۵۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل بچون کی تعلیم کے باب مین بڑی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ نااہل استاد تعلیم دینے کیلئے مقرر ہوتے ہین نہ تو تعلیم ہی بچون کی ہوتی ہے نہ تربیت۔ ایک بڑی کوتاہی یہ ہو رہی ہے کہ بچہ کو مانوس بنا کر تعلیم نہین دیتے۔ میرا یہ مطلب نہین کہ گستاخی کے درجہ تک مانوس ہو جانا مقصود ہے۔ مگر یہ بھی نہین کہ متوحش بنایا جائے تو حش کی حالت مین بچہ پڑھ نہین سکتا اس ہی لئے ضرورت ہے کہ بچہ کو مانوس بنایا جائے۔ مانوس ہونیکی حالت مین نہایت سہولت سے پڑھ سکتا ہے مگر یہ معلم لوگ اکثر سنگدل اور کم عقل ہو جاتے ہین۔ تعلیم کیلئے ترحم اور عقل کی ضرورت ہے اور مزاحاً فرمایا کہ کبھی کبھی اکل کی بھی ضرورت ہے یعنی بچون کو کچھ کھانیکو بھی دیدیا کرین مگر آجکل بچون کو گلگلہ تو دیتے نہین محض غلغلہ سے کام لیتے ہین سو اس سے کیا کام چلتا ہے۔ نیز معلم کیلئے تقوے کی بھی ضرورت ہے اس مین تقوی کو بھی بڑا دخل ہے اس سے برکت ہوتی ہے تعلیم مین۔

(ملفوظ ۹۶۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ امامت کی حالت مین استغراق غیر مطلوب ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سی نماز ہونا چاہئے کہ بچہ کے رونے کی بھی خبر ہوتی ہے البتہ انفرادی حالت مین استغراق نافع ہے اب اس کا عکس ہو رہا ہے کہ تنہائی مین تو نماز جلدی جلدی پڑھتے ہین اور امامت مین خوب دیر لگاتے ہین کہ اگر استغراق نہین تو استغراق کی نقل ہی سہی جسکی غرض بھی صحیح نہین کہ اظہار حسن قراءت و اظہار

حسن صلاۃ بھی مطمح نظر ہے۔ گو مقتدیون کو تکلیف ہی کیون نہ ہو۔ ان حدود کو سمجھنا چاہئے تمام احکام کی طرح امامت مین بھی عقل صحیح کی ضرورت ہے۔ ایک مسافر شاہ صاحب نے کانپور مین جمعہ کی نماز پڑھائی اول رکعت مین سورہ قٓ پڑھی اور وہ بھی ترتیل کی ساتھ۔ گرمی کا زمانہ تھا بعضے لوگ بیہوش ہو کر گرنے کو ہو گئے۔ ایک شخص کو قے ہو گئی۔ یہ شاہ صاحب پیری مریدی کا بھی سلسلہ رکھتے تھے اسکے مقابل محققین کی عادت سنیئے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوش الحان تھے مگر فجر کی نماز مین سورہ اذا الشمس اور اذا السماء انفطرت واشالہما پڑھتے تھے۔

(**ملفوظ** ۱۱۶۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بعضے غیر مقلد محض خشک اور کھرے ہوتے ہین ایک شخص نے ایک غیر مقلد عالم سے پوچھا کہ یہ حنفی فاسق ہین یا کافر۔ کہا کہ فاسق ہین کافر نہین۔ سائل نے کہا کہ یہ لوگ امام کی ساتھ سورہ فاتحہ کو قصداً ترک کرتے ہین کیونکہ حدیث مین ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب بلا فاتحہ کے نماز نہین ہوتی اور تارک صلوٰۃ کے متعلق حدیث مین ہے من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر تو اس حساب سے تو یہ کافر ہونا چاہئے کہنے لگے اس مین تاویل ہو سکتی ہے۔ سائل نے کہا کہ ایسی تاویل تو لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب مین بھی ہو سکتی ہے مگر آپ تو اس مین کوئی تاویل نہیں کرتے تو پھر فقد کفر مین کیون کرتے ہین اور انکو فاسق کیسے کہتے ہین جواب نہین بن پڑا۔ یہ تمام خرابی بے اصولی کی ہے علم بے اصول ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہان نہ علم ہوتا ہے نہ سمجھ نہ تدین جو جی مین آیا ہانکدیا۔ ان بے اصول علوم کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نے جو ملا دوپیازہ کیساتھ مناظرہ کرنے بیٹھا تھا ملاجی کی طرف ایک انگلی سے اشارہ کیا۔ ملاجی نے دو انگلیون سے اشارہ کر دیا اُسنے تھپڑ دکھلایا۔ انہون نے گھونسہ دکھلایا۔ اُسنے دوسرون سے اقرار کیا کہ ملاجی نے میرے ایسے سوالون کا جواب دیا کہ کسی نے نہین دیا لوگون نے شرح پوچھی اُسنے کہا کہ مین نے کہا تھا کہ اللہ ایک۔ ملا دوپیازہ نے کہا کہ دوسرا اس کا رسول بھی ہے۔ پھر مین نے اشارہ کیا کہ پنجتن پاک برحق ہین۔ ملا نے کہا کہ وہ سب متفق ہین۔ پھر ملاجی سے پوچھا گیا۔ کہا کہ یہ کہتا تھا مین تیری ایک آنکھ پھوڑ دون گا۔ مین نے کہا کہ مین تیری دونون پھوڑ دون گا اسنے کہا کہ مین تیرے تھپڑ مارون گا۔ مین نے کہا گھونسہ مارون گا۔ بس یہ اشارات وکنایات علوم تھے۔ ایک دوسرا واقعہ یاد آیا۔ مولوی نور الحسن صاحب کاندہلوی مولوی فضل حق صاحب کے شاگرد تھے انکے ایک عزیز سرشتہ داری پر مامور تھے۔ ایک انگریز ان کا افسر تھا۔ یہ اسکی پیشی مین تھے۔ مولوی نور الحسن صاحب

ان کے یہان مہمان ہوئے - اس انگریز کو معلوم ہوا کہ ان کے یہان ایک عالم مہمان آئے ہین اس انگریز نے ان سے کہا کہ ہمسے بھی ملاقات کراؤ- انہون نے مولوی صاحب سے کہا انہون نے سر رشتہ دار صاحب کی رعایت سے ملاقات کرنا قبول کر لیا- ملاقات ہوئی- بیٹھتے ہی انگریز نے کہا کہ ہم کچھ پوچھ سکتا ہے- انہون نے کہا پوچھئے وہ کہتا ہے کہ گنگ - انہون نے کہا کہ سنگ - بس ملاقات ختم ہو گئی- مولوی صاحب نے سر رشتہ دار سے کہا کہ تم نے کس جاہل سے ملاقات کرائی وہ بولے کہ وہ تو تمہارے علوم کی تعریف کر رہا تھا کہ مولوی صاحب بہت بڑا عالم ہے ہمنے پوچھا تھا کہ گنگ دریا کہان سے نکلا اسنے کہا کہ پہاڑون سے مولوی صاحب نے کہا کہ مین نے تو قافیہ ملایا تھا- ایسے ہی بعضون کے علوم کی کیفیت ہے - بے جوڑ بانین کیا کرتے ہین نہ قرآن کو سمجھین نہ حدیث کو ہانکنے سے غرض-

(**ملفوظ** ۹۶۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ لڑکون کو جسقدر مکتب اور مدرسہ جانے سے وحشت ہوتی ہے اس قدر وحشت خوف موت سے بھی نہین ہوتی اسلئے سخت ضرورت ہے کہ انکو مانوس بناکر تعلیم دی جائے تاکہ یہ وحشت دور ہو- مگر آجکل کے اُستاد بجائے مانوس بنانے کے بچون کو اسقدر مارتے ہین کہ اور وحشت بڑھ جاتی ہے- سو یہ طرز بہت ہی بُرا ہے- پھر ایک حکایت بیان فرمائی کہ مامون رشید یا ہارون رشید کا واقعہ ہے صحیح یاد نہین رہا ان مین سے کسی کا لڑکا مکتب مین پڑھنے جاتا تھا- ایک لڑکا ان کا غلام تھا وہ بھی پڑھتا اور مدرسہ مین ضروری خدمت بھی کرتا تھا- اس غلام کا انتقال ہو گیا اسپر بادشاہ کو خیال ہوا کہ لڑکے کو رنج ہوا ہوگا- کہا کہ بیٹا تمہارا خادم مرگیا ہمکو بڑا رنج ہے کہا کہ ابا جان اچھا ہوا مکتب سے چھوٹ گیا- اس وحشت کی کوئی انتہاء ہے

(**ملفوظ** ۹۶۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی علامات اور ان حضرات کی صحبت کی برکت کو اہل بصیرت ہی سمجھ سکتے ہین اسیکو مولانا فرماتے ہین ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی — نیک بین باشی اگر اہل دلی

اسی کا ترجمہ گلزار ابراہیم مین مولوی الحسن صاحب نے کیا ہے اور خوب کیا ہے-

مرد حقانی کی پیشانی کا نور — کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

ایک مرتبہ مولانا رفیع الدین صاحب کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ یہ مولانا رشید احمد صاحب سے کمالات باطنی مین کسی طرح کم نہیں- بس اتنا فرق ہے کہ وہ ظاہری

[حاشیہ: ایسی پیشانی کیا نقش ...]

عالم بھی ہین یہ عالم نہین۔ ایسا ادراک اہل بصیرت ہی کو ہو سکتا ہے اور اسکو وہی سمجھ سکتے ہین۔ ہم لوگون
کو ان کمالات کا کیا خاک پتھر علم ہو سکتا ہے البتہ اتنا یاد ہے کہ کیسا ہی رنج اور غم اور پریشانی ہوئی
حضرت مولانا گنگوہی رح کے پاس جاکر بیٹھے اور سکون ہوا اتنی برکت تو صحبت کی یاد ہے جو ایک درجہ
مین علامت بھی ہے اس برکت کا ایک اور واقعہ یاد آیا مین نے ایک بار مولانا گنگوہی رح سے ایک
سوال کیا کہ توسّل کی حقیقت کیا ہے مولانا نے پوچھا سائل کون ہے۔ مین نے عرض کیا اشرف علی
تعجب سے فرمایا تم پوچھتے ہو اور کچھ نہین فرمایا۔ مین نے بھی دوبارہ عرض کرنے کو خلاف ادب سمجھا مگر یہ
حضرت کی برکت ہے کہ بدون کسی ظاہری ذریعے کے اللہ تعالیٰ نے اسکی حقیقت منکشف فرمادی۔
مقبولین کی صحبت سے علمی مشکلین بھی حل ہوتی ہین۔ اسیکو مولانا فرماتے ہین ؎

اے لقاء تو جواب ہر سوال　　مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

اور جو تحقیق منکشف ہوئی وہ یہ ہے کہ توسّل کے معنے تقرب کے ہین وابتغوا الیہ الوسیلة مین بھی وسیلہ
کے معنے قرب کے ہین یعنی اعمال صالحہ سے قرب حاصل کرو بعض نے ناواقفی سے پیر کے معنے مُراد لیلئے ہین
جو محض غلطی ہے۔ آگے تقرب کی بڑی دو قسمین ہین بالاعمال اور بالاعیان پس یہی دو قسمین توسّل کی بھی
ہین۔ اور کلام توسّل بالاعیان مین ہے۔ ابن تیمیہ توسّل بالاعیان کو جائز نہین کہتے اور جہان منقول
ہے اس مین تاویل کرتے ہین کہ مُراد ان اشخاص سے دعاء کرانا ہے اور توسل بالاعمال کو وہ بھی جائز
کہتے ہین جیسا ایک حدیث مین ہے جنمین تین شخصون کے توسّل بالاعمال سے پتھر کا غار پر سے ہٹ جانا
مذکور ہے لیکن مین کہتا ہون کہ اگر توسّل بالاعمال اور توسّل بالاعیان کی ایک ہی حقیقت ثابت ہو جاوے
تو پھر توسّل بالاعیان کے ناجائز ہونیکی کیا وجہ۔ بس وہ حقیقت مشترک انکے ذہن مین نہین آئی اسلئے
ایک کو جائز ایک کو ناجائز کہدیا۔ پس وہ حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ فلان عمل یا فلان شخص آپکے نزدیک
مقبول ہے اور ہمکو اس سے تلبّس ہے عمل مین صدور کا اور عین مین محبت کا اور آپ کا وعدہ ہے کہ جو
شخص ہمارے مقبول سے تلبّس رکھے یعنی اس عمل کو اختیار کرے اور اس شخص سے محبت رکھے ہم اس
پر خاص رحمت نازل فرماتے ہین پس ہم اُس رحمت خاص کے طالب ہین۔ پس یہ حقیقت ہے
توسّل کی جو اعیان اور اعمال دونون مین مشترک ہے۔ پس جب توسل بالاعمال کی جو حقیقت ہے وہی
توسّل بالاعیان کی بھی ہوئی تو پھر توسل بالاعیان میں کیا حرج ہوا اور یہ حقیقت احیاء و اموات دونون

مین مشترک ہے نہ کہ دعاء کرانا جو احیاء کیساتھ خاص ہو اور نہ اعیان سے استغاثہ کہ ناجائز ہو

(ملفوظ ۱۲۲۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ادب تو صوفیہ اہل حق پر ختم ہے یہ چیز ان مین سب سے بڑھ ہے خواہ کبھی صورۃً خلاف ادب کا بھی شبہ ہو جاوے جسکی نسبت مولانا فرماتے ہین ؎

گفتگوئے عاشقان در کار رب　　جوشش عشق ست نے ترک ادب

بے ادب تر نیست زوکس درجہان　　با ادب تر نیست زوکس درنہان

پھر صوفیہ کے ادب کی ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شاہ ابو المعالی کے یہان انکے شیخ مہمان ہوئے۔ یہ کہین باہر سفر مین تشریف لیگئے تھے بیوی نے چاہا کہ خاوند کے شیخ آئے ہین کچھ خدمت ہو گھر مین فاقہ تھا مجبور تھین محلہ سے قرض بھی نہ ملا شیخ کو معلوم ہو گیا بازار سے ایک روپیہ کے گیہون منگا کر ایک مٹکی مین بھر کر ایک تعویذ لکھکر اس مین رکھدیا اور یہ کہدیا کہ اس مٹکی کو خالی نکر جتنی ضرورت ہو اس مین سے نکال لیا کرو شیخ تو تشریف لیگئے کچھ روز کے بعد شاہ ابو المعالی صاحب مکان پر تشریف لائے کئی روز تک کہانے پینے کی فراغت دیکھکر وجہ دریافت کی۔ کہا گیا کہ آپکے شیخ تشریف لائے تھے اور سارا قصّہ بیان کیا اب اگر تعویذ کو باقی رکھتے ہین تو ان کے زہد اور توکل کے خلاف اور اگر ہٹاتے ہین تو شیخ کا ادب مانع کہ صورت اعراض کی ہے۔ فرمایا کہ اس تعویذ کا مستحق مٹکا نہیں اس کا مستحق ہمارا سر ہے اور یہ کہکر سر مین باندہ لیا غلہ ختم ہو گیا اور پھر وہی فقر و فاقہ ہونے لگا۔ واقعی اس شان کا ادب یہ صوفیہ ہی پر ختم ہے پھر فقر و فاقہ کی مناسبت سے ایک تمہید کے بعد ایک واقعہ بیان فرمایا۔ تمہید یہ تھی کہ بعضے لوگ جو بزرگ زادون کی تحقیر کرتے ہین یہ بری بات ہے ان مین بھی کچھ نہ کچھ بزرگ زادہ ہونیکا اثر ہوتا ہے پھر واقعہ بیان فرمایا کہ الہ آباد میں ایک صاحب تھے وکیل اور یہی دلیل کافی ہے انکے دنیادار اور غیر متقی ہونیکی مگر بزرگوں کی اولاد میں سے تھے ان کے یہان یہ ایک عجیب رسم تھی کہ جس روز گھر مین فاقہ ہوتا تو چھوٹے چھوٹے بچے ہنستے کھیلتے کودتے پھرتے تھے کہ آہا ہا جی ہمارے گھر شیخ جی آئے جنہون نے مجھسے یہ واقعہ بیان کیا وہ ان کے یہان کئی روز سے مہمان تھے کہتے ہین کہ گھر سے ایک روز کہانا آنے مین دیر ہوئی یہ انتظار مین تھے کہ بچون کو دیکھا وہی کہتے پھرتے تھے یہ سمجھے کہ مہمان کی وجہ سے کہانا تکلف کا پکا ہوگا اسلئے تیاری مین دیر ہوئی۔ مگر جب بہت ہی دیر ہو گئی تو انہون نے ان کے نوکر سے پوچھا کہ میان یہ کیسے شیخ جی ہین نہ تو

خود نظر آئے اور نہ کھاتا ہی آیا اپنی ساتھ ہمین بھی بھوکا ماردیا لوکرنے کہا کہ شیخ جی کہان ہین یہ فاقہ کو شیخ جی کہتے ہین۔ انکے خاندان مین یہ رسم ہے۔ دیکھئے دنیادار ہوکر بھی یہ حالت تھی صرف بزرگون کی نسل کی برکت سے تو صحبت مین کیسا اثر ہوگا۔ جو لوگ اہل اللہ کی صحبت مین نہین رہتے ان مین واقعی بہت کمی ہوتی ہے اور ان حضرات کی صحبت کی برکت سے بڑے نفع کی چیزین میسر ہو جاتی ہین۔ اور خصوصاً اس پرفتن زمانہ مین تو بزرگون کی صحبت بہت ہی ضروری چیز ہے

(ملفوظ ۹۶۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین اگر کسی سے کسی غلطی پر مواخذہ کرتا ہون اور وہ معذرت پیش کرتا ہے مین فوراً نرم ہو جاتا ہون پگھل جاتا ہون دل مین بھی کوئی شکایت نہین رہتی پھر اسکے بعد بھی اگر کچھ تجویز کرتا ہون وہ بھی اسکے مصالح کی بناء پر تجویز کیا جاتا ہے اس واقعہ کے اثر کی بناء پر نہین۔ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ یہ اس واقعہ کا اثر ہے سو یہ بالکل غلط ہے۔ میرے مزاج مین بحمد اللہ درشتی نہین درستی ہے۔ عین غصہ کی حالت مین بھی مین مغلوب نہین ہوتا جو کچھ کہتا ہون وہ قصد سے کہتا ہون اور جو کرتا ہون قصد سے کرتا ہون سخت نہین ہون مضبوط ہون جیسے ریشم کا رسہ نرم تو اس قدر کہ جس طرف کو چاہو موڑ لو توڑ لو جہان چاہے گرہ لگا لو اور مضبوط اس قدر کہ اگر اس سے مین ہاتھی کو باندھ دو تو وہ جنبش نہین کرسکتا تو الحمد للہ سخت نہین ہون نرم ہون مگر مضبوط ہون۔ لوگ مضبوطی اور سختی کے فرق کو نہین سمجھتے اس ریشم کے ڈورے کی مثال سے سختی اور مضبوطی کا فرق اچھی واضح ہو گیا دوسرے یہان آنیوالے میری ساتھ کون سے نرمی اور رعایت کا برتاؤ کرتے ہین جو مجھسے مکافات کی توقع رکھتے ہین۔ مین ان بیہودگیون پر متنبہ کرتا ہون تو مجھکو سخت سمجھتے ہین۔ مین معاملہ کو صاف کہنا چاہتا ہون اور آنیوالے الجھانا چاہتے ہین سو مین تو سخت ہو گیا اور یہ کیا ہوئے۔ آخر انصاف بھی کوئی چیز ہے عجیب بات ہے کہ اس زمانہ مین ظالم کی ہر شخص نصرت کرتا ہے مظلوم کی کوئی اعانت یا دستگیری نہین کرتا یہ بھی مرض عام ہو گیا ہے اور یہ سب کچھ دین سے غفلت کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۹۶۶) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مخالف کی بدتمیزی تو سہی جاتی ہے

مگر مدعی عقیدت مدعی محبت کی بدتمیزی نہین سہی جاتی - پھر بدتمیزی کے بھی درجات ہین جسکا بدتمیزی
کھلا ہوا ہو اسکی برداشت اور بھی مشکل ہے جیسے بعضے لوگ موٹی موٹی باتون مین اُلجھتے ہین اسید
صاف باتون کو اینچ پیچ کرکے ٹیڑھا بنا دیتے ہین - اگر یہان آکر کوئی شخص پوری بات کہدے تو
طرف سے ایک منٹ کی بھی دیر نہین لگتی مین تو خدمت کیلئے ہر وقت تیار بیٹھا رہتا ہون - مگر اسپر بھی پر
کرتے ہین - بتلائے اس حالت مین غصہ آوے یا نہ آوے - مجھے اگر پوری بات معلوم ہو جائے خوا
سے خواہ تقریر سے تو مجھے خدمت سے عذر نہین - باقی صاحب حاجت تو کہے نہین اور مین ہی خود کھود کر
اس سے مجھے غیرت آتی ہے کہ کام تو اس کا اور پوچھون مین مگر عموماً اسیکو خوش خلقی سمجھا جاتا ہے
ہی اخلاق مروّجہ اور متعارفہ کی وجہ سے لوگ تباہ اور برباد ہوئے ہین اور بزرگون کے یہان تو ڈھیلا
(بیا، معروف) برتا جاتا ہے - مزاحاً فرمایا کہ میرے یہان ڈھیلا پن (بیائے مجہول) برتا جاتا ہے
یہی وجہ لوگون کے خفا ہونیکی ہے مگر ہوا کرین مین تو کسی کی وجہ سے خفا (بکسر خاء) نہین کرون گا صاف
کہون گا کھولکر کہون گا - لوگ اپنے معائب کو حماقتون کو بلّی کے گو کی طرح چھپاتے پھرتے ہین یہان
اُن کا پول کھلجاتا ہے - ظاہر ہے جب کوئی شخص طبیب سے بھی مرض کو چھپائے تو علاج ہو چکا اور
ہو چکا - مین ان کی نبضین پہچانتا ہون - میرے پاس بحمد اللہ ان کے امراض کی دارو ہے جیسا
ویسی ہی تجویز اور ویسی ہی دوا - اسپر کوئی منہ بنائے اور گالیان دے اور بدنام کرے تو اس سے کیا
صدیون کے بعد اصلاح کا باب مفتوح ہوا ہے یہ بدفہم اسکو مسدود کرنا چاہتے ہین - یہ دیہاتی کہلا
اور دیہاتی ہی ہونے کا عذر کرتے ہین مگر بڑے ہوشیار ہوتے ہین مجھکو اکثر ان سے یہ پوچھنے کا
اتفاق ہوا کہ آتے ہی پوری بات کیون نہین کہدی تھی کس بات کا انتظار تھا تو جواب مین کہتے ہین
مین باٹ (یعنی انتظار) دیکھون تھا کہ جب یہ پوچھین گے بتاؤن گا تو یہ تصریحات میرے پاس موجود
جس سے معلوم ہوا کہ یہ قصداً ایسا کرتے ہین - مین محض تخمین سے نہین کہتا جنکو واسطہ نہین پڑتا وہ
کیا جانین مجھکو تو رات دن واسطہ پڑتا ہے - نیز مجھے انکی بیہودگیون کے منشا کی بھی خبر ہے وہ منشا
مذموم اور بُرا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ملانون کو حقیر سمجھتے ہین - نظر تحقیر سے دیکھتے ہین سب جگہ ہوشیار ملا
پاس آکر جاہل اور بیوقوف بنتے ہین یہ حد درجہ کی چالاکی ہے حاصل اس عادت کا وہی ہے جسکو مین
کہہ رہا ہون کہ یہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ خود ان کا کام ہے ہماری چاپلوسی کرنیکا اسلئے یہ خود ہی پوچھین گے سو انکا مرض مین
پہچانتا ہون - مین ہی علاج بھی کرتا ہون - دوسرون کو رائے یا اعتراض کا دخل دینا دخل معقولات ہے کم حیثیت نہین رکھ

(باقی آئندہ)

(ملفوظ ۹۶۷) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اس مین ایسے ہی بیکار سوالات کئے ہین۔ چنانچہ تربیت کے تحت مین دریافت کیا ہے کہ کیا مسلم اور غیر مسلم کی غیبت مین کچھہ فرق ہے اگر ہے تو کیا اور دونون کی غیبت سے اجتناب ایک ہی درجہ مین ضروری ہے یا کیا۔ مین نے لکھدیا ہے کہ کیا غیر مسلم کی غیبت کی آپکو کچھ ضرورت ہے جو فرق معلوم کیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ لوگ مقصود سے بہت دور پڑے ہوئے ہین غیر مقصود اور غیر ضروری چیزون مین زیادہ ابتلا ہو رہا ہے مین چاہتا ہون مقصود پر لگانا۔ بس اس مین اُلجھتے ہین۔

(ملفوظ ۹۶۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ پہلے حکام غیر مسلم بھی شریف خاندان کے افسر آتے تھے۔ ایک طالب علم نے ایک انگریز حاکم کا عجیب فیصلہ مجھسے بیان کیا ایک مقام پر مقلدون اور غیر مقلدون مین کسی مسجد کے اندر آمین بالجہر پر جھگڑا ہو گیا اس انگریز حاکم نے تحقیقات کی اور تمام واقعہ کا سمجھکر فیصلہ دیا اور لکھا کہ آمین کی تین ۳ قسمین ہین ایک آمین بالجہر۔ یہ اہل اسلام کے ایک فرقہ کا مذہب ہے اور اس مین حدیثین وارد ہین اور ایک آمین بالسر۔ یہ بھی ایک فرقہ کا مذہب ہے اسکے ثبوت مین بھی حدیثین وارد ہین تیسری آمین بالشر۔ یہ آجکل غیر مقلد فرقہ کا مذہب ہے اس کا ثبوت کسی حدیث مین نہین لہذا اسکو بند کیا جاتا ہے کیسی عجیب تحقیق ہے۔ ایسا ہی ایک اور فیصلہ ہے وہ بھی ایک انگریز ہی افسر کا ہے۔ ایک شخص نے بھوپال مین ایک ہندو عورت کو اسکی درخواست پر مسلمان کر لیا ایک مسلمان حاکم کے اجلاس مین مقدمہ دائر ہوا اُسنے اس مسلمان کرنیوالیکو اغوا مین سزا کر دی۔ اپیل ہوا۔ حاکم انگریز تھا اُسنے فیصلہ لکھا کہ فلان حاکم فلان عہدہ دار نے اس کو مقدمہ اغوا مین سزا دی حالانکہ اغوا اور ارشاد مین فرق ہے ہر شخص اپنے مذہب کو حق سمجھتا ہے اسکی ترغیب دینا اغوا نہین ہو سکتا۔ خیر خواہی اور ارشاد کہا جائیگا ہان اگر زیور کی وجہ سے یا کسی جائداد وغیرہ کی وجہ سے یا نفسانی خواہش کیلئے ایسا ہوتا تو اغوا ہوتا اور وہ جُرم تھا مجھے اسپر بھی افسوس ہے کہ مین نے ایسا حاکم حکومت کے واسطے کیون منتخب کیا جسکو اغواء اور ارشاد مین فرق معلوم نہین۔ یہ دونون فیصلے عجیب ہین۔ ایسی انتظامی باتون مین ان لوگون کا دماغ خوب کام کرتا ہے باقی حقیقی علوم سے بے بہرہ ہوتے ہین یہ خاص مسلمانون ہی کا حصہ ہے اس مین انگریز اور ہندو دونون پیچھے ہین۔

۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز جمعہ
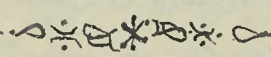
(ملفوظ ۹۶۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ عام یورپین تو حکومت کے دلدادہ ہین۔ انہین مذہبیت سے دلچسپی بہت کم ہے۔ یہ نیچرل پارٹی ہے جیسے مسلمانون مین اب تک نیچرل پارٹی ہے۔ البتہ انکے جو مذہبی لوگ ہین وہ بڑے متعصب ہوتے ہین ان مین ایک تو کفر کی ظلمت ہوتی ہے اور ایک تعصب کی ظلمت ہوتی ہے وہ ظلمت ان کے چہرون سے نمایان ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۹۷۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ظاہری صورت کی درستی کی ضرورت کی جو تعلیم کی جاتی ہے اسپر بعض لوگون کو یہ اعتراض ہے کہ میان صورت چاہے جیسی رہے باطنی عقائد درست ہونے چاہئین حالانکہ ظاہر کو باطن مین بڑا دخل ہے۔ پھر ظاہر مین بھی تو اس مین بڑی ذلت ہوتی ہے اگر اس ذلت کو کوئی محسوس نہ کرے یا کسی کی حس ہی باقی نہ رہی ہو تو اس کا کسی کے پاس کیا علاج۔ بھائی اکبر علی مرحوم کے پاس ایک تحصیلدار اور ایک تھانہ دار ملنے آئے۔ تھانہ دار مسلمان تھے۔ تحصیلدار ہندو تھے مگر تحصیلدار کی تو لبین کٹی ہوئین داڑھی بڑھی ہوئی اور تھانہ دار صاحب کے سب صاف۔ بھائی مرحوم کے ملازم نے پان لاکر تحصیلدار کے سامنے رکھدئے اسپر تھانہ دار ہنسا ملازم ہوشیار تھا سمجھ گیا اُسنے پان اُٹھا کر تھانہ دار کے سامنے رکھدئے۔ بھائی مرحوم نے تھانہ دار سے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے ایک ذلیل آدمی معمولی حیثیت کا ملازم اُسنے آپ کو کافر سمجھا محض آپ کی ظاہری صورت کی وجہ سے۔ تھانہ دار بہت محجوب اور ذلیل ہوا۔ یہ تو داڑھی منڈانے والون سے کلام تھا لیکن داڑھی رکھنے والون کو بھی یہ حق نہین کہ منڈانے والون کی دل سے تحقیر کرین کیا خبر کس کا انجام کیسا ہو۔ چنانچہ ایک داڑھی منڈاتے والے کا واقعہ ہے کہ کسی زمانہ مین گوالیار مین فوج کیلئے قانون تھا کہ چاہے داڑھی منڈائی جائے یا رکھی جائے آزادی تھی جس کا جی چاہے رکھے جس کا جی چاہے منڈائے قریب قریب سب لوگ رکھتے تھے مگر ایک شخص جو مسلمان ہی تھا وہ منڈایا کرتا تھا لوگ ملامت کرتے وہ کہتا کہ گنہگار ہین اللہ معاف کرین کچھ روز بعد حکومت کی طرف سے حکم ہوگیا کہ داڑھی منڈانا فوج پر لازم ہے۔ سب نے منڈوادی اس شخص سے بھی کہا گیا کہ لو بھائی مبارک ہو تمہارا ہی چاہا ہوگیا دریافت کیا کہ کیا ہوا کہا کہ حکم ہوگیا داڑھی منڈانے کا کہنے لگا کہ اگر قانون ہوگیا تو اب نہین

منڈائین گے۔ پہلے تو نفس پرستی تھی اور اب خدا کے مخالف کی اطاعت ہے چاہے کچھ بھی ہو۔ چنانچہ ملازمت سے خارج کر دیا گیا مگر کچھ پروا نہین کی اتنا قوی الایمان تھا۔ اب آدمی کسی کو کیا حقیر سمجھے پھر کسیکو دل سے حقیر نہ سمجھنے اور انجام کے معلوم نہ ہونے پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ لکھنؤ مین ایک خانصاحب تھے عمر رسیدہ ہوگئی تھے مگر دنیا کی تمام بازیان ان مین جمع تھین۔ ملنے والے چھوٹے بڑے ملامت کرتے کہ خانصاحب ضعیفی کا وقت آگیا قبر مین پیر لٹکا رہے ہین اب توان معصیتون سے توبہ کر لو۔ نماز پڑھا کرو۔ روزے رکھا کرو کہنے کہ ان کے کرنے سے کیا ہوگا۔ لوگ کہتے جنت ملیگی۔ خانصاحب کہتے کہ بس جنت کیلئے اتنی محنت۔ جنت تو ایک لمحہ مین مل جاویگی۔ لوگ دریافت کرتے وہ کس طرح۔ خانصاحب کہتے کہ کوئی موقع ہوا تو ایک ہاتھ اِدھر ایک ہاتھ اُدھر بس سامنے سے کائی سی پھٹتی چلی جائیگی اور کھٹ سے جنت مین جا کھڑے ہونگے اس راز کو کوئی نہ سمجھتا۔ اتفاق سے مولوی امیر علی صاحب نے جب ہنومان گڑھی مین جہاد کا فتوی دیا اور کثرت سے تمام مسلمان میدان مین پہونچ گئے۔ خانصاحب کو بھی معلوم ہوا پہونچے مولوی صاحب کے پاس اور جا کر کہا کہ مولانا ہم جیسے گنہگارون کی بھی کچھ پرسش ہوسکتی ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ خانصاحب مانع کون چیز ہے۔ خانصاحب سر پر صافہ باندہ اور کمر سے تلوار لگا دہم سے میدان مین پہونچے اور تلوار کے ہاتھ اِدھر اُدھر چلاتے ہوئے ستر اسّی لاشین ڈالدین کسی کافر کا ہاتھ ان پر پڑا شہید ہوگئے اور کھٹ سے پلک جھپکنے مین جنت مین جا کھڑے ہوئے یہ تھا وہ راز جسکو کوئی نہ سمجھتا تھا۔ ان خانصاحب کی قوت ایمانیہ دیکھئے کہ باوجود اسقدر موانع کے ایمان کتنا قوی تھا اسی ہی لئے مین کہا کرتا ہون کہ معاصی سے نفرت کرو مگر عاصی سے نفرت نہ کرو کبھی ایک سکنڈ اور منٹ مین کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔

(**ملفوظ** ۱۱۰۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق ادب کے پتلے ہوتے ہین ہر چیز کو اسکی حد پر رکھتے ہین اور اسکے حقوق کو ادا کرتے ہین عدل اور اعتدال ان کا خاص شعار ہوتا ہے۔ بالکل اسکے مصداق ہوتے ہین جیسا کہ روایات مین آیا ہے خیر الامور اوسطہا۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب سے خدمت لیتے تھے مگر عالم اور سید اور بوڑھے سے خدمت نہ لیتے تھے۔ ان صفات کا خاص ادب فرماتے تھے ہر چیز کیلئے انکے یہان میزان عدل ہوتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت عالم افضل ہے یا سید۔ فرمایا کہ ایک بات تو ہم جانتے ہین کہ ایک جاہل ہمکو لاکر دو دس سال کے بعد عالم بنا کر تمکو دیدین گے اور ہم تم کو ایک غیر سید دیتے ہین تم

بیس برس مین اسکو سید تو بنا دینا۔ اتنا فرق تو ہمکو معلوم ہے عجیب جواب ہے۔ نہ سید کی بے ادبی ہوئی نہ عالم کی۔ شاہ صاحب کے اکثر ایسے ہی جواب ہوتے تھے۔

عـــ۹۷۲
(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر کسقدر ہوئی فرمایا کہ غالباً چوراسی سال کی۔ حضرت کے قوی پہلے ہی سے کمزور تھے اور بہت پتلے دُبلے تھے۔ پھر ایک سوال پر فرمایا کہ میری پیدائش ۱۲۸۰ھ کی ہے یعنی غدر سے سات برس بعد کی اور میانجی صاحب قدس سرہ کی وفات غدر سے بھی پہلے ہو چکی تھی۔ مین نے حضرت میانجی صاحب قدس سرہ کو نہین دیکھا۔ سوال یہ تھا کہ آپنے میانجی صاحب کو تو نہین دیکھا۔

عـــ۹۷۳
(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت چالیسؔ برس کی عمر جب ہو جاتی ہے آگے عمر کا حصہ محض نفع ہی نفع مین ہے کیونکہ پھر استیلاء ضعف سے حیوۃ موہوم ہی ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ اسکے مقابل یہ بھی تو مشہور ہے کہ چالیس برس تو خطرہ ہے پھر خطرہ نہین کیونکہ ابتو بچے اور جوان ہی زیادہ مرتے ہین اور بوڑھے کم۔ مزاحاً فرمایا کہ بوڑھون کی تو ویسے بھی رعایت کی جاتی ہے حتے کہ آخرت مین بھی۔ حضرت یحیی بن اکثم جو بخاری علیہ الرحمۃ کے شیخ ہین انتقال کے بعد جب ان کی پیشی ہوئی تو حق تعالی نے سوال فرمایا کہ ارے بدحال بوڑھے فلان دن یہ کیا فلان دن یہ کیا یہ خاموش تھے کوئی جواب نہ دیا پھر سوال ہوا کہ جواب کیون نہین دیتا۔ عرض کیا کہ اے اللہ کیا جواب دون یہ واقعات سب صحیح ہین مگر مین ایک بات سوچ رہا ہون۔ سوال ہوا کیا سوچ رہا ہے۔ عرض کیا کہ یہان کا تو یہ حال سنا نہ تھا ارشاد ہوا کیا سنا تھا عرض کیا کہ مین نے ایک حدیث مین پڑھا تھا اور اسکو مع سند پڑھا ان اللہ لیستحیی من ذی الشیبۃ المسلم یعنی اللہ تعالی بوڑھے مسلمان سے شرماتے ہین اور مین معاملہ اسکے برعکس دیکھ رہا ہون فرمایا کہ تمنے صحیح سنا اور صحیح پڑھا جاؤ آج صرف بوڑھے ہونے کی وجہ سے تمپر رحمت کی جاتی ہے۔ جنت مین تو یہ بوڑھا ہونا بھی بڑی رحمت کا سبب ہے لوگ بوڑھون کی قدر نہین کرتے۔

عـــ۹۷۴
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ عنایت فرماؤن کی بدولت مین تو اس قدر بدنام ہون کہ اگر اب نیکنام بھی بننا چاہون تو شاید تقیہ پر محمول ہو مگر ضرورت ہی کیا ہے نیک نام ہونیکی ؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلان ۔۔۔ مانمی خواہیم ننگ و نام را

عـــ۹۷۵
(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ مین حزب البحر کی اجازت چاہتا ہون

محض خوشنودی حق کیلئے۔ مین نے لکھا ہے کہ جسوقت حزب البحر نہ تھی اسوقت خوشنودی حق کا کیا طریقہ تھا۔ اسپر فرمایا کہ قرآن وحدیث کو لوگ چھوڑ کر ان چیزون کے پیچھے پڑے ہوئے ہین۔ ہان اگر یہ چیز اپنے درجہ پر رہے تو برکات کا کسکو انکار ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل لوگون کو کوئی بات ہاتھ لگ جائے اسکو بیٹھے ہوئے فضول کہل کئے جائین گے یہ سب آخرت سے بیفکری کی باتین ہین اگر آخرت کی فکر ہو تو کبھی انسان عبث اور فضول مین نہین پڑ سکتا اور پڑنا تو بڑی چیز ہے اسکو آنکھ اُٹھا کر بھی نہین دیکھ سکتا۔ گنگوہ سے ایک صاحب کا خط آیا تھا اس مین تقریباً سولہ سوال تھے لکھا تھا کہ ہمنے سنا ہے کہ تم جُبّہ والون کو گھر بُلاتے ہو (یہ جبہ والے جلال آباد کے رہنے والے ہین) زیارت کراتے ہو۔ زیارت کیوقت بیہوش بھی ہو گئے تھے۔ مین نے لکھدیا کہ ہم سے مسائل شرعی پوچھو۔ ہمارے افعال کی تحقیق کیون کرتے ہو اگر مین ایسا کرتا بھی ہون تو میرا فعل کوئی حجت نہین۔ حجت احکام شرعیہ ہین خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئے اول تو یہی غلط ہے کہ مین بلاتا ہون۔ مین نے کبھی بھی آجتک نہین بُلایا اور نہ زیارت کیوقت بیہوش ہوا اگر کوئی قصبہ والا بلا لیتا ہے تو گھر والون کی فرمایش پر زیارت بیشک کرا دیتا ہون اور کہانا کہلا دیتا ہون۔ بہر حال وہ لوگ آخر مہمان تو ہین ہی سب ہی لبستی والے خدمت کرتے ہین اگر مین نے بھی کہانا کہلا دیا تو اس مین کونسا جرم ہے۔ اب رہا جُبّہ کے ادب کے متعلق سو اسکے لئے یقین شرط نہین احتمال بھی کافی ہے جیسے مختلف فیہ سید کی کوئی عزت یا احترام کرے گو اسکی سیادت کی سند صحیح اور قوی نہ ہو تب بھی کیا گناہ ہے بلکہ اقرب الی الاحتیاط ہے اور وہ احترام بھی محض حضور کے ساتھ نسبت ہونیکی وجہ سے کیا جاتا ہے یہی یہان بھی سمجھ لیا جاوے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسیکو اپنا بناتے ہین اُسکے اسباب بھی ویسے ہی جمع فرما دیتے ہین ان اسباب مین سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی کسی پر نظر شفقت ہو اور صحبت تو بہت ہی بڑی چیز ہے انکی تو اگر کوئی جوتیان بھی کہائے تو وہ بھی محروم نہین رہتا جوتیان کہانے کی برکت کا ایک قصہ یاد آیا۔ مولوی رحم الٰہی صاحب منگلوری نہایت نیک اور سادہ بزرگ تھے نہایت ہی جوشیلے اور جذبۂ حق قلب مین تھا ایسے بزرگون کے اکثر دنیادار لوگ مخالف ہوا ہی کرتے ہین۔ اہل محلہ نے محض بہ نیت شرارت یہ حرکت کی کہ جس مسجد مین آپ نماز پڑھتے تھے اسکے اور انکے مکان کے درمیانی

حصہ مین کہ بمنزلہ ساحت مشترکہ کے تھا ناچ کی تجویز کی۔ ایک طوائف کو بلایا گیا۔ شامیانہ لگایا گیا غرض خوب ٹھاٹ کیساتھ انتظام ہوکر مجلس رقص شروع ہوگئی۔ مولوی صاحب مکان سے عشاء کی نماز کیلئے مسجد کو چلے۔ راستہ مین یہ طوفان بے تمیزی۔ خیر چلے تو گئے خاموش مگر نماز پڑھکر جو واپسی ہوئی پھر وہی خرافات موجود برداشت نہ کرسکے۔ ماشاءاللہ ہمت اور جرأت دیکھئے کہ نکال جوتہ اور ہاتھ مین بھری مجلس کے اندر بیچ مین پھونچکر اُس عورت کے سر پر بجانا شروع کردیا۔ اہل محلہ مین شرارت تھی مگر علم اور بزرگی کا ادب ایسا غالب ہوا کہ بولا کوئی کچھ نہین رقص، سرود سب بند ہوگیا اب ان لوگون نے جن کی یہ شرارت تھی اس طوائف سے کہا کہ تو مولوی صاحب پر دعوی کر اور روپیہ ہم خرچ کرین گے شہادتین ہم دین گے اس عورت نے کہا کہ مین دعوی کرسکتی ہون روپیہ میرے پاس بھی ہے شہادتین تم دیسکتے ہو مگر ایک مانع موجود ہے وہ یہ کہ مجھکو ان کے اس فعل سے یہ یقین ہوگیا کہ یہ اللہ والا ہے اور اسکے قلب مین ذرہ برابر دنیا کا شائبہ نہین اگر اس مین ذرا بھی دنیا کا لگاؤ ہوتا تو مجپر اس کا ہاتھ اُٹھ نہین سکتا تھا تو اس کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے جسکی مجھہ مین ہمت نہین کیسی عجیب بات کہی یہ اتنی سمجھہ ایمان ہی کی برکت ہے۔ لوگ ایسے آوارہ لوگون کو حقیر سمجھتے ہین مگر ایمان والے مین کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے جو ایکدم اسکی کایا پلٹ کردیتی ہے یہ کہہ وہ عورت مولوی صاحب کے پاس پھونچی اور عرض کیا کہ مین گنہگار ہون۔ نابکار ہون مین اپنے اس پیشہ سے توبہ کرتی ہون اور آپ میرا نکاح کسی شریف آدمی سے کرادین تاکہ آئندہ میری گذر کی صورت ہوجائے۔ مولوی صاحب نے توبہ کرا اور کسی بھلے آدمی کو تلاش کر نکاح پڑھادیا۔ دیکھا بزرگون کے جوتون کی برکت برسون کی معصیت اور کبائر سے ایک دم اللہ کی طرف متوجہ کردیا۔ ایک دوسرا قصہ دینی سیاست کی ایسی ہی تاثیر کا یاد آیا۔ ایک ذاکر شاغل شخص یہانپر مقیم تھے جو اکثر وساوس کی شکایت کیا کرتے۔ مین ان کی تسلی کردیتا پھر اس کا دورہ ہوتا اور مین سمجھا دیتا یہی سلسلہ چل رہا تھا ایک روز میرے پاس آئے کہنے لگے اب توجی مین آتا ہے کہ عیسائی ہوجاؤن مین نے ایک دھول رسید کیا اور کہا نالائق ابھی عیسائی ہوجا۔ اسلام کو ایسے بیہودون اور ننگ اسلام کی ضرورت نہین بس اُٹھکر چلے گئے۔ بس دھول نے اکسیر کا کام دیا ایک دم وہ خیال دل سے کافور ہوگیا۔ اسکے بعد پھر کبھی وسوسہ تک نہین آیا۔ مزاحاً فرمایا کہ دھول سے دُھول جھڑجاتی ہے اور مطلع صاف بے غبار ہوجاتا ہے یہ میرا اثر نہ تھا۔ شرعی تعزیر کا اثر تھا۔ ایک اور قصہ ہے کہ ایک شخص کہین باہر سے میرے پاس آیا وہ ایک گھوسن پر عاشق ہوگیا تھا

اسنے اپنا واقعہ بیان کیا۔ مین نے تدبیر بتلائی کہ نہ اس محلہ مین جاؤ نہ اسکو دیکھو اور ضروری کام کی طرف مشغول رہا کرو۔ کہنے لگا کہ مین تو اسکے یہان سے دودہ خریدا کرتا ہون حالانکہ دودہ کی مجھکو ضرورت نہین اس کے دیکھنے کی وجہ سے خریدتا ہون۔ مین نے اس سے بھی منع کیا کہا کہ یہ تو نہین ہو سکتا۔ مین نے اُسکے بھی ایک دہول رسید کی اور کہا کہ نکل یہان سے دور ہو جب علاج نہین کرتا پھر مرض لیکر کیون آیا۔ چلا گیا اسکے بعد مجھکو خیال ہوا کہ مین نے ایسا کیون کیا غیر شخص تھا تعارف تک بھی نہ تھا مگر اسوقت حق تعالےٰ نے دل مین یہی ڈالا۔ تقریبًا کوئی سال بھر کے بعد فلان مولوی صاحب سے وہ شخص ملا اُسنے انکو پہچان کر مصافحہ کیا اور یہانکی خیریت معلوم کی۔ اُنہون نے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ مین وہ شخص ہون یہ سمجھ گئے پوچھا کہ اب اس مرض کا کیا حال ہے مجھکو دعائین دیکر کہا کہ ان کی دہول نے سب کام بنادیا دھول کے لگتے کیساتھ ہی بجائے عشق اور محبت اور رغبت کے ایک دم اسکی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی۔ حق تعالیٰ جسکے لئے جو مناسب جانتے ہین بعض اوقات قلب مین وہی ڈالدیتے ہین اور وہی نافع ہوتا ہے۔ اس مین کسی کو کیا دخل پھر فرمایا یہ مرض عشق صورت کا نہایت ہی پلید ہوتا ہے۔ برسون کے مجاہدہ سے بھی نہین زائل ہوتا۔ ساری ساری عمرین بعضون کی اسی خباثت مین ختم ہو گئین جبپر حق تعالیٰ اپنا فضل فرمادین اور اپنی رحمت سے نوازدین وہی بچ سکتا ہے

(ملفوظ ۹۲۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اپنے گھر مین چاہے مان ہی ہو مگر بدون پکارے اور کسی سمجھدار کے بلائے گھر مین نہین جانا چاہئے بڑی بدتمیزی کی بات ہے بدون پکارے جانا۔ بعض مرتبہ محلہ کی عورتین یا برادری کی عورتین گھر مین آجاتی ہین۔ بدون پکارے جانیسے بے پردگی ہوتی ہے۔ ایک صحابی نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ میرے گھر مین تو صرف مان ہی ہے حضور نے فرمایا کہ تم مان کو ننگی بھی دیکھنا پسند کرتے ہو عرض کیا کہ نہین فرمایا تو پکار کر جاؤ ممکن ہے کہ نہارہی ہو۔ کیسی پُر مغز اور پاکیزہ اور نور بھری تعلیم ہے غیر آسمانی مذاہب ایسی تعلیم سے کورے ہین۔

(ملفوظ ۹۲۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ خیر و برکت کہان سے ہو دنیا سے ادب ہی اُٹھ گیا اس ادب نہ ہونیکی وجہ سے بھی بہت سی پریشانیان اور بے برکتیان مخلوق کے گلوگیر ہو گئی ہین۔ اور میری مراد ادب سے ادب متعارف یعنی تعظیم نہین بلکہ حقیقی ادب مراد ہے وہ یہ کہ ہر شے اپنی حد پر رہے جسکے لوازم مین سے ایک یہ امر بھی ہے کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف نہ پہونچے۔ بس یہ ادب ہے صرف تعظیم و تکریم حقیقی

ادب نہین ہان کسی محل مین یہ تعظیم بھی ادب ہے جبکہ رعایت حدود تعظیم کو مقتضی ہو چنانچہ ایسا ادب اللہ کے نام کا ہونا چاہئے جیسے نواب ٹونک نے اپنے آرام کیلئے ایک مکان بنوایا تھا اس مین مستری نے یعنی معمار نے نواب صاحب کی دینداری کے خیال سے انکو خوش کرنے کی غرض سے ایک اونچے مقام پر لفظ اللہ لکھدیا۔ جب مکان تیار ہوگیا نواب صاحب نے آکر دیکھا نام پاک پر بھی نظر پڑی تو فرمایا کہ یہ اب رہنے کا مکان نہین رہا اس مین رہنا بے ادبی ہے بلکہ ادب کی جگہ ہو گئی اس مکان مین وہ رسکتا ہے جو ہر وقت اللہ اللہ کرے اب یہ عبادت گاہ رہی اور رہنے کیواسطے دوسرا مکان بنایا جائے اور اس مکان مین جاکر نواب صاحب نماز وغیرہ پڑھتے تھے۔ تو ایسا ادب تو اللہ ہی کے نام کا ہونا چاہئے۔ باقی مخلوق کا ادب اسکی حقوق کی رعایت ہے جسکی روح راحت رسانی ہے۔ مگر اب وہ زمانہ ہے کہ نہ بیٹے کو باپ کا ادب نہ باپ کو بیٹے کا ادب نہ شاگرد کو استاد کا ادب نہ استاد کو شاگرد کا ادب نہ مرید کو پیر کا ادب نہ پیر کو مرید کا ادب نہ بیوی کو خاوند کا ادب نہ خاوند کو بیوی کا ادب ان مواقع مین ادب سے وہی ادب مراد ہے یعنی راحت رسانی اور تعظیم و تکریم مراد نہین اور ادب باین معنے صرف چھوٹون کے ذمہ بڑون ہی کا نہین بلکہ بڑون کے ذمہ چھوٹوں کا بھی ہے اور وہ ادا کرنا ہے حقوق کا اور ادا حقوق کیلئے لازم ہے راحت رسانی پس ہر شخص کو اسکے خیال رکھنے کی ضرورت ہے مگر افسوس کہ اس باب مین عوام تو عوام خواص تک بکثرت کوتاہی کرتے ہین۔ صرف چند چیزون کو لوازم بزرگی سمجھ رکھا ہے اور معاشرت کو دین کی فہرست سے بالکل ہی نکال دیا حق تعالیٰ فہم سلیم عطاء فرمائین۔

(ملفوظ ۹۸۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا کی عجیب مثال دی کہ دنیا سانپ ہے تو اسکو وہ پکڑے جو منتر جانتا ہو۔ صحابہ اس کا منتر جانتے تھے اسلئے وہ انکو مضر نہین ہوئی اور ہم منتر جانتے نہین اسلئے ہمکو اس سے بچنے کی ضرورت ہے کہ کہین ڈس نہ لے اس دار الامتحان اور دار الحزن مین بہت ہوشیار ہو کر رہنے کی ضرورت ہے ذرا غفلت ہوئی اور اسنے اپنا وار کیا اسلئے ہر وقت خدا سے دعا کرتا رہے ڈرتا رہے اور دین کے کام مین لگا رہے اور عمر بھر اسی مجاہدہ مین رہے کیونکہ یہ وہ راہ ہے کہ اس سے تمام عمر بھی فراغ کی اُمید کرنا بڑی بے عقلی ہے۔

مولانا اسیکو فرماتے ہین ؎

اندرین رہ می تراش و می خراش — تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

(ملفوظ ۹۸۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ہر چیز کے احکام اور حدود ہین ان سے نہ گذرنا چاہئے مگر بعضے حدود ایسے ہین کہ ان کے سمجھنے کیلئے خاص ذکاوت کی ضرورت ہے ذکاوت کی کمی سے بعض اشکالات کا حل بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ اسپر ایک قصہ یاد آیا مولانا اسمعیل صاحب شہید نے ایک مدعی مولوی صاحب سے امتحاناً دریافت کیا کہ اگر کوئی پلنگ پر پاؤن لٹکا کر بیٹھ جاوے اور ایک شخص نیچے بیٹھا قرآن شریف پڑھ رہا ہے یہ جائز ہے یا نہین۔ اُنہون نے کہا کہ بے ادبی ہے ناجائز ہے۔ مولانا نے سوال کیا کہ سُرین کے اونچے ہونے سے یہ بے ادبی اگر ہے تو کھڑے ہونے مین بھی اونچے ہوتے ہین تو ایسی جگہ کھڑا ہونا بھی جائز نہ ہونا چاہئے اور اگر پیرون کی وجہ سے بے ادبی ہے تو پاؤن تو اب بھی نیچے ہین پھر کیون ناجائز ہے۔ مولوی صاحب سے کوئی جواب نہ بن پڑا اگر وہ ذکی ہوتے تو یہ جواب دیتے کہ ادب نہ سُرین کا ہے نہ پاؤن کا اُس کا مدار عُرف پر ہے جو ہیئت عُرف مین بے ادبی ہو وہ جائز نہین سو عُرف مین کھڑا ہونا تو بے ادبی نہین اور چارپائی پر بیٹھنا بے ادبی ہے۔

(ملفوظ ۹۸۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ہر چیز مین خدا کی حکمت اور رحمت رکھی ہوئی ہے حتے کہ بیماری اور مُصیبت مین بھی کیونکہ اگر انسان ہمیشہ تندرست رہے تو کبھی دنیا سے جانے کو جی نہ چاہے اگر چاہے بھی تو تکلف کیساتھ اور بیماری وغیرہ کی وجہ سے دنیا سے نفرت ہوجاتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ اپنے اصلی گھر کو جائین تاکہ راحت نصیب ہو یہ کتنی بڑی رحمت اور حکمت ہے۔

(ملفوظ ۹۸۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل بعضے لوگ تعزیت مین حدود سے گذر کر کلام کرنے لگتے ہین کہ بجائے تسلی دینے کے غم کو برانگیختہ کرتے ہین اور اسکو ہمدردی سمجھتے ہین۔ مین الحمد للہ تعزیت مین عرف کو قطعاً چھوڑ دیتا ہون اور اپنے غم کا اظہار نہین کرتا ہون اور اہل عرف کا ایسا کرنا صرف اپنی مصلحت سے ہوتا ہے کہ لوگ یہ کہین گے کہ ان کو مرنے پر رنج نہین ہوا سو وہ موقع اپنی مصلحت کا نہیں بلکہ دوسرون کی (یعنی غمزدوں کی) مصلحت کا ہے کہ اس واقعہ غم کی حکمتین اور اس کا رحمت ہونا بیان کیا جاوے۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ میرا کسی کی بیماری سے بہت جی کڑھتا ہے اور مرنے پر اتنا نہین کڑھتا اسلئے کہ مُردے کی تو کوئی تکلیف محسوس نہین ہوتی جس سے ہمدردی کیجائے اور بیمار کی تکلیف محسوس ہوتی ہے اسلئے اُس کی ساتھ ہمدردی ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۹۸۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ سرکشی تمرد اُس دربار مین بیحد ناپسند ہے ان کے دربار مین

تو عاجزی عبدیت انکساری بندگی تواضع خضوع یہ چیزین پسند ہین۔

(ملفوظ ۹۸۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جب تک نعمت خداوندی کو عطاء سمجھکر استعمال کرتا ہے گا کبھی زوال نہ ہوگا اور جب اپنا استحقاق سمجھے گا چونکہ اس عطاء کی بیقدری ہو گی اسلئے زوال سکے ساتھ ہوگا جو بڑے خوف کی بات ہے۔

(ملفوظ ۹۸۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ مین اتنا ہی کلمہ مراد ہے یا پورا مع محمد رسول اللہ کے فرمایا کہ پورا کلمہ مراد ہے اور یہ فرمانا ایسا ہے جیسے یہ کہا جائے کہ لیسین پڑھ لو تو کل سورہ لیسین مراد ہو گی بعض لوگون کو اس مسئلہ مین بڑا دھوکا ہوا ہے وہ یہ سمجھتے ہین کہ نجات کیلئے صرف توحید کافی ہے اگرچہ رسالت کا منکر بھی ہو وہ اس سے شاید اپنے دعوے کی تائید کرین کہ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ حالانکہ قواعد سے یہان پورا کلمہ مراد ہے۔ ایک جواب تو یہ ہے اور مین نے اس کا ایک اور بھی جواب دیا ہے وہ یہ کہ جو رسالت کا منکر ہے وہ کبھی موحد اور لا الہ الا اللہ کا معتقد نہین ہو سکتا اسلئے کہ انکار رسالت سے وہ خدا تعالیٰ کی ایک صفت کمال کا منکر ہے یعنی صدق کا اُسنے خدا کو جھوٹا سمجھا کیونکہ حق تعالیٰ کلام پاک مین فرماتے ہین محمد رسول اللہ اور وہ اسکی تکذیب کرتا ہے تو توحید کہان رہی جسکے معنے ہین اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات مین یکتا ماننا۔ مین نے ایک ایسے ہی اعتقاد والے کو اس دلیل کے جواب کیلئے دس برس کی مہلت دی تھی۔

۹ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۹۸۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اس تحریک خلافت مین اگر مسلمانون کی جماعت الگ ہوتی تو انکی لغزشون سے یہ سمجھکر چشم پوشی بھی کیجا سکتی کہ مقصود تو دین ہے خیر کوئی خفیف سی لغزش بھی ہو گئی مگر اب تو ہندوؤن کیساتھ انکی اغراض خلاف شرع ہین مقصود دین نہین محض دنیا ہے یعنی صرف حکومت جاہ عزت مال کی طلب ہے تو ایسی حکومت تو فرعون نے بھی شداد نے بھی نمرود نے بھی قارون نے بھی کی تھی انکی ہی حکومت کو کیون مردود سمجھتے ہو صرف اسی وجہ سے تو کہ حدود دینیہ سے گذر کر کی تھی سو تم بھی ویسے ہی حکومت کے طالب ہو جس مین نہ احکام کی پروا نہ حدود شرعیہ کی رعایت تو دونون مین

فرق کیا ہوا - اور پھر اس حالت مین شرکت نہ کرنے والون پر قسم قسم کے فتوے لگائے جاتے ہین استقبال اور جلوس اور جلسون کے اندر جے کے نعرے لگاتے ہین جو کفار کے شعار مین سے ہے - ایک صاحب نے اسکے معنے بیان کئے کہ جے بمعنے فتح کے ہے اس مین کیا حرج ہے مگر یہان معنے سے بحث ہے یا یہ بات دیکھنے کی ہے کہ کفار اسکو کس موقع پر کہتے اور پکارتے ہین سبکو معلوم ہے کہ عبادت غیر اللہ کے موقع پر پکارتے ہین - چنانچہ گنگا پر سے گذرتے وقت جے پکارتے ہین - سو اسکی حقیقت عرفیہ شعار کفر ہے حقیقت لغویہ کا اعتبار نہین جس طرح زُنّار کی حقیقت لغویہ کیا ہے ایک تاگہ اور قشقہ کی حقیقت لغویہ کیا ہے ایک رنگ مگر عادۃً و عرفاً شعار کفر ہے اسلئے احکام شرعیہ مین علامات کفر سے سمجھے جائینگے - اسی سلسلہ مین اسکا ذکر ہوا کہ بعضے لوگ ان حقائق کو سمجھتے نہین اور بد اعتقاد ہو جاتے ہین اسی کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ احمقون کا تو نکلجانا ہی مناسب ہے باقی جو شخص حقیقت کہ سمجھکر حق کو قبول کر لے اس سے مجھکو اس حیثیت سے تو خوشی ہوتی ہے کہ ایک شخص حق پر آگیا - باقی اس حیثیت سے ذرہ برابر بھی خوشی نہین ہوتی کہ ہماری جماعت بڑہی - اسی سلسلہ مین اس کا ذکر آگیا کہ بعضے بد اعتقاد ضرر رسانی کی فکر مین بھی ہو جاتے ہین اسپر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک روز ایک ہندو راجپوت پرانی عمر کا آدمی یہین کا رہنے والا مجھکو جنگل مین مل گیا کہنے لگا کہ کچھ خبر بھی ہے تمہارے لئے کیا کیا تجویزین ہو رہی ہین تم اکیلے مت پھرا کرو - مین نے کہا کہ ہان مجھکو اسکی بھی خبر ہے اور اسکی ساتھ اور بات کی بھی خبر ہے جسکی تم کو خبر نہیں - کہنے لگا وہ کیا ہے مین نے کہا وہ یہ ہے کہ بدون خدا کے چاہے ہوئے کسی سے کچھ نہین ہو سکتا اسپر کہا کہ بس جی پھر تمہیں کیا ڈر تم جہاں چاہو پھرو - یہان پر بعض لوگون نے محبت کی وجہ سے میرے لئے یہ انتظام سوچا کہ یہ عشاء کے بعد تنہا جاتا ہے چپکے سے ایسے طور پر کہ اسکو معلوم نہ ہو اسکے ساتھ ہو لیا کرو جب گھر مین پہونچ جایا کرے چلے آیا کرو ان ہی مین سے ایک شخص نے کہا کہ اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ ہم لوگون کو خدا کی حفاظت پر بھروسہ اور اعتماد نہین تب وہ انتظام خود ہی موقوف کر دیا اسی اختلاف کے سلسلہ مین ایک صاحب کے سوال پر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی بیٹھک مین بعض لوگ بیٹھے ہوئے مجھپر طعن و اعتراض کر رہے تھے حضرت نے سن لیا فرمایا کہ تمہیں خبر بھی ہے تم ایسے شخص کی برائی کر رہے ہو جسکو مین اپنا بڑا سمجھتا ہون - حضرت کے یہ الفاظ غلبۂ شفقت اور محبت کی بناء پر تھے مجھکو تو ان الفاظ کے نقل سے بھی گرانی ہوتی ہے مین کیا میری ہستی کیا -

کجا حضرت کجا مین اور یہ بھی فرمایا تھا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھکو وحی ہوئی ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہون وحی سے کہہ رہا ہوں میری بھی ایک رائے ہے اُس کی بھی ایک رائے ہے دونون طرف صحت کا احتمال ہے واقعی حضرت اس اختلاف کی حقیقت سے بحمداللہ پوری طرح باخبر تھے یہ بیچارے کیا جانین - اور ایک شخص کے سوال پر حضرت مولانا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہمین اسپر بھی فخر ہے کہ ایسا شخص جو ہندوستان بھر سے متاثر نہ ہوا وہ بھی ہماری ہی جماعت مین سے ہے - نیز جب حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اختلاف کی خبرین پہونچنے لگین تو یہ فرمایا کہ تولاؤ پھر مین ہی کسی قدر اپنی رائے کو چھوڑ دون - ایک صاحب نے جبکہ حضرت مولانا مالٹا سے تشریف لائے اور مین زیارت کیلئے دیوبند حاضر ہوا عرض کیا کہ حضرت وہ (یعنی مین) یہان آیا ہوا ہے اسوقت حضرت اس مسئلہ کے متعلق کچھ فرمادین یہ حضرات کیسے عادل ہوتے ہین فرمایا کہ وہ میرا لحاظ کرتا ہے اسلئے میری گفتگو کرنے پر بولیگا نہین تنگی ہوگی سو مین تنگ کرنا نہین چاہتا نیز گفتگو سے رائے بدلا نہین کرتی واقعات سے بدلتی ہے باقی اسپر یقین ہے کہ جب اسکی رائے بدلیگی وہ خود اعلان کر دیگا - اسی حاضری مین ایک صاحب نے دیوبند ہی مین مجھسے کہا کہ زمانہ غدر مین آپ کو معلوم ہے کہ آپکے بزرگ کھڑے ہوئے تھے مطلب یہ تھا کہ بزرگون کے اتباع مین تم بھی کھڑے ہو - مین نے کہا کہ ہان یہ بھی معلوم ہے اور اس سے آگے بھی معلوم ہے جو تمہین معلوم نہین وہ یہ کہ آخر مین بیٹھ بھی گئے تھے اور آخری قول یا فعل ناسخ ہوا کرتا ہے تو تم منسوخ پر عامل ہوا اور مین ناسخ پر اب بتلاؤ اپنے بزرگون کا متبع کون ہے تم یا ہم - پھر کچھ نہین بولے - اور اس تحریک مین جسقدر بے برکتی تھی اسکی وجہ بانی کی نیت ہے - خبر بھی ہے کہ بانی اس کا کون ہے ظاہر ہے کہ ایک غیر مسلم - اگر اس صورت مین کامیابی بھی ہوگئی تو ہندوؤں کی کامیابی ہوگی اور نفع بھی اس صورت میں ہندوؤن ہی کو ہوگا اور مسلمانون نے جو اُس کا ساتھ دیا اس کا اخیر نتیجہ یہ ہوا کہ جیسے سوختہ ہنڈیا کو تو پکا دیتا ہے اور خود فنا ہو جاتا ہے یہی حشر مسلمانوں کا ہوا اور ہوگا کہ انکی سالہا سال کی مُردہ کانگریس کو تو زندہ کر دیا اور خود ختم ہو گئے - اسپر اگر کوئی خیر خواہی کی غرض سے مسلمانوں کو سمجھائے اور حقیقت بتلائے کہ یہ بانی عدو اسلام ہے تو کوئی نہین سنتا مگر اب آنکھین کھلین جب اُسنے کھُلم کھلا زہر اُگلا اور مسلمانوں کے حقوق کو پامال کرنا شروع کر دیا یہ ان مسلمانون کی عقلین ہین اور بیدار مغزی ہے پھر ایسے بدفہم راہبر اور پیشوا بنتے ہوئے ہین انکے ہاتھ مین عام مسلمانون کی باگ ہے ایسے لیڈر

ان کی کشتی کے ناخدا کہلاتے ہین اللہ ہی حافظ ہے ان کے بیڑے کا۔ سوائے دعاء کے اور کیا چارہ ہو سکتا ہے حق تعالی اللہ ہم سب کو دین کامل اور فہم کامل نصیب فرمائین۔

۹ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۹۸۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اصول صحیحہ سب کی راحت کی چیز ہین۔ میرے یہان اصول ضرور ہین مگر ایسے نہین کہ کوئی آسانی سے عمل نہ کر سکے ہان اگر کوئی اصول کو من حیث الاصول ہی مشکل سمجھے یہ دوسری بات ہے پھر یون تو نماز میں روزہ میں زکوۃ میں حج میں سب میں اصول ہین کوئی شعار اسلام بھی اس سے خالی نہین کیا اس بناء پر ان کو بھی مشکل کہوگے تو پھر آیت یرید اللہ بکم الیسر اور حدیث الدین یسر کا کیا جواب دوگے جو اس کا جواب دوگے وہی میری طرف سے سمجھ لیا جاوے۔ میرے یہان کے اصول اور قواعد اپنی اور دوسرون کی راحت کیواسطے ہین حکومت کیلئے نہین۔

(ملفوظ ۹۸۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس قسم کی ضروریات کی تعلیم اور اہتمام حضرت ہی کے یہان ہے دوسری جگہ اس کا نام و نشان بھی نہین بہت سے بہت ذکر و شغل کی تعلیم کر دی جاتی ہے۔ فرمایا کہ جی ہان اور یہی تو وجہ ہے کہ یہان آکر لوگوں کو ایک نئی چیز نظر آتی ہے اور اس سے وحشت ہوتی ہے حالانکہ سلف مین اس سے بھی زائد سخت تعلیمات مشائخ کے یہاں ہوتی تھین اس زمانہ مین تو صحیح طریق نہایت ہی بُری طرح بدنام ہوا کیونکہ لوگ حقیقت کو عرف کے تابع کرنے کے عادی ہو گئے ہین اور یہ عادت مذمومہ محض دکاندارون کی وجہ سے اپنے پیٹ بھرنیکی غرض سے شائع ہوئی ہے پھر ان کی غرض پوری ہونیکے بعد کچھ ہی ہوا کرے مُردہ بہشت مین جائے یا دوزخ مین اپنے حلوے مانڈون سے کام۔

(ملفوظ ۹۹۰) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آخر تم لوگون کو ہوا کیا۔ کیا سب ایک ہی مدرسے سے تعلیم پا کر آتے ہو عوام ہون یا خواص سب ایک ہی مرض کے شکار بنے ہوئے ہین پوری بات کہتے ہوئے دم نکلتا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کا رُعب اور ہیبت اس قدر ہے کہ جو لوگ حضرت سے بے تکلف ہین ان تک پر ہوتا ہے نووارد تو کس شمار مین ہین فرمایا کہ مین اس کی تکذیب نہیں کرتا مگر میرے پاس اس کا کیا علاج ہے خیالات کا تو کوئی علاج نہیں حدیث مین ہے کہ

من راٰہ بداھۃً ھابہ ومن خالطہ احبہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفعۃً دیکھنے سے تو ہیبت چھا جاتی تھی اور جب آپ سے میل جول بڑھتا تھا تو آپ کی محبت بڑھتی تھی۔ باقی بظاہر تو میرے یہان کوئی اہتمام ہیبت کا نہیں نہ پہرہ ہے نہ چوکی نہ فوج نہ پلٹن۔ غیر اختیاری چیز کا مین بھی کوئی علاج نہیں کر سکتا جو چیز اپنے اختیار مین ہے ہنسنا بولنا نووارد کے حالات وحاجات پوچھنا مین اسمین ذرا دریغ نہین کرتا پھر بھی بدمزاجی کے اندیشہ سے وحشت اس کا کیا علاج اور اسکے خلاف اگر مین آنکھ بند کئے منہ چڑہائے خاموش بیٹھا رہتا لیکن غلطیون کی اصلاح نہ کرتا تو نیک نام مشہور ہوتا لیکن مین چاہتا یہ ہون کہ دوستون کے حالات کی مجھکو معرفت ہو اپنی کہون ان کی سنون مگر اس میں میری اعانت نہین کرتے اور اصل بات اور ہے وہ یہ کہ لوگون کے ذہن مین بزرگی کا ایک خاص نقشہ ہے وہ یہان منطبق نہین ہوتا مین طالب علموں کی طرح رہتا ہون درویشی مجھے آتی جاتی نہیں نہ مین نے سیکھی مین تو اپنی کھلی حالت رکھتا ہون تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو۔ لوگ اسکے خوگر نہین بس یہ وجہ مانع ہے باہمی تناسب کی

(**ملفوظ** ۹۹۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ آجکل اقوام اور انساب بدلنے کا مرض بھی عالمگیر ہوگیا ہے عُرفی شرفا پر الزام تھا کہ غریب قومون کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہین مگر وہ خود ہی اس جرم کے مرتکب بنے ہوئے ہین آخر اس کی کوشش کیون ہے کہ کوئی اپنے کو قریشی کہلانا چاہتا ہے کوئی انصاری بننے کو تیار ہے جس قوم میں یہ عُرفاً داخل ہین اگر انکو حقیر نہین سمجھتے تو اس سے نکلنے کیون ہین۔ ایک طالب علم قوم سے ڈوم تھا مگر پردیس مین جاکر اپنے کو سیّد ظاہر کیا اور اپنا نام بھی بدلا۔ ہندی سے عربی نام بنایا جو اُسی کا ترجمہ تھا۔ ایک نومسلم شخص نے جنکے بزرگ برہمن تھے اس کی تحقیق کی تھی کہ ان کے باپ دادا بزور شمشیر مسلمان ہوئے تھے یا اپنی خوشی سے اگر بزور شمشیر مسلمان ہوئے تھے تو بڑی ذلت کا کام کیا اور اگر خوشی سے مسلمان ہوئے تھے تو انکی اولاد مین ہونیکو فخر کا سبب سمجھا جاویگا۔ غرض یہ خرافات ہین جن مین لوگون کو آجکل ابتلا ہو رہا ہے۔ کیا یہ باتین روک ٹوک کی نہین۔ یہ تو ان کے متعلق کلام تھا جو اپنی مشہور قوم سے نکلکر بڑی قومون مین ملحق ہوتے ہین اب ایک کلام اُنکے متعلق بھی ہے جو عُرفاً بھی شریف قوموں مین شمار ہوتے ہیں وہ کلام ایک سوال ہے وہ یہ کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ جسکو دیکھو بس صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا سید یا انصاری۔ کیا ان ہی چند حضرات صحابہ کی اولاد چھنٹ چھنٹ کر ہندوستان مین آئی تھی اور کسی قبیلہ کے کوئی بزرگ نہین آئے کوئی طلحی ہوتا کوئی انسی ہوتا کوئی ابوہریری ہوتا۔ معلوم تو یہ ہوتا ہے کہ آئے تھے یہ سب مگر مشہور ہونیکی وجہ سے سب

ان ہی مین مدغم ہو گئے۔ البتہ اگر کسی کی نسبت متواتر جامع شرائط تواتر ہو اسکے متعلق کلام نہین یہ تو خاص انساب کے دعوے کیمتعلق کلام تھا اب ایک قوم کو جو دوسرے اقوام پر شبہات اور اعتراضات ہین ان کا نمونہ بھی عرض کرتا ہون مثلاً بعضے غریب قومون کا خیال ہے کہ یہ ہمکو نظر تحقیر سے دیکھتی ہین جو محض وہم ہی وہم ہے اور یہ وہم اس سے ہوا کہ بعض باتین کسی قوم کی طرف عوام مین منسوب ہین تو کسی موقع پر ان کے بیان کرنے سے یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ مقصود ان کا تحقیر ہے حالانکہ وہ لوگ خود اپنے قوم کی طرف بھی موقع پر بعضی چیزون کو منسوب کراتے ہین۔ سو اس سے کوئی قوم بھی مستثنے نہین۔ مثلاً شیخزادون ہی کو قوم کو دیکھ لیا جاوے کہ وہ بہت سے موقعون پر بے تکلف یہ کہدیتے ہین کہ یہ شیخزادے بڑے فطرتی ہوتے ہین۔ یہان فطرت کے معنے چالاکی اور مکاری ہین تو اس حالت مین یہ دوسری قومین جنکو اہل عرف چھوٹا سمجھتی ہین خواہ مخواہ برا مانتی ہیں کہ ہماری قوم کی نسبت بعض نقائص کا خیال ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایکمرتبہ خود فرمایا کہ یہ شیخزادون کی قوم بڑی ہی خبیث ہوتی ہے۔ ایک طالبعلم نے عرض کیا کہ حضرت آپ بھی تو شیخزادے ہین تو بے تکلف فرمایا کہ میں بھی خبیث ہون سبحان اللہ ان حضرات مین کبر کا نام و نشان نہ تھا۔ میں نے اسس طالبعلم کو دوسرے وقت ڈانٹا کہ ایسی گستاخی کی بات نہین کیا کرتے۔ غرض حضرت کی یہ بے تکلفی تھی اور انکسار تھا۔ خلاصہ یہ کہ یہ حالت ہو رہی ہے افراط و تفریط کی اور صاحب اصل نسب تو یہ ہے کہ سب ابن التراب ہین

۹۹۲

ملفوظ) ایک نووارد شخص کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ گھر سے شیخ چلی کا سا حساب لگا کر چلتے ہین کہ جاوینگے یون تعظیم و تکریم ہو گی یون ادب و احترام ہو گا کھانا کھلایا جائیگا۔ چاء بسکٹ حلوے انڈے دسترخوان پر ہون گے۔ اب یہان اگر وہ نظر نہیں آتا تو متوحش ہوتے ہیں۔ ایک شخص یہانپر آئے تھے کہنے لگے کہ حضرت مولانا رائے پوری کے یہان تو صبح کو چاء اور حلوا کھانے کو ملتا تھا مزاحاً فرمایا اور یہان اور ہی جلوہ دیکھنے مین آیا یہ طالب ہین جنکو تعظیم و تکریم ادب و احترام کی تلاش ہے چاء بسکٹ حلوے انڈے ڈھونڈتے پھرتے ہین۔ یہان تو بجائے انڈے کے ڈنڈے ہیں اگر کھانے ہون تو آجاؤ نہین گھر بیٹھو۔ ایک شخص نے لکھا تھا کہ آپنے میرے خط کا اسلئے جواب نہین دیا کہ مین نے جواب کیلئے ٹکٹ نہ بھیجے تھے ایک مولوی صاحب سے ہم فتوے پوچھا کرتے تھے وہ برابر اپنے پاس سے ٹکٹ لگا کر جواب دیتے تھے۔ ایک ڈپٹی کلکٹر ہین انہون نے لکھا تھا کہ آپنے فلان مسئلہ مین موافقت بھی کی تو فلان بریلوی خانصاحب کے ساتھ۔ منشاء ان سب باتون کا صرف یہ ہے کہ اپنے تابع رکھکر خدمت لینا چاہتے ہین یہان یہ باتین ہیں نہین اسی وجہ سے خفا ہین خیر

ہوا کرین خفا کیا کوئی ان کا نوکر ہے اگر طریقے سے خدمت لیجائے آدھی رات خدمت کو حاضر ہوں اور بے طریقہ یہاں خدمت کی تو کیا امید ہے بات بھی نہیں کی جائیگی۔

(**ملفوظ ۹۹۳**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ہر چیز مین اعتدال کی ضرورت ہے۔ بغض میں بھی اعتدال چاہئے اور محبت مین بھی اعتدال چاہئے حدود سے گذرنا نہ عداوت مین پسندیدہ ہے نہ محبت مین پسندیدہ ہے مگر اعتدال اس زمانہ مین عنقا ہو گیا ہے جسکو دیکھو افراط و تفریط مین مبتلا ہے۔ میں چاہتا یہ ہون کہ ہر شخص اعتدال پر رہے یہی لوگون سے میری لڑائی ہے اسی وجہ سے مجھکو بدنام کرتے ہین کہ سخت گیر ہے اور آپ بہت نرم گیر ہین تمہاری ہر بات سے دوسرون کو تکلیف پہونچے یہ نرم گیری ہے۔

۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(**ملفوظ ۹۹۴**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو تو فضول چیزون سے طبعی نفرت ہے خواہ وہ کسی سے دوستی ہی کا تعلق کیون نہ ہو اس سے اندازہ کیجئے کہ جو شخص صلح سے گھبراتا ہو وہ کسی سے جنگ کیا کریگا میری طبیعت سب جھگڑون سے گھبراتی ہے خواہ وہ کسی کی موافقت ہو یا مخالفت ہو بقول مولانا رح ؎

خود چہ جائے جنگ و جدل نیک و بد　　　　کین دلم از صلح ہا ہم میر مد

کانپور مین جس زمانہ مین مین مدرسہ جامع العلوم مین تھا بعض مخالفین نے مدرسہ کے متعلق قسم قسم کی شہرتین دین۔ آئے دن کا ایک مشغلہ ہو گیا تھا کہ اعتراض کے پرچے اہل مدرسہ کے نام آنے لگے۔ ایک روز مین نے مدرسہ کی جماعت سے جس مین مہتمم مدرسہ و ممبران مدرسہ اور بعض خیر خواہان مدرسہ سب ہی موجود تھے مشورہ کیا سب نے بالاتفاق کہا کہ جمعہ مین سب آ جائین گے اس مین اسکے متعلق بیان کر کے ان معترضین پر رد کرنا چاہئے۔ مین نے کہا یہ مفید نہین وہ اس رد کا جواب دینگے ایسی تدبیر کرنا چاہئے جس سے ہمیشہ کیلئے انسداد ہو جاوے پوچھا گیا وہ کیا تدبیر ہے مین نے کہا وہ کرنے کی ہے کہنے کی نہین جب وہ ہو گی دیکھ لینا اسکے بعد میں نے مخالفین کے نام کی ایک فہرست مرتب کی اور اس فہرست کی پیشانی پر لکھا کہ آپ حضرات سے مدرسہ کے متعلق کچھ مشورہ کرنا ہے فلان دن فلان وقت تشریف لے آئیے۔ مخالف بہت خوش ہوئے کہ اب اعتراضات کرنے کا خوب موقع ملیگا وقت مقررہ پر سب جمع ہو گئے

مین نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ حضرات کو اسلئے تکلیف دی گئی کہ اس وقت تک تو ہم لوگ مدرسہ کا کام کرتے تھے اور اپنے کو اس کام کا اہل سمجھتے تھے مگر عقلاء کے اتفاق سے معلوم ہوا کہ ہم اسکے اہل نہین اور غیر اہل کو کام کرنا خیانت ہے لہذا ہم لوگ مدرسہ کو آپ حضرات کے حوالہ کرتے ہین۔ مدرسہ کی آمد وخرچ وباقی کا حساب سمجھ لیجئے۔ جائزہ لیلیجئے کتابون پر قبضہ کر لیجئے طلبہ کا رجسٹر لے لیجئے۔ اگر اس وقت آپنے حساب نہ لیا اور مدرسہ کے نظم ونسق کو اپنے ہاتھ مین نہ لیا تو آیندہ ہم کسی کام کے کسی بات کے ذمہ دار نہ ہونگے اور فلان وقت مدرسہ سے الگ ہو جائین گے ہمارے بسترے بندھے رکھے ہین۔ سب کے ہوش اُڑ گئے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئین۔ سب نے معافی چاہی اور نہایت خوشامد کے لہجہ مین بالاتفاق کہا کہ ہم آیندہ کچھ نہ بولین گے اور کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کرین گے۔ مدرسہ کا کام آپ ہی کرین اور جس طرح چاہین کرین مین نے کہا کہ خیر ہمکو اس سے بھی انکار نہین مگر کام کرنے کیلئے روپیہ کی ضرورت ہے اور مدرسہ مین روپیہ ہے نہین۔ پھر کام کیسے کرین۔ سب نے کہا کہ ہم روپیہ بھی دین گے۔ چنانچہ فوراً ہی کافی روپیہ کا انتظام کیا مہتمم بھی محو حیرت تھے اور ممبران بھی کہ عجیب بات ہے روپیہ بھی مخالفین سے لیا اور آیندہ کیلئے اعتراضات کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ یہ سب اسلئے کیا کہ قیل وقال مذاق کے خلاف تھا اسلئے دو ٹوک بات کہدی جسکا اللہ تعالیٰ نے اثر ظاہر فرمادیا غرض ملانون کی خرچی مین تو سب کچھ ہے مگر بے محل اس کا اظہار نہین کیا جاتا اس سے لوگون کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ لوگ بیحس ہین اسپر ایک شعر یاد آگیا ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست

(ملفوظ ۹۹۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ متقدمین خدام دین پر اعتراض کرنا سخت حماقت ہے ایسی مثال ہے جیسے پکی پکائی روٹی مین عیب نکالنا جو بہت آسان ہے مگر ذرا پکا کر دیکھے تب حقیقت معلوم ہو آج ذرا کوئی نئی سی صورت پیش آجائے اس کا ایک مسئلہ بھی حل نہین ہوتا اُن حضرات نے لاکھون کروڑون مسائل حل کر دیئے۔

(ملفوظ ۹۹۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جنٹلمین لوگ اسپر اعتراض کرتے تھے کہ اسلام نے مفقود الخبر کے متعلق کوئی مخلص نہین بتلایا مگر امام مالک کے مذہب پر اس کا مخلص موجود ہے سو وہ مذہب بھی تو اسلام ہی مین داخل ہے تو اسلام پر تو کوئی اعتراض نہین رہا اب رہا حنفیہ کا مذہب اور اسپر اعتراض

کہ حنفیہ کے یہاں اس کا کوئی مخلص نہیں تو حنفیہ نے بھی ضرورت کے وقت مالکی مذہب پر عمل کرنیکی اجازت دے دی ہے بعض قیود کیساتھ تو اب حنفیہ پر بھی اعتراض نہ رہا یہ سب مباحث مفصل رسالہ حیلہ ناجزہ مین ضبط کر دیئے گئے ہین۔

(ملفوظ ۹۹۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ جی ہان یہ بزرگون کے معتقدین تو اس قدر حدود سے تجاوز کئے ہوئے ہین اور ان کے مقابل ایک جماعت ہے کہ وہ حضرت مخدوم صاحب کے وجود ہی کے منکر ہے کہ اس نام کے کوئی بزرگ ہی نہین ہوئے۔ پیران کلیر مین جو مخدوم صاحب مدفون ہین یہ انکے متعلق اس جماعت کا خیال ہے۔

(ملفوظ ۹۹۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ مین کسی کے کام یا بات مین دخل نہیں دیتا اور مشورہ بھی بہت کم دیتا ہون اسلئے کہ لوگ مشورہ کی حقیقت سے ناواقف ہیں اسکو حکم سمجھکر عمل کرتے ہین مشورہ لیکر سوچنے سمجھنے سے فارغ ہو جاتے ہین۔ خود فکر و غور نہین کرتے اب آگے اس مین دونون پہلو محتمل ہین اگر نفع ہوا تو اعتقاد مین غلو ہو جاتا ہے کہ فلاں کے تصرف سے ایسا ہو گیا اور اگر نقصان ہوا تو دل مین خیال ہوتا ہے کہ فلان شخص کے کہنے پر عمل کیا تھا اس سے یہ نقصان پیش آیا سو مجھکو یہ بھی گوارا نہین۔ غرض اس مین ہر پہلو پر مضرت ہی کا اندیشہ ہے۔

(ملفوظ ۹۹۹) ایک صاحب نے حضرت والا کی خدمت مین ایک پرچہ پیش کیا ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ یہ تو کوئی ایسی راز کی بات نہ تھی یہ لو پرچہ اور زبانی کہو جو کچھ کہنا ہو مین بھی موجود تم بھی موجود پھر زبانی نہ کہنے میں کیا مصلحت ہے اسپر وہ صاحب خاموش رہے فرمایا جواب دو بات کو ختم کرو مجھکو اور بھی کام ہین صرف تمکو ہی لئے کیسے بیٹھا ہون۔ میرے پاس اتنا زائد اور فضول وقت نہین جو کہنا ہو زبانی کہو تاکہ معاملہ ایک طرف ہو اسپر بھی وہ صاحب کچھ نہ بولے خاموش ہی رہے فرمایا کہ دیکھو پھر شکایت کروگے اور بدنام کرتے پھروگے۔ ایک مرتبہ مین اور کہتا ہون کہ جو کہنا ہو کہہ لو ورنہ پھر مین اسی طرح کہوں گا جیسے مین ایسے موقع پر کہا کرتا ہون اب تغیر ہونیوالا ہے اور جس علت کی بنا پر تمنے پرچہ پیش کیا ہے زبانی نہیں کہا میں تمہاری اس علت کو بھی سمجھ چکا ہون اب گولر کا پیٹ پھوٹنے والا ہے پھر بھنگے ہی بھنگے اڑتے نظر آئین گے یہ فرماکر اہل مجلس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اب آپ لوگ دیکھ لین مجھکو بدخلق سخت گیر بتلایا جاتا ہے اب ان معترض صاحبون کو بلاکر دکھلایا جائے کہ کون سخت گیر اور کون نرم گیر ہے

دور سے بیٹھے ہوئے فتوے لگاتے ہین۔ اب میری رعایت ملاحظہ ہو اور انکی زیادتی آخر بشر ہون کہانتک صبر کرون۔ ایسے تغیر نہ ہو تو اور کیا ہو۔ اسپر بھی وہ صاحب خاموش رہے تب حضرت والا نے فرمایا کہ منشا تمہارے اس فعل کا محض کبر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اور لوگون پر میری بیہودگی میری حماقت میرا جہل ظاہر نہ ہو۔ کیا آپ نواب صاحب کے بیٹے ہین اور سب آپکے نوکر اور غلام ہین کہ زبان بند کئے بیٹھے ہو کیا دوسرون کو یہ سمجھتے ہو کہ یہ سب بیوقوف ہین ارے بیہودہ کسی بات کا تو جواب دے۔ بُت بنا کیون بیٹھا ہے کیا دوسرون کا دماغ دوسرون کا وقت بیکار ہے ایک مشغول آدمی کو اپنی طرف متوجہ کرکے چین سے بیٹھ گیا۔ ایسے ایسے بدنصیب یہان آکر مرتے ہین۔ ارے کیا گھر سے نہ بولنے کی قسم کھا کر چلا تھا جب یہ خیال تھا تو آیا ہی کیون تھا خواہ مخواہ ستایا اور پریشان کیا چل اُٹھ یہان سے دور ہو اب کیون دیوار سا بنا میرے سامنے بیٹھا ہے۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی معافی کا خواستگار ہون فرمایا اب کیون بولا۔ اب زبان کہان سے آگئی۔ لتاڑ پڑی تو بولنا شروع کردیا۔ نوابیت کی شان اب کیون ٹوٹی اس سے پہلے تو کچھ اور ہی سمجھے بیٹھا تھا۔ دماغ مین خنّاس تھا کچھ کچھ نکلا۔ اب معافی چاہتا ہے پہلے نہیں نظر آتا تھا چل نکل یہان سے خبردار جو کبھی یہان آکر قدم رکھا۔ عرض کیا کہ اگر حضرت مجھکو جان سے بھی ماردین گے نہ تو جاؤن گا اور نہ آنا چھوڑون گا اور آئندہ ایسا نہ کرون گا جو آپ فرمائین گے اس کا اتباع کرون گا اور جو پوچھین گے اس کا جواب دون گا فرمایا اچھا مین ابھی اس کا امتحان کرتا ہون بتلاؤ یہ پرچہ کیون پیش کیا زبانی کیون نہین کہا عرض کیا اسکی وجہ تو وہی ہے جو حضرت نے بیان فرمائی کہ کسی کو معلوم نہ ہو اور کام ہو جائے ممکن ہے کہ دس آدمیون مین میری ہیٹی ہو۔ فرمایا اب اس کا جواب دو کہ ضروری سوالون پر بھی بولے کیون نہین تھے۔ عرض کیا اسکے متعلق مین یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ سنکر خود ہی خاموش ہو جائین گے۔ بولنے پر ممکن ہے کوئی اور بات زبان سے بیہودہ نکل جائے اور اسپر بھی مواخذہ ہو۔ فرمایا کہ خیر ستایا تو بہت مگر سچ بولا۔ اس وجہ سے معاف کرتا ہون اور اس وقت مسجد میں یا اور جہان آرام ملے خانقاہ کے اندر مہمان خانہ ہے آرام کرو اور بعد نماز ظہر مجلس مین آکر بیٹھنا اس مین بھی ایک شرط ہے وہ یہ کہ مکاتبت مخاطبت کچھ نہ ہو خاموش بیٹھا رہنا اچھا یہ بھی بتلاؤ کہ کے روز قیام رہیگا۔ عرض کیا کہ تین روز فرمایا کہ اب یہان زمانہ قیام مین نہ تو بولنا اور نہ کوئی پرچہ لکھنا پھر گھر واپس جاکر خط وکتابت سے اپنے حالات کی اطلاع کرنا۔ عرض کیا کہ ایسا ہی کرون گا۔ فرمایا کہ جس شخص کے پاس اپنی حاجت لیکر جائے

اور اسکو مانوس بنانا ہو اور اپنی طرف متوجہ کرنا ہو تو اسکو چاہیئے کہ پہلے وہان کے قواعد معلوم کرے اور جیسا قاعدہ معلوم ہو اُسپر کاربند رہے۔ ہر کام اصول کے ماتحت ہو اسی مین خیر ہے۔

(**ملفوظ** ۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ کام تو کام کے طریقہ سے ہوتا ہے معلم کی طرف سے تعلیم ہو اور متعلم کی طرف سے قبول اور عمل ہو یہ ہے ضروری چیز اور متعارف بیعت تو ایسی ضروری چیز نہین محض برکت کی چیز ہے مگر تعجیل اس مین کسی طرح مناسب نہین مین تو آنیوالون سے کہا کرتا ہون کہ تم میرا کچا چٹھا دیکھو میری حالت کو دیکھو مین تمہاری حالت کو دیکھون اسکے بعد اگر طرفین سے مناسبت ہو تو بیعت کا بھی مضائقہ نہین آجکل کام کرنے کو تو لوگ تیار نہین بیعت پر مُصر ہین۔

(**ملفوظ** ۱۰۱) ایک صاحب نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ ابھی مین بیان کر چکا ہون آپ تو بس رہے تھے کہ اس مین تعجیل سے کام نہ لیا جائے اور یہان کے قیام کے زمانہ مین آپکو بیعت کی درخواست بھی نہین کرنا چاہیئے۔ یہ میرے قواعد کے خلاف ہے آپ وطن پہونچکر جو رائے قائم ہو اس رائی سے اور اپنے دوسرے حالات سے اطلاع کرنا۔ بیعت کے متعلق جو اصول بمنزلہ اصول موضوعہ کے ہین مین وہ اصول آپکو لکھون گا اس سے تعلیم کے مبادی طے ہو جاوین گے بدون اُن کے طے ہوئے کام چلنا مشکل ہے اور یہ سب وطن کی مکاتبت سے ہوگا باقی یہان کے قیام کے زمانہ کی نیت تو صرف یہ ہونا چاہیئے کہ دیکھین طرفین سے مناسبت بھی ہے یا نہین اور اس کا علم اس طرح ہوتا ہے کہ مین تمکو دیکھ لون تم مجھکو دیکھ لو تاکہ نہ مجھے دھوکا ہو آپ کی نسبت اور نہ آپکو دھوکہ ہو میری نسبت یہ ہین اصول جو شخص ان اصول مین بھی اتباع نہ کرے اور اپنی ہی رائے پر رہے اُسی پر اصرار ہو تو وہ محروم رہیگا نیز یہ بھی جان لینے کی بات ہے کہ ہمارے یہان نہ چھو چھا ہے نہ پھون پھان نہ رموز نہ اسرار نہ نکات نہ لطائف نہ کشف و کرامت نہ تصرف نہ ہو حق نہ کود پھاند نہ شور و غل کچھ نہین سیدھی سیدھی باتین ہین۔ طالب علمی رنگ ہے لوگون نے تصوف کو ایک عجیب چیز بنا دیا مین نے اسکو ایک معقول چیز بنا کر پیش کر دیا اور اب تو بحمد اللہ جاہلون کا بھی ان دکانداروں کے پھندوں مین آنا آسان نہین بڑے مزے اڑائے اب وہ حلوے مانڈے اگلنے پڑ رہے ہین

(**ملفوظ** ۱۰۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ جن کیفیات مین مادہ شرط ہے وہ نفسانی ہین اور جن مین مادہ شرط نہین وہ روحانی ہین عقلی خشیت عقلی محبت یہ سب خالص روحانی چیزین ہین۔ اس مین بھی بڑے بڑے لوگون کو دھوکہ ہو جاتا ہے۔

(**ملفوظ**۱۰۳۰) ایک خط کے جواب کے سلسلہ مین فرمایا کہ چونکہ فہم مین سلامتی نہین اسلئے مبادی ہی کے طے ہونے مین بہت وقت صرف ہوجاتا ہے اور موٹی موٹی باتون کا بھی لوگون کو مطلق خیال نہین مثلاً اسی کی پروا نہین کہ کسیکو ہم سے تکلیف نہ پہونچے اور میری تعلیم کا بڑا حصہ یہ بھی ہے کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو اسکو ایک صاحب نے رنگون مین اس عنوان سے کہا تھا کہ اسکی تعلیم کا تو حاصل یہ ہے کہ یہان بھی آرام سے رہو اور وہان بھی آرام سے رہو ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　　کسے را با کسے کارے نباشد

(**ملفوظ**۱۰۳۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل خوابون کا بازار خوب گرم ہے بیداری کی ایک بات بھی نہین خواب کو بڑی مہتم بالشان چیز اور تعبیر دینے کو بزرگی کے لوازم مین سے سمجھتے ہین حالانکہ نہ ہر معبر کا بزرگ ہونا ضروری اور نہ ہر بزرگ کا معبر ہونا ضروری اسکو بزرگی سے کوئی تعلق نہین یہ ایک مستقل فن ہے۔ تاریخ مین لکھا ہے کہ ابوجہل بہت بڑا معبر تھا۔ بعض لوگون کو تعبیر سے فطری مناسبت ہوتی ہے خواہ بزرگ ہو یا نہ ہو اور بعض کو نہین ہوتی چنانچہ مجھکو اس فن سے مناسبت نہین ہمارے حضرات مین حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے خاص مناسبت تھی حضرت کی ایک عجیب تعبیر یاد ہے ایک شخص نے اپنا خواب بیان کیا کہ میری گود مین ایک چھوٹی سی لڑکی ہے مگر بہت وزنی ہے جسکو مین اُٹھا نہین سکتا مین اس فکر مین ہون کہ اسکو کہین رکھدون۔ مین نے دیکھا کہ ایک کُتیا ہے مین نے اس کا پیٹ چاک کر کے اس مین اس لڑکی کو رکھکر سی دیا اور گھر کو چلدیا مگر چونکہ اس کتیا کے پیٹ مین میری لڑکی رکھی ہوئی تھی اسلئے مین اسکو بار بار موڑ کر دیکھتا تھا کہ ساتھ بھی ہے یا نہین تھوڑی دیر وہ میری ساتھ رہی پھر غائب ہوگئی جس کا مجھکو قلق ہے یہ خواب تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اسوقت تعبیر سمجھ مین نہین آئی پھر کسی وقت آنا شاید سمجھ مین آجاوے وہ پھر دوسرے وقت آیا فرمایا کہ بغیر فکر بیساختہ سمجھ مین آگئی لڑکی کا وزنی ہونا مادہ منویہ کا زور ہے جو ناقابل برداشت تھا اور وہ کتیا بازاری عورت ہے تم نے اس سے منہ کالا کیا اسکو حمل قرار پاگیا جس سے لڑکی پیدا ہوئی اس عورت نے چندروز تمہارا ساتھ دیا مگر اب وہ تم سے بیزار رہے یہ واقعہ تھا جسکو سنکر وہ شخص سرنگون ہوگیا اور مجھکو گو اس فن سے مناسبت نہین مگر اتفاقاً کبھی ذہن پہونچ بھی جاتا ہے چنانچہ میرے ایک دوست نے مجھسے بیان کیا کہ موضع سوجہڑو جو مظفر نگر کے قریب ایک موضع ہے وہان پر ایک پٹرول رہتے تھے

انہون نے ایک خواب دیکھا کہ نعوذ باللہ مین ایک زوجہ مطہرہ سے ہمبستر ہوا صبح کو بوجہ دیندار اور نیک ہونیکے اُنپر وحشت تھی اور یہ سمجھے کہ مین مردود ہوگیا ان میرے دوست نے جنہون نے مجھ سے اسکو روایت کیا مشورہ دیا کہ یہ خواب تھانہ بھون لکھدو انہون نے لکھا مین نے یہ لکھا کہ اول تو خواب حجت شرعیہ نہین اسلئے اسکی تعبیر کیلئے پریشان ہونیکی ضرورت نہین۔ دوسرے تعبیر بھی سمجھ مین نہین آئی یہ لکھکر پھر اسکے بعد مین نے یہ لکھا کہ مین یہ لکھ ہی رہا تھا کہ تعبیر سمجھ مین آگئی اور وہ یہ ہی کہ معلوم ہوتا ہے آپ کسی مسئلہ مین شیعی مسئلہ کے معتقد ہین اور وہ مسئلہ استنجے کے متعلق ہے یہ خواب اس کا اثر ہے اس تعبیر کے پہونچنے پر انہون نے کہا کہ یہ بالکل صحیح تعبیر ہے۔ مین یہ سمجھتا تھا کہ شیعون کے قول کے موافق ڈھیلے سے استنجا پاک کرنے کی کوئی ضرورت نہین اور اسی پر عامل بھی تھا اور جس عضو سے بے ادبی کا عمل دیکھا استنجا کا تعلق بھی اسی عضو سے تھا پھر اس روز سے وہ تائب ہوگئے تو یہ حقیقت میری سمجھ مین آجانا اتفاقی امر تھا غرض خواب مین جو واقعہ نظر آتا ہے یہان اسکے اور معنے ہوتے ہین اور عالم رویا مین دوسرے معنے سو یہ ایک مستقل فن ہے۔ اسی سلسلہ مین ایک خواب مع تعبیر نقل فرمایا تھا کہ مولوی محمد منیر صاحب نے خواب دیکھا کہ بریلی کی طرف سے کچھ بطین ہمارے گھر مین آئی ہین۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب بیان کیا۔ حضرت نے تعبیر فرمائی کہ بریلی کی ملازمت آئے گی اور تنخواہ کی نسبت فرمایا کہ کہو تو گیارہ۱۱ روپیہ کی تعبیر دون اور اگر مٹھائی دو تو بیس۲۰ روپیہ کی تعبیر دون انہون نے کہا کہ مٹھائی لے لیجئے اور بیس۲۰ روپیہ دلوا دیجئے چنانچہ بیس۲۰ روپیہ کی تنخواہ پر بریلی کے اسکول مین ملازمت مل گئی۔ اور گیارہ اور بیس کی حقیقت یہ فرمائی کہ بط عربی لفظ ہے اور ط مشدد ہے اور فارسی مین بلا تشدید مستعمل ہے تو اول استعمال پر ط کو مکرر لینے پر اٹھارہ کا عدد حاصل ہوگا اور ۲ ب کے سب بیس۲۰ ہوئے اور ثانی استعمال پر ۹ ط کے اور ۲ ب کے کل گیارہ ہوئے یہ معبر کے اعتبار پر ہے مگر پھر بھی خواب ایسی چیز نہین کہ اسپر کسی چیز کا مدار ہو اگر کوئی ساری عمر خواب نہ دیکھے نہ خواب کو سمجھے تو حرج کیا ہے اصل چیز تو عبدیت ہے اللہ یہ اصلی دولت نصیب کرے۔

(**ملفوظ** ۸۶۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جسکو حق تعالیٰ فراغ نصیب فرمادین بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے لیکن اگر یہ نہ ہو اس مین بھی حکمت ہے۔ غرض جس حال مین رکھین وہی رحمت ہے اپنی تجویز سے

کچھ نہین ہوتا۔حق تعالیٰ کی طرف سے جو پیش آوے اسپر راضی رہنا چاہئے حاصل یہ کہ ہر حال مین تجویز سے تفویض بہتر ہے۔بعض اوقات جس چیز کو راحت کیلئے تجویز کرتاہے وہی آلہ کلفت ہو جاتی ہے اسیکو فرماتے ہین ؎

گر گریزی بر امید راحتے ہم ازانجا پیشت آید آفتے۔

(ملفوظ ۱۰۰۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ بات اسلامی ہی تعلیم کے اندر ہے کہ وہ سب کے حقوق کے حفاظت کی تعلیم کرتی ہے اور کسی غیر اسلامی مذہب مین ایسی تعلیم کا نام ونشان بھی نہین حتے کہ عین قتال کیوقت بھی دوسروں کی رعایت کا قانون مقرر ہے مثلاً اگر کوئی غیر مسلم جس نے مسلمانوں کو سخت ضرر پہونچایا ہو جس وقت اسپر قدرت ہو اور کلمہ پڑھ لے تو حکم ہے کہ فوراً ہاتھ روک لو ایسا مذہب تلوار کے زور سے کب پھیل سکتاہے اسلئے کہ ہر تلوار کے وقت دوسرے کو سپر دیدیگئی ہے۔ایک حکیم نے عجیب بات لکھی کہ بعد مین تو بزور شمشیر مسلمان ہوئے مگر جنہون نے اول شمشیر چلائی وہ کس کی شمشیر کے زور سے مسلمان ہوئے تھے انپر کس نے شمشیر اٹھائی تھی اصل اشاعت اسلام کی اسکی تعلیم و تہذیب سے ہوئی وہ تعلیم بھی ایسی ہے جسکے بدون تہذیب حقیقی آہی نہین سکتی چنانچہ جہان نرمی اور تواضع مین تہذیب ہو وہان نرمی کی جاویگی اور جہان دبانے مین تہذیب ہوگی وہان دبائین گے بس حقیقی مہذب مسلم ہی ہوسکتا ہے غیر مسلم مین کبھی حقیقی تہذیب نہین آسکتی اور یہ مشاہد ہے مگر آجکل مسلم کی بھی قسمین ہورہی ہین یہ نیچری بھی اپنے کو مسلم ہی کہتے ہین مگر تعلیم انگریزی کی بدولت بکثرت اس قدر غیر مہذب ہین کہ جسکا کوئی حد و حساب نہین سو یہ بدتہذیبی انگریزی تعلیم کی بدولت پیدا ہوئی اس سے کوئی دھوکا نہ کھاوے کہ مسلم غیر مہذب کیسے ہوا

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۱۰۰۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اگر کسی بات یا کام کے دونون شقون مین کوئی شرعی محذور نہ ہو مین کبھی اپنے دوستون کو نفیاً یا اثباتاً اسپر مجبور نہین کرتا دونون طرف انکو آزادی دیجاتی ہے جس شق پر چاہین عمل کرلین بحمداللہ میرے یہان بڑی وسعت ہے ناحق مجھکو بدنام کیا جاتا ہے کہ مین سخت ہون مین تو کہا کرتا ہون کہ مین سخت نہین بالکل نرم ہون مگر مضبوط ہون اور اسپر ایک مثال دیا کرتا ہون کہ جیسے ریشم کا رسہ کہ نرم تو اسقدر کہ جس طرف کو چاہو موڑ لو اور جہان چاہے گرہ لگا لو مگر مضبوط اس قدر

کہ اگر اس سے ہاتھی کو بھی باندھ دیا جائے تو جنبش نہین کر سکتا لوگ مضبوطی کو سختی سمجھتے ہین جو سخت غلطی ہے

(ملفوظ ۱۸۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ گنگوہ سے بھی جلال آباد کے جُبّہ کے متعلق سوالات آئے تھے مین نے لکھدیا کہ ان واقعات کو کسی مقصود کے نہ اثبات مین دخل ہے نہ نفی مین اسلئے اس کی تحقیق فضول ہے احکام شرعیہ پوچھو اور مین نے اس کا درجہ بتلانے کو یہ بھی لکھدیا کہ جیسے مختلف فیہ سید کا اگر کوئی ادب کرے تو کوئی گناہ نہین بشرطیکہ احکام شرعیہ سے تجاوز نہ کرے اور اگر کوئی اسکی سیادت کی نفی کرے مگر اہانت نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہین بس اس جُبّہ شریف کے متعلق سمجھ لیا جائے ۔ مین نے ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک عریضہ لکھا جس مین سب واقعات کی کیفیت لکھکر استفسار کیا حضرت نے جواب مین لکھا کہ اگر منکرات سے خالی زیارت میسر ہوسکے تو ہرگز دریغ نہ کرین باقی احکام کا ادب مقدم ہے تبرکات کے ادب پر جیسے حضرت اویس قرنی کا واقعہ ہے کہ والدہ کی خدمت کی مشغولی سے کہ حکم شرعی تھا ساری عمر حضور کی زیارت جو تمام برکات کی اساس تھا نہیں کر سکے تو دیکھئے انھون نے حضور کے احکام کو مقدم رکھا حضور کی زیارت پر یہ تو احکام عامہ تھے اب رہا میرا جزئی معاملہ جسکی نسبت اس خط مین پوچھا گیا ہے سو اگر مین ایک دفعہ بھی زیارت نہ کرون تو اس سے اسکی نفی نہین ہوتی اور اگر پچاس مرتبہ کرون تو اس سے اس کا اثبات نہین ہو سکتا محتمل کی ساتھ حقیقت کا سا معاملہ نہ کرنا وہان ہے جہاں امارات تکذیب کی ہون اور جہان امارت تکذیب کی نہ ہوں وہان کرتے مین کوئی حرج نہین ۔

(ملفوظ ۱۹۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ مین خطاب خاص سے سفارش کرنیکو آج کل اچھا نہین سمجھتا ۔ اس سے دوسرے پر بار ہونیکا اندیشہ ہوتا ہے مین جسوقت ڈھاکہ گیا تو مین نے نواب صاحب سے کہا کہ میرا آپ کا تعلق اب لوگون کو معلوم ہوگیا لہذا سفارشین بھی کرائین گے تو مین سفارش کردیا کرون یا نہین اور اجازت کی صورت مین یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجبور نہ ہون آپ اپنی مصلحت پر عمل فرمائین بڑے سمجھدار آدمی تھے کہنے لگے کہ آپ ضرور سفارش کردیا کرین اور مین ایک پر بھی عمل نہ کرون گا تاکہ جلدی آپ کا پیچھا چھوٹ جائے ۔

(ملفوظ ۱۹۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حکومت اور سلطنت مسلمانون کو تو اطاعت الٰہیہ ہی کی بدولت نصیب ہوسکتی ہے دیکھئے اگر کسی سے کوئی چیز مانگنا ہو تو اسکو راضی کرنے سے زیادہ امید ہے ملنے کی

یا ناراض کرنے سے اور یہ سب چیزیں حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں تو انکو راضی کر کے مانگو۔ مگر عجیب بات ہے کہ لوگوں کے خیال میں شریعت پر عمل کرنے سے تو ناکامی ہوتی ہے اور خلاف کرنے میں کامیابی۔ کیا خرافات ہے البتہ کفار کا دوسرا معاملہ ہے کہ وہاں استدراج ہے۔

(ملفوظ ۱۰۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی پریشانی سے اپنے بندے کی خلاصی چاہتے ہیں تو اُسکے اسباب بھی ویسے ہی مہیا فرما دیتے ہیں قلوب تو ان کے قبضہ میں ہیں غیر مشروع اسباب اور غیر مشروع سفارش کی حاجت نہیں۔ ایک میرے دوست کا واقعہ ہے انکو پانچسو روپیہ کی ضرورت تھی بیچارے قرضدار تھے انہوں نے مجھسے بعض امراء کے نام بلا تعیین سفارش چاہی۔ میں نے کہا کہ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ کون لوگ اس قابل ہیں جو امداد کر سکتے ہیں تم نام بتلادو میں حدود کے اندر لکھدونگا انہوں نے غالباً تین نام بتلائے میں نے ان مواقع میں خط لکھدئے جنکا مضمون ایک ہی تھا کہ میرے ایک دوست ہیں انکو اتنی رقم کی ضرورت ہے وہ مجھسے سفارش چاہتے ہیں لیکن میں نے بہ خیال گرانی کے عذر کر دیا ہے لیکن آزادی کی ساتھ بطور مشورہ آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر میں انکے متعلق آپ سے سفارش کر دوں تو آپ پر گرانی تو نہ ہوگی تو اگر گرانی ہو بے تکلف بتلا دیجئے میں آپ کے انکار کی ان کو اطلاع نہ کرونگا اپنے طور پر عذر کر دونگا ان دوست نے کہا کہ بھلا اس طرح کون اجازت دیتا ہے ایسی تحریر کا تو وجود و عدم برابر ہے۔ میں نے کہا کچھ ہی ہو میں تو اس سے آگے نہیں لکھونگا غرض تینوں جگہ اس مضمون کے خطوط گئے خدا تعالیٰ کی قدرت بجائے جواب خط کے ایک جگہ سے پچاس روپیہ ایک جگہ سے دوسو روپے اور ایک جگہ اڑہائی سو روپیہ کی چلتی ہوئی کتابیں۔ غرض تینوں جگہ سے پانچسو روپیہ آگیا۔ ایک صاحب نے مجھسے سفارش چاہی کہ بھوپال میں جو فلاں شخص جلال آباد کے رہنے والے ایک بڑے عہدے پر ہیں ان کو لکھدو کہ میرے لڑکے کو کوئی ملازمت ملجائے۔ میں نے انکو بجائے سفارش کے جسمیں احتمال گرانی کا تھا یہ لکھا کہ فلاں شخص ایسی سفارش چاہتے ہیں اگر گرانی نہ ہو تو میں تم سے سفارش کر دوں ان بیچاروں نے مجھکو اطلاع بھی نہیں دی اور اس لڑکے کو ملازم کرا دیا۔ غرض کام کا ہونا خلاف شرع کے ارتکاب پر موقوف نہیں۔

۲۵

(ملفوظ ۱۰۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں روپیہ پیسہ کے لینے دینے کے معاملہ میں حتی الامکان احتیاط کے پہلو پر عمل کرتا ہوں۔ مثلاً میرا معمول ہے کہ ہدیہ ایسے شخص سے نہیں لیتا جس سے بے تکلفی کا تعلق نہ ہو۔ اسی طرح ایسے شخص سے لیتے ہوئے مجھکو حجاب ہوتا ہے جسنے مجھسے دین کی خدمت نہ لی ہو کہ میں اس سے دنیا

کیسے اینٹھ لوں یا خدمت دین کی لی ہو مگر بے تکلفی ابھی تک پیدا نہیں ہوئی اور اس میں جو خرابیاں فی زمانہ پیدا ہو گئیں ہیں وہ میرے مشاہدہ اور تجربہ میں ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب سے میرا دینی تعلق تھا وہ مالیگاؤں میں کچھ کاروبار کرتے تھے اتفاق سے وہ یہاں پر آئے میں نے ان سے ضروری سوالات کئے مگر بجائے جواب کے سکوت محض۔ مجھکو تعجب ہوا۔ ایک ان کے رفیق تھے اُنہوں نے کہا کہ یہ معذور ہیں یہ تو تمہارا نام تک نہیں سُن سکتے بیہوش ہو جاتے ہیں اور پھر اُنہوں ہی نے ان کا تعارف کرایا اسکے بعد انہوں نے ایک دس روپیہ کا نوٹ بطور ہدیہ مجھکو دیا۔ میں نے اپنے اصول کے خلاف مروت کی بناء پر اس خیال سے کہ کہیں رنج میں بیہوش نہ ہو جاویں وہ نوٹ لے لیا۔ اب آگے سُنئے انہوں نے مجھسے ایک مسئلہ پوچھا میں نے بتلا دیا اسپر کہتے ہیں کہ القاسم میں تو اس طرح لکھا ہے۔ میں نے کہا کہ میں دنیا بھر کا ٹھیکہ دار تھوڑا ہی ہوں جو مجھکو معلوم ہوا بتلا دیا القاسم کا میں جوابدہ نہیں پھر میں نے سوچا کہ جو شخص ضروری تعارف کے متعلق بات نہ کر سکتا تھا اب معارضہ کی بات کیسے کرنے لگا سوچنے سے معلوم ہوا کہ یہ برکت اس نوٹ کی ہے کہ اپنے کو اس احسان کی بنا پر قواعد سے مستثنےٰ سمجھ لیا۔ اسکے بعد میں نے وہ دس روپیہ کا نوٹ واپس کر دیا کہ پہلے اسکو لو اسکے بعد پوچھو کیا پوچھتے ہو اب جواب دوں گا بس نوٹ کا واپس کرنا تھا پھر زبان بند ہو گئی۔ میرا تجربہ ہے کہ جب میں کسی کیساتھ اپنے اصول اور قاعدہ کے خلاف برتاؤ کرتا ہوں اور رعایت سے کام لیتا ہوں اخیر میں پچھتانا پڑتا ہے چنانچہ اسی واقعہ میں یہ خرابی مروّت سے لے لینی کی ہوئی اسلئے میں ان معاملات میں اصول کا سختی کی ساتھ پابند رہنا چاہتا ہوں ایک واقعہ اس سے بھی عجیب وغریب سنئے۔ اس حالت میں میں اپنے تجربات اور مشاہدات کو دوسروں کے کہنے سے کیسے چھوڑ دوں اور مٹا دوں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک بار میں مُراد آباد گیا تھا وہ زمانہ جنگ بلقان کا تھا اسوقت ترکوں کی ساتھ جنگ ہو رہی تھی۔ میں نے وعظ میں بھی جو شاہی مسجد میں ہوا تھا اسکے متعلق کچھ بیان کیا اس بیان کے بعد ایک پینشنر تحصیلدار نے چندہ بلقان میں ترکوں کی امداد کیلئے وہاں کی انجمن ہلال احمر کو سو روپیہ دیئے اسوقت میں مسجد ہی میں اس مجمع پر گذرا اور پوچھنے پر معلوم ہوا بس میرا اس میں اتنا قصور ہوا کہ میں نے ان کے دینے کی خبر سنکر یہ کہا جزاک اللہ مگر میرا یہ کہنا سزاک اللہ ہو گیا قصّہ یہ ہوا کہ انہوں نے انجمن کے منتظمین سے کہا کہ وہاں سے اس سو روپیہ کی خاص رسید منگا کر دو چونکہ یہ معمول کے خلاف تھا اسلئے اہل انجمن نے اس طرف التفات نہیں کیا جب وہاں کامیابی نہ ہوئی ان تحصیلدار صاحب نے مجھکو لکھا کہ میں نے تمہارے کہنے سے یہ روپیہ دیا تھا لہٰذا تم رسید منگا کر دو۔ میں نے اہل انجمن کو لکھا کہ یہ کیا واہیات ہے انکو اچھی طرح سمجھا کیوں نہیں دیتے مگر

وہ اپنے اس جہمل خواہش پر مصر ہے اور مجھکو لکھا کہ مین عدالت مین دعوی کرون گا۔ مین نے ان کا وہ سو روپیہ اپنے پاس سے انجمن والون کے پاس بھیجدیا کہ میری طرف سے ادا کردو وہ اس سے شرمائے اور اپنی ذاتی رقم سے ادا کرنا چاہا اسکو مین نے منظور نہین کیا بہت روز تک اس مین قیل وقال رہی آخر ان صاحبون نے ہی دیا اور سو روپیہ انکو دئے گئے اور سو روپیہ ایک دینی کام مین صرف کردئے گئے اسکے بعد اس سے زیادہ عجیب ایک واقعہ ہے وہ یہ کہ یہان ایک عالم ملنے آئے تھے ان سے اس کا ذکر آیا وہ بزرگ صاحب درس بھی تھے ذاکر شاغل بھی تھے صاحب افتا بھی تھے مگر حیرت ہے کہ مجھسے کہتے ہین کہ تم نے فضول اپنا روپیہ دیا بلقان کا چندہ تو تمہارے پاس آتا ہی تھا اس مین سے سو روپیہ انکو دیدیتے کیونکہ یہ سب روپیہ حکماً ایک ہی ہے اگر تحصیلدار کا روپیہ محفوظ ہوتا تو اسکو جس طرح واپس کرنا جائز ہوتا دوسری رقمین بھی اس چندہ کی اس روپیہ کے حکم مین تھی اسطرح اس مین سے بھی دینا جائز تھا۔ مین نے لاحول پڑھی کیونکہ خود یہ مقدمہ ظاہر الفساد تھا کہ سب رقمین بحکم واحد تھین۔ دیکھئے یہ گڑبڑ علماء مین ہے یہ سب آخرت سے بیفکری کی باتین ہین شکر ہے توفیق ایزدی سے مین ان معاملات مین ہمیشہ احتیاط کا پہلو اختیار کرتا ہون۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بعض لوگ اپنی غرض کیلئے ایسی ترکیبین نکالتے ہین جس سے یہ معلوم ہو کہ گویا مجتہد العصر اور علامہ زمان یہی ہین۔ ایک صاحب نے مجھسے کچھ روپیہ کی سفارش بعض امراء سے کرنے کی درخواست کی مین نے کہا خطاب خاص مین گرانی کا احتمال ہے کہنے لگے آخر تم طالبین کو مجاہدہ کی تلقین کرتے ہو اس مین بھی گرانی ہوتی ہے تو اگر یہ روپیہ بطور مجاہدہ دینے کیلئے کہا جاوے تو کیا حرج ہے۔ مین نے کہا کہ سبحان اللہ یہ خوب تاویل نکالی اول تو یہ کیا ضرور ہے کہ ان مخاطبین کی تربیت میرے متعلق ہو دوسرے یہ کیا ضرور ہے کہ انکو مجاہدہ مالیہ ہی کی ضرورت ہو تیسرے اگر ہو بھی تو اسکی کیا ضرورت ہے کہ وہ روپیہ تعداد مین اسی قدر ہو جو تھے اسکی کیا ضرورت ہے کہ وہ آپ ہی کو دیا جائے تب ہی مجاہدہ پورا ہوگا۔ مساکین یا ذوی القربی کو اپنے ہاتھ سے دینے سے بھی تو مقصود حاصل ہوسکتا ہے۔

۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ) ایک نووارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا یہ مین سب کچھ اسلئے کہتا ہون

تاکہ معاملہ صاف ہونے سے دل صاف ہو جاوے کیونکہ اگر میرے دل مین تم سے رُکاوٹ رہی تو تمکو کوئی نفع نہ ہوگا یہ اس طریق کا خاصہ ہے اور مقصود ہے نفع۔ باقی مریدون کی تکثیر سے نہ مجھکو فوج بھرتی کرنا مقصود ہے اور نہ تمکو موج کرنا مفید ہے کہ اپنی خواہش پوری کرو بلکہ میرا کام تعلیم کرنا ہے اور تمہارا کام اس تعلیم کا اتباع ہے پھر کہان موج اور کہا چین اور راحت اس راہ مین تو قدم رکھنے سے پہلے اسکے لئے تیار ہو جانیکی ضرورت ہے

دررہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجان شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

پھر اس شرط کے پوری ہونیکے بعد اس کی ضرورت ہے کہ کوئی مربی سر پر ہو اسی کو مولانا فرماتے ہین

یار باید راہ را تنہا مرو بے قلاوُز اندرین صحرا مرو

اور پھر نرے اس سے بھی کام نہین چل سکتا جبتک کہ اپنا کچا چٹھا اس مربی کے سامنے پیش نہ کر دے اسکو بھی مولانا فرماتے ہین

ماحال دل را با یار گفتیم نتوان نہفتن درد از حبیبان

ایک اور بات بھی سمجھ لینے کی قابل ہے کہ مین نہ پیرون کی سی وضع رکھنا چاہتا ہون نہ بادشاہون کی سی یا طالب علمون کی سی رکھنا چاہتا ہون ہر معاملہ مین سیدھی سادی زندگی پسند ہے اسی طریق پر اپنے بزرگون کو دیکھا اور یہی پسند ہے اور مین دعوی تو نہین کرتا مگر بفضل ایزدی اکثر واقع یہی ہوتا ہی کہ جو جسکے لئے تجویز کرتا ہون وہ بالکل اسکی حالت کے مناسب ہوتا ہے ممکن ہے کہ غلطی بھی ہوتی ہو مگر بہت کم شاذ و نادر تو خدا نے مجھکو پہچان دی جس مین میرا کوئی کمال نہین ان ہی کا فضل ہے مین اس نعمت سے کام نہ لون یہ کفران نعمت ہے اور طالب کو ضروری چیز نہ بتلاؤن خیانت ہے سنۃ اللہ یہی ہے کہ جو کام جسکے سپرد ہو اور وہ اسکو انجام نہ دے مستحق سزا ہے اپنے فرض سے غفلت نہایت ہی سخت جرم ہے۔ اسلئے مین ضرورت کی چیز پر آگاہ کر دیتا ہون اس سب کے بعد بھی نفع کی جو بڑی شرط ہے وہ مناسبت ہے جب ایک شخص کو مجھ سے مناسبت نہ ہو تو مین کیا کرلون یہ امر تجربہ کیا ہوا ہے باقی مین تعلیم مین کسی کی تحقیر نہین کرتا کسی کو اپنے سے ادنی نہین سمجھتا پھر وہ عدم مناسبت خواہ طالب کی وجہ سے ہو یا میری وجہ سے یا تھوڑی تھوڑی دونون طرف سے ہو غرض ہر حال مین مناسبت تو نہ ہوئی جو اس طریق مین نفع کیلئے اعظم شرائط مین سے ہے اور مجھے اس کا خود رنج ہوتا ہے مگر کیا کرلون بدون شرائط کے تعلق پیدا کرنا بیکار ہے کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے کہ بیٹھا ہوا بھرتی کیا کرون اور محض اس عدد سے

کہ یہان سے جا کر نہ معلوم کس کے ہاتھ مین پھنس جاوے کسی کی بیجا مدارات کرنا مجھکو تو اس سے غیرت آتی ہے کہ طالب کو مطلوب بنایا جائے ایسی حالت مین تو دور ہی رہنا مناسب ہے۔

(ملفوظ ۱۰۱۵) فرمایا کہ آج ایک مبتدع کا جوابی رجسٹری خط آیا ہے لکھا ہے کہ علم غیب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا یا نہین اور رجسٹری سے مقصود یہ ہے کہ انکار نکر سکین کہ خط ہمکو نہین ملا۔ مین نے لکھدیا کہ کبھی سوال ہوتا ہے استفادۃً کبھی امتحاناً کبھی اعتراضاً اخیر کی دو صورتوں مین تو جواب دینا ہی فضول ہے۔ ہان پہلی صورت مین جواب دینا ضروری ہے یعنی استفادہ کی صورت مین مگر مجھکو یہ اطمینان نہین کہ آپ استفادۃً سوال کر رہے ہین لہذا پہلے مجھکو یہ اطمینان دلائے کہ آپ استفادہ ہی سوال کر رہے ہین دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔ میرے ضوابط کا حاصل یہ ہے کہ مین خود بھی گرانی اور بار سے بچنا چاہتا ہون اور دوسرون کو بھی بچانا چاہتا ہون اس کا نام تشدد رکھا ہے دنیا مین کیسی بیحسی پھیلی ہے۔ اور جوابی رجسٹری کی غایت مذکورہ کا ترتب بھی محل کلام ہے اسلئے کہ اس سے یہ تو نہین معلوم ہو سکتا کہ کس مضمون کا خط تھا تو وصول کنندہ پر حجت ہی کیا ہوئی۔

(ملفوظ ۱۰۱۶) ایک مولوی صاحب کے سوال پر فرمایا کہ بعض بزرگون کو مکشوف ہوا کہ ہندوستان مین بھی بعض انبیاء علیہم السلام کے مزارات ہین۔ براس ایک مقام ہے انبالہ سے آگے وہان پر ایک احاطہ ہے اس مین یہ مزارات ہین کل قبرون کے نشان نہین رہے مگر بعض کے محفوظ ہین۔ مولانا رفیع الدین صاحب وہان ایک مرتبہ تشریف لیگئے تھے مین اور چند طلباء بھی ہمراہ تھے مولانا وہان مراقب ہوئے تھے۔ مین نے خود مولانا سے تو سنا نہین مگر انہون نے اپنے ایک مرید حسینی نام سے بیان کیا ان مرید نے مولانا کے داماد مولوی ضیاء الحق سے بیان کیا مولانا کے داماد نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ مولانا نے مراقبہ کی کیفیت یہ بیان کی کہ مراقبہ مین ان حضرات کی ارواح مکشوف ہوئین اور ان سے ملاقات ہوئی۔ ان مین ایک بزرگ کا نام خدر یا خضر معلوم ہوا ایک ان کے بیٹے تھے ابراہیم اور اپنا زمانہ کرن بتلایا تحقیق سے معلوم ہوا کہ کوئی راجہ کرن گذرا ہے جسکو تقریباً اس وقت دو ہزار برس ہوئے

(ملفوظ ۱۰۱۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ سب کچھ بڑے میان کی برکات ہین مراد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہین۔ دیکھنے مین بظاہر تھانہ بھون کے ایک معمولی شیخزادے معلوم ہوتے تھے مگر وہ شخص زمانہ کا مجدد تھا امام تھا محقق تھا مجتہد تھا۔ معاصرین مین حضرت کے کمالات کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ متاخرین مین ایسا

شخص گذرا ہے جسمین روح متقدمین کے زمانہ کی تھی حضرت بالکل سلف کا نمونہ تھے ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء اور اس مین کچھ بعد نہ سمجھا جاوے۔ نبوت ہی تو ختم ہوئی ہے ولایت تو ختم نہین ہوئی بعض متاخرین بعض متقدمین سے افضل ہوئے ہین۔ ایک شخص نے کہا تھا کہ اس زمانہ مین علماء مین رازی اور غزالی پیدا نہین ہوتے مین نے کہا کہ ہمارے بزرگون کی تحقیقات مدونہ کو غزالی رازی کی مصنفات سے موازنہ کر کے دیکھ لیجئے انشاء اللہ تعالیٰ رازی اور غزالی سے کم ثابت نہ ہون گے بلکہ عجب نہین کہ بہتر ہی ہون۔

(ملفوظ ۱۰۱۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ عجیب جامع کمالات تھے مولانا کا علم بالکل لدنی تھا مولانا مین حق تعالیٰ نے علمی کمالات بڑے عالی درجہ کے جمع کر دئے تھے یہ عطاء حق ہے جسپر بھی فضل ہو جاوے۔ یہی شان حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی بلکہ اپنے تمام مجمع سے نرالی شان تھی مجھکو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے طبعاً زیادہ مناسبت ہے باقی محبت سب سے ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مین انتظامی شان اور حضرات سے بالاتر تھی خلاصہ یہ کہ امام وقت تھے۔

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۰۱۹) ایک صاحب نے عرض کیا نرے تحصیل علم سے دوسرے کی تربیت کا کام نہین کر سکتا فرمایا نہین کر سکتا جیسے طب پڑھکر مطب نہین کر سکتا فن کی مناسبت الگ چیز ہے علم اور چیز ہے۔ فرشتوں نے جو تمنا کی تھی کہ ہم خلیفہ ہو جائین وہ ہو نہین سکتے تھے اسلئے کہ خلافت کیلئے جن علوم سے مناسبت کی ضرورت تھی فرشتے اس سے خالی تھے وجہ یہ کہ فرشتون کے خواص اور ہین انسان کے خواص اور ہین ان علوم کیلئے استعداد بشری شرط تھی اسلئے ان کو سمجھ بھی نہین سکتے بلکہ بتلانے سے بھی نہین سمجھ سکتے تھے اسلئے حق تعالیٰ نے جواب مین تفصیل بھی نہین فرمائی یہ فرمایا کہ انی اعلم ما لا تعلمون ہم وہ جانتے ہین جو تم نہین جانتے

(ملفوظ ۱۰۲۰) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ یہ غلام آنجناب کو مثل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے جانتا ہے۔ مین نے لکھدیا ہے گو بلا دلیل ہے مگر تمہارے لئے اس مین اثر دلیل ہی کا ہے۔ ایسے موقع پر ہر طرف نظر کرنی پڑتی ہے اگر تواضع کا خیال کرتا ہون تو اسکا نفع بند ہوتا ہے اگر نہین کرتا تو تواضع فوت ہوتی ہے اس مین بحمد اللہ دونون شق کی رعایت ہو گئی

اس ہی لئے ضرورت ہے کہ معلم جامع بین الاضداد ہو۔

(ملفوظ ۱۲۲۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آج کل عموماً حکومتوں میں ملک کے انتظام کیلئے انتخاب کا معیار تعلیم ہے مگر اس سے نہ ضروری انتظام ہو سکتا ہے نہ رعایا کو راحت اور آرام مل سکتا ہے معیار انتخاب خدا کا خوف ہونا چاہئے یعنی جسکے دل مین خدا کا خوف ہو اسکو اس کام کیلئے انتخاب کرنا چاہئے مگر اہل یورپ خصوصاً ایسا کیا کرین گے ان کے یہان خدا ہی نہین اکثر اہل یوروپ انگریز دہریہ اور ملحد ہین جیسے مسلمانون مین بھی دہری اور ملحد ہین

(ملفوظ ۱۲۲۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اگر آنیوالون کو محض ملاقات مقصود ہو تو وہ موقوف ہے خلوص اور محبت پر یعنی جب آوے اس مین مقصود صرف ملاقات ہو نہ کوئی غرض دنیاوی ہو نہ اخروی اصلاح وغیرہ۔

(ملفوظ ۱۲۲۳) ایک صاحب مجلس مین بہت ہی تواضع کی صورت بنائے بیٹھے تھے اتفاقاً حضرت والا کی انپر نظر پڑ گئی دیکھکر فرمایا کہ ایسی تواضع جو حدود سے آگے بڑھی ہوئی ہو وہ محمود نہین گو نیت آپ کی تصنع کی نہین مگر بظاہر صورت ایسی ہے جس سے تکلف معلوم ہوتا ہے اور ایسی ہیئت سے خود میرے قلب پر بار ہوتا ہے کہ ایک شخص بندھا بیٹھا ہے کچھ حس و حرکت ہی نہین کرتا ہر چیز کے حدود ہین اصل ہین مجلس کے آداب مین سے یہ بھی ہے کہ کسی مین کوئی امتیازی شان نہ ہونا چاہئے خصوص جس سے دوسرون پر بار ہو گراق ہو یا اس حرکت کی وجہ سے اس طرف سب کی نظرین پڑین اور توجہ ہو جاوے سو اس اصل پر آپکی نشست کی یہ ہیئت آداب مجلس کے خلاف ہے ہمیشہ ایسی باتون کا خیال رکھنا چاہئے۔

(ملفوظ ۱۲۲۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ فلان مولوی صاحب فلان مولوی صاحب کو لیکر آئے تھے مجھسے کہا کہ ان کو بیعت کر لیجئے۔ مین نے کہا کہ یہ گھر سے آپ سے بیعت ہونیکی نیت سے چلے تھے مناسب یہی ہے کہ آپ بیعت کر لین اور اسکے علاوہ ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ اس طریق مین نفع موقوف ہے مناسبت پر اور انکو آپسے مناسبت ہے مجھسے نہین وہ اس طرح کہ آپ بھی خادم قوم ہے یہ بھی خادم قوم اور مین نادم قوم ہون۔ مین نے کوئی قوم کی خدمت نہین کی اسلئے آپ ہی کا بیعت کرنا مناسب ہے

(ملفوظ ۱۲۲۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ دو صاحب جن مین ایک انگریزی کے تعلیم یافتہ دوسرے مولوی ہین دونون مصنف بھی ہین اور قومی کامون مین حصہ بھی لیتے ہین یہانپر آئے تھے اور ایک دوسرے عالم کے واسطہ سے کہ وہ صاحب سلسلہ بھی ہین بیعت کی درخواست کی۔ مین نے ان سے کہدیا کہ ان قومی قصون جھگڑون سے یکسو ہو کر کام مین لگنا میرے یہان طریق کی شرط ہے یعنی دو کام ایک وقت مین نہین ہو سکتے بعضے لوگ

بڑے ذہین ہوتے ہین ان مین سے ایک صاحب کہنے لگے کہ ہم اگر کچھ روز کیلئے ان تعلقات کو منقطع کر کے کام مین لگ جائین اور پھر اس کے بعد ان کامون مین مصروف ہو جائین کیا اسکی گنجایش ہے۔ مین نے کہا کہ کام کا سوال کیا ہے اب اس کا جواب بھی کام کا سنئے وہ یہ ہے کہ اس طریق مین جسطرح تعلقات مضر ہین ایسے عزم تعلقات بھی مضر ہین۔ اسلئے کہ جب یہ عزم کرے گا کہ یہ ایک دو سال پورے ہون تو پھر ان دھندون مین پھنسون یہ تو بالکل ایسا ہی رہے گا جیسا کہ تعلقات کو چھوڑا ہی نہین کیونکہ اس صورت مین بھی یکسوئی میسر نہ ہوئی جو شرط ہے نفع کی اس سے کام نہین ہو سکتا کام تو اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے دل سے ہمیشہ کیلئے زوائد کو رخصت کر دیا جاوے پھر کام کرنے کے بعد جو حالت ہو مین اسکو دیکھکر جو تجویز کرون اسکو اختیار کیا جاوے حتے کہ اگر مین یہ کہون کہ خادم نفس بنو تو خادم نفس بنو اگر مین کہون کہ خادم روح بنو تو خادم روح بنو اگر مین یہ کہون کہ خادم قوم بنو تو خادم قوم بنو اگر مین کہون کہ خادم ملک بنو تو خادم ملک بنو اگر مین کہون کہ خادم حجرہ بنو تو خادم حجرہ بنو اگر مین کہون کہ خادم مسجد بنو تو خادم مسجد بنو اگر مین کہون خادم مدرسہ بنو تو خادم مدرسہ بنو۔ مین اگر کہون کہ کچھ بھی نہ بنو تو کچھ بھی نہ بنو۔ اس طریق مین اپنی رائے کو دخل دینا سم قاتل ہے ساری عمر کیلئے اپنے کو مُردہ محض سمجھکر اس راہ مین قدم رکھنے کی ضرورت ہے یہان تو فنا پہلے ہے بعد مین اور کچھ ہے اپنی رائے کو اپنے جذبات کو اپنے خیالات کو اپنے علم کو اپنی شجاعت کو اپنی جاہ کو اپنی عزت کو اپنی آبرو کو سبکو فنا کر کے اس راہ مین قدم رکھو تب کچھ مل سکتا ہے۔ دیکھئے کوئی شخص کسی عورت مردار پر کوئی عاشق ہو جاتا ہے تو سب کو فنا کر دیتا ہے اسپر نثار کر دیتا ہے مجنون کو دیکھ لیجئے کیا کچھ فنا نہین کر دیا تھا اور کیا کچھ تکلیفین نہین اُٹھائین تو کیا خدا کا عشق لیلیٰ کے عشق سے بھی کم ہے افسوس ہے ان لوگون کی حالت پر کہ خدا کے عاشق بننے کا دعویٰ اور پھر غرض کی حفاظت بھی دونون کو خلط کرنا چاہتے ہین۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین

عشق مولے کے کم از لیلیٰ بود ٭ گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

اس طریق مین قدم رکھنے سے پہلے تو اسکی ضرورت ہے جسکو فرماتے ہین

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجان ٭ شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

اور اس آمادگی کے بعد پھر ضرورت ہے کسی کامل رہبر کی کیونکہ بدون کسی راہبر کے سر پر ہوئے اس راہ کا طے ہونا ایسا دشوار ہے کہ قریب محال کے ہے الّا نادرًا والنادر کالمعدوم اور نرا دشوار ہی نہین بلکہ بدون راہبر کے قدم رکھنا خطرناک ہے وہ اس راہ کا واقف کار ہے بس اس کے سامنے بیدست و پا ہو کر

جا پڑو اسی کو مولانا فرماتے ہین ؎

یار باید راہ را تنہا مرو　　بے قلاؤزاندرین صحرا مرو

اور نرے جا پڑنے سے بھی کچھ نہین ہوتا جبتک کہ اُسکے سامنے اپنا کچا چٹھا کھول کر نہ رکھدو کیونکہ بدون اظہار مرض کے علاج کیسے ہوگا اسکو حافظ رح فرماتے ہین ؎

ماحال دل را با یار گفتیم　　نتوان نہفتن درد از جیبان

اگر یہ سب کر لیا تب دیکھنا کہ کیا سے کیا ہوجائے گا انشاءاللہ تعالیٰ ایکدم کا یا پلٹ ہوجائیگی اگر اعتقاد نہین ہوتا تو بطور امتحان ہی کر کے دیکھ لو اسی کو مولانا فرماتے ہین ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش　　آزموں را یک زمانے خاک باش

پھر خاک ہونیکے بعد یہ حالت ہوگی جسکو مولانا فرماتے ہین ؎

در بہاران کے شود سرسبز سنگ　　خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

اور یہ حالت کیون نہ ہو وہ ذات ہی ایسی ہے کہ بندہ کی ادنیٰ توجہ سے بڑی رحمت فرما دیتے ہین وہ راہ ہمارے ہی نزدیک تو دشوار ہے ان کے نزدیک سب آسان ہے۔ اسکو فرماتے ہین ؎　۳۳

تو مگو ما را بدان شہ بار نیست　　با کریمان کارہا دشوار نیست

اور راز اس صحبت کی ضرورت کا یہ ہے کہ اس طریق کا مدار ہے عشق اور محبت پر اور یہ پیدا ہوتی ہے اہل محبت کی صحبت سے جب محبت پیدا ہوگئی تو سب ماسوا ہباءً منثورا ہو جاتا ہے اور کوئی ماسوا قلب مین نہین رہتا اسکو مولانا فرماتے ہین ؎

عشق آن شعلہ ست کو چون برفروخت　　ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

اسی کا ترجمہ مولانا ابوالحسن صاحب نے گلزار ابراہیم میں کیا ہے اور خوب کیا ہے ؎

عشق کی آتش ہے ایسی بدبلا　　دے سوا معشوق کے سب کو جلا

جب سب نکل گیا پھر وہ تجلی فرماتے ہین کسی نے اس مضمون کو خوب ادا کیا ہے ؎

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی　　اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

۱۲۶۷

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ تکبر جب ناجائز ہے میں ایسی تواضع کو بھی ناجائز سمجھتا ہون جس سے دوسرے کے مقصود مین خلل پڑے اگر سب ایسی ہی تواضع کرین تو مستفیدین کہان جائین

غرض حد سے گذرتے کے بعد کسی چیز مین بھی نور نہین رہتا۔

(ملفوظ ۱۰۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ہم لوگون کے کسی کام میں بھی سلیقہ نہین رہا کچھ ایسی بیحسی چھاگئی ہے۔ آمدنی کو دیکھو تو اس مین جائز ناجائز کی پروا نہین خرچ کو دیکھو تو اس مین موقع محل کا کہین پتہ نہین اسکے متعلق میرٹھ کے ایک رئیس ایک عجیب بات کہا کرتے تھے کہ لوگ بڑے بیوقوف ہین جو چیز غیر اختیاری ہے یعنی آمدنی اسکی تو فکر کرتے ہین اور جو چیز اختیاری ہے یعنی کم خرچ کرنا اسکی فکر نہین بڑے کام کی بات کہی واقعہ یہی ہے کہ آمدنی مسلمانون کی کچھ کم نہین بشرطیکہ طریقہ سے ضرورت مین صرف کرین تو کبھی پریشانی نہ ہو گو کبھی خواہشون مین تنگی ہو سو وہ قابل برداشت ہے پریشانی قابل برداشت نہین۔

(ملفوظ ۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اگر مسلمان اصول صحیحہ اور احکام شرعیہ کا اتباع کرین تو ساری دنیا بھی ملکر ان کا کچھ نہین بگاڑ سکتی۔ مین ایک مرتبہ ریل مین سفر کر رہا تھا اسی ڈبہ مین چند دیہاتی مسلمان بیٹھے ہوئے تحریکات حاضرہ کے متعلق آپس مین گفتگو کر رہے تھے اور اپنی اپنی کہہ رہے تھے مین بھی سُن رہا تھا ایک ان مین سے خاموش بیٹھا سُن رہا تھا جب سب اپنی اپنی کہہ چکے تو وہ شخص بولا اپنی اپنی تو تم کہہ چکے اب میری بھی سن لو کیون اتنے بکھیڑے کئے اگر مسلمان دو باتون کی پابندی کر لین تو ساری دنیا ان کا کچھ نہین بگاڑ سکتی ایک بولا کہ بتلاو کیا بات ہے کہتا ہے کہ ایک رہو اور نیک رہو۔ دیکھین پھر کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے کیسی عجیب بات کہہ گیا آب زر سے لکھنے کی قابل ہے دو جملون مین تمام احکام شرعیہ کا خلاصہ بیان کر گیا ان دیہاتیون کا دماغ بڑا صحیح ہوتا ہے۔ الفاظ تو بوجہ بے علمی کے انکے پاس ہوتے نہین مگر بات پُر مغز ہوتی ہے واقعی اصول صحیحہ جو وقتاً فوقتاً احباب کے سامنے پیش کئے جاتے ہین ایسی ہی چیز ہین کہ ان سے دنیا مین بھی راحت ہوتی ہے اور آخرت مین بھی راحت ملیگی چونکہ مسلمانون نے اصول صحیحہ کو چھوڑ دیا اس وجہ سے پریشان سرگردان ہین دوسری قومون نے ان اصول کی قدر کی اور ان کو اختیار کیا وہ راحت اُٹھا رہے ہین اس مین مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہین جو بھی انکو اختیار کرے گا راحت پائے گا جیسے سڑک اعظم ہے دونون طرف درخت ہین بیچ مین پختہ ہے کلکتہ سے پشاور تک ہے جو بھی اسپر چلے گا راحت پائے گا اس مین یہ قید نہین کہ چلنے والا بھنگی ہے یا چمار ہے یا سید ہے یا شیخ مغل ہے یا پٹھان ہندو ہے یا نصرانی مسلم ہے یا غیر مسلم ایسے ہی اصول صحیحہ پر جو بھی عمل کریگا وہی راحت پائے گا کسے باشد۔

(ملفوظ ۱۲۹) ایک سلسلۂ گفتگو مین فرمایا کہ حضرات اہل اللہ حکیم ہوتے ہین ان کے یہان ہر چیز کی صحیح میزان ہوتی ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ خود سلطان التارکین سید التارکین تھے مگر دوسرون کیلئے ان کی حالت کی موافق تعلیم دیتے چنانچہ ایک شخص نے اپنی جائداد غیر مشروط وقف کرنا چاہا حضرت سے مشورہ کیا حضرت نے اس طرح وقف کرنے سے منع فرمادیا۔ یہ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کے بہلانیکو بھی کچھ اپنے پاس رکھنا چاہئے کیسی حکیمانہ بات ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے حضرت سے ملازمت چھوڑ دینے کا اور توکل کرنے کا مشورہ کیا حضرت نے فرمایا کہ مولانا ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہین پوچھنا دلیل ہے تردّد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت مین ملازمت چھوڑنا موجب پریشانی اور تشویش قلب کا ہوگا اور جب پختگی کی کیفیت قلب مین پیدا ہوجائیگی تو اور لوگ منع کرین گے اور تم رسے توڑ اکر بھاگو گے وہ وقت ہے ترک اسباب کا اور یہ پختگی شیخ کامل کی صحبت مین رہکر نصیب ہوتی ہے غرض حضرت مولانا کو تو ملازمت کے چھوڑنے کو منع فرمایا مگر خود حضرت کا توکل بدرجہ کمال بڑھا ہوا تھا ایک نواب صاحب کو جو اپنی ریاست کا انتظام کرکے خود مہاجر بنکر مکہ رہنا چاہتے تھے حضرت نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ یہاں جو آؤ تو اپنے خرچ کیلئے تو ریاست سے کچھ رقم منگا لینے کے انتظام مین مضائقہ نہین گو فی حد ذاتہ یہ بھی بے ادبی ہے اور ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی بڑے کریم کا مہمان ہوکر آوے اور بغل مین کھانا دبا کر لاوے کہ میزبان کے گھر بیٹھ کر کھا وینگے ظاہر ہے کتنی بڑی بے ادبی ہے لیکن ایک عارض کی وجہ سے اسکی اجازت ہے وہ عارض یہ ہے کہ تم ابتدا سے اسباب کے خوگر ہو اور اس عادت کے بعد اسباب کا ترک کرنا موجب تشویش ہوگا اسلئے ایسی رقم تو منگا لیا کرو لیکن خیر خیرات کرنے کی غرض سے یہان کچھ نہ منگانا کیونکہ اس کا انتظام اور تقسیم یہ خود خلاف جمعیت خاطر ہے جو صاحب طریق کیلئے سخت مضر ہے اور گو یہ فعل فی نفسہ سخاوت ہے لیکن ہر شخص کی سخاوت جدا ہے یہ زاہد کی سخاوت اور عاشق کی سخاوت دوسری ہے جو اس سے اکمل ہے اور یہ شعر تحریر فرمایا ؎

نان دادن خود سخائے صادق ست جان دادن خود سخائے عاشق ست

(ملفوظ ۱۳۰) ایک سلسلۂ گفتگو مین فرمایا کہ نقشبندیون میں علماء زیادہ گذرے ہین اور چشتیوں مین عشاق زیادہ گذرے ہین مگر آجکل جو اپنے کو عشاق کہتے ہین یہ تو فُسّاق ہیں ان میں عشق نہین فسق ہے اور یہ سب پیٹ بھرنے کا فساد ہے اگر ایک وقت کھانیکو نہ ملے تو سب عشق ختم ہوجاوے اسکو کہا ہے ؎

این نہ عشق ست آنکہ در مردم بود این فساد خوردن گندم بود

ان کی حالت نقالی بے اصل کی بالکل اس طوطے کی سی ہے جو رات دن ذکر حق کیا کرتا تھا ایک روز ایک بلی نے آدبوچا اس وقت اسکی وہ حالت ہوئی جسکو کسی شاعر نے مع اسکی تاریخ موت کے لکھی ہے ؎

رات دن ذکر حق تھے میا مٹھو جو ذاکر حق رٹا کرتے

کچھ نہ بولے سوائے ٹے ٹے ٹے گربہ موت نے جو آدابا

ٹے ٹے سے تاریخ موت نکلتی ہے یعنی بارہ سوتیس ایسے ہی ان لوگون کا عشق ہے کھانے کو ملتا رہے ہو حق سب ہے اور اگر ایک وقت نہ ملے سب عشق وشق ختم کیونکہ نقل بے اصل کو ثبات کہان ان لوگون کی حالت نہایت ہی ناگفتہ بہ ہے فسق وفجور پر اُترے ہوئے ہین اور دوسرون کو جو کہ احتیاط کرین بدنام کرتے ہین کہ یہ بزرگون کے مخالف ہین انکی رسوم سے روکتے ہیں۔

۱۳۱

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا حضرت شیخ احمد صابر رح بھی عالم تھے فرمایا نہین علم کے بدلے کا بھی عشق ہی مل گیا تھا ان پر زیادہ غالب استغراق تھا جسم ان کا ناسوت مین تھا اور روح ملکوت مین اگر ایسے غلبہ مین کوئی امر ظاہر احد سے آگے نظر آوے تب بھی نہ اعتراض کرکے اپنی عاقبت خراب کرنا ہے یہ حضرات معذور تھے حالات دیکھنے سے یقیناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات ظاہراً تو اس عالم مین تھے مگر حقیقت مین اس عالم مین نہ تھے اسلئے ان عشاق کی حالت ہی جدا تھی۔

۱۳۲

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اہل باطن کو آرائش ظاہر کی کیا ضرورت اس مین خود ہی سب چیزین آرائش کی موجود ہین مین تو جب کسی کو بناؤ سنگار سے رہتا ہوا دیکھتا ہون فوراً سمجھ جاتا ہون کہ یہ شخص کمال سے کورا ہے کیونکہ فضول مین وہی شخص پڑتا ہے جو کمال سے کورا ہوتا ہے اسکو کہا ہے ؎

بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستان را نباشد اہل باطن در پئے آرائش ظاہر

اور ایسے شخص کی تو خود یہ حالت ہوتی ہے جسکی شان مین کہا گیا ہے ؎

دلبر ماست کہ با حُسن خداداد آمد دلفریبان نباتی ہمہ زیور لبستند

۱۳۳

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بہت بڑے شیخ ہین ظاہر کے بھی اور باطن کے بھی حالانکہ ہر فن کی صرف ایک ایک کتاب پڑھی اور باوجود اسکے ہر فن سے کامل مناسبت تھی۔ بات یہ ہے کہ نور فہم تقوے سے پیدا ہوتا ہے ایسے شخص کو مختصر درس بھی کافی ہوجاتا ہے۔

(ملفوظ ۱۰۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات کو اس ناپائدار اور فانی دنیا سے ذرہ برابر تعلق نہین ہوتا حضرت قطب صاحبؒ کے پاس سلطان شمس الدین التمش نے لکھا کہ مین اپنے اتنے مواضع کی آمدنی آپکے خانقاہ کے نام زد کرنا چاہتا ہون اگر اجازت ہو جواب مین تحریر فرمایا کہ شمس الدین ہمکو تم سے محبت ہے اور ہم سمجھتے تھے کہ تمکو بھی ہم سے محبت ہوگی مگر آج معلوم ہوا کہ تمکو ہم سے محبت نہین اگر محبت ہوتی تو ہمارے لئے وہ چیز تجویز نہ کرتے جو خدا کے نزدیک مبغوض ہے یعنی دنیا۔ کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کی اس فانی سے نفرت کا حالانکہ حضرت سلطان شمس الدین کی خود حالت بزرگی کی ایسی تھی کہ حضرت قطب صاحب نے بوقت انتقال وصیت کی تھی کہ ہمارے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے جس مین یہ تین باتین ہون ایک تو یہ کہ عصر سے قبل کی چار رکعت کبھی اپنی ساری عمر مین قضا نہ کی ہون اور دوسرے یہ کہ کبھی اپنی ساری عمر مین کسی غیر محرم عورت پر نظر نہ کی ہو تیسری مین بھول گیا جس وقت جنازہ تیار ہو کر آیا تو بڑے بڑے علماء اور مشائخ کا مجمع تھا اور سلطان شمس الدین بھی موجود تھے قطب صاحبؒ کے خدام نے بآواز بلند اس کا اعلان کیا کہ حضرت کی یہ وصیت ہے جس مین یہ صفتین ہون وہ نماز جنازہ پڑھائے۔ بڑے بڑے لوگ ششدر اور حیران رہگئے تب سلطان شمس الدین نے کہا کہ قطب صاحب نے مجھے رسوا کیا الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو یہ نعمتین دی ہین۔ اور نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک یہ بھی سلاطین تھے کیا ٹھکانا ہے کہ ساری عمر غیر محرم پر نظر نہین کی۔ دوسری حکایت دنیا سے نفرت کی حضرت پیران پیر صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی۔ آپ کی خدمت مین شاہ سنجر نے لکھا کہ اگر اجازت ہو تو اپنے ملک نیمروز کا کچھ حصہ خانقاہ کے نام زد کر دون جواب مین یہ تحریر فرمایا ؎

چون چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد | در دل اگر بود ہوسِ ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب | من مُلک نیمروز بیک جو نمی خورم

(ملفوظ ۱۰۳۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ قلب کی یکسوئی کا اس قدر اہتمام ضروری ہے کہ غیر اللہ سے دوستی کی تو کیا گنجائش ہے دشمنی کے تعلقات سے بھی اپنے دل کو مشوش نہ کرے۔

(ملفوظ ۱۰۳۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ لوگون کے قلوب مین مال کی قدر ہے جان کی قدر ہے مگر وقت کی قدر نہین۔ ایک برف کا تاجر منادی کرتا پھرتا تھا کہ بھائی مجھپر رحم کرو۔ مین برف کا تاجر ہون جس کا سرمایہ ہر وقت گھٹتا ہی رہتا ہے جلدی خرید لو تاکہ اس کا بدل محفوظ ہو جاوے بس یہی حالت ہماری عمر کی ہے کہ ہر وقت

عمر گھٹتی چلی جاتی ہے اگر اس کا کچھ بدل کما لیا نفع میں ہے ورنہ خسارہ ظاہر ہے لوگون کو وقت کی ایسی بیقدری ہے کہ اگر کسی سے دو پیسے مانگے جائین تو سوچ کر دے گا لیکن اگر دو گھنٹے مانگے جائین تو چار گھنٹے دینے کیلئے تیار ہو جاویگا۔

(ملفوظ ۱۳۰۸) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ دوستون کی طرف سے ایذا ہو اسکی برداشت نہین ہوتی دشمنون کی ایذا کی برداشت ہو جاتی ہے فلاں خانصاحب نے مجھکو ساری عمر کافر کہا مگر کبھی قلب پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا مگر جو لوگ اپنے ہو کر ایسا کرین اس کی شکایت ہے بلکہ مخالفین کی تو اس قدر رعایت کرتا ہون کہ مین نے خود ہی دوستون کو منع کر رکھا ہے کہ میری وجہ سے اپنے تعلقات ان مخالفین سے بھی خراب کرین۔

(ملفوظ ۱۳۰۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت مین لوگون نے کچھ کسر اُٹھا کر نہین رکھی جو کچھ نہ کرنا تھا وہ کیا اور جو نہ کہنا تھا وہ کہا اور مین بیچارا کس شمار مین ہون اللہ اور رسول کے احکام کو اس فانی اور ناپائدار دنیا مُردار کے پیچھے چھوڑ بیٹھے ایسے شعائر اسلام کو ہندؤن پر قربان اور نثار کرنے کو تیار ہو گئے جنکو ہزاروں لاکھوں مسلمانون کی جانین قربان کرکے بزرگون نے ہندوستان مین قایم کیا تھا اس وقت کچھ ایسا جن سر پر سوار تھا کوئی کسی کی سنتا ہی نہ تھا اور زیادہ تر اہل علم کی شرکت سے لوگون کے ایمان برباد ہوئے۔ طواغیت کفر کے پھندے مین ایسے پھنسے کہ یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ اسلام اور مسلمانون کے ہمدرد اور خیر خواہ ہین۔ مسلمانون کی عقل دیکھو کہ اُن طواغیت کی مکاری اور چالاکی کو نہ سمجھے حالانکہ موٹی بات تھی کہ جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو پھر وہ اسلام اور مسلمانون کا ہمدرد ہو گا قیامت آجائے کبھی ایسا ہو ہی نہین سکتا۔ پھر جب ان لوگون نے گول میز کانفرس مین مسلمانون کے خلاف زہر اگلا تب انکی خیر خواہی اسلام اور ہمدردی اسلام کا تمام راز کھل گیا اور یہ خیر خواہی کا سبق پڑھایا ہوا تھا لیڈران قوم کا جس مین بعض مولوی بھی شریک ہو گئے بس پھر کیا تھا وہ طوفان بے تمیزی برپا ہوا کہ الامان الحفیظ۔ البتہ جنپر فضل ایزدی تھا وہی اس بلا سے بچ سکا۔

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۳۹۷) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا فراست بھی کشف کے اقسام سے ہے فرمایا جی ہاں۔ کشف بالمعنی الاعم کے اقسام سے ہے۔ ذوق سے ایک چیز معلوم ہو جائے اسکو فراست کہتے ہیں۔ اس میں اطاعت اور تقوے کو زیادہ دخل ہے اس سے اس مین برکت ہوتی ہے نور پیدا ہوتا ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی آنکھ بند کر کے بھی کھائے تب بھی ذوق سے روکھا کڑوا میٹھا نمکین پھیکا ہونا معلوم ہو جاتا ہے مگر اسکو بھی اسکے درجہ پر رکھا جاتا ہے اسکی وجہ سے حدود شرعیہ کو نہین توڑ سکتے اسکی بنا پر وہ کام کر سکتے ہین کہ اگر کشف بھی نہ ہوتا تب بھی اس کا کرنا جائز ہوتا بس ایسے ہی کام کو کر سکتے ہین۔ خلاصہ یہ ہے کہ وحی کے مقابلہ مین سب چیزین ہیچ ہین اصل چیز وحی ہے

(ملفوظ ۳۹۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اس طریق مین اعظم شرائط نفع کیلئے مناسبت ہے بدون مناسبت کے نفع نہین ہو سکتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کی حکومت سے صرف اسی مصلحت سے معزول کیا کہ حاکم و محکوم میں مناسبت نہ ہونا محقق ہو گیا ورنہ اہل کوفہ کی تمامتر شکایات محض غلط ثابت ہو گئی تھین۔ حضرت موسی علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام نے اسی بناء پر اپنے سے جدا کیا یعنی عدم مناسبت پر جسکو موسیٰ علیہ السلام نے بھی جائز رکھا ورنہ آپ بھی تو نکیر کر سکتے کہ مجھکو بلا وجہ کیون جُدا کرتے ہو مگر کچھ نہین بولے۔ حضرت زینب کو جو حضرت زید نے طلاق دی اسکی بھی وہی وجہ تھی یعنی عدم مناسبت سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ حضور کی طرف سے نکاح کے متعلق جسوقت حضرت زینب کو پیام گیا اُنھون نے یہ عرض کیا کہ مین استخارہ کر لون یعنی خدا سے مشورہ کر لون تو کیا نعوذ باللہ حضور کے اندر کوئی نقص تھا (توبہ توبہ) بلکہ وجہ صرف یہی تھی کہ حضرت زینب کو اپنے اندر احتمال تھا کہ شاید مین حضور کے حقوق ادا نہ کر سکون تو عدم مناسبت کا شبہ ہوا اسلئے ایسا جواب دیا یہ کھلی ہوئی نظیر ہے وجہ اس شرط کی یہ ہے کہ اس طریق مین نرا ضابطہ کام نہین دیتا بلکہ جانبین سے انبساط انشراح کی ضرورت ہے اور یہی حاصل ہے مناسبت کا۔ حضرت شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان جی کے شیخ ہین ایک مرتبہ حضرت فریدالدین رح نے فرمایا کہ فصوص کا نسخہ صحیح نہین ملتا حضرت سلطان جی کی زبان سے یہ نکل گیا کہ حضرت صحیح نسخہ فلان جگہ ہے۔ حضرت شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واقعی بدون صحیح نسخہ کے مطلب سمجھنا مشکل ہے۔ بات رفت گذشت ہوئی۔ جب حضرت شیخ کی خدمت سے اُٹھکر باہر آئے حضرت شیخ کے صاحبزادہ نے سلطان جی سے کہا کہ خبر بھی ہے حضرت نے کیا بات فرمائی۔ تمہاری بات مین حضرت شیخ کی ستعداد علمی کی نقص کا ایہام تھا

کہ گویا غلط نسخہ سے وہ کام نہین چلا سکتے اسلئے ضرورت ہوئی صحیح نسخہ کے پتہ دینے کی بس پھر کیا تھا حضرت سلطان جی کی تو جان نکل گئی اور حاضر ہو کر معافی چاہی مگر معافی نہین ہوئی تب صاحبزادہ کو شفیع لیگئے تب معافی ہوئی اس معافی کے بعد بھی حضرت سلطان جی عمر بھر فرماتے رہے کہ جب کبھی اپنے اس کلمہ کا خیال آجاتا ہے تو کانٹا سا کھٹک جاتا ہے کہ مین نے ایسی بیہودہ بات شیخ کے سامنے کیون کہی اور وجہ ندامت کی یہ تھی کہ اگر فکر سے کام لیتے تو حضرت سلطان جی لے سکتے تھے تو اس کا رنج تھا کہ بیفکری سے کیون کام لیا ایسی لطیف باتین فکر سے تعلق رکھتی ہین مگر آج کل فکر کا نام ونشان نہین۔

(ملفوظ ۱۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آج کل تو سب کام پیر کے سپرد کر دیا جاتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ اصلاح تو مقصود نہین جو اصل چیز ہے اور اپنے کرنے کی چیز ہے بلکہ یہ حساب لگا رکھا ہے کہ پیر دنیا مین سب مشکلات کا حل کرنے کے لئے ہے اور آخرت مین وہی ذریعہ نجات ہو جائیگا چاہے سب سے پہلے بیچارہ پیر صاحب ہی کو فرشتے پکڑ کر لیجائین اور وہ مرید ہی سے کہے کہ بھائی مین تمہاری خدمت کرتا تھا مجھکو بھی جنت مین ساتھ لے چلو مگر باوجود اس احتمال کے ان کے ذہن مین اور ہی حساب ہے جو محض بلا دلیل ہے۔

۴۰ (ملفوظ ۱۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے مین نے دیوبند بیعت کی درخواست کی تھی میری طالب علمی کا زمانہ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ زمانہ تحصیل علم مین اس قسم کے خیال کو شیطانی وسوسہ سمجھو گو ظاہری عنوان اس کا موحش ہے مگر اسکے عواقب پر نظر کی جاوے تو عجیب حکیمانہ بات ہے میں حالانکہ اس وقت اس کی حقیقت نہین سمجھا مگر الحمد للہ یہ سنکر بھی حضرت کی ساتھ تعلق بھی محبت بھی عقیدت بھی ویسی ہی رہی جیسی بیعت کے بعد ہو سکتی تھی۔ مین نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ واقعہ لکھا میرے لکھنے پر حضرت نے خط سے بیعت فرمایا پھر جسوقت مین مکہ معظمہ گیا اسوقت حضرت نے دست بدست بیعت فرمالیا اور یہ تو ظاہری صورت کے متعلق واقعہ تھا۔ باقی اصل روح بیعت کی تو یہ ہے کہ شیخ یہ قصد کرے کہ میں تعلیم کیا کرون گا اور طالب یہ قصد کرلے کہ مین اتباع کیا کرون گا پھر اس سلسلہ کے شروع کرنیکے بعد اگر عدم مناسبت ثابت ہو جاوے اور شیخ کہے کہ دوسرے سے رجوع کرو تو اس مشورہ کو بھی قبول کر لینا چاہئے بلکہ اگر باوجود عدم مناسبت کے شیخ یہ مشورہ نہ دے تو وہ شیخ نہین اسکو چھوڑ دینا چاہئے مگر اس وقت ایسے شیوخ بہت ہی کم ہین ایسی سیدھی اور صاف بات کو محض اپنی دکانداریوں کیوجہ سے اپنے مصنوعی رنگ مین چھپا رکھا ہے سو سمجھ لینا چاہئے کہ دین کو ذریعہ بنانا دنیا کا نہایت مبغوض اور مردود فعل ہے ایمان والے کی شان کے خلاف ہے اگر ایسا ہو گیا تھا تو اب توبہ کر لینی چاہئے وہ بڑے کریم رحیم ذات ہے معاف کر دینگے

(باقی آئندہ)

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل ہر شخص محقق مجتہد بننا چاہتا ہے - اول تو اصلاح کی طرف توجہ ہی نہین کرتے اور اگر کرتے ہین تو بے ڈھنگے پن سے یہ سب طریق کی بے خبری اور ناواقفیت کی دلیل ہے - ایسی ہی بے ڈھنگی بات کی نسبت کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ایک عالم صاحب نے لکھا تھا کہ تکبر کی حقیقت اور اُسکے آثار کیا ہین - مین نے لکھا کہ علاج کراتے ہو یا فن سیکھتے ہو کیونکہ اگر تکبر کی حقیقت اور آثار بتلائے جاتے تو اپنی موجودہ حالت کے تکبر ہونے نہ ہونے کا مدار تو خود ان ہی کی رائے ہوتی جس کا کیا اعتبار - عالم تھے غلطی کو سمجھ گئے اور لکھا کہ مجھسے غلطی ہوئی اور بہت ہی معذرت کے بعد لکھا کہ مجھے یہ دریافت کرنا چاہیئے تھا کہ تکبر کا علاج کیا ہے - مین نے لکھا یہ بھی طریقہ نہین کیونکہ ابھی اسکی تشخیص نہین ہوئی کہ موجودہ حالت تکبر ہے یا نہین اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنی موجودہ حالت لکھکر یہ پوچھنا چاہیئے کہ اگر یہ کوئی مرض ہے تو اس کا کیا علاج ہے - مگر طریق کے قواعد و آداب ہی مفقود ہوگئے - لوگون کو بالکل اس سے بیخبری ہے - الحمد للہ اب مدتون کے بعد یہ اصلاح کا طریق زندہ ہوا ہے ورنہ مردہ ہوچکا تھا - عوام تو بیچارے کیا چیز ہین خواص تک اس سے بے خبر تھے -

(ملفوظ) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ مین نے قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا ہے اب حالت یہ ہے کہ دماغ بیحد کمزور ہے چکر آنے لگے ہین - ایک طبیب صاحب نے فرمایا کہ قرآن شریف حفظ کرنا چھوڑ دو - مین نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون گا تو قیامت کے روز اندھا ہو کر اٹھون گا - دو عالمون سے پوچھا اُنہون نے فرمایا کہ کوئی گناہ نہین - اب حضرت سے درخواست ہے کہ ایک تعویذ میرے لئے روانہ فرمادین - مین نے لکھدیا ہے کہ اس تعویذ سے پہلے تمکو سلامتِ فہم کی ضرورت ہے اسکے بعد فرمایا کہ اگر مین تعویذ لکھدیتا تو یہ ایک بہت بڑا ضرر ہوتا جواب عقیدون کی خرابی سے ہو رہا ہے وہ یہ کہ آجکل اکثر تعویذ پر بھروسہ ہوجاتا ہے کہ ہمارے پاس ایک چیز ہے خدا پر توکل اور بھروسہ نہین رہتا اور یہ عقیدہ کی خرابی ہے جو بہت بڑا ضرر ہے اور ایک عملی ضرر ہے کہ اسکے بعد پھر نہ طبیب سے رجوع کرتے ہین اور نہ خود کوئی تدبیر کرتے ہین

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی کنہ کا کوئی ادراک نہین کرسکتا اسلئے اس مین کلام کرنا خطرناک چیز ہے - اور متکلمین نے جو اس مین کلام کیا ہے وہ بضرورت کلام کرتے ہین

(در مطبع حسینیہ برقی پریس بلیماران دہلی)

وہ ضرورت یہ ہے کہ اول سلف کے خلاف اہل بدعت نے اس کا مشغلہ بنایا اور رائے سے کچھ کتر بونت کرنے لگے اُسکے رد کے لئے متکلمین کو بولنا پڑا ورنہ بلاضرورت کلام کرنے کو اکابر نے اچھا نہین سمجھا۔ ایک شخص کا واقعہ سُنا ہے کہ وہ ایک طویل سفر کر کے شیخ ابوالحسن اشعری سے ملنے آئے چونکہ کبھی پہلے ملاقات ہوئی نہ تھی اسلئے پہچانتے نہ تھے۔ اتفاقاً اوّل ان سے ہی ملاقات ہوئی ان ہی سے دریافت کیا کہ مین ابوالحسن اشعری سے ملنا چاہتا ہون اسوقت یہ بادشاہ کے بلائے ہوئے ایک مناظرہ کی مجلس مین جا رہے تھے فرمایا کہ آؤ ہمارے ساتھ ہم ان سے ملاقات کرادینگے یہ ساتھ ہو لئے پہنچ گئے۔ تمام مذاہب کے علماء موجود تھے کسی خاص مسئلہ کی تحقیق کے لئے سب کی تقریر ہوئی۔ ابوالحسن خاموش بیٹھے رہے سب کے بعد جو انکی تقریر ہوئی تو سب کو پست کر دیا جب مجلس ختم ہوگئی تو ان مسافر نے ان سے کہا کہ ابوالحسن اشعری سے کب ملاؤ گے فرمایا وہ مین ہی ہون یہ مسافر بیحد خوش ہوا کہ مین نے جیسا سنا تھا اُس سے بدرجہا افضل واکمل پایا اور عرض کیا کہ ایک بات میری سمجھ مین نہین آئی وہ یہ کہ اگر آپ پہلے ہی اس مسئلہ پر تقریر فرما دیتے تو ان مین سے پھر کسی کی بھی تقریر کرنے کی ہمت نہ ہوتی سو آپنے پہلے ہی کیون نہ فرما دیا اس کا کیسا عجیب جواب فرمایا کہ جن چیزون مین سلف نے کلام نہین کیا ان مین بلاضرورت کلام کرنا بدعت ہے اسلئے مین نے اول کلام نہین کیا اور جب اہل بدعت کا کلام ظاہر ہو چکا اب اُسکے رد کی ضرورت ہوگئی اور ضرورت کیوقت کلام کرنا بدعت نہین۔ سبحان اللہ کیسی پاکیزہ بات فرمائی یہ شان ہوتی ہے اہل تحقیق کی تو کیا عام کلام کرنیوالے اپنے کو ان محققین پر قیاس کر سکتے ہین اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

کارِ پاکان را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شِیر

۱۴۶ (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اہل طریق کی حالت بالکل اہل برزخ کے مشابہ ہوتی ہے کسی پر کوئی کیفیت طاری ہے کسی پر ایک حالت کا غلبہ ہے کسی پر ایک حالت کا غلبہ مگر عاشق ہونے مین سب ایک ہین۔ جانبازی سر فروشی سب مین ہے اور ان احوال کی دوسرون کو کیا خبر کہ انپر کیا گذرتی ہے دوسرونکو تو یہ نظر آتا ہے کہ کھا بھی رہے ہین پی بھی رہے ہین ہنس بھی رہے ہین مگر ان کا ہنسنا ایسا ہے جیسے مشہور ہے کہ توا ہنس رہا ہے مگر کوئی ہاتھ تو لگا کر دیکھے ہنسنے کی حقیقت معلوم ہو جائیگی یہ کھانا پینا ہنسنا بولنا سب ظاہری حالت ہے مگر اندر آرے چل رہے ہین اسی حالت کو اور اسکے آثار کو مختلف عنوانات سے بزرگون نے تعبیر کیا ہے۔ ایک فرماتے ہین ؎

اے ترا خارے بہ پا نشکستہ کی دانی کہ چیست　　حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

دوسرے فرماتے ہین ؎

این چنین شیخ گدائے کو بکو　　عشق آمد لا اُبالی فاتقوا

تیسرے فرماتے ہین ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

چوتھے فرماتے ہین ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من　　دل فدائے یارِ دل رنجان من

حضرت بایزید رحہ کے حالات مین لکھا ہے کہ وہ غلبۂ سکر مین یہ فرماتے ہین سبحانی ما اعظم شانی مریدون نے عرض کیا کہ حضرت یہ کلمہ فرماتے ہین حالت غلبہ مین فرمایا کہ مین بُرا کرتا ہون اگر مرتبہ اگر ایسا کلمہ میری زبان سے نکلے تو چھُریان لیکر بیٹھ جاؤ مجھپر حملہ کرکے ختم کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا ان بزرگ پر پھر غلبہ ہوا اور زبان سے وہی ما اعظم شانی نکلا۔ مریدین نے چہار طرف سے حسب الحکم حملہ کیا مگر خود ہی سب زخمی ہوگئے۔ بزرگ کو ہوش ہوا اور زخمیون کو دیکھکر دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے حملہ نہین کیا عرض کیا گیا واہ حضرت اچھی تدبیر بتلائی ہمین ہی ختم کرایا ہوتا اور تمام واقعہ ظاہر کیا فرمایا تو بس اس سے معلوم ہوا کہ وہ بات مین نہین کہتا اگر مین کہتا تو سزا کا مستحق ہوتا کہنے والا کوئی اور ہی ہے پھر اسکی توجیہ مین فرمایا کہ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت کوہ طور پر حاضر ہوئے تو شجر طور سے آواز آئی اِنِّیٓ اَنَا اللہ جب شجر مین مظہر ہونیکی اہلیت ہوسکتی ہے تو اگر انسان مظہر ہوجاوے تو اس مین کیا بعد ہے۔ اب آگے ایسی حالت کے کمال یا نقص ہونے کا سوال یہ دوسری بات ہے سو کمال ایسی حالت کا نہ ہونا ہی ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق ردولوی فرماتے ہین منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بہ فریاد آمد + اینجا مردانند کہ دریاہا فرو برند و آروغ نزنند + چنانچہ محققین نے یہی کہا ہے کہ منصور کامل نہ تھے ایک معذور شخص تھے انکو نہ ماجور کہو نہ مازور نہ کہو۔ پس ایک ماجور ہے جو سب سے افضل ہے ایک مازور ہے یہ بُرا ہے اور ایک معذور ہے نہ صاحب فضیلت نہ قابل ملامت۔ پس منصور اسی درجہ کے تھے ان پر تشنیع خطرناک بات ہے۔ دیکھئے اگر کسی شخص پر اللہ بخش گنگوہی کا اثر ہوجاوے تو اسکے افعال کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ یہ معذور ہے مثلاً کسی عورت پر اثر ہوا اور اُسنے خاوند کے جوتہ پھینک کر مارا تو اسکو معذور سمجھکر کچھ نہ کہیگا اگر منصور پر اللہ بخش نہ تھا تو اللہ بخش

سے زیادہ تھا تو اسکو معذور کیون نہین سمجھا جاتا بات یہ ہے کہ اہل غلو کو ان حضرات سے بُغض ہے ورنہ توجیہ تو بہت قریب ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے حضرت والا سے تعویذ کی درخواست کی اور یہ نہیں کہا کہ فلان چیز کا تعویذ دیدیجئے اسپر فرمایا کہ نام بھی تو لیا ہوتا کہ کس چیز کا تعویذ۔ میرا جی بے اصول اور ادھوری بات سے گھبراتا ہے یہی میری بدنامی کا راز ہے۔ لوگ اسکو معمولی بات سمجھتے ہین اور وجہ اس سمجھنے کی یہ ہے کہ بیقاعدہ کامون کی لوگ عادی ہوگئے ہین اس عادت کے غلبہ سے اسکی برائی دل سے نکل گئی دیکھئے اگر یہ پہلے ہی پوری بات کہدیتے تو مجھپر گرانی کیون ہوتی مگر اسپر بھی حضرت والا نے تعویذ لکھکر دیدیا اور فرمایا کہ آئندہ اس کا خیال رہے کہ پوری بات کہدی جایا کرے اور یہ قاعدہ مین خاص اپنے ہی لئے نہین بنلا رہا ہون بلکہ جہان بھی جاؤ اور کسی سے کوئی کام لو یا کوئی بات کہو پوری کہو۔ اسکے بعد ان صاحب نے عرض کیا کہ ایک تعویذ اور فلاں حاجت کیلئے دیدیجئے۔ فرمایا کہ اگر یہ بات پہلے سے کہدیتے تو مین اس ہی تعویذ مین دونون کی رعایت کر دیتا مگر تم لوگون مین تو یہ مرض ہے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بات کہنے کا۔ اب دوسرا تعویذ نہین مل سکتا اپنے کئے کو خود بھگتو مجھکو کیا ضرورت کہ خلاف اصول فعل تو تمہارا اور بھگتون مین اب تم خود بھگتو مین جتنی رعایت کر رہا ہون آپ بڑھتے ہی چلے جاتے ہین اول تو مین پہلے ہی تعویذ نہ دیتا کیونکہ ادھوری بات کہی تھی مگر تمہاری وقتی ضرورت سمجھکر دیدیا اب تم اُنگلی پکڑ کے پہونچا ہی پکڑنے لگے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ غیبت سے بچنے کا کیا طریقہ ہے اگر معلوم ہوجائے ممنون ہون گا۔ مین نے لکھدیا ہے کہ استحضار اور ہمّت۔ اسپر فرمایا کہ یہ سب کام کرنے کے ہین بدون ہمّت کے کچھ نہین ہوتا یہان وظیفون کا کام نہین جیسا عام لوگون کا خیال ہے۔

۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مواعظ کی جو فہرست تیار ہوگئی (اس کا نام مرأة المواعظ ہے چھپ بھی گئی) اس سے بڑی سہولت ہوگئی بڑے کام کی چیز ہے اور اب خیال ہے کہ ایک فہرست مسائل تصوف کی تیار ہو جائے یہ بھی بڑے کام کی چیز ہوجائیگی اس کا کام بھی شروع ہوگیا ہے اس سے یہ بھی

معلوم ہو جائیگا کہ قرآن وحدیث سے کس قدر مسائل تصوّف کے ثابت ہین اسلئے بھی یہ بڑے کام کی چیز ہوگی خدا کرے یہ بھی پوری ہو جائے (چنانچہ بعد مین یہ بھی مکمل ہو کر چھپ گئی **عنوانات التصوّف** اس کا نام ہے) خدا کا فضل ہے کہ سب کام بقدر ضرورت پورے ہو گئے جی چاہتا ہے کہ اب تصنیف کا کام چھوڑ دون اسلئے کہ اب تحمّل نہین تکلیف ہوتی ہے مگر کوئی نہ کوئی چیز ایسی سامنے آجاتی ہے کہ اسکی وجہ سے کام کرنا پڑتا ہے گو تعب ہوتا ہے مگر کرتا ہون۔

(**ملفوظ** ۱۰۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ فلان مدرسہ مین ایک وقت مین اکابر کی ایسی جماعت تھی کہ ہر قسم کی خیر وبرکات موجود تھین ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے اعتبار سے بھی۔ اس وقت تعمیر اتنی بڑی نہ تھی۔ کتب خانہ اتنا زبردست نہ تھا آمدنی ایسی زائد نہ تھی جماعت کثیر نہ تھی مگر ایک چیز اتنی بڑی تھی کہ مدرسہ خانقاہ معلوم ہوتا تھا ہر چہار طرف بزرگ ہی بزرگ نظر آتے تھے در ودیوار سے اللہ اللہ کی آوازین آتی ہوئی معلوم ہوتی تھین اب سب کچھ ہے اور پہلے سے ہر چیز زائد ہے مگر وہی ایک چیز نہین جو اسوقت تھی گویا جسد ہے روح نہین۔ مین نے مہتمم صاحب سے کہا تھا کہ اگر اسی موجودہ حالت پر مدرسہ نے ترقّی بھی کی تو یہ ترقی ایسی ہوگی جیسے مرکر لاش پھول جاتی ہے جو کہ ضخامت مین ترقی ہے مگر پھولنے کے بعد جسوقت پھٹیگی اہل محلہ اہل بستی کو اس کا تعفن پاس نہ آنے دیگا۔ اُسی زمانہ خیر وبرکت مین ایک مرتبہ مدرسہ مین ایک انجمن قائم ہوئی تھی۔ فیض رسان اس کا نام رکھا گیا ایک لڑکا تھا فیض محمد اسکے نام پر انجمن کا نام رکھا گیا تھا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنا فرمایا کہ جیبتو ایک ایک آؤ سبکو ٹھیک کرون گا۔ مین انجمن قائم کراؤن گا اور سب نالائقون کو نکالون گا بس فیض کے بجائے حیض جاری ہو گیا اور اب تو اسی جگہ ایک دو کیا پچاسون انجمنین ہین تعلیم تربیت تو ختم۔ ملک کا انتظام قوم کی خدمت سیاسی معاملات کا ہر وقت شغل ہے لیکن ایک وقت مین دو کام ہونا کیسے ممکن ہے بس نتیجہ یہی ہوگا کہ علم ختم ہو جاویگا اور ملک داری کی نقالی رہ جائیگی بڑے دو کامون کے جمع نہ ہونے پر یاد آیا مین نے دیوبند مین بزمانہ طالب علمی حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی حضرت نے فرمایا کہ جب تک تحصیل علم سے فراغ نہ ہو اس قسم کے خیال کو شیطانی وسوسہ سمجھنا اس وقت تو سمجھ مین نہ آیا تھا مگر اب سمجھ مین آیا کہ شیطان کا ایک کید یہ بھی ہے کہ بڑے حسنہ کو چھڑا کر چھوٹی حسنہ مین لگا دیتا ہے ذکر وشغل عبادت ہے مگر مندوب اس مین لگ کر اگر فریضہ علم متروک ہو گیا کتنا

بڑا دینی ضرر ہے اور دین کو ضرر پہونچانا یہ عین مقصود ہے شیطان کا۔ ہمنے تو ان حضرات کو دیکھا ہے اور انتو نہ اساتذہ کا ادب نہ مہتمم صاحب کا ادب نہ پیر کا ادب نہ باپ کا ادب۔ آزادی کا وہ زہر بلا اثر پھیلا ہے کہ سب ہی کو مسموم کر دیا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ سُن سُن کر دل کو رنج ہوتا ہے کہ یا اللہ ایک دم مین کیسی کایا پلٹ ہوگئی۔ اس وقت اساتذہ خود طلباء سے دبتے ہین نہ معلوم کس وجہ سے اور وہ کیا اغراض ہین جنکی وجہ سے طلباء کا اساتذہ پر غلبہ ہوگیا۔ ضرور دال مین کالا ہے اس قسم کی باتین کانون مین پڑی ہین۔ ایک معتبر اور ثقہ راوی کی زبانی معلوم ہوا کہ زمانہ فساد مین ایک طالب علم مدرسہ کا ایک استاد کی پاس آیا اُستاد بیمار تھے ان کو کچھ وظیفہ تو حیدرآباد سے ملتا تھا اور کچھ تنخواہ مدرسہ سے۔ مدرسہ کا ان کے ذمہ کچھ قرض بھی تھا۔ تنخواہ اس مین وضع ہوجاتی تھی اور کسی عارض کی وجہ سے حیدرآباد دکن سے وظیفہ بند ہوگیا اس صورت مین خرچ کی تنگی ظاہر ہے اس طالب علم نے بعد مزاج پرسی کے ایک رومال مین ایک بندھی ہوئی رقم جسکی تعداد پانچسو روپیہ تھی پیش کی اور یہ ظاہر کیا کہ تنخواہ وہان وضع ہوتی ہے اور وظیفہ کسی وجہ سے بند ہے آپکو خرچ کی تنگی ہے آپ تکلیف نہ اُٹھائین اسکو صرف کر لین اُنہون نے جواب دیا کہ تم طالب علم ہو مسافرانہ تمہاری حالت ہے نہ معلوم کس وقت اور کب یہان سے چلدینے کا ارادہ کر لو تو مین اتنی بڑی رقم کس طرح ادا کر سکون گا۔ اس طالب علم نے کہا کہ آپ اس کی فکر نہ کرین آپ صرف کر لین مین واپسی کی نیت سے پیش نہین کر رہا ہون اب بتلائے کہ طالب علم اور پانچسو روپیہ اور وہ بھی واپسی کی نیت سے نہین اگر رئیس کا لڑکا بھی ہو تب بھی ایسا کرنا مشکل ہے۔ یہ ہین وہ باتین جن کی وجہ سے اساتذہ پر طلباء کا غلبہ ہے اب چاہے انجمن قائم کرین یا کمیٹیان قائم کرین اسباق پڑہین یا نہ پڑہین کون پوچھ سکتا ہے اور کون مواخذہ کر سکتا ہے۔

عـ۱۰۵۱

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ بعضی حکومتون مین سلاطین کی شان نہین ہوتی تجار ہوتے ہین۔ حکومت اس طرح نہین ہوا کرتی ایسی حکومت مین ایک بڑی کمی یہ ہوتی ہے کہ حُبِّ دنیا کی وجہ سے اس مین استغنا نہین ہوتی تو ایسی حکومت خواہ کتنی ہی بڑی قاہر سلطنت ہو مگر لوگون پر اس کا ذرہ برابر اثر نہین ہوتا اس کا اصلی سبب وہی حُبِّ دنیا ہے زوال حکومت کے اندیشہ سے رعایا کی اغراض غیر صحیحہ مین بھی تابع ہو جاتے ہین اگر کوئی یہ سمجھے کہ سلطنت خواہ رہے یا جائے تو کیا مجال تھی کہ کوئی زبان بھی کھولتا اور جو شخص یہ سمجھے گا حکومت وہی کر سکتا ہے ورنہ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ کا

ظہور ہوگا۔ اور راز اس کا یہ ہے کہ حب الدنیا راس المعاصی ہے اور معصیت میں خاصیت ہے مسخ عقل کی یہ تجربہ کی بات ہے آخر خلفاء راشدین میں کیا بات تھی زیادہ تجربہ بھی نہ تھا اور بھی کوئی ایسی ظاہری ممتاز بات نہ تھی مگر ہر بات میں نور ہوتا تھا پھر دیکھ لیجئے کیسی حکومت کر گئے کسی نے دم تک نہیں مارا۔ وہ قوت اخلاص کی تھی۔

(ملفوظ ۱۰۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شہوت پرست آدمی کبھی بہادر نہیں ہو سکتا اسکی عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور بزدل ہو جاتا ہے۔ محمد ابن قاسم نے جسوقت ہندوستان پر چڑھائی کی اس وقت انکی عمر تقریباً سترہ سال کی تھی ایک راجہ کا قلعہ فتح کیا اسکی دو لڑکیاں تھیں محمد ابن قاسم کو دیکھ کر عاشق ہو گئیں نکاح کی درخواست کی صاف انکار کر دیا اور یہ کہا کہ ہمکو کوئی اختیار نہیں ہم اپنے امیر کے پاس تم کو بھیجدیں گے وہاں سے جو حکم اور جو فیصلہ ہو ویسا کیا جاویگا یہ شجاعت کا خاصہ ہے کہ ان لڑکیوں کی طرف التفات نہیں ہوا یہ قوت قلب کا اثر تھا اور قوت قلب ہی حاصل ہے شجاعت کا۔ محمد ابن قاسم صحابی نہیں تھے شیخ نہیں ایک نوجوان لڑکے تھے حجاج بن یوسف کے داماد تھے جو مشہور ظالم ہے مگر اسوقت کے ظالموں کی بھی یہ حالت تھی۔ یہی حجاج بن یوسف جسکے مظالم سب دنیا جانتی ہے کہ کتنا بڑا ظالم تھا۔ ہر رات میں تین سو رکعت نفل پڑھنے کا اس کا معمول تھا ایک بزرگ نے حجاج بن یوسف کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیسی گذری کہا کہ جتنے بے گناہ میں نے قتل کئے سب کے بدلے ایک ایک مرتبہ قتل کیا گیا اور حضرت سعید بن جبیر کے بدلے ستر مرتبہ قتل کیا گیا اور اس وقت بھی عذاب میں مبتلا ہوں دریافت کیا کہ اب نجات کے متعلق کیا امید ہے کہا کہ جو سب مسلمانوں کو امید ہے۔ نجات ضرور ہوگی بخشا ضرور جاؤں گا۔ اسی کا واقعہ ہے کہ جسوقت اس کی جان کندنی کا وقت تھا تو اس وقت یہ کہا کہ اے اللہ ساری دنیا یہ کہتی ہے کہ حجاج نہیں بخشا جا سکتا ہم تو جب جانیں کہ آپ مجھکو بخش دیں۔ اس واقعہ کی اطلاع ایک بزرگ کو کی گئی ان بزرگ نے فرمایا کہ بڑا ہی چالاک تھا۔ یہ چالاکی سے جنت بھی لے مرے گا۔

(ملفوظ ۱۰۵۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں بہائم میں عقل ہونیکے متعلق فرمایا کہ بہائم کے مکلف نہ ہونے سے ان پر عدم عقل کا حکم لگا دیا جاتا ہے مگر یہ استدلال صحیح نہیں ممکن ہے کہ عقل ہو مگر بقدر مکلف ہونیکے نہ ہو کیونکہ عقل کی کچھ مقدار ہے شریعت کی نظر میں اور اس مقدار کی علامت احکام میں بلوغ کو قرار دیا گیا ہے دیکھئے انسان کے نابالغ بچوں میں اچھی خاصی عقل ہوتی ہے مگر اتنی نہیں کہ جس سے وہ احکام کا مکلف ہوسکے تو اسی

طرح اگر جانورون مین عقل ہو مگر اتنی نہ ہو کہ جس سے وہ احکام کے مکلف ہون تو اس مین کیا محذور ہے چنانچہ بہت سے واقعات اور مشاہدات ایسے ہین کہ انکو دیکھکر اضطراراً جانورون میں وجود عقل کو تسلیم کرنا پڑے گا ان سے ایسی ایسی باتین اور کام صادر ہوتے ہین جن کا تعلق عقل سے ہے حواس انکے لئے کافی نہین

(ملفوظ ۱۰۵۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ پرانے لوگون مین دین کا بزرگون کے ادب کا پھر بہت اثر تھا اسوقت کے بگڑے ہوئے ان نئے سنورے ہوون سے اچھے تھے۔ مولوی شبلی صاحب کا واقعہ ہے کانپور مین ان کا لیکچر ہوا تھا مولوی فاروق صاحب جو ان کے استاد تھے وہ اسوقت کانپور کے ایک مدرسہ مین مدرس تھے وہ بھی اس بیان مین شریک تھے جب بیان ختم ہو چکا تو استاد کے پاس آکر بیٹھ گئے استاد نے محض سادگی سے پیر پھیلا دئے کہ شبلی پیر دکھ گئے ہین ذرا دبا دیجیو بس دبانے لگے اور کوئی اثر ناگواری کا ظاہر نہین ہوا یہ اثر تھا پرانے ہونیکا اور پہلے بزرگون کی صحبت کا اب یہ باتین کہان۔ یورپ کے مذاق نے ناس کر دیا نہ ادب رہا نہ تھذیب مسلمانون نے بھی وہی طرز معاشرت اختیار کر لیا حتے کہ اعتراف جرم پر بھی جو معافی مانگی جاتی ہے وہ بھی معافی نہین صرف واپس لینے کے الفاظ پڑھ دئے جاتے ہین۔ یہ اس تعلیم انگریزی کے کرشمے ہین۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حکایت سنی ہے کہ ایک باپ بیٹے کرسی پر آمنے سامنے بیٹھے تھے بیٹے نے انگڑائی لی اس مین جو پیر پھیلائے تو اسکے جوتے باپ کی داڑھی مین لگ گئے کسی نے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے باپ ہین تو بیٹے ابھی کچھ نہ بولے تھے خود باپ ہی بولے کہ حرج کیا ہوا یہانتک بیحسی بڑھ گئی ہے

(ملفوظ ۱۰۵۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا بیعت سے پہلے کچھ شرائط ہین ان کی تکمیل کے بعد بیعت کا مضائقہ نہین اور بدون شرائط بیعت کی درخواست کرنے کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کہے کہ نماز پڑھا دو اس سے کہا جائے کہ پہلے وضو کر لو وہ نماز کیلئے شرط ہے وہ کہے مہربانی کر کے وضو کو حذف کر دو اور نماز پڑھا دو سو وہ شرائط بیعت بھی مثل وضو کے ہین جو قبل بیعت کے مکمل کرنے چاہئین۔ دوسرے بیعت اسلام مین کوئی واجب بھی تو نہین۔
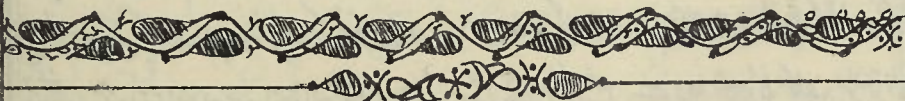
۲۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۱۰۵۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ قبرون پر مٹی ڈالنے کی رسم گو جائز ہے مگر کچھ پسندیدہ بھی نہین۔ ایک شخص نے لکھنؤ مین عجیب بات کہی کہ موت تو مٹانے ہی کیواسطے ہے خواہ مخواہ لوگ قبرون کو اُجالتے ہین۔ ایک شخص نے اس سے بھی عجیب بات کہی کہ یہ جو قبرون کو پختہ بناتے ہین بعد تامل اس کا منشاء مُردے سے محبت کا نہ ہونا ہے اسلئے کہ کچی قبر رہنے سے تو اسکی حفاظت کے خیال سے جانا بھی ہوجاتا ہے وہان پہونچکر توفیق فاتحہ کی بھی ہوجاتی ہے اور پختہ بناکر تو بے فکر بن جاتا ہے۔ اور ایک بات بھائی اکبر علی صاحب مرحوم نے بڑی نفیس کہی کہ اگر سب مُردون کی قبرین پختہ بنائی جاتین تو زندون کے رہنے کو تو دنیا مین جگہ بھی نہ ملتی تو اس بناء پر تو یہ مسئلہ عقلی بھی ہے کہ قبرین کچی ہون مگر اہل ہوی کو بیٹھے بیٹھے ایسی ہی باتین سوجھتی ہین جن سے ضروریات دین کو نظر انداز کر کے فضولیات مین مشغول ہوگئے۔

(ملفوظ ۱۰۵۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ایک امرتسری غیر مقلد صاحب نے آیت استوی علی العرش کی تفسیر پر خواہ مخواہ کا اعتراض کر کے گڑبڑ مچائی اس وجہ سے مجھکو رسالہ تحدید العرش لکھنا پڑا مین چاہتا نہین تھا کہ اسپر رسالہ لکھون اسلئے کہ یہ ذات وصفات مین کلام ہے اور مین اسکو بہت ہی خطرناک سمجھتا ہون۔ مگر اللہ سے دعا کی تو اس کا معنون اور عنوان ایسا سمجھ مین آگیا کہ سلف مین سے کسی سے اس کا خلاف منقول نہین گو بعینہ جزئیاً بھی منقول نہ ہو۔ کیونکہ عموماً مفسرین نے قواعد شرعیہ وعربیہ کی رعایت کی ساتھ بہت سی تفسیرین کی ہین کہ عموماً علماء اہل حق نے انپر نکیر نہین کیا تو ایسی تفسیر کی جواز پر گویا اسپر اجماع ہوگیا کہ کسی مقتضی شرعی کی وجہ سے اصل تفسیر کے مناسب اگر تفسیر کردی جائے تو جائز ہے اس کا ماخذ خود حدیث شریف مین آیا ہے جیسا اس رسالہ مین منقول ہے اور اسکو فرق مبتدعہ کی تفسیر پر قیاس کرنا صحیح نہین اسلئے کہ خلف اہل سنت نے سلف کی تفسیر کی نفی نہین کی اپنی تفسیر کو درجہ احتمال مین کہتے ہین اور بدعتی سلف کے اقوال کی نفی کرتے ہین اور اپنی تفسیر جو کہ معارض ہے سلف کی تفسیر سے حق اور سلف کی تفسیر کو باطل سمجھتے ہین اسلئے وہ تفسیر بالرأی کی فرد ہے اور علماء سلف تو بڑی چیز ہین اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے قلب مین تو عام علماء کا حتیٰ کہ غیر مقلدین علماء کا بھی جو واقع مین علماء کہلائے جانیکی قابل ہین ادب ہے اور اس ادب ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری مدد فرماتے ہین بے ادب

کو حقیقت تک کبھی راہ نہین ملتا۔ مین نے ان معترض کی ساتھ ضروری چیز مین تو موافقت کی جیسا میرا مذاق ہے کہ حق بات کو بچے سے بھی قبول کر لیتا ہون یعنی مین نے پہلے تفسیر کے متن مین متاخرین کی تفسیر کو لیا تھا اور حاشیہ مین سلف کی تفسیر کو مگر ان کے مشورہ سے میں نے اس کا عکس کر دیا۔ اب آگے اُنہون نے زیادتی شروع کی کہ خلف کی تفسیر کا بالکل ابطال اور نفی کی جاوے سو چونکہ اس مین تضلیل اور تجہیل تھی ایک مقبول جماعت کی اسلئے مین نے اس مین انکی موافقت نہین کی اور اسکی مزید تحقیق مین رسالہ لکھنا پڑا مگر وہ راضی نہین ہوئے

(ملفوظ ۱۰۵۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جس زائد کام میں دوسرے کی مدد کی ضرورت ہو اسکو کرنیکو جی نہیں چاہتا اسلئے کہ ساتھ ہو جانے والون سے یہ امید نہیں کہ اخر تک عہد پورا بھی کریں گے علاوہ شرعی اصول اور احکام کے معارضہ کے کیونکہ اصل بناء تھی یہی میری عدم شرکت خلافت کی ایک وجہ یہ بھی تھی جس سے مین تحریک خلافت مین شرکت نہین کر سکا مجھکو لوگون کی حالت کا اندازہ ہے تجربہ ہے۔ مین تجربات اور مشاہدات کو کیسے مٹا دون۔ میں رات دن دیکھتا ہون کہ اگر چھوٹے سے چھوٹا کام کسی کے سپرد کر دیتا ہون تو بیٹھا انتظار کرتا رہتا ہون اور جسکے سپرد کیا گیا ہے اسکو پروا بھی نہین ہوتی۔ اس قدر پستی دنات لوگون مین آگئی ہے جسکے یہ آثار ہین کہ ایک کام کی ضرورت تو اس وقت ہے مگر انکو چار پانچ دن تو مشورہ ہی کیلئے چاہئین پھر بعد مشورہ طے ہو جانیکے کچھ دن ٹال مٹول کیلئے چاہئین سو ایسے کام اس طرح تھوڑا ہی ہوتے ہین پھر ایک یہ ہوتا ہے کہ ابتو جوش ہے ہلڑ شروع کر دیا مگر جب ہوش کا وقت آئیگا ایک بھی نظر نہ آئیگا جن لوگوں نے غدر کے واقعات اپنی آنکھون سے دیکھے ہین ان سے پوچھو پناہ مانگتے ہین کہ خدا وہ دن نہ دکھلائے بہت سے علماء کو ان کے معتقدین نے آمادہ کیا مگر جب وقت آیا سب غائب بیچارہ مولوی صاحب ہی پر آفت آئی۔ ان بچون کو ابھی خبر ہی کیا ہے سب سے پہلے دین کے قلب مین راسخ ہونیکی ضرورت ہے اسکے بعد آگے قدم رکھنا چاہئے۔ سو ابھی یہان رسوخ ہی کے نام صفر ہے اسلئے ان کی کوئی بات قابل اعتماد نہین

(ملفوظ ۱۰۵۹) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ کیا بات یہان ہی آکر تم لوگون مین تمامتر بیوقوفی اور جہل تازہ ہو جاتا ہے کیا ساری دنیا ایسے ہی بد فہمون سے آباد ہے میرے ہی پاس چھنٹ چھنٹ کر آتے ہو یا تعلیمِ حماقت کا کوئی مدرسہ ہے جس مین تم لوگ تعلیم پاکر آتے ہو۔ مین سچ

عرض کرتا ہوں کہ مجھکو خود رنج ہوتا ہے کہ ایک شخص دور دراز سے سفر کرکے خرچ کرکے آیا اور میری طرف سے اسکے ساتھ ایسا برتاؤ ہو دل دُکھتا ہے مگر کلفت کہاں تک برداشت کروں۔ ہاں اگر آپ بھی فرمائیں کہ کلفتیں اُٹھایا کرو اذیتیں سہا کرو تو میں اسکے لئے بھی تیار ہوں مگر آپ کا جو مقصود ہے آنیسے وہ اس صورت میں حاصل نہ ہوگا یعنی نفع کیونکہ وہ موقوف ہے بشاشت پر اور جب اذیتوں کو برداشت کیا تو بشاشت کہاں بلکہ انقباض ہوگا اور انقباض میں تعلق رکھنا بھی طبعًا دشوار ہے دیکھئے آخر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ کیا ہوا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکو حاضری کی اجازت دینے پر قادر نہ تھے ضرور قادر تھے مگر پھر بھی حضور کا یہ فرمانا کہ ساری عمر مجھکو صورت نہ دکھلاؤ انہیں کی مصلحت سے تھا کہ انکو دیکھکر حضور کو کلفت ہوتی۔ اور اس میں حضرت وحشی کا نقصان تھا۔ میں نے یہی واقعہ ایک اور صاحب کو لکھکر ان سے تعلق خاص رکھنے سے معذوری ظاہر کی انہوں نے بھی بہت ستایا تھا وہ صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت وحشی نے تو قتل کیا تھا۔ میں نے قتل تھوڑا ہی کیا ہے مطلب یہ کہ یہ قیاس مع الفارق ہے اور استدلال غلط ہے۔ میں نے جواب میں لکھا کہ بیشک حضرت وحشیؓ کا جرم تمہارے جرم سے زیادہ عظیم تھا مگر انہوں نے کفارہ بھی تو ایسا ہی زبردست کیا تھا کہ اسلام لے آئے تھے اور تم نے اس درجہ کا کفارہ کونسا کیا بس لاجواب ہوئے جب تک ذہن میں تاویل رہی ہانکتے رہے آجکل بولنا بھی کمال میں داخل ہو گیا مگر اس طریق میں چون وچرا اور قیل وقال سے کام نہیں چل سکتا بڑی ضرورت اس کی ہے کہ جس سے تعلق محبت کا کیا جاوے اسکو کلفت نہ پہونچائی جاوے نہ معاملہ سے نہ زبان سے اور یہ فکر اور غور سے ہو سکتا ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ لوگوں نے فکر وغور کرنا قطعًا ہی چھوڑ دیا۔ میں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ الحمد للہ میں جس طرح دوسروں کیلئے اصلاح کے طریق سوچتا رہتا ہوں اسی طرح اپنی اصلاح کے بھی طریق سوچتا رہتا ہوں اور سب مسلمانوں کو تو مرتے دم تک اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا ضروری ہے اور اسی میں خیر ہے اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

دیکھئے اگر کوئی شخص بیمار ہو اور لوگ اسکو بیفکر دیکھیں تو ہر چہار طرف سے اسپر لتاڑ پڑتی ہے جس سے وہ اپنے فکر میں لگ جاتا ہے اور لتاڑ کرنے والوں کو وہ مریض بھی اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھتا ہے مگر اصلاح دین کیلئے نہ کوئی لتاڑ کرتا ہے اور نہ لتاڑ کرنے والیکو کوئی خیر خواہ اور ہمدرد سمجھتا ہے۔ بہرحال

اس بیمار کی صحت کی اُمید ہے اور جو شخص بیمار تو ہے مگر خود بھی اور دوسرے لوگ بھی اسکو تندرست سمجھے ہوئے ہین ایسے شخص کی صحت کی امید بھی نہین ہو سکتی سوائے ہلاکت کے۔ پھر اس کی ساتھ اس راہ مین اسکی بھی سخت ضرورت ہے کہ کوئی اسکے سر پر ہو اور وہ جو تعلیم کرے یہ اس کا اتباع اور اسپر عمل کرے ورنہ بدون طبیب کا نسخہ لئے ہوئے نفع کی امید ایسی ہی ہے جیسے بدون نکاح کئے ہوئے اولاد کی امید پھر جس شخص کا اتباع کلید طریق ہے وہ بھی اس کا اہل ہونا چاہئے ورنہ ہر شخص کے ہاتھ مین ہاتھ دیدینا بھی سخت مُضر ہے۔ ہزارون راہ زن اس راہ مین لٹیرے ڈاکو بنے پھرتے ہین لباس ان کا درویشانہ ہے وضع ان کی صوفیانہ ہے صورت ان کی عالمانہ ہے مگر اقوال اور افعال انکے جاہلانہ یون ہی کچھ اڑنگ بڑنگ ہانکدیا کہ یہ رموز ہین اسرار ہین حقائق اور معارف ہین مگر بالکل بے خبر اور جاہل جنہون نے طریق کو ایسا بدنام کیا کہ لوگون کو خود طریق ہی سے وحشت ہو گئی انھون نے تصوّف کو ایک بھنیانک صورت بنا کر لوگون کے سامنے پیش کیا مگر بحمد اللہ اب وہ بے غبار مثل آفتاب کے روشن نظر آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ صدیون تک اسکو کسی کی خدمت کی ضرورت نہین رہی اور اگر فرضًا ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے اپنے کسی خاص بندے کو پیدا فرمادین گے

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مجھکو تو اسپر تحدثاً بالنعمۃ فخر ہے کہ میں نے آجتک کسی پر تنگی نہین ڈالی اَللہ کا شکر ہے مین تو خاص اپنے گھرون مین بھی کوئی ایسی فرمائش نہین کرتا کہ جس سے گھر والون پر گرانی یا تنگی ہو بعض مرتبہ گھر والے کہتے ہین کہ کبھی تو کوئی کھانے پکانے کے متعلق فرمائش کردیا کرو۔ مین کہتا ہون کہ اچھا تم چند چیزون کا نام لو مین فرمائش کردون گا وہ نام لیتی ہین میں ان میں سے ایک کی تعیین کردیتا ہون تو وہ میری فرمائش اور تجویز تھوڑا ہی ہوئی مین تو محض انتخاب کنندہ بن جاتا ہون باقی صورۃً فرمائش ہونے مین یہ مصلحت ہے کہ اس سے اجنبیت کا شبہ جاتا رہا اور حقیقۃً فرمائش نہ کرنے سے گرانی کا شبہ جاتا رہا یہ باتین ہین جسکی بناء پر مجھکو وہمی اور شکی کہا جاتا ہے اگر ایسے احتمالات کا استحضار جس مین دوسرون کی راحت کی رعایت ہو وہم اور شک ہے تو ایسا وہم اور شک یقیناً محمود ہے۔ حضرت ان معاملات مین بلکہ ہر معاملہ مین ضرورت ہے تدبر و تفکر کی اور بدون فکر اور غور کے تو اکثر جائز ناجائز کا بھی پتہ نہین چلتا۔ مجھکو بحمد اللہ ان اشخاص کی حالت معلوم ہے جو مجھسے تعلق رکھنے والے ہین، ان مین غور و فکر کرکے انکے مصالح کی رعایت کرتا ہون جسکو مین ہی جانتا ہون دوسرون کو کیا خبر۔ دوسرے تو اعتراض کرنا فتوے

لگانا ہی جانتے ہیں مثال کے طور پر گھروں ہی میں دیکھ لو روزانہ نئے قصے پیش آتے ہیں مثلاً کوئی مہمان ایسے وقت آگیا جبکہ گھر کھانا پک چکا ہو اور سب کھا چکے ہوں اب گھر والوں کو میں اسوقت تکلیف نہیں دیتا تو اس کا اثر یہ ہے کہ وہ ان مہمانوں کا بھی نہایت بشاشت اور خوشدلی سے کھانا پکاتی ہیں جو جبر کی حالت میں ممکن نہ تھا۔ اسکے علاوہ جبر ان امور میں جائز بھی تو نہیں تو اب ایسے امور کی رعایت کرنا یہ وہم اور شک کی باتیں ہیں یا فہم اور یقین کی۔

(ملفوظ ۱۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کی سفارش کرنا تو صرف مستحب ہے اور اگر جس سے سفارش کی جاوے اسکو سفارش سے تکلیف ہو تو اس سے بچنا واجب ہے اور عقلی شرعی مسئلہ ہے کہ جلب منفعت سے دفع مضرت زیادہ اہم ہے۔ مثلاً کسی کو ایک روپیہ دیدینا تو واجب نہیں مگر لاٹھی نہ مارنا واجب ہے اسلئے ایسی سفارش کہ مخاطب کو گرانی ہو ناجائز ہے۔ یہ اخلاق کا باب نہایت دقیق ہے اکثر لوگ اسکے سمجھنے سے قاصر ہیں بتلانے والے بھی نہ رہے تھے سب ایک ہی ڈھرے پر پڑے ہوئے چل رہے تھے اب بحمد اللہ ذرا آنکھیں کھلی ہیں گو اب بھی بہت لوگ آنکھ کھول کر پھر بند کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں مگر انشاء اللہ اب کھل ہی کر رہیں گی یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون یہ نور تمام ہی ہو کر رہے گا۔

(ملفوظ ۱۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے ہر شخص اصلاح نہیں کر سکتا جیسے ہر شخص طبیب نہیں بن سکتا اور علاج نہیں کر سکتا۔ صالح بننا سہل ہے مصلح بننا مشکل ہے جیسے تندرست ہونا آسان ہے معالج بننا مشکل ہے۔

(ملفوظ ۱۶۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محض محبت طبعی سے کام نہیں چلتا محبت عقلی کی ضرورت ہے۔ ابوطالب کو حضور کی ساتھ طبعی محبت تھی مگر عقلی نہ تھی وہ کچھ بھی کام نہ آئی اگر انکو عقلی محبت ہوتی تو سب سے پہلے وہ ایمان لاتے۔

(ملفوظ ۱۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح بدون طلب صادق اور بدون اپنے ارادہ کے نہیں ہو سکتی اس طریق میں اپنے کو بالکل مٹا کر قدم رکھنا پڑتا ہے یہ کوئی آسان کام نہیں اور پھر ساری عمر کی ادھیڑ بن ہے۔ یہ بھی نہیں کہ اسکے لئے کوئی مدت یا وقت مقرر ہے بلکہ اگر عمر نوح بھی کسی کو عطا ہو تب بھی اس ادھیڑ بن سے فراغ نصیب نہیں ہو سکتا اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

اندرین رہ می تراش و می خراش ، تادم آخر دمے فارغ مباش

(ملفوظ ۶۶۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ جی ہان آدمی صاحب نسبت تو ہو سکتا ہے مگر اصلاح اور چیز ہے۔ اس اصلاح کا کام وہ کر سکتا ہے جو سارے عالم کی نظرون مین خار بنے اپنے اخلاق خراب کرے دوسرون کے سنوارے۔ اس سنوارنے ہی کی بدولت اسکو ایسی نوبت آتی ہے کہ لوگ اسکو بد خُلق سمجھتے ہین اسی لئے مین کہا کرتا ہون کہ میری بدخُلقی کا منشا خوش خُلقی ہے۔ مولوی ظفر احمد نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو خواب مین دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعاء فرما دیجئے کہ مین صاحب نسبت ہو جاؤن فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے اور اگر اصلاح کراؤ تو اپنے ماموں سے کرانا۔ مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہین۔ مولانا کی ہجرت کے بعد اس طرف رجوع کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس مرید کا پیر تڑانہ ہو اس مرید کی اصلاح نہین ہو سکتی۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مجسم اخلاق تھے آخر مین یہ فرمانے لگے تھے کہ ان متکبرون کو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے وہان ان کے اخلاق اور دماغ درست ہو سکتے ہین۔ تو غرض مُردوں اور زندون سب کی یہی رائے ہے کہ اصلاح بدون اس خاص طریق اور طرز کے نہین ہو سکتی جسکو مین نے اختیار کر رکھا ہے بدون رگڑے کہین برتن قلعی کی قابل ہو سکتا ہے۔ مُربّی بننا آسان نہین پہلے مُربّا بنے تب کہین مربی ہو مُربّا جانتے ہی ہو کس طرح بنتا ہے اوّل سیب کو بازار سے خرید کر لاتے ہین پھر اس کا چاقو سے چھلکا الگ کرتے ہین پھر اسکو چاقو کی نوک سے کوچتے ہین اسلئے تاکہ مٹھائی اندر تک اثر کر سکے پھر اسکو پانی مین جوش دیتے ہین پھر قوام کر کے اس مین ڈالتے ہین پھر ایک بوتل مین بند کر کے یا مرتبان مین ایک وقت مقرر تک رکھتے ہین جب کہین مُربّا بنتا ہے اور اس مرض کیلئے نافع ہوتا ہے جسکے لئے طبیب نے تجویز کیا تھا۔ اب چاہتے یہ ہین کہ کچھ کرنا دھرنا نہ پڑے اور سب کچھ ہو جائے یاد رکھو کہ بدون ارادہ اور طلب اور ہمت کے تو اگر کوئی لقمہ بنا کر بھی منہ مین دیدے تو وہ بھی حلق سے نیچے نہین اتر سکتا اس مین بھی ضرورت ہے ہمت اور طلب کی۔

(ملفوظ ۶۶۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ روح طریق کی یہ ہے کہ آدمی مین عبدیت پیدا ہو اس سے روحانیت کو قوت ہوتی ہے وہ اپنے مرکز کا ادراک کرتی ہے اس سے نفس کو اضمحلال ہوتا ہے

اس سے شان فنا کو غلبہ ہو جاتا ہے۔ یہ سب خاصیتیں ہیں عبدیت کی اور یہ عبدیت افعال سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ انفعالات سے گو بوالہوس آج کل بکثرت انفعالات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(**ملفوظ** ۱۰۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ادب تو اس زمانہ میں آیا گیا ہو گیا تعظیم و تکریم کو ادب سمجھتے ہیں حالانکہ ادب کی حقیقت کا حاصل راحت رسانی ہے کیونکہ اصل حقیقت حفظ حدود ہے اور حفظ حدود کے لوازم میں سے راحت۔ مگر اب تو ادب کی تفسیر یہ رہ گئی ہے کہ جھک کر سلام کرنا۔ مخدوم کی طرف پشت نہ کرنا۔ پچھلے پیروں ہٹنا نگاہ کو نیچے سے اوپر نہ کرنا۔ بولنے کی ضرورت ہو تو اس قدر آہستہ بولے کہ اپنا کہا ہوا آپ بھی مشکل سن سکے اور اسی قسم کی لغویات ہیں۔ حالانکہ اصل ادب اور حقیقت ادب وہی ہے جو ابھی مذکور ہوا یعنی حفظ حدود و ادائے حقوق جسکو باعتبار حاصل کے راحت رسانی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں اور اس معنے کے اعتبار سے یہ ادب صرف چھوٹوں ہی کے ذمہ نہیں کہ وہ بڑوں کے حقوق کو ادا کیا کریں بلکہ بڑوں کے ذمہ بھی ہے کہ چھوٹوں کے حقوق ادا کریں۔ غرض تعظیم و تکریم اور چیز ہے ادب اور چیز ہے اور تعظیم و تکریم بھی اگر محل اور حد پر ہو تو اچھی اور ضروری چیز ہے۔ ادب کے اس نوع پر ایک حکایت یاد آگئی ایک سب جج صاحب کسی مقام پر تعینات تھے مگر ایک مدت سے گھر پر خرچ نہ بھیجتے تھے وجہ اسکی یہ تھی کہ وہاں کسی عورت سے تعلق پیدا ہو گیا تھا اس میں غلطاں پیچاں ہو گئے تھے ان کے باپ زندہ تھے وہ غصہ میں اس مقام پر پہونچے جہاں یہ تعینات تھے اول مکان پر پہونچے محلہ والوں سے تحقیق ہوا کہ واقعہ سچا ہے اس وقت سب جج اجلاس پر تھے باپ نے صبر بھی نہ کیا کہ اجلاس سے تو آنے دیتے وہیں اجلاس پر پہونچے ہاتھ پکڑ کر کرسی پر سے زمین پر ڈال کر جوتا بجانا شروع کیا لوگ دوڑے تو سب جج کہتے ہیں کہ خبردار کوئی کچھ نہ بولے یہ میرے قبلہ و کعبہ ہیں میرے والد ہیں ان کو ہر قسم کا حق ہے۔ جب فراغت ہوئی تو عورت سے قطع تعلق کیا۔ والد صاحب سے معافی چاہی اور خرچ بھیجنا شروع کر دیا۔ اس موقع کا ادب بھی تھا۔ ایک واقعہ سنا ہے کہ کسی بندرگاہ پر سمندر کے کنارے ویسرائے کی کسی تقریب کا جلسہ تھا ایک جہاز آکر کھڑا ہوا اور مسافر اتر کر چلنے شروع ہوئے۔ راستہ مسافروں کے

گذرنیکا جلسہ گاہ کے سامنے ہی سے تھا۔ دفعۃً وائسرائے کے میر منشی مسافرون کی طرف دوڑے ایک لنگوٹی بند مسافر کے قدمون پر جا گرے اور نہایت تعظیم سے اپنے ساتھ لائے۔ سب لوگون کو حیرت ہوگئی کہ یہ کون شخص ہے جسکے اثر سے میر منشی نے اتنے بڑے جلسہ کو چھوڑ کر وائسرائے کی موجودگی مین یہ معاملہ کیا۔ وائسرائے نے ان میر منشی صاحب سے دریافت کیا یہ کون ہین۔ عرض کیا کہ حضور یہ میرے باپ ہین معلوم ہوا کہ کہین راستہ مین کسی جزیرہ مین ڈاکوؤن نے لوٹ لیا تھا وائسرائے کے دل مین اس واقعہ سے میر منشی کی بڑی وقعت ہوئی اور گورنمنٹ سے ترقی کی سفارش کی اور جلسہ گاہ سے اپنی گاڑی مین باپ بیٹے کو بٹھلا کر اپنی کوٹھی یا بنگلہ تک پھونچایا۔

(ملفوظ ۱۶۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اگر کوئی باہر بلاتا ہے تو مین بدون داعی کے سفیر کے تنہا سفر نہین کرتا کیونکہ اس حالت مین کوئی مجھسے پوچھے کہ کہان جاتے ہو تو مجھکو اس جواب سے بڑی غیرت آتی تھی کہ فلان جگہ جا رہا ہون۔ اس جواب سے یہی سمجھین گے کہ یہ ملا لوگ بھیگ مانگتے مارے مارے پھرتے ہین اور داعی کے ساتھ ہونے مین یہ مصلحت ہے کہ جو کوئی سوال کرتا ہے مین کہدیتا ہون کہ اس سے پوچھ لو۔ وہ کہتا ہے کہ فلان جگہ بلایا گیا ہے۔ مین جب ڈھاکہ گیا نواب سلیم اللہ خانصاحب نے مدعو کیا تھا انکے چچا پہلے سے انتظام کیلئے کلکتہ آگئے تھے نواب صاحب نے انکو تار دیا کہ ہم یہانپر فلان شخص (یعنی احقر) کے استقبال کا اس پیمانہ پر انتظام کرنا چاہتے ہین جیسا وائسرائے وغیرہ کا ہوتا ہے۔ مین نے جواب لکھدیا کہ یہ خلاف شریعت ہے۔ اس مین جھنڈے اور گولے اور خدا معلوم کیا کیا خرافات ہوتے۔ ہزارون سیکڑون روپیہ کا خون ہوجاتا غرض اس مین اسراف اور تفاخر دونون ہوتے۔ پھر تار آیا کہ صرف مسلمانون کا مجمع ہو اور کثرت سے ہو اور اس قسم کی کوئی بات نہ ہو اسکی بھی اجازت ہے یا نہین۔ مین نے لکھوا دیا کہ خلاف طبیعت ہے۔ پھر کوئی گڑبڑ نہین ہوئی۔ نواب صاحب نہایت ہی سلیم الطبع تھے۔ مین جس وقت تک ڈھاکہ رہا نواب صاحب نہایت معمولی کپڑون مین رہے کسی معتمد کے دریافت کرنے پر نواب صاحب نے کہا کہ مہمان کے کپڑون سے اچھا کپڑا پہننا خلاف ادب ہے۔ اس معتمد نے یہ بھی دریافت کیا کہ کھانا آپ ساتھ کیون نہین کھاتے کہا کہ میری مجال ہے کہ ایک دسترخوان پر برابر بیٹھکر کھانا کھاؤن۔ پھر میری واپسی مین بھی کوئی خاص انتظام نہ تھا اسٹیشن پر میرے پھونچنے کے بعد آئے ایک دو خاص خادم ہمراہ تھے اور ملاقات کرکے واپس ہوگئے نہایت ہی سمجھدار اور فہیم شخص تھے۔

۱۶

۱۰۶۹

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اگر فہم سلیم ہو تو باریک سے باریک بات بھی نہایت اچھی طرح سمجھہ مین آجاتی ہے اور کوڑ مغز بدفہم کی سمجھہ مین موٹی سے موٹی بھی نہین آتی بعضے لوگ یہان کوئی حالت لیکر آتے ہین اور سیدہی بات ہے کہ گھر سے کوئی خیال ضرور دل مین لیکر چلے تھے وہ آکر کہدینا چاہئے چلو چھٹی ہوئی مگر اب یہ ہوتا ہے کہ یہان آکر اس مین تکلف کے حاشیے لگاتے ہین۔ سیدھی اور صاف بات کو الجھاتے ہین مین اس کی تہ تک پھونچنا چاہتا ہون یہ کنارے کنارے لئے پھرتے ہین بس اسی مین لڑائی ہوتی ہے جھگڑا پڑتا ہے اُلٹ پلٹ ہوتے ہین پھر وہی قصہ ہوجاتا ہے کہ جیسے جال مین کوئی شکار پھنس جائے تو جتنا تڑپتا ہے اسی قدر زیادہ الجھتا اور پھنستا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ جسقدر ہوشیار بنتے ہین اور چالاکی اختیار کرتے ہین اسیقدر حماقت کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۰۷۰

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اس راہ مین بدون راہبر اور شیخ کامل کے سر پر ہوئے قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہین اس راہ مین بعض حالات اور واقعات ایسے پیش آتے ہین کہ اگر تحقیق سے کام نہ لیا جائے تو سارا معاملہ ہی درہم برہم ہوجائے اسلئے ضرورت ہے کہ سر پر کوئی ہو اور وہ اس ضیق سے نکالے اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

یار باید راہ را تنہا مرو — بے قلاوز اندرین صحرا مرو۔

۱۷

۱۰۷۱

(**ملفوظ**) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ یون تو آپ جیسے بھی بہتر سمجھنے والے ہین مگر اس طریق مین بدون کسی کے ہاتھ مین ہاتھ دئے اور اپنے حالات پیش کئے ہوئے اور اس کا اتباع کئے ہوئے منزل مقصود تک پھونچنا مشکل ہی ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

قال را بگذار مرد حال شو — پیش مردے کاملے پامال شو

۱۰۷۲

(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ یورپین اقوام دنیا کے کامون مین بڑے ہوشیار ہوتے ہین۔ مادیات سے ان لوگون کو بہت زیادہ مناسبت ہے مگر روحانیات اور عقلیات سے کوئی تعلق نہین۔ البتہ اکلیات سے تعلق ہے ہر وقت اکل کی فکر ہے حتے کہ ان کے اخلاق کی غایت بھی وہی اغراض معاشیہ ہین۔ اسی لئے ایسی چالاکی سے بات کرتے ہین کہ آدمی فوراً مسخر ہوجاتا ہے جس کا اثر بعض اوقات نادان کے دین پر بھی پڑجاتا ہے اسی لئے مین تو فتوی دیتا ہون اور یہ محض تجربہ کی بناء پر ہے کہ ان سے بلاضرورت ملنا بھی نہ چاہئے۔

(ملفوظ ۱۰۷۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اصلاح کا طریق ہی جدا ہے اسکے لئے بعض اوقات سیاست کی صورت اختیار کرنا پڑتی ہے ورنہ خدانخواستہ مجھکو کسی سے بغض نہین عداوت نہین بلکہ بیحد رعایت اور سہولت کرتا ہون حتی کہ اگر مجھکو خط وکتابت سے وجداناً یہ معلوم ہو جائے کہ سالک مین طریق کا سلیقہ پیدا ہو گیا تو مین اجازت تک دیدیتا ہون کسی سے کوئی ضد تھوڑا ہی ہے مگر کام تو طریقہ ہی سے ہوتا ہے اور وہ طریقہ بھی صرف معاملہ تک ہے باقی عقیدہ میرا آنیوالون کیساتھ وہ ہے جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مین آنیوالے حضرات کی قدمون کی زیارت کو ذریعہ نجات سمجھتا ہون کیونکہ میرا اچھا ہونا تو کسی دلیل سے بھی ثابت نہین اور میرے پاس آنیوالے مجھکو اچھا سمجھکر اللہ کا نام لینے کے لئے آتے ہین اسلئے یہ یقیناً اچھے ہین سو غور کیجئے کہ جس شخص کا آنیوالون کی ساتھ یہ عقیدہ ہو کیا وہ انکو نظر تحقیر سے دیکھ سکتا ہے مگر اصلاح مین کیسے رعایت کر سکتا ہون اس مین رعایت کا انتظار اور خواہش ایسی ہے کہ جیسے مریض طبیب سے رعایت چاہے کہ مجھکو فلان دوا نہ دینا بڑی مہربانی ہوگی حالانکہ مرض کیلئے وہی مفید ہے گو وہ تلخ ہے مگر ہے مفید مگر اکثر لوگ ابتو یہ چاہتے ہین کہ ہر کام جی چاہا ہو ایک خاص حساب لگا کر گھر سے چلتے ہین کہ جاؤنگا خاطر تواضع ہوگی ظہر کی مجلس مین بیعت ہو جاؤنگا اور عصر کے وقت ولایت اور قطبیت کا سارٹیفکٹ ملجائے گا پھر واپس آکر ہم خود مستقل شیخ اور سب کچھ بنکر بیٹھ جائین گے مگر یہ سب محض تخمینات ہین جس مین شیخ چلی کے کارخانہ سے زیادہ واقعیت نہین

(ملفوظ ۱۰۷۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ سلامتی اس مین ہے کہ شغل سے خالی نہ رہے خواہ دنیا ہی کے کسی جائز مین مشغولی ہو ہر حال مین شغل بے شغلی سے اچھا ہے۔ تجربہ ہے کہ جب انسان بالکل خالی ہوتا ہے اسپر شیطان مسلط ہو جاتا ہے پھر اشغال مین سب سے بہتر تو عارف کی صحبت ہے پھر تو نوم و غفلت محضہ ہو جسمین قوی مدرکہ محض معطل رہین ۔ غرض بیکاری سے یہ سب چیزین بہتر اور افضل ہین۔

(ملفوظ ۱۰۷۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ کامل کیلئے تو تکلم افضل ہے اور ناقص کیلئے سکوت افضل ہے۔

(ملفوظ ۱۰۷۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ہمارے حضرت نہ تو بہت زیادہ بولتے تھے اور نہ بہت کم بولتے تھے تکلم مین اعتدال تھا اور نہایت مختصر اور جامع تقریر ہوتی تھی اور اگر کسی نے تقریر کے بعد کہا کہ حضرت

ذرا پھر فرمادیجئے تو ارشاد فرماتے کہ ابھی یہاں کوئی مدرسہ تھوڑا ہی ہے یہ کرنے کے کام ہیں جب کچھ کرو گے سمجھ میں آجاویگا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کا سکوت بھی طویل ہوتا تھا اور تقریر بھی بہت مبسوط ہوتی تھی۔ اکثر پوچھنے پر تقریر فرماتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ایسی ہوتی تھی کہ ایک سے دوسری پیدا ہو جاتی تھی اور دوسری سے تیسری تیسری سے چوتھی مجموعہ بڑا ذخیرہ ہو جاتا تھا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مولوی معتقد صاحب نے شبہ کیا کہ آپ طویل کلام کرتے ہین اور بزرگون نے تقلیل کلام کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا کہ بزرگون نے اصل مین فضول کلام سے ممانعت فرمائی ہے اور مقصود مبتدی کو منع کرنا ہے اور اصل منشاء اس کا غیر مشروع کلام کی عادت کا ترک کرانا ہے اور اس مین بدون زبان تقلیل کے کامیابی نہین ہوتی ورنہ مطلق قلت کلام مقصود نہین اس عارض کیلئے اس کی تاکید کی گئی ہے اور اس کی ایک مثال فرمائی کہ دیکھو مُڑے ہوئے کاغذ کو سیدھا کرنیکے لئے اسکے مخالف جانب پر کاغذ کو موڑتے ہین تب وہ سیدھا ہوتا ہے اسی طرح ہر ذمیمہ کے ترک کرانے مین اسکی ضد کے اختیار کرنے مین مبالغہ اور اہتمام کی تعلیم کی جاتی ہے پھر اس سلسلہ مین مولانا کے کچھ معمولات کا بیان ہونے لگا کہ ایسی بے تکلف اور سادہ طبعیت تھی کہ اکثر ایسی باتین فرمادیا کرتے تھے کہ رات کو مجھکو یہ مکشوف ہوا۔ اور ایک بار یہ فرمایا کہ میری زبان پر کوئی لفظ غلط نہین اگر کسی کتاب کے خلاف ہونے کی کسیکو شبہ ہو تو اس کو تتبع کیا جائے کسی دوسری کتاب مین میری تائید نکلے گی اور وہی راجح ہوگا۔ حضرت مولانا مین اتنی سادگی تھی کہ جسطرح اپنے کمالات بیساختہ بیان فرمادیتے اسی طرح اپنے نقائص بھی صاف صاف فرمادیا کرتے تھے اور اپنے معتقدین اور شاگردون کے سامنے ایک بار فرمایا کہ میرا سلوک ادھورا رہ گیا اگر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ چاہیں تو میری تکمیل ہو سکتی ہے مگر یہ کبھی توجہ ہی نہین کرتے اور مین اپنے حضرت حاجی صاحب سے تکمیل کرا سکتا ہون مجھکو کسی کی کیا پروا لیکن اگر مین جانے کو کہتا ہون تو یہ یعنی مولانا گنگوہی فرماتے ہین کہ مدرسہ چھوڑ کر جانا جائز نہین بس جی معلوم ہوتا ہے یون ہی ادھورا مر جاؤن گا مگر اسکے بعد حضرت کی خدمت مین حاضری ہو گئی اور پیاس بجھ گئی۔ ایک بار جوش مین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کی نسبت فرمایا کہ یہ بہت بخل کرتے ہین اگر مین ایسا ہوتا جیسے یہ ہین تو جنگل کے بالدیون کو جو مویشی چراتے پھرتے ہین ایسا بنا دیتا جیسے یہ ہین۔

(ملفوظ ۱۰۷۷) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ رعایت اُسکی ہوتی ہے جو ہماری بھی تو رعایت کرے مگر اس کی فکر ہی نہیں اور یہ بیفکری ایسی چیز ہے کہ دوسرے کو جسقدر اذیت اور تکلیف پھونچتی ہے وہ اسی بیفکری کی بدولت پھونچتی ہے اگر فکر ہو اہتمام ہو خیال ہو تو کبھی دوسرے کو اذیت نہ پھونچے لیکن لوگون کی بے فکری اور بے پروائی کی اصلاح کہانتک کی جاوے۔ عادتین پڑی ہوئی ہین چھوٹنا مشکل ہے اس بیحسی کا کیا علاج کہ نہ اپنی تکلیف کا احساس نہ دوسرے کی تکلیف کا احساس۔

(ملفوظ ۱۰۷۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ فقہاء نے ذکر جہر مین قید لگائی ہے کہ نائم اور مصلی کو تکلیف نہ ہو ایسی آواز سے ذکر ہو۔ اسی اصل پر یہان ۱۲ بجے دن کے بعد اذان ظہر تک ذکر جہر کی اجازت نہین۔ اسی طرح شب کو عشاء کے بعد سے تہجد کے وقت تک اسکے بعد پھر اجازت ہے اور یہ قانون اسلئے ہے کہ کسی کی نیند مین خلل نہ پڑے پھر اجازت کیوقت بھی جہر مفرط کی اجازت نہین تاکہ کسی کی نماز مین خلل نہ پڑے اور نیند کیوقت گنگناہٹ سے بھی اجازت نہین ذہن ذہن مین پڑھے جو ذہن سے باہر نہ ہو۔

(ملفوظ ۱۰۷۹) ایک سلسلہ گفتگو مین ایک طاغوت کی نسبت فرمایا کہ بڑا ہی چالاک ہے اُسنے اپنا تو اُلّو سیدھا کر لیا دوسرے تو سوراج سوراج کی مالا ہی رٹتے رہے وہ سوراج حاصل کر کے الگ بھی ہو گیا اُس کے کئی کارخانے دیسی کپڑے کے کھُل گئے انگریزی مال کا بائیکاٹ کرانیکا یہی سبب تھا ورنہ اسکو نہ انگریزون سے نفرت نہ اُن سے کوئی جنگ اپنا اور اپنی قوم کا خیر خواہ ہے اور اپنا مفاد اپنی قوم سے بھی مقدم رکھتا ہے

(ملفوظ ۱۰۸۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ توکل کی حقیقت ہے حق تعالیٰ پر نظر رکھنا خواہ بدون اسباب کے خواہ اسباب ظاہرہ کے ہوتے ہوئے کیونکہ بدون اسباب کے بھی مطلوب کے ترتب پر وہ قادر ہین دیکھئے مکڑی جالا بنا کر بیٹھ جاتی ہے تو جانور وہین آکر پھنستے ہین وہ جالا کہین اپنی جگہ سے جنبش نہین کرتا یا شکاری جنگل مین جال لگاتا ہے تو شکار خود آکر پھنستا ہے وہ جال اُڑکر نہین پھنساتا پھرتا بس مسبب الاسباب پر نظر رکھنا یہی حقیقت ہے توکل کی اسکے بعد خود ترک اسباب کی اجازت یا عدم اجازت یہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قوی القلب کو اسباب ظنیہ کے ترک کی اجازت ہے لیکن اسباب یقینیہ کا ترک مطلقاً اور ضعیف القلب کو اسباب ظنیہ کا بھی ترک ناجائز ہے۔

(ملفوظ ۱۰۸۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جب تک انسان اپنی زیب و زینت اور تنعم مین رہتا ہے

اس مین کمال نہین پیدا ہوتا یہ تن آرائی اور تن پروری دلیل ہے نفس پروری کی جسکے انجام کی نسبت فرماتے ہین ؎

عاقبت سازد ترا از دین بری — این تن آرائی واین تن پروری

(ملفوظ ۱۰۸۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آدمی کو اول اپنی فکر چاہیئے دوسرون کی فکر مین پڑنا اور اپنی خبر نہ لینا بڑے خطرہ کی بات ہے خوب کہا گیا ہے تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ میرے ماموں منشی امداد علی صاحب تھے تو آزاد اور مسلک بھی ہملوگون سے کسی قدر مغائر تھا۔ صاحب سماع بھی تھے اور تصوف مین قدرے غلو بھی تھا مگر بہت باتین بڑی کام کی ہوتی تھین۔ ایک مرتبہ مجھسے فرمایا تھا کہ بھائی کہین دوسرون کی جوتیون کی حفاظت مین اپنی گٹھڑی مت اُٹھوا دینا کیسے کام کی بات فرمائی مگر مشرب کے اختلاف سے ان کی صحبت سے مجھ مین ایک خاص سوزش اور شورش پیدا ہوگئی تھی جس کا مین تحمل نہین کر سکا غیبی امداد نے ایک خاص صورت سے دستگیری فرمائی کہ مین نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب مین دیکھا فرمایا کہ ان کی صحبت مین مت جایا کرو خارش پیدا ہوجائیگی اہل تعبیر کے نزدیک خارش کی تعبیر بدعت ہے۔ پھر مین نے ادب کی ساتھ حاضری ترک کردی۔

۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۱۰۸۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ حرام چیز اس دربار مین قبول نہین ہوتی اور حلال چیز بشرط خلوص قبول ہوتی ہے۔ یہی قربانی کا معاملہ ہے اگر حلال سے کریگا قبول ہوگی حرام سے کریگا قبول نہ ہوگی۔

(ملفوظ ۱۰۸۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اس دربار مین ہر چیز کی میزان ہے ہر کام ہر بات مین عدل ہے حجّاج اتنا بڑا ظالم گذرا ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی اسنے بند ہوا کر قتل کرائے ہین۔ ایک شخص اس کی غیبت کر رہا تھا ایک بزرگ نے کہا کہ وہان کسی سے ذاتی عداوت نہین ہر شے مین عدل ہے سو جسطرح حجّاج سے اسکے ظلم پر مواخذہ ہوگا اسی طرح تم جو اُسپر ظلم کر رہے ہو اس کا تم سے مواخذہ ہوگا۔ وہانپر ایک عمل کا اثر دوسرے عمل پر نہین پڑتا۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ اگر ایک شخص سے ہم

ناراض ہین تو اسکی ہر بات سے ہم خفا رہتے ہین خدا تعالیٰ کے یہان یہ بات نہین وہان تو یہ ہے کہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ - ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ - جو بھی حد سے گذرے گا اُسی سے مواخذہ ہوگا گو جس شخص کے معاملہ مین وہ حد سے گذرا ہے وہ بھی مبغوض ہو

(**ملفوظ** ۱۰۸۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ ذات معاملہ کا مقتضا یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کو سَو روپیہ سُود پر دیا پھر سُود مین کچھ وصول ہوا تو ذات معاملہ کی رو سے یہ وصول شدہ اصل سے اتنی مقدار اصل سے کم ہو گئی مگر چونکہ نیت سُود کی ہے لہٰذا اسکے احکام اخروی یعنی گناہ وسزا سود کے سے ہونگے یہ بات اکثر اذہان کے اعتبار سے نہایت دقیق بلکہ ادق ہے -

(**ملفوظ** ۱۰۸۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ کسی کی ساتھ اختلاف وغیرہ کچھ ہو مگر ادب یعنی حفظ حدود کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے - الحمد للہ کہ مین اس کا خاص خیال رکھتا ہون کہ امر حق بیان بھی ہو جائے اور کسی کی اہانت بلا ضرورت نہ ہو - مجدد صاحبؒ ابن عربی کے اقوال کا زور شور سے رد کرتے ہین مگر خود انکو کچھ نہین کہتے بلکہ انکو مقبول کہتے ہین یہ ہے ادب - مگر ابن القیم ابوالحسن اشعری کے باب مین بہت بیباک ہین جو غلو ہے - اسکے بعد فرمایا کہ مین تو بہت ڈرتا ہون ان فقیرون کو کچھ کہتے ہوئے کیونکہ دہان یہ کون دیکھتا ہے کہ کون بڑا مولوی ہے وہان تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہمسے اس بندہ کا کیسا علاقہ ہے - ممکن ہے کہ اس متکلم سے اس متکلم فیہ کا تعلق حق تعالیٰ کی ساتھ زیادہ صحیح اور قوی ہو اسلئے ادب کی سخت ضرورت ہے نیز اس مین احتیاط بھی ہے کیونکہ اگر کوئی شخص قابل ادب نہ ہو اور اس کا ادب کر لیا جائے جہان دین کا کوئی ضرر نہ ہو - تو کوئی گناہ نہین اور اگر قابل ادب ہے اور اسکی ساتھ بے ادبی کی تو اسپر مواخذہ ہوگا - مین اپنے ادب طبعی کو کیا عرض کرون ابوطالب حضور کے چچا ہین تو حضور کے انتساب کی وجہ سے ہمیشہ حضرت ابوطالب زبان پر آتا ہے باقی عقیدہ جو ہے وہ ہے تو ہر چیز اپنی جگہ پر رہنی چاہئے - عقیدہ عقیدہ کی جگہ ادب ادب کی جگہ بے جگہ استعمال کرنا ایسا ہی جیسے ایک گاؤن مین ایک شخص اتفاقاً کھجور کے درخت پر چڑھ گیا چڑھ تو گیا مگر اترا نہ گیا سارا گاؤن جمع ہو گیا مگر اوپر سے اُتارنیکی تدبیر کسی کی سمجھ مین نہ آئی تب گاؤن والون نے بوجھ بجکڑ کو بلایا وہ آئے درخت کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر تلے غور کیا اور سر ہلایا گویا سمجھ گئے اور حکم دیا کہ ایک مضبوط رسہ لاؤ - رسہ آیا کہا کہ اس مین پھندا لگاؤ اور اوپر پھینکدو اس سے کہا کہ تو پکڑ لینا اور پھندا کمر مین لگا لینا

اس غریب نے بوجھ بجکڑ کی تعلیم پر عمل کیا جب کمر مین بندہ گیا تو نیچے کے لوگون سے کہا کہ لگاؤ جھٹکا۔ لوگون نے جھٹکا دیا پٹاخ سے نیچے آپڑا ہڈی پسلی ٹوٹ گئین بھیجہ نکل کر دماغ سے الگ گیا۔ لوگون نے کہا کہ یہ کیسی تدبیر کی وہ تو مر گیا کہا کہ مر گیا اسکی قسمت مین نے تو سیکڑون آدمی اس تدبیر سے کنوین سے نکلوائے ہین بس آجکل کے عقلاء اسی رنگ کے ہین کہ قیاسات فاسدہ سے ہر شے کو بے محل استعمال کرتے ہین جسکا انجام ہلاکت ہے اگر علم صحیح اور عمل صحیح کی ضرورت ہو تو اسکی صورت صرف ایک ہے وہ یہ کہ احیاء مین سے کسی کو اپنا متبوع بنائے کیونکہ بدون احیاء سے تعلق رکھنے اور اسکی صحبت کے نرا کتابی علم بھی کافی نہین اکثر اہل علم کو بھی ٹھوکرین کھاتے دیکھا ہے اور جب خود ہی حقیقت کو نہین سمجھتے تو دوسرون کی کیا رہبری کرینگے اس حالت مین ان کی بالکل ایسی مثال ہو گی جیسے ایک گاؤن کے قریب سے ایک ہاتھی گذر رہا تھا سارا گاؤن جمع ہو گیا کسی کی سمجھ مین یہ نہ آیا کہ یہ کیا چیز ہے تب بوجھ بجکڑ بلائے گئے لوگون نے کہا کہ یہ کیا چیز جا رہی ہے بوجھ بجکڑ پہلے تو روئے اور پھر ہنسے لوگون نے کہا کہ یہ تو تمنے بھی نہ بتلایا کہ یہ کیا چیز ہے اور روئے اور ہنسے کیون۔ بوجھ بجکڑ بولے کہ رویا تو یون کہ میرے بعد تمکو ایسی باتین کون بتایا کرے گا میرے سامنے کوئی بھی اس قابل نہوا جو مجھکو اطمینان ہو جاتا اور ہنسا یون کہ معلوم مجھکو بھی نہین کہ یہ ہے کیا چیز۔ اسی طرح نری کتابین پڑہنے سے کیا ہوتا ہے مگر آجکل یہ مرض ہو گیا ہے کہ اصل کتب بھی نہین رہی اس کا بھی ترجمہ کافی سمجھا جانے لگا جس سے جہل کی یہانتک نوبت پہونچ گئی ایک غیر مقلد صاحب جب امامت کرتے تو داہنے بائین ہلا کرتے کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا حدیث مین امام کے بارے مین ہلنے کا حکم ہے اُنہون نے کہا کہ ہمنے تو ایسی کوئی حدیث پڑھی نہین جسکا یہ مطلب ہو ذرا ہمکو تو دکھلاؤ آپ ایک اُردو کی کتاب لائے جسمین احادیث کا ترجمہ تھا اس مین امام کے متعلق حدیث تھی من ام منکم فلیخفف یعنی امام کو ہلکی پھلکی نماز پڑہنا چاہیے آپنے ترجمہ مین لفظ ہلکی کو اس طرح پڑہا ہل کے یعنی حرکت کر کے یہ حالت ہو گئی ہے آج کل کے لوگون کی خیر یہ تو محض کودن کی حکایت ہے مگر افسوس ہے کہ بعضے پڑہے لکھے لوگ بھی اس جہل مین مبتلا ہین کہ ضروری اصول و فروع تک پر عبور نہین۔ پھر دعوی مجتہد ہونیکا بس ایسے ہی مجتہدون نے دین مین گڑ بڑ مچائی ہے۔ اسی کو فرماتے ہین ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند ۔ نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۵۸ھ

ہزار نکتۂ باریک تر زمو این جاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

مینے تو اس اجتہاد کا ایک نہایت سلیس اور واضح معیار امتحان کیلئے تجویز کیا ہے کہ بیس سوال ایسے تجویز کئے جائین جن کا حکم فقہا کے کلام مین نہ دیکھا ہو اور پھر ان کو کتاب وسنت سے خود مستنبط کرے اسکے بعد خود معلوم ہو جاوے گا کہ یہ شخص ان کے روبرو محض طفل مکتب ہے مین زبردستی اپنے دعوے کو منوانا نہین چاہتا امتحان کرلین اس حقیقت پر نظر کر کے کہا کرتا ہون کہ مین مسائل مین تو مقلد ہون مگر خود تقلید مین محقق ہون اور تحقیق کے بعد ہی تقلید اختیار کی ہے اسلئے مجھے کبھی اپنے فہم پر اطمینان نہین ہوتا جبتک کہ فقہاء کی جزئیات نہ دیکھ لون ہمیشہ اپنے پر بدگمان ہی رہتا ہون اور یہ غیر مقلد ہمیشہ اپنے پر نیک گمان اور دوسرون پر بدگمان رہتے ہین جو محض حدیث کے خلاف ہے خیر اسی میں ہے کہ اپنے نفس پر کبھی گمان نیک نہ رکھے اور ایسا شخص ہر موقع پر احتیاط کرنے گا حضرت حاجی صاحبؒ نے الحزم سوء الظن کی عجیب تفسیر فرمائی ہے ای بنفسہ یعنی اپنے نفس پر بدگمان رہے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آدمی اپنی فکر مین لگے دوسرے کی فکر مین کیون پڑے دوسرے پر جو مکھیان بھنک رہی ہین اُسپر تو اعتراض اور اپنے بدن مین کیڑے پڑرہے ہین ان کی پروا نہین۔ ایک بزرگ کی عادت تھی کہ کسی کو بُرا نہ کہتے تھے۔ ہر شخص مین کوئی نہ کوئی خوبی نکال لیتے تھے کسی نے فرمایا کہ کیا کہ یزید کے متعلق آپ کیا فرماتے ہین فرمایا کہ شاعر بہت اچھا تھا اور واقعی ہر شخص مین کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے اُنہون نے وہ محاسن جمع کر رکھے تھے۔ ایک صاحب نے مجھسے کہا کہ اگر کوئی شیطان کی نسبت پوچھتا تو کیا کہتے۔ میں نے کہا کہ وہ یہ جواب دیتے کہ مظہر مضل ہونے مین کامل تھا چنانچہ اپنی ضلالت کی آن کا کیسا پکا تھا۔ ایک بزرگ نے چلتے ہوئے دیکھا کہ شارع عام پر ایک سارق کو سولی پر لٹکا رکھا ہے پوچھا یہ کس جُرم مین سزایاب ہوا عرض کیا کہ حضرت اس نے ایک مرتبہ چوری کی تو ہاتھ کاٹا گیا دوسری مرتبہ چوری کی تو پاؤں کاٹا گیا اب تیسری مرتبہ چوری کی تو حاکم نے سولی کا حکم دیدیا ان بزرگ نے اس کی لاش کے پاس جاکر اسکے قدم چومے لوگون نے کہا کہ آپ اتنے بڑے شیخ اور اس سارق کے قدم چومے۔ فرمایا اسکے قدم نہین چومے اسکی استقامت کے قدم چومے ہین کاش ہمکو خیر مین ایسی استقامت ہو جیسی اسکو شر مین تھی۔

۲۴

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ عبث اور فضول مین تو وہ پڑے جسکو ضروریات سے غفلت ہو اور ضروریات کی فکر نہ ہو۔ دین اور آخرت کی فکر کرنیوالیکو کبھی فضولیات کی فرصت نہین ہوسکتی دیکھئے یہ دل کی لگی اور ضرورت اور فکر ایسی چیز ہے کہ اگر کسی کا لڑکا مر جاوے اور ابھی اسکی تجہیز و تکفین نہ ہوئی ہو اس حالت مین اس سے کوئی اقلیدس کی شکل سمجھنے کی درخواست کرے وہ کیا کہیگا بس یہی اہل اللہ کی ہروقت حالت ہے انکو اسکی فرصت کہان کہ کسی پر کفر کا فتوی دین۔ دوسری مثال سمجھئے کہ اگر کسی کی کشتی بیچ سمندر مین ڈانوان ڈول ہو گیا اس حالت مین اسکو مناظرہ کی سوجھے گی اسکی نظر تو صرف کشتی پر ہوگی۔ حضرت رابعہ بصریہ سے کسی نے پوچھا کہ کبھی تم نے شیطان پر لعنت بھی کی ہے فرمایا کہ مجھے اپنے محبوب کی یاد ہی سے فرصت نہین جو دشمن کی فکر کرون اور اسکی برائی کرون بزرگون کی یہی تعلیم ہے

؎ گراین مدعی دوست بشناختے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بہ پیکار دشمن نہ پرداختے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل زمانہ مکارون کا ہے پہلے زمانہ مین بدعتی لوگ بھی اللہ اللہ کرنیوالے ہوتے تھے اور باوجود غلطی کے پھر ان مین ایک قسم کا دین کا اثر تھا اور ابتو کثرت سے مکار دکاندار فاسق فاجر کبائر تک مین مبتلا ہین۔ کہانے کمانے کے خوب ڈہنگ یاد ہین۔ ایک مکار شخص دیہات مین دورہ کرتا تھا اور اسنے عوام کو معتقد بنانیکے لئے یہ مکر گانٹھ رکہا تھا کہ جو شخص دعوت کرتا یہ مراقب ہوکر کہتا کہ یہ دعوت حلال ہے یا حرام ہے جہلاء مین صاحب کشف مشہور ہو گیا حالانکہ محض کورا تھا اُسنے معیار اسکو قرار دے رکہا تھا کہ داعی کی حالت غریبی کی دیکہی تو حلال کہدیا ورنہ حرام کہدیا۔ کیونکہ اکثر غریبون کی کمائی حلال ہوتی ہے۔ اسی دورہ مین پٹھانون کی ایک بستی مین پہونچا وہان کسی ذہین آدمی کو شبہ ہو گیا اسنے امتحان کیلئے یہ ترکیب کی کہ ایک جولاہہ سے اس کی دعوت کرائی اور ایک رنڈی سے اسکی حرام کمائی کا ایک روپیہ قرض دلاکر دعوت کا سامان اُس سے خرید اگیا۔ یہ سب انتظام کرکے وہ جولاہہ دعوت کیلئے آیا دعوت سنکر وہ مکار مراقب ہوا اور کہنے لگا کہ سبحان اللہ نہایت پاکیزہ اور مطہر دعوت ہے پھر جب کھانا تیار ہوکر سامنے آیا اس وقت پھر اس سے کہا گیا کہ ذرا پھر مراقبہ کر لیجئے اسوقت بھی اُسنے یہی کہا جب کہانا کہا چکا پھر کہا گیا کہنے لگے کہ کھانا کھا کر بہت انوار محسوس ہوئے پھر تو پٹھانون نے جوتہ لیکر وہین مارنا شروع کیا کہ بدمعاش یہ تو زنا کے روپیہ سے دعوت کی گئی ہے تجھکو انوار نظر آرہے ہین۔ ایک اور پیر کی حکایت ہے ایک بھٹیاری ان کی مرید تھی پیر جا کر اسکے مہمان ہوئے۔ بیٹھے بیٹھے ڈنڈا الیکمہ

بھاگے اور کہا کہ دور ہو خبیث نکل یہان سے مُرید جی نے پوچھا میانصاحب کیا بات تھی کہا کہ خانہ کعبہ مین کُتا گھس آیا اسکو نکالا ہے۔ مرید جی نے دیکھا کہ پیر تو بہت ہی پھونچے ہوئے ہین مگر ان کا امتحان ضرور چاہئے تھی بڑی شوخ اُسنے خشکہ اُبالا اور گھی شکر نیچے کردیا اور چاول اوپر کرکے پیر کے سامنے رکھدیا۔ پیر بولے نہ کچھ مٹھائی نہ گھی کہا کہ میانصاحب اتنی دُور کا کُتا تو نظر آگیا اور سامنے رکابی مین چاولون کے نیچے کا گھی شکر نظر نہ آیا۔ پیر بہت شرمندہ اور محجوب ہوئے یہ دکاندار ایسی ہی باتین کرتے پھرتے ہین۔ ایک اور پیر کا واقعہ یاد آیا مین ایک مقام پر بلایا ہوا گیا وہان وعظ ہونا بھی تجویز ہوا وہان پر ایک پیر آتے جاتے تھے میرے میزبان ان کے مرید بھی تھے انکو معلوم ہوا کہ فلان شخص کا وعظ ہے فکر ہوئی کہ کبھی ایسی کوئی بات نہ کہدے کہ مرید بداعتقاد ہوجاوین ایک بدعتی مولوی کو ساتھ لیکر مناظرہ کیلئے آئے مجھکو غالباً سب قصہ معلوم ہوچکا تھا مین نے وعظ مین بیان کیا کہ آجکل کے جو پیر ہین انکو اکثر کو علم نہین ہوتا بے علم ہوتے ہین اسلئے ایسے پیرون سے مسائل تو مت پوچھا کرو اگر نہ بتلایا شرمندہ ہون گے اگر غلط بتلایا گناہگار ہونگے اسلئے علماء سے پوچھا کرو لیکن چونکہ انکو بزرگون سے نسبت ہی اور اس نسبت کے سبب ان کا حق بھی ہے اسلئے ان کی خدمت ضرور کرنا چاہئے۔ نیز یہ کوئی معیشت کا کام بھی نہین کرسکتے معذور ہین اسلئے حاجتمند ہونے کے سبب بھی مستحق ہین جب پیر صاحب کو اطمینان ہوگیا کہ ہماری آمدنی مین کوئی کھنڈت نہین ڈالی بیفکر ہوگئے اور بس مناظرہ ختم ہوگیا ان لوگون کی عجیب عجیب حکایات ہین علمی بھی عملی بھی عملی تو سن لین اب علمی سنئے ایک ایسے ہی جاہل نام کے مولوی نے وعظ مین ایاک نعبد وایاک نستعین کی یہ تفسیر کی کہ قیامت کے روز حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہونگے اور حق تعالیٰ بھی عرش پر جلوہ فرما ہونگے تو اہل محشر حق تعالیٰ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے کہین گے ایاک نعبد اور حضور کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے کہین گے وایاک نستعین یہ خرافات ہین ان جاہلون کی جنکو علوم مین شمار کرتے ہین اور سننے والے مسرور اور محظوظ ہوتے ہین کہ کیا نکتہ فرمایا گو یا نعوذ باللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایاک نستعین کا مخاطب قرار دیکر الٰہ بنایا مین اسکے متعلق کہا کرتا ہون کہ ہمتو حضور کو عبد کہتے ہین اور کامل اور تم الٰہ کہتے ہو اور ناقص تو بتلاؤ تنقیص کون کرتا ہے۔ کانپور مین ایک صوفی نما رئیس حضرت معاویہ کی شان مین گستاخی کرتا تھا مجھسے ایک صاحب نے کہا کہ اگر اسکی اصلاح ہوجاوے تو بہت مناسب ہے مین ان صاحب کی ساتھ گیا اُنہون نے اس رئیس سے کہا کہ مین اسکو لایا ہون آپ اپنے سب شبہات رفع کرلیجئے کہنے لگے شبہ ہی کیا موٹی بات اور تاریخی بات ہے

کہ حضرت معاویہ حضرت علی کی شان مین گستاخی کرتے تھے اور حدیث مین آیا ہے من سبّ اصحابی فقد سبنی اور حضرت علی صحابی ہین تو حضرت معاویہ اس وعید کے مورد ہوئے۔ مین نے کہا کہ گو حدیث مین یہ الفاظ نہیں مگر اس مضمون سے انکار نہین لیکن یہ مضمون ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میری اولاد کو کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھے گا تو اسکی آنکھین نکال ڈالون گا تو اس توبیخ کا محل دوسری اولاد نہین بلکہ غیر لوگ ہین پس اسی طرح یہا پیر غیر اصحاب مراد ہین خود اصحاب مُراد نہین اور یہان دونون صحابی ہین لہذا حضرت معاویہ اس وعید کے محل نہین خاموش محض ہوگئے اور شرمندہ ہوکر کہنے لگے آپ ذہانت سے کام لیتے ہین۔ مین نے کہا کہ پھر کیا غباوت سے کام لیا جاوے اور اگر کسی کو لفظ من کے عموم سے شبہ ہو تو یہ سمجھ لو کہ اس عموم مین دلائل شرعیہ سے ایک قید لگائی جاویگی کہ وہ عموم مراد متکلم سے متجاوز نہ ہو اسلئے یہان بھی یہ عموم غیر اصحاب کیلئے ہوگا جب وہ لاجواب ہوکر مجلس مین خفیف ہوئے اور معزز آدمی کو ذلیل کرنے کو جی نہین چاہتا۔ اللہ نے جسکو عزت دی کسی کو حق نہین اسکو ذلیل سمجھنے کا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ بعضے فقراء امراء کی تحقیر کرتے ہین یہ تکبر ہے اسلئے مین نے انکی عزت بڑہانے کو ان سے ایک درخواست بھی کردی کیونکہ وہ عامل بھی تھے مین نے ان سے کہا کہ مجھکو نیند کی کمی کی شکایت ہے اسکی کوئی تدبیر کردیجئے وہ خوش ہوگئے اور کئی روز تشتری لکھ لکھ کر مجھکو پلائی اسی رعایت اہل وجاہت پر ایک واقعہ یاد آیا کہ یہان پر وقف کمیٹی کا ایک وفد مسائل معلوم کرنے کیلئے آیا تھا اس مین بڑے بڑے بیرسٹر تھے مین نے انکو مولوی شبیر علی کے مکان پر ٹھیرایا اور خود وہان جاکر گفتگو کی اس گفتگو مین ان کے مراتب کا خاص لحاظ رکھا کسی قسم کی اہانت انکی گوارا نہین کیگئی ان پر اس کا بیحد اثر ہوا ان کے آنے کیوقت مین اسٹیشن پر نہین گیا تھا مگر رخصت کیوقت جب وہ لوگ اسٹیشن پر پہونچ چکے مین بعد مین تنہا اسٹیشن پہونچا وہ شرمانے لگے مین نے کہا کہ مین تو آنے کے وقت بھی جاتا مگر میرا وہ جانا جاہ کے تحت مین ہوتا اور اب چاہ (یعنی محبت) کے تحت مین ہے۔ مین ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہون کہ مخاطب کی کسی قسم کی اہانت نہ ہو کسیکو حق کیا ہے دوسرے کو ذلیل اور حقیر سمجھنے کا۔

(**ملفوظ** ۱۰۸۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ لوگ مجھکو سخت مزاج کہتے ہین مین کہا کرتا ہون کہ مین سخت نہین بلکہ نرم ہون مگر مضبوط ہون اور اس کی ایک مثال دیا کرتا ہون کہ جیسے ریشم کا رسہ نرم تو اسقدر کہ جسطرف کو چاہو موڑ لو جہان چاہے گرہ لگالو اور مضبوط اس قدر کہ اگر ہاتھی کو بھی اس مین باندھ دو تو

جنبش نہین کر سکتا تو اسی طرح مین ہون تو نرم مگر الحمد للہ مضبوط ہون کسی کے اثر سے اپنے اصول کو توڑ نہین سکتا۔ مضبوطی کو لوگ سختی سے تعبیر کرتے ہین جو سخت غلطی ہے آدمی کو سمجھ سے کام لینا چاہئے دوسرے مجھ ہی پر سب الزام ہین۔ ایذا دینے والون کو کوئی نہین دیکھتا کہ یہ بھی کچھ کرتے ہین یا نہین۔ مین تو اس کی سخت کوشش کرتا ہون کہ کسی کو کچھ نہ کہون مگر لوگ سیدھی سادی اور صاف باتون کو الجھن مین ڈال کر پیڑھا بناتے ہین خود بھی پریشان ہوتے ہین اور مجھکو بھی پریشان کرتے ہین اسپر بولنا پڑتا ہے۔

(ملفوظ ۱۰۹۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ رسم و رواج کا اس زمانہ مین اس قدر غلبہ ہے کہ حقیقت تو بالکل گم ہی ہوگئی اعداس رسمی تہذیب اور ادب سے مجھکو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ نیت تو کرنے والے کی تکلیف دینے کی نہین ہوتی مگر صورۃً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی کسی کو بنایا کرتا ہے۔ زیادہ ضرورت اسکی ہے کہ اس کا خاص اہتمام کرے اور اس کی سعی اور کوشش کرے کہ کسی کو اذیت نہ پہونچے حقیقت ادب کی یہ ہے ادب اصل مین نام ہے حفظ حدود کا اور حفظ حدود کا خاصہ ہے کہ سبکو راحت ہوتی ہے اور جسطرح نمایشی تہذیب سے بچنا ضروری ہے ایسے ہی یہ بھی لازم ہے کہ بے ادب بھی نہ بنجائے ہر چیز مین اعتدال کی ضرورت ہے اور یہ بات بدون کسی کی جوتیان سیدھی کئے ہوئے حاصل ہونا مشکل ہے خصوص اس طریق مین تو ایک قدم بھی بدون شیخ کامل کے سرپر ہوئے رکھنا خطرہ سے خالی نہین۔ سخت ضرورت ہے کہ اس راہ کا واقف کار سرپر ہو اسکی تعلیم پر عمل ہو اپنے تمام ارادون اور تمناؤن اور خواہشون کو فنا کر کے شیخ کے سپرد کر دے پھر اس راہ مین قدم رکھے اور جگہ تو بعد مین فنا ہے اور یہان پہلے فنا ہے۔ غرض پہلی شرط اس راہ مین قدم رکھنے سے یہ ہے کہ ایسا بن جائے کہ ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجان شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

(ملفوظ ۱۰۹۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آفت تو آجکل یہ ہے کہ کام پیچھے شروع کرتے ہین پہلے ثمرات کے طالب ہوتے ہین ارے میان کیا ثمرات لئے پھرتے ہو یہی کیا تھوڑا ثمرہ ہے کہ کام مین لگ جانیکی توفیق عطا فرمادی گئی۔ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی تھی کہ ذکر کرتا ہون مگر کوئی نفع نہین معلوم ہوتا۔ فرمایا کہ یہ کیا تھوڑا نفع ہے کہ ذکر مین لگے ہوئے ہو واقعی یہ حضرات حکیم ہوتے ہین کیسی عجیب بات فرمائی۔ ایک شخص نے مجھسے کہا کہ ذکر مین مزا نہین آتا مین نے کہا کہ مزا ذکر مین کہان مزا تو مذی مین ہوتا ہے جو بی بی سے ملاعبت کے وقت خارج ہوتی ہے۔ یہان کہان مزا ڈھونڈتے

پھرتے ہو لوگ ان چیزوں کو مقصود سمجھتے ہین حالانکہ یہ سب غیر مقصود ہین یہ سب طریق سے ناواقفیت کی دلیل ہے اس طریق سے لوگون کو ازحد درجہ اجنبیت ہو گئی ہے عوام تو بیچارے کس شمار مین ہین خواص بلکہ اخص الخواص تک کو ایسی غلطیون مین ابتلا ہے لکھنؤ مین ایک پیر تھے جو عالم بھی تھے میرے ایک دوست میرے کہنے سے ان سے ملے۔ پیر صاحب نے دریافت کیا کچھ ذکر شغل کرتے ہو انہون نے سب بتلا دیا پیر صاحب دریافت کرتے ہین کہ شغل کیوقت کچھ نظر بھی آتا ہے انہون نے کہا کہ کچھ بھی نہین فرماتے ہین بس تو ثواب لئے جاؤ باقی نفع کچھ نہین مجھکو سنکر حیرت ہو گئی کہ اتنا بڑا شخص اور یہ عقیدہ کیا علاوہ ثواب کے اور بھی کوئی چیز مقصود ہے اسلئے کہ ثواب کی حقیقت ہی رضاء حق اور اعمال صالحہ واجبہ سے یہی مقصود ہے کہ قرب حق اور رضاء حق حاصل ہو سو وہ اور کیا چیز ہے جسکو دیکھنا چاہتے ہین مقصود ان بزرگ کا وہی کیفیات تھین جنکو آجکل معراج کمال سمجھا جاتا ہے مگر ان باتون مین کیا رکھا ہے اصل بات یہ ہے کہ طریق مردہ ہو چکا تھا لوگ اسکی حقیقت سے بے خبر ہو چکے تھے اب مدتون کے بعد بحمد اللہ روز روشن کی طرح ایسا زندہ ہوا ہے کہ اس کا ایک ایک مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہو چکا۔ اب معترضین اگر تصوف پر کسی قسم کی نکتہ چینی کرین تو محض محرومی ہے۔ دلائل سے یہ ثابت کر دیا گیا کہ مقصود اعمال اختیاری ہین ظاہرہ اور باطنہ صرف اصطلاح مین یہ تمائز کر دیا گیا ہے کہ اعمال ظاہرہ کا نام شریعت ہے اور اعمال باطنہ کا نام طریقت باقی اعمال کے علاوہ جو اشغال و ریاضات وغیرہا کی جو تعلیم دیجاتی ہے وہ مقصود نہین بلکہ مقصود کی معین ہے اور اس کا درجہ محض تدابیر طبیہ کا درجہ ہے وہ فی نفسہ طاعات نہین اسلئے ان کو بھی بدعت نہین کہہ سکتے جیسے تدابیر طبیہ کو کوئی بدعت نہین کہتا اور یہی وجہ ہے کہ یہ تدابیر ہر سالک کے لئے اختلاف احوال سے مختلف ہوتی ہین چنانچہ ایک خانصاحب نوعمر اور انگریزی تعلیم یافتہ مگر سمجھدار یہان آئے تھے تین روز یہان پر رہے اسکے بعد وطن پہونچکر مجھکو لکھا کہ میرے اندر کبر کا مرض ہے۔ مین نے لکھا کہ یہی مضمون درمیان میں کچھ وقفہ دیکر پانچ مرتبہ مجھکو لکھدو انہون نے ایسا ہی کیا بفضلہ تعالیٰ مرض جاتا رہا۔ غالباً پانچ خط پورے بھی نہین ہوئے تھے چار ہی آئے تھے مرض کا ازالہ ہو گیا تو یہ تدبیر ان کے مناسب تھی عام نہین اور میرے اس لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ جو تین روز یہان رہکر گئے ان کی طبیعت کا مجھکو اندازہ ہو گیا کہ غیور طبیعت ہے اور فہم مین سلامتی ہے اس مضمون کو بار بار اعادہ کرنے سے خود طبیعت مین غیرت آویگی کہ

ایک ہی بات کو بار بار پیش کرنا اور اسکو دفع نہ کرنا شرم کی بات ہے چنانچہ یہی ہوا تو اب کوئی معترض صاحب سے پوچھے کہ اس مین کونسی بدعت کی بات ہے اگر ہے تو طبیب جسمانی کی تدابیر بدعت کیون نہین مابہ الفرق دونون مین کیا ہے جبکہ ہم ان تدابیر کو بھی مقصود بالذات سمجھکر اختیار نہین کرتے۔ اس مین جو بات ہے جسکے سبب نفس ایک کو اختیار کرتا ہے دوسرے کو بدعت کہتا ہے مین اسکو ظاہر کئے دیتا ہون وہ یہ کہ امراض جسمانی کو تو امراض سمجھا جاتا ہے اسلئے طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت نہین کہتے اور اسکو ازالہ مرض کیلئے اختیار کیا جاتا ہے اور امراض نفسانی کو امراض ہی نہین سمجھا جاتا اسلئے طبیب روحانی کی تدابیر کو بدعت کہتے ہین تاکہ اُسکے ٹالنے کا بہانہ مل جاوے۔ اور یہ سب علمی و عملی غلطیان ان جاہل اور دکانداروں کی بدولت ہوئین جس سے خود طریق بھی بدنام ہوگیا اب الحمدللہ حقیقت کھل گئی

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جیسے چھوٹون کو بہت امور مین بڑون کی ضرورت ہی ایسے ہی بڑون کو بھی بہت امور مین چھوٹون کی ضرورت ہے۔ خودرائی نہ بڑون سے پسند نہ چھوٹون سے مزاحًا فرمایا کہ ہان اگر دونون اپنے کو خودرائی سمجھین تو یہ بات نہایت پسندیدہ ہی کیا بلکہ اصل مقصود ہے مگر آج کل یہی مرض خودرائی اور کبر کا زیادہ تر عام ہوگیا ہے یہ نفس کمبخت بڑا ہی دشمن ہے کسی کو اسپر اطمینان نہین کرنا چاہئے۔ یہ وہ چیز ہے اس نے بڑون بڑون کو پلک جھپکتے مین کہین سے کہین پھینک مارا ہے۔ مین تو اکثر کہا کرتا ہون کہ شیطان کو تو یہ کہتے ہو کہ وہ ہمکو بہکاتا ہے مگر شیطان کو کسنے بہکایا تھا کہ اسنے خدا کی نافرمانی کی یہ نفس صاحب ہی کے تو کرشمے ہین اس سے معلوم ہوا کہ نفس کا شر شیطان سے بھی بڑھا ہوا ہے بلکہ جو لوگ صاحب مجاہدہ اور صاحب ریاضت کہلاتے ہیں ان کو بھی مطمئن اس نفس سے نہین ہونا چاہئے کہ ہم نفس کشی کر چکے ہین اب اس سے کوئی اندیشہ نہین اسلئے کہ یہ کبھی اسباب نہ ہونیکی وجہ سے دبا رہتا ہے اور اسباب ہونے پر یہ نہایت ہی سرکش ثابت ہوتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ مجاہدات ریاضات سے رذائل کا ازالہ نہین ہوتا بلکہ امالہ ہوجاتا ہے اسلئے بیفکری کسی وقت نصیب نہین ہوسکتی اور نہ بیفکر ہونا چاہئے دشمن ہر وقت تاک مین ہے اس نفس ہی کی متعلق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

نفس اژدہاست او کے مردہ است　　　از غم بے آلتی افسردہ است

۱۹۳۰
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل فضول باتون اور کامون مین لوگ اپنے اوقات کو ضائع کرتے ہین حتیٰ کہ بزرگون کی خدمت مین جاکر بھی اس فضول سے باز نہیں آتے اپنا تو وقت ضائع کرتے ہی ہین ان کا بھی کرتے ہین۔ الحمدللہ میرے یہان یہ بات نہین۔ یہان تو یہ ہے کہ جس کام کیلئے یہان آئے ہو اس مین لگو ورنہ چلتے بنو۔ یہان مجلس آرائی نہین اور زیادہ تر حصہ فضول اور عبث کا دوسرونکی حکایت اور شکایت میں ہوتا ہے اس کا علاج یہی ہے کہ آدمی اپنی فکر مین لگے اپنی فکر چھوڑ کر دوسرون کے درپے ہونا اسکی ایسی مثال ہے کہ اپنے بدن پر تو سانپ بچھو لپٹے ہین اس مین کیڑے پڑ رہے ہین انپر تو نظر نہین اور دوسرون پر جو مکھیان بیٹھ گئی ہین اسکو گاتے پھرتے ہین۔ اور یہ مرض آجکل اس قدر عام ہوگیا ہے کہ جس طبقے کو دیکھو ان کو اس مین ابتلاء ہے۔ زمیندار۔ حکام۔ محکومین۔ علماء۔ صوفیہ۔ درویش سب کے سب اس مرض مین مبتلا ہین۔ افسوس ان لوگون کو وقت کی قدر کیون نہین آخر ادھر ادھر کی باتون سے کیا غرض ہین تو اس موقع پر یہ پڑھا کرتا ہون ؎

ماقصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم — از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

کیا معلوم نہین کہ ایک ایک منٹ اور ایک ایک سکنڈ ہاتھ سے خالی نکلجانا جسمین ذکر اللہ نہ ہون کیسی بدنصیبی ہے اسیکو فرماتے ہین ؎

یک چشم زدن غافل ازان شاہ نباشی — شاید کہ نگاہی کند آگاہ نباشی

۱۹۳۱
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ عشاق کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے انکی ہر ادا کسی اور ہی چیز کا پتہ دیتی ہے ایسے ہی لوگون کو مخلوق دیوانہ اور پاگل بتاتی ہے دیوانہ تو ہین مگر یہ بھی معلوم ہے کہ کیسے دیوانہ اور کس کے دیوانہ ہین اسیکو دلانا فرماتے ہین ؎

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم — مست آن ساقی وآن پیمانہ ایم

اور فرماتے ہین ؎

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد — مرعسس را دید درخانہ نہ شد

ان کے قلوب پر آرے چل رہے ہین تمہین کیا خبر کہ وہ کس گرفتاری مین ہین مگر وہ آرے چلنا ان کیلئے چین ہے راحت ہے اور وہ بزبان حال یہ کہہ رہے ہین ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت — سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

دیکھئے ایک مُردار عورت پر کوئی عاشق ہو جائے تو کیا حالت ہو جاتی ہے۔ مجنون ہی کا واقعہ دیکھ لیجئے
اسیکو مولانا فرماتے ہین ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود — گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

حالانکہ اس عورت کا عشق فانی اور وہ خود فانی اور یہ تو خدا کا عشق ہے جو خود باقی ان کا عشق باقی اسلئے وہ سب محبوبون سے زیادہ تو ان کے عشق مین تو جو کچھ بھی حالت بنجائے تھوڑی ہے اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

عشق با مُردہ نباشد پائدار — عشق را با حیّ و با قیوّم دار
عشق ہائے کز پئے رنگے بود — عشق نبود عاقبت ننگے بود
عاشقی با مردگان پایندہ نیست — زانکہ مردہ سوئے ما آیندہ نیست
غرق عشقے شو کہ غرق ست اندرین — عشقہائے اولین و آخرین

اور گو ہمارا منہ نہین کہ ہم اس ذات بیچون و بیچگون کے عشق کا دعویٰ کرین اور نہ ہم مین اتنی استعداد کہ وہان تک ہماری رسائی ہو تو پھر اس نام کے عمل سے کامیابی کا احتمال بھی نہین ہو سکتا تو پھر کوشش بیکار مگر پھر بھی مایوس نہ ہونا چاہئے بیشک ہماری کوشش سے اس جگہ رسائی نہین ہو گی بلکہ ان کے فضل سے تو ہو سکتی ہے اسی کو فرماتے ہین۔

تو مگو ما را بدان شہ بار نیست — با کریمان کارہا دشوار نیست

میرے اس کہنے کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے کئے اگر کچھ نہ ہو گا تو وہ ایسے کریم ہین کہ وہ سب کچھ خود کردین گے۔ اُٹھکر چلنا شروع تو کردو پھر خود رحمت حق آغوش مین لیلے گی۔ اس ہی لئے ضرورت ہی کہ کام مین لگا رہے پھر سب کچھ آپ ہو رہے گا اس کام مین لگے رہنے کو فرمایا ہے ؎

یک چشم زدن غافل ازان شاہ نباشی — شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

۱۰۹۵ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ قرب کیلئے ظاہر اور باطن دونون کی تکمیل اور درستی کی ضرورت ہے یہ افراط و تفریط ہے کہ بعض نے ظاہر سے انکار کر دیا اور بعض نے باطن سے انکار کیا۔

۱۰۹۶ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل افعال رذیلہ کا ہر شخص شکار بنا ہوا ہے اس کا زیادہ تر سبب اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت سے محروم رہنا ہے۔ صحبت بڑی چیز ہے اور اس کی

قدر اسلئے نہین رہی کہ آخرت کی فکر نہین ورنہ آخرت کی فکر مین رہنے والا اپنے کو اس سے کبھی مستغنی نہین سمجھ سکتا اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

بے عنایات حق وخاصان حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اور مین تو اس زمانہ مین صحبت اہل اللہ کو فرض عین کہتا ہون یہ زمانہ بڑا ہی نازک ہے اور تو کیا ایمان ہی کے لالے پڑ رہے ہین اور اس کی حفاظت ان حضرات کی صحبت ہی سے ہو سکتی ہے تو جو چیز سبب ہو ایمان کے حفاظت کا اسکے فرض عین ہونے مین کون شبہ کر سکتا ہے۔

(**ملفوظ** ۱۰۰۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اس نیچریت کی بدولت زیادہ تر لوگون کی دینی حالت برباد ہوئی ان کے یہان ہر چیز کا معیار اور مدار محض عقل ہے لیکن موٹی بات ہے کہ مخلوق احکام خالق کا احاطہ کیسے کر سکتی ہے اور عقل بھی تو مخلوق ہی ہے وہ کہان تک پرواز کریگی کہین نہ کہین جا کر اس کی دوڑ ضرور ختم ہو جائیگی۔ اسیکو مولانا فرماتے ہین ؎

آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازین دیوانہ سازم خویش را

۳۴۳

اسلئے سخت ضرورت ہے کہ ان سب چیزون کو وحی کے تابع بنا کر کام مین لگے۔ بدون وحی کے اتباع کے راہ کا ملنا کارے دارد۔ پس اصل چیز ہے وحی اور اگر نری عقل پر مدار رہے تو عقل کا ایک اقتضا تو یہ بھی ہے جیسا ایک شخص نے کہا تھا وہ اپنی مان سے بدکاری کیا کرتا تھا کسی نے کہا کہ ارے خبیث یہ کیا حرکت ہے تو کہتا ہے کہ جب مین سارا ہی اسکے اندر تھا تو اگر میرا ایک جزو اسکے اندر چلا گیا تو حرج کیا ہوا یہ حکم بھی تو عقلیات مین سے ہو سکتا ہے ایک شخص گوہ کھایا کرتا تھا اور منع کرنے پر کہا کرتا تھا کہ جب یہ میرے ہی اندر تھا تو پھر اگر میرے ہی اندر چلا جاوے تو اس مین کیا حرج ہے تو ان چیزون کو عقل کے فتوی سے جائز کہا جاویگا ایسے ہی یہ آجکل کے عقلا ہین۔ غرض عقل کا اتباع بدون وحی کے کرنا بالکل ان ہی واقعات کا مصداق ہے چنانچہ اب بھی نتیجہ یہی ہو رہا ہے اور ہوگا کہ گوہ کھاوین گے اور کھا رہے ہین ایسی ہی عقل کی نسبت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین

آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازین دیوانہ سازم خویش را

آجکل کے عاقل محض آکل ہین۔ عقل کی ایک بات بھی نہین ہر وقت اکل کی فکر ہے۔ ارے کیون ٹھوکرین کھاتے پھرتے ہو جبتک وحی کا اتباع نہ کروگے میں بقسم عرض کرتا ہون کہ راہ نہین ملسکتا

راہ ملنے کا طریق صرف انقیاد اور اطاعت ہے۔ جب تک وحی کے سامنے اپنی عقل کو اپنی راؤن کو نہ مٹادوگے اور فنا نہ کردوگے اسوقت تک ہرگز ہرگز منزل مقصود کا پتہ نہ چلیگا اسیکو فرماتے ہین ؎

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ　　جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اور جب انقیاد اختیار کروگے پھر یہ حالت ہو جائے گی ؎

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود　　ہر کجا دردے دوا آنجا رود

(ملفوظ ۱۰۹۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اتباع حق اور اتباع سنّت بڑی چیز ہیں۔ اس سے دوسرون پر بھی اثر ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ہرقل کا ایک قاصد آیا اسنے مدینہ منورہ مین آکر لوگون سے دریافت کیا جسکو مولانا فرماتے ہین ؎

گفت کو قصر خلیفہ اے حشم　　تا من اسپ ورخت را آنجا کشم

یہ جواب ملا ؎

قوم گفتندش کہ اورا قصر نیست　　مر عمر را قصر جان روشنے ست

یہ اتباع اور تقوے کے برکات ہین جس سے سب جھکا دیتے ہین اسی کو فرماتے ہین ؎

ہر کہ ترسید از حق و تقوی گزید　　ترسد ازوے جن و انس وہر کہ دید

اور فرماتے ہین ؎

ہیبت حق است این از خلق نیست　　ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

(ملفوظ ۱۰۹۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اگر کوئی عقل نہ ہونے کی وجہ سے نیک ہو تو یہ بھی خدا کی رحمت ہے بہت بڑا انعام ہے شاید عقل ہوتی تو اسکو شرارت میں صرف کرتا اسکی بھی قدر کرنا چاہئے۔

(ملفوظ ۱۱۰۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہندؤن کے یہان مُردے جلائے جاتے ہین کیا اس کی کچھ اصل ہے۔ فرمایا کہ ہمارے حیدر آبادی مامون صاحب نے اسکے متعلق ایک عجیب بات کہی کوئی تاریخی بات تو ہے نہیں تخمینی ہی ہے مگر ہے جی کو لگتی۔ اس میں ایک مقدمہ کی ضرورت ہے وہ یہ کہ اصل مقتضا فطرت کا یہ ہے کہ کسی شے کے ناکارہ ہو جانے کے بعد اسکو اس عنصر مین ملادیا جاوے جو اس میں غالب ہو۔ تو انسان مین چونکہ خاکی عنصر غالب ہے اسکو دفن کرکے خاک مین ملا دیتے ہین اور ہندؤن کے پیشواؤن مین اکثر دیو تا جنات مین سے ہوئے ہین ان مین نار غالب ہے تو عجب نہیں کہ ان کی شریعت مین یہ حکم ہو

یا فلسفی طور پر قومی رسم ہو کہ ان کو بعد موت آگ مین جلا دیتے ہون مگر شریعت محمدیہ چونکہ عام ہے اسلئے اس وقت جنات کیلئے بھی کوئی حکم خاص نہین

(ملفوظ ۱۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بہت دن تک حکمت یونانی اور ڈاکٹری کے نسخے استعمال کر کے دیکھ لئے اب تو چند روز کیلئے حکمت ایمانی کا سبق پڑھ کر دیکھ لو ذرا معلوم تو ہو اس راہ کی ہوا تو لگے یا ساری عمر یون ہی گذار کر خدا کے سامنے جا کھڑے ہو گے ؎

چند خوانی حکمت یونانیان — حکمت ایمانیان را ہم بخوان
صحت این حس بجوئید از طبیب — صحت آن حس بجوئید از حبیب
صحت این حس ز معموری تن — صحت آن حس ز تخریب بدن
علم نبود غیر علم عاشقی — مابقی تلبیس ابلیس شقی

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۱۰۲) فرمایا کہ اسکے قبل بریلوی خانصاحب کے ایک شاگرد نے ایک کتاب تقریظ کیلئے بھیجی تھی مین نے لکھدیا کہ مفصل دیکھنے کی فرصت اور مجمل مطالعہ تقریظ کیلئے کافی نہین کیونکہ تقریظ شہادت ہے اسلئے اس مین واقعہ کی پوری کیفیت معلوم ہونا شرط ہے اسکے جواب مین آج ان کا دوسرا خط آیا ہے لکھا ہے کہ عام رواج علماء کا یہی ہے کہ ایک آدہ مقام دیکھکر تقریظ لکھدیتے ہین۔ اب غور کیجئے کہ جب یہ شہادت ہے تو بدون پورا دیکھے کیسے شہادت لکھ دون۔ بعضے لوگ جیسے خود بد احتیاط ہین اور رسم و رواج کے پابند ہین ایسا ہی دوسرون کو بھی سمجھتے ہین اور پھر کتاب کی بھی دوسری جلد بھیجی جو فقہیات مین ہے جسمین بدعت و سنت کا کوئی اختلاف نہین پہلی جلد نہین بھیجی جو معلوم ہوا کہ عقائد مین ہے اور اس مین عقائد بدعیہ کی تائید کی ہے اسکو بھیجتے تب تقریظ لکھتا اس مین سوائے مزخرفات کے اور کیا ہو گا تو اس کا تو ایک ادنی سا جز و دیکھکر بھی رائے لکھی جاسکتی تھی اسی وجہ سے نہین بھیجی۔ دوسرے ان بزرگ کو ایسی فرمائش کرتے شرم نہ آئی ساری عمر تو گالیان دین اب تقریظ لکھوانے بیٹھے ہین جس کا ایک سبب ہے وہ یہ کہ مصنف نے اس کتاب کو حیدرآباد کے ایک بڑے عہدہ دار کے نام سے معنون کیا ہے اور انکو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ

میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہین تو میری تقریظ سے یہ نفع حاصل کرنا چاہتے تھے کہ وہ ان کے بہت سے نسخے خریدلیں اگر میں تقریظ لکھدیتا تو اسکو کون دیکھتا ہے کہ یہ تقریظ کس جلد پر ہے۔ یہی مشہور کیا جاتا کہ کتاب پر تقریظ ہے تو اس مین ان عقائد کی بھی تصویب ہوتی باقی یہ جو لکھا ہے کہ کچھ کتاب دیکھکر تقریظ لکھدی جاتی ہے تو جن پر اعتماد ہوتا ہے انکی ہر بات پر اطمینان ہوتا ہے اس اعتماد پر لکھدی جاتی ہے گو مجھکو تو یہ پسند نہیں۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ خواہ مخواہ مجھکو ان قصّون مین پھنساتے ہین (کسی معاملہ مین فیصلہ کرنیکی درخواست کی گئی تھی) یہ کونسی محبت ہے کہ ایک بے تعلق شخص کو خلجان مین مبتلا کیا جاوے پھر یہ کہ اگر وہ فیصلہ کسی کے خلاف ہوا تو مین اس فیصلہ کا نفاذ کس طرح کرون گا عدالت تو سمن جاری کرسکتی ہے پکڑ کر بلوا سکتی ہے میرے پاس کونسی قوت ہے جس سے یہ انتظام ہوسکے۔ مانع اول کی تائید مین فرمایا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا کہ دو شخصوں کے درمیان فیصلہ مت کیجئو اور یتیم کے مال کی تولیت مت کیجئو ان کیلئے تو یہ تجویز فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے سلطنت تجویز فرمائی تو ہر ایک کا جدا حال ہے۔ ان قصون مین پڑنے سے ایک مانع یہ ہے کہ فریقین کے اختلاف کیوقت اس مین شہادت ہوگی۔ قبول شہادت مین شرط یہ ہے کہ ثقہ ہو اور اسوقت حالت یہ ہے کہ صورت تو ثقہ مگر اندر بے ایمانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے تو اس کا پتہ ہی چلنا مشکل ہے اس کا کیا اطمینان ہوگا کہ یہ شخص قابل شہادت کے ہے یا نہیں۔ اور مین تو کیا بلا ہون کیا امید کرون کہ میرے سامنے کوئی جھوٹ نہ بولیگا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعضے لوگ جھوٹا حلف کرلیتے تھے۔ حضور کے سامنے اور جھوٹا حلف کیا ٹھکانا ہے اس بے ادبی اور گستاخی کا۔ خلاصہ یہ کہ نزاعیات مین دو چیزین ہین ایک تو شرعی حکم وہ تو معلوم ہے اور ذہن مین ہے اور ایک ہے اختلاف تو فیصلہ میں زیادہ تر امر اہم اس کا معلوم کرنا ہے سو اسکا علم نہ کسیکے ذہن مین ہے نہ مقدمہ کی مسل دیکھکر آسکتا ہے تو اگر اختلاف رہا تو پھر تجویز اور تنفیذ دونون مین کیا کرسکون گا۔ مسلمانون کی خدمت سے انکار نہیں مگر قدرت مین بھی تو ہو اور طالب علمون کو ایسے قصون مین پڑنے سے سلف نے بھی منع فرمایا ہے چنانچہ امام محمد صاحب نے وصیت فرمائی ہے کہ علماء کسی دستاویز پر دستخط یا گواہی نہ کرین۔ شامی نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے اور وجہ اس کی غور کرنے سے یہ ہے کہ اہل علم کو ایسے طرز پر رہنا چاہئے کہ وہ سب کی نظر مین یکسان ہون کسی کے مخالف اور موافق نہ سمجھے جائین ورنہ ان کو ایک فریق مین شمار کرلیا جاویگا اور ان سے جو نفع عام ہورہا ہے وہ بند ہوجاویگا۔ دیکھئے یہ اجازت اس وقت تھی جس کی بناء

پر امام صاحب نے یہ فرمایا اور اب تو ویسے بھی لوگ علماء سے بدظن ہیں اب تو بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے پھر ان سب کے علاوہ خاص میری طبیعت اور حالت کا بھی یہی مقتضا ہے چنانچہ اگر آپ یہاں پر دو چار روز رہکر دیکھیں تو معلوم ہو کہ میں سوائے ایک کام کے اور کسی کام کا نہیں ہوں۔ اور تحریکات حاضرہ میں جو میں شریک نہیں ہوا اسکی ایک وجہ تو یہی تھی کہ اس مجموعہ کو شریعت کے خلاف سمجھتا تھا دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ خلاف طبیعت بھی تھا ہر وقت دوسروں کی احتیاج ہر وقت یہ فکر کہ دیکھئے کہیں جماعت میں سے کوئی کم نہ ہو جائے یہ نہ ہو جاوے وہ نہ ہو جائے اور جو اہل علم ان تحریکات میں شریک ہوئے ان میں سے اکثر کسی کام کے نہیں رہے یعنی جو اُن کے فرائض تھے اسکے کام کے نہ رہے البتہ ایک کام کے رہ گئے کہ جو طواغیت کفر کے زبان سے نکلے اُسے قرآن وحدیث سے ثابت کر دیں اور آگے ختم

(**ملفوظ** ۱۱۰۴) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ کثرت مشاغل کی وجہ سے اوقات پر کام نہیں ہوتے اس طریق کی تسہیل کی کوئی تدبیر تحریر فرمائی جاوے۔ میں نے لکھدیا کہ سہل کی کیا تسہیل ہوتی مطلب یہ کہ طریق صحیح خود اس قدر سہل ہے کہ اس کی تسہیل کی درخواست تحصیل حاصل کی درخواست ہے۔

(**ملفوظ** ۱۱۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی سعید احمد صاحب مرحوم سے (یہ میرے بھانجے تھے) مجھکو سارے خاندان سے زیادہ محبت تھی جس روز اُن کا انتقال ہوا جمعہ کا دن تھا دفن کے بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں پڑھی وعظ بھی ہوا اس روز کچھ مہمان بھی تھے انکو کھانا بھی کھلایا خود بھی کھایا۔ باقی دل پر جو گذر رہی تھی وہ گذر رہی تھی ایک صاحب نے کہا کہ ایسے وقت وعظ کیسے کہا۔ میں نے کہا کہ جسوقت دل دکھا ہوا ہو درد مند ہو اسوقت تو وعظ زیادہ مفید ہوتا ہے۔

(**ملفوظ** ۱۱۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں معترضین کو اور اعتراضات کو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتا ہوں۔ ہزاروں روپیہ صرف کرنے پر بھی یہ بات نصیب نہ ہوتی جو یہ لوگ مفت میں کرتے ہیں گو انکی نیت اچھی نہ ہو مگر مجھکو تو اپنے زلات سے آگاہی ہو جاتی ہے اور اس مضمون کی تصحیح ہو جاتی ہے اللہ کا شکر ہے کہ مخالف سے وہ کام لے رہے ہیں جو بعض اوقات اپنے بھی نہیں کر سکتے۔

(**ملفوظ** ۱۱۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرات میں یہ ایک خاص بات تھی کہ وہ جامع مراتب اعتدال تھے نہ متکبر تھے نہ تصنع کے متواضع۔ سادگی کی ساتھ ان میں استغنا کی شان تھی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی دینی ضرورت سے ایک مرتبہ ریاست رامپور تشریف لے گئے۔

نواب صاحب کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا تشریف لائے ہین۔ تو نواب صاحب نے مولانا سے ملاقات کیلئے تشریف لانیکی درخواست کی مگر مولانا تشریف نہین لیگئے اور یہ عذر فرمایا کہ ہم دیہات کے رہنے والے ہین آداب شاہی سے ناواقف نہ معلوم ہمسے کیا گڑبڑ ہو جائے جو آداب شاہی کے خلاف ہو اسلئے مناسب نہین۔ نواب صاحب نے جواب مین کہلا کر بھیجا کہ آپ تشریف لائین آپسے آداب کون چاہتا ہے ہم خود آپ کا ادب کرینگے۔ ملنے کا بہت اشتیاق ہے۔ مولانا نے پہلے تو انکسار کا جواب دیا تھا جب اسپر اصرار ہوا پھر ضابطہ کا جواب کہلا کر بھیجا کہ عجیب بات ہے اشتیاق تو آپ کو اور آؤن مین۔ غرضکہ مولانا تشریف نہین لیگئے اور باوجود اس فطری آزادی اور استغنا کے روڑکی مین دوسرا رنگ ظاہر ہوا کہ مجسٹریٹ کے بلانے پر ملنے سے انکار نہین کیا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ روڑکی مین دیانند نے حضرت مولانا سے مناظرہ کا اعلان کیا حضرت مولانا کو اطلاع ہوئی آپ اس زمانہ مین ضیق النفس سے سخت علیل تھے مگر باوجود اسکے روڑکی تشریف لیگئے اور بھی چند خدام ہمراہی مین تھے آپنے سب سے فرمایا کہ کھانا سب بازار سے کھاوین کسی پر بار نہ ڈالین وہان کے مجسٹریٹ کو تشریف آوری کی خبر پہونچی سنتے ہی اول یہ کہا کہ ایسے ہی روٹیان کھانیوالے مولوی ہونگے لوگون نے واقعہ بازار سے کھانا کھانے کا بیان کیا۔ تب اسکے دل مین قدر ہوئی اُسنے مولانا سے تشریف آوری کی درخواست کی یہ مولانا کی عادت کے بالکل خلاف تھی مولانا دنیا کے بڑے لوگون سے ملتے نہ تھے حتے کہ نواب صاحب سے ملاقات نہین کی مگر مجسٹریٹ سے ملنے کیلئے تشریف لیگئے۔ یہان مصلحت دین کو اپنی فطری عادت پر مقدم فرمایا اور وہ مصلحت مکالمہ سے معلوم ہوگی اُسنے روڑکی آنیکی وجہ دریافت کی۔ مولانا نے فرمایا کہ دیانند دعوت مناظرہ دیتا پھرتا تھا اس سے مناظرہ کیلئے آیا ہون اب جب مین آگیا تو وہ انکار کرتا ہے۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ ہم اسکو بلائین گے غرضکہ دیانند کو بلایا اور دریافت کیا کہ مناظرہ کیون نہین کرتے دیانند نے کہا کہ فساد کا خوف ہے۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ فساد کا تم خوف مت کرو فساد کے ہم ذمہ دار ہین۔ مولانا نے فرمایا اگر مجمع مین فساد کا اندیشہ ہے تو اس وقت تو مجمع نہین اب سہی۔ دیانند نے کہا اس وقت تو مین اس ارادہ سے نہین آیا مولانا نے فرمایا کہ ارادہ تو فعل اختیاری ہے اب ارادہ کرلو مگر وہ کسی طرح آمادہ نہین ہوا یہ شان ہے ہمارے بزرگون کی نہ تکبر کہ باوجود مصلحت کے مجسٹریٹ سے بھی نہ ملین اور نہ تذلل کہ خواہ مخواہ نواب صاحب کی ملاقات کو سبب عزت اور فخر کا سمجھیں اُن حضرات کی نظر مین مقصود اصلی دین ہی تھا دین کی وجہ سے تو مجسٹریٹ سے مل لئے اور دنیا کی وجہ سے

بڑے سے بڑے نواب کو بھی منہ نہ لگایا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربار مین بڑے بڑے لوگ ٹوٹے اور غبار بھرے بوریون پر آکر بیٹھتے تھے اور ان مین جو دین کیلئے آتے ان کی رعایت بھی ہوتی تھی بس یہ حدود تھے اسی رعایت حدود کے تحت مین حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بزرگون کا ارشاد ہے نعم الامیر علی باب الفقیر بس جو امیر فقیر کے دروازہ پر آگیا وہ صرف امیر نہین نعم الامیر ہے اسکے نعم ہونے کی قدر کرنا چاہئے البتہ متکبر امراء سے بالکل ہی خلط کرنا نہین چاہئے۔ اس مین بہت مفاسد ہین جنمین بڑا مفسدہ یہ ہے کہ یہ علم دین اور اہل دین کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہین میرا ایسے امراء کیساتھ اس قسم کا خشک برتاؤ کرنا اس کا اصلی سبب یہی ہے کہ ان کے معاملہ کا منشا اور نیت نہایت ہی فاسد ہے۔ ایک مرتبہ نواب صاحب ڈہاکہ نے علماء دیوبند کا ایک وفد طلب کیا اور مجھکو بھی خط لکھا مین نے تو عذر کر دیا اور وفد تیار ہو گیا اور وفد کے اہل علم احباب خاص کے اصرار پر مین نے بھی تیاری کر لی مگر مین نے یہ شرط کر لی کہ مین کرایہ نہ نواب صاحب سے لون گا نہ مدرسہ سے خود اپنے کرایہ سے جاؤن گا دوسرے یہ کہ چونکہ نواب صاحب سے عذر کر چکا ہون اسلئے ان کے یہان نہ ٹھیرون گا کسی مؤذن یا امام مسجد کے یہان ٹھیرون گا۔ اگر نواب صاحب خاص طور پر دعوت کرینگے تو اس وقت جیسا مناسب ہوگا۔ جب کلکتہ پھونچے تو جو صاحب نواب صاحب کی طرف سے منتظم تھے ان سے ایک گفتگو مین بے لطفی ہو گئی اس وقت وہ شرائط کام آئین چنانچہ مین اپنے کرایہ سے کلکتہ ہی سے واپس ہو گیا اور الہ آباد ہوتا ہوا گھر آگیا تو ان منتظم صاحب نے جو بے اصول گفتگو کی منشا ان کا وہی فساد خیال تھا اسلئے اسلم یہی ہے کہ ان متکبر امراء سے بالکل ہی آزاد اور مستغنی رہنا چاہئے خصوص اس وجہ سے بھی کہ اہل علم کو تو ان امراء سے کوئی نفع ہوتا نہیں اور غرباء کو جو نفع اہل علم سے ہو سکتا ہے وہ آیا گیا ہو جاتا ہے کیونکہ ایسے علماء سے عام غرباء کو بدگمانی ہو جاتی ہے اسلئے ان متکبرون کیساتھ آن بان ہی سے رہنا چاہئے۔ مین جب حیدرآباد دکن گیا تھا ایک دوست نے مدعو کیا تھا۔ دیوبند مین بعض احباب اہل علم سے مین نے مشورہ کیا تھا کہ کوئی ایسی تدبیر بتلایئے کہ نواب صاحب سے ملاقات نہ ہو مگر کوئی تدبیر کافی معلوم نہین ہوئی۔ پھر حیدرآباد پھونچکر بعض امراء نے اسکا اہتمام کرنا چاہا کہ نواب صاحب سے ملاقات ہو مین نے انکار کر دیا کہ ان کو تو کچھ نفع نہین اسلئے کہ مین کھلکر ان کو خطاب نہین کر سکتا اور دب کر خطاب کرنے سے اثر نہین ہوتا اور عوام کو مضرت ہی مضرت ہے

ان کو بدگمانی ہو جاتی ہے - غرض ان امراء سے ملکر دین کا نقصان ہی ہوتا ہے ہاں اگر وہ خود تواضع و خلوص کی ساتھ طالب ہوں تو پھر نفع بھی ہو سکتا ہے اور جب انکو تو طلب نہ ہو اور علماء ان کے دروازوں پر جا کر گداگری کریں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو چیز ہمارے پاس ہے یہ اُسکے طالب ہیں تو پھر اگر وہ تحقیر کا برتاؤ کریں تو اُن کی کوئی شکایت نہیں اسلئے کہ طالب دنیا کے ساتھ تو ایسا برتاؤ کیا ہی جاتا ہے اور اگر اس حالت میں بھی ان کی تحقیر نہ کریں تب وہ قابل مدح اور علماء و مشائخ قابل قدح ہیں اسی بناء پر ہمارے حیدر آباد والے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ فلان مقام کے امراء تو جنتی ہیں اور مشائخ اور فقراء دوزخی اور اسکی وجہ یہ بیان کیا کرتے تھے کہ امراء تو فقراء سے تعلق کرتے ہیں دین کی وجہ سے اور فقراء امراء سے تعلق کرتے ہیں دنیا کی وجہ سے اور طالب دین جنتی ہے اور طالب دنیا دوزخی - پھر دنیا کے لئے امراء سے ملنے میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ جب آدمی کسی سے اپنی غرض وابستہ سمجھتا ہے اس وقت اس سے لچتا اور دبتا ہے اور جب اپنی کوئی غرض متعلق نہ ہو تو پھر لچنے اور دبنے کی ضرورت نہیں اسلئے میں علماء کو امراء کی ساتھ شان اور آن بان سے دیکھنا چاہتا ہوں جسکو حافظ فرماتے ہیں

اے دل آن بہ کہ خراب از مئے گلگون باشی　　بے زر و گنج و بصد حشمت قارون باشی

ہمارے بزرگوں کا بحمد اللہ یہی طرز رہا کہ بے غرضی کی وجہ سے بات صاف معاملہ صاف کوئی چھوٹا ہو یا بڑا دین کی وجہ سے سب سے یکساں تعلق اور دنیا کی وجہ سے کسی کی طرف نظر بھی اُٹھا کر نہ دیکھتے تھے -

(**ملفوظ** [۱۱]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آجکل یہ مرض بھی عام ہو گیا ہے کہ دنیوی مقاصد اور سائنس کے مسائل کو زبردستی قرآن پاک میں ٹھونسنا چاہتے ہیں جو نہایت ہی خطرناک بات ہے اور یہ اسکو فخر سمجھتے ہیں - میں ہمیشہ اس طرز سے منع کرتا ہوں - قرآن پاک کا یہی فخر ہے کہ اس میں غیر دین کچھ نہیں ہے میں نے اکثر وعظوں میں اس مضمون کو نہایت بسط اور شرح کی ساتھ بیان کیا ہے اور اس طرز کا مضر ہونا ثابت کیا ہے - لوگ دین محض کی باتوں کو کہتے ہیں کہ یہ خشک مضامین ہیں میں کہا کرتا ہوں کہ تمہارے تر مضامین ایسے ہیں کہ جن میں آگے چلکر ڈوب ہی مرنا پڑے گا - بہت سے دشمن دوست نما ہوتے ہیں کہ دوستی کے پردے میں دشمنی کرتے ہیں یہ طرز اسلام کے ساتھ دوستی نہیں دشمنی ہے اگر آج ایسی چیزیں تم نے قرآن پاک سے ثابت کر دیں اور کل کو وہ تحقیق کے بعد غلط ثابت ہوئیں تو یہ تو قرآن کی تکذیب کا سامان کر رہے ہو - قرآن پاک کا تو یہی کمال ہے کہ اس میں غیر دین نہ ہو جیسے طب اکبر کہ اسکی

(باقی آئندہ)

طبی کتاب ہونیکا یہی معیار ہے کہ اس میں امراض کی پہچان اور نسخون کے سوا اور کچھ نہین اگر اس مین جوتہ سینے کی ترکیب کو داخل کر دیا جائے تو یہ اس کا نقص ہوگا۔ ایسے ہی قرآن پاک ہی کہ اس مین طب روحانی کے سوا اور کچھ نہین اور جو لوگ اسلام کیساتھ دوستی کا دعوی کرتے ہین اور واقع مین دشمنی کرتے ہین ان کی وہی مثال ہے ؎

یکے بر سر شاخ و بن می برید　　خداوند بستان نگہ کرد و دید۔ الی آخرہ

(**ملفوظ** ع۱۱۰۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آج کل افراط و تفریط میں عوام کو تو کیا خواص تک کو ابتلا ہی اسکے متعلق ۲ دو قسم کے لوگ ہین ایک وہ جو مباحات مین حد سے زیادہ وسعت کرتے ہیں اور ایک وہ کہ جو مباحات مین حد سے زیادہ تنگی کرتے ہیں اور یہ دونوں مذموم ہیں۔ محمود حالت یہ ہے کہ خیر الامور اوسطہا مگر اعتدال اس زمانہ مین قریب قریب گم ہی ہوگیا۔ مثلاً کپڑے کا اہتمام بعض کو اس قدر ہی کہ ہر وقت بازارون مین گشت کرتے رہتے ہین چھانٹ چھانٹ کر خریداری ہوتی ہے دور دور سے نمونے منگائے جاتے ہین دوستون کو جمع کر کے انتخاب کرایا جاتا ہے خصوص عورتوں کے اندر یہ مرض بہت ہی زیادہ ہے۔ اور اسی طرح ان لوگون مین بھی جو فیشن کے دلدادہ ہیں ان جنٹلمینوں اور عورتوں کے خواص مین قریب قریب کچھ فرق نہین معلوم ہوتا بلکہ ایک درجہ میں انہوں نے عورتوں کو بھی مات کر دیا۔ کپڑے کا میل اور رنگ کی موزونیت کاٹ تراش انکا ایک مستقل مشغلہ ہوگیا۔ بناؤ سنگار مانگ چوٹی کنگھی انکا ہر وقت کا سبق ہوگیا۔ یہ تو لباس کے متعلق کلام تھا۔ اسیطرح کلام کے متعلق افراط و تفریط ہوگیا یعنی بعض کو تو کلام کا اسقدر قحط ہی کہ ہر وقت منہ چڑھائے بیٹھے رہتے ہین جیسے کوئی فرعون بے سامان۔ بے سامان اسلئے کہا کہ فرعون کے پاس تو بڑائی کے سامان تھے اور ان کے پاس سامان بھی نہین اور پھر فرعون بنے ہوئے ہین ضروری کلام کرنے مین بھی بخل ہے اور بعض کو کلام کا اس قدر ہیضہ ہو جاتا ہے کہ ضرورت بلا ضرورت ہر وقت مشین کیطرح باتوں کا پہیہ گھومتا ہی رہتا ہی۔ کہین حکایتین ہین کہین اخبار ہین کہیں ملک اور سیاست پر گفتگو ہے اور یہ مذاق زیادہ تر اخباروں کی بدولت بگڑا ہے۔ غرض چوبیس ۲۴ گھنٹے مین شاید ہی کچھ وقت اور کاموں کے لئے ملتا ہو ورنہ سب ان ہی خرافات مین ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عمارات میں بعض کو حدود سے تجاوز ہو رہا ہی مکان بنوانے کا خاص شوق ہے بڑے اہتمام اور انہماک کے ساتھ اس میں اپنے اوقات اور روپیہ کو صرف کرتے ہین اسکی آرائش میں کہین سے گلدستے آرہے ہین کہین سے فوٹو منگائے جا رہے ہین کہیں نقشون کیلئے

لکھا جا رہا ہے۔ اسی طرح بعض کو باغات کا شوق ہے وہ ہر وقت اسکی پرورش اور اوس اور پھول پھلواری کے اندر مصروف ہی۔ اس ہی اُدھیڑ بُن مین وقت اور عمر کو صرف کیا جا رہا ہے آخرت کی مطلق فکر نہین۔ اوران اہل فضول مین سے یہ نیچری جنٹلمین بیچارے خصوصیت کی ساتھ بڑی مصیبت میں ہیں کیونکہ کہتے تو ہین اپنے کو آزاد مگر ہزارون پابندیون کا شکار بنے ہوئے ہین اور ہزارون بیڑیوں اور ہتکڑیون میں جکڑے ہوئے ہین۔ جب کہین جائین گے تو کم از کم ایک دو گھنٹے کنگھی چوٹی سنگار ہوگا کہین کوٹ ہے تو یہ فکر ہی کہ اسکے ساتھ واسکوٹ کیسی ہونا چاہئیے پھر اُسپر ہیٹ ہو یا ترکی ٹوپی کیا موزون ہوگی اور موزے کیسے اور کس رنگ کے ہون۔ بوٹ سفید رنگ کا ہو یا سیاہ رنگ کا اور کم از کم آدھ گھنٹہ داڑہی کی صفائی کے لئے چاہئیے۔ کہین کوئی کیل نہ رہجائے مزاحاً فرمایا کہ دیکھنا کیل تو آخرت مین بھی داڑھی کی تو کیا سر پر بھی نہ رہیگی میں تو جب کسی کو بناؤ سنوار سے رہتا ہوا دیکھتا ہون تو سمجھ جاتا ہون کہ یہ شخص کمال سے کورا ہے اسلئے فضول مین مبتلا ہے۔ نیز صاحب کمال کو ظاہر کے سنوارنے کی ضرورت بھی نہین کسی نے خوب کہا ہے ؎

نباشد اہل باطن در پئے آرایش ظاہر — بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستان را

کیونکہ جب کسی کو خدا داد حُسن اور کمال عطا ہوتا ہے تو اسکے اندر خود ایک شان استغنا کی پیدا ہو جاتی ہی اور اسکو کسی ظاہری اہتمام کی ضرورت نہیں رہتی جسکو خداداد حُسن وجمال مل چکا ہو اسکو پوڈر کی کیا ضرورت بقول حافظ رح ؎

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند — دلبر ماست کہ با حُسن خداداد آمد

اور ایسی تن آرائی اور تن پروری کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے ؎

این تن آرائی واین تن پروری — عاقبت سازد ترا از دین بری

اور انکے مقابل ایک وہ لوگ ہیں جو مباحات مین اس قدر تنگی کرتے ہین جس سے کفران نعمت کا درجہ پیدا ہو جاتا ہے اگر اُنکے یہاں وسعت مباحات کی بدولت اسراف کا درجہ پیدا ہو اتھا تو انکے یہان کفران نعمت کا درجہ پیدا ہو گیا۔ یہ دوسری جانب حد سے زیادہ چلے پڑے خود رائی بھی کمبخت ہی بُری چیز۔ یہ سب فساد اس خودرائی کا ہے۔ اب ان لوگون کی حالت سنئے کسی نے اچھا کھانا چھوڑ دیا۔ کسی نے ٹھنڈا پانی چھوڑ دیا حتے کہ بعض نے بیوی بچون کو چھوڑ دیا۔ بعض نے آبادی اور گھر کو چھوڑ کر جنگل اور پہاڑوں کو اپنا مسکن بنالیا۔ منشا ان چیزوں کا نفس کی شرارت ہے کہ اس سے شہرت ہو جاتی ہے وہ مثل صادق آتی ہے کہ روپیہ کو روپیہ

کما تا ہی تو اس صورت میں دنیا کو دنیا سے کمایا جاتا ہے یہ سب دنیا ہی ہے عام لوگ ان باتوں کی سبب بزرگ سمجھنے لگتے ہین اور تارک دنیا سمجھکر گرویدہ اور معتقد ہو جاتے ہین پھر خوب روپیہ کماتے ہین۔

ایک شخص نے مجھپر اعتراض کیا تھا کہ ٹھنڈا پانی پیتے ہین۔ مین نے جواب دیا کہ یہ تو صغریٰ ہے اور کبریٰ کیا ہی کہ ٹھنڈا پانی پینا منع ہے نا جائز ہے یہ سب خرافات ہین مگر ان باتون کو درویشی مین داخل کر رکھا ہے۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے پانی ٹھنڈا پیو کہ روئیں روئیں سے الحمد للہ نکلے کیسی محققانہ اور حکیمانہ بات فرمائی۔ واقعی یہ حضرات حکیم ہین۔ اور حضرت ہی فرمایا کرتے تھے کہ خوب کھاؤ پیو اور خوب نفس سے کام لو اور صاحبو آخر نفس کے بھی تو کچھ حقوق ہین یہ سب افراط تفریط ہے مگر لوگون کو ان باتون مین مزا آتا ہی حالانکہ یہ دونون حالتین مذموم ہین جب خدا نے ہمارے لئے ایک چیز کو جائز فرما کر حکم دیا کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا تو کھاؤ پیو ہان اس کا خیال رکھو کہ وَلَا تُسْرِفُوْا بھی فرمایا ہی۔ اسی افراط تفریط کے متعلق مولانا نے خوب کہا ہے **ے**

چون گرسنہ می شوی سگ می شوی چونکہ خوردی تند و بدرگ می شوی

خلاصہ یہ ہے کہ اس دنیا مین نہ تو انہماک کیساتھ مشغول ہو کہ اس میں بالکل ہی کھپ جاؤ اسلئے کہ ایسی حالت مین اس دنیا سے جُدا ہونیکے وقت سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہی اور یہ اسلئے کہ جو چیز محبوب ہوتی ہے اُسکے جُدا ہونے کے وقت جو شخص اس محبوب سے جُدا کرنیوالا ہوتا ہے اس سے قلب مین دشمنی ہو جاتی ہے تو کہین بوقت موت اور جان کندنی کے قلب میں حق تعالیٰ کیساتھ دشمنی نہ ہو جاوے۔ یہ بڑی خطرناک بات ہی اور نہ اتنا غلو کرو کہ دنیا کو بالکل ہی ترک کر دو یا کسب دنیا کو بالکل ہی چھوڑ دو۔ اعتدال یہ ہے کہ ضرورت کیوقت کسب کو تو نہ چھوڑو کہ اس سے حدود میں رہکر دین مین مدد ملتی ہے اور حدود سے گذر کر جو درجہ حُبِّ دنیا کا ہی اس حُبِّ دنیا کو چھوڑ دو اسلئے کہ یہ بڑی بیوفا ہے اسنے کسی کو اچھو تا نہین چھوڑا اسکو داغی بنا دیا اور یہ داغی ہونا باغی ہونیکی یعنی حدود سے گذرنے کی وجہ سے ہوا کیا دنیا سے محبت کر کے آخرت سے محبت کرنے والون پر اعتراض کرتے ہو۔ جب تمکو اس فانی اور ناپائدار مُردار دنیا کی معمولی چیزون سے استغنا نہین اور ان کی ضرورت ہے بلکہ بلا ضرورت بھی اس مین انہماک کا درجہ ہے اور اسکی طلب اور اسکی محبت مین تم اس قدر چور اور مست ہوئے ہو کہ آخرت کو بھلا دیا اور اسکے حصول مین تمنے اپنی جان مال عزت آبرو سب کچھ فنا کر دیا تو اگر کسی کو آخرت اور اللہ رسول کی ساتھ ایسا ہی شدید تعلق ہو اس طرف انہماک ہو تو تم اسکو دیوانہ بتلاتے ہو اور اگر یہی بات ہے تو صد ہا جبو تم بھی

دیوانہ ہو اور وہ طالب آخرت بھی دیوانہ ہے مگر فرق دونون کی دیوانگی مین یہ ہے جسکو مولانا فرماتے ہین ؎

ماا گر قلاش وگر دیوانہ ایم مست آن ساقی وآن پیمانہ ایم

حاصل یہ کہ خالق کو چھوڑ دینا اُسکے احکام سے منہ موڑ لینا اصل دیوانگی تو یہ ہے اور یہی دیوانگی قابل ملامت اور قابل لعنت ہی اور خدا کو راضی کرنا ان سے تعلق کو جوڑنا انکے احکام کی پابندی کرنا اول تو وہ دیوانگی نہین اور اگر ہے تو ہزارون لاکھوں ہوشیاریان اور بیداریان ایسی دیوانگی پر قربان ہین۔ اگر اس دیوانگی کی اور اپنی دیوانگی کی حقیقت معلوم ہو جائے تو بزبان حال یہ کہنے لگو ؎

این ندانستند ایشان از عمی درمیان فرقے بود بے منتہا

کار پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

(ملفوظ ۱۱۱۱) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آخر تم لوگون کو ہوا کیا آتے ہی کیون ستانے لگتے ہو۔ سیدہی اور صاف بات کو اُلجھا دیتے ہو کیا بدفہمی کا کوئی خاص مدرسہ ہے جہان تم سب کے سب تعلیم پاکر آتے ہو۔ صورت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خضر صورت ہین اور اندر یہ گوبر بھرا ہے کہانتک تم لوگوں کی اصلاح کیجائے۔ اگر کوئی باریک اور دقیق بات ہو اور اس میں کوئی غلطی ہو جائے تو ایک درجہ مین معذوری ہے کہ سمجھہ مین نہین آئی اور ان موٹی موٹی باتون مین اُلجھنا کہ جنکو ہر وقت ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور ان مین یہ گڑبڑ کرنا حیرت ہے مجھکو تو بدنام کیا جاتا ہے مگر اپنی حرکات کو نہیں دیکھتے کہ ہم آکر کیا کرتے ہین بلاوجہ اسوقت طبیعت کو مکدر کیا اور ایک سیدہے سوال کو اینچ پینچ مین ڈال کر اپنی بدعقلی اور بدفہمی کا ثبوت دیا میں نے یہی تو سوال کیا تھا کہ یہ سفر کس نیت سے کیا جسپر آپ فرماتے ہیں کہ مجھکو خبر نہیں جب اتنی بھی خبر نہیں تو آگے کیا پتھر پڑین گے۔ میں ایسے بدفہم اور کم عقل سے تعلق رکہنا نہین چاہتا خواہ مخواہ اس وقت بدمزگی پیدا کی کیا اسمین بھی کسی کی تعلیم کی ضرورت ہے۔ بس اب یہاں سے چلے جاؤ اگر مصلح کا نام دریافت کروگے مین بتادوں گا اسلئے کہ اصلاح تو فرض ہے اور یہ فرض نہین کہ میں ہی اصلاح کرون۔ بات یہ ہے کہ اصلاح موقوف ہے مناسبت پر بدون مناسبت کے نفع نہین ہو سکتا اور مناسبت مجھکو تم سے نہیں ہو سکتی ان صاحب نے اپنی غلطی کی معافی چاہتے ہوئے عرض کیا کہ مجھکو مصلح کا نام تبلادیا جائے۔ حضرت والا نے ایک پرچہ پر مصلح کا پورا پتہ لکھکر دیا اور فرمایا کہ اب معاملہ یکسو ہونے سے قلب ایک دم صاف ہو گیا تمام کلفت جوان سے پہونچی تھی بحمداللہ زائل ہو گئی اسلئے کہ اسمین انہوں نے عقل سے کام لیا یہ ہے میری حالت جسپر مجھکو بدنام کیا جاتا ہے۔

(ملفوظ ۱۱۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون ذکر اللہ کے حقیقی راحت میسر نہیں ہو سکتی اور یہی وجہ ہے اور مین اسپر قسم بھی کھا سکتا ہون کہ اہل اللہ کی برابر کسی کو راحت نہیں مل سکتی انکو وہ دولت عطا فرمائی گئی ہے کہ دوسرون کو نصیب نہیں گو ظاہری تکالیف مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور دوسرے برابر ہین مگر انکے دل سے پوچھو کہ انکو اسمیں بھی کیسی راحت ہے۔ مدار راحت کا قلب ہے اور قلب میں اُنکے پریشانی نہیں اسلئے وہ بزبان حال یہ کہتے ہین ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من — دل فدائے یار دل رنجان من

(ملفوظ ۱۱۱۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مجھکو بدنام کرنے اور مجھپر تہمت لگانے کی وجہ یہ ہے لہ لوگ مجھکو اپنے مذاق کے تابع بنانا چاہتے ہین لیکن میں انکو اپنے مذاق کا تابع بنانا نہین چاہتا بلکہ اصول صحیحہ کا تابع بنانا چاہتا ہون اور خود بھی اصول صحیحہ کا تابع رہتا ہون۔ لوگ اسکو تشدد سمجھتے ہین پھر فرمایا کہ میرے اس طرز مین بھی ایک بڑا نفع ہے وہ یہ کہ فہیم لوگ تو مجھسے تعلق رکھتے ہیں اور بدفہم تعلق نہین رکھتے اس سے راحت ملتی ہے اور ضروری کام بھی سب ہوتے رہتے ہین ورنہ عوام کا ہجوم ہوتا اور کام بھی کچھ نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ میں نے خیال کیا تھا کہ لاؤ میں ہی ان اصول کو چھوڑ دون مگر پھر خیال آیا کہ اسمین اپنی مصلحت تو ہوگی کہ لوگ زیادہ محبت کرنے لگین گے مجمع زیادہ ہونے لگے گا معتقد زیادہ ہو جائیں گے۔ نذرانہ زیادہ ملنے لگے گا شہرت زیادہ ہو جائیگی مگر آنے والونکی صحیح خدمت نہ ہوگی وہ جس خیال سے آتے ہین اس سے انکو محرومی رہیگی اور یہ ایک قسم کی خیانت ہوگی اور ابتو ماشاء اللہ ہر کام اصول سے ہو رہا ہے مین خود بھی ان اصول کے تابع رہتا ہون اور دوسرون کو بھی ان کا تابع رکھتا ہوں نہ مین خود دوسرون کے تابع ہوتا ہون اور نہ دوسرون کو اپنا تابع بنانا چاہتا ہون اس حالت میں جسکا دل چاہے تعلق رکھے جسکا نہ چاہے نہ رکھے ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو — دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

اور ایسے موقع پر مین اکثر یہ شعر پڑھا کرتا ہون کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی — جسکو ہو جاں و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

میں جیسا ہون اپنا کچا چٹھا کھول کر کہدیتا ہون اگر کسی کو پسند آوے تعلق رکھے ورنہ چھوڑ دے۔ میں نے کسی کے بلانیکا یا تعلق رکھنے کا اشتہار تھوڑا ہی دیا ہے جسکو مناسبت ہو آوے ورنہ مت آؤ کیونکہ اس طریق مین نفع صرف مناسبت پر موقوف ہے۔ فلاں مولوی صاحب فلاں مولوی صاحب کو لیکر آئے تھے کہ انکو مرید کر لو میں نے

صاف کہدیا کہ سب سے اول یہ سمجھ لیجئے کہ میں نہ تو متکبر ہون کہ کمال کا مدعی ہون اور نہ عرفی متواضع کہ تصنع سے یہ عذر کرنے لگون کہ میں اس لایق نہیں بلکہ ایک سچ بولنے والا آدمی ہون سادگی سے سب باتین صاف صاف عرض کردوں گا وہ یہ ہے کہ میں کامل تو نہیں مگر طالبین کی ضروری خدمت بفضلہ تعالیٰ کر سکتا ہون لیکن اس طریق میں نفع کیلئے شرط اعظم مناسبت ہی تو اب دیکھنا یہ ہے کہ ان صاحب کو مناسبت کس سے ہے تو ظاہر ہے کہ آپ حضرات مین تو باہم مناسبت ہے کیونکہ آپ بھی خادم قوم ہین اور یہ بھی خادم قوم اور مین نادم قوم ہون کہ قوم کی کوئی خدمت نہیں کی غرض مدار مناسبت پر ہے باقی کامل نہ آپ نہ میں مگر انکی خدمت دونون کر سکتے ہین۔ بس یہ ہے کچا چٹھا اور ہمارے بزرگون کا یہی مذاق تھا کہ ان مین نہ مصنوعی تواضع تھی نہ تکبر تھا خصوص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مین یہ صفت خاص شان کی تھی حتی کہ اپنے کمالات بھی بیان فرمایا کرتے تھے اور اپنے نقائص بھی

(ملفوظ ۱۱۱۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ کبھی تواضع بھی بصورت تکبر ہوتی ہے بعض لوگ اسلئے تواضع کرتے ہیں کہ لوگوں کی نظرون میں ممدوح ہو جائین سو اس نیت سے تواضع اختیار کرنا یہ بھی تکبر ہے ایسے ہی اشتباہات کے سبب اس راہ میں راہبر کی سخت ضرورت ہے اسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین

شعر
یار باید راہ را تنہا مرو — بے قلاوز اندرین صحرا مرو

جب ایسا رہبر ملجاوے تو تم اپنا کل کچا چٹھا اسکے سامنے کہہ دو اور وہ جو کہے اس کا اتباع کرو اسی کو مولانا فرماتے ہیں شعر

قال را بگذار مرد حال شو — پیش مردے کاملے پامال شو

اور یہ طریقہ اگر خلوص سے بھی اختیار نہ کرو تو بطور امتحان ہی کے کر کے دیکھ لو۔ اسیکو فرماتے ہیں شعر

سالہا تو سنگ بودی دلخراش — آزموں را یک زمانے خاک باش

(ملفوظ ۱۱۱۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ اہل تحریکات بڑے خوش ہوتے پھرتے ہین کہ ہماری تدبیر سے لوگون کے دلون سے حکومت کا خوف جاتا رہا مگر یہ بات کچھ خوش ہونیکی نہیں بلکہ خطرہ کی ہے کچھ معلوم بھی ہے کہ امن کی جڑ خوف ہی ہے اور امن خود مطلوب چیز ہے۔ ایک شخص کہنے لگے کہ حکومت کا رعب تو نہین رہا میں نے کہا کہ سلیم الطبع لوگون کیلئے تو یہ بیشک مفید ہے مگر بدمعاشون کیلئے تو سخت خطرناک ہے ان کیلئے تو رعب ہی کی ضرورت ہے۔ انتظام مین ہیبت کو خاص دخل ہے۔

(ملفوظ ۱۱۱۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ ہیبت اور رعب خداداد ہوتا ہے اکتساب سے

نہین ہوتا وہ موہوب ہوتا ہے اگر کسی کو عطا ہوا سکی بھی قدر کرنا چاہیئے وہ بھی ایک بہت بڑی دولت اور نعمت ہے جو محض خداوندی عطاء ہے۔ دیکھ لیجئے دو کمبل پوش یعنی حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام تن تنہا فرعون کے پُرشوکت دربار مین پھونچے مگر تمام دربار پر ہیبت چھاگئی اور بالکل اسوقت اس کا ظہور ہورہا تھا جسکو مولانا فرماتے ہین ؎

ہیبت حق است این از خلق نیست ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

جہانگیر بادشاہ سے حضرت مجدد صاحب کی شکایتین کیگئین بادشاہ نے آپکو بلایا اور دربار مین جو تخت تھا اسکے سامنے ایک عارضی کھڑکی لگوائی تاکہ کھڑکی میں داخل ہونیکے وقت سر کو جھکانا پڑے۔ مگر مجددؒ صاحب نے بجائے سر کے کھڑکی مین پہلے پیر داخل کئے اور اس طرح سے بادشاہ کی طرف پیر ہوئے مشہور ہے کہ سخت سزا کا حکم دیدیا مگر ایک ولایتی مولوی صاحب کی سفارش پر صرف قید کردئے گئے

(**ملفوظ** ۱۶۱۱) فرمایا کہ ایک تحریر آئی ہے جسمین چند سوالات بصورت استفتاء برائے حصول فتوی آئے ہین منجملہ اور سوالات کے ایک سوال یہ بھی تھا کہ ترکاری بیچنا یا پارچہ بافی وغیرہ اس قسم کے پیشے اگر حضرات انبیاء علیہم السلام سے ثابت نہیں ہین توان پیشہ والون کو کیا وجہ کہ دائرہ اسلام سے خارج نہ کہا جاوے۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ بھلا ان دونون مین تلازم کیا ہے۔ پھر اسی سوال مین لکھا تھا کہ اگر اس قسم کے پیشے حضرات انبیاء علیہ السلام سے ثابت ہین تو پھر ان پیشہ والون کو ذلیل کیون سمجھا جاتا ہے بلکہ بشرط اتقاء حسب آیت کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم الآیۃ انکو معزز سمجھا جانا ضروری ہے۔ اس کا جواب حضرت والا نے یہ عطاء فرمایا کہ اس آیت مین کرامت دنیوی عرفی مراد ہے یا کرامت عند اللہ یعنی دوسرا احتمال ہوتے ہوئے معاملات دنیویہ مین احتمال اول کے لزوم کا دعوی بلا دلیل ہے پھر اسپر حضرت والا نے حسب ذیل تقریر فرمائی۔ فرمایا کہ بعض انبیاء علیہ السلام کے متعلق جو یہ وارد ہے کہ وہ فلان کام کیا کرتے تھے مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنایا کرتے تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق یہ آیا ہے کہ کان نجاراً یا مثلاً اکثر انبیاء علیہ السلام کے متعلق آیا ہے کہ وہ بکریان چرایا کرتے تھے تو اس کا یہ مطلب نہین کہ یہ کام ان انبیاء کے پیشے تھے۔ کیونکہ کوئی کام کرنا یا اس کام کے ذریعہ سے ضرورت کے وقت روزی حاصل کرلینا یہ اور بات ہے اور اس کام کا پیشہ ہوجانا یہ اور بات ہے۔ پیشہ تو یہ ہے کہ وہ شخص اس کام کی دوکان کھول کر بیٹھ جائے اور اعلان کرے کہ جسکو جو فرمائش کرنا ہو کرے مین پورا کرونگا اور لوگ اس سے فرمائش کیا کرین اور

وہ لوگون کی فرمائش پوری کیا کرے پیشہ یہ ہے۔ باقی اگر کسی شخص مین کوئی ہنر ہو اور آزادی کی ساتھ جب جی چاہے اپنے گھر بیٹھکر وہ کام کرلیا کرے اور اس سے مال حاصل کرلیا کرے تو یہ پیشہ نہین کہلائیگا بعض بڑے بڑے حکام بعض کام جانتے ہین اور اپنے ہاتھ سے کرتے ہین اور بعض اوقات اسکے ذریعہ سے روپیہ پیسہ بھی کما لیتے ہین مگر وہ کام ان کا پیشہ نہین ہو جاتا۔ سلطان عبد الحمید خان مرحوم لکڑی کا کام بہت اچھا جانتے تھے تو کیا وہ عرفی بڑھئی ہو گئے اور کیا انکو بڑھئی سمجھکر کوئی شخص ان حکام سے یا سلطان عبد الحمید خان سے یہ کہہ سکتا ہے کہ صاحب ہمارا یہ کام کردو۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق جو یہ وارد ہے کہ وہ لوہے کا کام جانتے تھے تو اس کا یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ کوئی شخص انکے پاس اپنا کھرپا لیکر پہونچ جاتا کہ لیجئے یہ میرا کھرپا بنا دیجئے۔ اور کیا ان کا یہ التزام تھوڑا ہی تھا کہ وہ اس فرمائش کو ضرور ہی پورا کرین یہ فرق ہے پیشے اور عدم پیشے مین۔ تو بعض حضرات انبیاء علیہم السلام سے جو بعض کام ایسے منقول ہین وہ بطور پیشے کے نہین۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا بجز توکل کے کوئی پیشہ نہ تھا اور کبھی کبھار اگر کسی نے کوئی کام کرلیا تو وہ بطور پیشے کے نہین کیا۔ مثلاً ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ وارد ہے کہ حضور نے کبھی کبھی بکریان چرائی ہین تو وہ بطور پیشے کے نہین اور وہ جو حدیث مین قراریط کا لفظ آیا ہے اس حدیث سے باجرت چرانے پر استدلال نہین ہو سکتا جو اس سے پیشے کو ثابت کیا جاوے کیونکہ قراریط کے لفظ کے متعلق اختلاف ہو گیا ہے کہ یہ قیراط کی جمع ہے یا کسی مقام کا نام ہے۔ اور اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تو آجکل کے پیشہ ور لوگ جو بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کے کامون کو اپنے پیشون کی سند مین بیان کرتے ہین یہ انکی غلطی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو تو حق تعالیٰ نے ہر ایسے کام سے محفوظ رکھا ہے جو عام نظرون مین موجب سبکی سمجھا جاتا ہو اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے پیشے عام طور پر معزز نہین سمجھے جاتے لہذا کسی نبی سے کوئی پیشہ ثابت نہین ہوا خواہ مخواہ لوگ گڑبڑ کرتے ہین اور اپنے اغراض اور جاہ کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو تختۂ مشق بنانا چاہتے ہین یہ جاہ کا مرض بھی نہایت ہی مذموم مرض ہے۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت کی اسی واسطے ضرورت ہے تاکہ رذائل کا امالہ ہو کر حد اعتدال پر آجائین۔ یہ افراط و تفریط اسی وقت تک ہے جبتک کہ اصلاح نہین ہوئی مگر اصلاح ہوتی ہے کسی کی جوتیان سیدھی کرنے سے اور لوگون کو اس سے عار آتی ہے اور یہ سب

خرابیاں آخرت کو بھلا دینے اور دنیا کی ساتھ محبت کرنے سے پیدا ہوتی ہیں ورنہ آخرت کی فکر وہ چیز ہے کہ ان سب چیزوں کو بھلا دیتی ہے

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

عـ۱۱۱
(ملفوظ) ایک نو وارد شخص سے اُنکے ضروری حالات معلوم کرنے کیلئے حضرت والا نے چند بار دریافت فرمایا مگر وہ صاحب بولے ہی نہیں حضرت والا نے فرمایا کہ سنئے اگر آپ کے پاس کوئی اجنبی شخص آئے تو آپکو اُس آنیوالے سے تعارف کیلئے جن چیزوں کی معلوم ہونیکی توقع ہوتی ہے ان ہی کی مجھکو بھی آپ سے توقع ہوگی۔ آخر مجھکو کیسے معلوم ہو کہ تم کون ہو۔ تعارف موقوف ہے بتلانے پر۔ اور نفع موقوف ہے تعارف پر اور یہ اس صورت میں ہوگا نہیں جو صورت آپ نے اختیار کی کہ چپ شاہ بنکر بیٹھ گئے تو نفع بھی نہ ہوگا۔ پھر یہاں رہنا نہ رہنا برابر ہے لہذا تشریف لیجائیے کیوں خواہ مخواہ خود بھی پریشان ہوئے اور مجھکو بھی اذیت پہونچائی اب اگر ایسے لوگوں کی اصلاح کی جائے تو انکو ناگوار ہوتا ہے مزاحاً فرمایا کہ میں بھی تغیر مزاج کی وجہ سے ناگ والا ہو جاتا ہوں (یعنی مثل سانپ) اب بتلائے کہ کونسی ایسی باریک بات تھی کہ جسکا یہ جواب نہیں دیسکے۔ ہے دماغ میں گندگی یا نہیں۔ بس ایسے بددماغوں کا دماغ میں ہی درست کرتا ہوں۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مجسم اخلاق تھے ایسے موقع پر یہ فرمانے لگے تھے کہ اسکو تھانہ بھون بھیجو متکبروں کا علاج وہاں ہوتا ہے۔

عـ۱۱۲
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ماشاءاللہ ہماری طرف کے علماء میں بناوٹ نہیں اور طرف کے علماء اور مشائخ تو سلاطین کی طرح رہتے ہیں یہاں پر بیحد سادگی ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک مرتبہ حدیث کا درس فرما رہے تھے صحن میں بارش آگئی تمام طلباء کتابیں لیکر مکان کی طرف کو بھاگے حضرت مولانا سب کی جوتیاں جمع کر رہے تھے اور اُٹھا کر چلنے کا ارادہ تھا لوگوں نے دیکھ لیا سبحان اللہ ان حضرات میں نفس کا توشائبہ بھی نہیں تھا نہایت سادگی اور بےنفسی تھی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک لوہار نے دعوت کی اتفاق سے کھانیکے وقت تک زور کی بارش ہوتی رہی وہ سمجھا کہ ایسے میں کیا تشریف لاوینگے اسلئے نہ کھانا پکایا نہ وہ بلانے آیا مولانا شام کو خود ہی کمبل اوڑھکر

اسکے مکان پر پہونچ گئے وہ بڑا شرمندہ ہوا اور عرض کیا کہ مین نے تو بارش کی وجہ سے کچھ سامان بھی نہیں کیا فرمایا آخر گھر کے لئے تو کچھ پکایا ہوگا۔ گھر کیلئے ساگ روٹی تھی وہی بیٹھکر کھالیا ان حضرات کی کوئی بات امتیازی نہ ہوتی تھی۔ یہ اتباع سنت کی برکت اور اسی کا غلبہ تھا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موضع املیا متصل دیوبند مین ایک شخص نے آمون کی دعوت کی اور چلتے وقت کچھ آم ساتھ کر دئے۔ لوگون نے مولانا کو اس حال مین دیکھا کہ سر پر آمون کی پوٹلی رکھے ہوئے برسر بازار آرہے ہین لوگ لینے کیلئے دوڑے فرمایا کہ یہ تو میرا ہی سامان ہے اسکو مجھے ہی لیجانے دو۔ یہ بے نفسی کی باتین ہین ان حضرات کی۔ مولانا مظفر حسین صاحب کو میں نے دیکھا نہیں سنا ہے کہ ایک مرتبہ کسی گاؤں کے قریب سفر کر رہے تھے۔ ایک ضعیف العمر شخص کو کوئی بوجھ سر پر لادے ہوئے دیکھکر اس سے لےکر خود اپنے سر پر لیکر گاؤن تک پہونچا دیا انتہائی بے نفسی ہے میں کہا کرتا ہون کہ یہ حضرات باوجود اس فضل وکمال کے اپنے کو مٹائے ہوئے ہین۔ آجکل کے لوگوں کو دیکھو نہ کوئی فضل ہے نہ کمال ہے اسپر کوئی شیخ الحدیث بنے ہوئے ہیں کوئی شیخ التفسیر کوئی امام التفسیر کوئی امیر الھند کوئی امام الھند یہ سب نیچریت کی ساخت ہے اپنے بزرگون میں ایسے ایسے باکمال لوگ گذرے ہیں مگر یہ القاب نہ تھے زائد سے زائد مولانا ورنہ اکثر مولوی صاحب مگر آجکل ہر چیز مین نئی تعلیم کا اثر اور جھلک پائی جاتی ہے۔ مجھکو تو ان چیزون سے طبعی نفرت ہے۔

(ملفوظ ۱۳۱) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مین اسی وجہ سے مرید نہین کرتا بے ڈھنگے لوگون سے طبیعت پریشان ہوتی ہے اب بتلائے پرچہ مین لکھاہے کہ جو ذکر بتلایا تھا وہ برابر کرتا ہون یہ کئی سال کے بعد خبر دی ہے کیا ہی طریقہ ہی علاج کا کہ حکیم جی سے نسخہ لکھوالیا اور پانچ برس تک وہی پیتے رہے۔ ایک شخص کو کسی نے وضو کراکر نماز پڑھوادی تھی پھر وہ شخص پانچ سال کے بعد اس مقام پر آئے پوچھا نماز پڑھتے ہو کہا کہ برابر پڑھتا ہون۔ پوچھا وضو بھی کرتے ہو کہا کہ آپ اس روز کرا نہین گئے تھے۔ صاحب مذکور الصدر سے حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ تمکو ابھی ابھی کئی مرتبہ ہدایت کی گئی کہ زور سے بولو منہ کھولکر بولو۔ عرض کیا کہ میری آواز ہی اسقدر ہے دریافت فرمایا کہ کبھی آذان بھی دی ہے عرض کیا کہ دی ہے فرمایا کہ اتنی ہی آواز سے دی ہے عرض کیا کہ اس سے زائد آواز سے فرمایا کہ اتنی آواز سے یہاں کیون نہین بولتے۔ عرض کیا کہ حضرت کے سامنے بولتے ہوئے آواز نہین نکلتی فرمایا کہ جب میں حکم کر رہا ہون کیون نہین نکلتی عرض کیا کہ اب زور لگا کر نکالون گا فرمایا ہاں زور لگا کر نکالو اور منہ کھول کر صاف بات کہو یہ گُن گُن سمجھ مین نہین آتی ایک اس کا ہمیشہ خیال رکھو

کسی کا سلام و پیام مت لاؤ کسی کی دی ہوئی چیز مت لاؤ اس مین بڑی خرابی ہے وہ یہ کہ اس سے طبعاً اثر ہوتا ہے کہ یہ فلان صاحب کے ملنے والے ہین انکی رعایت کرنا چاہئے طالب کو ایسی بات نہیں کرنا چاہئے جس مین مصلح پر گرانی یا بار کا شبہ بھی ہو یہ اس طریق کے آداب ہین اگر کوئی پیام بھی دے صاف کہدو کہ وہان اجازت نہین لوگ طالبون سے ڈاک کا کام لیتے ہین کیا واہیات ہے۔

(**ملفوظ** ۱۱۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسراف جسقدر اپنی ذات مین مذموم ہے بخل اس قدر مذموم نہین اسراف اکثر سبب ہو جاتا ہے افلاس کا اور افلاس بعض اوقات سبب ہو جاتا ہے کفر کا اور بخل سبب کفر کبھی نہیں ہوتا اسلئے میں کہا کرتا ہون کہ اسراف بخل سے زیادہ مذموم ہے مگر آجکل لوگون نے اسراف کا نام سخاوت رکھہ لیا ہے اور چونکہ افلاس کبھی کفر تک مفضی ہو جاتا ہے جیسا کہ اسراف کے مذموم ہونے کی لم مین بیان کیا گیا اسی لئے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر شخص کیلئے ترک اسباب معاش کو پسند نہ فرماتے تھے کہ ایک بار حضرت سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے عرض کیا کہ اگر حضرت اجازت فرمادیں تو میں ملازمت چھوڑ دون اسوقت حضرت مولانا مطبع مجتبائی میں ملازم تھے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا یہ پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں ملازمت چھوڑنا موجب تشویش قلب ہوگا اور تشویش بعض اوقات مضر دین ہو جاتی ہے اور جب کیفیت رسوخ کی پیدا ہو جائیگی لوگ تمکو روکے گیں اور تم رسے توڑا کر بھاگو گے وہ وقت ہوگا ترک اسباب کا۔ حضرت نے عدم رسوخ کو خامی فرمایا۔ شیخ کی صحبت مین رہنا اسلئے بھی ضروری ہے کہ وہ اس کیفیت رسوخ کے پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جب تک وہ نہ پیدا ہو خامی ہے۔ یہ حضرات مبصر ہوتے ہیں ہر شخص کی حالت کے مطابق نسخہ تجویز کرتے ہین اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو اپنے زمانہ کے امام تھے مجتہد تھے اس فن کے محقق تھے اور بدون فن کے جانے ہوئے کوئی اصلاح نہیں کر سکتا شیخ کیلئے فن کا جاننا نہایت ضروری ہے متقی ہونا یا ولی ہونا شرط نہین البتہ اگر یہ باتیں بھی ہوں تو تعلیم مین برکت ہوگی مگر اصلاح کے لوازم سے نہیں جیسے طبیب جسمانی کا طب پر عامل ہونا ضروری نہین ہان فن سے واقف ہونا ضروری ہے فن ایک مستقل چیز ہے۔ آجکل لوگون نے ہر چیز مین خلط کر رکھا ہے نہ یہ خبر کہ ولایت اور بزرگی کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر کہ شیخ کسے کہتے ہین یہ سب عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

(**ملفوظ** ۱۱۲۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ فن کے جاننے کی ضرورت یہ ہے کہ ایک مرتبہ طالب علمی کے

زمانہ میں جبکہ میں دیوبند پڑہتا تھا مجھپر خشیت کا غلبہ ہوا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے جاکر عرض کیا کہ حضرت خشیت کا بیحد غلبہ ہے کوئی ایسی بات فرمائیے جس سے تسلّی اور اطمینان ہو سنکر فرمایا کہ توبہ کرو توبہ کرو کیا کفر کی درخواست کرتے ہو اتنا حضرت کا فرمانا تھا کہ میں چونک گیا اور معلوم ہوگیا کہ تسلی تو عدم احتمال مواخذہ سے ہوسکتی ہے اور عدم احتمال خود منافی ایمان کے ہے یہ ہے فن سے واقف ہونیکی ضرورت۔ غیر ماہر فن بیچارہ خدا معلوم کیا اُڑنگ بڑنگ ہانکتا اس ہی وجہ سے کامل کی صحبت کی خاص ضرورت ہے بدون راہبر کامل کے اس راہ مین قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں اسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

یار باید راہ را تنہا مرو　　بے قلاؤز اندرین صحرا مرو

(ملفوظ ۱۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر شیخ کی تعلیم پر عمل نہ ہو اور اسکے کہنے پر اطمینان نہ ہو اگر ساری عمر بھی چکی پیسے گا ذرہ برابر نفع نہ ہوگا اس طریق مین انقیاد محض کی سخت ضرورت ہے ہان یہ جائز ہے کہ اسکو شیخ تسلیم نہ کرے۔ لیکن تسلیم کر لینے کے بعد پھر چون وچرا کرنا اپنی رائے کو دخل دینا یہ دلیل محرومی کی ہے یہ تعلق بڑا ہی نازک ہے اسکے آداب ہی جدا گانہ ہین۔

(ملفوظ ۱۱۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ طالب کیواسطے وہ تدابیر اختیار کرتا ہی جس سے اس کا دل بڑھے مایوسی پاس نہ پھٹکے بعض لوگ اسکو معمولی چیز سمجھتے ہین جو بڑی غلطی ہے یہ ایسا ہے جیسے طبیب جسمانی مریض کی تسلّی تشفی کرتا ہے اور اس سے طبیعت کو قوت ہوتی ہے اور وہ مرض کا مقابلہ کرتی ہے اگر اسپر کوئی شبہ کرے کہ شاید شیخ مصلحت دل جوئی کیلئے تسلی کردیتا ہو اور واقع مین وہ حالت تسلی کی نہ ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسکے معنے تو یہ ہوئے کہ وہ شیخ کو مہمل سمجھتا ہے یا خائن سمجھتا ہے یہ شبہ ایسا ہے جیسے ملحدین کہتے ہین کہ جنت دوزخ کوئی چیز نہین محض ڈرانے اور رغبت دلانے کیواسطے قرآن وحدیث مین خلاف واقع جنت ودوزخ کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ جنت کی رغبت ہو اور اسکی طمع سے اور دوزخ کا خوف ہو اسکے اثر سے اعمال صالحہ اختیار کرین۔ باقی واقع مین دوزخ جنت کچھ نہین (نعوذ باللہ) میں کہا کرتا ہون اگر بفرض محال واقع مین بھی ایسا ہوتا تب بھی تمکو اسکی نفی نہیں کرنا چاہئے ورنہ جب لوگون کو یہ معلوم ہوجائیگا کہ دوزخ جنت کچھہ نہین تو ترغیب اور ترہیب کی مصلحت ہی فوت ہوجاویگی اور یہ بغاوت ہے کہ جس چیز کو خدا تعالیٰ نے مصلحت کی وجہ سے اختیار فرمایا تم اس مصلحت مین مخل ہو تو یہ خود ایک بڑا زبردست جُرم ہوا جسکی سزا ہلاکت ابدی ہوگی۔ یہ ملحدین بھی بڑے ہی کوڑ مغز اور بدفہم ہوتے ہین اتنی موٹی بات بھی نہین سمجھتے۔

(ملفوظ ۱۲۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے شیوخ طالب کی بہت چھان بین کرکے بیعت کرتے تھے آجکل تو وہ امتحان کی باتیں ہی نہیں رہیں بے امتحان ہی طریق سے گھبراتے ہیں۔ دیکھئے میں آنیوالوں کی ہر کام مین ہر بات میں اس قدر رعایت رکھتا ہون اور کبھی امتحان نہین لیتا مگر معمولی معمولی باتوں سے گھبراتے ہین مثلاً مین بالکل سیدھی اور صاف بات کہتا ہون جس سے نہ خود الجھن مین پڑون اور نہ آنیوالیکو الجھن مین ڈالون تو خفا ہوتے ہین مزاحاً فرمایا کہ اگر ضروری چیزون کا خفار کہتا تو خفا نہ ہوتے۔

(ملفوظ ۱۲۵۸) ایک نووارد صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ تمکو تکلیف پہونچاتے ہوئے شرم نہین آئی۔ جو آتا ہے ایک سے ایک بڑھکر آتا ہے کیا تمہاری حماقتون اور بدفہمیون کا مین ہی شکار بننے کو رہگیا آخر کہانتک صبر کرون کوئی حد بھی ہے تم تو نواب کے بیٹے ہو جو چاہو کرو اور مین تمہارا غلام ہون۔ آتے ہی دل مکدر کردیا طبیعت کو منقبض کردیا اب نفع کیا خاک ہوگا یہ کونسی ایسی باریک بات تھی جسکا جواب نہ بن پڑا یہی تو سوال کیا تھا کہ قیام کے روز رہے گا اسکو اس قدر ایچ پیچ مین ڈالدیا اگرچہ مکرر چہ ہی میں رہی اور بات کا جواب نہ دیا جس سے متوہم ہوتا ہے کہ جیسے اس سوال مین میری کوئی غرض تھی اسلئے جواب سے اعراض کیا گیا۔ عرض کیا کہ مین اپنی غلطی کا حضرات والا سے معافی کا خواستگار ہون فرمایا کہ معاف کو معاف ہی ہے خدانخواستہ مین کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہون مگر کیا غلطیون پر آگاہ بھی نہ کرون۔ تمہاری طرح مین بھی تمہارے عیوب کو چھپائے رکھون اگر ایسا کرون اور کرنے پر قادر بھی ہون تو پھر تمہاری اصلاح کیسے ہوگی میری اس مین کوئی مصلحت نہین تمہارا ہی نفع ہے۔ عرض کیا کہ مین غلطی کو سمجھ چکا اب آئندہ انشاء اللہ ایسا نہ کرون گا فرمایا کہ ہمیشہ اس کا خیال رکھو کہ اپنی کسی بات سے اپنے کسی کام سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ یہ ہے سلوک کا جزو اعظم

(ملفوظ ۱۲۵۹) فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا ہے خاوند کے دستخط کراکر خط بھیجا ہے۔ میرا یہی معمول ہے کہ عورت کے خط پر جبتک خاوند کے یا خاوند نہ ہونے کی صورت مین کسی محرم کے دستخط نہ ہون اسوقت تک جواب نہین دیتا۔ اتنا لکھدیتا ہون کہ اپنے خاوند کے دستخط کراکر بھیجو۔ اس میں بڑے مفاسد کا انسداد ہے چنانچہ اس سے یہ معلوم ہوجاتا کہ جب بدون اجازت خاوند کی پیر کو خط نہیں لکھ سکتے تو اور توکسکو لکھنا جائز ہوگا ادھر اس سے خاوند کا راضی ہونا معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ اس تعلق خط وکتابت یا بیعت وغیرہ سے بددل تو نہین اسلئے کہ کبھی خاوند اور بیوی کے عقائد مین یا مسلک مین اختلاف ہوتا ہے تو اسکی

اجازت نہ ہونے کی صورت میں نزاع کا احتمال ہے ہر معاملہ مین ہر پہلو پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضور اپنی توجّہ اور تصور سے اس بندی کو اپنی بیعت میں قبول فرمالین۔ میں نے لکھدیا ہے کہ ہمارے طریق مین تصور نہیں تصدیق ہے۔

(ملفوظ ۱۱۲۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میرے تمام اصول اور قواعد کا منشا دوسرون کی اور اپنی اصلاح ہے اور یہ کہ طرفین کو راحت رہے باقی ان اصول اور قواعد سے حکومت کرنا مقصود نہین اور نہ مجھکو ان اصول پر فخر اور ناز ہے بلکہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہون اور برابر اپنی اصلاح کی فکر مین بھی لگا رہتا ہون الحمد للہ میری نیت نفسانیت کی بالکل نہین ہوتی اسی کا اثر ہوتا ہے محض اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ اور بدون اس طرز کے جسکا نام اصلاح ہے اسکا ہونا مشکل ہے۔

(ملفوظ ۱۱۲۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ شاہ محمد غوث گوالیری نے مؤکلات کو تابع کیا تھا ایک بار انکو حکم دیا کہ شاہ عبد القدوس صاحب قدس سرہ گنگوہی کو یا اس سلسلہ کے اور کوئی بزرگ تھے انکو یہان لے آؤ۔ مؤکل پھونچے حضرت شیخ مشغول تھے موکلون پر ہیبت طاری ہوگئی شیخ نے دفعۃً دیکھا تو کچھ اشخاص نہایت قوی ہیکل کہڑے ہین دریافت فرمایا کہ کون عرض کیا ہم مؤکل ہین پوچھا کیسے آئے عرض کیا کہ شاہ محمد غوث گوالیری نے بھیجا ہے وہ زیارت کے مشتاق ہین اگر ارشاد ہو بہت آرام سے حضرت کو وہان پھونچادین۔ فرمایا کہ انکو ہی لے آؤ وہ موکل واپس گئے اور شاہ محمد غوث گوالیری کو لیکر چلے انہون نے کہا بھی کہ تم تو میرے حکم بردار ہو۔ کہنے لگے کہ اوروں کے مقابلہ مین باقی شیخ کے مقابلہ میں ہم انکے حکم بردار ہین۔ غرض انکو لیکر گنگوہ حاضر ہوگئے۔ شیخ نے بہت ملامت کی کہ یہ کیا واہیات مشغلہ ہے اُنہون نے اُسی مجلس میں توبہ کی۔ اور حضرت شیخ سے بیعت ہوئے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جولاہہ آیا کہ میری لڑکی پر اللہ بخش کا خلل ہے آپ چلئے فرمایا کہ مین عامل نہین ہون اسنے بہت اصرار کیا آپ تشریف لیگئے اُسنے سلام کیا اور حضرت کی تشریف آوری پر شرمندگی ظاہر کی اور عرض کیا کہ اگر صرف اپنا نام لکھکر بھیجدیتے تو میں چلا جاتا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ آپکے سلسلہ والون کو کبھی نہ ستاؤن گا۔

(ملفوظ ۱۱۳۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ مین طریقت کے امام تھے مجتہد تھے۔ محقق تھے مجدد تھے۔ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔۔۔

........شکایت کی کہ ذکر کرتا ہوں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا فرمایا کہ یہ کیا تھوڑا فائدہ ہے کہ ذکر کرتے ہو اور تم کو ذکر کی توفیق دیدی گئی بس کام کرنیوالے کی یہ شان ہونی چاہئے ؂

یا بم اورا یا نیا بم جستجوئے میکنم — حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

آجکل کرنا دھرنا تو کچھ نہیں ایک ہی دن کام کر کے ولایت اور قطبیت کی تلاش ہو جاتی ہے حالانکہ یہ وہ طریق ہے کہ اگر ساری عمر بھی اس میں کھپ جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کیا حاصل ہوا بلکہ یہ معلوم ہو کہ کچھ حاصل نہیں ہوا تو بس سب کچھ حاصل ہو گیا یہی حالت نہایت مبارک ہے اس حالت پر ہزاروں کامیابیاں قربان ہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ یہ دولت ہے کیا یہ وہ چیز ہے کہ تمام مجاہدات اور ریاضات سے یہی مقصود ہے

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(**ملفوظ** ۱۱۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ گانا نہایت ہی خطرناک چیز ہے خصوص جبکہ گانیوالی عورت ہو اس سے دل ہاتھ سے نکلجاتا ہے اور یہی حکمت ہے کہ شریعت نے اس سے منع کیا ہے آفت کی چیز ہے اس سے عشق صورت پیدا ہو جاتا ہے اثمہما اکبر من نفعہما کی طرح اس میں بھی نفع سے زیادہ مضرت ہے بعضوں کی تو گانا سننے سے جان نکل گئی ہے اور میں تو حسین بچوں سے قرآن شریف خوش الحانی کی ساتھ سننا بھی جائز نہیں سمجھتا جسمیں نفس کی آمیزش ہو۔ اس نفس کی آمیزش پر یاد آیا میں ایک مرتبہ الہ آباد گیا وہاں پر ایک درویش ملے جو صاحب سماع تھے مجھسے سماع کے متعلق سوال کیا۔ میں نے کہا یہ بتلائے کہ اس طریق سلوک کی حقیقت اور حاصل کیا ہے کہا کہ اس میں اصل چیز مجاہدہ ہے۔ میں نے کہا کہ مجاہدہ کسے کہتے ہیں کہا کہ مخالفت نفس کو۔ میں نے کہا کہ گانا سننے کو آپ کا جی چاہتا ہے کہا کہ چاہتا ہے میں نے کہا کہ ہمارا بھی چاہتا ہے مگر ہم نہیں سنتے اور تم سنتے ہو ہم جی چاہا نہیں کرتے اور تم کرتے ہو ہم نفس کی مخالفت کرتے ہیں اور تم اسکی موافقت کرتے ہو تبلاؤ ہم صاحب مجاہدہ ہیں یا تم ہم درویشی کے قریب ہیں یا تم ہم صوفی کہلائے جانیکی قابل ہیں یا تم۔ اسپر بہت مسرور ہوئے اور یہ کہا کہ آج حقیقت سماع کی معلوم ہوئی۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ پہلے اہل سماع اہل سماء تھے اور آجکل کے اہل ارض ہیں اور بعض کیا بلکہ اکثر کو تو فسق و فجور میں ابتلاء ہے کھلم کھلا امرد اور عورتوں سے ملوث رہتے ہیں اور پھر درویش کے درویش

اور صوفی کے صوفی درویشی کیا فولاد ہے یا رجسٹری کی دستاویز ہے کہ کسی طرح ٹوٹنے ہی کو نہین کہتی مگر پھر بھی آجکل یہ جہلاء ایسے ہی راہزنوں اور ڈاکوؤن کے پیچھے پیچھے پھرتے ہین اور ان کو بزرگ اور ولی سمجھتے ہین ایسون ہی کی نسبت حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

کار شیطان میکنی نامت ولی　　گر ولی این است لعنت بر ولی

واقعی یہ لوگ اسی کے مصداق ہیں اللہ تعالیٰ کی ہزارون مخلوق کو انہون نے گمراہ کیا۔ بڑے ہی جری ہین

(ملفوظ ۱۱۳۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہاں پر بعضے نااہل آتے ہیں بڑا ہی جی تنگ ہوتا ہے۔ اہل فہم ایک دو بھی ہون افادہ استفادہ کیلئے وہی کافی ہین ورنہ دونوں طرف تنگی ہی ہوتی ہے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک طوطی اور کوّے کو ایک قفس میں بند کر دیا تھا طوطی کو تو وحشت تھی ہی کہ کوّے کیساتھ بند ہون مگر کوّے کو بھی وحشت تھی کہ مین کہان اسکے ساتھ پھنسا ایسے ہی آنے والوں کو تو وحشت ہوتی ہی ہے کہ کہان آکر پھنسے مجھکو بھی وحشت ہوتی ہے کہ کن کج فہمون سے پالا پڑا۔

۱۶ (ملفوظ ۱۱۳۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب نظر ہے ان کا فتوی ہے من کسر لمسلم بربطا او طبلا او مزمارا او دفا فھو ضامن اور وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ الامر بالمعروف بالید الی الامراء لقدرتھم و باللسان الی غیرھم یعنی آلات لہو کو توڑ ڈالنا واعظ کو یا کسی عامی کو جائز نہین اگر کوئی توڑ ڈالیگا تو ضمان لازم آئیگا کیونکہ یہ کام سلطان کا ہے وہ ایسا احتساب کر سکتا ہے توڑ پھوڑ سکتا ہے سزا دے سکتا ہے امام صاحب کے اس فتوے مین کسقدر امن اور فساد سے تحفظ کیا گیا ہے حاصل یہ ہے کہ یہ اختیارات سلطان کیساتھ خاص ہین ورنہ اگر عوام کو ایسی گنجائشین دی جاوین رات دن عوام مین جدال وقتال رہا کرے۔ ایک انگریز نے لکھا ہے کہ سلطنت کسی فقہ پر نہیں چل سکتی بجز فقہ حنفی کے یہ ایک سیاسی تجربہ کار کا قول ہے

(ملفوظ ۱۱۳۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین جب کسی کو بناؤ سنوار کرتے دیکھتا ہون فوراً سمجھ جاتا ہون کہ یہ شخص کمال سے کورا ہے اور فضول مین پھنسا ہوا ہے بات یہ ہے کہ ذکر اللہ سے باطن کی تعمیر ہوتی ہے اور ظاہر پر یہ اثر پڑتا ہے کہ اسکی زینت کا اہتمام نہین رہتا۔

(ملفوظ ۱۱۳۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل بارش کی بڑی کمی ہوگئی اب تو نہر وغیرہ کا انتظام بھی ہے

پہلے تو مدار ہی زراعت کا بارش پر تھا اسوقت کمی نہ تھی فرمایا کہ کمی کی وجہ تو تم خود بیان کر رہے ہو پہلے خدا پر
بھروسہ خدا پر نظر تھی اور اب نہر اور ندی پر ہے اور بعض اہل تجربہ نے یہ بیان کیا ہے کہ جب سے باغات
کٹ گئے اور کم ہو گئے اس وقت سے بارش کم ہو گئی۔ قانون قدرت یہ ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے
حق تعالیٰ اسکے اسباب زیادہ پیدا فرماتے ہیں۔ چنانچہ بن میں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ شاداب پہاڑوں
مین کثرت سے بارش ہوتی ہے وہاں بھی درخت خودرو کثرت سے ہین اور ایک سبب قلت باراں کا
کثرت معصیت بھی ہے اس سے بھی بچنا چاہئے۔

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۱۱۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے مجھسے دریافت کیا تھا اگر تمہاری حکومت ہو جائے
تو انگریزون کی ساتھ کیا برتاؤ کرو ہیں نے کہا کہ محکوم بنا کر رکہین کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم ہی
بنا کر رکہین گے مگر ساتھ ہی اسکے نہایت راحت اور آرام سے رکھا جائیگا اسلئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہونچایا ہے
اسلام کی بھی تعلیم ہے اور اسلام جیسی تعلیم تو دنیا کے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی اسلئے کہ یہ خدائی تعلیم ہے اسمین
غیر مسلمون تک کے حقوق مقرر کئے گئے حتےٰ کہ عین قتال کیوقت حکم ہے کہ اگر کوئی کافر کلمہ پڑھ دے تو اسپر سے تلوار
ہٹا لو گو یہ بھی شبہ ہو کہ دل سے نہین پڑھا کیا ٹھکانا ہے اس وسعت اور قوت کا ایسا حکم کوئی بشر نہین کر سکتا
یہ خدا ہی کا کام ہے وہ جانتے سمجھتے ہین کہ دہوکہ دینے والا کیا بگاڑ سکتا ہے جب چاہیں گے پھر مغلوب کر دینگے۔
اسلام ایسی ہی تعلیمات سے پھیلا ہے تلوار سے نہین پھیلا۔ تلوار تو صرف اسواسطے ہے کہ کوئی اسلام کی قوت
کو مغلوب نہ کر سکے۔ غرض اسلام کی ہر تعلیم نہایت دلکش ہے غیر مسلم قومیں تک ان سب باتوں کو سمجھتے ہین۔
ایک صاحب نے میرا ایک فتوی بعض ملازمتون کے ناجائز ہونیکا کراچی میں انگریز جج کے سامنے پیش کر دیا کہ وہ
بھی تو یہی فتوی دے رہا ہے وہ مجرم کیون نہین اور مین مجرم کیوں ہون حاکم نے جواب دیا کہ اس کا فتوی ایک
سوال کا جواب ہے ایک شخص مسئلہ پوچھ رہا ہے ان کا فرض ہے کہ وہ دین کا مسئلہ بتلائین انکی نیت بیان حکم ہے
سلطنت کا اضرار مقصود نہیں۔ اور تم سلطنت کو ضرر پہونچانا چاہتے ہو۔ تحریکات کے زمانہ مین میرا ایک ایسا ہی
فتوی بڑے جلی قلم سے ایک سرخی قائم کر کے شائع کر دیا۔ ایک انسپکٹر پولیس تحقیق کو آئے میں نے اس فتوی کا

سن رسالہ نکال کر دکھلا دیا کہ چالیس برس ہو گئے جب وہ لکھا تھا اور اب تو اور زیادہ ہو گئے۔ اور مسئلہ کا توحق یہ ہے کہ اگر بادشاہ بھی پوچھے تو جو مسئلہ ہے وہی بتایا جائیگا۔

(ملفوظ ۱۱۳۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ **تحریکات کے زمانہ** میں میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا تھا کہ چھ سو روپیہ ماہانہ گورنمنٹ سے پاتا ہے ایک شخص نے ایک ایسے ہی مدعی سے کہا کہ اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ خوف سے متاثر نہیں لیکن طمع سے متاثر ہے بلکہ خوف سے تو گورنمنٹ ہی متاثر ہوئی۔ چنانچہ تمہیں اور ہمیں ننانوے روپیہ بھی نہیں دیتی تو اب اس کا امتحان یہ ہے کہ تم نوسو روپیہ دیکر اپنی موافق فتوی لیلو۔ اگر وہ قبول کرے تو وہ بات صحیح ہے ورنہ وہ بھی جھوٹ۔ ایک صاحب کی ایسے ہی ایک شخص سے اور گفتگو ہوئی۔ مدعی صاحب عالم بھی تھے انکو قسم دیکر پوچھا کہ ایمان سے بتلاؤ کیا یہی بات تمہارے دل میں بھی ہے کہا کہ حاشا و کلا دل میں ہر گز یہ بات نہیں انہوں نے کہا کہ پھر زبان سے کیوں کہتے ہو کہا کہ اپنی آواز کو زوردار بنانے کیلئے۔ میں نے سنکر کہا کہ چلو روٹیاں پھر بھی ہماری بدولت مل رہی ہیں۔ بڑا ہی پُر فتن زمانہ تھا۔ قتل کی دھمکیاں خطوط میں آئیں اور نام پتہ اُسپر سب کچھ لکھا تھا بعض احباب نے کہا کہ ایسے خطوط عدالت میں پیش کر دو۔ میں نے کہا کہ مسلمان کی نالش غیر مسلمان کی عدالت میں پیش کروں غیرت آتی ہے اور اگر ایسا ہوا بھی تو گھر بیٹھے شہادت کی دولت نصیب ہو گی میرا ضرر کیا ہے اسی زمانہ میں ایک شخص ہندو راجپوت جو ضعیف العمر تھا مجھکو جنگل میں ملگیا کہنے لگا کہ مولوی جی کچھ معلوم بھی ہے تمہارے متعلق کیا کیا تجویزیں ہیں۔ میں نے کہا ہاں معلوم ہے اسکی ساتھ ایک اور بات بھی معلوم ہے وہ یہ کہ بدون خدا کے چاہے کوئی کچھ نہیں کر سکتا کہا کہ تو پھر تمہارے لئے گھر جنگل سب برابر ہے جہاں چاہو پھر و اور واقعہ بھی یہی ہے کہ سچے محافظ وہی ہیں۔

۲۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۱۱۳۷) ایک صاحب کو حضرت والا نے ان کی فرمائش پر تعویذ دیدیا ان صاحب نے عرض کیا کہ اسکو موم جامہ کر کے باندھا جائے فرمایا کہ ضروری نہیں موم تو محض اسلئے کر دیا جاتا ہے کہ اگر پانی لگ جائے تو حروف دُھل نہ جائیں عرض کیا کہ تعویذ لیکر دریا سے بھی عبور کرنا پڑیگا شاید بغیر موم جامہ کے تعویذ کا

اثر جاتا رہے فرمایا کہ یہ محض غلط مشہور ہے یہ تو سنا ہے کہ سحر کا اثر دریا سے جاتا رہتا ہے کیونکہ وہ سفلی عمل ہوتا ہے ناپاک اثر پاک چیز سے زائل ہو سکتا ہے بخلاف اسماء الٰہیہ کے کہ ان کا اثر عرش تک ہوتا ہے۔ دریا بیچارے سے کیا زائل ہوتا۔

(**ملفوظ** ۱۳۹۰) ایک صاحب چھ برس کے لڑکے کے علم دین حاصل کرنیکا شوق بیان کر رہے تھے اسپر حضرت والا نے فرمایا طبائع ہین مگر آجکل اسکے قدردان بہت ہی کم ہین چنانچہ ایک طالب علم انگریزی تعلیم یافتہ کا خط آیا تھا غالباً پرسوں ہی آیا تھا لکھا تھا کہ میری شادی ہونیوالی ہے یا ہو چکی ہے لڑکی والے یا تو نکاح نہین کرتے یا رخصت نہین کرتے اور لڑکے والے سے کہتے ہین کہ ہم کس سے شادی کریں تمہارا لڑکا تو دیوانہ ہے باپ نے لڑکے سے کہا کہ بیٹا زیادہ نماز روزہ مت کیا کرو جس سے تم دیوانہ مشہور ہو جاؤ گے اب تو یہ حالت ہے اور یہان تک نوبت پھونچ گئی ہے۔

(**ملفوظ** ۱۳۹۱) فرمایا کہ آج منتظم جامع مسجد دہلی کا ایک استفتا آیا ہے لکھا ہے کہ یہاں پر مسجد مین سیاسی جلسے ہوتے ہین اس میں جھگڑے فساد تک کی نوبت پھونچ جاتی ہے حتی کہ چھریان تک چل جاتی ہین۔ مین نے ایک الگ پرچہ پر سب احکام اور آداب مسجد لکھدئے ہین اور لکھدیا کہ اس مین تمہارے تمام سوالوں کا جواب ہے اور تمہارے استفتے پر اسلئے نہین لکھا کہ دوسرے لوگ اس جواب کو اپنے مخالفت مین سمجھکر اسکی رد کی فکر مین لگ جائین گے اور بے سمجھے ایک حدیث اسکے مقابلہ پر لائیں گے وہ حدیث یہ ہے کہ حبشی فن حرب کی مشق کی غرض سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد مین کھیلے ہیں اگر ہم جواب مین یہ کہین گے کہ اس وقت جہاد کی تیاری تھی وہ لوگ یہ کہین گے کہ ہم بھی جہاد کی تیاری کر رہے ہین اگر ہم کہین گے تمہاری نیت جہاد کی نہیں فساد کی ہے وہ کہیں گے کہ ہماری نیت جہاد کی ہے فساد کی نہیں اس کا فیصلہ کون کریگا اور اب مستقل مضمون کو اپنے رد میں نہ کہین گے اسلئے نزاع نکرینگے۔ پھر فرمایا کہ آجکل خدا کے گھر کا بالکل احترام نہین رہا جہاں شرعی سزا دینے کی بھی ممانعت ہے وہان یہ لوگ جھگڑے فساد حتی کہ قتل خونریزی تک کرنے لگے۔

(**ملفوظ** ۱۳۹۲) ایک صاحب نے سوال کیا کہ مسجد کے فرش پر محض گذر جانے کی نیت سے آنا جانا اس کا کیا حکم ہے فرمایا فقہا نے مکروہ لکھا ہے اگر کبھی اتفاقاً ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں مگر عادت کرنا بُرا ہے مسجد کا بہت ہی احترام آیا ہے۔ آجکل لوگون میں حس نہیں ہے ان باتون کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے۔

(ملفوظ ۱۱۴۲) ایک خط کے جواب کے سلسلہ مین فرمایا کہ اگر کوئی شخص خیر خواہی سے تہذیب کے لہجے مین ہمارے خلاف مین بھی کچھ لکھے تو جواب دینے کو جی چاہتا ہے ورنہ نامعقول تحریر کا جواب دینے کو جی نہین چاہتا خدا معلوم کیا بات ہے آجکل اہل علم مین سے بھی تہذیب رخصت ہوگئی بعض لوگ نری معقول پڑھتے ہین اسلئے نامعقول رہتے ہین اور ان انگریزی تعلیم یافتہ طبقے مین تو تہذیب کا نام ونشان بھی نہین رہا الا ماشاءاللہ ایک ایسے ہی صاحب سے دہلی میں ملاقات ہوئی اُنہون نے مجھسے سوال کیا کہ آپکے مدرسے کے طلبہ مین کچھ لیاقت بھی ہوتی ہے۔ مین نے کہا کہ لیاقت کا مفہوم میری سمجھ مین نہین آیا پہلے لیاقت کا معیار سمجھنا چاہتا ہون پھر بتلاؤن گا کہ اس قسم کی لیاقت ان مین ہے یا نہیں وہ سمجھ گئے کہ میں انکو مدعی بنانا چاہتا ہون پُرانے آدمی تھے اور کچھ تہذیب بھی تھی ٹال گئے میں بھی خاموش ہوگیا۔ خدانخواستہ زک دینا تھوڑا ہی مقصود تھا

(ملفوظ ۱۱۴۳) ایک صاحب کے سلسلہ گفتگو مین حضرت والا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ شان کرم اور شان احسان خاص مسلمانون کا حصہ ہے ان کے مسخر کرنے کا طریقہ صرف یہی ہے کہ ان کے ساتھ احسان کیا جائے انکے دبانے سے تو ان مین اور اشتعال پیدا ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۱۱۴۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میں جس زمانہ مین کانپور مین تھا میرے ایک عزیز ماموں زاد بھائی تھے جو فتحپور ہسوہ مین پڑھاتے تھے فارسی کے استاد تھے کانپور مین ملنے آیا کرتے تھے ان کی قابلیت کی وجہ سے مدرسہ والوں نے چاہا کہ انکو مدرسہ مین رکھ لیا جائے۔ میں نے کہا کہ نہ بھائی مین پسند نہین کرتا کیونکہ غیرون کیساتھ تو اگر رعایت کرون تو کسی کو کچھ شکایت نہین اور انکو احسان سمجھا جاتا ہے اگر مواخذہ کرون تو انکو ناگواری نہین ہوتی مگر آپس والون کیساتھ ہر قسم کے معاملات باعث مفسدہ ہوتے ہین

(ملفوظ ۱۱۴۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ دوسرے مذاہب کے مقتدا بھی اکثر مقدس نہین ہوتے صرف صورت ہی کا تقدس نظر آتا ہے اور الحمدللہ اہل اسلام مین دعوی اتنا نہین تقدس کا جس قدر حق تعالیٰ نے انکو تقدس عطا فرما رکھا ہے یہ سب خدا کی طرف سے ہے۔

(ملفوظ ۱۱۴۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ خدا کی نعمتین بیحد اور بیشمار ہین وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا کہان تک انسان شکر کر سکتا ہی اُدھر سے آواز تو آتی نہیں مگر سب کام حق تعالیٰ حسب مصلحت تو ہمیشہ اور دلخواہ بھی اکثر پورے فرمادیتے ہین یہ خدا کی نعمت اور تائید نہین تو اور کیا ہے۔

(ملفوظ ۱۱۴۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ امرتسر کے ایک غیر مقلد نے بے ڈھنگا اعتراض کرکے دات

وصفات پر ایک رسالہ لکھوایا جسکا نام ہے تمہید الفرش۔ مجھکو ساری عمر بھی کبھی اسقدر خوف نہین معلوم ہوا جسقدر اس بحث کے لکھتے ہوئے معلوم ہوا اس قدر تکلیف ہوئی کہ یہانتک خیال ہوا کہ اگر مین جاہل ہی رہتا تو اچھا ہوتا۔ جاہلون کے جہل پر رشک ہوتا تھا مگر تائید غیبی اور فضل خداوندی شامل حال رہی کہ افراط و تفریط سے محفوظ رکھا اور ایک کام کی چیز ہو گئی انشاء اللہ مخلوق کو نفع ہو گا۔

۱۱۴۸

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ راحت اور آرام کی زندگی تو ان ہی حضرات کی ہے جسکی وجہ سادگی اور بے تکلفی ہے۔ حضرت امام شافعیؒ ایک رئیس کے یہان مہمان تھے اُن رئیس کی عادت تھی کہ نوکر کو کھانوں کی فہرست لکھوا دیا کرتے تھے کہ اسوقت یہ کھانے تیار ہونگے۔ رئیس وہ فہرست لکھوا کر اور نوکر کو دیکر کہین چلے گئے امام شافعی صاحب نے وہ فہرست نوکر سے لیکر ایک کھانا جو کہ مرغوب تھا اس فہرست مین بڑھا دیا نوکر نے وہ کھانا بھی پکایا جب دسترخوان پر کھانا آیا تو رئیس نے دیکھا کہ ایک کھانا زائد ہے نوکر سے دریافت کیا کہ یہ تو ہمنے نہیں لکھا تھا پھر کیوں تیار ہوا اسنے کہا کہ یہ امام صاحب نے بڑھایا تھا جو آپکے مہمان ہین میزبان اسقدر خوش ہوا کہ یہ شخص غلام تھا اسکو خوشی میں آزاد کر دیا کہ مہمان کی فرمائش سے کھانا پکایا دیکھئے یہ مسرت بے تکلفی کی بدولت میسر ہوئی۔

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

۱۱۴۹

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ افسوس جتنی ضروری چیزین ہیں آجکل ان سب سے ذہول اور غفلت ہے چنانچہ آجکل بڑی ضرورت کی چیز صحبت ہے اہل اللہ اور خاصان حق کی یہ صحبت میرے نزدیک اس زمانہ مین فرض عین ہے۔ بڑے ہی خطرہ کا وقت ہے جو چیز مشاہدہ سے ایمان کے حفاظت کا سبب ہو اسکے فرض عین ہونے مین کیا شبہ ہو سکتا ہے ایسی چیز کا اہتمام تو ابتداء ہی سے ہونا چاہئے مگر لوگوں کو اس طرف سے بڑی غفلت ہے۔ پھر صحبت نیک کے نہ ہونے کے ثمرات نمونہ کے طور پر بیان فرمائے چنانچہ ایک ثمرہ یہ ہے کہ اس وقت یہ حالت ہو گئی ہے کہ اُستادوں کے ساتھ استہزا قرآن و حدیث میں تحریف اسوقت منتہائے کمالات یہ ہو گیا ہے کہ تقریر اور تحریر ہو اور اپنے کو اپنے استادون اور بزرگون کی برابر خیال کرنے لگے گو ابھی تک یہ بات زبان سے تو نہین کہی مگر آئندہ کہنے بھی لگین گے۔ یہ سب اسکا ثمرہ ہی

کہ اسکی تعلیم دی گئی ہے کہ حکومت کی مخالفت کرو۔ حکومت کوئی چیز نہین۔ یہ حکم بعض حالات مین فی نفسہ تو برا نہین تھا مگر لوگون مین قیاس فاسد کا مادہ تھا طبائع مین سلامتی نہ تھی حدود کا خیال نہ تھا اسلئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ استاد بھی کوئی چیز نہیں پیر بھی کوئی چیز نہیں۔ باپ بھی کوئی چیز نہیں۔ غرض اعتدال کسی چیز مین نہ رہا۔ نہ اصول رہے نہ قواعد رہے اس ہی لئے سر پر کسی کامل کی رہنے کی ضرورت ہے وہ فطریات کا ازالہ نہیں کرتا امالہ کرتا ہے کیونکہ اس چیز کو قطعاً نابود کر دینا خلاف حکمت ہی صرف اسکے رہتے ہوئے اعتدال کی ضرورت ہی۔ تو حکومت کی مخالفت کے بھی حدود ہین انکی پرواہ نہین کی گئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے بزرگون کی بھی مخالفت شروع کر دی۔ اقوال مین افعال مین صورت مین سیرت مین طرز معاشرت لباس مین اخلاق مین سب مین ایک دم کایا پلٹ ہو گئی چنانچہ اس وقت مدارس دینیہ کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علیگڈہ کالج ہے۔ خیالات بدل گئے۔ لباس بدل گئے۔ صورتین ہی کچھ اور ہو گئین۔ یہانتک کہ جو جماعت مشائخ کی طرف منسوب سمجھی جاتی ہے اسکی حالت گندی ہو گئی اسپر ایک واقعہ یاد آیا ایک لڑکے کو اسکے چند رشتہ دار لیکر میرے پاس آئے وہ ایک بازاری عورت کے ہاتھ مین پھنس گیا تھا۔ مین نے اسکو بے تکلف کرنے کیلئے الگ لیجا کر نہایت دلجوئی کی ساتھ اس سے واقعات دریافت کئے اسنے کہا کہ مین اسکے چھوڑنے کو تیار ہون مگر مین نے اس سے وفاداری کا عہد کر لیا ہے اسنے یہ کہا تھا کہ مردون کا کچھ اعتبار نہین مجھسے کوئی اچھی ملگئی تو اس سے تعلق پیدا کر لوگے مین نے اسکی تسلی کی اُسنے کہا کہ پیران کلیر چلکر حضرت مخدوم صاحب کے مزار پر عہد کرو چنانچہ وہان گئے اور ایک مجاور نے مزار پر ہم سے عہد لیا اب خلاف کرنے مین اندیشہ وبال کا ہے۔ دیکھئے یہ مجاور صاحب کی حرکت ہے یہ اپنے کو بزرگون کی طرف منسوب کرنیوالے لوگ ہین۔ مین نے اُس لڑکے سے اس اندیشہ کے ازالہ کیلئے یہ کہا کہ تمہارا میرے متعلق خیر خواہی کرنے کا اور سچ بولنے کا کیا خیال ہے کہا کہ مجھکو ہر طرح پر آپ پر اطمینان ہے مین نے کہا کہ مین تمکو یقین دلاتا ہون کہ اگر تمنے اس قسم اور عہد کو توڑ دیا تو تمپر کوئی وبال نہ ہوگا اور اگر نہ توڑا تو ہزارون وبال ہین گے یہانپر بھی اور آخرت مین بھی اُسنے کہا کہ مجھکو اطمینان ہو گیا مگر ایک بات کی اجازت چاہتا ہون کہ مین جاکر اسکو اطلاع کر دون تاکہ وہ دہوکہ مین نہ رہے۔ مین نے کہا کہ اسکی اجازت ہے مگر اس شرط سے کہ اور کوئی بات تو نہ کروگے اور اسکے علاوہ اور تو کچھ نہ بولوگے اور نہ اسکے بعد اسکے پاس جاؤ گے اور ان قیود کی ساتھ اجازت دینا اس وجہ سے تھا کہ اس مین جذبہ تھا وفاء عہد کا اسکو فنا نہین کرنا چاہئے اس اجازت سے وفاء عہد کے ملکہ کو باقی رکھا گیا اب بظاہر تو یہ شبہ تھا کہ مقدمہ معصیت کی اجازت دیدی مگر وفاء عہد کی دولت کو باقی رکھنے کیلئے ایسا کیا گیا

اور معاصی کا انسداد قیود سے کر لیا گیا چنانچہ وہ لڑکا گیا اور اسکو اطلاع کرنے کے بعد پھر اس طرف رُخ نہین کیا بعض اوقات کسی بڑے منشا پر نظر ہونے سے ظاہر کے خلاف کسی موہم کا ارتکاب ہو جاتا ہے لیکن حقیقت واضح ہونے کے بعد وہ شبہ زائل ہو جاتا ہے چنانچہ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ کسی چور کو بادشاہ نے سولی کا حکم دیا اور عبرت کیلئے لاش چھوڑ دی گئی۔ ایک بزرگ کا اس طرف کو گذر ہوا دیکھا کہ دار پر ایک لاش لٹکی ہے ان بزرگ نے دریافت کیا کہ کیا واقعہ ہے کسی نے عرض کیا کہ اسنے ایک مرتبہ چوری کی تو ہاتھ کاٹا گیا دوسری مرتبہ چوری کی تو پیر کاٹ دیا گیا۔ اب تیسری مرتبہ پھر چوری کی تو سولی دی گئی ان بزرگ نے اس لاش کے قدم چومے۔ لوگون نے کہا کہ آپ نے اتنے بڑے شیخ اور اس سارق کے قدم۔ فرمایا کہ میں نے اسکے قدم نہیں چومے اسکی استقامت کے قدم چومے ہین اور فرمایا کہ جیسی اسکو شر مین استقامت تھی کاش ہمکو خیر مین استقامت ہوتی۔ بزرگون کی باتین بزرگ ہوتی ہین معمولی باتون مین علوم ہوتے ہین

(**ملفوظ** ۱۱۵۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ حضرات چشتیہ بدنام ہین کہ یہ بعضے امور مثل سماع وغیرہ خلاف سنت کرتے ہین اور نقشبندیہ متبع سنت ہین لیکن غور نہین کرتے کہ چشتیہ محققین نقشبندیہ سے بھی زیادہ متبع سنت ہین چنانچہ اور چشتیوں نے کسی ایک چیز کو بھی لوازم طریق سے نہین کہا جو سنت مین منقول نہ ہو حتے کہ سماع بھی ان کے یہاں لازم طریق نہیں گو بعض عوارض سے بعض حالات مین اسکی اجازت دی ہے۔ اور نقشبندیون نے تصور شیخ کو اور ذکر لطائف کو لوازم طریق سے قرار دیا ہے مگر پھر بھی حضرات چشتیہ بدنام ہین چنانچہ خفیہ سب سے زیادہ متبع سنت ہین مگر کم فہمون نے پھر بدنام کیا ہے۔

(**ملفوظ** ۱۱۵۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بعض بات بڑی نازک پیش آجاتی ہے اسوقت عجب کشمکش ہوتی ہے۔ یہان ایک نیک شخص تھے نیم عالم بھی حافظ بھی ان کا ایک معاملہ تھا جسکا ایک ہندو قانون گو سے واسطہ تھا اسپر چار روپیہ رشوت کے ٹھیرے تھے دفع مضرت کیلئے رشوت دینا جائز بھی ہے یہ مسئلہ انکو معلوم تھا اسلئے وعدہ کر لیا جب کام ہو گیا میرے پاس آئے کہ کام تو ہو گیا اب کوئی مضرت بھی نہین تو اب رشوت دون یا نہ دون مین نے کہا کہ اصل تو یہی ہے کہ نہ دیا جائے مگر اس کا اثر دیکھا جائے کہ اس مین مسلمانون کی خصوص مقدسین کی بدنامی ہے یہ غیر مسلم سمجھیں گے کہ ایسے بزرگ بھی بے ایمانی کرتے ہین اسلئے اگر تم دیکر توبہ کر لو تو یہ اقرب الی المصلحت ہے۔ ایک یہ کہ اسوقت نہ دینے مین آئندہ ان مظلوم غرباء کا نقصان ہوگا جن کا کام اُدھار پر ہو جاتا تھا اور نقد ہر وقت میسر نہیں ہوتا ایسی دقیق اور پیچیدہ باتین پیش آجاتی ہین مصلحین کو اور خادمان امت کو

اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔

(ملفوظ ۱۱۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی کسی کو کیا ذلیل اور حقیر سمجھے اگر ایک حسین شخص کے منہ پر کالک لگی ہے اور ایک قبیح المنظر کے منہ پر پوڈر مل دیا تو حقیقت میں یہ کالک بُری ہے مگر جسکے کالک لگی ہے وہ حسن میں تم سے افضل ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ مبتلائے معاصی کسی خاص خوبی کے سبب واقع میں تم سے افضل ہو اور قبح محض رنگ معصیت سے ہوا اسلئے امر بالمعروف کیوقت بھی مخاطب کی تحقیر نہ کی جاوے۔

(ملفوظ ۱۱۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طبیب کی اسلئے ضرورت ہوتی ہے کہ جزئی احوال پر کلیات کو منطبق کرتا ہے ایسے ہی محقق اور شیخ کا کام ہے اسلئے خود تمکو اپنی رائے پر اعتماد نہ چاہیئے۔

(ملفوظ ۱۱۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معصیت کے ساتھ اعمال صالحہ تو جمع ہو سکتے ہیں فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ + ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ لیکن نور قلب اور معاصی ایک جگہ جمع نہیں ہوتے معاصی اس میں مُخل ہیں۔

(ملفوظ ۱۱۵۵) ایک صاحب نے حضرت والا سے اپنے کسی دنیوی معاملہ میں مشورہ لینا چاہا فرمایا کہ اگر میں ان جھگڑوں قصوں کو پسند کرتا تو گھر کی جائداد بھائی کے ہاتھ کیوں بیع کر دیتا میں بھی آج زمیندار ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اب بھی زمینداروں سے اچھا ہوں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ آدمی زمیندار کیوں بنے آسمان دار کیوں نہ بنے تو خدا کا شکر ہے اپنی بزرگوں کی جوتیوں کی برکت سے ہم آسماندار ہیں۔ اور یہ سب ان ہی حضرات کی توجہ اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

(ملفوظ ۱۱۵۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک عقل ہی بیچاری کیا وہاں تو تمام ہی قوتیں گرد ہیں وہاں تو فضل ہی سے کام چلتا ہے نہ علم پر مدار ہے نہ عمل پر نہ حال پر نہ کمال پر نہ زہد اور تقوے پر۔ یہ چیزیں تو ناز کی ہیں وہاں تو نیاز کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۱۱۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ میں تو اپنی کھلی ہوئی حالت رکھتا ہوں تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو کسی راز کو اپنے پوشیدہ نہیں رکھنا چاہے اسپر کوئی معتقد رہے یا غیر معتقد۔ ایک یہ کہ میں کبھی کسی سے کسی قسم کی فرمایش نہیں کرتا ایک یہ کہ جو شخص کسی کام کا ارادہ کرتا ہے اور وہ کام جائز ہوتا ہے اسکو اپنے مشورہ سے نہیں بدلتا مباح اور جائز امور میں میری طرف سے دوستوں کو بالکل آزادی ہے میرے ان تمام اصول اور قواعد کا خلاصہ اور روح یہ ہے کہ میری وجہ سے کسی کے قلب پر کوئی گرانی یا تنگی نہ ہو اور یہی میں

دوسروں سے چاہتا ہوں کہ وہ بھی مجھکو نہ ستاویں نہ اذیت اور تکلیف پہونچاویں جس طرح مین انکی رعایت کرتا ہوں وہ بھی میری رعایت پیش نظر رکھین یہی وجہ ہے کہ امیر و کبیر اور غریب سب بیفکر ہو کر مجھسے ملتے ہین کسیکو یہ کھٹک نہین ہوتی کہ شاید یہ ہمسے کسی نفع کا طالب ہو۔ جب چاہو آؤ جب چاہو جاؤ اس میں میرا وہی مسلک ہے جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ حضرت کے دربار کی یہ شان تھی ؎

دار و گیر و حاجب و دربان درین درگاہ نیست ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو

اگر یہ بات نہ ہوتی تو بعض لوگون کو تعلق رکھنے مین رکاوٹ ہوتی تو جو نفع دینی انکو اب پہونچ سکتا ہے وہ بند ہو جاتا۔ ایک قصہ یاد آیا یہاں سے قریب ایک موضع ہے وہان ایک رئیس تھے مجھسے بھی دوستی کا تعلق تھا اور اپنی ساری جماعت کے معتقد تھے انکو اپنے متوفی بیٹے کی کچھ نمازوں کا فدیہ دینا تھا اور وہ بڑی رقم تھی تو اُنہوں نے کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ مسئلہ بھی صرف یہاں سے پوچھا محض اس احتمال سے کہ اگر کسی اور سے پوچھونگا تو کوئی اپنے مدرسہ کیواسطے نہ کہہ بیٹھے۔ ان کے ان بیٹے کا جب انتقال ہوا تھا یہاں سے اپنے ایسے لوگون نے تعزیت کیلئے جانا چاہا جن کا تعلق مدرسہ سے تھا۔ میں نے منع کر دیا کہ ایک کارڈ سے تعزیت کر لو۔ اگر مدرسہ سے تم لوگون کا تعلق نہ ہوتا تو مضائقہ نہ تھا اب چونکہ مدرسہ سے تعلق ہے ممکن ہے کہ انکو یہ خیال ہو کہ مدرسہ کیلئے آئے ہین کہ مدرسہ کو کچھ ملیگا غیرت آتی ہے۔ بس ان باتوں کی بدولت میں بدنام ہوں بھی اور شکی کہا جاتا ہوں کیا یہ وہم اور شک ہے جہان ذلت یقینی ہو میرے تو تجربات اور مشاہدات ہین مین ان کو کیسے مٹا دون اور دوسروں کے کہنے سے کیسے چھوڑ دون۔

(ملفوظ ۱۱۵۰) ایک نووارد صاحب آئے اور مصافحہ کر کے اس قدر قریب بیٹھے کہ اسکی وجہ سے حضرت والا کو خطوط کے رکھنے میں تنگی ہوئی اسپر حضرت والا نے انکی اس غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آئے اور کس غرض سے اور کب تک قیام رہے گا اسپر وہ صاحب خاموش رہے حضرت والا نے دوبارہ پھر دریافت فرمایا کہ جواب دو اور جو کچھ کہنا ہو کہو لو مجھکو اور بھی کام ہیں وہ صاحب پھر بھی خاموش رہے فرمایا کہ ابھی تک تو مین صبر کر رہا ہوں اب عنقریب تغیر ہو جائیگا آخر صبر کی بھی تو حد ہے گو تمہاری بد عقلی اور بدفہمی اور خاموشی کی کوئی حد نہین معلوم ہوتی دیکھو پھر شکایتین کرتے پھرو گے۔ اسپر عرض کیا کہ میں معافی کا خواستگار ہون مجھسے غلطی ہوئی فرمایا کہ معافی کو خدا نخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہون مگر کیا تمہاری اس غلطی پر تمکو اطلاع بھی نہ کرون یہ بتلاؤ کہ اس غلطی کا سبب بدفہمی ہے یا بے فکری۔ عرض کیا

کہ بدفہمی ہے۔ فرمایا چلو چھٹی ہوئی اس صورت میں تو اصلاح کی بھی امید نہیں اسلئے کہ فکر تو اختیاری ہے اگر بیفکری سبب ہوتا تو فکر اختیاری سے اس کا تدارک ہو جاتا اور بدفہمی غیر اختیاری ہے اس کا کوئی تدارک ہی تمہارے قبضہ میں نہیں پھر فرمایا کہ میں جب کسی سے یہ پوچھتا ہوں کہ بدفہمی اس کا سبب ہے یا بیفکری تو یہ سمجھکر کہ ایسی بات کہی جاوے کہ جو غیر اختیاری ہے تاکہ جرم کی نوعیت ہلکی ہو جائے معذور سمجھا جاوے اکثر یہی جواب دیتے ہیں کہ بدفہمی اس سے جرم میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اسلئے کہ اختیاری فعل کا دفع بھی اختیاری ہوتا ہے اور غیر اختیاری کا دفع بھی غیر اختیاری ہوتا ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ یہ جواب دینے والوں کی ہوشیاری اور نفس کی شرارت ہے کہ بدفہمی کو سبب قرار دیتے ہیں حالانکہ زیادہ سبب بیفکری ہی ہوتا ہے یہاں بھی چالاکی سے کام نکالنا چاہتے ہیں میں انکی نبضیں خوب پہچانتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ مجھسے لوگ خفا ہیں میں ان کی پول کھولتا ہوں انکے امراض کو ان پر ظاہر کرتا ہوں مگر اس اظہار سے خدانخواستہ تحقیر یا تذلیل مقصود نہیں ہوتی بلکہ آگاہ کرنا اور اصلاح کرنا مقصود ہوتا ہے اور کسی کو کیا حق ہے کہ کسی کی تحقیر یا تذلیل کرے اور مجھ جیسا شخص تو کبھی ایسا کر ہی نہیں سکتا اسلئے کہ میرا خیال آنیوالوں کی ساتھ وہ ہے جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں آنیوالوں کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں اور مریدوں کی نسبت یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر پیر مرحوم ہوگا وہ مرید کو جنت میں کھینچ لیجائیگا اور اگر مرید مرحوم ہوگا تو پیر کو کھینچ کر لیجائیگا سو جس شخص کا یہ خیال ہو وہ کسیکو کیا حقیر سمجھ سکتا ہے بہرحال میں آنیوالوں کو اپنے سے افضل اور بہتر سمجھتا ہوں اور یہ جو کچھ آنیوالوں کی ساتھ میرا طرز ہے یہ محض انکی ہی مصلحت اور اصلاح کی وجہ سے اختیار کرتا ہوں اس پر بھی مجھکو اپنے اس طرز پر ناز نہیں بلکہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں اور خود بھی اصلاح کی فکر میں بھی لگا رہتا ہوں کیونکہ نفس ایسی ہی چیز ہے کہ اس سے کبھی بیفکری نہیں ہو سکتی اور نہ بیفکر ہونا چاہئے اسکی طرف سے اگر ذرا بھی بیفکری اور غفلت ہوئی فوراً اسنے وار کیا اسکی تو ہر وقت ہی دیکھ بھال جانچ پرتال کرتا رہے تو خیر ہے ورنہ اسنے بڑوں بڑوں کے زہد اور تقوی اور عبادتوں کو پلک جھپکتے میں خاک میں ملا دیا۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفس اژدرہاست او کے مردہ است   از غم بے آلتی افسردہ است

بس یہ اسباب نہ ہونیکی وجہ سے دبا رہتا ہے ذرا اسکو راستہ ملا اور شیر کی طرح سامنے مقابلہ پر آکھڑا ہوتا ہے۔ غرضکہ میرا جو طرز ہے وہ اپنے نفس سے مامون ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ محض دوسروں کی

اصلاح کی وجہ سے ہے ورنہ اگر اصلاح کا کام چھوڑ دوں تو پھر اس گند سے اترو اور اس گند سے بیٹھو اور اب اسباب متعددہ کے سبب عنقریب میں اصلاح کا کام بند کرنیوالا ہوں اور یہ تو مجھکو آسان ہے کہ میں اصلاح کا کام چھوڑ دوں مگر یہ مشکل ہے کہ اصلاح کے کام کو جاری رکھتے ہوئے اپنے طرز اور مسلک کو بدل دوں۔ مجھسے کسی کی نازبرداری اور چاپلوسی نہیں ہو سکتی مجھکو غیرت آتی ہے کہ طالب کو مطلوب بناؤں اور اگر محض میری ہی ذات کا معاملہ ہوتا میں ایسا بھی کر لیتا مگر طریق کو کیسے طالب بنا دوں اور اگر کسیکو میرا یہ طرز ناپسند ہے میرے پاس نہ آؤ۔ میں بلانے کب گیا تھا۔ میں تو ایسے موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں وفاپرست جاؤ وہ بیوفا سہی جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

اب مدتوں کے بعد اصلاح کا باب مفتوح ہوا ہے طریق بالکل مردہ ہو چکا تھا۔ ناعاقبت اندیش اسکو پھر بند دیکھنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پھر گڈمڈ ہو جائے مگر اب مشکل ہے ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم ۔ اور اس چودہویں صدی میں ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں لٹھ ہوں۔ بڑے بڑے مکاروں کی دوکانیں پھیکی پڑ گئیں بڑے حلوے مانڈے اڑاتے تھے اب ان میں کھنڈت پڑ گئی اب جاہلوں کو بھی جال میں پھانسنا آسان نہیں رہا۔ اور یہ سب خدا کا کام ہے وہ اپنا کام جس سے چاہے لے لیں مجھکو اس پر ناز نہیں اور نہ کسی کو ہونا چاہئے۔

(**ملفوظ** ۱۴۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں بعض طواغیت کفر کی نسبت فرمایا کہ بڑا ہی چالاک اور دشمن اسلام ہے اس نے مسلمانوں کو دھوکا دیا غیر یہ بات تو معمولی ہے کہ دشمن اپنی سی کیا ہی کرتا ہے اس کا کام تو نقصان پہونچانیکا ہوتا ہی ہے حق تعالیٰ بھی فرماتے ہیں ان الشیطان للانسان عدو مبین مگر افسوس تو مسلمانوں کی حالت پر ہے کہ انہوں نے دوست دشمن کو نہ پہچانا مسلمانوں کی قوم بہت ہی بھولی ہے اور زیادہ تر وہ کہ عام مسلمانوں کو ان لیڈروں کی وجہ سے ہوا یہ ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں ان کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان کو تباہ اور برباد کر دیا۔ دیکھ لیجئے مشاہدات اور واقعات اسکے شاہد ہیں جے کے نعرے لگائے قشقے پیشانی پر لگائے ہندوؤں کی ارتھی کو کندھا دیا ان کے مذہبی تہواروں کا انتظام مسلمان والنٹیریوں نے کیا یہ تو ایمانی نقصان ہوا۔ اور جانی نقصان سنئے۔ ہزاروں مسلمان ان قصوں کی بدولت موت کے گھاٹ اتر گئے۔ ہجرت کرائی ہزاروں مسلمان بے خانماں ہو گئے۔ مکان جائداد غارت ہو گئیں بڑی بڑی ملازمتیں چھوڑ دیں۔ موپلوں کی قوم کو

تباہ کرادینے کا ان ہی کا کام تھا اب پچاسون برس بھی وہ نہین سنبھل سکتے اور جس بُری طرح وہ پیسے گئے ہین سنکر دل کانپ اُٹھتا ہے۔ یہ سب ان لیڈرون کی بدولت مسلمانون کو نقصانات کا شکار ہونا پڑا مگر ان کے کیک بسکٹ انڈے چاء اور فسٹ کلاس کے سفر مین کوئی فرق نہ آیا لاکھون روپیہ جو بیوہ عورتون نے چکی پیس پیسکر اور مسلمانوں نے اپنے اخراجات مین تنگی کرکے دیا سب غتر بود کردیا جلسے بدون پنڈالون کے نہین ہوسکتے ان مین ہزارون روپیہ مسلمانون کے خون پسینے کی کمائی کا برباد کیا اور پھر دوسرون پر طعن ہے کہ یہ قوم کی خبر گیری نہین کرتے رہبری نہین کرتے۔ ایسون ہی کی بدولت قوم اور ملک تباہ ہوا کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند　　این چنین ارکان دولت مُلک را ویران کنند

پھر عوام کیلئے نام نہاد علماء کی شرکت زیادہ نقصان کا سبب ہوئی جب علماء ہی پھسل گئے دوسرون کی کیا شکایت۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ طریق کی حقیقت سے ناواقفیت کی نوبت یہانتک پہونچ چکی ہے علماء بیچارے تو کیا ہین جو مشائخ کہلاتے ہین وہ اس سے بے خبر اور لاعلم ہین۔ یہ ایک مستقل فن ہے بدون اسکے جانے ہوئے ہمیشہ آدمی ٹھوکرین کھاتا رہتا ہے راہ نہین ملتا۔ آودھ میں ایک عالم تھے مین بھی ان سے ملا ہون بہت ہی سادہ مزاج اور نیک تھے پہلے ہمارے ہی بزرگون کے معتقد تھے آخر میں آکر دوسرون کا رنگ غالب آگیا تھا۔ ایک صاحب ذی علم یہاں سے تعلق رکھنے والے اُسی نواح مین رہتے تھے اور میرے کہنے سے ان اودھ والے بزرگ سے ملتے تھے ایک بار ان بزرگ نے ان صاحب سے پوچھا کہ تم ذکر و شغل کرتے ہو انہون نے کہا کرتا ہون پوچھا کہ کچھ نظر بھی آتا ہے انہون نے کہا کہ نظر تو کچھ بھی نہین آتا کہنے لگے کہ خیر ثواب لئے جاؤ باقی نفع کچھ نہین مجھکو یہ سنکر حیرت ہوئی کہ عالم ہوکر ایسی بات تمام اعمال سے مقصود تو یہی ثواب ہے اور ثواب سے مقصود ہے حق تعالیٰ کا قرب اور ان کی رضاء اسکے علاوہ اور وہ کونسی چیز ہے جو ان کے پیش نظر ہے اور جسکو نفع کہہ رہے ہین خلاصہ یہ ہے کہ اصل مقصود بالتحصیل ثواب ہے جو سبب ہے قرب اور رضا کا اور اصل مقصود بالتحذیر عذاب و عقاب ہے جو سبب ہے بعد حق اور عدم رضا کا لیس یہی ہے جو کچھ ہے پھر نہ معلوم وہ کیا چیز ہے جسکے متعلق عالم ہوکر ایسی بات کہی یہ سب طریق سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ یہ طریق بڑا ہی نازک ہے اس میں بہت ہی بڑے سنبھل کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے اس ہی لئے مین کہا کرتا ہون کہ اس راہ میں قدم

رہنے سے قبل اتباع کیلئے کسی شیخ کامل اور راہبر کامل کو تلاش کرلو۔ بدون راہبر کے اس راہ مین قدم رکھنا خطرۂ عظیم ہے اسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

یار یابد راہ را تنہا مرو بے قلاؤز اندرین صحرا مرو

(ملفوظ ۱۱۶۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ نری بیعت سے کیا ہوتا ہے جبتک کہ تعلیم کا اتباع نہ ہو اور آجکل جو لوگون نے بیعت کی رسم جاری کر رکھی ہے اس کا درجہ محض رسم کا ہے۔ اسی طرح محض پاس رہنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا یہ رہنا تو مثل رہن کے ہے جیسے کسی کے پاس کوئی زمین رہن ہو کہ ہروقت قبضہ سے نکلجانے کا اندیشہ ہے کام جو چلتا ہے وہ بیع سے چلتا ہے رہن سے کام نہین چلتا بیعت اسی بیع سے مشتق ہے۔ حاصل یہ ہے کہ بک جائے فنا ہو جائے دوسرے کا ہو جائے اور اپنے حالات اور کچا چٹھا اسکے سامنے رکھدے مولانا فرماتے ہین ؎

قال رابگذار مرد حال شو پیش مردے کاملے پامال شو

(ملفوظ ۱۱۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ مرض بھی عام ہو گیا ہے کہ ہر شخص عالم اور مجتہد بننا چاہتا ہے، اور جب کوئی مسئلہ خود سمجھ مین نہین آتا تو مولویون سے پوچھ پوچھکر جواب دیتے ہین حالانکہ جو شخص عالم نہ ہو اسپر دوسرون کو تبلیغ اور ہدایت کرنا ضروری نہین ایسے شخص کو دوسرون کی فکر مین نہ پڑنا چاہیئے اپنی خبر لینا چاہیئے اور اگر کوئی پوچھے صاف کہدے کہ ہم مولوی نہیں مولویون سے پوچھو اس مین حرج کیا ہے آخر طبیب نہیں ہو اگر کوئی کسی مرض کے متعلق تم سے نسخہ پوچھے کیا جواب دو گے اس مین اور اس مین کیا فرق ہے۔ اسی طرح مثلاً تم وکیل نہین ہو اگر کوئی تعزیرات ہند کی کسی دفعہ کے متعلق سوال کرے کیا جواب دوگے وہی یہان جواب دیکر الگ ہو جاؤ اور اب تو وہ زمانہ ہے کہ مولویون کے مسئلہ بتلانے پر بھی لوگون کو اس کا انتظار ہوتا ہے کہ اس حکم مین حکمت کیا ہے یہ سب خرابی نیچریت کی بدولت لوگون مین پیدا ہوئی ہے وہ ہر احکام مین حکمتین تلاش کرتے ہین۔ ایک شخص نے مجھسے بذریعہ تحریر سوال کیا تھا کہ کافر سے سُود لینا کیون حرام ہے مین نے جواب مین لکھا کہ کافر عورت سے زنا کیون حرام ہے۔ ایسون کا یہی جواب ہونا چاہیئے۔ علماء کے ڈِھیلا (بکسر الہاء والیاء المعروفۃ) ہونے سے عوام کا دماغ خراب ہوا۔ علماء کو ڈھیلا (بکسر الہاء والیاء المجہولہ) ہونا چاہیئے تاکہ عوام کے دماغ درست ہون۔ ایک شخص نے خط سے پوچھا تھا کہ فلان مسئلہ مین کیا حکمت ہے۔ مین نے لکھا کہ سوال عن الحکمت مین کیا حکمت ہے تم تو ہمسے خدائی احکام

بابت ماہ شعبان ۱۳۵۸ھ

کی حکمتیں پوچھتے ہو ہم تمہارے ہی کام کی حکمت تم سے پوچھتے ہیں ایسا دماغ خراب ہوا ہے حضرت مجدد صاحب نے فرمایا ہے کہ احکام میں اسرار اور حکمتیں تلاش کرنا مرادف ہے انکار نبوت کا۔ یہ ایک علامت ہے اسکی کہ یہ شخص نبوت کا پورا اعتقاد نہیں رکھتا محض عقل کا اتباع کرتا ہے ورنہ مصلحت عقلیہ کی تفتیش کی کیا ضرورت تھی

(ملفوظ ۱۱۶۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ ہے خواہ مصلی مسجد میں ہو یا میت ہو فقہاء نے دونوں کو مکروہ کہا ہے۔

(ملفوظ ۱۱۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ سب ایک ہیں گو بظاہر مختلف الاحوال معلوم ہوتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام سب ایک ہیں اور ظاہر میں مختلف الاحوال معلوم ہوتے ہیں۔ ارشاد ہے لا نفرق بین احد من رسلہ اسکی مولانا رومی نے یہ مثال لکھی ہے کہ ایک بھینگے سے استاد نے کہا کہ طاق میں بوتل رکھی ہے وہ لے آ وہ گیا تو ایک کی دو نظر آئیں کہنے لگا کہ وہاں تو دو ہیں کونسی لاؤں استاد نے کہا کہ ایک ہی ہے لے آ کہا کہ نہیں دو ہیں استاد نے کہا کہ ایک توڑ دے ایک لے آ اس نے جو ایک کو توڑا تو دونوں ٹوٹ گئیں کیونکہ واقع میں تو ایک ہی تھی ایسے ہی اہل اللہ ایک ہی ہیں یہ اپنی نظر کی خرابی سے دو نظر آتے ہیں لہذا ایک کا انکار سب کا انکار ہے

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱۱۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رسالہ السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ جو میں نے لکھا ہے اسکے بعد اور کسی رسالہ کے لکھنے کا ارادہ نہ تھا تالیف کا سلسلہ قطع کر دینے کا ارادہ تھا مگر ایک غیر مقلد صاحب کی عنایت سے ایک رسالہ اور لکھنا پڑا تمہید الفرش فی تحدید العرش جسمیں استواء علی العرش کی بحث ہے گو صفات کے باب میں کلام کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے اس سے ہمیشہ میں خود بھی منع کرتا ہوں اور اپنے بزرگوں کو بھی اس سے بچتے دیکھا ہے باقی متقدمین نے جو اس میں کچھ کلام کیا ہے وہ منع کے درجہ میں تھا متاخرین نے دعوی کے درجہ میں کر لیا اور اب تو اس میں بہت ہی غلو ہو گیا۔ بلا ضرورت اس میں کلام کرنے کو میں خود بدعت سمجھتا ہوں مگر بضرورت کلام کرنا پڑتا ہے سلف کا یہی عمل تھا اس کے متعلق

ایک حکایت سنی ہے کہ ایک شخص شیخ ابوالحسن اشعری سے ملنے آئے اتفاق سے یہی مل گئے ان ہی سے پوچھا کہ میں ابوالحسن اشعری سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں کہا کہ آؤ میں ملاقات کرادوں گا میرے ساتھ چلو ابوالحسن اس وقت خلیفہ کے دربار میں جارہے تھے وہاں ایک مسئلہ کلامیہ پر اہل بدعت سے کلام کرنا تھا مناظرہ کی صورت تھی وہاں پہونچے۔ وہاں سب نے تقریریں کیں بعد میں ابوالحسن اشعری نے جو تقریر کی اس نے سب کو پست کردیا۔ جب وہاں سے واپس ہوئے تو اسوقت ان مہمان سے کہا کہ تم نے ابوالحسن اشعری کو دیکھا اسنے کہا کہ نہیں فرمایا میں ہی ہوں وہ شخص بیحد مسرور ہوا اور کہا کہ جیسا سنا تھا اس سے زائد پایا۔ مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی آپنے سب سے پہلے گفتگو کیوں نہیں کی اگر آپ پہلے گفتگو کرتے تو ان میں سے کوئی بھی تقریر نہ کرسکتا ابوالحسن اشعری نے اس کا جو جواب دیا میں تو اس جواب کی بناء پر ابوالحسن اشعری کا معتقد ہو گیا کہا کہ ہم ان مسائل میں بلا ضرورت گفتگو کرنیکو بدعت سمجھتے ہیں لیکن اہل بدعت جب کلام کرچکے تو اب ہمارا کلام کرنا ضرورت کی وجہ سے ہوا بدعت نہ رہا۔ پھر فرمایا کہ میں اس جواب سے ابوالحسن کا بیحد معتقد ہوں۔ دو وجہ سے ایک اسلئے کہ اپنے بزرگوں سے اعتقاد بڑھا دوسرے یہ کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ متقدمین نے بلا ضرورت ایسے مسائل میں کلام نہیں کیا بضرورت کلام کیا اس سے میرے اس خیال کی تائید ہوئی جو میں پہلے سے سمجھے ہوئے تھا کہ یہ کلام بضرورت مدافعت تھا درجہ منع میں اسی طرح اس رسالہ میں میرا کلام کرنا بھی بضرورت ہوا اور حیرت ہے کہ ابوالحسن اشعری اتنے تو محتاط پھر ان پر ضلالت اور بدعت کا فتوی دیا جاوے اور جنہوں نے یہ فتوی دیا ہے اُنہوں نے خود استواء علی العرش کی ایسی تقریر کی ہے جس سے بالکل تجسیم و تمکن کا شبہ ہوتا ہے گو انکی مُراد تجسیم نہیں لیکن ظاہریت کے ضرور قائل ہیں مگر خیر اسکی تو بلا کیف گنجائش ہے لیکن اسکی ساتھ جو استواء کو صفت مانتے ہیں اس میں انپر ایک سخت اشکال ہوتا ہے کہ عرش یقیناً حادث ہے جب عرش نہ تھا ظاہر ہے کہ اسوقت استواء علی العرش کا تحقق بھی نہ تھا۔ عرش کے بعد اس کا تحقق ہوا تو اگر استواء علی العرش صفات میں سے ہے اور صفت حادث نہیں ہوسکتی تو اس وقت قبل عرش استواء کے کیا معنے تھے تو اس وقت بھی وہی معنی کیوں نہ سمجھو یہ بڑی ہی لطیف بات ہے اللہ نے دل میں ڈالدی اور چونکہ ان مسائل میں کلام کرنے کو خطرناک سمجھتا ہوں اسلئے اس رسالہ کے لکھنے کیوقت قلب کو اس درجہ تکلیف ہوئی کہ میں ہر ہر جاہل کو دیکھکر تمنا کرتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا تو اس مبحث میں میرا ذہن نہ چلتا یہ حالت مجھپر گذری ہے

مگر معترض صاحب نے نہایت بیباکی سے جو زبان پر آیا کہدیا اور جی میں آیا سمجھ لیا یہ بھی خیال نہین ہوا کہ مین زبان سے کیا کہہ رہا ہون اور اس کا اثر کیا ہے پھر بھی مین نے انکی نسبت کوئی بات سخت نہیں لکھی بہت ہی قلم کو روک کر مضمون لکھا ہے اور اس مسئلہ میں بہ نسبت متکلمین کے حضرات صوفیہ کے اقوال سے بہت بڑی امداد ملی مگر ان ہی غیر مقلد صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ تم شر القرون کے صوفیہ کی حمایت کرتے ہو مین نے اسکو تو کوئی جواب نہین دیا مگر کہتا ہون کیا شر القرون مین سب اہل قرون شر ہی ہوتے ہیں اگر یہ بات ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ تم شر القرون کے محدثین کی حمایت کرتے ہو اگر وہ یہ کہین کہ محدثین خود شر نہ تھے تو ہم کہیں گے کہ صوفیہ بھی سب خود شر نہ تھے۔

(ملفوظ ۱۱۶۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ بدعتی تو ایسے ہین جیسے گھر کے کچھ لوگ بگڑ گئے کیونکہ بزرگون کے معتقد تو ہین اور غیر مقلد ایسے ہین جیسے غیر ہوتے ہین کیونکہ بزرگوں ہی کو نہین مانتے چنانچہ بدعتی بے ادب نہیں ہوتے انکو بزرگون سے تعلق ہے مگر غلط تعلق ہے ایسا ہی فرق ہے جیسے آریہ اور سناتن دھرمی ہیں۔ آریہ بظاہر موحد معلوم ہوتے ہین۔ سناتن دھرمی غیر موحد مگر سناتن دھرمی بھی مقتداؤں کا ادب کرتے ہین اور آریہ نہین کرتے۔ باقی آریہ کا موحد ہونا تو مجھکو تو اس مین بھی کلام ہے اسلئے کہ یہ تینوں کو یعنی مادہ اور روح اور پرمیشور کو قدیم بالذات مانتے ہین تو توحید کہان رہی اور سناتن دھرمی قائل تو ہین بہت سے معبودون کے مگر انکو واجب اور قدیم بالذات نہین مانتے۔

۳۲

(ملفوظ ۱۱۶۷) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بھائی اور جگہ تو بزرگی تقسیم ہوتی ہے مگر یہاں آدمیت تقسیم ہوتی ہے۔ مین تو کہا کرتا ہون کہ مین نے تو قاعدہ بغدادی لے لیا ہے اور بڑے کامون کیلئے بڑے لوگ موجود ہین تو چھوٹا کام کسکو پسند آویگا اسی لئے مین یہ بھی کہا کرتا ہون دوستون سے کہ میرے پاس آنے کی کسی کو ترغیب مت دو کیونکہ مین آنیوالون کو پسند نہین آسکتا اور اگر موجودہ حالت مین کسی کو پسند آگیا تو پھر اتنا پسند ہونگا کہ دنیا مین پھر میرے علاوہ کوئی پسند نہ آئیگا۔ اسی طرح اگر ناپسند ہوا تو اس قدر ناپسند ہون گا کہ مجھسے زیادہ دنیا مین کوئی ناپسند نہ ہوگا۔ ایک شاہ صاحب نے ترغیب دیکر ایک شخص کو یہانپر بھیجدیا واپس جاکر ان سے کہا کہ مجھکو کہان بھیجدیا وہ تو مجذوب ہین غنیمت ہے مجذوب کہا مجنون نہین کہا۔ بات یہ ہے کہ ہمسے دلجوئی ہوتی نہیں اور نہ دلجوئی کی ضرورت ہے بلکہ دلشوئی کی ضرورت ہے اور وہ زمانہ پہلے تھا کہ صرف دلجوئی سے دلشوئی ہو جاتی تھی طالب اہل فہم تھے رعایت سے

اطاعت بڑھتی تھی اور اب زمانہ بدفہمی کا ہے اب وہ زمانہ نہین رہا اب دلجوئی سے شبہ ہوتا ہے کہ اس میں کوئی غرض ہے اسلئے دلجوئی کرتے ہوئے غیرت آتی ہے۔ ایسے لوگون کی غذا تو استغنا ہی ہے اعراض اور تحقیر تو بری بات ہے۔ میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ بعض درویش بڑے درجہ کے لوگوں کی قصداً تحقیر کرتے ہیں مگر یہ بھی تکبر ہے لیکن استغنا اور چیز ہے اسکی ضرورت ہے اور خود یہ بڑے لوگ بھی بشرط فہیم ہونے کے اسی کی قدر کرتے ہین چنانچہ نواب محمد یوسف صاحب کا قصہ سنا ہے کہ انکو ایک صاحب ایک بزرگ کی طرف متوجہ کرتے تھے مگر وہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ کی طرف زیادہ مائل تھے ان صاحب نے اسکی وجہ پوچھی نواب صاحب نے جواب دیا کہ وہ دوسرے بزرگ تو میری خاطر کرتے ہین اور مولانا دیوبندی ہیں اپنے سے ایسی کشیدگی پاتا ہون جیسے مجھ مین سے مولانا کو دنیا کی بدبو آتی ہو تو یہ دلیل ہے ان کے اللہ والے ہونے کی۔ غرض اعتدال یہ ہے کہ امراء اگر مہمان ہون اور اپنے پاس آئین توان کے آسایش کا تو خیال کرنا چاہیئے تاکہ تکلیف نہ ہو اور اہانت اور تحقیر بھی نہیں کرنی چاہیئے لیکن لپٹنا بھی نہیں چاہیئے۔ بس اسمین نہ تکبر ہوگا اور نہ تذلل

۳۲ (ملفوظ ۱۱۶۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ مشائخ کے اوراد و وظائف اگر وہ کتاب و سنت کے خلاف نہ ہوں اور انکو برکت کیلئے پڑھا جائے تو کیا مضائقہ ہے

(ملفوظ ۱۱۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر طبقہ مین ہر قسم کے لوگ ہوتے ہین بدفہم بھی اور اہل فہم بھی ایک غیر مقلد نے عجیب بات کہی تھی اُنہون نے مجھسے مشائخ کے معمولات پوچھے۔ مین نے کہا کہ حدیث کے معمولات ہوتے ہوئے ان معمولات کی کیا ضرورت ہے کہنے لگے کہ سنت کے انوار تو حدیث کی دعاؤن سے حاصل ہوتے ہین مگر عشاق کے برکات بھی حاصل کرنے کو جی چاہتا ہے۔

(ملفوظ ۱۱۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شریعت مقدسہ کے احکام کی تعلیم پر عمل کرنے سے قلب کے اندر سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے جو بڑی دولت اور نعمت ہے اور یہ محض بیان سے سمجھ مین آنا دشوار ہے عمل کرکے دیکھنے کی چیز ہے لوگ تو اسکے منتظر ہین کہ سمجھ مین آوے تو عمل کرین اور سمجھ مین جب آویگا جب عمل کرین جیسے ایک اندھے حافظجی کی حکایت ہے گو فحش ہے مگر تفہیم کیلئے گوارا کی جاتی ہے۔ مکتب کے لڑکون نے حافظجی کو نکاح کی ترغیب دی کہ حافظجی نکاح کرلو بڑا مزہ ہے حافظجی نے کوشش کرکے نکاح کیا اور رات بھر روٹی لگا لگا کر کھائی مزا کیا خاک آتا صبح کو لڑکون پر خفا ہوتے ہوئے آئے کہ سسرے کہتے تھے

کہ بڑا مزا ہے بڑا مزا ہے۔ ہمنے روٹی لگا کر کھائی ہمین تو نہ نمکین معلوم ہوئی نہ میٹھی نہ کڑوی۔ لڑکوں نے کہا کہ حافظ جی مارا کرتے ہیں۔ آئی شب حافظ جی نے بیچاری کو خوب زدوکوب کیا دے جوتہ دے جوتہ تمام محلہ جاگ اُٹھا اور جمع ہو گیا اور حافظ جی کو بُرا بھلا کہا پھر صبح کو آئے اور کہنے لگے کہ سسرون نے دق کر دیا۔ رات ہمنے مارا بھی کچھ بھی مزا نہ آیا اور رسوائی بھی ہوئی تب لڑکون نے کھول کر حقیقت بیان کی کہ مارنے سے یہ مُراد ہے اب جو شب آئی تب حافظ جی کو حقیقت منکشف ہوئی صبح کو جو آئے تو مونچھ کا ایک ایک بال کھل رہا تھا اور خوشی میں بھرے ہوئے تھے تو حضرت بعض کام کی حقیقت کرنے سے معلوم ہوتی ہے

ایک ہندو کسی بڑے سرکاری عہدہ پر مقرر ہین اُنہون نے کہلا کر بھیجا تھا کہ مین متردد ہون اطمینان اور سکون میسر نہیں ہوتا کوئی تدبیر بتلائی جاوے کہ جس سے سکون قلب اور اطمینان قلب میسر ہو۔ دیکھئے یہ کتنی بڑی دولت اور نعمت ہے اس شخص سے کوئی پوچھے اور سکون اور اطمینان کی قدر معلوم کرے کہ کیا چیز ہے۔ مین نے کہلا بھیجا کہ کثرت سے اھدنا الصراط المستقیم پڑھا کرو جب سے البتہ موقع نہیں ہوا۔ ایک اور صاحب کو ایسے ہی مشورہ کی ساتھ ایک اور بات کہلا کر بھیجنے کا ارادہ ہے کہ جیسے تمنے اتبک اپنی مذہبی تعلیم پر عمل کرکے دیکھا اور اطمینان قلب میسر نہیں ہوا اسی طرح ہماری شریعت کی تعلیم پر عمل کرکے دیکھو جسطرح اسپر عمل کرکے نتیجہ کے منتظر رہے اسی طرح اسپر بھی عمل کرکے نتیجہ دیکھو اگر اسکے بعد بھی اطمینان نہ ہو تو ہم ذمہ دار ہین۔ حق تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرکے کہتا ہون کہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اطمینان میسر ہوگا نہ ہونیکی کوئی وجہ نہین۔ اور اسکے سوا اور کوئی چیز قلب کو اطمینان اور سکون دلانیوالی ہے ہی نہیں الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسیکو فرماتے ہیں ؎

ہیچ کنجے بے ددو بے دام نیست — جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

اور اسکی بھی ضرورت نہین کہ اعتقاد کے ساتھ عمل ہو بلکہ امتحان ہی کے طور پر کرکے دیکھ لو ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش — آزموں را یک زمانے خاک باش

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ — خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

بہت سی چیزین ایسی ہوتی ہین کہ بدون عمل کے انکی کیفیت نہین معلوم ہو سکتی۔ جیسے خدا تعالیٰ کی بہت سی نعمتین ایسی ہین کہ بدون کھائے ان کا مزا نہین معلوم ہو سکتا اگر کھانے کے بعد کڑوا معلوم ہو تو تھوک دینا مت کھانا مگر منہ تک تو لیجاؤ اسی سے حقیقت معلوم ہو جاویگی۔

(ملفوظ ۱۱۷۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میرے پاس اسکی سند متصل ہے کہ مولانا مظفر حسین صاحب ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ حاجی صاحب اس وقت کے بزرگون میں سے نہیں ہین بلکہ پہلے بزرگون میں سے ہین اور حقیقت یہی ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے جنید اور بایزید تھے۔ فن طریقت کے امام اور مجتہد تھے یہ ان ہی کے سب برکات ہین جو خاص اُن کے سلسلہ مین نظر آتے ہین۔ صدیوں کے بعد ان ہی کی بدولت اس طریق کی تجدید ہوئی۔ طریق مردہ ہو چکا تھا اب پھر زندہ ہوا ہے یہ سب ان ہی کی برکت ہے۔ حضرت کی عجیب شان تھی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ علماء میں بھی متقدمین کے رنگ کے پیدا ہوئے ہین ایک صاحب نے مجھسے کہا کہ اب رازی اور غزالی نہین پیدا ہوتے مین نے کہا کہ تمہارا خیال غلط ہے بفضلہ تعالیٰ ان سے بڑھکر اس وقت موجود ہین ان حضرات کی تحقیقات دیکھ لی جاوین اور اسوقت کے بعض محققین کی بھی تحقیقات دیکھ لی جاوین معلوم ہو جائیگا کہ اب بھی رازی اور غزالی بلکہ ان سے اکمل موجود ہین فرق یہ ہے کہ وہ زمانہ غلبہ خیر کا تھا اب غلبہ شر کا ہے مگر یہ نہین کہ اسوقت علوم اور کمالات کا خاتمہ ہو چکا ہے سو بفضلہ تعالیٰ رازی اور غزالی اب بھی موجود ہین۔

(ملفوظ ۱۱۷۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اس طریق مین نفع کی شرط اعظم مناسبت ہے بدون اسکے نفع نہین ہو سکتا پھر مناسبت کے بعد منزل مقصود پر پہونچ کیلئے اعتقاد اور اتباع شرط ہے۔ یہ بڑی غلطی ہے کہ بعضے آدمی مشائخ کے یہان جاکر محض ان کے پاس رہنے کو کافی سمجھکر عمل نہین کرتے یہ ایسا ہے جیسے کوئی طبیب کے پاس جاکر رہے اور جو وہ نسخہ تجویز کرے یا پرہیز بتلائے اسپر عمل نکرے سو یہ تو ایک درجہ میں محض تفریح اور مشغلہ ہے اور افسوس تو یہ ہے کہ اکثر مشائخ بھی آجکل مجلس آرائی کو پسند کرتے ہین جس سے معلوم ہو کہ شیخ کے بہت لوگ معتقد ہین مگر ان باتون سے کیا نتیجہ محض وقت کا ضائع کرنا ہے الحمد للہ میرے یہان یہ باتین نہین سو اسی لئے مجھسے خفا ہین چاہتے یہ ہین کہ خوب خاطر تواضع ہو ہر وقت شیخ دست بستہ ہاتھ جوڑے ان کے سامنے کھڑا رہے مگر مجھکو تو اس سے غیرت آتی ہے کہ طالب کو مطلوب بنایا جائے کام اس کا غرض اسکی اور چاپلوسی دوسرے کرین۔

(ملفوظ ۱۱۷۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ شیخ وہ ہے جو شفقت کے ساتھ فن کا ماہر اور محقق ہو۔ اس راہ مین بڑی بڑی سخت گذار گھاٹیان پڑتی ہین اسلئے بدون شیخ کامل کے اس راہ کا طے ہونا مشکل ہے

بدون شیخ کامل کے ساری عمر گذر جاتی ہے مگر حقیقت سے بیخبر رہتے ہین۔ ٹھوکریں ہی کھاتے رہتے ہین۔ اسی لئے مین اول طالب کو بیعت اور تعلیم کے قبل طریق کی حقیقت سے باخبر بنا دیتا ہون تب آگے چلتا ہون کیونکہ جب خبر ہی نہ ہوگی کہ مقصود کیا ہے اور طریق کیا ہے آگے چلے ہی گا کیا اس باخبر بنانیکو چونکہ اس مین بیعت وتلقین مین دیر لگتی ہے لوگ ٹالنا سمجھتے ہیں جو محض بدعقلی اور بدفہمی ہے۔

۱۱۷۴ (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اس زمانہ مین کسی دوسرے کے بھروسہ کوئی کام کرنا نہایت نادانی اور بے عقلی کی بات ہے ساری بلا ایک ہی کے سر پڑ جاتی ہے اور پہلے سے جو خدمت دین کی کر رہا تھا اس سے بھی جاتا رہتا ہے خصوص ان متعارف کمیٹیون اور مجلسون کا قائم کرنا اور ان سے کسی کام کے ہوجانیکی توقع رکھنا طلب محال سے زائد وقعت نہین رکھتا۔ غیر مسلمون کیساتھ ملکر کام کیا تھا مگر سر کے بل گرے دوسرون کا اعتبار کیا۔ پرائے کندھے بندوق چلانا ہے۔ اور وجہ بے اعتباری کی یہ ہے کہ ان کی محبوبہ مرغوبہ دنیا ہے دین تو ان کا مقصود ہو ہی نہین سکتا۔ پس جسوقت ان کا مقصود پورا ہو جاویگا الگ ہو جائین گے پھر مسلمان خواہ مرین خواہ جئین انکی بلا سے مگر مسلمانون کی قوم ایسی بھولی ہے کہ ہر ایک کی آواز پر لبیک کہکر ساتھ ہو لیتے ہین۔ دوست دشمن کی انکو قطعاً پہچان ہی نہیں بھلا جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو وہ اسلام اور مسلمانون کا کیا خیر خواہ اور ہمدرد ہوسکتا ہے عجب معمّا ہے یہ ایسی کونسی باریک بات تھی جو سمجھ مین نہین آئی مگر غرض دنیوی وہ بلا ہے کہ جب سامنے آکھڑی ہوتی ہے پھر کچھ نظر نہین آتا۔ ؎

چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد   صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

چون دہد قاضی بدل رشوت قرار   کے شناسد ظالم از مظلوم زار

۱۱۷۵ (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ کسی کو اپنی عبادت اور زہد تقوی پر ناز نہین ہونا چاہئے اسکو عطیہ حق اور توفیق خداوندی سمجھکر اس کا شکر کرنا چاہئے اسی وقت تک خیر ہے ورنہ بڑے بڑے اس ناز کی بدولت رہ گئے ہین۔ نیاز پیدا کرنا چاہئے اور عبادت ہی پر کیا منحصر ہے جتنی چیزین ہین مثلاً مال ہے جاہ ہے عقل ہے فہم ہے قوت ہے حکومت ہے حسن وجمال ہے علم ہے عمل ہے یہ سب چیزین جو فخر اور تکبر اور ناز کا سبب بن جاتی ہین اور ان ہی کی بدولت آدمی تکبر مین پھنس جاتا ہے ان مین سے ایک بھی اسکے قبضہ مین نہین پھر ان پر ناز کیسا بلکہ تواضع اور عبدیت اختیار کرنا چاہئے جو

خدا کے نزدیک مقبول اور محمود ہے۔

(ملفوظ ۱۱۷۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ دنیا کے اندر ایک بہت بڑا نقص اور عیب وہ ہے جسکو امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے اور عجیب بات فرمائی ہے کہ دنیا مین اگر کوئی بھی عیب نہ ہو تو یہ کیا تھوڑا عیب ہے کہ وہ ایک دن ہاتھ سے نکل جانے والی ہے۔

(ملفوظ ۱۱۷۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اہل کمال کو زیب و زینت کی ضرورت نہیں انکو ان فضولیات کی فرصت کہاں اسی لئے جب مین کسی کو زیب و زینت کا شایق دیکھتا ہون فوراً سمجھ جاتا ہون کہ یہ شخص کمال سے فی الحال بھی خالی ہے اور آیندہ بھی حصول کمال کی طرف متوجہ نہین اہل کمال کو ان چیزون کی کیا ضرورت ان کی شان تو یہ ہوتی ہے ؎

نیاشد اہل باطن درپئے آرایش ظاہر — بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستان را
دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند — دلبر ماست کہ با حُسن خداداد آمد

(ملفوظ ۱۱۷۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین چاہتا یہ ہون کہ خود بھی اصول صحیحہ کا تابع رہون اور دوسرے بھی ان کے تابع رہین اور اکثر لوگ اسی مین آکر اُلجھتے ہین چاہتے یہ ہیں کہ بے اصول اور بے قاعدہ چلین ۔ میں چلنے نہیں دیتا اسپر خفا ہوتے ہیں وحشت ہوتی ہے جا کر بدنام کرتے ہیں مگر میں ان کی وجہ سے اپنے تجربات کو کیسے مٹادون میرے اصول حکومت کیواسطے نہین اپنی اور دوسرون کی راحت رسانی کیواسطے ہین اگر یہ اصول اور قواعد نہ ہوتے تو میں بجز ان مہربانوں کے شغل کے اور کسی کام ہی کا نہ رہتا اور یہ جسقدر کام ہوا ہے کچھ بھی نہ ہوتا اب مین تصنیفات کا کام بند کرنیوالا ہون شاید کچھ فرصت ملجائے مگر پھر بھی اور کام اسقدر ہے کہ نمٹائے نہیں نمٹتا۔ چاہتا ہون کہ کام کم ہوا تاکہ کچھ وقت اللہ اللہ کرنے کو ملے ابھی تک تو دوسرون ہی کو تبلیغ کی ہے اب جی چاہتا ہے کہ سب وقت اللہ اللہ مین گذرے مگر یہ لوگ آکر وقت کو بیکار برباد کرتے ہین۔ بس یہی میری لوگون سے لڑائی ہے وقت کو تو ضروری ہی کامون مین صرف کرنا چاہئے کیا خبر ہے کسوقت رحمت متوجہ ہو جائے ؎

یک چشم زدن غافل ازان شاہ نباشی — شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

(ملفوظ ۱۱۷۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل آزادی اور حریت کی ایسی زہریلی ہوا چلی ہے کہ قلوب

مین دین کی عظمت اور وقعت قطعاً نہین رہی اور یہ مرض خصوصیت سے نیچریون مین زیادہ ہے۔حکومت سے
باپ سے استاد سے پیر سے ان سب سے تو آزاد ہوئے ہی تھے خدا اور رسول سے بھی آزاد ہو گئے۔
بیدھڑک احکام شرعیہ کی مخالفت اور نصوص کی تحریف کرتے ہین اور ذرا نہین ڈرتے جو جسکے جی مین آتا ہے
کرتا ہے جو منہ مین آتا ہے کہہ ڈالتا ہے ہر حکم شرعی کو عقل کی کسوٹی پر کستے ہین پھر اگر عقل سلیم ہوتی
تو معلوم ہو جاتا کہ ہر حکم موافق عقل کے ہے مگر خود ہی بدعقل ہین اسلئے ہر حکم مین شبہ اور اسپر اعتراض
کرتے ہین اور اس مرض کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ کسی کامل کی صحبت مین رہین انکی صحبت سے اللہ
ورسول کی محبت پیدا ہوگی اور محبت وہ چیز ہے کہ تمام شبہات کو ہباءً منثوراً کر دیتی ہے بدون
اسکے شبہات کا ازالہ غیر ممکن ہے۔

(ملفوظ [۱۱۸۰]) ایک سلسلۂ گفتگو مین فرمایا کہ مین نے اب کچھ عرصے سے آنیوالون کے لئے یہ قید لگائی ہے
کہ یہانپر زمانہ قیام مین مکاتبت اور مخاطبت کچھ نہ ہو اس کا منشا صرف طرفین کی راحت رسانی ہی
اور مقصود اس سے یہ ہے کہ خاموش رہنے سے اور وقتاً فوقتاً کی صحبت سے اپنے مطلوب کی حقیقت سے
باخبر ہو جائین گے اور مطلوب کے تعین سے اور طریق کے سمجھنے لینے سے حصول مین بڑی سہولت
اور آسانی ہو جاتی ہے اسکے سوا میرا اور کوئی مقصود نہین اور اس قید پر عمل کرنے سے جو لوگون کو
نفع ہوا انہون نے وطن واپس پہونچکر لکھا کہ دس برس کے مجاہدہ سے بھی یہ بات نصیب نہ ہوتی
جو دس روز وہان خاموش رہنے سے نصیب ہوئی اور نفع ہوا ایسے شہادتین بھی موجود ہین اور
طریق کے سمجھنے کی اسلئے ضرورت ہے کہ اس طریق سے لوگون کو اس قدر اجنبیت ہو چکی ہے کہ عوام تو
عوام خواص تک اسکی حقیقت سے بیخبر ہین بعض باتین ذہن مین جمع کر لی ہین جنکو بزرگی کے لوازم
سے سمجھتے ہین اور مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود بنا رکھا ہے اور اس طریق سے کوئی مناسبت
ہی نہین رہی ایک عالم شخص کی مجھسے خط وکتابت ہوئی مین نے انکو مخاطب صحیح سمجھکر دو لفظون مین تمام
طریق کا لب لباب اور خلاصہ بیان کر دیا مگر انہون نے اسکی کوئی قدر نہ کی اور قدر نہ کرنے کی وجہ طریق
کی حقیقت سے بیخبری ہے۔مین نے یہ لکھا تھا کہ حقیقت طریق کی یہ ہے کہ انفعالات مقصود نہین افعال
مقصود ہین۔افسوس اسکو نہ سمجھے اور لکھا کہ مین یہ سمجھا ہون کہ طریق نہایت مشکل ہے اب بتلائے کہ وہ
دوسری چیز اور کیا ہے جسکو مقصود کہا جا سکتا ہے۔چاہتے یہ ہین کہ کرنا دھرنا کچھ نہ پڑے اور سب

کچھ ہو جائے سو یہ کیسے ممکن ہے ہاں یہ درجہ ممکن ہے جیسے ایک شخص نے کہا تھا کہ میں شہزادی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور آدھا کام تو ہو گیا ہے آدھا باقی ہے کسی نے پوچھا کہ آدھا کیا ہو گیا اور آدھا کیا باقی ہے کہا کہ مین تو راضی ہوں وہ راضی نہیں سو ایسے حساب سے تو کام نہیں چلتا کام کرنا چاہئے اور کام بھی ساری عمر کا ہے جب تک زندگی ہے کام مین لگا رہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

اندرین رہ می تراش و می خراش　　　تادم آخر دمے فارغ مباش

اگر کام کو کام کے طریقے سے کرے تب معلوم ہو کہ تصوف کس قدر آسان اور سہل چیز ہے دور سے ہوا نظر آتا ہے اور یہ مشکل نظر آنا بھی دکان دارون کی بدولت ہوا ورنہ اسکی اصل حقیقت صرف شریعت کی تکمیل ہے۔ سہولت تعبیر کیلئے اہل فن نے اس کا ایک اصطلاحی لقب قرار دے لیا ہے جسکو طریقت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی اصطلاح مین اعمال ظاہرہ کا نام شریعت اور اعمال باطنہ کا نام طریقت رکھ لیا ہے۔ ان جاہلون کی بدولت دو نظر آنے لگے جیسے ایک استاد نے ایک بھینگے شاگرد سے کہا تھا کہ فلان طاق مین ایک بوتل رکھی ہے اُٹھا لاؤ وہ لینے گیا تو اسکو ایک کی دو نظر آئین کہا کہ کونسی لاؤن دو ہین استاد نے کہا کہ ایک کو توڑ دو اور ایک لے آؤ وہ ایک جو توڑی دونون ٹوٹ گئین کیونکہ حقیقت مین تو وہ ایک ہی تھی دو نہ تھین ایسے ہی یہان ہے کہ یہ ایک ہی چیز ہے دو نہین ہین سمجھ کا قصور ہے جیسے وہان نظر کا قصور تھا۔ صرف اصطلاح مین رذائل باطنہ حسد۔ کبر۔ بخل۔ ریا وغیرہ اعمال باطنہ کی اصلاح کو طریقت اور تصوف کہلاتا ہے اور اعمال ظاہرہ کی دیکھ بھال و اصلاح کو شریعت کہنے لگے ہین ورنہ ایک ہی چیز ہے اور وہ شریعت ہی ہے سو شریعت مین کونسا جزو دشوار ہے سو تصوف کو دشوار سمجھنا کتنی بڑی غلطی ہے۔

(ملفوظ ۱۸۱۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل تکبر کا مرض ہر شخص مین عام ہو گیا الا ماشاء اللہ اس بلا سے بچنے کی کسی کو فکر ہی نہین اب اس مرض کے وجوہ مختلف ہین کسی مین یہ کبر حسن و جمال کی وجہ سے ہے کسی کے اندر علم و فضل کی وجہ سے ہے کسی کے اندر زہد تقوے کی وجہ سے ہے کسی کے اندر قوت و شجاعت کی وجہ سے ہے غرضکہ یہ بلا ہے قریب قریب سب ہی مین اور خصوصیت سے لیڈرون مین تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یہ تو اس مرض کا پورا شکار بنے ہوئے ہین ان مین کبر کی ساتھ حسد کا مرض بھی مل گیا ہے اسلئے مصلحین اور علماء امت پر شب و روز انکو اعتراض ہے۔ انکے ان سب اعتراضات کا

اصل راز وہی کبر و حسد و حریت ہے کہ ہمکو کوئی کہنے والا نہ رہے سوائے ہمارے نہ کوئی مصلح رہے اور نہ مولوی یہ تو کبر و حسد ہوا پھر کھلے بندوں جو چاہے کرتے پھریں یہ حریت ہے۔ اوّل تو انگریزیت کے دلدادہ تھے اور دل سے اسپر فریفتہ اب کچھہ روز سے دین کی وجہ سے تو نہیں ہاں قوم کی فلاح اور بہبود کی غرض سے بزعم خود خدمت مذہب کی طرف متوجہ ہوئے ہین تو اب سب کچھ خود ہی بننا چاہتے ہین مفسّر بھی محدث بھی فقیہ بھی کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی　　　تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اور مولٰنا فرماتے ہین ؎

چون گرسنہ می شوی سگ می شوی　　　چونکہ خوردی تند و بدرگ می شوی

(**ملفوظ**[۱۱۸۲]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر طالب آجکل مطلوب بننے کی فکر مین لگے ہوئے ہین اول تو اصلاح کی فکر ہی نہین اور اگر کسی کو ہوتی بھی ہے تو مطلوبیت کی شان اپنے اندر لیکر بے ڈھنگے پن سے اذیت پھونچانا تکلیفین دینا شروع کر دیتے ہین مشائخ کے یہان جاکر اپنا ہی وظیفہ پڑھوانا چاہتے ہین مگر ان کا بھی کوئی قصور نہیں مشائخ ہی نے وہ طرز اختیار کیا ہے کہ طالب کو خود محسوس ہوتا ہے کہ مین مطلوب ہون تو پھر نا اہلون کے دماغ خراب نہ ہونگے تو اور کیا ہوگا غیرت نہین آتی شیخ کہلاتے ہیں اور طالبوں کی غلامی کرتے ہین طریق کو ذلیل کرتے ہین مجھکو ان باتوں سے سخت نفرت ہے اول تو یہ میری طبعی بات ہے کہ جی چاہتا ہے کہ جو درجہ جس چیز کا ہے وہ اسی درجہ پر رہے میں خدمت تو کرنے کو ہر وقت تیار ہون خادم ہوں مجھسے خدمت لو مگر کسی کا نوکر یا غلام نہیں ہون کہ طالب کے تابع ہو جاؤن علاوہ اسکے اس طرز مین طریق کی بیوقعتی بے عظمتی بھی تو ہے اسلئے مجھسے طریق کو طالب نہین بنایا جاتا جیسا بعضے بنا دیتے ہین اور اس کا نام اخلاق تواضع رکھا ہی ایسے اخلاق اور ایسی تواضع سے اللہ بچائے صاف کیون نہیں کہتے کہ یہ سب دنیا اینٹھنے اور کمانیکے ڈھنگ ہین اخلاق اور تواضع تو محض صوری ہے اور حقیقت مین اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے اور ان چیزون کی حقیقت کسی کامل کی صحبت مین رہنے سے معلوم ہو سکتی ہے کسی کی جوتیاں سیدھی کرو اور ناکین رگڑو اور اسکے سامنے اپنا سارا کچا چٹھہ رکھدو اسکو مولانا فرماتے ہین ؎

قال را بگذار مرد حال شو　　　پیش مردے کاملے پامال شو

۴۰

(ملفوظ ۱۱۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فضائل اور کمالات لئے پھرتے ہیں۔ میاں اگر ایمان کے ساتھ خاتمہ ہو جائے اور حق تعالیٰ اپنے فضل سے دوزخ سے نجات فرمادیں اور جنتیوں کی جوتیوں میں جگہ ملجائے یہی سب کچھ ہے۔ لوگوں کو اپنے علم و عمل پر ناز ہے۔ صاحبو! یہ ناز کرنا اپنے کسی کمال پر بڑی ہی بُری بلا ہے اور ہماری تو حقیقت کیا ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک جس سے علم پر ناز کرنے کی جڑ اُکھڑتی ہے اور ارشاد ہے ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئاً قلیلاً اس سے عمل پر ناز کرنے کی جڑ اُکھڑتی ہے۔

اسکے بعد پھر کیا یہ خبط نہیں ہے کہ دو چار روز تہجد پڑھ لیا ذکر و شغل کر لیا تسبیح ہلالی بس ہو گئے بزرگ۔ بن گئے مقدس۔ معلوم بھی ہے کہ ذرا سی دیر میں اسی ناز کی وبال میں سارا تقدس اور بزرگی کافور ہو جائیگی اور سب کچھ دھرا رہجائیگا۔ صاحبو! نیاز پیدا کرنیکی کوشش کرو پہلا قدم اس طریق میں فنا ہونا اور اپنے کو مٹا دینا ہے اگر یہ بات نہ پیدا ہوئی تو وہ شخص محروم ہے اور اُس شخص کو اس طریق سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ کان کھول کر سب سُن لیں

(ملفوظ ۱۱۸۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تصوف کی حقیقت ہے تعمیر الظاہر و الباطن یعنی ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح کا نام تصوف ہے اور یہ دونوں اصلاح تلازم کے سبب گویا ایک ہی چیز ہیں ان میں تفریق کرنا تصوف کی حقیقت میں تحریف ہے نہ ظاہر باطن سے مستغنی نہ باطن ظاہر سے ان جاہلوں کی بدولت ایک چیز کی دو چیزیں نظر آنے لگیں ورنہ حقیقت میں ایک ہی چیز ہیں۔

(ملفوظ ۱۱۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بندہ ہو کر دعوی کیسا خواہ وہ دعوی علم و فضل پر ہو۔ یا حسن و جمال پر یا زہد اور تقوے پر یا شجاعت اور قوت پر۔ عطاء پر دعوی کرنا ایسا ہے جیسے ایک چمار کو بادشاہ ایک قیمتی موتی اپنے خزانہ سے عطاء فرمائے تو کیا وہ چمار اپنے کو اہل سمجھکر ناز کرے گا یا اس عطاء بلا استحقاق سے اور زیادہ پستی پیدا ہو گی کہ مجھ نااہل کو اتنی بڑی قیمتی چیز سے نوازا میں اس قابل نہ تھا پھر اسپر یہ عطاء ایسے ہی یہاں پر سمجھو کہ ہر چیز انکی عطاء فرمائی ہوئی ہے اور اسکو ہماری طرف منسوب فرمادیا ورنہ ہم کیا اور ہماری حقیقت کیا محض اُن کا فضل اور اُن کی عطاء اور اُن کی عنایت ہے۔ اسکو کسی نے خوب کہا ہے ؎

کہاں میں اور کہاں وہ نکہت گل ۔۔۔ نسیم صبح تیری مہربانی

(ملفوظ ۱۱۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریکات میں لوگوں نے میری شرکت کیلئے جو کچھ بھی زور

لگانا تھا لگایا اور بدون دلائل کے مجھکو مغلوب کرنا چاہا قسم قسم کے بہتان لگائے بدنام کیا قتل کی دہمکیاں دیں کہ یہ شریک ہو جائے۔ یہ دین رہ گیا ہے اور ان کا ایسا کرنا اسپر دال تھا کہ اُنہوں نے اپنی حالت پر قیاس کیا کہ جیسے ہم مصالح پرست ہیں دوسرے بھی ایسے ہی ہیں۔ اسکو مولانا فرماتے ہیں ؎

از قیاسش خندہ آمد خلق را ۔۔۔ کو چو خود پنداشت صاحب دلق را

اگر دب جانا اور متاثر ہونا ایسا ہی ارزاں ہو تو انبیاء علیہم السلام کیساتھ اُنکی قوم نے کیا کچھ نہیں کیا اور کونسی کسر اُٹھا رکھی تو کیا وہ اُنکی وجہ سے تبلیغ حق سے رُک گئے تھے یا نعوذ باللہ اُنکے تابع اور منقاد ہو گئے تھے اُن حضرات نے لا یخافون لومۃ لائم پر عمل فرماتے ہوئے اور کسی کی پروا نہ کرتے ہوئے ہمیشہ حق کا اظہار کیا اور کبھی کسی خوف یا طمع کے سبب کتمان حق نہیں کیا گو ہم اس درجہ کے نہ سہی مگر منسوب تو اُن ہی حضرات کی طرف ہیں کہلاتے تو اُن ہی کے نائب ہیں۔ پھر کیوں نہ اُس مسلک پر عمل کریں۔ اگر یہ بات نہیں اور برداشت نہیں کر سکتے اور ایسا ہی خوف یا طمع کا غلبہ ہے تو نیابت کا کام چھوڑ دو۔ کام کو کیوں بدنام کرتے ہو اور خدمت دین کا دعویٰ ہی کیوں کرتے ہو اگر کرتے ہو تو اسکے لوازم کیلئے تیار رہو۔ عارف شیرازی رح فرماتے ہیں ؎

یا مکن با پیل باناں دوستی ۔۔۔ یا بنا کن خانہ بر انداز پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی ۔۔۔ یا فرو شو جامہ تقویٰ بہ نیل

الحمدللہ۔ میں اُس زمانہ میں اپنے نفس کو اسپر آمادہ پاتا تھا کہ خواہ کچھ ہی ہو مگر حق کے خلاف انشاء اللہ تعالیٰ ایک انچ قدم آگے نہ اُٹھے گا۔ بحمداللہ تعالیٰ اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے یہ حالت میری فطرت بن گئی تھی مجھکو اسکے خلاف پر قدرت نہیں تھی اگر تم ترک حدود میں مصالح دنیوی اور اغراض کی وجہ سے اپنے کو معذور سمجھتے ہو تو میں بھی مصالح شرعیہ اور اپنی فطرت سے معذور تھا۔ باقی رہے مصالح سو یہاں تو مصالح پسا کرتے ہیں سل پر کیونکہ مصالح کو جتنا زیادہ پیسا جائے اُسی قدر سالن مزیدار ہوتا ہے۔ غرضکہ تم بھی معذور میں بھی معذور چلو چھٹی ہوئی۔ اسپر یہ شعر یاد آتا ہے ؎

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کم خالی ۔۔۔ چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

خدانخواستہ کوئی ضد نہیں تھی۔ ہٹ نہیں تھی۔ میں نے تو اعلان کر دیا اور صاف کہہ دیا تھا کہ عالم فاضل اور مسلمان تو بڑی چیز ہیں اگر مجھکو بھنگی کا بچہ بھی سمجھا دے تو میں سمجھ میں آ جانیکے بعد آج ہی تمام ہندوستان

میں اعلان کردوں گا اور تحریک میں شرکت کرلوں گا مگر یہ تو کچھ نہ کیا خواہ مخواہ کی زبردستی کرنا اور تہذیب اور انسانیت سے گذر کر بیجا دباؤ ڈالنا شروع کردیا۔ الزامات کے پل باندھ دیئے ہماری قوم کی ایک بات کا رونا ہو تو کوئی روئے ایک بات ہو تو اسکی شکایت کرے دین تو دین بعضوں میں تو تہذیب اور ادب بھی نہیں رہا اور یہ سب چیزیں جب خدا کا خوف قلب کے اندر ہو تب ہی پیدا ہوسکتی ہیں۔ تمام لیڈروں میں بیچارے محمد علی کے اندر یہ بات تھی کہ وہ مہذب تھے اُس ہی زمانہ میں میں نے معتبر راوی سے سنا تھا کہ علیگڈھ کالج میں نماز کے بعد میرے لئے یہ دعا کرائی تھی کہ اے اللہ اس ہستی کو ہمارے ساتھ کردے۔ علماء تک نے سب وشتم کیا برا بھلا کہا جلسوں اور لیکچروں اور پلیٹ فارموں پر بدزبانی بدگمانی کا اعلان کیا مگر میرا کیا بگاڑ لیا۔ میں نے یہ علیحدگی کوئی اپنے نفس یا غرض کی وجہ سے تھوڑا ہی اختیار کی تھی محض مصالح شرعیہ اور احکام اور مسائل شرعیہ میری عدم شرکت کا سبب اور بناء تھی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے محافظ بنے اُنہوں نے ہی حفاظت فرمائی اور لاکھ لاکھ شکر ہے اُس ذات پاک کا کہ مجھکو کسی کے در پر جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی وہی لوگ یہاں پر آئے اور معافیاں چاہیں اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا۔ ایک مولوی صاحب مجھسے خود کہتے تھے کہ اللہ معاف کرے ہمنے تو اپنے مقاصد کے کامیاب بنانے کیلئے احکام شرعیہ کی بھی پرواہ نہیں کی۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب پھر آپکو کامیابی کی بھی توقع تھی اُس زمانہ میں بعض اہل علم کھلم کھلا کہتے تھے کہ یہ مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے۔ یہ مسلمانوں کے کام ہیں۔ استغفر اللہ نعوذ باللہ۔ پھر اسپر دوسروں کو دعوت دیتے تھے کہ تم بھی ہمارے شریک ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ ہماری بد دینی میں تم بھی حصہ لو۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ جو مولوی ان تحریکات میں کام کرچکے ہیں وہ درس و تدریس کے کام کے نہیں رہے انکو چند روز کسی صاحب برکت کی صحبت میں رہنے کی ضرورت ہے۔ ان لوگوں نے ایک دم اپنے بزرگوں کے طرز اور مسلک کو بدل دیا نہ وہ صورت رہی نہ وہ سیرت رہی بڑے ہی فتنہ کا زمانہ تھا۔

۲۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱۱۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اعلاء السنن نہایت ہی عجیب کتاب ہے مثل بہشتی زیور کے

اسکے بھی متعدد حصّے کر دئیے گئے ہیں جی یہ چاہتا ہے کہ یہ میرے سامنے ایک مرتبہ طبع ہو جائے۔ مذہب حنفیہ کی نصرت میں یہ کتاب ماشاء اللہ بے نظیر ہے۔ ہر ہر مسئلہ پر اُسکے متعلق احادیث جمع کر دی گئی ہیں۔ اب معترضین کا مُنہ نہیں کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ مذہب احناف حدیث کے خلاف ہے۔

(ملفوظ ۱۱۸۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے ایسے باریک قلم سے لکھا ہے کہ پڑھنا مشکل ہے اور اُس پر مزید برآں یہ کہ روشنائی بھی پھیکی ہے یہ بے تمیزیاں لوگوں میں ہو گئی ہیں۔ اس کا مطلق خیال نہیں کہ ہماری اس حرکت سے دوسرے کو تکلیف ہوگی۔ دین کو ایک مختصر فہرست میں محدود کر رکھا ہے اور باقی اجزاء کو دین سے خارج سمجھتے ہیں حالانکہ دین میں ایک اصل عظیم یہ بھی ہے کہ اپنے سے دوسرے کو تکلیف اور اذیت نہ پہونچے مگر معاشرت ہم لوگوں کی بالکل خراب اور برباد ہو چکی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ ذلیل وخوار ہیں معاملات اخلاق سب خراب۔ بس نماز روزہ نفلیں تہجد کے علاوہ اور کسی چیز کو دین کی فہرست میں داخل نہیں سمجھتے اس حالت میں کوئی کہانتک اصلاح کرے اور اگر کرے بھی تو اُسپر ناگواری ہوتی ہے دوسرا بھی ان کا نوکر یا غلام نہیں جو اس حالت میں انکی خدمت کرے۔

(ملفوظ ۱۱۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طلب کی شان ہی جُدا ہوتی ہے اُس کا اثر دوسری پر پڑتا ہے اور یہ خیال کہ بدون طلب اور اُسکے لازم یعنی اصلاح کے کچھ کام بنجائے ایسا ہے جیسے بدون نکاح کی اولاد ہونے کا خیال۔

(ملفوظ ۱۱۹۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درس وتدریس متعارف مقصود کا مقدمہ ہیں اور اصل مقصود تبلیغ ہے۔ آجکل یہ بڑی کوتاہی ہو رہی ہے کہ درس وتدریس کو اصل سمجھ لیا ہے اور اس کوتاہی اور غلطی کی بدولت اکثر علماء کو جو تبلیغ نہین کرتے ایک بہت بڑی فضیلت سے محرومی ہو گئی ہے حضرات انبیاء کا درس یہی تبلیغ تھا۔ ابتداء میں درس وتدریس اور بعد فراغ علوم تحصیل اور تبلیغ دونوں کے حقوق ادا کرنا چاہئیں ایک کی طرف متوجہ ہو کر دوسرے سے غفلت کرنا یہ عظیم کوتاہی ہے علماء کو اس طرف ضرور توجہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنا وقت تبلیغ مین بھی صرف کیا کریں اور اسکی ایک سہل اور بہتر صورت یہ ہے کہ مدارس کی طرف سے کچھ مبلّغ مقرر کر دئیے جائیں۔ آجکل مدارس میں اس کی بڑی کمی ہے۔ پڑھنے پڑھانے میں جسقدر مشغولی ہے تبلیغ کی طرف مطلق توجّہ نہیں جسقدر وقت اس مین صرف کرتے ہیں تبلیغ میں اُس کا نصف حصّہ بھی خرچ نہیں کرتے +

(ملفوظ ۱۱۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سچ انسان کے اندر بڑی صفت ہے اگر حق تعالیٰ اس دولت سے کسیکو نوازیں سچّے آدمی کا ہر شخص اعتبار کرتا ہے۔ صاحب مال کو قرض ملے اگر وہ جھوٹا ہو۔ غریب اور مفلس کو قرض ملجاتا ہے اگر وہ سچّا ہو۔ یہ اس صفت کا اثر ہے مسلمانوں میں اسکی بڑی کمی ہے یہی وجہ ہے کہ انکے کام بند ہیں۔

(ملفوظ ۱۱۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صفت بخل اپنی ذات میں مذموم نہیں اگر یہ مادہ انسان میں نہو انتظام نہیں ہو سکتا۔ ہاں کسی چیز کا اعتدال سے بڑھ جانا یہ مذموم ہے۔ افراط و تفریط سے بچنا یہی اعتدال ہے +

(ملفوظ ۱۱۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس تعلیم انگریزی کی بدولت الحاد اور نیچریت کا غلبہ زیادہ ہو گیا ہے۔ یہ کالج کیا ہیں فالج ہیں۔ دین کے حس کو بالکل تباہ اور برباد کر دیتے ہیں۔ انکے تعلیم یافتہ اکثر بد دین ملحد ہوتے ہیں۔ دماغوں میں خناس بھر جاتا ہے۔

(ملفوظ ۱۱۹۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ انسان کو اول اپنی فکر چاہئے۔ دوسروں کی فکر میں تو جب پڑے جب اپنے متعلق یہ اطمینان ہو جائے کہ میرے ساتھ صحیح معاملہ ہوگا اور یہ ساری عمر نہیں معلوم ہو سکتا پھر اپنے سے بیفکری کیسی۔ بعض لوگوں کا یہی مشغلہ ہے کہ ہر وقت دوسروں کی فکر مین رہتے ہین۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔

(ملفوظ ۱۱۹۵) ایک نو وارد شخص آئے اور بعد مصافحہ حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تم ایسی جگہ بیٹھے ہو کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمکو بیٹھنے کا بھی سلیقہ نہیں۔ بیعت تو دور چیز ہے۔ ابھی تو تمیز سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اسپر وہ شخص اُس جگہ سے ہٹ کر ایک اور صاحب کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئے حضرت والا نے فرمایا کہ تم میں ایسی کونسی چیز ہے کہ جسکی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہو جس سے ایک مسلمان کی طرف پشت کر کے بیٹھے۔ عرض کیا غلطی ہوئی فرمایا کہ غلطی کا منشا کیا تھا اس کا جواب دو آخر کیا سمجھکر پشت کی جبکہ اور جگہ بھی موجود ہے عرض کیا کہ مجھکو خبر نہ تھی (یعنی یہ کہ میری پشت کی طرف کوئی آدمی ہے) فرمایا تو کیا کوئی سوئی ہے جو نظر نہیں آئی بیٹھا ہوا آدمی نظر نہیں آیا۔ میری بات کا جواب اب بھی نہیں دیا اپنے فعل کی تاویلیں شروع کر دیں۔ یہ مرض بھی لوگوں میں عام ہو گیا ہے کہ حقیقت پر پردہ ڈالکر دھوکا دینا چاہتے ہین۔ بدفہمی کا

بازار کچھ ایسا گرم ہو رہا ہے جسکی حد نہیں۔ میں نے غلطی کا منشاء دریافت کیا اُس کا تو جواب ندارد اور ہی کچھ ہانکنا شروع کر دیا اگر ایسی ہی غلطی ہے اور نظر نہیں آتا تو میری طرف پشت کیوں نہیں کر کے بیٹھے۔ ابھی تک تو اتنی تمیز بھی نہیں آئی نہ معلوم اور کونسا وقت سلیقہ اور تمیز سیکھنے کا ہوگا۔ آخر میں کہانتک تمہاری ان بدتمیزیوں پر صبر کروں اور جب کوئی امراض کو طبیب سے چھپائیگا یا اُس میں تاویلیں کریگا تو وہ علاج کس طرح کریگا۔ میں کھود کرید کر کے مرض کے ازالہ کی فکر کرتا ہوں یہ لوگ اس میں تاویلیں کر کے اُسکو چھپانا چاہتے ہیں پھر اصلاح کی کیا صورت ہو اور اصلاح کیسے ہوگی اور یہاں آئے ہی کیوں تھے کیا یہاں کوئی تماشہ ہو رہا ہے یہاں اور جگہوں کی طرح مجلس آرائی حکایات شکایات قصہ کہانیاں نہیں ہوتیں یہاں تو جس کام کو آئے اُسکو کرنا چاہئے۔ اصلاح کی غرض سے آئے ہو اصلاح شروع ہوگئی۔ اب اگر یہ طرز اصلاح کا ناپسند ہے تو یہاں سے نکلو اور اگر اصلاح مقصود ہے تو جیسے کہا جائیگا ویسے کرنا ہوگا۔ بُرا بھلا سُننا پڑیگا۔ جوتیاں کھانا پڑینگی اور اگر نواب صاحب بن کر آئے ہو تو یہاں دال نہ گلے گی کہیں اور جاؤ۔ بڑے بڑے دوکاندار ایسوں کی فکر میں منہ پھیلائے بیٹھے ہیں۔ جاتے ہی آؤ بھگت شروع ہو جائیگی۔ بس میری یہی باتیں ہیں جنسے لوگ خفا ہیں دیکھئے انکو شرم نہیں آئی جگہ ہوتے ہوئے ایک مسلمان کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئے جیسے کوئی نواب صاحب ہوتے ہیں۔ کیا تم لوگ آدمیوں میں رہنے سہتے نہیں۔ یا دنیا میں آدمیت ہی باقی نہیں رہی۔ صحرائی جانوروں کی سی حرکات کرتے ہو اور یہ سب مرض بیفکری کا ہے غور اور فکر کا تو نام ہی نہیں جو جی میں آیا کر لیا جو منہ میں آیا بکدیا۔ جس طرح جی چاہا بیٹھ گئے۔ اُٹھ گئے۔ یہاں پر پنکھا لگا ہوا ہے۔ بعض لوگ اُسکو محبت سے کھینچنا چاہتے ہیں مگر میں ہر شخص کو اسلئے اجازت نہیں دیتا کہ سلیقہ نہونیکی وجہ سے بجائے راحت کے تکلیف پہونچاتے ہیں مشین کی طرح ہاتھ چلنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر خبر نہیں رہتی کہ کوئی مجلس سے اُٹھ رہا ہے یا کوئی آرہا ہے کسی کے سر میں لگے گا۔ آخر آدمی میں اور مشین میں فرق کیا ہوا اسلئے میں نے اس میں یہ قید لگائی ہے کہ بدون اجازت کے کوئی شخص پنکھا نہ کھینچے یہاں پر جسقدر اصول و قواعد ہیں سب تجربات کی بناء پر ہیں۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھلا پنکھا کھینچنے میں کون سے اصول اور قواعد کی ضرورت ہے مگر اب یہ سنکر معلوم ہوگا کہ کتنے بڑے اصول اور قواعد کے ماتحت اسکی ممانعت ہے۔ میرے تمام اُصول کی جڑ صرف راحت رسانی ہے۔ حکومت مقصود نہیں طرفین کی راحت رسانی مقصود ہے۔

پھر اُس شخص کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب میری بات کا تم کوئی جواب نہیں دینا چاہتے اور مجھکو

قابل خطاب نہیں سمجھتے یا میرے سوال کو لغو اور بیہودہ بکواس سمجھتے ہو یہاں سے چلو اُٹھو اور خبردار جو کبھی یہاں آکر قدم رکھا- عرض کیا کہ مجھسے خطا ہوئی اب آیندہ کبھی ایسا نہ کرونگا حضرت مجھکو معاف فرماویں- فرمایا اب کیوں بولے پہلے سے کیا زبان سل گئی تھی تم لوگ اسوقت تک نہیں مانتے جبتک کہ تمہاری غذا تمکو نہ ملجائے- میں تمہاری نبضیں پہچانتا ہوں- اچھا اس وقت یہاں سے اُٹھو تمکو دیکھکر اذیت پہونچتی ہے کل کو پھر اسی وقت ظہر کے بعد اگر جی چاہے مجلس میں آکر بیٹھنا اور اپنی اس حرکت کا منشا بیان کرنا میرے پوچھنے کا انتظار نہ کرنا- خود آکر بیٹھکر منشا بیان کر دینا تب کچھ اور بات کرونگا بیعت ہوئے چلدئے- سلیقہ اور تمیز اُٹھنے بیٹھنے کا بھی نہیں- ولی اور قطب بننے کی ہر شخص کو فکر ہی خواہش ہے مگر آدمیت سے کوسوں دور ہیں- اسکی فکر ہی نہیں معلوم بھی ہے ولایت اور قطبیت تو آسان ہے اسلئے کہ رحیم و کریم سے اس کا تعلق ہے مگر آدمی بننا آدمیت کا پیدا ہونا مشکل ہے- یہاں پر تو انسانیت آدمیت کہلائی جاتی ہے اگر ولایت اور قطبیت درکار ہے تو کہیں اور جاؤ- جاتے ہی سب کچھ ہو جاؤگے راہ مار رکھی ہے شیطان نے طریق کی حقیقت سے بالکل بے خبری ہے اور یہ سب جاہل پیروں کی بدولت طریق بدنام ہوا- اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے-

(**ملفوظ**[۱۹]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ کامل وہ ہے جو فن سے واقف ہو شیخ کیلئے فن جاننے کی ضرورت ہے اگر فن سے ناواقف ہے ناآشنا ہے وہ شیخ کہلائے جانیکی قابل نہیں اور نہ وہ حقیقت میں شیخ ہے جیسے طبیب کہ فن سے واقف ہونا اُس کا ضروری ہے- ایسے ہی یہاں ہے ولی ہونا- بزرگ ہونا قطب ہونا غوث ہونا الگ بات ہے- شیخ ہونا الگ بات ہے- فن میں مہارت ہونا شیخ ہونیکے لوازم سے ہے- باقی اُس کا مُتّقی ہونا زاہد ہونا عابد ہونا شیخت کی شرط نہیں- ہاں اگر شیخ ان اوصاف کیساتھ بھی موصوف ہو تو اُسکی تعلیم میں برکت ہوگی نور ہوگا- مگر اس وقت فن کے مُردہ ہونیکی وجہ سے یہ طریق بدنام ہوگیا- لوگ گمراہ ہوئے- اصل چیز گم ہوگئی- غیر اصل کو لوگوں نے مقصود سمجھ لیا- اس صورت میں بعض کو تو اس سے وحشت ہوگئی وہ اسکے مُنکر ہوگئے اور بعض کو اس قدر غلو ہوا کہ احکام شرعیہ سے تجاوز کر گئے- غرض دونوں جماعتیں خُسران میں پڑیں- حقیقت دونوں کے پاس نہ تھی- اب بحمد اللہ مدتوں کے بعد حقیقت کا انکشاف حق تعالیٰ نے کرادیا کہ جسکے ہم مُنکر تھے وہی ذریعہ نجات ہے یا جن احکام شرعیہ سے ہمکو نفرت تھی اُس سے نفرت کرنا

سراسر گمراہی اور ضلالت ہے +

(ملفوظ ۱۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون عشق اور محبت کے کیسا ہی سہل اور آسان کام کیوں نہ ہو سخت اور مشکل معلوم ہوتا ہے عشق اور محبت وہ چیز ہے کہ سب کو آسان کر دیتی ہے اور مشکل سے مشکل کام سہل اور آسان نظر آنے لگتا ہے اس محبت کی بدولت اور تو کیا جان تک دیدینا سہل ہو جاتا ہے اور عاشق بزبان حال یہ کہنے لگتا ہے ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　　سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور یہ کہنے لگتا ہے ؎

اسیرت نخواہد رہائی زبند　　　شکارت نجوید خلاص از کمند

اور یہ محبت پیدا ہوتی ہے اہل محبت کی صحبت سے۔ اُنکی جوتیوں میں یہ برکت رکھی ہے کہ چند روز میں کچھ سے کچھ بن جاتا ہے۔ مگر آجکل لوگ اسی سے گھبراتے اور بھاگتے ہیں +

(ملفوظ ۱۹۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مناسبت پیدا کرنیکے لئے کم از کم چالیس روز تو شیخ کی صحبت میں رہے مگر یہ ایک ضابطہ کی بات ہے۔ باقی اصل تو یہ ہے کہ اسکی کچھ مدت نہیں۔ مناسبت پیدا ہونیکا کوئی خاص معیار نہیں۔ بعض کو صحبت میں ساری عمر گذر جاتی ہے مناسبت نہیں پیدا ہوتی اور بعض کو اول ہی ملاقات میں ہو جاتی ہے اور یہ ایک ظاہری حکم ہے ورنہ واقع میں مناسبت تھی۔ ملاقات کے وقت اس کا ظہور ہو گیا۔ پیدا نہیں ہوئی۔ اور بعض کو جو ظاہراً مناسبت ہوتی ہے اور ملاقات کے بعد جاتی رہتی ہے اسکے متعلق بھی یہی ہے کہ وہ مناسبت کا وسوسہ تھا حقیقت میں پہلے ہی سے مناسبت نہ تھی۔ لیکن ہر حال میں یہ ضروری ہے کہ نفع موقوف ہے مناسبت پر۔ بدون مناسبت کے نفع نہیں ہو سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی جُدائی کا سبب یہی عدم مناسبت ہوئی ورنہ وہاں اور کیا شبہ ہو سکتا ہے مگر جو چیزیں قدرتی ہیں جنمیں ایک مناسبت بھی ہے اُن میں کسی کو کیا دخل۔ اسی مناسبت کے شرط ہونیکے سبب میں کہا کرتا ہوں کہ یہاں جو بعضے آنیوالوں کو نفع نہیں ہوتا یا تو ان کے اندر کمی ہے یا میرے اندر کمی ہے جس سے مناسبت نہیں ہوتی۔ بہر حال جسطرف کی بھی کمی سبب ہو اُس کمی کے سبب نفع نہیں ہو سکتا اور یہ کیا

ضرور ہے کہ ایک شخص سے ساری دنیا کو مناسبت ہو اور کسی خاص شخص سے مناسبت نہ ہونا مضر بھی نہیں اسلئے کہ وہ شخص نبی تو نہیں اور غیر نبی سے مناسبت تو کیا اگر محبت طبعی اور محبت عقلی بھی نہ ہو تب بھی کوئی مضرت نہیں باقی نبی سے بوجہ جامعیت کے سب اُمت کو مناسبت ہوتی ہے گو انکی ساتھ بھی طبعی محبت ضروری نہیں مگر عقلی محبت ضروری ہے - اب اسپر یہ شبہ کہ غیر نبی سے جبکہ وہ شیخ کامل ہو مناسبت نہ ہونے میں کیا یہ تھوڑی مضرت ہے کہ اُس سے کوئی نفع نہیں ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی مناسبت اختیاری ہے یا غیر اختیاری - اگر کہو اختیاری ہے تو پیدا کرلو - اگر کہو کہ پیدا نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ غیر اختیاری ہے اور جو چیز غیر اختیاری ہوتی ہے وہ کبھی مضر نہیں ہوتی - باقی نفع نہ ہونا تو اگر یہاں سے نفع نہ ہوگا کسی اور جگہ سے ہوگا - پھر کیا مضرت ہوئی

(ملفوظ ۱۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان مکار اور جاہل صوفیوں کی بدولت بڑی گمراہی پھیلی - اگر کچھ واہی تباہی ہانک دیں تو اسرار رموز ہیں - گردن جھکا کر خاموش بیٹھے رہیں تو استغراق ہے چاہے دین کا استغراق (غرق) ہی ہو رہا ہو میرے ایک دوست رئیس مالدار ایک مرتبہ پیران کلیر چلے گئے کسی جگہ جا رہے تھے پشت کی جانب سے ایک بڑے زور سے آواز آئی کہ اے او مُرغے - اُنہوں نے کوئی خیال نہ کیا - دوسری بار پھر آواز آئی اُنہوں نے محض شبہ کی وجہ سے پیچھے دیکھا کہ ایک شاہ صاحب بنے بیٹھے ہیں - انکو کہا کہ اے تجھ ہی کو تو بُلاتے ہیں - بیچارے گئے کہ دیکھیں شاہ صاحب کیا فرماتے ہیں کہا کہ کچھ خبر بھی ہے جب خدا نے روحوں کو پیدا کیا تو سبکو ایک جگہ جمع کر کے حکم دیا تھا کہ بنگ بوزہ ہم لوگوں کی جماعت قریب تھی ہمنے تو صحیح سُن لیا اور مولوی لوگ دور تھے اُنہوں نے سنا نماز روزہ یہ نکتہ ہے مرشدوں کا - جا یاد رکھنا - یہ علوم ہیں ان جاہلوں کے - اس نامعقول سے کوئی پوچھتا کہ قرآن شریف میں بجائے بنگ بوزہ کے نماز روزہ کیسے آیا - کیا یہ صریح کفر نہیں ہے - پھر بھی درویش کے درویش - صوفی کے صوفی - کیسے کفریات بکتے ہیں اور ذرا خدا سے نہیں ڈرتے - بڑے ہی جری اور دلیر ہیں - اور حیرت یہ ہے کہ عوام بھی زیادہ تر ایسے ہی بددینوں اور راہزنوں کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں جو شخص جسقدر خلاف شریعت ہو اُسکو اُتنا ہی مقبول سمجھتے ہیں ہاں ایک معنی کر مقبول کہا جا سکتا ہے یعنی شیطان کے مقبول کیونکہ اسکی نیابت کا کام انجام دیتے ہیں - ایسے ہی ڈاکوؤں اور رہزنوں نے طریق کو بدنام کیا - خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا - یہ تو عقائد تھے

باقی اعمال میں کبائر تک کا ارتکاب۔ فواحش میں ابتلا فسق و فجور شب و روز کا مشغلہ مگر کسی طرح صوفیت اور درویشی نہیں ٹوٹتی۔ ایسی رجسٹری شدہ درویشی ہے لو ہالاٹ۔
مگر اب الحمدللہ ان مکاروں کی مکاریاں طشت از بام ہو گئیں اسلئے خفا ہیں۔ خیر ہوں خفا۔ حلوے مانڈوں میں تو کھنڈت پڑہی گئی۔ جھلاتے ہیں۔ میں نے بھی بفضلہ تعالیٰ اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے حقیقت کا خفا نہیں رکھا جو علوم سینے بسینے چلتے تھے سبکو عام درسگاہ مین مخلوق کے سامنے پیش کردیا۔ اب جاہلوں کا بھی پھندے مین آنا آسان نہیں گو مجھپر یہ حالت ہورہی ہے

چشمہا و خشمہا و رشکہا برسرت ریزد چو آب از مشکہا

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ آجکل دو پیسہ میں درویش بنتا ہے۔ ایک پیسہ کا گیرو اور ایک پیسہ کی تسبیح بازار سے خریدلے۔ گیرو میں کپڑے رنگ لے اور ہاتھ میں تسبیح لیلے۔ چلو چھٹی ہوئی۔ اچھے خاصے درویش بن گئے شاہ صاحب ہوگئے۔

(ملفوظ ۱۲۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ لیڈر قومی ہمدردی کا صرف سبق گاتے پھرتے ہیں مگر دلوں میں ہمدردی کا نام نہیں محض زبان ہی تک محدود ہے۔ ہزاروں مسلمانوں کو گولی کی نذر کرادیا۔ جس سے ہزاروں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوگئین اور لاکھوں روپیہ قوم کا برباد کرادیا اور پھر بھی صبر نہیں۔ اب مجالس کفر یہ مین شرکت کیجارہی ہے جو حقیقت مین غیر مسلموں کی خالص مذہبی تحریک ہے اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ اس میں بعض مولوی بھی شریک ہیں اس سے بیچارے عوام مسلمان دھوکا کھاتے اور پھنستے ہیں۔ یہ سب ایک طاغوت کی چالاکیاں اور مکاریاں ہین۔ سمجھ لیا ہے کہ مسلمانوں کو آگے رکھنا چاہئے۔ اس میں اُسنے دو مصلحتیں سمجھیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمان جوشیلی قوم ہے مر بگی دوسرے انسے گورنمنٹ بدگمان اور بدظن ہوگی۔ اپنی قوم کو عدم تشدد کی ڈھال میں لیلیا۔ مگر مسلمان اسپر قادر نہیں یہ جوش میں آجاتے ہیں۔ اس سے گولی کی نذر ہو جاتے ہین۔ بعض وقت تو ان لوگوں کی عقلوں پر بڑا ہی افسوس ہوتا ہے یہ لوگ کیا خاک کام کریں گے جنکو اتنی بھی خبر نہیں کہ ایک معمولی دشمن ہی کی چال کو سمجھ لیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں یہ عاقل نہین آکل ہیں عقل کی ایک بات نہیں اکل کی فکر ہے۔ آخر انکی عقلین گئیں کہاں۔ مسلمانوں کو کفار کی اغراض کا تختہ مشق بنایا جاتا ہے اور باوجود تجربات و مشاہدات کے پھر نہیں سمجھتے اور نہ عقل سے کام لیتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے

کہ عقل سے کورے ہیں۔ یہ اغراض دنیا بھی بُری ہی چیز ہیں جب یہ سامنے آجاتی ہیں سب کچھ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے کچھ پتہ نہیں رہتا۔

(**ملفوظ** ۱۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں تو سب بڑے میاں کی دعاؤں کی برکت ہے (مراد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں) ورنہ اپنے پاس علم ہے نہ عمل۔ ہمیشہ یوں ہی گذر گئی۔ اب جی چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جو وقت باقی ہے اُس میں اپنی یاد کی توفیق عطاء فرماکر اپنے کام میں لگائے رکھیں۔ میں اپنے دوستوں کے رنج کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتا ورنہ مجھکو اپنے وقت کا پوری طرح سے استحضار ہے۔ اگر کسی کو میرے ساتھ ہمدردی اور محبت ہے تو وہ میرے لئے ایمان کی سلامتی اور اعمال کی توفیق کی دعا کریں۔ اور باتیں تو بڑے لوگوں کی ہیں۔ اگر ایمان کیساتھ خاتمہ ہو جائے اور جنتیوں کی جوتیوں میں جگہ ملجائے یہی سب کچھ ہے اور بڑی دولت ہے۔ باقی تقویٰ طہارت پر کیا کوئی ناز کر سکتا ہے اور دعوے کا کیا کسی کا مُنہ ہے۔ سندیلہ ایک بستی ہے وہاں ایک مرتبہ امساک باراں سے قحط ہو گیا۔ لوگ پریشان تھے۔ استسقاء کی نماز کئی روز پڑھی گئی۔ بارش نہ ہوئی، وہاں کی بازاری عورتیں جمع ہو کر وہاں کے ایک رئیس کے پاس آئیں کہ ہم جنگل میں جاکر بارش کیلئے دعاء کرنا چاہتے ہیں آپ اس کا انتظام کر دیں کہ وہاں کوئی جاکر ہمکو دیکھے نہیں ورنہ بجائے رحمت کے کہیں اور قہر کا نزول نہ ہو۔ رئیس نے کافی انتظام کر دیا۔ یہ گروہ جنگل میں پھونچا اور سجدے میں سر رکھکر رونا شروع کیا اور توبہ استغفار کی اور یہ کہا کہ اے اللہ سب سے زیادہ ہم ہی گنہگار ہیں سیہ کار ہیں۔ ہماری ہی نحوست سے آپکی تمام مخلوق پریشان ہے آپ فضل فرمادیں رحم فرمادیں معاف فرمادیں۔ سر نہ اُٹھایا تھا کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی تو کسیکو کیا حقیر اور ذلیل سمجھے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

ما بروں را ننگریم وقال را ۔۔۔ ما دروں را بنگریم وحال را

سو ناز تو کسی کو کرنا ہی نہیں چاہئے اُنکی مخلوق ہے نہ معلوم کس بات پر کس وقت کیا سے کیا کر دیں۔ آدمی اپنی خیر مناتا ہے اور ڈرتا ہے اگر چاہیں ایک پلک جھپکنے میں صد سالہ کافر کو ولی کامل بنادیں اور صد سالہ مومن کامل زاہد عابد کو ملحد اور زندیق بنادیں گو یہ بنا ہو گا بندہ ہی کے ارادے سے اُدھر سے اُس ارادہ میں قوت ہو جاتی ہے۔ اسلئے کہ حق تعالیٰ کسی پر جبر ظلم نہیں کرتے

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اُنکی ذات تو ایسی رحیم اور کریم ہے کہ بندہ کی ذراسی توجہ اور طلب پر رحمت شروع فرما دیتے ہیں مگر طلب اور توجہ شرط ہی اگر یہ نہیں تو فرماتے ہیں انلزمکموھا وانتم لھا کرھون۔ وہ اتنا دیکھتے ہیں کہ بندہ کو طلب اور توجہ بھی ہے پھر سب کچھ خود ہی کر دیتے ہین +

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں یہ روپیہ مدرسہ میں بطور تملیک دیتا ہوں تو یہ رقم مدرسہ کی ملک ہو جائیگی اور اس میں سے قرض دینا جائز نہ ہوگا اور اگر مدرسہ میں بطور اباحت دیا ہے اور یہ بھی کہدیا کہ اس مین سے قرض بھی دیا جاسکتا ہے تو یہ رقم مدرسہ کی ملک نہ ہوگی جسکو روپیہ سپرد کیا گیا ہے وہ شخص وکیل ہوگا اور مالک وہی دینے والا ہی گا اگر وہ مر گیا تو وہ باقی رقم ورثاء کو واپس دیجائیگی اُسکو مدرسہ میں یا کہیں اور صرف نہیں کر سکتے اور حولان حول پر زکوۃ بھی واجب ہوگی۔ ان باتوں کا اہل مدارس کو قطعاً خیال نہیں حالانکہ سخت ضرورت ہے خیال کرنے کی۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے لوگ جو مشائخ کہلاتے ہیں اور مصلح بنے بیٹھے ہیں اُنکو حرام وحلال تک کی پروا نہیں خدا کا خوف قلب پر نہیں دوسروں کی کیا اصلاح کر سکتے ہیں ایسے پیروں کی یہی حالت ہی کہ اپنے دعوت کی ساتھ سینکڑوں کی دعوت کرا دیتے ہیں۔ سندھ میں تو دو دو سو چار چار سو عورتیں ہوتی ہیں۔ اونٹوں کی دعوت ہوتی ہیں۔ ایسا کرنیکو خلوص پر مبنی کرتے ہیں چاہے دوسرے کے پاس خلوص تو کیا فلوس بھی باقی نہ رہے۔ اچھی خاصی ڈکیتی ہے اور چونکہ اس میں رسم کا جبر ہوتا ہے اسلئے لفظی اجازت بھی کافی نہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی ایک طالب علم نے دعوت کی۔ فرمایا اس شرط سے قبول کرتا ہوں کہ جو کھانا محلہ میں تمہارا مقرر ہے اس ہی میں سے کھلاؤ اور بکھیڑا نہ کرو۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا روڑکی دیانند سرستی سے مناظرہ کیلئے تشریف لیگئے اور بھی چند لوگ ہمراہ تھے۔ مولانا نے سب سے کہدیا کہ اپنے بہروسہ چلنا دعوتوں کے بہروسہ نہ چلنا۔ سبکو کھانا بازار سے کہانا ہوگا۔ روڑکی پہونچکر نہ خود کسی کی دعوت کہائی اور نہ دوسروں کو کہانے دی۔ ایک پیشکار انگریز جنٹ کی پیشی میں تھے۔ اُنہوں نے جنٹ سے کہا کہ مولانا آئے ہوئے ہیں۔ جنٹ نے سنکر کہا کہ مولوی لوگ کہاتا پھرتا ہے۔ پیشکار نے کہا وہ تو دعوت بھی نہیں کہاتے تو وہ انگریز جنٹ یہ سنکر کہتا ہے کہ

ہم بھی مولانا کی زیارت کریں گے اگر یہ بات ہے۔ غرضکہ اُن پیشکار نے مولانا سے عرض کیا کہ جنٹ ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ آپ تشریف لیگئے وہ نہایت ادب سے ملا اور مولانا کا بڑا احترام کیا۔ مولانا کو صدر مقام پر بٹھایا اور خود ایک معمولی جگہ پر بیٹھا اور بعد مزاج پُرسی وغیرہ کے مولانا سے رُوڑ کی آنیکی وجہ دریافت کی۔ مولانا نے فرمایا کہ دیانند نے مسلمانوں سے مناظرہ کا اعلان کیا۔ میں اسکی مقابلہ کیلئے آیا ہوں مگر اب وہ مناظرہ سے اعراض کر رہا ہے۔ جنٹ نے کہا کہ ہم اُسکو بلائیں گے۔ غرضکہ دیانند کو بُلایا اور دریافت کیا کہ مناظرہ سے گریز کیوں کرتے ہو۔ دیانند نے کہا کہ فساد کا اندیشہ ہے جنٹ نے کہا کہ فساد کا اندیشہ مت کرو اسکا ہم انتظام کریں گے۔ مولانا نے فرمایا کہ فساد تو مجمع میں ہوسکتا ہے اب کرلو۔ دیانند نے کہا کہ اسوقت تو میں اس ارادہ سے نہیں آیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ارادہ تو فعل اختیاری ہے اب کرلیا جائے مگر وہ کسی طرح آمادہ نہیں ہوا۔ غرض جی یہ چاہتا ہے کہ علماء اس طرح رہیں کہ اہل دنیا کی نظروں میں حقیر نہ ہوں جیسا کہ اکثر ہم لوگ اُنکی نظر میں حقیر ہوگئے ہیں اور اسی تحقیر کی بناء پر وہ لوگ مولویوں سے بے پروائی کا برتاؤ کرتے ہیں اور ایسے ہی برتاؤ سے میری لڑائی لوگوں سے اسی منشاء کی وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ اہل علم کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں اور میں ایسے متکبروں کے تکبر کا علاج کرتا ہوں۔ اسی وجہ سے لوگ مجھسے ناراض ہیں۔ مجھکو بدنام کرتے ہیں۔ مگر کیا کریں بدنام میری جوتی سے۔ میں اپنے طرز کو نہیں چھوڑ سکتا+

(**ملفوظ**[۱۲۳]) ایک صاحب نے عرض کیا کہ رفاہ مسلمین کے عنوان سے کوئی صاحب کوئی رقم دیں تو اُس سے کسی حاجتمند شخص کو کھانا کھلا دینا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ رفاہ مسلمین کے لفظ سے عام محاورہ میں مدارس کنوئیں سبیل شفاخانہ سمجھے جاتے ہیں اور یہ اس میں نہیں۔ باقی اہل محاورہ سے تحقیق کرلیا جائے اگر یہ بھی داخل ہو تو ایسا کرسکتے ہیں اور اگر نہیں تو کسی خاص شخص کو کھانا کھلانا یا کپڑا دینا جائز نہ ہوگا۔

(**ملفوظ**[۱۲۴]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بڑی کوتاہی یہ ہے کہ بزرگوں کا کلام یا قول یا کوئی حکایت ویسے ہی چھاپ دیتے ہیں جسکے بعض اجزاء سے غلط فہمی ہوجاتی ہے۔ حالانکہ بدون حواشی کے جنمیں اشکالات کا حل ہو نہیں چھاپنا چاہئے اسلئے کہ بدون اسکے لوگ سمجھتے نہیں جس سے بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے۔ بجائے ہدایت کے گمراہی پھیلتی ہے۔ یہ بڑی ضروری بات ہے۔

اور اسکے خیال رکھنے کی سخت ضرورت ہے کیونکہ یہ زمانہ نہایت پُرفتن ہے۔ لوگ غلط معنے پہنا کر مشہور کرتے ہیں جس سے لوگوں کے دین کا نقصان ہوتا ہے۔ اور ابہام واقع میں بڑی مضر اور مُہلک چیز ہے اسی لئے میں خود بھی اس کا عامل ہوں اور دوسروں کو بھی کہا کرتا ہوں کہ جو بات کہو صاف کہو جسمیں ابہام نہ ہو۔

(ملفوظ ۱۲۰۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہر شخص کے معمولات کی شریعت کہانتک ذمہ دار ہو سکتی ہے۔ واقعی ضرورتوں کا لحاظ کر کے ایک ضروری قانون بنا دیا ہے۔ اگر سب متفق ہو کر اُسپر عمل کریں تو پھر دیکھیں کہ اس میں کسقدر سہولت ہے۔

(ملفوظ ۱۲۰۸) ایک صاحب کی سفارش کے سلسلہ میں فرمایا کہ اب ان قیود معمول بہا سے بھی سفارش نہ کیا کروں گا۔ فہم میں سلامتی نہیں۔ لوگ سفارش کی حقیقت سے بے خبر ہیں اسلئے اس زمانہ میں سفارش کرنا بھی جبر ہی ہے۔ رہا حدیث میں جو بریرہؓ سے نکاح کی سفارش کا واقعہ آیا ہے کہ حضور نے بریرہ سے مغیث کی ساتھ نکاح کے بارے میں سفارش فرمائی ہے اُسی میں یہ بھی وارد ہے کہ بریرہ نے عرض کیا کہ حضور کا حکم ہے یا سفارش۔ آپ نے فرمایا کہ سفارش۔ عرض کیا کہ میں قبول نہیں کرتی۔ سو اگر اس قدر آزادی ہو تو سفارش کرنا سنّت ہے اگر ایسی آزادی نہیں تو سفارش جبر ہے۔ مجھکو ایسی باتوں میں بڑی احتیاط ہے +

(ملفوظ ۱۲۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سُنّیوں اور شیعوں میں بڑا مسئلہ یہی زیر بحث ہے کہ صحابہؓ میں حضرت علی رضؓ بڑے ہیں یا شیخینؓ۔ اسکا بہت سہل ایک فیصلہ ہے کہ اُسوقت کے لوگ کسکو بڑا سمجھتے تھے وہی بڑا ہے۔ جو بڑا ہو گا بالاضطرار اُسکے ساتھ بڑوں کا سا برتاؤ ہو گا۔ صاف بات ہے خواہ مخواہ لوگ زوائد میں پڑ کر اوقات ضائع کرتے ہیں۔ اصل چیز یہ ہے اسکو دیکھو۔ روایات فضیلت کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

(ملفوظ ۱۲۱۰) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرمایا اور اُس غلطی کا منشاء دریافت کیا وہ کوئی جواب

نہ دیسکے تو حضرت والا نے خود اُس غلطی کے منشاء کو سمجھایا۔ اُن صاحب نے اُسکے منشا ہونے سے انکار کیا اسپر فرمایا کہ اس واقعہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس طریق سے لوگوں کو بہت ہی جنبیت ہو گئی ہے بالکل خالی الذہن ہیں۔ موٹی بات میں نے سمجھانا چاہا مگر نہیں سمجھ سکے۔ پھر اُن صاحب کو خطاب فرمایا کہ اگر یہاں تعلق پیدا کرو گے تو سمجھنا پڑے گا اور سمجھنا بھی وہ جسکو میں بھی تو سمجھ لوں کہ تم سمجھ گئے یا نہیں ورنہ ایسی جگہ جاؤ جہاں ہاتھ پھیلاتے ہی پکڑ لئے جاؤ۔ ایسی جگہ بہت ہیں کہ وہ ایسوں کی انتظار میں جال پھیلائے بیٹھے رہتے ہیں کہ کوئی شکار آئے اور پھنسے الحمد للہ یہاں یہ بات نہیں۔ یہاں تو سمجھنا پڑیگا اور سمجھکر کام کرنا پڑیگا۔ اگر پسند نہیں تو چلو یہاں سے نکلو۔ ایسے کوڑ مغزوں کا یہاں کام نہیں۔ نام کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے۔ کام کرنا مقصود ہے۔ عرض کیا کہ آئندہ سمجھنے کی کوشش کروں گا اب معاف فرما دیجئے۔ فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں بیفکری کا بھی مرض ہے۔ ابھی تک سمجھنے کی کوشش کرنیکا ارادہ بھی نہیں کیا تھا۔ خیر چلو اتنا تو معلوم ہوا کہ سمجھنا فعل اختیاری ہے اور اسکی کوشش ہو سکتی ہے اس جہل سے تو نجات ملی۔ یہ فرما کر فرمایا کہ اس وقت یہاں سے اُٹھ جاؤ کل کو اسی وقت آکر مجلس میں بیٹھنا اور مکاتبت مخاطبت کچھ نہ کرنا اور یہ قید مکاتبت مخاطبت کی کل ہی کے ساتھ خاص نہیں۔ جبتک قیام ہے اسوقت تک کیلئے ہے۔ اب وطن واپس جاکر جو کچھ لکھنا ہو لکھنا۔ عرض کیا ایسا ہی کروں گا۔ فرمایا کہ فہم بھی بڑی ہی دولت اور نعمت ہے اگر حق تعالیٰ کسی کو نصیب فرماویں۔

(**ملفوظ** ۱۲۱) ایک صاحب نے سوال کیا کہ آجکل جو لوگ جیل میں جاتے ہیں اُنکو جانگئے پہننے کو ملتے ہیں اور بعض مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں تو وہ نماز جو اُس جانگئے کیساتھ پڑھی ہو وہ نماز قابل اعادہ ہو گی یا نہیں فرمایا جو حبس من جہت العباد ہو اس میں تو نماز قضا ہو گی۔ اور جو حبس سماوی سے ہو اُسمیں قضا نہ ہو گی۔

(**ملفوظ** ۱۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل صرف تعظیم و تکریم کا نام لوگوں نے ادب رکھا ہے حالانکہ ادب نام ہے راحت رسانی کا۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ثقہ راوی نے نقل کیا کہ حالت بیماری میں جب لوگوں نے زیادہ پریشان کیا تو فرمایا کہ تھانہ بھون کے قواعد اور ضوابط کی ضرورت ہی۔ اُسکی یہی وجہ ہے کہ اس میں سبکو راحت ہے جو حاصل ہے ادب کا۔

(**ملفوظ** ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے پاس تو جو کچھ بھی ہے بڑے میاں کی توجہ کی برکت اور دعاؤں کا ثمرہ ہے (مراد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں) حضرت نہایت ہی

شفیق تھے اور شفقت کی ساتھ مبصر اور صاحب فراست بھی۔ چنانچہ میں حضرت کی خدمت میں بالکل خاموش رہتا تھا بس جو فرماتے تھے اُسکو سنا کرتا تھا۔ ایسی حالت میں کسی کی طبیعت کا اندازہ ہونا بڑا مشکل ہے۔ مگر حضرت کی فراست کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ سے اس عنوان سے سلام ایک صاحب سے کہلا کر بھیجا کہ ہمارے مہین مولوی سے سلام کہدینا۔ کیا ٹھکانا ہے اس فراست کا کہ طبیعت کا رنگ پورا معلوم فرمالیا۔

(ملفوظ[۱۲۱۴]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر کثرت سے لوگ آتے ہیں اور ہر شخص کی مختلف طبائع مثلاً یہ پچاس آئے۔ اب میں ان پچاس کا کیسے اتباع کر سکتا ہوں۔ ہاں وہ پچاس میرا اتباع کر سکتے ہیں۔ اور میں تو اپنا اتباع بھی نہیں چاہتا اصول صحیحہ کا اتباع چاہتا ہوں۔ اُن اصول صحیحہ کا تم بھی اتباع کرو اور میں بھی اتباع کروں نہ تم میرا اتباع کرو نہ میں تمہارا اتباع کروں

(ملفوظ[۱۲۱۵]) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب تم گھر سے چلے تھے تو کیا یہ قسم کھا کر چلے تھے کہ جاتے ہی ستاؤنگا اور جو وہ کہیگا اُسکے خلاف ہی کروں گا۔ اور کیا یہ تمہارا طرز تمہارے مقصود میں تمکو کامیاب بنا دیگا۔ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر ایسا طرز کیوں اختیار کیا اور ایک ہی بات پر اصرار کیوں ہے۔ جب میں یہ بتلا چکا کہ بیعت ضروری چیز نہیں۔ ضروری چیز تعلیم پر عمل کرنا ہے۔ عرض کیا اب نہ کروں گا۔ فرمایا کہ پہلے ہی کیوں ایسی بات کیا کرتے ہو۔

۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ[۱۲۱۶]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ذہن تو دنیا سے رخصت ہو چکا مگر کچھ حافظہ باقی ہے اور وہ بھی اندھوں میں۔ ایک حکیم صاحب ہیں نابینا دہلی ہیں۔ اُنکو تشخیص میں کمال ہے اور یہ کمال حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اُن میں پیدا ہوا۔ اُنہوں نے ایک مرتبہ حضرت سے عرض کیا تھا کہ میں نابینا ہوں دوسرے طبیب تو قارورہ دیکھکر رنگ دیکھکر زبان یا چہرہ دیکھکر مرض کی شناخت کر لیتے ہیں۔ میں کوئی چیز نہیں دیکھ سکتا تو میں کیسے مرض کی شناخت کر سکتا ہوں۔ دعا کر دیجئے کہ مجھکو نبض میں کمال ہو جاوے

نبض دیکھکر معلوم کر لیا کروں چنانچہ حضرت کی دعاء سے یہی بات اُنکے اندر پیدا ہو گئی کہ نبض دیکھکر مرض کو شناخت کر لیتے ہیں اور یہ سب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اسباب اُنکے ہاتھ میں ہیں جب وہ رزق پھونچانا چاہتے ہیں اُسکے ویسے ہی اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔ اور اُنکی شان رزاقی ایسی ہے کہ ایک بزرگ الہام سے حق تعالیٰ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اے بندہ جب میں تیرے منع کرنے پر بھی تیرا رزق نہیں روکتا تو کیا تیرے مانگنے پر نہ دوں گا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اللھم ارزقنی کی جگہ اللھم لا ترزقنی کا وظیفہ پڑھا کرے تو کیا اُسکو رزق نہ ملیگا ضرور ملیگا اور کافی ملیگا۔ امتحان کرکے دیکھ لیا جائے۔ اب کافی کے متعلق اگر یہ شبہ ہو کہ بعض کو کافی بھی نہیں ملتا تو اُس کا جواب یہ ہے کہ شاذ و نادر کا تو ذکر نہیں کسی حکمت سے کسی کو ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اکثر یہی ہے کہ کافی ہی ملتا ہے خواہ تدریجاً یا کبھی بہت سا دیدیا کہ بہت مدت کیلئے کافی ہو سکتا تھا مگر اُسنے سب برباد کر دیا اب اُتنی مدت تک نہیں ملا اگر نہ اُڑاتا تو اُس مدت کیلئے کافی ہوتا۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی شخص کو تیس۳۰ روپیہ تنخواہ کے ملے تو مطلب اس کا یہ ہے کہ تیس روز تک اسکو صرف کرو اب اگر یہ اُنکو ایک روز میں اُڑا دے تو دینے والا ذمہ دار نہیں۔ اور میں جیسا اوپر کہہ آیا ہوں اسکو کلیہ تو نہیں کہتا مگر اسکی اکثریت ضرور ہے۔

(ملفوظ ۱۲۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سائل کو کبھی حقیر اور ذلیل نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہاں پر مُراد سائل سے وہ سائل ہے جو ضرور تمند اور حاجتمند ہے وہ لوگ مراد نہیں جن کا یہ پیشہ ہے۔ لوگوں میں حس جاتا رہا بدون ضرورت اور حاجت کے سوال کرنا خود شریعت میں منع ہے اور ویسے بھی بے غیرتی کی بات ہے۔

(ملفوظ ۱۲۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کے مرتبہ کو کوئی بھی نہیں پھونچ سکتا چاہے اگر مجاہدہ کرتے کرتے مر بھی جائے تب بھی وہ مرتبہ میسر نہیں ہو سکتا اسلئے کہ راتوں جاگنا آسان۔ عبادت کرنا آسان۔ مگر وہ جذبات کہاں سے لائیگا جو لقاء و صحبت نبوی سے اُنکے اندر موجود تھے بڑی چیز اور بڑی دولت اور بڑی نعمت تو جذبات قلبی ہیں۔ اعمال تو ایک منٹ اور ایک سکنڈ میں بدلے جا سکتے ہیں اور درست ہو سکتے ہیں مگر جذبات نہیں پیدا ہو سکتے۔

(ملفوظ ۱۲۱۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کفر میں تو کچھ قوت ہوتی ہے مگر الحاد میں بالکل

قوت نہیں ہوتی۔۔ ڈابھیل کے قلعہ پر جسوقت محمد ابن قاسم نے چڑھائی کی تو راجہ کے پاس بڑی جرّا کرّار فوج تھی۔ محمد ابن قاسم کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ راجہ داھر نے اپنی بہن سے شادی کی ہے تو اپنے ساتھیوں سے یہ فرمایا کہ کافر سے تو مقابلہ میں تردّد ہو سکتا ہے مگر ملحد کے مقابلہ میں کوئی تردّد نہیں یقیناً ہم غالب آئیں گے۔ اُسکی وجہ ظاہر ہے کہ اصل قوت مذہب میں ہے تو کافر تو صاحب مذہب ہوتا ہے مگر ملحد کا کوئی مذہب نہیں اسلئے اُس میں خاص جوش نہیں ہوتا اسکے علاوہ محمد ابن قاسم یہ بھی سمجھے کہ راجہ شہوت پرست ہے اور شہوت پرست کبھی شجاع نہیں ہو سکتا اُس وقت محمد ابن قاسم کی عمر تقریباً سترہ سال کی تھی مگر بوڑھے بجربہ کار لوگ ساتھ تھے اور اُنکی سب اطاعت کرتے تھے۔ محمد ابن قاسم حجاج بن یوسف کے داماد ہیں۔ اسی حجاج کا باوجود اس قدر ظالم ہونے کے تین سو رکعت نماز نفل ایک شب میں پڑھنے کا معمول تھا۔ کیا ٹھکانا ہے۔ یہ تو اُس وقت کے ظالموں کی حالت تھی۔ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ حضور کے زمانہ سے قریب تھا اسوقت نور تھا اب وہ نور نہیں رہا۔ ہم ظُلمت کے زمانہ میں ہیں۔ اب چاہے ہم کتنا ہی علم حاصل کر لیں مگر وہ نور نہیں یہ تو خیر القرون میں تھا اور ہم تاریکی کے زمانہ میں ہیں۔ سورج غروب ہونیکے ساتھ ہی ہزاروں بجلیاں اور گیس روشن ہو جاتے ہیں۔ مگر ویسی روشنی نہیں ہوتی جیسی دن میں ہوتی ہے۔ بس ابتو امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں خیر ہوگی۔ یا عیسی علیہ السلام کے زمانہ میں۔ اس سے پہلے تو ظلمت ہی ظلمت ہوگی۔

(ملفوظ ۱۲۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ بڑی قسمت والے لوگ ہونگے جو حضرت عیسی علیہ السلام کی صحبت میں رہیں گے صحابی ہونگے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ منصب نبوت پر تو تشریف لائیں گے نہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ نہ سہی مگر نبوت مسلوب تھوڑا ہی ہوگی۔ نبوت تو باقی ہے اسلئے برکت بھی وہی ہوگی۔

(ملفوظ ۱۲۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حجاج بن یوسف کو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیا حال ہے۔ کہا کہ میں ہر قتل کے بدلے ایک ایک دفعہ قتل کیا گیا اور حضرت سعید بن جبیر کے قتل کے بدلے میں ستر مرتبہ قتل کیا گیا۔ اور اب بھی عذاب میں مبتلا ہوں۔ پوچھا اب کیا خیال ہے کہا کہ جو سب مسلمانوں کا خدا تعالیٰ کیساتھ خیال ہے یعنی نجات ضرور ہوگی۔ بخشا ضرور جاؤں گا۔

جسوقت حجاج کی جانکندنی کاوقت تھاتو یہ جناب باری میں یہ عرض کررہاتھاکہ اے اللہ تمام دنیایہ کہہ رہی ہے کہ حجاج جیسے ظالم کو اللہ نہیں بخشیگا۔ ہم توجب جانیں کہ آپ مجھ جیسے ظالم کو بخشکر یہ دکھلادیں کہ دیکھو ہم ایسے رحیم وکریم ہیں یہ واقعہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے بیان کیاکہ حجاج یہ کہکہ مراہے۔ بزرگ نے فرمایاکہ بڑاہی چالاک تھا۔ یہ چالاکی سے کہکر جنت بھی لے مریگا۔ مگر باوجود اس ظلم کے اس میں اسلامی جوش اس قدر تھاکہ کفار کا مسلمانوں کو ستانا سُن نہیں سکتا تھا۔ ہر وقت اُنکی نُصرت اور جہاد پر تیار رہتا تھا۔ عجیب بات ہے۔ یہ بات آجکل کے اہل تقوی اہل زہد میں بھی نہیں الاماشاءاللہ تعالیٰ۔

(ملفوظ ۱۲۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایاکہ عیب جو کی مثال عبدالرحمن خانصاحب مالک مطبع نظامی کانپور نے جو علماء کی صحبت اُٹھائے ہوئے تھے ذہین آدمی تھے اُنھوں نے بیان کی تھی کہ کسی باغ میں پھل بھی ہیں اور گھاس بھی ہے اور ایک گوشہ میں پائخانہ بھی بنا ہے سوانسان تو پھل کھانیکو اور سیر وتفریح کرنیکو جاتا ہے۔ جانور گھوڑا وغیرہ گھاس کھانیکو جاتے ہیں مگر سور وہاں بھی پاخانہ کو تلاش کرتا ہے۔ ایسے ہی عیب چین کی مثال ہے اہل کمال کی تو کمال پر نظر پڑتی ہے اور عیب جو کی عیب پر نظر پہونچتی ہے کسی بزرگ کی عادت تھی کہ کسیکو بُرا نہیں کہتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یزید کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایاکہ شاعر اچھا تھا۔

(ملفوظ ۱۲۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایاکہ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ تحریکات کے زمانہ میں فلاں صاحب نے ایک رسالہ گئو رکھشا کی حمایت میں لکھا۔ کسی نے پوچھاکہ یہ کیا حرکت ہے تو کہتے ہیں کہ یہ میرا عقیدہ تھوڑا ہی ہے۔ میں طبیب ہوں مجھسے ہندو بھی علاج کراتے ہیں ذرا وہ خوش ہو جائیں گے علاج کرانے زیادہ آئیں گے۔ یہ مسلمانی ہے یہ دین ہے۔ یہانتک نوبت پہونچ چکی ہے اب اگر کوئی کچھ اصلاح کی بات کہے تو اُسکو مورد الزام ٹھیراتے ہیں ان کی حرکتوں کو نہیں دیکھتے کہ جب خود بددین بنتے ہیں اسی سے کوئی دوسرا بھی بول پڑتا ہے۔

(ملفوظ ۱۲۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایاکہ آجکل اگر دلیل میں کوئی روایت لکھدی جائے تو کہتے ہیں کہ اسکا ترجمہ کرو۔ بھلا ترجمہ سے استدلال کی تقریر کیا سمجھے گا زبان کی آسانی سے فن تھوڑا ہی آسان ہو سکتا ہے۔ دیکھئے اقلیدس اُردو میں شائع ہو گئی ہے۔ بھلا کوئی اُردو پڑھا ہوا

ایک شکل کو تو حل کر دے۔ نکمے لوگوں کو زبان چلانا آتی ہے۔ کام کرنا اور بات ہے باتیں بنانا اور بات ہے۔

(ملفوظ ۱۲۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خواہ مخواہ مجھکو بدنام کر رکھا ہے کہ میں سخت ہوں۔ الحمد للہ میں سخت نہیں بالکل نرم ہوں مگر مضبوط ہوں۔ جیسے ریشم کا رسہ کہ نرم تو اسقدر کہ جہاں چاہے گرہ لگالو اور جس طرف کو چاہو موڑ لو مگر مضبوط اسقدر کہ اگر ہاتھی بھی اُس سے باندھ دیا جائے تو اُسکو توڑ نہیں سکتا۔ مضبوطی کا نام سختی رکھا ہے۔ مضبوطی اور سختی مین فرق بھی معلوم نہیں۔ فتوی دینے چلدئے اور اس مضبوطی کی ساتھ ایک بات اور ہے کہ میرے اندر غیرت ہے جو ضابطہ سے اپنا متبوع نہ ہو اس سے دبنا بے غیرتی ہے۔ مثلاً اُستاد ہوکر شاگرد سے دبے بے غیرت ہے۔ پیر ہوکر مُرید سے دبے بے غیرت ہے۔ باپ ہوکر بیٹے سے دبے بے غیرت ہے۔ حاکم ہوکر محکوم سے دبے بے غیرت ہے۔ بادشاہ ہوکر رعایا سے دبے بے غیرت ہے۔ خاوند ہوکر بیوی سے دبے بے غیرت ہے۔ ہاں رعایت اور چیز ہے وہ دبنا نہیں اُسکو محبت کہیں گے شفقت کہیں گے۔ اگر کسی شخص کی بیوی کو کوئی چھیڑے اور وہ ڈنڈا لیکر اُسکے سر ہو جاوے اور اُسکو کوئی کہے کہ بڑا ہی سخت مزاج ہے نرمی سے کہہ لیا ہوتا کہ نہ بھائی کبھی میری بیوی کو نہ چھیڑنا۔ کیا کسی شریف آدمی کے نزدیک ایسا مشورہ دیا جاسکتا ہے تو جیسا بیوی کا احترام ہے تو کیا میں طریق کا اسقدر بھی احترام نکروں۔ مجھکو دبنے سے غیرت آتی ہے۔ اگر کسی کو غیرت نہیں تو میں اُسکو تو مجبور نہیں کرتا مگر خود کیسے بے غیرت ہو جاؤں۔

ایک شخص پانی پت کے علاقہ کے یہانپر آئے۔ پندرہ [۱۵] روپیہ مدرسہ میں دئے۔ مجھکو شبہ ہوا کہ قریب کا مدرسہ چھوڑ کر تھانہ بھون میں روپیہ کیوں لائے۔ باوجود اسکے کہ وہ مرید بھی تھے مگر شبہ ہوگیا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہانپر روپیہ دینے کی کوئی خاص وجہ ہے جو قریب کا مدرسہ چھوڑ کر یہانپر لائے۔ کہنے لگے کہ کوئی وجہ نہیں۔ میں نے کہا کہ مجھکو تو شبہ ہے وہ یہ ہے کہ تم یہاں اسلئے لائے ہو کہ پیر بھی خوش ہونگے اور مدرسہ کا بھی نفع ہو جائیگا۔ کہنے لگے کہ واقعی بالکل صحیح ہے۔ تب میں نے روپیہ واپس کیا اور کہا کہ یہ تو ایک قسم کا شرک ہے کہ دین کا کام رضائے خلق کیلئے کیا جاوے مجھکو اس طرح کا روپیہ لیتے ہوئے غیرت معلوم ہوئی۔ یہاں میں ایک اشکال کا جواب دیتا ہوں وہ یہ کہ ایسے موقع پر معترضین انبیاء علیہم السلام کے واقعات پیش کر دیتے ہیں کہ کیا تبلیغ میں اُن حضرات کے ایسے ہی اخلاق تھے مگر معترضین یہ بتلائیں کہ وہ معتقدین کیساتھ تھے یا کافروں

کیساتھ اور وہ بھی اسلئے تھے کہ پیغمبر پر ایمان لانا لوگوں پر فرض ہے اگر انبیاء سے توحش ہوجاوے تو کافر کے کافر رہیں۔ اور امتیوں پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے اگر ایک امتی سے متوحش ہوں دوسری طرف رجوع کریں۔ اس فرق پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک نواب صاحب تھے سرحدی پٹھان وہ حج کے سفر میں تھے۔ جب بمبئی پہونچے تو گورنمنٹ نے گورنر کو حکم دیا کہ خانصاحب کی مزاج پرسی کرو اور کسی چیز کی ضرورت ہو حاضر کرو۔ گورنر جہاز پر ملنے گئے تو اسوقت خانصاحب ایک مسہری پر آرام کررہے تھے۔ احمد حسن سہارنپوری انسپکٹر پولیس تھے وہ بھی اُسی جہاز میں تھے۔ ایک شخص اُن سے نقل کرتے تھے کہ خانصاحب ویسے ہی لیٹے رہے اُٹھکر بھی نہیں بیٹھے اور گورنر نے جو سوال کیا تو نہایت روکھا اور ضابطہ کا جواب دیا۔ جب گورنر چلے گئے تو انسپکٹر صاحب نے کہا کہ خانصاحب گورنر اسوقت آپکے مہمان تھے۔ مہمان ہونیکی حیثیت سے اُن کی مدارات کرنا چاہئے تھی کم از کم اُٹھکر تو بیٹھ جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کفار کی مدارات کی ہے۔ خانصاحب نے وہی پٹھانوں والا جواب دیا کہ سنو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبری کرنی تھی مجھکو پیغمبری کرنا نہیں۔ یہ جواب اپنے عنوان سے تو سوء ادب کا ہے مگر اسکا مضمون یہ ہے کہ کفار کو مومن بنانے کی حکمت سے آپ اسی مداراۃ کے مامور تھے اور مجھپر بوجہ امتی ہونیکے اس کا اہتمام ضروری نہیں۔ تو پیغمبر اور غیر پیغمبر میں یہ فرق ہے۔ اور یہ تو سب ان معترضین کے بہانے ہیں کہ اصلاح کو تشدد بتلاتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ طلب صادق نہیں۔ اپنے نقص کو تو دیکھتے نہیں دوسرے میں نقص تشدد کا نکالتے ہیں اور بالفرض تشدد بھی ہو تو اُس تشدد کا سبب بھی وہی عدم طلب ہے تو اپنا نقص دوسرے میں نظر آتا ہے جیسے ایک حبشی راستہ چلا جارہا تھا ایک شیشہ پڑا ہوا نظر آیا اُسکو اُٹھا کر دیکھا تو اپنی صورت مبارک نظر آئی۔ سیاہ رنگ موٹے موٹے ہونٹ۔ شیشہ کو دور پھینک کر مارا کہ کمبخت اگر ایسا بدصورت نہ ہوتا تو تجھکو کوئی یہاں کیوں پھینک کر جاتا۔ تو یہ تو اپنی حالت کا فوٹو تمکو نظر آتا ہے۔

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک طالب آیا اور بزرگ کی صورت دیکھکر ششدر کھڑا رہگیا۔ بزرگ نے پوچھا کیوں کیا بات ہے کہا کہ حضرت گھر سے تو معتقد ہو کر چلا تھا مگر یہاں آکر عجیب نقشہ نظر آیا جسکو زبان سے عرض نہیں کرسکتا فرمایا کہ نہیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ عرض کیا کہ حضور کی صورت کُتّے کی سی نظر آتی ہے۔ بزرگ نے بُرا نہیں مانا۔ فرمایا ہاں نظر آتی ہوگی ایسا بھی ہوتا ہے

تم اللہ کا نام پڑھو۔ اُسنے پڑھا۔ پھر دریافت کیا کہ اب کیسی نظر آئی ہے۔ عرض کیا کہ بلی کی سی فرمایا وہی نام ایک ہفتہ اور پڑھو اسکے بعد انسان کی سی نظر آنے لگی۔ فرمایا کہ یہ تمہاری ہی صورت تھی جو اس آئینہ میں نظر آئی سو وہ ناقص صورت اپنی ہی صورت ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ کبھی تشدد کی ضرورت بھی ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص کنوئیں میں گرنا چاہتا ہو بس ایک جست کی کسر رہگئی ہے تو آیا اُسوقت اُسکو نرمی سے سمجھایا جائیگا۔ یا ہاتھ پکڑ کر زور سے ایک جھٹکا ماریگا کہ کہاں جاتا ہے کیا مریگا یا کسی بچہ نے غلطی سے منہ میں سنکھیئے کی ڈلی ڈال لی تو اب باپ وہاں کھڑا ہو کر لیکچر دیگا یا ایک چپت ادھر اور ایک اُدھر لگا کر منہ میں اُنگلی ڈالکر سنکھیہ کو اُگلوا لے گا۔

ایک شخص ایک درخت کے نیچے پڑا سو رہا تھا اور ایک اژدہا اُس درخت سے اُسکے ڈسنے کو اُتر رہا تھا اتفاق سے ایک سوار آگیا اُسنے دیکھا کہ یہ اب ختم کردیگا ایسے وقت پر آپ فیصلہ کریں کہ کیا اُس گھوڑے کے سوار کو پاس جاکر باادب کھڑے ہو کر یہ کہنا چاہئے تھا کہ جناب والا آپ سو رہے ہیں آپ پر نیند کا غلبہ ہے اُسکی وجہ سے غفلت ہے اور درخت سے اژدہا اُتر کر آپکو ڈسنے والا ہے۔ لہذا آپکو اُٹھکر الگ ہو جانا چاہئے ظاہر ہے کہ ایسا کرنا مُضر ہے اسلئے اُس سوار نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب دیکھا کہ یہ صورت ہے گھوڑے کے ایک ایڑ مار چابک لے اور سوتے ہوئے کے ایک رسید کیا وہ ایکدم چلاتا ہوا گالیاں دیتا ہوا بھاگا۔ اب یہ سوار ہے کہ ہاتھ نہیں روکتا اور یہ زبان نہیں روکتا۔ جب سوار نے دیکھا کہ اب اژدہا دور ہوگیا تب ہاتھ روکا اُسنے کہا کہ اے ظالم تو نے مجھے مسافر کمزور غریب الوطن سمجھکر مجھپر ظلم کیا۔ میں نے تیرا کیا نقصان کیا تھا تب اُس سوار نے کہا کہ دیکھ وہ کیا چیز ہے جس سے تجھے بچاکر لایا ہوں۔ یہ دیکھنا تھا قدموں پر گر گیا اور ہزار جان سے قربان ہو ہو کر دعائیں دیتا تھا اور معافی چاہتا تھا کہ تم میرے محسن ہو۔ میں نے تمہارے ساتھ بڑی زیادتی کی گستاخی اور بے ادبی کی مجھکو معاف کردو۔ یہاں ایک ڈاکٹر تھے اُنکے پاس ایک آنکھوں کا مریض آیا اُنہوں نے اپریشن کیا تو وہ مریض ڈاکٹر کو گالیاں دے رہا تھا۔ ڈاکٹر کو پروا بھی نہ تھی کہ کیا بک رہا ہے اُن ڈاکٹر کے ایک دوست اُسوقت وہاں موجود تھے اُنہوں نے کہا کہ اسنے کیسی واہیات حرکت کی کہ گالیاں دیں اور آپنے بُرا نہیں مانا۔ ڈاکٹر بولے کہ جب اسکی آنکھوں کی بصارت عود کر آئیگی اور اُسکو دکھلائی دینے لگے گا جب سو جان سے قربان ہوگا۔ قدموں میں گریگا۔ معافی چاہے گا اور فیس بھی دیگا ابھی

اسکو کچھ خبر نہیں اسلئے کوئی قدر نہیں بس یہی واقعہ یہاں ہے جب آنکھیں کھلیں گی تب معلوم ہوگا کہ وہ سختی تھی یا نرمی اسکی ایک اور مثال ہے کہ کسی کی اشرفی گر گئی اور کسیکے ہاتھ آگئی اُس نے اس طرح واپس کی کہ زور سے اور نہایت سختی سے اشرفی اُسکے پھینک کر ماردی تو وہ یقیناً چوٹ کا خیال نکریگا بلکہ اسکو دوڑ کر اُٹھائیگا تو مطلوب کی تحصیل میں تو شدائد کا برداشت کیا جاوے۔ جو شخص اسکی شکایت کرتا ہے حقیقت میں مطلوب کو مطلوب ہی نہیں سمجھا۔

۱۲۲۶ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رسالہ **تمہید الفرش فی تحدید العرش** کے لکھنے کیوقت اتنی تسلی کسی کے کلام سے نہیں ہوئی جسقدر صوفیہ کے کلام سے ہوئی اسوقت جو حالت تھی اُسکے چار جزو تھے ایک حیرت ایک غیرت ایک ثنا ایک دعا۔ یہ چار حالتیں تھیں۔ ان کی ضروری تفصیل رسالہ میں مذکور ہے اور یہ جیسی گذریں اُن کے بیان پر قدرت نہیں۔ صفات میں کلام کا کیا کوئی احاطہ کرسکتا ہے۔ حیرت کی یہ حالت تھی ؎

حیران شدہ ام در ار نرویت ۔۔۔ اے چشم جہانیاں بسویت
ما و بخنیر و خموشی ۔۔۔ آفاق ہمہ بہ گفتگو بیت
خسرو بکمند تو اسیر ست ۔۔۔ بیچارہ کجا رود زکویت

ان بزرگوں کے کلام سے کچھ تسلی ہوئی ورنہ حیرت کا اسقدر غلبہ تھا کہ بیان سے باہر ہے اُس حالت میں بار بار دعا کرتا تھا ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔ ورنہ خود کیا کوئی تحقیق کرسکتا ہے ؎

نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد ۔۔۔ نہ فکرت بغور صفاتش رسد

وہ دل میں آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ محدود۔ غیر محدود کا احاطہ کیسے کرسکتا ہے۔ کسی مجذوب نے خوب کہا ہے کہ عقل وہ ہے جو خدا کو پاوے اور خدا وہ ہے جو عقل میں نہ آوے اور عقل کی عجز کی یہ حالت ہوتی ہے ؎

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار ۔۔۔ کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

اور یہ حالت ہوتی ہے ؎

اندریں راہ انچہ می آید بدست ۔۔۔ حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

اور شریعت نے جو نہی فرمائی ہے کنہ میں خوض کرنے سے اُس سے جاہل کو شبہ ہوتا ہے کہ شریعت نے تنگی سے کام لیا ہے۔ مگر اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے مادر زاد اندھے کی سمجھ مین رنگ کی حقیقت نہ آئیگی تو اُسکو منع کرنا عین رحمت ہوگی اسلئے کہ وہ سمجھ نہیں سکتا۔ اگر کوئی سمجھائے بھی تب بھی سمجھ میں نہ آئیگا محض وقت ہی ضائع ہوگا اسلئے منع کرنا ہی رحمت ہوگا۔ یہ سب پریشانی ایک مدعی اجتہاد صاحب کی عنایت کی بدولت ہوئی اور اس بحث میں قلم اُٹھانا پڑا خیر اُنکی برکت سے بعضی باتیں کام کی ضبط میں آگئی۔ چنانچہ ایک بات بڑے کام کی اور نہایت لطیف اُس رسالہ میں یہ ہے کہ یہ اہل ظاہر استواء کو صفت مانتے ہیں اور عرش حادث ہے اور صفات قدیم ہین تو جسوقت عرش نہ تھا استواء اُسوقت بھی تھا اور جسوقت سماء نہ تھا نزول الی السماء اُسوقت بھی تھا تو اسکے متعلق اُسوقت کے اعتبار سے جو عقیدہ رکھا جائے وہی عقیدہ اس وقت کے اعتبار سے اب بھی رکھنا چاہئے۔ میں نے جسوقت اس رسالہ کا نام تجویز کیا ہے اس میں بھی دماغ پر بڑا اثر ہوا۔ ہر بات کا اُسوقت استحضار تھا۔ نام مین یہ بات قابل لحاظ ہونا چاہئے کہ ایک تو گٹھل نہ ہو اور یہ کہ مقصود پر کافی دلالت کرے۔ بحمد اللہ اس میں یہ باتیں موجود ہین یعنی تمہید الفرش فی تحدید العرش ۔ رسالہ لکھنے کیوقت جو ہمت اور پریشانی کی حالت تھی اُس سے ہر ہر جاہل کو دیکھکر رشک کرتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا تو اچھا ہوتا۔ میرا ذہن اس مبحث میں نہ چلتا اہل غلو تو بیخوف ہوتے ہیں جو جی میں آیا کرلیا جو قلم میں آیا لکھدیا۔ بیباک ہوتے ہین پھر ونیز بھی خشکی برستی ہے ملاحت نہیں ہوتی جیسے کوئی خونخوار ہوتا ہے کہ ابھی لڑ مریگا۔ مگر باوجود اسکے بھی ہم لوگ انکو اسقدر بُرا نہیں سمجھتے جسقدر یہ ہمکو بُرا سمجھتے ہیں ہر بات میں اپنا تو سبکو متبع بنانا چاہتے ہیں اور دوسرون کی اتباع سے انکو خود عار ہے بلکہ تقلید کو حرام تک کہتے ہیں اگر یہ بات ہے تو اپنے مقلد بنانیکی دنیا کو کیوں دعوت دیتے ہو تمہاری ہی کیوں مانی جاوے تمکو اس کا حق کیا ہے ان ہی صاحب نے جو اس رسالہ کی تصنیف کے سبب بنے ہیں مجھکو لکھا تھا کہ آپ ابن تیمیہ اور ابن القیم کے رسالے دیکھا کرو۔ میں نے کہا کہ تم دیکھکر بہت محقق بن گئے جو دوسرونکو دعوت دیتے ہو۔ فہم ایسے لوگوں کے پاس نہیں۔ ساری دنیا کو ایک ہی لکڑی ہانکتے ہیں اور جسکے متعلق جو جی مین آتا ہے بدون تحقیق جو چاہے حکم لگا دیتے ہیں۔ تہذیب سے بھی عاری ہوتے ہیں

۲۴

اگر تہذیب سے اپنے شبہ کو رفع کرنا چاہیں تو اس سے کسکو انکار ہے مگر یہ بھی نہیں۔ اب میری ہی عبارت پر جو اعتراض کیا گیا ہے اُس میں ذرا تدبر سے کام نہیں لیا۔ عبارت کے اُس حصہ کو نقل نہیں کیا جسمیں اُنکے شبہ کا جواب ہے۔ یہ فعل کونسی حدیث کے ماتحت ہے عمل بالحدیث کا محض زبانی ہی دعوی ہے مگر دعوے سے کیا ہوتا ہے جبتک کہ عملی جامہ نہ پہنایا جاوے۔ قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ پانی پتی ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں۔ اس میں تو شبہ نہیں کہ عامل بالحدیث ضرور ہیں لیکن کلام اس میں ہے کہ کس کی حدیث مُراد ہے۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حدیث النفس۔ سو ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے یہاں نہ کسی اصول کی پابندی ہے نہ قواعد کی۔ جہاں جو چاہا معنے لیلئے۔ جہاں جو جی میں آئی تفسیر کرلی ہر شخص اپنے کو مجتہد سمجھتا ہے

(ملفوظ ۱۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حقیقی علوم اللہ والوں ہی پر کھلتے ہیں باقی دوسرے تو نام ہی کے بحر العلوم ہوتے ہیں حالانکہ نہر العلوم بھی نہیں ہوتے۔ اور آجکل تو خطابات بھی نئے نئے ہو گئے۔ کوئی شیخ الحدیث ہیں کوئی شیخ التفسیر ہیں کوئی امام الفقہ ہیں کوئی امام الھند ہیں کوئی امیر شریعت ہیں اور یہ سب نئی تعلیم یافتہ طبقہ کی جدت ہے۔ یہ تو القاب کے دعوی ہیں اس سے بڑھکر دو چار کتابیں اصل یا ترجمہ پڑھکر تبحر کا دعوی بھی ایک معمولی بات ہو گئی۔ اسپر ایک لطیفہ یاد آیا۔ میرے ایک دوست مولوی صاحب کہتے تھے کہ متبحر کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک کدو متبحر اور ایک مچھلی متبحر کدو تو تمام سمندر کی سطح پر اوپر اوپر پھرتا ہے مگر اُسکو اندر عمق کا کچھ حال نہیں معلوم ہوتا اور مچھلی عمق پر پہونچتی ہے تو آجکل کے متبحر کدو متبحر ہیں اوپر اوپر پھرتے ہیں آگے کچھ خبر نہیں۔ ہمارے بزرگ حالانکہ جامع کمالات تھے مگر سادگی اسقدر تھی کہ ان تکلفات کا نام تک نہ تھا اور آجکل نہ کوئی ہُنر ہے نہ کوئی کمال مگر القاب دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہی اپنے زمانہ کے سب کچھ ہیں۔

(ملفوظ ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں محبت حق کا ایسا غلبہ تھا کہ بجز ایک طرف کے دوسری طرف نظر ہی نہ تھی۔ ہر بات میں توحید کی جھلک مارتی تھی۔ باوجود اصطلاحی عالم نہ ہونیکے بیان کے وقت حقائق کی وہ تحقیق ہوتی تھی کہ مجلس میں اکثر اہل علم ہوتے تھے سب کے سب انگشت بدندان ہو جاتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت اپنے زمانہ کے جنید وقت بایزید وقت تھے۔ حضرت اپنے فن کے امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے محقق تھے

حضرت کی بدولت مدتوں کے بعد یہ طریق زندہ ہوا۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ جس سے چاہے اپنا کام لیلے
بظاہر دیکھنے میں تھانہ بھون کے ایک شیخزادہ معمولی حیثیت کے معلوم ہوتے تھے مگر باطن اللہ کے
نور سے معمور تھا۔ طالبوں کی نظر کی یہ حالت تھی جیسے کسی نے کہا ہے ؎

ہمہ شہر پُر زخوباں منم وخیال ماہے ۔۔۔ چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بہ کس نگاہے

(ملفوظ ۱۲۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل فضول سوالات کا بڑا مرض ہے۔ بیٹھے بٹھلائے کچھ
مشغلہ نہیں تو یہی سہی اور اُسکا تختہ مشق علماء کو بنایا جاتا ہے اور یہ سب آخرت سے بیفکری کی باتیں
ہیں۔ ایک صاحب کا خط آیا ہے چند سوالات لکھے ہیں جن کا عمل سے کوئی تعلق نہیں۔ طرز تحریر
سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی سے بحث مباحثہ کر رہے ہیں اس میں علماء کے جوڑ لگانیکی ضرورت محسوس
ہوئی تو یہاں کی تحقیق معلوم کرنے کیلئے یہ دفتر بے معنی یہاں بھیجا ہے۔ میں نے لکھدیا ہے کہ تحریر
سے یہ بات سمجھنے کی نہیں ہے زبانی آکر سمجھو۔ دیکھئے کیا کہتے ہیں۔ یہ ہیں وہ باتیں جنکی وجہ سے
مجھسے لوگ خفا ہیں خشک اور ضابطہ کے جواب سے کیا کوئی خوش ہو سکتا ہے۔ ان بیہودوں کے
دماغ علماء کے ڈِھیلے (بیائے معروف) ہونے سے خراب ہوئے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ علماء کو ڈھیلا
(بیائے مجہول) ہو کر رہنا چاہیئے۔ تاکہ انکے دماغ درست ہوں ان خردماغوں کو یہ تو معلوم ہو کہ
علماء میں بھی اسپ دماغ ہیں۔ مگر اسوقت مشکل یہ ہے کہ علماء ہوں یا مشائخ سب کی عوام سے غرض
وابستہ ہے اسلئے کچھ نہیں بولتے مگر یہ تو اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے اس طرز سے اصلاح نہیں
ہوسکتی۔ مجھکو اپنے طرز پر ناز نہیں فخر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرتا ہوں اور واقعات و تجربات
اسکے شاہد ہیں کہ اصلاح کے باب میں نافع یہی طرز ثابت ہوا۔

حضرت استاذی مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی جو مجسم اخلاق تھے آخر میں آکر
اُنکی یہ رائے ہو گئی تھی کہ ایسے متکبروں کو تھانہ بھون بھیجنا چاہیئے وہیں انکے دماغ درست ہونگے
حضرت مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس مُرید کا پیر ٹرّا نہ ہو اُسکی اصلاح نہیں ہوسکتی
مولوی ظفر احمد نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعا
فرما دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں۔ فرمایا کہ صاحب نسبت تو ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے
اور اگر اصلاح کراؤ تو اپنے ماموں سے کرانا۔ مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت ہیں

پھر مجھسے رجوع کیا - تو اس طرز کے نافع ہونے پر مُردوں اور زندوں جنکی شہادتیں موجود ہیں اور میرے ان تمام اصول اور قواعد کا مقصود طرفین کی راحت رسانی اور اصلاح کے طرق میں سہولتیں پیدا کرنا ہے - حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رح رائپوری نے جبکہ حالت علالت میں لوگوں نے زیادہ ستایا یہ فرمایا تھا کہ تھانہ بھون کے قواعد اور اصول کی ضرورت ہے اور زیادہ ترو جہ بے ترتیبی کی یہ ہے آجکل فہم کی بیحد کمی ہے اور بدون اسکے تکالیف اور پریشانیوں سے نجات مشکل ہے تو اُن قواعد کا حاصل یہی ہے کہ فہم کو درست کیا جائے -

یکم جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(**ملفوظ** ۱۲۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ احکام اسلام کی اگر خود مسلمان عظمت و محافظت کریں تو کبھی دوسری قومیں اُس میں نہ مداخلت کر سکتی ہیں اور نہ اُنکی تحقیر کر سکتی ہیں خصوص اگر سلاطین اسلام اس طرف توجہ کریں تو پھر تو کسی کا کیا منہ ہے کہ ایک حرف بھی نکالے - ریاست بھوپال میں بیگم صاحبہ کے زمانہ میں طاعون کے ایک قانون کے متعلق انگریزوں نے مشورہ دیا تھا کہ اس کا نفاذ کر دیجئے - بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ میں بدون قاضی کے حکم کے کچھ نہیں کر سکتی کہا کہ قاضی کو حکم دیجئے فرمایا کہ وہ میرے محکوم نہیں - میں اُنکی محکوم ہوں اسلئے کہ وہ شریعت کے احکام جاری کرتے ہیں اور ہم سب شریعت کے غلام ہیں - اس جواب سے کیسی عظمت دین کی قلب میں معلوم ہوتی ہے -

(**ملفوظ** ۱۲۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج فلاں خانصاحب کے مُرید کی کتاب واپس کردی ہے تین آنہ کے ٹکٹ اپنے پاس سے صرف کرنے پڑے - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے بیرنگ کیوں روانہ نہ کردی - فرمایا کہ مجھکو بھی اسکا خیال تو ہوا تھا مگر دو وجہ سے اس خیال پر عمل نہ کر سکا ایک تو یہ کہ اگر نہ وصول کی تو مجھکو ہی دینا پڑیں گے - دوسرے یہ کہ وہ تو دل سے اس مؤنت پر راضی نہ تھے اور میں اُنپر بار ڈال رہا ہوں تو اسکے جواز میں مجھکو شبہ ہوا اسلئے ٹکٹ لگا دینا ہی مناسب سمجھا - وہ لوگ ایسا نہیں کر سکتے مگر الحمد للہ ہمکو تو خدا کا خوف ہے

(**ملفوظ** ۱۲۳۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آئے دن مُلک میں ایک نیا فتنہ پیدا

ہوتا رہتا ہے۔ اب لوگوں کو بیٹھے بٹھلائے یہی بات سوجھی ہے کہ قوم اور حسب نسب ہی کو بدلنا شروع کر دیا۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ بڑی قومیں چھوٹی قوموں کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں مگر بالکل غلط ہے کوئی بہتان کی حد بھی ہے اگر ان قوموں میں سے کوئی عالم ہوتا ہے اُسکی ویسی ہی قدر کیجاتی ہے یا غیر عالم عابد متقی پرہیزگار ہوتا ہے اُسکی بھی ہرگز بیوقعتی نہیں کیجاتی۔ دوسرے یہ معترضین خود چھوٹی قوموں کو ذلیل سمجھتے ہیں ورنہ اُن سے خارج ہونے کی کیوں کوشش کرتے اور انکی یہ سب حرکتیں کمبخت جاہ کی بدولت ہو رہی ہیں۔ یہی تو ہیں وہ امراض باطنی جنکی بدولت کہاں سے کہاں نوبت پہونچ جاتی ہے۔ اسی لئے تو کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہے اُسکے پاس رہنے اور اُسکی تعلیم پر عمل کرنے سے ان رذائل کا (ازالہ تو نہیں ہوتا کیونکہ ازالہ خلاف حکمت ہے ہاں) امالہ ہو جاتا ہے جیسے شائستہ گھوڑا کہ بیموقع بے محل کو ندپھاند بھاگ دوڑ نہیں کرتا موقع اور محل پر کرتا ہے حالانکہ اس میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں مگر محل میں صرف ہوتی ہیں۔ ایسے ہی ان رذائل کے متعلق سمجھ لیجئے کہ شیخ کامل کی تعلیم پر عمل کرنے سے نفس کے اندر ایسی شائستگی پیدا ہو جاتی ہے کہ رہتی سب چیزیں ہیں مگر صرف ہوتی ہیں محل میں۔ ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ ان چھوٹی قوموں کو ذلیل اور حقیر کیوں سمجھا جاتا ہے میں نے لکھا کہ دنیا میں یا آخرت میں۔ پھر لکھا کہ شافی جواب نہیں ملا۔ میں نے لکھا کہ جہاں شافی جواب ملے وہاں سے معلوم کر لو۔ یہاں تو یہی کافی ہے یہی شافی ہے اپنے تابع بنانا چاہتے ہیں۔ میں تابع بنتا نہیں اور کیوں بنوں کیا میں اُن کا نوکر ہوں۔ غلام ہوں۔ البتہ خادم ہوں۔ خدمت سے کسی حال میں انکار نہیں۔ مجھسے خدمت لو مگر طریقہ سے پھر آدھی رات کو بھی موجود ہوں۔ باقی بے طریقہ اور بے ڈھنگے پن سے کوئی مجھسے خدمت نہیں لے سکتا۔ بس لوگوں سے یہی لڑائی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آدمیت اور انسانیت سیکھو اور لوگ اسی سے گھبراتے ہیں چونکتے اور بدکتے ہیں۔ میرے پاس اگر کوئی تھوڑی دیر کو بھی آجاتا ہے اللہ کے فضل سے خالی نہیں جاتا کچھ لیکر ہی جاتا ہے خواہ اپنی غلطی پر تنبہ ہی سہی۔ پھر چاہے یہاں ساری عمر بھی نہ آئے مگر ہو جاتا ہے درست۔ ایسا قصہ ہو جاتا ہے جیسے کسی بات کے یاد رکھنے کیلئے اپنے کسی کپڑے کے پلے میں گرہ لگا لیتا ہے۔ یہاں سے ایسی ہی ایک چیز لیکر جاتا ہے۔ اور یہ جو عوام کے دماغ خراب ہوئے ہیں اس کا سبب یہ مشائخ اور علماء ہی ہیں۔ ان کی اغراض عوام سے وابستہ ہیں اس وجہ سے اُنکی بیجا خاطر مدارات چاپلوسی آؤ بھگت کرتے

ہیں۔ یہ نا اہل ہوتے ہیں اُس سے اُلٹا اثر قبول کرتے ہیں۔ پہلے طبائع میں سلامتی ہوتی تھی دلجوئی سے دلشوئی ہو جاتی تھی اب سلامتی تو ہے نہیں بدفہمی کا بازار گرم ہے دلجوئی سے سمجھتے ہیں کہ ہم سے انکی کوئی غرض ہے اس غرض کے شبہ کی وجہ سے دماغ میں خناس بھر جاتا ہے اپنا تابع سمجھنے لگتے ہیں۔ اسلئے علماء اور مشائخ کو چاہیئے کہ وہ ایسا طرز نہ اختیار کریں کہ جس سے اہل دین اور دین کی بیوقعتی لوگوں کی نظروں میں پیدا ہو اور زیادہ تر اہل مدارس کی بدولت عوام خراب ہوئے ہیں اہل مدارس مدرسوں کی وجہ سے زیادہ چاپلوسی کرتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ اگر اُنکے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا تو یہ چندہ نہ دیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ خیال ہی غلط ہے کہ چندہ نہ دیں گے۔ دیں گے ضرور دیں گے۔ اسلئے کہ یہ تو حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اگر خلوص ہے۔ پھر فلوس تو تمہاری جوتیوں سے لپٹتے پھرینگے اور اگر دے ہی دیا مگر تمکو اور دین کو بیوقعتی کی نظر سے دیکھا تو ایسے چندوں کو لیکر کروگے کیا کیونکہ جو مقصود تھا مدارس کا کہ دین اور اہل دین کی قلوب میں عظمت ہو وقعت ہو تبلیغ کا اثر ہو جب وہ حاصل نہ ہوا تو مدارس ہی کو لیکر کیا چاٹو گے مجھکو تو ہمیشہ اسکا خیال رہتا ہے کہ دین کی اور اہل دین کی بے عظمتی اور بیوقعتی نہ ہو اور یہ کہ ہمیشہ مصالح دُنیوی پر مصالح دینوی مقدم رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ مجھسے خفا ہیں مگر ہوا کریں خفا اور ناراض میری جوتی سے۔ مجھے کسی کی غلامی نہیں ہوتی اگر میرا طرز پسند نہیں نہ آؤ میرے پاس کہیں اور جاؤ بلانے کون گیا تھا۔ اگر آتے ہو تو اصول صحیحہ کا تابع ہو کر رہنا ہوگا۔ نہ میں تمہارا تابع بنوں نہ تم میرے تابع بنو۔ اصول صحیحہ کا تم بھی اتباع کرو میں بھی اتباع کروں اور اگر یہ نہیں تو چلتے بنو ایسے موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو جان و دل عزیز اُسکی گلی میں جائے کیوں

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

۱۲۳۳ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ملک میں بے پردگی کی زہریلی ہوا چل رہی ہے۔ عورتوں میں خود ایک آزادی کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ حیاء کا مادہ کم ہو جاتا ہے۔ پہلے زمانہ میں عورتیں غیور ہوتی تھیں۔ اب بھی یہ صفت اگر کچھ ہے تو پھر ہندوستان کی عورتوں میں ہے۔ اس غیرت پر اسوقت

ایک عجیب حکایت یاد آئی - چنگیز خاں سے معتصم باللہ خلیفہ جب مغلوب ہوئے اور چنگیز خاں کا قبضہ ہو گیا تو ایک کنیزک خلیفہ کی نہایت حسین تھی وہ بھی اُسکے ساتھ آئی اسنے ایسا حسین آدمی کبھی دیکھا نہ تھا۔ بہت خوش ہوا اور اسکی بہت عزت اور خاطر مدارات کی اور بہلا پھسلا کر اپنی طرف میلان کرانا چاہا۔ اُس عورت نے ایک عجیب تدبیر کی۔ چنگیز خاں نے اس عورت سے بہت سے حالات خلیفہ کے دریافت کئے اُسنے بتلائے اور کہا کہ اور تو جو کچھ ہے وہ ہے مگر ایک چیز خلیفہ نے مجھکو ایسی دی نہ کسی نے کسی کو آجتک دی اور نہ شاید کوئی دے۔ چنگیز خان نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہے کہا کہ وہ ایک تعویذ ہے اُس کا اثر یہ ہی کہ اگر اُسکو کوئی باندھے ہو تو اُسپر نہ تلوار اثر کرے نہ گولی اور نہ پانی میں ڈوب سکے۔ چنگیز خاں یہ سنکر بہت خوش ہوا اسلئے کہ ایسی چیز کی تو ہر وقت ضرورت رہتی ہے یہ خیال کیا کہ نقل کرا کر فوج میں تقسیم کرادونگا۔ چنگیز خانؔ وہ تعویذ مانگا اُسنے کہا کہ پہلے تم اس کا امتحان کرلو میرے پاس اسوقت وہ تعویذ ہے تم بیدھڑک اور بلا خطرہ مجھپر ایک ہاتھ تلوار کا مارو دیکھو کچھ بھی اثر نہ ہوگا۔ بارہا کا آزمایا ہوا ہے۔ چنگیز خان نے ایک ہاتھ تلوار کا صاف کیا۔ بڑی دور گردن جاکر پڑی چنگیز خان کو اسپر بیحد صدمہ ہوا کہ اپنے ہاتھوں میں نے اپنی محبوبہ کو فنا کر دیا۔ اس عورت کی غیرت کو دیکھیئے کہ کسقدر غیور تھی۔ گو یہ فعل ناجائز تھا۔ خودکشی تھی مگر منشا اس فعل کا غیرت تھی کہ کسی دوسرے کا ہاتھ نہ لگے۔ یہ عورت کی خاص صفت ہی اس چیز کو آجکل ہر طرح برباد کیا جا رہا ہے۔ خود مرد ہی بے غیرت ہیں۔ نہ حیاء ہے نہ غیرت جو ایمان کی خاص صفت ہے۔ لوگوں سے جو میری لڑائی رہتی ہی اس کا سبب غیرت ہی تو ہے۔ مجھسے بے غیرت نہیں بنا جاتا۔ کسی کو برداشت ہو تو ہو مجھے تو برداشت ہے نہیں۔

(**ملفوظ** ۱۳۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایکمرتبہ میں اور حافظ احمد صاحب سفر میں ہمراہ تھے۔ لاہور کے اسٹیشن پر ہوٹل میں کھانا کھانے کا اتفاق ہوا۔ ملازموں نے میز کرسی لگادی اُس سے تشبہ کا خیال ہوا۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ کیا مشورہ ہے اُنہوں نے کہا کہ تشبہ کے خلاف صورت اختیار کرو۔ کرسی پر پیر لٹکا کر مت بیٹھو اُٹھا کر بیٹھو اور ہاتھ میں کھانا لیکر کھاؤ۔ میز پر رکھکر مت کھاؤ۔ اسی طرح کیا اور بھی متکبرین کا مجمع تھا وہ دیکھ رہے تھے کہتے ہونگے کہ یہ کون وحشی لوگ ہیں۔ اگر آدمی کو خیال اور فکر ہو تو حق تعالیٰ راہ نکال ہی دیتے ہیں مگر یہ اُسی وقت ہے جبکہ ننگ و عار کو بالائے طاق

رکھدے اور لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم یہ عمل پیرا ہوا و جب تک یہ بات نہ ہوگی ہرگز نہیں بچ سکتا ضرور مبتلا ہوگا۔ ننگ وعار کے باب میں تو مسلمان کی یہ شان ہونا چاہیئے ؎

ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم دستار نداریم غم پیچ نداریم

اور یہ سب کچھ انسان محبت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ بدون محبت کے ان قصوں سے نجات اور چھٹکارا دشوار ہے۔ جب محبت ہوتی ہے تو محبوب کے خلاف محب کوئی حرکت نہیں کر سکتا۔ بس ضرورت اسکی ہے کہ خدا کے ساتھ محبت پیدا کی جائے اور اسکا سہل طریق یہ ہے کہ اہل محبت کی صحبت میں رہے اور انکی تعلیم کا اتباع کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں کچھ سے کچھ ہو جائیگا اور حقیقت تو یہی ہے کہ ان سے صحیح تعلق اور محبت پیدا ہو جانیکے بعد پھر کوئی دوسرا رنگ دل میں جم نہیں سکتا ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

اور فرماتے ہیں ؎

عشق آن شعلہ است کو چوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

اسیکو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ والذین امنوا اشد حبا للہ اور شدت محبت ہی کا دوسرا نام عشق ہے۔ یہی محبت سبکو قلب سے سوائے محبوب کے فنا کر دیتی ہے۔ بس ایک ہی رہ جاتا ہے

(ملفوظ ۱۲۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کی خاصیت ہے کہ دوسرے کے تنقیص کی کوشش کرتا ہے اپنے معائب اور غلطیوں پر غور نہیں کرتا اور نہ اُنپر نظر ہوتی ہے اسی لئے اکثر رائے میں غلطی ہوتی ہے اور دوسرے کی رائے کو قبول نہیں کرتے چنانچہ میں نے فلاں مدرسہ والوں کو مشورہ دیا تھا کہ ایک دم سب کے سب مدرسہ کو چھوڑ دیں یعنی مدرسہ کا کام چھوڑ دیں کہ جسکا جی چاہے کام کرے۔ اگر اُسوقت مدرسہ والے اس مشورہ پر عمل کر لیتے اور مدرسہ کو چھوڑ دیتے تو یہ سارے فتنے دب جاتے۔ ایک دم شور و شغب بند ہو جاتا اور پھر یہی مخالف لوگ مدرسہ والوں کی خوشامد کرتے کہ تم ہی سب کچھ ہو اور تم ہی مدرسہ اپنے انتظام میں رکھو مگر اب اہل مدرسہ کے نہ چھوڑنے سے دوسروں کو بھی ضد ہو گئی اور جب انسان ضد اور ہٹ پر اُتر آتا ہے پھر حق ناحق کچھ نظر نہیں نہیں رہتا اور میں اسیواسطے ہمیشہ اپنے دوستوں کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ تم کبھی کسی الجھن میں مت

پڑو۔ جہاں اُلجھن دیکھو ایک دم اُس کام کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔ انسان ہے نفس ہے۔ نفسانیت آہی جاتی ہے۔ اصل مقصود تو دین کی خدمت ہے یہاں پر نہیں کہیں اور سہی یہ کام نہ سہی اور کوئی دین کا کام سہی۔ ایک کام کو کیوں مقصود سمجھا جائے۔ مقصود تو دین کے ہر کام سے رضاء حق اور قرب حق ہے۔ وہ جس سے بھی حاصل ہو جاوے۔ نہ سہی مدرسہ گھر پر بیٹھکر ایک دو طالب علم ہی کو سبق پڑھادیا یہ بھی تو وہی کام ہے۔ مدرسہ نہیں مدرسی (یعنی چھوٹا سا مدرسہ) ہی سہی۔ رہا کثرت درس سو نیت بہت سے اسباق پڑھانیکی رکھو لیجئے مدرسہ ہی کا ثواب نامۂ اعمال مین لکھا جائیگا کام کم اور ثواب زیادہ نقصان کیا ہوا خواہ مخواہ قصے جھگڑے کرتے پھرتے ہیں اور ان قصوں اور جھگڑوں سے ایک بہت بڑی چیز برباد ہوتی ہے جسکی ہمیشہ اہل اللہ اور خاصان حق سلف صالحین نے حفاظت کی ہے وہ یکسوئی ہے اگر یہ یکسوئی اپنے پاس ہے تو پھر چاہے اپنے پاس ایک سوئی بھی نہ ہو مگر اسکی یہ حالت ہو گی فرماتے ہیں ؎

اے دل آں بہ کہ خراب از مئ گلگوں باشی ۔۔۔ بے زر و گنج ، بصد حشمت قاروں باشی

۳۲ اور اگر مدرسہ چھوڑنے کی ہمت نہ ہو تو ایک اور تدبیر بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر مجھکو بالکلیہ مدرسہ پر اختیارات ہوتے تو میں یہ کرتا سبکو ایک دم نکال باہر کرتا مخالف اور موافق کی اس میں قید نہ تھی اور ایک دم مدرسہ پر تالے ڈال دیتا اور کہتا چلو لمبے بنو ہم مدرسہ کو بند کرتے ہیں۔ جب جی میں آئیگا کھولیں گے پھر آکر داخل ہونا۔ اور معترضین جو اپنے کو مصلحین کہتے ہیں۔ مدرسہ کی اصلاح کیلئے چلے تھے۔ مگر طریق کار وہ اختیار کیا کہ مدرسہ بیخ بنیاد ہی سے اُکھڑ جائے۔ میں مدرسہ والوں کو فرشتہ نہیں سمجھتا میں نے مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سے صاف کہدیا تھا کہ میں آپکو فرشتہ نہیں سمجھتا کہ آپ سے کسی غلطی کا امکان ہی نہیں بعض چیزوں میں مجھکو بھی آپ سے اختلاف ہو اور وہ چیزیں قابل اصلاح ہیں مگر ان لوگوں نے جو اصلاح کے نام طریق کار اختیار کیا یہ بھی بُرا ہے۔ میں دوسرا طریقہ اختیار کرتا کہ کام کرنیوالوں کو ادب سے محبت سے رائے دیتا کیونکہ مجھکو مدرسہ کیساتھ ہمدردی ہے مدرسہ کی ذات سے خیر خواہی ہے اسلئے کہ میرے بزرگوں کی بنیاد ڈالی ہوئی ہے اسلئے جسکی ذات سے بھی مدرسہ کو نقصان پہونچیگا اُس سے ضرور قلب میں رنج ہو گا اور ضرور اُس سے شکایت پیدا ہو گی۔ یہاں اپنے قصبہ میں ایک زمانہ میں ایک اور مدرسہ کی تجویز ہوئی اس موجود مدرسہ کے مقابلہ میں

اور اُسکی کارروائی مجھسے مخفی کی گئی اسلئے کہ شاید مزاحمت کرے اور تجویز یہ ہوئی کہ مولانا فتح محمد صاحب
کو جو میرے استاد تھے مدرس تجویز کیا تاکہ میں اُنکی وجہ سے مزاحمت نہ کرسکوں حالانکہ مقصود تو کام ہے
انتساب مقصود نہیں اسلئے اگر وہ لوگ کہتے تو میں بھی اُنکی تجویز میں شریک ہوتا اور موجود مدرسہ کو ختم
کردیا جاتا مگر اُنہوں نے مجھسے مخفی رکھا اور ایک مکان میں اُسکا جلسہ قرار پایا مجھکو معلوم ہوا میں بدون
بلائے ہوئے وہاں پہنچا۔ تقریر ہو رہی تھی ایک دم سب خاموش ہوگئے۔ میں نے جاکر کہا کہ میں
آپکے جلسہ میں مُخل ہونے نہیں آیا ہوں۔ ایک مختصر سی بات کہکر ابھی واپس جاتا ہوں اور وہ بات
یہ ہے کہ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ آپ کوئی مدرسہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مجھسے مخفی رکھا گیا
لہذا میں آپ کو مطمئن کئے دیتا ہوں کہ اتنی کلفت اور پریشانی برداشت نکریں میں کل صبح ہی سے اپنے
سابق مدرسہ کو بند کردوں گا۔ آپ مجھسے مدرسہ کا حساب کتاب سمجھ لیں اور جو چیزیں اُسکی ملک ہیں
اُسپر قبضہ کرلیں۔ صرف خانقاہ کا کتب خانہ جسکا متولی واقفین نے مجھکو بنایا ہے فی الحال آپکو نہ ملیگا
باقی سب چیزیں آپ لے سکتے ہیں اور دو برس کے بعد جب دیکھوں گا کہ آپ اچھا کام کر رہے ہیں باذن
واقفین کتب خانہ بھی سپرد کردوں گا۔ میں اتنا کہکر چلدیا۔ بس جلسہ وغیرہ سب درہم برہم تر کی ختم۔
پھر کہیں جلسہ ہوا نہ مشورہ۔ سب ٹھنڈے ہوکر بیٹھ گئے۔ کام کرنا آسان تھوڑا ہی ہے۔ مقصود تو
ان لوگوں کا کچھ اور ہی ہوتا ہے کہ جھگڑا ہوگا فتنہ فساد ہوگا ذرا تصادم میں مزا آئیگا۔ اللہ کا شکر ہے
اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے خصوص حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عنایتوں سے اللہ تعالیٰ نے
ان قصوں سے پاک صاف ہی کردیا کنج وکاوش کی اور اُلجھن میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں رہی
نظر ہمیشہ مقصود پر ہونا چاہئے۔ پس جب مدرسہ مقصود نہیں بلکہ مقصود رضاء حق اور قُرب حق ہے
سو وہ دین کے دوسرے کاموں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر کیوں خواہ مخواہ قلب کو مشوش کیا
اور فتنہ فساد کو مول لیا کسی اور کام میں لگ جاؤ۔

۳۳

(ملفوظ ۱۲۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ غیر اختیاری کاموں کے پیچھے پڑنے
سے وقت خراب ہوتا ہے اور کام نہیں ہوتا اور ہو بھی کیسے وہ تو غیر اختیاری ہے۔ انسان اختیاری کام کو
کرے۔ غیر اختیاری کو چھوڑے یہی کام کرنیکا سہل طریق ہے۔ اختیاری اور غیر اختیاری کی مسئلہ
میں نصف سلوک ہی بلکہ اور ترقی کرکے کہتا ہوں کہ کل سلوک ہی حقیقت کی بیخبری کے سبب لوگ

مشکلات اور دشواریوں میں پڑ گئے۔ چنانچہ ایک شعبہ اُس کا غیر اختیاری کے درپے ہونا بھی ہے۔ حالانکہ تصوف سے سہل و آسان اور کوئی چیز بھی نہیں۔

(ملفوظ ۱۲۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عارفین اور کاملین کی شان مشابہ انبیاء علیہم السلام کے ہوتی ہے۔ حقوق اللہ کیساتھ حقوق العباد کو بھی جمع کرتے ہیں اسلئے یہ حضرات جامع بین الاضداد کہلاتے ہیں۔ ان کا قول و فعل سب سنت کے تابع ہوتا ہے اُنکی یہ شان ہوتی ہے جو کسی نے کہا ہے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق　　ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

(ملفوظ ۱۲۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معصیت کمبخت نہایت ہی بُری اور مہلک چیز ہے اس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے وہ وقت اور وہ گھڑی بندہ کیواسطے نہایت ہی مبغوض اور منحوس ہے جسمیں یہ اپنے خدا کا نافرمان ہوتا ہے۔ اگر حس ہو تو فوراً معصیت کرنیکے بعد قلب پر ظلمت محسوس ہوتی ہے اور بعض نافرمانی کا یہ بھی اثر ہوتا ہے کہ آیندہ کیلئے عمل کی توفیق سلب کرلی جاتی ہے، بڑے خوف کی بات ہے۔ اور معصیت میں ایک اور خاصیت بھی ہے کہ اسکے محکوم اسکی نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار ہوئے وہ شوخی کرنے لگا فرمایا آج ہمسے کوئی گناہ ہوا ہے جسکی وجہ سے یہ ہماری نافرمانی کرتا ہے ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ　　کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

ہر کہ ترسید از حق و تقوے گزید　　ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

اور ایک خاصیت سب سے اشد ہے وہ یہ کہ کبھی بیفکری اور بیخیالی سے صغیرہ سے کبیرہ صادر ہو جاتا ہے اور وہ سبب کفر کا ہو جاتا ہے اسلئے انسان کبھی گناہ کر کے بیفکر نہ ہو توبہ استغفار کرتا ہے مگر یہ بھی نہیں کہ اسکو مشغلہ بنالے اور اسی مراقبہ میں رہا کرے بلکہ ایک بار خوب باقاعدہ توبہ کر کے کام میں لگے اور اُسکے بعد پھر جب کبھی خیال آجایا کرے اللھم اغفر لی کہکر پھر آگے چلے کام میں لگے۔ اور اس توبہ کے قبول ہونے نہ ہونے کے متعلق حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہ نے ایک عجیب بات فرمائی کہ اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ فلاں گناہ کرلینے کے بعد جو توبہ کی تھی وہ قبول ہوگئی یا نہیں اُس کا معیار یہ ہے کہ یہ دیکھے کہ اُس گناہ کے یاد آنے سے نفس میں حظ پیدا ہوتا ہے یا نفرت اگر نفرت ہوتی ہے تو توبہ قبول ہو چکی اگر حظ ہوتا ہے

تو ابھی توبہ قبول نہیں ہوئی پھر توبہ کرے بڑی عجیب بات ہے مگر یہ علامت ظنی ہے۔

۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۱۲۳۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں انسان کا وجود اور ہستی ہی کیا چیز۔ ہر چیز حق تعالیٰ کے قبضہ اور قدرت میں ہے خواہ مخواہ انسان اپنی ٹانگ اڑاتا ہے اور یہ دعوی ترقی کا نتیجہ ہے مگر واقعات سے خدا تعالیٰ دکھلا دیتے ہیں اہل ترقی کو کہ کوئی چیز تمہارے قبضہ میں نہیں۔ سب ہمارے قبضہ میں ہے۔ انکو بڑا فخر تھا کہ ہمارا آگ پر قبضہ پانی پر قبضہ۔ مگر حوادث کے بعد سب قبضے قبض طبع کے سبب بنجاتے ہیں۔ تحقیقات اور انتظامات کچھ بھی کام نہیں آتے۔ چنانچہ سیلاب سے ہزاروں لاکھوں مخلوق غرق ہو گئی مگر کوئی کچھ نہیں بنا سکا۔ یہ سب کچھ اُن ہی کے قبضہ میں ہے۔ قدرت میں کسی کا کیا دخل۔

(ملفوظ ۱۲۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تجار۔ کاشتکار۔ زمیندار۔ ملازم ایک سے ایک بدتر حالت میں ہے اسکی وجہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔ بڑے بڑے لوگ فلسفہ بگھارتے ہیں۔ اُن سے گفتگو ہوئی کوئی وجہ معقول نہیں بیان کر سکتے اگر وحی کو عقل پر ترجیح دیتے تو سمجھ لیتے کہ پریشانی کا سبب ہمیشہ معصیت ہوتی ہے جسکی حقیقت خدا کی نافرمانی ہے اگر خدا کو راضی کرنے کی سعی کی جائے تو اس تبدتری اور پریشانیوں سے نجات ہو سکتی ہے ورنہ کوئی اور چیز اس سے نجات نہیں دلا سکتی اسلئے خدا کے راضی کرنیکی فکر ہونا چاہئے اُنکو راضی کر کے دیکھو معلوم ہو جائیگا کہ کیا سے کیا ہو گیا۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دلخراش — آزموں را یک زمانے خاک باش

(ملفوظ ۱۲۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو تو ضروریات کی وجہ سے روپیہ کی تلاش ہوتی ہے۔ اگر ضروریات پوری ہوتی رہیں تو ساری عمر روپیہ کی صورت بھی دیکھنا پسند نہ کریں اور بعض کو خود روپیہ کی ذات سے تعلق ہوتا ہے مگر یہ ایک مرض ہے انکو خود روپیہ سے حظ مقصود ہوتا ہے کہ میں اتنے روپیہ کا مالک ہوں روپیہ سے تعلق اور حظ پر ایک بنئے کی حکایت یاد آئی

ایک دوست نے بیان کی تھی کہ وہ بیمار تھا روپیہ کثرت سے پاس تھا مگر علاج نہ کراتا تھا۔ دوست احباب کے زور دینے پر بمشکل علاج پر آمادہ ہوا مگر اس طرح کہ لوگوں سے پوچھا پہلے علاج کا تخمینہ کرا لو کیا خرچ ہوگا چنانچہ تخمینہ کرایا گیا طبیب کو بلا کر نبض دکھلائی نسخہ تجویز ہوا۔ مدت استعمال کا تخمینہ ہوا قیمت کی تحقیق کیگئی اور حساب لگا کر بتلایا گیا کہ اسقدر صرف ہوگا کہا کہ اب یہ دیکھو کہ مرنے پر کیا صرف ہوگا وہ بتلایا گیا کہ اسقدر صرف ہوگا۔ تو کہتا ہے کہ بس اب تو یہی رائے ہوتی ہے کہ مرجاویں کیونکہ علاج میں روپیہ زائد صرف ہوگا اور مرنے میں کم یہ انتہائی حکایت ہے ایسی حکایت کبھی نہ سنی تھی۔

(ملفوظ ۱۲۳۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تجربہ ہے کہ روپیہ بدون بخل کے جمع نہیں ہوسکتا اسلئے تھوڑی سی صفت بخل ہر شخص میں ہونیکی ضرورت ہے مگر یہ بخل لغوی ہوگا شرعی نہ ہوگا۔ جیسے رات کو کوئی سفر کرے تو اسمیں اتنا خوف ہونا ضروری ہے کہ اپنے مال کی حفاظت کر سکے۔ یہ ظاہر ہے کہ سخاوت محمود چیز ہے مگر معصیت میں صرف کرنا گو لغۃً یہ بھی سخاوت ہی ہے مگر شرعاً مذموم ہے۔ جیسے نماز روزہ دوپہر کو محمود نہیں۔ روزہ عید کے دن محمود نہیں۔ سونیکے وقت جبکہ نیند کا غلبہ ہو اور الفاظ غلط نکلنے لگیں ذکر اللہ کو منع فرمایا گیا ہے تو یہ ذکر بھی اسوقت محمود نہ ہوگا ہاں ایمان ایک ایسی چیز ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر ساعت میں محمود ہے۔ میرا ایک وعظ ہے حرمات الحدود اس میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ خشیت میں، شوق میں، بخل میں سخاوت میں عداوت میں دوستی میں ہر شے میں حدود کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۱۲۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے بڑی لمبی چوڑی فضول اور ناکافی تمہید لکھکر لکھا تھا کہ ان جدید الوقوع حوادث اور ان کے حکم کی طرف توجہ فرمائیے۔ میں نے لکھا کہ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپنے ایک جدید مسئلہ مفیدہ کی طرف متوجہ کیا مگر اس میں دو ہی صورتیں ہیں یا تو مجھکو ان حوادث کا علم ہے یا نہیں اگر ہے تو اس تمہید کی کیا ضرورت تھی براہ راست حکم کا سوال کر لیتے اور اگر علم نہیں تو پھر اس مجمل ناکافی تمہید سے ان حوادث کی مجھکو کیا خبر ہوسکتی ہے۔ بہرحال آپ کی تحریر دونوں حالتوں میں قابل جواب نہیں۔ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے قابل ہیں ایسی تحریرات سے ہماری قابلیت ظاہر ہوگی۔ اب دیکھوں کا کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر اس ادعائی قابلیت کے مقابلہ میں واقعی قابلیت کا ایک قصہ بیان فرمایا کہ بیگم بھوپال کو تحریک خلافت کے زمانہ میں گورنمنٹ نے کہا کہ اپنے یہاں

تم ان تحریکات کو روکو۔ بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح روکا جائے خود گورنمنٹ اپنے یہاں روک کر دکھلادے کہ اس طرح روکو اسی طرح میں بھی اپنے یہاں روکدونگی خوب ذہانت سے جواب دیا۔ ذہانت بھی خداداد چیز ہے اور بڑی نعمت ہے بشرطیکہ حدود میں رہکر محل پر صرف کی جاوے ورنہ خرابی اس ہی سے زیادہ پیدا ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۱۲۴۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ واردات کی مخالفت معصیت تو نہیں مگر اُس مخالفت سے دنیاوی ضرر کچھ ضرور ہوتا ہے۔ پھر ممکن ہے کہ یہ ضرر کبھی مفضی ہو جائے ضرر دینی کی طرف۔ مثلاً پہلے معاصی کے مواقع میں ہمت مقاومت کی ہو سکتی تھی مگر طبعی کسل ہو گیا جو محض ضرر بدنی ہے اُس کسل سے طاعات کو جی نہیں چاہتا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس عمل سے باز رہا۔ آگے دو صورتیں ہیں یا تو وہ عمل واجب تھا یا واجب نہ تھا۔ اگر واجب تھا تو اُس کا ترک خسران ہوا اور اگر واجب نہ تھا تو حرمان ہوا۔ پھر بطور تفریع فرمایا کہ یہ راہ بڑا ہی نازک ہے اس میں بڑے سنبھل کر قدم رکھنے اور چلنے کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۱۲۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ دل کے بڑے قوی ہوتے ہیں۔ بھوپال میں ایک رُکن ریاست نے جو غیر مقلد تھے ایک وعظ میں استواء علی العرش کے مسئلہ پر تقریر کی۔ بعض غیر مقلدین کو اس مسئلہ میں بہت غلو ہو گیا ہے۔ چونکہ واعظ صاحب نے مجسمہ کے مشابہ کلام کیا اُسوقت تقریر میں ایک ولایتی مولوی صاحب بھی تھے۔ واعظ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر منبر سے کھینچکر نیچے ڈال کر کوٹنا شروع کیا۔ پولیس نے مزاحمت کرنا چاہا مگر عوام کھڑے ہو گئے کہ اگر تم نے کچھ دخل دیا ہم تمہارا مقابلہ کرینگے۔ بیگم صاحبہ سے شکایت کی گئی اُنہوں نے بجائے کچھ کارروائی کرنے کے اُن مولوی صاحب سے معافی مانگی اور آیندہ کیلئے قانون بنا دیا کہ کوئی رُکن ریاست وعظ نہ کہے دیکھئے یہ بھی پہلے ہی لوگوں کی باتیں تھیں۔ دل میں اہل علم اور اہل دین کی عظمت تھی اب تو نفوس میں شرارت ہے اتنی قدرت پر نہیں معلوم کیا کچھ کرتے۔

(ملفوظ ۱۲۴۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان فضول تحقیقات میں کیا رکھا ہے انسان کو کام میں لگنا چاہئے۔ ان ہی فضولیات کی بدولت لوگ راہ سے دور جا پڑے۔ میں ان ہی چیزوں سے لوگوں کو بچنے کی تعلیم کرتا ہوں جس پر لوگ مجھ سے خفا ہیں۔ یہ تحقیقات گو مسکت میں

مگر شبہات کے مسقط نہیں ان سے سکون نہیں ہوسکتا گو مخاطب ساکت ہوجاتا ہے۔ سکون کا بہترین اور سہل طریق تسلیم و تفویض و انتقار و انکسار ہے جسکو مولنا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

فہم خاطر تیز کردن نیست راہ — جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
ہر کجا پستی ست آب آنجا رود — ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا دردے دوا آنجا رود — ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

اور فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دور اندیش را — بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

اور فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دلخراش — آزموں را یک زمانے خاک باش

اس سے یہ حالت ہوگی ؎

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ — خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

اور یہ حالت ہوگی ؎

بینی اندر خود علوم انبیا — بے کتاب و بے معید و اوستا

۲ر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۱۲۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پٹھانوں کی تو خواہ مخواہ ہی شہرت ہوگئی کہ ان میں نخوت ہوتی ہے بالکل غلط ہے۔ یہ بزرگوں کے نہایت مطیع اور اُن کا پورا اتباع کرنیوالے ہوتے ہیں۔ غدر سے پہلے ایک مولوی صاحب تھے۔ تمام قصبہ جلال آباد کے پٹھان اُنکو اپنا سردار مانتا تھا۔ مولوی صاحب قوم سے رائیں تھے۔ مگر لوگوں نے معتقد ہونیکی وجہ سے انکو مشہور کردیا تھا۔ پٹھان تو نخوت میں محض بدنام ہی بدنام ہیں۔ البتہ ہماری قوم شیخزادے ضرور ایسے ہیں کہ یہ کسی کے معتقد مشکل سے ہوتے ہیں۔ کثرت سے واقعات اسکے شاہد ہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اُستادوں کا ادب اور احترام بالکل ہی جاتا رہا تو ویسی ہی علم میں خیرو برکت رہگئی۔ عادۃ اللہ یہ ہے کہ اُستاد خوش اور راضی نہ ہو علم نہیں آسکتا اور اُستاد ہی کی کیا تخصیص ہے اب تو وہ زمانہ ہے کہ نہ باپ کا ادب ہے۔ نہ پیر کا ادب ہے اور اگر ہے بھی تو رسمی ادب۔ باقی حقیقی ادب کا نام و نشان نہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ تعظیم کا نام ادب نہیں ادب نام ہے راحت رسانی کا۔ اسمیں عوام تو کیا خواص تک کو ابتلا ہے۔ میں ایسی ہی باتوں پر متنبہ کرتا ہوں تو مجھسے خفا ہوتے ہیں۔ مزاحًا فرمایا کہ اگر میں بھی اوروں کی طرح خفار کہنا حقائق کو ظاہر نہ کرتا تو مجھسے بھی خوش رہتے لیکن اسوقت میرا یہ فعل انکی رضا کیواسطے ہوتا خدا کی رضا کیواسطے نہ ہوتا۔ نیز اصلاح نہ ہوتی۔ اگر طبیب مریض کیلئے اُسکی مرضی کیموافق نسخہ لکھے محض اس خیال سے کہ یہ خوش اور راضی رہے تو بس مرض جاچکا اور تندرست ہو چکا بلکہ ایسا طبیب خائن ہے اور ایسا مریض احمق۔ مجھ میں بحمد اللہ رسمی باتوں کا نام و نشان نہیں۔ اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ اسکو ایک نعمت خداوندی اور فضل ایزدی سمجھکر اسکا اظہار کرتا ہوں جسپر بھی حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے فضل فرمادیں۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط واللہ ذو الفضل العظیم ہ اُستادوں کے ادب پر یاد آیا فلاں مولانا میرے ابتدائی کتابوں کے اُستاد تھے۔ ایکدفعہ مجھکو زیادہ مارا اُسپر خاندان اور قصبہ میں بہت کچھ قصّہ ہوا مگر انقیاد کا یہ اثر ہوا کہ بعد فراغ درسیات ایک روز مولانا نے مجھسے باین عنوان معافی چاہی کہ ہم تم ایک مدت تک ساتھ رہے ہیں ایسی حالت میں کچھ حقوق میں کوتاہی بھی ہو جاتی ہے مجھسے بھی ہوگئی ہو تم معاف کردو۔ میں نے عرض کیا کہ میں سمجھ گیا جس چیز کی آپ معافی چاہتے ہیں مگر کیا وہ معافی کی چیز ہے وہ تو ایک دولت تھی اور رحمت تھی اُسکی بدولت تو آج دو حرف نصیب ہوگئے۔ فرمایا کہ اس سے تسلی نہیں ہوتی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت حکم فرماتے ہیں اسوجہ سے میں عرض کرتا ہوں کہ معاف ہے الامر فوق الادب۔ مولانا کی یہ حالت تھی انکسار اور سادگی اور بزرگی کی۔ یہ ہے شان عبدیت کی۔ پہلے اُستادوں کا شاگردوں کے ساتھ یہ معاملہ تھا۔ اب شاگردوں کا بھی اُستادوں کے ساتھ یہ معاملہ نہیں۔ پھر کہاں علم اور کہاں برکت۔ میں مولانا کی برکت کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ سب سے بڑی دولت اُمتی کیواسطے یہ ہے کہ قلب میں دین کی محبت ہو عظمت ہو۔ چاہے عمل میں کوتاہی ہو۔ سو یہ دولت

مجھکو مولانا کی صحبت کی برکت سے نصیب ہوئی اسلئے کہ بچپن میں شروع تعلیم اُنہیں سے ہوئی۔ شروع ہی میں اسکی ضرورت ہے کہ اُستاد بھی صاحب محبت ہوں تاکہ شاگردوں کے جذبات اور خیالات پر اُن کا اثر ہو اور شروع ہی سے صحیح تربیت اور اصلاح ہو۔ پھر فرمایا کہ دین کی محبت اور اپنے بزرگوں کی محبت کے علاوہ اور میرے پاس ہے ہی کیا۔ مولانا کی وفات کے بعد ایک مرتبہ میں کانپور سے آیا۔ مولانا کے ایک داماد تھے اُنہوں نے میری دعوت کی اور بیان کیا کہ مولانا نے خواب میں اُن سے فرمایا کہ یہ مرغ جو گھر میں پھر رہا ہے یہ ذبح کر کے اُسکو دعوت میں کھلاؤ اُنہوں نے مجھسے کہا میں نے سنکر کہا کہ میں اب ضرور کھاؤں گا یہ تو مولانا کی طرف سے دعوت ہے۔ مولانا میں بہت ہی سادگی تھی۔ ایک دفعہ مدرسہ میں چٹائیاں نہ رہی تھیں تو مدرسہ کے بچوں سے بنوائیں جسپر رؤساء قصبہ اعتراض بھی کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ دیوبند تشریف لائے اُنہوں نے دیکھا کہ بچوں سے یہ کام لیتے ہیں اُنہوں نے مصالح پر نظر کر کے بطور نصیحت کے فرمایا کہ آپ شریفوں کے بچوں سے ایسے کام لیتے ہیں اسی واسطے قصبہ کے معزز لوگ آپ سے ناراض ہیں آیندہ شریفوں کے بچوں سے ایسا کام ہرگز نہ لیا جاوے۔ پھر آئندہ یہ کام بچوں سے نہیں لیا اور اس مشورہ سے ذرہ برابر نا گواری کا اثر نہیں ہوا کیا ٹھکانا ہے اس بے نفسی کا اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اول ہی دن سے ایسے اُستاد اور بزرگ نصیب فرما دئے۔

(ملفوظ ۱۲۴۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کبر ہمیشہ حمق سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر حمق نہ ہو تو اپنی بڑائی کا انسان کو کبھی وسوسہ بھی نہیں ہو سکتا اور نہ خیال آسکتا ہے۔ سو کبر حمق ہی سے ناشی ہوتا ہے۔ اور اس مرض میں قریب قریب عوام اور خواص سبکو ابتلا ہے اور اس سے بچنے کا صرف ایک ہی طریق ہے وہ یہ کہ کسی کامل کی جوتیوں میں جا پڑے وہاں دماغ سے یہ خناس نکل جاویگا۔ اسکو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو — پیش مردے کاملے پامال شو

ایک صاحب کو میں نے اطلاع کی تھی کہ تم میں کبر کا مرض ہے اسپر برا مانا اور انکار کیا پھر پانچ سال کے بعد اقرار کیا کہ آپکی تشخیص صحیح تھی۔ میں نے کہا کہ بندہ خدا اتنے تک تو ازالہ بھی ہو جاتا یوں ہی وقت خراب کیا۔ آجکل یہ حالت ہے طلب کی۔ ہر شخص اپنے کو مجتہد مطلق سمجھتا ہے یہ سب حماقت کے کرشمے ہیں۔ اللہ بچائے ہر بلا سے اور فہم سلیم عطا فرمائیں